

سلسلہ احادیث نمبر ۱

آفتاب ہدایت کا پہلا اور تیز پاک عکس ایڈیشن

# آفتاب ہدایت رض و بدعت



## مع مناظرات ثلاثہ

مناظرات لامر قاتح و افضیہ قاطع و کمالیت مشیر جناب حضرت علامہ

ابوالفضل محمد کرم الدین دبیر <sup>علیہ الرحمۃ</sup> مجلس شام حلیم  
(متوفی ۱۴۳۶ھ)

مسک دبیر پرچہ فہم کچھات کا ازالہ  
از میثم عباس قادری رضوی

ادارہ تحفظ عقائد اہلسنت پاکستان

جامع الحق و ذوق الباطل  
روایات و مسائل شیعہ میں جامع لاجواب کتاب

مؤلف  
افشاہیات  
رض و بدعت

مؤلف  
شیر اسلام ابو الفضل بیوی محمد کرم الدین صاحب

بیس بھیس ضلع جلم

مطبوعہ مکرہی سید پرین

# انتساب

میں اپنی اس ناچیز تصنیف کو غلو میں قلب سے حضرت اقدس مولانا حافظ حاجی  
 مولوی سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علیپوری مدظلہم العالی کے  
 اہم گرمی سے ممنون کرتا ہوں۔ ماثرا اللہ اس زمانہ قحط الرجال میں آپ ہی وہ بزرگ مہتمی  
 ہیں جنکو اور ج فضل و کمال کا دشمنہ تیر اور فلک علم و عرفان کا روشن آفتاب کہنا بجا ہے۔  
 مذہب حق الہدایت والجماعۃ کو آپ کی ذات والا پر فخر و تادبے اور اہل باطل آپ کا نام  
 نامی شکر جا بجا رزہ ہر اندام میں۔ خدا کے فضل سے خلوت میں ہزار بانوس آپ کی توجہ بلن  
 سے ترکیبہ حاصل کر رہے ہیں۔ اور جلوت میں آپ کے وعظ و بیان سے لاکھوں انسانوں کو ہدایت  
 ہو رہی ہے۔ آپ ہی وہ مقتدس ہستی ہیں جنہوں نے اپنی علو مہمت سے فتنہ امتداد کے  
 بہتے ہوئے سیلاب کو روک کر سد سکندری مائل کر دی اور خلق خدا کو ضلالت مرزائیت  
 و ابیت۔ نیچریت۔ رفض وغیرہ سے نجات دلائی۔ ہر ایک اسلامی انجمن آپ کے دست  
 جو دو سخاکی مرہون اور ہر ایک مبلغ و مضیف اسلام آپ کے لطف و کرم کا ممنون ہے۔ حق  
 سبحانہ و تعالیٰ آپ کی ساعی جمیل میں برکت کرے اور تا ابد آپ کا نقل عاقلت شہین  
 کے سروں پر قائم رہے۔ آمین۔ ثم آمین ۴

خاکسار مصنف



# فہرست مضامین آفتاب ہدایت روزِ عقل و بدعت

## مضمون

وجہ تالیف کتاب  
شیعہ کیلئے روافض کا لقب علیہ بارگاہ ایزدی ہے۔  
اسلام کی تصویر اہل السنۃ کے نقطہ خیال سے  
اسلام کی تصویر جو رافضی پیش کرتے ہیں۔  
شیعہ قرآن کو نہیں مانتے۔  
قول مرزا احمد علی لاہوری کہ یہ قرآن غلط اور تھوڑا  
اور ایسا قرآن میں بھی بنا سکتا ہوں۔  
قرآن پر مرزا کے اعتراضات کا جواب  
شیعہ کے عدم ایمان بالقرآن پر مزید ثبوت  
امام مہدی کی آپس سے  
شیعوں پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہو گیا۔ اس لئے  
امام مہدی کی آمد ترک گئی۔  
وجہ عدم ظہور امام مہدی بقول حائری  
موت امام کے اختیار میں ہے۔  
شیعہ کے متعدد قرآن (ستر گز کا قرآن)  
مصحف فاطمہ جو اس قرآن سے ستر گز بڑا ہے۔  
اور اس قرآن کا اس میں ایک حرف بھی نہیں جعفر  
جامعہ شیعہ کے بڑے بڑے قرآن کہاں ہیں۔  
تقریباً آیات قرآن سہواً کافی تھیں۔  
شیعہ کا اس قرآن پر ایمان ہونا ممکن ہی نہیں۔  
شیعہ کے اس الزام کا جواب کہ اہل السنۃ اس قرآن کو نہیں  
شیعہ کا حافظ قرآن نہ ہوتا۔  
فضائل اصحاب ثلاثہ کا ثبوت آیات قرآن کریم سے  
فضائل اصحاب ثلاثہ پر عقل و دلیل  
فضائل اصحاب ثلاثہ کا ثبوت کتب شیعہ سے فضائل  
ابوبکر صدیقؓ  
فضائل حضرت عمر فاروقؓ  
فضائل حضرت عثمانؓ رکنِ مادی رسول کا شرف  
رسول پاکؐ کی چار بیٹیاں ہونیکا ثبوت کتب شیعہ سے  
اصحاب ثلاثہ کی مشورہ کو تعریف از کتب شیعہ  
خلافت و امامت کی بحث تحقیقات و تفصیل  
خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے۔  
حضرت علیؓ کے علیہ السلام تفصیل نہ ہونے پر عابدی  
توبہ بدلائل شیعہ پر خلافت بلا تفصیل جناب امیر  
صدیق غم خیز کا جواب

## مضمون

۱. ابنِ ابراہیم رحمہ اللہ سے شیعہ کے مسئلہ کا جواب  
۲. شیعہ کی تیسری دلیل اور اس کا جواب  
۳. شیعہ کی چوتھی دلیل اور اس کا جواب  
۴. شیعہ کا اہل بیت کی توہین کرنا  
۵. سنی میت کے جنازہ پر بدعا  
۶. جناب امیر علیہ السلام کی توہین  
۷. بروئے فیصلہ جناب امیر علیہ السلام سنی صبیحہ  
۸. رافضی خارج جہنمی ہیں۔  
۹. حضرت امام حسنؑ کی توہین  
۱۰. قاتلان حضرت علیؑ و امام حسینؑ شیعہ تھے۔  
۱۱. امام جعفر صادقؑ کی توہین  
۱۲. مسائل شیعہ حرمینہ ابنِ بیت کی طرف منسوب کیے گئے  
۱۳. پہلا مسئلہ خدا کو برا ہوتا ہے یعنی معاذ اللہ وہ  
جائز ہے۔  
۱۴. دوسرا مسئلہ فقید کے فضائل نہ جیسے ہیں کہ فقید  
میں ہیں۔ جو فقید نہ کرے وہ بے ایمان ہے۔  
۱۵. تیسرا مسئلہ فضائل متوفی مدوہ و عیسیٰ علیہ السلام  
میں تو ایک ایک قطرے سے ستر ستر فرسنگ بیدار  
۱۶. ایک دفعہ متوفی کے امام حسینؑ کو دوسرے ملکہ  
میں سے حضرت علیؑ چار دفعہ متوفی کرنے سے روکی  
۱۷. پاک کا درجہ ملتا ہے۔  
۱۸. مسئلہ کیا چیز ہے؟  
۱۹. بے تعداد متوفی سے متعجب ہو سکتا ہے۔  
۲۰. ایک عورت سے بار بار متعجب  
۲۱. متعجب دہرہ  
۲۲. ایک بیہودہ حکایت  
۲۳. متعجب سے ممانعت  
۲۴. تیسرا مسئلہ انبیاء و ائمہ کی فضیلت  
۲۵. چارچوں مسئلہ امیر خدیجی زبان۔ مذہب آنکھ میں  
۲۶. چھٹا مسئلہ حضرت علیؑ رسول کے ہم رتبہ بلکہ  
۲۷. ان سے افضل ہیں۔  
۲۸. ساتواں مسئلہ ائمہ کو بغیر ارجح کا اختیار حاصل  
۲۹. آٹھواں مسئلہ موت و حیات ائمہ کے اعتبار سے  
۳۰. نوں مسئلہ آئینہ کو علم کا نام نہ لکھنا حال ہے  
۳۱. دسواں مسئلہ آسمان و زمین و مافیہا جانا یا نہ جاننا  
حکمِ ایزدی۔

صفحہ  
۱۵۰  
۱۵۳  
۱۵۵  
۱۵۶  
۱۵۷  
۱۵۸  
۱۵۹  
۱۶۰  
۱۶۱  
۱۶۲  
۱۶۳  
۱۶۴  
۱۶۵  
۱۶۶  
۱۶۷  
۱۶۸  
۱۶۹  
۱۷۰  
۱۷۱  
۱۷۲  
۱۷۳  
۱۷۴  
۱۷۵  
۱۷۶  
۱۷۷  
۱۷۸  
۱۷۹  
۱۸۰  
۱۸۱  
۱۸۲  
۱۸۳  
۱۸۴  
۱۸۵  
۱۸۶  
۱۸۷  
۱۸۸  
۱۸۹  
۱۹۰  
۱۹۱  
۱۹۲  
۱۹۳  
۱۹۴  
۱۹۵  
۱۹۶  
۱۹۷  
۱۹۸  
۱۹۹  
۲۰۰



۱۹۳	۱۸۶	۱۸۷	۱۸۸	۱۸۹	۱۹۰	۱۹۱	۱۹۲	۱۹۳	۱۹۴	۱۹۵	۱۹۶	۱۹۷	۱۹۸	۱۹۹	۲۰۰	۲۰۱	۲۰۲	۲۰۳	۲۰۴	۲۰۵	۲۰۶	۲۰۷	۲۰۸	۲۰۹	۲۱۰	۲۱۱	۲۱۲	۲۱۳	۲۱۴	۲۱۵	۲۱۶	۲۱۷	۲۱۸	۲۱۹	۲۲۰	۲۲۱	۲۲۲	۲۲۳	۲۲۴	۲۲۵	۲۲۶	۲۲۷	۲۲۸	۲۲۹	۲۳۰	۲۳۱	۲۳۲	۲۳۳	۲۳۴	۲۳۵	۲۳۶	۲۳۷	۲۳۸	۲۳۹	۲۴۰	۲۴۱	۲۴۲	۲۴۳	۲۴۴	۲۴۵	۲۴۶	۲۴۷	۲۴۸	۲۴۹	۲۵۰	۲۵۱	۲۵۲	۲۵۳	۲۵۴	۲۵۵	۲۵۶	۲۵۷	۲۵۸	۲۵۹	۲۶۰	۲۶۱	۲۶۲	۲۶۳	۲۶۴	۲۶۵	۲۶۶	۲۶۷	۲۶۸	۲۶۹	۲۷۰	۲۷۱	۲۷۲	۲۷۳	۲۷۴	۲۷۵	۲۷۶	۲۷۷	۲۷۸	۲۷۹	۲۸۰	۲۸۱	۲۸۲	۲۸۳	۲۸۴	۲۸۵	۲۸۶	۲۸۷	۲۸۸	۲۸۹	۲۹۰	۲۹۱	۲۹۲	۲۹۳	۲۹۴	۲۹۵	۲۹۶	۲۹۷	۲۹۸	۲۹۹	۳۰۰	۳۰۱	۳۰۲	۳۰۳	۳۰۴	۳۰۵	۳۰۶	۳۰۷	۳۰۸	۳۰۹	۳۱۰	۳۱۱	۳۱۲	۳۱۳	۳۱۴	۳۱۵	۳۱۶	۳۱۷	۳۱۸	۳۱۹	۳۲۰	۳۲۱	۳۲۲	۳۲۳	۳۲۴	۳۲۵	۳۲۶	۳۲۷	۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲	۳۵۳	۳۵۴	۳۵۵	۳۵۶	۳۵۷	۳۵۸	۳۵۹	۳۶۰	۳۶۱	۳۶۲	۳۶۳	۳۶۴	۳۶۵	۳۶۶	۳۶۷	۳۶۸	۳۶۹	۳۷۰	۳۷۱	۳۷۲	۳۷۳	۳۷۴	۳۷۵	۳۷۶	۳۷۷	۳۷۸	۳۷۹	۳۸۰	۳۸۱	۳۸۲	۳۸۳	۳۸۴	۳۸۵	۳۸۶	۳۸۷	۳۸۸	۳۸۹	۳۹۰	۳۹۱	۳۹۲	۳۹۳	۳۹۴	۳۹۵	۳۹۶	۳۹۷	۳۹۸	۳۹۹	۴۰۰	۴۰۱	۴۰۲	۴۰۳	۴۰۴	۴۰۵	۴۰۶	۴۰۷	۴۰۸	۴۰۹	۴۱۰	۴۱۱	۴۱۲	۴۱۳	۴۱۴	۴۱۵	۴۱۶	۴۱۷	۴۱۸	۴۱۹	۴۲۰	۴۲۱	۴۲۲	۴۲۳	۴۲۴	۴۲۵	۴۲۶	۴۲۷	۴۲۸	۴۲۹	۴۳۰	۴۳۱	۴۳۲	۴۳۳	۴۳۴	۴۳۵	۴۳۶	۴۳۷	۴۳۸	۴۳۹	۴۴۰	۴۴۱	۴۴۲	۴۴۳	۴۴۴	۴۴۵	۴۴۶	۴۴۷	۴۴۸	۴۴۹	۴۵۰	۴۵۱	۴۵۲	۴۵۳	۴۵۴	۴۵۵	۴۵۶	۴۵۷	۴۵۸	۴۵۹	۴۶۰	۴۶۱	۴۶۲	۴۶۳	۴۶۴	۴۶۵	۴۶۶	۴۶۷	۴۶۸	۴۶۹	۴۷۰	۴۷۱	۴۷۲	۴۷۳	۴۷۴	۴۷۵	۴۷۶	۴۷۷	۴۷۸	۴۷۹	۴۸۰	۴۸۱	۴۸۲	۴۸۳	۴۸۴	۴۸۵	۴۸۶	۴۸۷	۴۸۸	۴۸۹	۴۹۰	۴۹۱	۴۹۲	۴۹۳	۴۹۴	۴۹۵	۴۹۶	۴۹۷	۴۹۸	۴۹۹	۵۰۰	۵۰۱	۵۰۲	۵۰۳	۵۰۴	۵۰۵	۵۰۶	۵۰۷	۵۰۸	۵۰۹	۵۱۰	۵۱۱	۵۱۲	۵۱۳	۵۱۴	۵۱۵	۵۱۶	۵۱۷	۵۱۸	۵۱۹	۵۲۰	۵۲۱	۵۲۲	۵۲۳	۵۲۴	۵۲۵	۵۲۶	۵۲۷	۵۲۸	۵۲۹	۵۳۰	۵۳۱	۵۳۲	۵۳۳	۵۳۴	۵۳۵	۵۳۶	۵۳۷	۵۳۸	۵۳۹	۵۴۰	۵۴۱	۵۴۲	۵۴۳	۵۴۴	۵۴۵	۵۴۶	۵۴۷	۵۴۸	۵۴۹	۵۵۰	۵۵۱	۵۵۲	۵۵۳	۵۵۴	۵۵۵	۵۵۶	۵۵۷	۵۵۸	۵۵۹	۵۶۰	۵۶۱	۵۶۲	۵۶۳	۵۶۴	۵۶۵	۵۶۶	۵۶۷	۵۶۸	۵۶۹	۵۷۰	۵۷۱	۵۷۲	۵۷۳	۵۷۴	۵۷۵	۵۷۶	۵۷۷	۵۷۸	۵۷۹	۵۸۰	۵۸۱	۵۸۲	۵۸۳	۵۸۴	۵۸۵	۵۸۶	۵۸۷	۵۸۸	۵۸۹	۵۹۰	۵۹۱	۵۹۲	۵۹۳	۵۹۴	۵۹۵	۵۹۶	۵۹۷	۵۹۸	۵۹۹	۶۰۰	۶۰۱	۶۰۲	۶۰۳	۶۰۴	۶۰۵	۶۰۶	۶۰۷	۶۰۸	۶۰۹	۶۱۰	۶۱۱	۶۱۲	۶۱۳	۶۱۴	۶۱۵	۶۱۶	۶۱۷	۶۱۸	۶۱۹	۶۲۰	۶۲۱	۶۲۲	۶۲۳	۶۲۴	۶۲۵	۶۲۶	۶۲۷	۶۲۸	۶۲۹	۶۳۰	۶۳۱	۶۳۲	۶۳۳	۶۳۴	۶۳۵	۶۳۶	۶۳۷	۶۳۸	۶۳۹	۶۴۰	۶۴۱	۶۴۲	۶۴۳	۶۴۴	۶۴۵	۶۴۶	۶۴۷	۶۴۸	۶۴۹	۶۵۰	۶۵۱	۶۵۲	۶۵۳	۶۵۴	۶۵۵	۶۵۶	۶۵۷	۶۵۸	۶۵۹	۶۶۰	۶۶۱	۶۶۲	۶۶۳	۶۶۴	۶۶۵	۶۶۶	۶۶۷	۶۶۸	۶۶۹	۶۷۰	۶۷۱	۶۷۲	۶۷۳	۶۷۴	۶۷۵	۶۷۶	۶۷۷	۶۷۸	۶۷۹	۶۸۰	۶۸۱	۶۸۲	۶۸۳	۶۸۴	۶۸۵	۶۸۶	۶۸۷	۶۸۸	۶۸۹	۶۹۰	۶۹۱	۶۹۲	۶۹۳	۶۹۴	۶۹۵	۶۹۶	۶۹۷	۶۹۸	۶۹۹	۷۰۰	۷۰۱	۷۰۲	۷۰۳	۷۰۴	۷۰۵	۷۰۶	۷۰۷	۷۰۸	۷۰۹	۷۱۰	۷۱۱	۷۱۲	۷۱۳	۷۱۴	۷۱۵	۷۱۶	۷۱۷	۷۱۸	۷۱۹	۷۲۰	۷۲۱	۷۲۲	۷۲۳	۷۲۴	۷۲۵	۷۲۶	۷۲۷	۷۲۸	۷۲۹	۷۳۰	۷۳۱	۷۳۲	۷۳۳	۷۳۴	۷۳۵	۷۳۶	۷۳۷	۷۳۸	۷۳۹	۷۴۰	۷۴۱	۷۴۲	۷۴۳	۷۴۴	۷۴۵	۷۴۶	۷۴۷	۷۴۸	۷۴۹	۷۵۰	۷۵۱	۷۵۲	۷۵۳	۷۵۴	۷۵۵	۷۵۶	۷۵۷	۷۵۸	۷۵۹	۷۶۰	۷۶۱	۷۶۲	۷۶۳	۷۶۴	۷۶۵	۷۶۶	۷۶۷	۷۶۸	۷۶۹	۷۷۰	۷۷۱	۷۷۲	۷۷۳	۷۷۴	۷۷۵	۷۷۶	۷۷۷	۷۷۸	۷۷۹	۷۸۰	۷۸۱	۷۸۲	۷۸۳	۷۸۴	۷۸۵	۷۸۶	۷۸۷	۷۸۸	۷۸۹	۷۹۰	۷۹۱	۷۹۲	۷۹۳	۷۹۴	۷۹۵	۷۹۶	۷۹۷	۷۹۸	۷۹۹	۸۰۰	۸۰۱	۸۰۲	۸۰۳	۸۰۴	۸۰۵	۸۰۶	۸۰۷	۸۰۸	۸۰۹	۸۱۰	۸۱۱	۸۱۲	۸۱۳	۸۱۴	۸۱۵	۸۱۶	۸۱۷	۸۱۸	۸۱۹	۸۲۰	۸۲۱	۸۲۲	۸۲۳	۸۲۴	۸۲۵	۸۲۶	۸۲۷	۸۲۸	۸۲۹	۸۳۰	۸۳۱	۸۳۲	۸۳۳	۸۳۴	۸۳۵	۸۳۶	۸۳۷	۸۳۸	۸۳۹	۸۴۰	۸۴۱	۸۴۲	۸۴۳	۸۴۴	۸۴۵	۸۴۶	۸۴۷	۸۴۸	۸۴۹	۸۵۰	۸۵۱	۸۵۲	۸۵۳	۸۵۴	۸۵۵	۸۵۶	۸۵۷	۸۵۸	۸۵۹	۸۶۰	۸۶۱	۸۶۲	۸۶۳	۸۶۴	۸۶۵	۸۶۶	۸۶۷	۸۶۸	۸۶۹	۸۷۰	۸۷۱	۸۷۲	۸۷۳	۸۷۴	۸۷۵	۸۷۶	۸۷۷	۸۷۸	۸۷۹	۸۸۰	۸۸۱	۸۸۲	۸۸۳	۸۸۴	۸۸۵	۸۸۶	۸۸۷	۸۸۸	۸۸۹	۸۹۰	۸۹۱	۸۹۲	۸۹۳	۸۹۴	۸۹۵	۸۹۶	۸۹۷	۸۹۸	۸۹۹	۹۰۰	۹۰۱	۹۰۲	۹۰۳	۹۰۴	۹۰۵	۹۰۶	۹۰۷	۹۰۸	۹۰۹	۹۱۰	۹۱۱	۹۱۲	۹۱۳	۹۱۴	۹۱۵	۹۱۶	۹۱۷	۹۱۸	۹۱۹	۹۲۰	۹۲۱	۹۲۲	۹۲۳	۹۲۴	۹۲۵	۹۲۶	۹۲۷	۹۲۸	۹۲۹	۹۳۰	۹۳۱	۹۳۲	۹۳۳	۹۳۴	۹۳۵	۹۳۶	۹۳۷	۹۳۸	۹۳۹	۹۴۰	۹۴۱	۹۴۲	۹۴۳	۹۴۴	۹۴۵	۹۴۶	۹۴۷	۹۴۸	۹۴۹	۹۵۰	۹۵۱	۹۵۲	۹۵۳	۹۵۴	۹۵۵	۹۵۶	۹۵۷	۹۵۸	۹۵۹	۹۶۰	۹۶۱	۹۶۲	۹۶۳	۹۶۴	۹۶۵	۹۶۶	۹۶۷	۹۶۸	۹۶۹	۹۷۰	۹۷۱	۹۷۲	۹۷۳	۹۷۴	۹۷۵	۹۷۶	۹۷۷	۹۷۸	۹۷۹	۹۸۰	۹۸۱	۹۸۲	۹۸۳	۹۸۴	۹۸۵	۹۸۶	۹۸۷	۹۸۸	۹۸۹	۹۹۰	۹۹۱	۹۹۲	۹۹۳	۹۹۴	۹۹۵	۹۹۶	۹۹۷	۹۹۸	۹۹۹	۱۰۰۰
۱۹۳	۱۸۶	۱۸۷	۱۸۸	۱۸۹	۱۹۰	۱۹۱	۱۹۲	۱۹۳	۱۹۴	۱۹۵	۱۹۶	۱۹۷	۱۹۸	۱۹۹	۲۰۰	۲۰۱	۲۰۲	۲۰۳	۲۰۴	۲۰۵	۲۰۶	۲۰۷	۲۰۸	۲۰۹	۲۱۰	۲۱۱	۲۱۲	۲۱۳	۲۱۴	۲۱۵	۲۱۶	۲۱۷	۲۱۸	۲۱۹	۲۲۰	۲۲۱	۲۲۲	۲۲۳	۲۲۴	۲۲۵	۲۲۶	۲۲۷	۲۲۸	۲۲۹	۲۳۰	۲۳۱	۲۳۲	۲۳۳	۲۳۴	۲۳۵	۲۳۶	۲۳۷	۲۳۸	۲۳۹	۲۴۰	۲۴۱	۲۴۲	۲۴۳	۲۴۴	۲۴۵	۲۴۶	۲۴۷	۲۴۸	۲۴۹	۲۵۰	۲۵۱	۲۵۲	۲۵۳	۲۵۴	۲۵۵	۲۵۶	۲۵۷	۲۵۸	۲۵۹	۲۶۰	۲۶۱	۲۶۲	۲۶۳	۲۶۴	۲۶۵	۲۶۶	۲۶۷	۲۶۸	۲۶۹	۲۷۰	۲۷۱	۲۷۲	۲۷۳	۲۷۴	۲۷۵	۲۷۶	۲۷۷	۲۷۸	۲۷۹	۲۸۰	۲۸۱	۲۸۲	۲۸۳	۲۸۴	۲۸۵	۲۸۶	۲۸۷	۲۸۸	۲۸۹	۲۹۰	۲۹۱	۲۹۲	۲۹۳	۲۹۴	۲۹۵	۲۹۶	۲۹۷	۲۹۸	۲۹۹	۳۰۰	۳۰۱	۳۰۲	۳۰۳	۳۰۴	۳۰۵	۳۰۶	۳۰۷	۳۰۸	۳۰۹	۳۱۰	۳۱۱	۳۱۲	۳۱۳	۳۱۴	۳۱۵	۳۱۶	۳۱۷	۳۱۸	۳۱۹	۳۲۰	۳۲۱	۳۲۲	۳۲۳	۳۲۴	۳۲۵	۳۲۶	۳۲۷	۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲	۳۵۳	۳۵۴	۳۵۵	۳۵۶	۳۵۷	۳۵۸	۳۵۹	۳۶۰	۳۶۱	۳۶۲	۳۶۳	۳۶۴	۳۶۵	۳۶۶	۳۶۷	۳۶۸	۳۶۹	۳۷۰	۳۷۱	۳۷۲	۳۷۳	۳۷۴	۳۷۵	۳۷۶	۳۷۷	۳۷۸	۳۷۹	۳۸۰	۳۸۱	۳۸۲	۳۸۳	۳۸۴	۳۸۵	۳۸۶	۳۸۷	۳۸۸	۳۸۹	۳۹۰	۳۹۱	۳۹۲	۳۹۳	۳۹۴	۳۹۵	۳۹۶	۳۹۷	۳۹۸	۳۹																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																																									

اس کی ترویج بحوالہ خطبات جناب امیر  
مفتی محمد امجد علی صاحب دہلوی نے کی ہے  
اور اس کی ترویج بھی میرا ناچیز۔

بیعت جناب امیر کا ثبوت بروایات کتب شیعہ  
فیصلہ متقنات -

مطالعہ شیعہ  
پیشا وطن حضرت امیر کے پرست عزیز اسلام اور اس کا  
مفصل جواب -

دوسرا وطن نسبت تبلیغ سورت برات اور اس کا جو  
شیطانوں کے فیض عین العاص اور اس کے تحت  
کئے گئے تھے۔ اس کا جواب -

چوتھا وطن - اتالی شیطانی اور بیعتی الخ اور  
اس کا جواب

پانچویں وطن - کہ جو جن نے جواز رسول نہیں دیا اس کا  
مفصل اور زمانہ شکیں جواب

چھٹا وطن - غضب فرقہ - اس کے متعلق مکمل اور  
محققانہ بحث شیعہ کے اس فن کی تہریر است توفیر

ساتواں وطن - است بجا و منکم و علی ذیکھ اس وطن کا  
جواب -

آٹھواں وطن - حضرت امیر نے اپنے نفاق کا انوار  
کیا۔ اس کا تحقیقی و الزامی مسئلہ جواب

نواں وطن - حدیث قرطاس - اس پر محققانہ مکمل فیصلہ  
بحث اور دلائل ان شکیں جواب -

دسواں وطن - کہ حضرت عمر نے جناب سیدہ کی تہن کی  
اس کا ثبوت جواب -

گیارہواں وطن - کہ حضرت عمر نے ایک عورت کو گستا  
خ کا حکم دیا۔ اور جناب امیر نے اس کو مسترد کر دیا۔

اس کا جواب  
بارہواں وطن - ایک عورت نے حضرت عمرؓ کو گستاخ  
کی ممانعت پر دیا۔ اس کا جواب

ترہواں وطن - صحیح مسلم کی حدیث خراشہ کی ذمہ  
شیعہ کا استدلال اور اس کا جواب

چودھواں وطن - ان ائمن المناہقین - اور اس کا خرا  
بندہ ہوا وطن - شک فی البیوۃ - اس کا زمانہ شکیں جواب

سولہواں وطن - کہ حضرت عثمان رضی عنہ نے قرآن جلا دیے  
سترہواں وطن - کہ حکم بن العاص کو میرے میں حضرت  
عثمان نے کیوں بلایا۔ اس کا جواب -

اٹھارہواں وطن - مروان بن الحکم کی ذلت اور اس کا جواب

بیسواں وطن - حضرت عثمان کی نفس میں دن بے گوارا  
دن بے گوارا اس کا جواب -

ایک سو ایک وطن - نام پر فرمان عثمان کے نام ایک  
شیعہ سے چند سوالات

حضرت عائشہ صدیقہ فخرہ علیہ السلام کا جواب  
حضرت امیر معاویہ کی نسبت شیعہ کی پرستی اور اس کے  
جواب -

حضرت امیر معاویہ کی نسبت شیعہ کا رد  
شیعہ کے مختلف فرقے

شیعہ کا ادعا ہے قدامت  
نقطہ شیعہ کی مدت قرآن پاک میں

قرآن میں لفظ سنت کی تشریح  
ایجاز سنت کی تائید بروایات کتب شیعہ

احادیث شیعہ اور راویان حدیث  
ایک المہبت پر مجبوت کا الزام ایک مسئلہ

کے تین متعارض جواب  
اہل سنت سے عداوت

تخریب و تہذیب خرافی پر دھچک بخت  
دقت رسولؐ و بارہ ممانعت بزرگ و فرج

امام جعفر صادقؑ کا فتویٰ کہ مائتوں کے خلاف  
امام حسینؑ کی آخری وصیت روایت کی ممانعت

قاتلان حسینؑ شیعہ تھے شیعہ کو ذی خط و کتابت  
ماہم حسینؑ کی بلند ایزد نے کی۔

حضرت زینبؑ کی مردمانیتوں کی نسبت  
جہلا اجماعی مزید ہے۔

ماہم کے جواز پر قرآنی دلیل  
فتیہ کے دلائل جواز مانگ کی ترویج

بعض اختلافی مسائل  
ہیلا مسئلہ نماز دست بستہ اس پر عقل و قیاس لال

شیعہ کے دلائل کے کافی جواب  
مسئلہ کعبات حجازہ - چار کعبہ کے دلائل

شرح الرخل کی بحث - یاؤں دھوکہ لال  
قرآنی حجت موحسین و زافر عونی گردہ کا حکم

بھگت اور غناب کی نسبت و دھچک بخت  
ترک صلوات اور اس کا غناب

کیا شیعہ جنتی ہے خواہ برکار ہو۔  
نقد اسلام حسب عقیدہ شیعہ کہ مسلمان مرشدین

رہ گئے تھے بلکہ صرف ایک

۲۸۰  
۲۸۱  
۲۸۲  
۲۸۳  
۲۸۴  
۲۸۵  
۲۸۶  
۲۸۷  
۲۸۸  
۲۸۹  
۲۹۰  
۲۹۱  
۲۹۲  
۲۹۳  
۲۹۴  
۲۹۵  
۲۹۶  
۲۹۷  
۲۹۸  
۲۹۹  
۳۰۰  
۳۰۱  
۳۰۲  
۳۰۳  
۳۰۴  
۳۰۵  
۳۰۶  
۳۰۷  
۳۰۸  
۳۰۹  
۳۱۰  
۳۱۱  
۳۱۲  
۳۱۳  
۳۱۴  
۳۱۵  
۳۱۶  
۳۱۷  
۳۱۸  
۳۱۹  
۳۲۰  
۳۲۱  
۳۲۲  
۳۲۳  
۳۲۴  
۳۲۵  
۳۲۶  
۳۲۷  
۳۲۸  
۳۲۹  
۳۳۰  
۳۳۱  
۳۳۲  
۳۳۳  
۳۳۴  
۳۳۵  
۳۳۶  
۳۳۷  
۳۳۸  
۳۳۹  
۳۴۰  
۳۴۱  
۳۴۲  
۳۴۳  
۳۴۴  
۳۴۵  
۳۴۶  
۳۴۷  
۳۴۸  
۳۴۹  
۳۵۰  
۳۵۱  
۳۵۲  
۳۵۳  
۳۵۴  
۳۵۵  
۳۵۶  
۳۵۷  
۳۵۸  
۳۵۹  
۳۶۰  
۳۶۱  
۳۶۲  
۳۶۳  
۳۶۴  
۳۶۵  
۳۶۶  
۳۶۷  
۳۶۸  
۳۶۹  
۳۷۰  
۳۷۱  
۳۷۲  
۳۷۳  
۳۷۴  
۳۷۵  
۳۷۶  
۳۷۷  
۳۷۸  
۳۷۹  
۳۸۰  
۳۸۱  
۳۸۲  
۳۸۳  
۳۸۴  
۳۸۵  
۳۸۶  
۳۸۷  
۳۸۸  
۳۸۹  
۳۹۰  
۳۹۱  
۳۹۲  
۳۹۳  
۳۹۴  
۳۹۵  
۳۹۶  
۳۹۷  
۳۹۸  
۳۹۹  
۴۰۰  
۴۰۱  
۴۰۲  
۴۰۳  
۴۰۴  
۴۰۵  
۴۰۶  
۴۰۷  
۴۰۸  
۴۰۹  
۴۱۰  
۴۱۱  
۴۱۲  
۴۱۳  
۴۱۴  
۴۱۵  
۴۱۶  
۴۱۷  
۴۱۸  
۴۱۹  
۴۲۰  
۴۲۱  
۴۲۲  
۴۲۳  
۴۲۴  
۴۲۵  
۴۲۶  
۴۲۷  
۴۲۸  
۴۲۹  
۴۳۰  
۴۳۱  
۴۳۲  
۴۳۳  
۴۳۴  
۴۳۵  
۴۳۶  
۴۳۷  
۴۳۸  
۴۳۹  
۴۴۰  
۴۴۱  
۴۴۲  
۴۴۳  
۴۴۴  
۴۴۵  
۴۴۶  
۴۴۷  
۴۴۸  
۴۴۹  
۴۵۰  
۴۵۱  
۴۵۲  
۴۵۳  
۴۵۴  
۴۵۵  
۴۵۶  
۴۵۷  
۴۵۸  
۴۵۹  
۴۶۰  
۴۶۱  
۴۶۲  
۴۶۳  
۴۶۴  
۴۶۵  
۴۶۶  
۴۶۷  
۴۶۸  
۴۶۹  
۴۷۰  
۴۷۱  
۴۷۲  
۴۷۳  
۴۷۴  
۴۷۵  
۴۷۶  
۴۷۷  
۴۷۸  
۴۷۹  
۴۸۰  
۴۸۱  
۴۸۲  
۴۸۳  
۴۸۴  
۴۸۵  
۴۸۶  
۴۸۷  
۴۸۸  
۴۸۹  
۴۹۰  
۴۹۱  
۴۹۲  
۴۹۳  
۴۹۴  
۴۹۵  
۴۹۶  
۴۹۷  
۴۹۸  
۴۹۹  
۵۰۰  
۵۰۱  
۵۰۲  
۵۰۳  
۵۰۴  
۵۰۵  
۵۰۶  
۵۰۷  
۵۰۸  
۵۰۹  
۵۱۰  
۵۱۱  
۵۱۲  
۵۱۳  
۵۱۴  
۵۱۵  
۵۱۶  
۵۱۷  
۵۱۸  
۵۱۹  
۵۲۰  
۵۲۱  
۵۲۲  
۵۲۳  
۵۲۴  
۵۲۵  
۵۲۶  
۵۲۷  
۵۲۸  
۵۲۹  
۵۳۰  
۵۳۱  
۵۳۲  
۵۳۳  
۵۳۴  
۵۳۵  
۵۳۶  
۵۳۷  
۵۳۸  
۵۳۹  
۵۴۰  
۵۴۱  
۵۴۲  
۵۴۳  
۵۴۴  
۵۴۵  
۵۴۶  
۵۴۷  
۵۴۸  
۵۴۹  
۵۵۰  
۵۵۱  
۵۵۲  
۵۵۳  
۵۵۴  
۵۵۵  
۵۵۶  
۵۵۷  
۵۵۸  
۵۵۹  
۵۶۰  
۵۶۱  
۵۶۲  
۵۶۳  
۵۶۴  
۵۶۵  
۵۶۶  
۵۶۷  
۵۶۸  
۵۶۹  
۵۷۰  
۵۷۱  
۵۷۲  
۵۷۳  
۵۷۴  
۵۷۵  
۵۷۶  
۵۷۷  
۵۷۸  
۵۷۹  
۵۸۰  
۵۸۱  
۵۸۲  
۵۸۳  
۵۸۴  
۵۸۵  
۵۸۶  
۵۸۷  
۵۸۸  
۵۸۹  
۵۹۰  
۵۹۱  
۵۹۲  
۵۹۳  
۵۹۴  
۵۹۵  
۵۹۶  
۵۹۷  
۵۹۸  
۵۹۹  
۶۰۰  
۶۰۱  
۶۰۲  
۶۰۳  
۶۰۴  
۶۰۵  
۶۰۶  
۶۰۷  
۶۰۸  
۶۰۹  
۶۱۰  
۶۱۱  
۶۱۲  
۶۱۳  
۶۱۴  
۶۱۵  
۶۱۶  
۶۱۷  
۶۱۸  
۶۱۹  
۶۲۰  
۶۲۱  
۶۲۲  
۶۲۳  
۶۲۴  
۶۲۵  
۶۲۶  
۶۲۷  
۶۲۸  
۶۲۹  
۶۳۰  
۶۳۱  
۶۳۲  
۶۳۳  
۶۳۴  
۶۳۵  
۶۳۶  
۶۳۷  
۶۳۸  
۶۳۹  
۶۴۰  
۶۴۱  
۶۴۲  
۶۴۳  
۶۴۴  
۶۴۵  
۶۴۶  
۶۴۷  
۶۴۸  
۶۴۹  
۶۵۰  
۶۵۱  
۶۵۲  
۶۵۳  
۶۵۴  
۶۵۵  
۶۵۶  
۶۵۷  
۶۵۸  
۶۵۹  
۶۶۰  
۶۶۱  
۶۶۲  
۶۶۳  
۶۶۴  
۶۶۵  
۶۶۶  
۶۶۷  
۶۶۸  
۶۶۹  
۶۷۰  
۶۷۱  
۶۷۲  
۶۷۳  
۶۷۴  
۶۷۵  
۶۷۶  
۶۷۷  
۶۷۸  
۶۷۹  
۶۸۰  
۶۸۱  
۶۸۲  
۶۸۳  
۶۸۴  
۶۸۵  
۶۸۶  
۶۸۷  
۶۸۸  
۶۸۹  
۶۹۰  
۶۹۱  
۶۹۲  
۶۹۳  
۶۹۴  
۶۹۵  
۶۹۶  
۶۹۷  
۶۹۸  
۶۹۹  
۷۰۰  
۷۰۱  
۷۰۲  
۷۰۳  
۷۰۴  
۷۰۵  
۷۰۶  
۷۰۷  
۷۰۸  
۷۰۹  
۷۱۰  
۷۱۱  
۷۱۲  
۷۱۳  
۷۱۴  
۷۱۵  
۷۱۶  
۷۱۷  
۷۱۸  
۷۱۹  
۷۲۰  
۷۲۱  
۷۲۲  
۷۲۳  
۷۲۴  
۷۲۵  
۷۲۶  
۷۲۷  
۷۲۸  
۷۲۹  
۷۳۰  
۷۳۱  
۷۳۲  
۷۳۳  
۷۳۴  
۷۳۵  
۷۳۶  
۷۳۷  
۷۳۸  
۷۳۹  
۷۴۰  
۷۴۱  
۷۴۲  
۷۴۳  
۷۴۴  
۷۴۵  
۷۴۶  
۷۴۷  
۷۴۸  
۷۴۹  
۷۵۰  
۷۵۱  
۷۵۲  
۷۵۳  
۷۵۴  
۷۵۵  
۷۵۶  
۷۵۷  
۷۵۸  
۷۵۹  
۷۶۰  
۷۶۱  
۷۶۲  
۷۶۳  
۷۶۴  
۷۶۵  
۷۶۶  
۷۶۷  
۷۶۸  
۷۶۹  
۷۷۰  
۷۷۱  
۷۷۲  
۷۷۳  
۷۷۴  
۷۷۵  
۷۷۶  
۷۷۷  
۷۷۸  
۷۷۹  
۷۸۰  
۷۸۱  
۷۸۲  
۷۸۳  
۷۸۴  
۷۸۵  
۷۸۶  
۷۸۷  
۷۸۸  
۷۸۹  
۷۹۰  
۷۹۱  
۷۹۲  
۷۹۳  
۷۹۴  
۷۹۵  
۷۹۶  
۷۹۷  
۷۹۸  
۷۹۹  
۸۰۰  
۸۰۱  
۸۰۲  
۸۰۳  
۸۰۴  
۸۰۵  
۸۰۶  
۸۰۷  
۸۰۸  
۸۰۹  
۸۱۰  
۸۱۱  
۸۱۲  
۸۱۳  
۸۱۴  
۸۱۵  
۸۱۶  
۸۱۷  
۸۱۸  
۸۱۹  
۸۲۰  
۸۲۱  
۸۲۲  
۸۲۳  
۸۲۴  
۸۲۵  
۸۲۶  
۸۲۷  
۸۲۸  
۸۲۹  
۸۳۰  
۸۳۱  
۸۳۲  
۸۳۳  
۸۳۴  
۸۳۵  
۸۳۶  
۸۳۷  
۸۳۸  
۸۳۹  
۸۴۰  
۸۴۱  
۸۴۲  
۸۴۳  
۸۴۴  
۸۴۵  
۸۴۶  
۸۴۷  
۸۴۸  
۸۴۹  
۸۵۰  
۸۵۱  
۸۵۲  
۸۵۳  
۸۵۴  
۸۵۵  
۸۵۶  
۸۵۷  
۸۵۸  
۸۵۹  
۸۶۰  
۸۶۱  
۸۶۲  
۸۶۳  
۸۶۴  
۸۶۵  
۸۶۶  
۸۶۷  
۸۶۸  
۸۶۹  
۸۷۰  
۸۷۱  
۸۷۲  
۸۷۳  
۸۷۴  
۸۷۵  
۸۷۶  
۸۷۷  
۸۷۸  
۸۷۹  
۸۸۰  
۸۸۱  
۸۸۲  
۸۸۳  
۸۸۴  
۸۸۵  
۸۸۶  
۸۸۷  
۸۸۸  
۸۸۹  
۸۹۰  
۸۹۱  
۸۹۲  
۸۹۳  
۸۹۴  
۸۹۵  
۸۹۶  
۸۹۷  
۸۹۸  
۸۹۹  
۹۰۰  
۹۰۱  
۹۰۲  
۹۰۳  
۹۰۴  
۹۰۵  
۹۰۶  
۹۰۷  
۹۰۸  
۹۰۹  
۹۱۰  
۹۱۱  
۹۱۲  
۹۱۳  
۹۱۴  
۹۱۵  
۹۱۶  
۹۱۷  
۹۱۸  
۹۱۹  
۹۲۰  
۹۲۱  
۹۲۲  
۹۲۳  
۹۲۴  
۹۲۵  
۹۲۶  
۹۲۷  
۹۲۸  
۹۲۹  
۹۳۰  
۹۳۱  
۹۳۲  
۹۳۳  
۹۳۴  
۹۳۵  
۹۳۶  
۹۳۷  
۹۳۸  
۹۳۹  
۹۴۰  
۹۴۱  
۹۴۲  
۹۴۳  
۹۴۴  
۹۴۵  
۹۴۶  
۹۴۷  
۹۴۸  
۹۴۹  
۹۵۰  
۹۵۱  
۹۵۲  
۹۵۳  
۹۵۴  
۹۵۵  
۹۵۶  
۹۵۷  
۹۵۸  
۹۵۹  
۹۶۰  
۹۶۱  
۹۶۲  
۹۶۳  
۹۶۴  
۹۶۵  
۹۶۶  
۹۶۷  
۹۶۸  
۹۶۹  
۹۷۰  
۹۷۱  
۹۷۲  
۹۷۳  
۹۷۴  
۹۷۵  
۹۷۶  
۹۷۷  
۹۷۸  
۹۷۹  
۹۸۰  
۹۸۱  
۹۸۲  
۹۸۳  
۹۸۴  
۹۸۵  
۹۸۶  
۹۸۷  
۹۸۸  
۹۸۹  
۹۹۰  
۹۹۱  
۹۹۲  
۹۹۳  
۹۹۴  
۹۹۵  
۹۹۶  
۹۹۷  
۹۹۸  
۹۹۹  
۱۰۰۰

سلطان و قہداری ایمانی حالت۔  
 شیعہ ان علم کا حضرت امام حسن سے سلوک  
 امام حسین سے شیعہ کا سلوک  
 شیعہ کی تعداد حضرت صادق کے وقت  
 امام ہدی کے نہ ظاہر ہوئے کا باعث  
 غایتہ الغیور مصنف حائری سے ایک عجیب حکایت  
 فتوے کے بغیر بدافض از حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ  
 فتوے کے بغیر بدافض از دربار کریم شریف

۳۳۷  
 ۳۵۱  
 ۳۵۲  
 ۳۵۳  
 ۳۵۵  
 ۳۵۶  
 ۳۵۸  
 ۳۵۹  
 ۳۶۰  
 ۳۶۱

حضرت امام جعفر صادق کا فتوے  
 برقیوں اور سنیوں کی نسبت  
 قرآن کا معجزہ - ترقی شیعہ حافظ  
 نہیں ہو سکتا -  
 انعامی استہارہ  
 تقریظ

۳۶۵  
 ۳۶۶  
 ۳۶۷  
 ۳۶۸  
 ۳۶۹  
 ۳۷۰  
 ۳۷۱  
 ۳۷۲  
 ۳۷۳  
 ۳۷۴  
 ۳۷۵

### تقریظ فارسی

از جناب مولوی غلام جیلانی صاحب (برقی) مولوی جلال الدین صاحب (سنی) مولوی جلال الدین صاحب (سنی) مولوی جلال الدین صاحب (سنی)

جنش کک قیر ستطاب  
 مثل گل در گلشن حسن فرین  
 طرز او شیریں مضامینش  
 حربا حسن بہار کا کینا  
 سجدہ نادر کے اہل حق  
 طالبان دین را اکیات  
 بندش الفاظ چوں سلک گہر  
 حق مصطفی را دہد خیر الخیر  
 جوت و برہان قوی و معتبر  
 داد مولا از تصنیفات خصم  
 نہ بہ سنت بود را و ہر گز  
 طعنہ بر اصحاب و از دلچ رسول  
 گرہ است آنکس کہ از حق میگریخت  
 تو چہ دانی قدر اصحاب نبی  
 چار دیواری اندازان نبی  
 حضرت صدیق اکبر ہم عمر رفیق  
 ہر کہ با ایشان کنند بغض و عینا و  
 ہست ہر اہل دین ترے شرف  
 نیست ممنون ہر سیر کک برق

داد مسلم را کتاب لاجواب  
 در عروق دین ما موج شیب  
 وجد انگیزے جو گلیا کب رباب  
 لے خوشکار کشت مار قص سبحاب  
 از بر لے رجم باطل چوں شہاب  
 تشنگان رشد را کاس الشراب  
 ندرت معنی مثال در تاب  
 کرد ہر فات عزاء را سد باب  
 از حدیث پاک و از ام الکتاب  
 ہر سوائے راجواب با جواب  
 لے برادر رد از ہرگز متاب  
 انحر لے شوخ از لوم اصحاب  
 جائے او دوزخ بود بکس الماب  
 چوں نجوم اند و سیر آفتاب  
 خانہ دین را و مثل چار باب  
 حضرت عثمان و حمید رفیق تراب  
 کے شود از نعمت حق بہر باب  
 اس کتاب مستطاب لاجواب  
 آفتاب آمد دلیل آفتاب



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أَحْمَدُ لِلَّهِ الْمَلِكِ الْحَقِّ الْمُبِينِ رَبَّنَا وَرَبِّ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالصَّلَوةِ وَالسَّلَامِ  
عَلَيْ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَصَلَّى إِلَى الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ  
ذَوِي الْأَجْدَادِ وَالْعَلَاءِ وَأَصْحَابِيهِ الْهَادِينَ الْمُهْدِينَ نَحْمَدُكَ الْحَقَّ وَالْأَمْرَ  
أَمَّا بَعْدُ

پس واضح رائے اولیٰ لا بصائر ہو کہ ہر فیہ اقتضای وقت یہی ہے کہ اسلام کے تمام  
فرقے متحد ہو کر مخالفین اسلام آریہ۔ عیسائی وغیرہ کا مقابلہ کریں۔ جو اس وقت دین حق اسلام پاک  
کے شانے کے در پہلے ہو کر ہر طرح سے بڑبڑ رہے ہیں۔ کہیں شرمی کی تحریک کی گویا  
گرمی ہے۔ اور کہیں عیسائیت کے شاؤ و بظایف الجیل سے سلا زوں کو مرتد بنانیکی کوشش کر رہے  
ہیں۔ لیکن قیمتی سے اسلام کے بیرونی دشمنوں کے علاوہ اندرونی دشمن رد افض۔ مرزائی وغیرہ مسلمانوں  
کو گمراہ کرنے کیلئے اُن سے بڑھ کر جہد کر رہے ہیں۔ اور فرقہ حقہ اہل السنۃ والجماعہ کی خاموشی  
سے فائدہ اٹھا کر شہر و قریہ کے نوریہ مرزائیت نفس وغیرہ کی وبا پھیلاتی جا رہی ہے۔ اور ڈر ہے  
کہ یہی رفتار رہی۔ تو کسی وقت اسلام کا اصلی خوبصورت چہرہ بالکل کسج ہو کر نفس و بدعت۔ مرزائیت  
نیچریت۔ و بابائیت۔ چکڑائیت وغیرہ کی سمجھ شکل اختیار کر لگا۔ (خدا ایسا نہ کرے) اس لئے علماء  
اہل السنۃ کا اولین فرض یہ ہے کہ ان اندرونی دشمنانِ دین کی شتر کا انہا کو کریں۔ جو اسلام کے  
دعویٰ مبارک مسلمانوں کو جادہ حق صراط مستقیم سے پھسلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔  
چونکہ میرے خیال میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ اس وقت نفس کا ہے۔ جو فتنہ ارتداد سے  
بھی زیادہ خوفناک ہے۔ اس لئے ہمیں اس کے اسناد کی طرف پہلے متوجہ ہونا چاہئے۔ بناؤا علیہ  
خاکسار نہ کھٹا علی النمر اس کام کو شروع کرتا ہے۔ والسعی منی والادام من اللہ۔

خاکسار نے پہلے بھی متعدد مختصر رسالے سببارہ میں تصنیف کو کے شائع کئے ہیں۔ اور خدا کے  
نفل سے وہ مقبول بھی ہوئے ہیں۔ لیکن بعض خاص احباب کی جن میں سے ایک میرے مکرم دوست  
حاجی خواجہ غلام حسین صاحب تلنگلی ہیں۔ اور دوم برخوردار مولوی محمد حسین صاحب  
(مولوی فاضل) ابن اخی المرحوم مولانا مولوی محمد حسن صاحب قمیضی ہیں۔ مدت سے یہ فرمائش  
تھی کہ ایسی جامع کتاب اس موضوع میں تصنیف کی جائے جس کے ہوتے ہوئے اور دوسری

کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت باقی نہ رہے جو تردید عقائد شیعہ میں تصنیف ہوئی ہیں۔ اور ایسا طریق اختیار کیا جائے۔ کہ قرآن پاک کے استدلال کے علاوہ کتب مستندہ مسلہ خصم کی عبارات بقید صفحہ درج کر کے مسائل کی توضیح کر دی جائے۔ تاکہ کسی موافق و مخالف کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ سو اسی التزام سے میں نے یہ کتاب لکھنی شروع کی ہے۔ میری کوشش یہ ہوگی۔ کہ اپنے مدعا کو نص صریح آیات قرآن سے ثابت کر دوں گا۔ پھر خصم کی مقبرہ اور مسئلہ کتابوں کی عبارات بقید صفحہ درج کر کے استدلال کیا جائے گا۔ اور کوئی عبارت جو اصل کتاب سے بچشم خود نہ دیکھ لوں گا۔ درج نہ کی جائیگی۔ اور میری یہ کتاب اہل رفض کے عقائد و مسائل کی تردید کرے گی۔ اور ہر طرح سے تہذیب و منانیت کو ملحوظ رکھا جائیگا۔

## رفضی کا لقب

میرے شیوہ بھائی برائے منائیں۔ اگر ان کو رفضی کے لقب سے خطاب کیا جاوے۔ کیونکہ یہ مبارک لقب ان کو بقول امام جعفر صادقؑ یا رگاہ ابو ذری سے عطا ہوا ہے۔ جیسا فرض کافی جلد ۳ ص ۱۱۱ میں قول امام ہمام درج ہے۔ لَا وَاللّٰهِ مَا هُمْ سَمُوْكَفَرٌ لِّلّٰهِ سَمَّا كُمْ (ترجمہ: خدا کی قسم تمہارا یہ نام لوگوں نے نہیں رکھا۔ بلکہ خدا نے تمہارا نام رفضی رکھا ہے) پھر ایسے مبارک لقب پر جو بارگاہ رب العزت سے عطا ہوا ہے۔ اور حضرت امام والا مقام نے اس کی تصدیق فرمائی ہے ہمارے شیعہ حضرات کو فخر کرنا چاہئے۔ مبارک! مبارک!!

## فتنہ رفض

میرا یہ کہنا کہ فتنہ رفض فتنہ ارتداد سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ سو ظاہر ہے۔ کہ کافر یا مرتد کی صحبت کا اثر ایک مسلمان کے دل پر اس وجہ سے نہیں پڑ سکتا۔ کہ وہ ایک کھلا ہوا دشمن اسلام رکھتا ہے۔ جو کچھ بھی وہ بکھتا رہے۔ مسلمان اس کو اس کی عداوت و عناد پر محمول کریگا۔ لیکن خارجی یا رفضی و عویار اسلام ہو کر جو بات کہیں گا۔ ایک سادہ لوح اور بھولے بھالے مسلمان کا دل اس سے ضرور متاثر ہوگا۔ جو کسی وقت اس کی گمراہی کا باعث ہوگا۔ بلکہ میں تو کہہ دوں گا۔ آریہ عیسائی وغیرہ مخالفین اسلام کو قرآن پاک اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ناپاک حملے کرنا مکمل صحیح ہی روافضی کی تصانیف سے ملتا ہے۔ ورنہ آیات قرآن و احادیث رسول (جو عربی ہیں

میں) کے مضامین سے ایک اردو دان دوریہ یا عیسائی واقف ہی کب ہو سکتا ہے۔ اور علوم عربیہ سے نا بلند محض ہونے کے باعث ان لوگوں کو آیات قرآن یا احادیث رسول پر کلمہ چینی کرنے کا حوصلہ ہی کس طرح ہو سکتا ہے۔

## اسلام کی تصویر اہل سنت کے نقطہ خیال سے

سچ پوچھیے۔ تو اسلام کی وہ اصلی پاک تصویر جو مذہب اہل السنۃ والجماعہ پیش کرتا ہے۔ کسی دشمن دین کی کیا مجال کہ اس کے خط و خال اور حسن و جمال پر کوئی بدنام دھبہ لگا سکے۔ کیونکہ اہل السنۃ کا مذہب ہے۔ کہ مادیہ اسلام رسول عربی فداہ ابی داقی نے پہلے اپنی واحد طاقت سے حسب فرمان ایزدی دنیا کے بڑے بڑے صاحب جاہ و جلال اور باجبروت امراء و سلاطین کو جہنم دیکر توحید الہی کی طرف بلایا۔ ان کے خانہ ساز خداؤں۔ ٹھاکروں اور بتوں کی اگوٹہ کی دلائل قاہرہ سے تردید و تزلزل کی۔ اور لا الہ الا اللہ کی تیج عربان ہاتھ میں لیکر ہل من صبا زد کی صدا بلند کی۔ چونکہ خدا سے جبار و قہار آپ کا حامی و مددگار تھا۔ ان بڑے بڑے جابرہ کو آپ سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ نہ ہو سکا۔ اور آپ کی وہ جاود بھری آواز (کلمہ توحید) دن بدن دلوں کو فتح کرتی گئی۔ تا آنکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فاروق رضی اللہ عنہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیدہ کراڑ جیسے مبارک نفوس آپ کے حلقہ گیرش ہو گئے۔ اور ان پاک نفوس نے داخل اسلام ہوتے ہی اپنی خدا و اوقوت و شجاعت سے۔ جان و مال سے خدمات اسلام میں وہ حصہ لیا۔ کہ ٹھوڑے زمانہ میں اسلام کو شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک پھیلا دیا۔ اور مرتے دم تک اپنے آقا کا ایسا ساتھ بنا یا۔ کہ مخالف قومیں رشک کرتی ہیں۔ ان ہی پاک ہستیوں کے طفیل اقطاع الارضیں عرب و غیر میں اسلام کا نور ضیا افگن ہوا۔ انہوں نے ہی ایرانیوں کے شکدے توڑے۔ اور فارس کے آتشکدے سرد کئے۔ انہوں نے ہی تیسرے کسرے جیسے عظیم شان سلاطین کا قلع و معرکہ وہاں اسلام کی سلطنت قائم کی۔ ان ہی کے طفیل ہمارے ہاتھ میں خدا سے تم کو سس کی پاک کتاب (قرآن کریم) جو نبی آخر الزمان پر نازل ہوئی۔ ہم تک بجاالت مجموعی پہنچی۔ خدا کے جبری (پیلو ان) اگرچہ حکم اشد اذ علی الکفایہ کافرون مخالفین اسلام پر نہایت ہی تیرہ دست تھے۔ مگر وہ حکم و حجامت بیکہم آپس میں ایک دوسرے پر بڑے مہربان اور ہم شیر و شکر تھے۔ رسول پاک کے زمانہ میں ان پاک ہستیوں نے اعلا کلمۃ الحق میں اپنی جان



و مال سے دریغ نہ کیا۔ کفار مکہ کے ہاتھ سے سخت سے سخت اذیتیں اٹھائیں۔ گھر بار چھوڑے وطن سے بی وطن ہوئے۔ لیکن اپنے پیارے رسول اکا و امن نہ چھوڑا۔ اودنے اسلام رسول پاک نے جس وقت دنیا سے رحلت فرمائی۔ نمایاں اسلام نکھو کھا کی تعداد سے پیدا ہو چکے تھے۔ جن کے دلوں میں اسلام ایسا راسخ ہو چکا تھا۔ کہ جان جاتی پر ایمان نہ جانا۔ آپ کی وفات کے بعد مجلس شوریٰ نے جس صاحب کو حضور علیہ السلام کی جانشینی اخلافت کے لئے انتخاب کیا سب نے بلا چون و چرا اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کے آگے سر جھکایا۔ حتیٰ کہ نوبت بہ نوبت حسب وعدہ الہی ان چاروں بزرگواروں کو خلافت کا حصہ ملا۔ ان کے زمانہ میں اسلام نے وہ ترقی اور عروج حاصل کیا۔ کہ دیگر مذاہب ان کے مقابلہ میں ہتھیج ہو گئے۔

### اسلام کی تصویر جو رافضی پیش کرتا ہے۔

اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھیں۔ جو رافضی پیش کرتے ہیں۔ ان کے مذہب میں ہادے اسلام رسول عربی نے اپنی عمر بھر کی وعظ و تبلیغ سے چنے مسلمان فاطمہ علیہ علیہا السلام اپنے کنبہ کے لوگوں کے علاوہ صرف چند کس ابو ذر مقداد۔ سلمان پیدا کئے تھے۔ جو آخر تک اسلام پر قائم رہے۔ باقی مسلمان سارے کے سارے برائے نام مسلمان ہوئے تھے۔ جو رسول کی وفات کے بعد سب کے سب بغیر ان چند کس کے مرتد ہو گئے۔ اور طرفہ یہ کہ رسول اکو اپنی زندگی میں یہ خوب معلوم تھا۔ کہ یہ لوگ منافق ہیں۔ اور میری وفات کے بعد علانیہ طور پر میرے بجائی علیؑ اور اولاد کے دشمن بن جائیں گے۔ ان کے حقوق چھین لیں گے۔ اور ان کو سخت تکالیف پہنچا دیں گے۔

سورۃ کافی جلد ۳ مستطیل میں ہے۔ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَ النَّاسُ أَهْلَ كَذِبٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ إِلَّا ثَلَاثَةً تَعَلَّقَتْ وَفِي الثَّلَاثَةِ فَقَالَ الْقَدَّاحُ الْإِنْسَانُ الْأَسْوَدُ وَالْبَقُولُ

الْفُحَّافُ وَالسُّلَمَانُ الْقَارِضُ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ تَحَرُّقٌ كَمَا تَحَرُّقُ قَرْجَةٌ جَدًا۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں۔ کہ نبی علیہ السلام کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے۔ صرف تین حسب ذیل مسلمان رہ گئے۔ مقداد۔ ابو ذر۔ سلمان فارسی۔

سکہ جلال العیون اردو جلد ۲ صفحہ ۱۱۳ میں ہے پس فرمایا یا علیؑ تم کیا کرو گے۔ اگر یہ گروہ میرے بعد تم پر ایمر ہوں۔ اور تم پر بیعت کریں۔ اور ابو بکرؓ تم کو بیعت کے لئے ملائے۔ اور جب تم انکار کرو۔ تو تمہارا گریبان پکڑ

لیں۔ اور اندوہناک و ہوم بے یار و مددگار ہو کر بکرا کے پاس لے جائیں۔ اور بعد ازاں میری جگہ گوشہ فاطمہؑ کو آکر وہ درخیزہ کریں پس جنابائے شریف نے فرمایا یا حضرت اگر اور نہ طیبے تو میرے گرد بٹھا لیکن آج بیعت نہ کرو گنا۔ مگر جب

یاور علیؑ ان سے قتال کرو گنا۔

ان میں سے صحابہ ثلاثہ کا رسول پر کچھ ایسا رعب پڑ گیا تھا۔ کہ ڈر کے مارے ان کو جرات نہ  
 پڑتی تھی۔ کہ ان کو اپنے دربار سے نکال دیں۔ بلکہ بقول رد افق خدا نے جبریل کے ذریعہ کئی دفعہ  
 پیغام بھیجا۔ کہ علیؑ کی ولایت و خلافت کا اعلان کر دیں۔ مگر رسولؐ کو ایسا کرنے کی جرات نہ ہوتی  
 تھی۔ حتیٰ کہ خدا نے واثق بنا کر کہا۔ کہ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ نَبِّئْهُمْ مَا أَنزَلَ إِلَيْكَ فَإِنْ يَتَّقُوا فَإِنَّهُمْ يَخْشَوْنَكَ**  
**وَيَحِبُّونَكَ** (ای نبی! ہم نے جو ولایت علیؑ کی نسبت آپ کے پاس وحی بھیجی ہے۔ وہ ظاہر  
 کر دیجئے۔ ایسا نہ کیا۔ تو تم نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ اس پر بھی آنحضرتؐ کو علانیہ طور پر ولایت  
 علیؑ اور اپنے بعد ان کی جانشینی کے متعلق صاف اعلان دینے کا حوصلہ نہ ہو سکا۔ کچھ ایسے گول  
 مول الفاظ کہے جن سے مدعا حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ وہ یہ تھے **كُنْتُ مَوْلاَ نَبِيِّكُمْ مَوْلاَ أَهْلِكُمْ**  
**إِلَى مَنْ وَلاَهُ وَعَادَ مَنْ عَادَهُ**۔ ترجمہ جس کا میں دوست ہوں۔ علیؑ بھی اس کا دوست ہو گا  
 اے خدا علیؑ کے دوست کو دوست رکھ اور اس کے دشمن کو دشمن) اس سے تو یہی ظاہر ہوا کہ علیؑ  
 سے دوستی رکھنا چاہئے۔ دشمنی نہیں کرنا چاہئے۔ یہاں ولایت یا خلافت کی طرف تو مطلقاً اشارہ  
 ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بقول رد افق پختہ وفات حضور علیہ السلام نے قلم و دوات  
 طلب فرمائی۔ تاکہ علیؑ کی خلافت کے متعلق کچھ وصیت کر دیں۔ مگر وہ وقت بھی عمر بھلے حبیبؑ  
**تَرَاكَ اللَّهُ** کہہ کر ٹال دیا۔ یعنی تو دشمن ہی تھے۔ اہل بیت جن میں علیؑ المرتضیٰ بھی تھے۔ یہ حوصلہ نہ کر سکے  
 کہ کہیں سے قلم و دوات لا کر اپنے حق میں وصیت لکھوا لیتے۔ اور یوں پیغمبر خداؐ نے آیت **بَلِّغْ**  
**مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ** کی پرواہ نہ کرتے ہوئے۔ ایک ضروری حکم وصیت خلافت علیؑ کو عمرؓ کے خوف سے

لے حیات القلوب جلد ۱ ص ۱۱۱ میں ہے۔ پس بر باد دارے محمدؐ علیؑ را علیؑ در بیان مخلوق و برگزیر ایشان  
 بیعت را دنازه گردان عهد و پیمانے را کہ خیر از ایشان گرفتہ بودم۔ بدستی کہ من ترا بعض سبکیم سوئے خود و ترا  
 سوار رحمت خود من طلبم پس حضرت رسولؐ حاضر سید از قوم کہ مبادا اہل شقاق و نفاق پر آئندہ تونمود بجا اہمیت و  
 عز خود و گردنیز را کہ حضرت میدانست کہ عداوت ایشان با علیؑ بن ابیطالب در چہ مرتبہ است و کیسہ از در سینه  
 ایشان جا کرده است پس سوال کرد از جبریلؑ کہ از خود عالمیان سوال نہاید کہ اورا از کید منافقان حفظ کند  
 و انتقام دے بد کہ جبریلؑ از جانب خداوند عالمیان خبر محافظت اورا از شر منافقان بیاورد پس تبلیغ رسالت  
 تا آخر نمود۔ تا سید جعفر حنیفؑ پس در سجدہ صغیر جبریلؑ بر آنحضرتؐ نازل شد و امر کرد آنحضرتؐ را کہ عهد  
 و ایست را بایشان برساند و اورا قایم مقام خود گرداند و عہدہ محافظت از شر عداوی را بر لے آنچہ حضرت  
 منصب نموده بود بنیاد دے پس باز جبریلؑ نازل شد و امر ولایت تا کید نمود و ایست عصمت را بنیاد دے۔

چھپا دیا۔

حضور علیہ السلام توفیق ہو گئے علیؑ کے ساتھ سوائے محدودے چند مقدار ابودر  
 سلمان وغیرہ کے کوئی تھا ہی نہیں۔ تمام مسلمانوں نے اتفاق کر کے ابوبکرؓ کو تخت خلافت  
 پر بٹھا ہی دیا علی المرتضیٰ گوشہ نشین ہو کر قرآن جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ خلد بس رہے  
 اور غمر نے دروازہ آکھٹا کھٹایا۔ خیر خدا خود تو دروازہ تک نہ آئے۔ خاتون جنت کو بھیجا۔  
 انہوں نے عمر کو ڈانٹ بتائی کہ میں کیوں پھڑپھڑاتے ہوئے غصہ نے غضبناک ہو کر آپ پر دروازہ  
 گرا دیا۔ یا بقول روافض (نہوذا اللہ) خاتون جنت کے بطن مبارک پر لات مار کر حمل کر دیا۔ (محسن  
 شہید کر دیا) علی المرتضیٰ پر بے درجہ کے بہادر اور جری تھے۔ آپ کی شجاعت کا کیا کہنا۔ ساتوں  
 آسمان ایک انگلی پر رکھ کر اٹھا لینا ان کی بہادری کا ادنیٰ کر رہے تھے۔ آپ کی ذوالفقار بھی  
 غضب ڈھاتی تھی۔ عمر و حرب جیسے کوہ پیکر ہلو ان کا فر کو ایک اشارہ سے دو ٹکڑے کر دے  
 خیر خدا نے خیر کا دروازہ ایک ہاتھ سے توڑ کر کہیں کا کہیں پھینک دیا۔ مگر ایں ہمہ اپنی زوجہ  
 محترمہ کی یوں بیغزی و بیکہ نہ ذوالفقار میاں سے نکالی۔ نہ اپنی خدا واد شجاعت کے کچھ جو ہر  
 دکھلائے۔ انا عمر نہ اور خالدؓ نے خیر خدا کی گزں میں (معاذ اللہ) رسی ڈال لی۔ اور گھسیٹے  
 ابوبکرؓ کے پاس لیگئے۔ اور بزور بیعت کرائی۔ پھر ایام خلافت ابوبکرؓ میں خیر خدا تقیہ سے کام لیا۔

بقیہ حاشیہ ص ۱۰۰ پس حضرت فرمود کہ اے جبریلؑ من از قوم خود سے ترسم کہ مرا تکذیب نمایند و قول را در حق  
 علیؑ قبول نکنند پس از آنجا ابوبکرؓ پس چون بخیر خرم رسید کہ بقدر میل پیش از حضرت جبریلؑ سر آمد حضرت  
 آمد۔ و رد قتیقہ پہنچ ساعت از روز گذشتہ بود تا نہایت زبرد تہدید و مبالغہ باضا من شدن عصمت از شہ  
 اعادی پس گفت یا محمدؐ خداوند عزیز جلیل ترا سلام میرساند و میگوید کہ اے پیغمبرؐ بزرگوار تبلیغ کن آنچه  
 بسوئے تو فرستادہ شدہ است و باب علیؑ و اگر کنی نرسایندہ خواہی بود و پرتح یک از رسالات الہی  
 و خدا ترا تنہا دارد از شر مردم دادل قافلہ نزدیک مجھ رسیدہ بود پس جبریلؑ آنحضرتؐ را امر کرد انھ  
 اس عبارت سے معلوم ہوا کہ رسولؐ کو علیؑ کی ولایت کے اعلان کرنے کا صریح حکم پہنچا پس آپ  
 اس کے اظہار کے لئے مارے ڈر کے لیت و لعل کوئے رہے۔ اور جبریلؑ کا رسولؐ اور خدا کے درمیان آمد  
 رفت کا ایک مت ہمک تا تابندہ بار رہا حتیٰ کہ بارگاہ الہی سے زبرد تو بیخ ہوئی۔ اور خدا نے خرد فہمان  
 محافل کا ذریعہ اٹھایا۔ تب بیکسل تمام غیر خرم میں لوگوں کو جمع کر کے حضرت نے من کنت مولیٰ اللہ کے گول  
 مول الفاظ فرمائے۔ ناظرین خود ہی خیال فرمائیں کہ ایسے عقیدہ سے حضرت رسولؐ پاک کی شان تبلیغ  
 کی کس قدر توبین ہوتی ہے (استغفر اللہ)



رہے۔ ان کے پیچھے نسائیں بڑھیں۔ اور ایک کام میں ان کے شیر کار بنے رہے۔ ایسا ہی ایام خلافت عمر و عثمان میں اندر سے دشمن لیکن مصلحتاً بظاہر دوست بنے رہے۔ اور اس طرح خلق خدا گمراہ ہوتی رہی۔ آخر شہادت عثمان کے بعد آپ کو منصب خلافت نصیب ہوا لیکن ثلاثہ کا خوف دل پر کچھ ایسا غالب تھا۔ کہ ان کے مرجانے کے بعد بھی ان کی مخالفت کا حوصلہ نہ ہو سکا۔ نہ فدک و ثارفا طرہ کو واپس لے سکے۔ نہ متہ جیسے کاروبار کی ترہیز کر سکے۔ نہ برکت عمر تراویح کو ہی موقوف فرما سکے۔ غرض منحوس تقیہ آپ کے لئے ایسی بلائے بے دیاں تھی جس نے مرتے دم تک پیچھا نہ چھوڑا۔ اور طرہ یہ کہ خدا کی کلام پاک قرآن کریم کو بھی تمکاتہ نے بگاڑ کر کچھ کا کچھ کر دیا۔ سورتوں کی سورتیں اللہ آیتوں کی آیتیں نکال ڈالیں۔ شرہ ہزار آیتہ کا قرآن جبرئیل رسول پاک کے پاس لایا تھا۔ ثلاثہ نے صرف ۶۶۶ آیتہ رہنے دیں باقی سب نکال دیں۔ پہلی قرآن حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا۔ جو ثلاثہ کے پیش کیا۔ انہوں نے قبول نہ کیا۔ تو قسم اٹھائی۔ کہ اب اس قرآن کو ظہور ہدی علیہ السلام سے پہلے کوئی دیکھ نہ سکے گا۔ (یہ مسئلہ بالتفصیل آگے درج ہوگا)

اب جائے غور ہے۔ کہ وہ اسلام جو اہل السنۃ پیش کرتے ہیں اس کے متعلق کسی مخالف کو قسم کا تعین کر نیکا کوئی موقع مل سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ لیکن اسلام کا جو نقشہ روافض کھینچ کر دکھاتے ہیں۔

۱۔ شیلا ۱۵ جلاء العیون جلد ۱ ص ۱۵۱ ہے۔ پس وہ اشقیائے امت گلوئے سارک جناب امیرؓ میں لیسان ڈال کر مسجد میں لے گئے۔ اور بروایت دیگر جب دروازہ پر پہنچے۔ اور جناب فاطمہؓ مانع ہوئیں اس وقت قنفذ نے اور بروایت دیگر عمرؓ نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہؓ پر مارا کہ بازو جناب سیدہ کا شکستہ ہو گیا۔ اور سوچ گیا۔ مگر پھر بھی جناب فاطمہؓ نے جناب امیرؓ سے ہاتھ نہ اٹھایا۔ اور ان اشقیاء کو گھر میں آنے سے منع کیا۔ یہاں تک کہ دروازہ شک جناب فاطمہؓ پر گرا دیا۔ اور سیلیوں کو شکستہ کیا۔ اور اس فرزند کو جو شکم میں جناب عائشہؓ کے تھا۔ اور حضرت نے اس کا نام محسن رکھا تھا۔ شہید کیا۔ (نور الدین) اصحاب رسولؐ کو بدنام کرنے کے لئے روافض نے بے اصل روایات گھڑ کر اسلامؓ اور جناب سیدہ کی توہین کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ یا عقل مان سکتی ہے۔ کہ جناب سیدہ کی ایسی بے حرمتی ہو رہی ہو۔ اور شیر خدا خاموش بیٹھے رہیں۔ پھر آپ کے گلے میں رسی ڈال کر اور گھسیٹ کر مسجد تک لے جائیں۔ اور شیر خدا جنبش نہ کریں۔

اس خیال است و محال است و جنوں

یہ مخالفین کے اعتراضات سے ہرگز بچ نہیں سکتا۔ ہمارا دعوئے ہے کہ ہمارے رسول ص  
 پاک نبی آخر الزمان نے اپنی پاک تعلیم کے جو شاگرد (اصحاب) پیدا کئے۔ وہ ایسے کامل مثل  
 تھے کہ کسی قسم کی ترغیب و ترہیب ان کے راسخ عقیدہ اسلام سے ان کو متزلزل نہ کر سکتی  
 تھی۔ اپنی جانیں اپنے مال وہ اپنے آقا رسول پاک پر قربان کر چکے تھے۔ ہر مشکل وقت میں  
 اپنے پیارے رسول کا ساتھ دیا۔ وطن مانوں کو خیر باد کہا۔ خویش و اقارب کو چھوڑ کر نبی اکرم  
 (فداء ابی دوائی) کے ہمراہ ہجرت اختیار کی۔ جان و گھوڑوں کے وقت صدیق اکبر نے خدا کے  
 حبیب حضرت رسول پاک کو کندھے پر اٹھا کر میلوں کا سفر قطع کر کے غار ثور میں پہنچایا۔ اپنی  
 جان معرض خطر میں ڈالی۔ غار کے اندر جا کر پہلے سارے سوراخ بند کئے۔ پھر رسول پاک  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر داخل ہوئے دیا۔ تاکہ آپ کے دشمن گزند و مار سے محفوظ رہیں۔ حضور  
 علیہ السلام کا سر اپنی گود میں رکھ کر ٹھلا دیا۔ اور خود با سبانی کرتا رہا۔ عاشق نبی (صدیق اکبر)  
 کو جبکہ اس نے ایک سوراخ میں اپنے پاؤں کی ایڑی رکھی ہوئی تھی۔ سانپ نے ڈسا۔  
 آنکھوں کے شدت درد سے آنسو تو گرے۔ لیکن منہ سے فریاد نہ نکلی۔ تاکہ پیارے رسول کی نیند  
 میں خلل نہ پڑے۔ (یہ واقعات حلیہ صدری وغیرہ کتب معتبرہ شیعہ میں مذکور ہیں جن کو ہم اپنے کسی  
 مرقعہ پر نقل کرینگے) حضور کی زندگی ہی میں نہیں۔ بلکہ آپ کے یاران غار نے بعد وفات رسول ص  
 بھی خدمت اسلام میں اپنی جانیں وقف کر دیں۔ اور ان ہی کی برکت سے اسلام دنیا میں پھیلا۔  
 اور خدا کا پاک صحیفہ (قرآن کریم) جیسا کہ نازل ہوا تھا۔ ان ہی کے طفیل اب تک ہم میں موجود  
 و محفوظ ہے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰ کے شاگردوں (حواریوں) کی طرف دیکھا جائے  
 تو پتہ ملتا ہے کہ اس مشکل وقت میں جو یہودیوں کی شرارت سے مسیح کی جان پر آبنی تھی۔  
 کسی شاگرد نے ساتھ نہ دیا۔ بلکہ یہودیوں نے تیس روپے رشوت لیکر ان کو گرفتار کر دیا (متی  
 باب ۲۶ درس ۵۵) انیسویں پتھر نے تین مرتبہ تعلق سے انکار کیا۔ اور قہیں کھائیں۔ اور لعنت بھیجی  
 متی باب ۲۶ درس ۶۹ حایت ۷۷) ایسا ہی حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قوم نے جب ان کو جہاد  
 کے لئے بلایا گیا۔ تو صان کہدیا کہ فاذھب أنت و ربک فقالا انا لھما قاصد و انت  
 (یعنی تم اور تمہارا رب مفکر دشمن کا مقابلہ کرو۔ ہم تو الگ بیٹھ کر تماشہ دیکھینگے۔) لیکن روانہ  
 اسلام وہ ہے کہ جو لوگ ہادیئے اسلام سے خاص الخاص تعلق رکھتے تھے۔ جن کی تعلیم پر آپ  
 نے سامان زور خرچ کیا۔ ان کو عمر بھر اپنی محبت سے مستفیض فرمایا۔ اور سفر و حضر میں وہ آپ کے

رفیق شام و صبح ہر دم ہے۔ مہربانی بیٹیاں ان کو نکل کر دیں۔ ان کی اپنی رُوحیت میں لیجئے۔  
اسلام ہی منافقانہ تھا۔ وہ زبانی مسلمان تھے۔ اور دل میں رسول اور اس کی اولاد کے دشمن تھے  
ہائے اسلام کے حضرت ہوئے (وقت ہوئے) کی دیر تھی مگر سارا نقشہ ہی بدل گیا۔ نہ مسلمان رہے  
نہ مسلمانی۔ صرف تین یا چار اسلام پر ثابت قدم رہے۔ باقی سب مُرد ہو گئے۔ (العیاذ باللہ) اب  
بتائیے۔ کہ ایک مخالف اسلام کے دل میں اسلام اور دین کو سلام کی کیا وقعت رہ جائیگی۔ اور مسلمان  
صداقت اسلام کے لئے کونسی دلیل پیش کر سکیگا۔ علاوہ انہیں شیعہ قرآن کے بھی قائل  
نہیں ہیں۔

## شیعہ قرآن کو نہیں مانتے!

اسلام کا مایہ ناز۔ اسلام کا زندہ معجزہ۔ خدائے پاک کا مقدس صحیفہ قرآن کریم ہے۔  
جس کے تعلق غیر اقوام کو بھی اس امر کا قائل ہونا پڑا ہے۔ کہ یہ کامل و مکمل کتاب ہے جس کا ایک  
کلمہ ایک حرف۔ ایک نقطہ تک بھی تبدیل نہیں ہوا ہے۔ نہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک عیسائی  
محقق سر ولیم میرسابق لکھتے ہیں کہ یہ صوبہ متحدہ لایف آف محمد میں رقمطراز ہے۔

یہ بالکل صحیح اور کامل قرآن ہے۔ اس میں ایک حرف بھی تحریف نہیں ہوا۔ ہم ایک بڑی  
مضبوط بنا پر مدعوئے کر سکتے ہیں۔ کہ قرآن کی ہر آیت خالص اور غیر متغیر صورت میں ہے۔ اور  
آخر کار ہم اپنی بحث کو طے علیم صاحب کے فیصلہ پر ختم کرتے ہیں۔ وہ فیصلہ یہ ہے۔ کہ ہمارے  
باس جو قرآن ہے۔ ہم کامل طور پر اس میں ہر لفظ محمد صلعم کا سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ مسلمان اس کے  
ہر لفظ کو خدا کا لفظ خیال کرتے ہیں۔

لیکن افسوس ہے۔ کہ شیعہ ماہر مدعی ہوئے اسلام کے صرف اس خیال سے کہ قرآن پاک کی  
تدوین و ترتیب خلیفہ ثالث حضرت عثمان نے کی ہے۔ اس کو قرآن نہیں مانتے۔ بلکہ شیعہ کا اعتقاد  
ہے۔ کہ اصلی قرآن وہ تھا۔ جو حضرت علیؑ نے جمع کیا تھا۔ اور اصحابِ ثلاثہ کے پیش کش کیا تھا۔ انہوں  
نے اُس کو قبول نہ کیا۔ تو حضرت علیؑ نے اس کو ایسا غائب کیا۔ کہ قیامت سے پہلے اس کا کلنا  
حال ہے۔ چنانچہ پیش کی جاتی ہے کہ کتاب مہول کافی مطبوعہ نو کشتورستان ۱۳۱۵ھ میں یوں  
لکھا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ يَقُولُ مَا أَذْهَى أَحَدًا مِنَ النَّاسِ أَنْ يَكْتُمَ جَمْعَ الْقُرْآنِ



طَلَّهٖ لَمَّا أُنْزِلَ إِلَّا كَذَّابٌ وَمَا جَمَعَهُ وَمَا حَفِظَهُ لَمَّا نَزَّلَهُ اللَّهُ إِلَّا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَٰءِيلَ وَالْأَنبِيَاءُ مِنْ بَعْدِهِ

(ترجمہ: جابر کہتا ہے۔ میں نے امام محمد باقر سے سنا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس نے سارے قرآن کو جیسا کہ نازل ہوا ہے جمع کر لیا ہے۔ وہ بڑا جھوٹا ہے۔ قرآن کو جیسا کہ خدا نے نازل کیا۔ بغیر علیؑ اور ائمہ باعد کے کسی نے جمع نہیں کیا ہے۔

نتیجہ صاف ہے۔ کہ چونکہ قرآن موجودہ باتفاق فریقین جمع کردہ علیؑ نہیں ہے بلکہ جمع کردہ عثمانؓ ہے۔ اس لئے اس کو مکمل قرآن کہنے والے جھوٹے ہیں۔ (معاذ اللہ)

اور سنی شیعہ کی دوسری مستند کتاب جلاء العیون اردو مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ کے ص ۱۸ میں درج ہے کہ ابو بکرؓ نے جناب امیرؓ کو اپنی بیعت کے لئے بلایا۔ جناب امیرؓ نے فرمایا کہ میں نے قسم کھائی ہے۔ کہ جیتنا قرآن جمع نہ کروں۔ گھر سے باہر نہ آؤں۔ اور چاند و دھوپ نہ ڈالوں۔ بعد چند روز کلام اللہ ناطق یعنی جناب امیرؓ نے قرآن کو جمع فرمایا۔ اور خود ان میں رکھ کر سر پر رکھ دیا۔ اور سجد میں تشریف لاکر جمع مہاجرین انصار میں ندا فرمائی۔

کہ اے گروہ مردمان جب میں دفن پیغمبر آخر الزماں سے فارغ ہوا نیلگوں آن حضرت قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ اور جمع آیات و سوره ہائے قرآنی کو میں نے جمع کیا ہے۔ اور کوئی آیت آسمان سے نازل نہیں ہوا۔ جو حضرت نے مجھے نہ سنایا ہو۔ اور اس کی تاویل مجھے نہ تعلیم کی ہو۔ چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق منافقان قوم و نقض خلافت جناب امیرؓ پر صریح تھے۔ اس وجہ سے عمرؓ نے اس قرآن کو قبول نہ کیا۔ پس جناب امیرؓ خشمناک اپنے جھوٹا ہرہ کی جانب تشریف لے گئے۔ اور فرمایا۔ کہ اب اس قرآن کو تم لوگ۔ تا ظہور قائم آل محمدؑ (امام مہدیؑ) نہ دیکھو گے۔

اس عبارت سے بوضاحت ثابت ہو گیا۔ کہ حسب اعتقاد شیعہ صلی قرآن وہ تھا جو حضرت علیؑ نے جمع کر کے صحاب کے پیش کیا۔ انہوں نے منظور نہ کیا۔ تو آپؑ تھا ہو کر اپنے حجرہ میں چلے گئے۔ اور کہا۔ کہ اب اس قرآن کو تم لوگ امام مہدیؑ کے ظہور سے پہلے ہرگز نہ دیکھو گے۔ اسی طرح اصول کافی ص ۱۸ میں حدیث بروایت امام صادقؑ اسی مضمون کی درج ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ فَقَالَ وَاللَّهِ مَا تَرَوْنَهُ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هَذَا أَبَدًا (حضرت علیؑ نے کہا۔ خدا کی قسم اس قرآن کو آج سے بعد تم کبھی بھی نہ دیکھو گے)

اور صحیح۔ اصول کافی مستثنیٰ ہے۔

”عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنَّ الْقُرْآنَ الَّذِي جَاءَ بِهِ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ سَبْعَةَ عَشَرَ آيَةً -

ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ جو قرآن جبریل  
رسول پاک کے پاس لیکر آئے۔ وہ ۷۰ ہزار آیت کا ہے۔

اس حدیث نے تشیع کے مروجہ قرآن کی آیتیں بھی گنیں۔ اور صاف بتا دیا۔ کہ جو  
اصلی قرآن جبریل نے نبی کریم کو پہنچایا تھا۔ وہ ۷۰ ہزار آیت کا قرآن ہے۔ چونکہ موجودہ قرآن  
۷۰ ہزار آیت کا نہیں۔ بلکہ ۶۶۶۶ آیت کا ہے۔ اس لئے یہ مکمل قرآن نہیں ہو سکتا۔ اب کہا  
جائے گا کہ یہ اعتقاد متقدمین شیعوں کا ہو گا۔ آجکل کے شیعہ اسی قرآن کو مکمل اور صحیح سمجھتے ہیں۔ سو یہ  
خیال عجیب نہ ہے۔ کیونکہ ناممکن ہے۔ کہ کوئی شخص شیعہ ہو کر امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث کو  
جھٹھلا سکے نیز قول امیر علیہ السلام مندرجہ جلاء العیون کی تکذیب کر سکے۔ اس میں کلام نہیں کہ  
آجکل کے شیعہ بھی اس قرآن کو صحیح نہیں مانتے۔ اور ان کا اعتقاد بھی اسی فرضی قرآن پر ہے  
جو خیال ان کے حضرت علیؑ نے جمع کیا تھا۔ اور اب اس کو امام منتظر مہدی علیہ السلام نقل  
میں دے رہے کہیں غائب چھپے ہوئے ہیں لیکن اس امر کے ثبوت کے لئے کہ زمانہ حال کے  
شیعہ بھی اس قرآن کو نہیں مانتے۔ تحریری ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ مخالف کو چون چرا  
کی گنجائش باقی نہ رہے۔

لو سنوا! آجکل شیعہ حضرات کے بڑے مجتہد ستم پیشو جناب مولوی سید علی الحائری لاہوری  
ہیں۔ ان کے نفس ناطق مرزا احمد علی امرتسری نے ایک رسالہ اردو مسمومہ ”الانصاف فی  
الاستحلاف“ تصنیف کر کے شائع کیا ہے۔ جس کے ٹائٹل کے دوسرے صفحہ پر مولوی حائری  
نے تقریظ لکھی ہے جس میں مصنف رسالہ کی تعریف اور رسالہ کی تصدیق و توثیق کر کے آخر میں  
اپنی فخریت کر دی ہے۔ اس رسالہ کے مصنف مرزا موصوف نے قرآن موجودہ کے متعلق  
اپنا عقیدہ صاف الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ قرآن موجودہ غلط اور ناقص غیر صحیح الترتیب ہے  
اور کہ اس طرح کا قرآن (معاذ اللہ) مرزا احمد علی بھی بنا سکتا ہے۔ عبارت یوں ہے۔

حضرت عثمانؓ کا قرآن کی نقلوں کو پھیلانا مسلم۔ لیکن یہی ترتیب قرآن اعلیٰ عظمت  
از اسلام کو طشت از باہم کرتی ہے۔ اگر وہ حضرت علیؑ کے جمع شدہ قرآن کو رائج کرتے

توان پر کوئی الزام عائد نہ ہوتا ہم نمونہ کے طور پر اس ترتیب کی چند غلطیوں کو خاہر کرتے ہیں۔ باتفاق اہل اسلام سورہ اقرار سب کے اول نازل ہوئی ہے۔ لیکن قرآن ترتیب میں اس کو اخیر پارہ میں جگہ دی گئی ہے۔ الیوم املت لکم دینکم اخیر میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن اس کو پہلے میں جگہ ملی ہے۔ دیکھئے اس آیت کو چھپے پارہ سورہ مائدہ میں یوں درج کیا ہے: **مُحَمَّدٌ عَلَىٰ سِدْرٍ مَّجِيدٍ وَالدَّارُ وَالْحَيَاةُ وَالْآخِرَةُ وَمَا أَهْلُهَا بِهِمْ لَا بِغَفْلَةٍ فُتِنُوا بِهِ وَلَا خَلَّةٍ عَلَيْهِمْ وَالْوَاقِعَةُ وَهُوَ السَّابِقُ السَّابِقُ يَوْمَ يَكْفِيهِمْ مَا فِي سُرَّتِهِمْ إِنَّكُمْ أَفْئِدَتُكُمْ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِأَلْسِنَتِكُمْ ذَاكُمْ فَسَوْفَ الْيَوْمَ يَكْفِيهِمْ** **الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَحْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنَ**۔ **الْيَوْمَ اَمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَوَضَيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا مَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْصَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِّإِسْتِغْفَانِ اللَّهِ عَفْوُهُ زَكِيمٌ** ترجمہ: حرام کئے گئے ہیں۔ تم پر مردار، خون، گوشت، سوراخ، جو بائگ دیا جا و اسطے غیر خدا کے ساتھ اس کے اور جو گلا گھونٹ کر مرا ہوا مارے مرا ہو۔ اور پتہ سے گر کر مرا ہو۔ اور ضرب شلح مرا ہو۔ اور میں کو کھایا ہو و زندوں نے مگر جس تو تم نے فوج کیا۔ اور جو فوج کیا جائے اوپر بتوں کے اور یہ کہ طلب تمت کرو ساتھ تیروں کے یقین ہے۔ آج کے دن کا فر تمہارے دین سے نا امید ہو گئے۔ پس ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرو آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔ اور تمام کر دی تم پر نیت اپنی۔ اور راضی ہوا تمہارے لئے اسلام دین سے پس جو مضطر ہو جائے بھوک میں لیکن اس گناہ کے اعادہ کی طرف تامل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ہر ایک عاقل بصیر پر او لئے تدبیر سے واضح ہو گا۔ کہ ان دونوں آیات کو اصل آیت سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے۔ کہ محرمات کے حرام ہو جانے سے کافرنا امید نہیں ہو جائے۔ اور نہ اس سے کمال دین ہوتا ہے۔ اور اگر اسی سے تمام دین ہوا تو چاہئے تھا کہ اس کے بعد کوئی آؤر حکم نازل نہ ہوتا۔ حالانکہ بالاتفاق ثابت ہے۔ کہ اس کے بعد بہت سے حکم نازل ہوئے۔ پھر حکم عیسٰی دین کیسے ہو سکتا ہو

اور دیکھئے پارہ ۴ سورہ نسا میں ہے۔ **وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْبَيْتِ**  
**فَاذْهَبُوا مَا تَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَعْتَمِلِينَ وَذَلِكُمْ فَنَافِعُ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا**  
**فَوَاحِدٌ مِّنَ النِّسَاءِ** یعنی اگر تم ڈرو کہ بتامی میں انصاف نہ کرو گے۔ تو بخراج کرو جو ایک  
 تنہا کے لئے عورتوں سے دو تین اور چار پس اگر ڈرو کہ عدل نہ کرو گے۔ تو  
 ایک ہی۔

فرمائے کہ خوف عدم انصاف بتامی کو تعدد از زوج سے کیا تعلق اگر قسط  
 بتامی تین چار عورت کو خراج میں لائے سے ہی قائم ہوتا ہے۔ تو لا تؤولوا  
 فواحدة کی قید بیفائدہ۔ یہ تو مشتے نمونہ از خوار ترتیب کی فروگزاشتیں ہیں۔ اب  
 اعراب کی سن لیجئے۔ **إِنَّ هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ** یعنی یہ تحقیق یہ راستہ ہی  
 اوپر میرے سیدنا۔ مہربانی کر کے اس علی کو ذرا سمجھا دیجئے خدا کے اوپر کوئی  
 راہ سیدھی ہے۔ یہ علی یا فوق کے معنی رکھتا ہے۔ لیکن خدا سے کوئی فائق نہیں  
 ہے۔ اور یا نقصان کے معنی جیسے علیکم ماحملتم لیکن خدا کے لئے کوئی نقصان  
 نہیں۔ پھر یہ علی ہے کیا چیز۔ اور لیجئے۔ **إِنَّ هَذَا كَسَاءُ جِرَانٍ** موجودہ صرف  
 سخو کے لحاظ سے غلط ہے۔ آپ کے مسجح نے حقیقۃ الوحی صحت میں لکھا  
 ہے۔ کہ خدا کسی محاورہ کا پابند نہیں۔ یہ پرانہ متروک محاورہ ہے لیکن اس پر یہ  
 سوال ہے کہ قرآن میں حیث فصاحت مجزہ ہے۔ اگر متروک محاوروں کو ہی مجزہ  
 کہا جائے۔ تو بس خیر۔ پھر تو میں بھی ایک ایسی کتاب لکھ سکتا ہوں۔ جو پرانے  
 محاورات پر مشتمل ہو۔ اور وہ مجزہ ہوگا۔ پس حضور ہی آپ کے حضرت  
 عثمانؓ کی کارروائی ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر میں ذکر نزل اللہ مرد میں  
 دیکھو **تفسیر نور الدین صاحب**

اس عبارت سے حسب ذیل باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت علیؓ کا جمع کردہ قرآن  
 تھا جس کو رائج نہیں کیا گیا۔ اور موجودہ قرآن کی ترتیب مسلمانوں کی ہدایت کا باعث نہیں  
 بلکہ اس سے غفلت از اسلام کا راز فاش ہوتا ہے۔ دوم مرزا احمد علیؓ اس قرآن کو سراسر  
 غلط سمجھتا ہے چنانچہ تہذیب کے طور پر پہلے اس کی ترتیب کی غلطیاں ظاہر کرنا ہے۔ چنانچہ ایک غلطی  
 یہ ہے کہ سورہ اقرار پہلے نازل ہوئی تھی۔ قرآن موجودہ میں آخری پارہ میں درج ہے۔



دوسری یہ کہ الیوم اکملت لکم دینکم (آیت) اخیر میں نازل ہوئی۔ اس کو چھٹے پارہ میں لکھا گیا ہے۔  
 تیسری آیت وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَا تَنْصِتُوْا فِیْ اٰیٰتِیْ کِیْسَاتِہٖ فَاَنْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنْہِ  
 بے معنی ہے۔

اس کے بعد مرزا موجودہ قرآن کی صحت و نحو کی غلطیاں بیان کرتا ہے۔ پہلی یہ کہ  
 اِنَّ هٰذَا صِرَاطٌ عَلٰی مُسْتَقِیْمٍ میں علی غلط ہے۔ دوسری آیت اِنَّ هٰذَا اَنْ  
 لِّسَانِ حِوَارِیْنِ بھی قاعدہ نحو کے رو سے غلط ہے۔ اِنَّ هٰذَا اَنْ چاہئے تھا۔ سوم یہ قرآن  
 جس کی نسبت مشہور ہے۔ کہ من حیث نصاب صحیح ہے۔ یہ درست نہیں ہے بلکہ  
 اس میں متروک محاورے پائے جاتے ہیں۔ اور اس قسم کا قرآن مرزا احمد علی جیسا  
 کلرک بھی بنا سکتا ہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) اب ہندو مسلمان غور کریں کہ آج تک  
 کسی مسلمان نے حجرات کی کہ قرآن کو غلط کہے اور یہ ادعا کرے کہ ایسا قرآن وہ بھی  
 بنا سکتا ہے۔ کاش! اسلامی سلطنت ہوتی تو احمد علی جیسے مسلمان کا دہی مشر ہوتا۔ جو  
 نعمت اللہ کا افغانستان میں ہوا۔ لیکن یہاں آزادی کا دور ہے۔ جو جی چاہے کہہ لو یہ  
 کس نبی پر سد کہ بھتیگا کون ہو۔ میر جو یا یاؤ ہو یا پون ہو

ہاں! ایک دن مرزا ہوگا پھر معلوم ہو جائیگا کہ تم نے خدا کی پاک کتاب سے کیا سلوک کیا۔  
 یہ نہ خیال کیا جائے کہ مرزا اپنے ذاتی خیالات کا اظہار کر رہا ہے۔ بلکہ وہ تمام شیعیان  
 ہند و پنجاب کے خیالات کی ترجمانی کر رہا ہے جس کی تصدیق و توثیق شیعوں کے قبل و کعبہ  
 سرکار جاکری نے بھی کر دی ہے۔ بلاشبہ شیعہ کا ایمان اس قرآن پر نہیں ہے نہ ہو سکتا  
 ہے۔ اگر کہہ دیتے ہیں کہ ہم اس قرآن کو ماننے میں۔ تو یہ ان کا نفعیہ ہے۔ اب ہم احمد علی  
 کے اعتراضات کا جو اس نے قرآن پر کئے ہیں۔ مختصر جواب تحریر کرتے ہیں۔

## اعتراضات مرزا کا جواب

قرآن کریم پر معترض ہونا احمد علی بیچارہ کی کیا بساط ہے۔ قرآن اس وقت نازل ہوا۔  
 جب غریب میں دریائے فصاحت بہ رہا تھا۔ سیکڑوں فصیح و بلیغ اپنے بے مثل تصاویر پر ناز  
 کر رہے تھے۔ لیکن قرآن کریم کی فصاحت کے سامنے سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔ قرآن نے  
 فانوا بسورة من مثله کا چیلنج دیا کسی کو صورت تو کیا ایک آیت بنانے کی بھی جرأت

نہ ہوئی۔ تعجب ہے کہ ایک عجیب جاہل جس کی علیّت و قابلیت کی یہ حالت ہے۔ کہ سب احسن تعلیمات میں بجائے اَلَا تَنْصُرُوْکَ اَلَا تَنْصُرُوْکَ پڑھتا قرآن پر اعتراض کرنے لگے اور کہتے ہیں کہ ایسا قرآن میں بھی بنا سکتا ہوں۔ سو واضح ہو کہ احمد علی ان اعتراضات کا خود موجد نہیں ہے۔ بلکہ ایک زمینق کا فضلہ غور ہے۔ جس کا ذکر شیعوں کی مستند کتاب احتجاج طبری مطبوعہ ایران ص ۱۱۱ تا ۱۱۲ میں ہے۔ کہ اس نے یہ اعتراضات حضرت علیؑ کے سامنے پیش کئے۔ اور آپؑ سے کوئی جواب نہ بن آیا۔ اور کہہ دیا۔ کہ قرآن میں تحریف ہو جائیگی وجہ کے ایسا ہوا ہے۔

(۱) یہ اعتراض کہ سورۃ اقرآن پہلے نازل ہوئی اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَہِ۔ اَلَا قُرْآن میں اقرآن کو آخری پارہ اور اَلْیَوْمَ الخ کو پارہ چھ میں جگہ ملی ہے۔ سو واضح ہو کہ شیعہ متراض کو اب تک یہ بھی علم نہیں ہے کہ ترتیب قرآن مطابق تنزیل نہیں ہے۔ بلکہ موافق تداوت رسول خدا اور تعلیم جبریل علیہ السلام ہے۔ جیسا کہ آفاق میں ہے۔ علامہ کرمانی برہان میں لکھتے ہیں تَوٰیْبُ السُّوْرَہُ هٰکُنَاھُوْعِنْدَ اللّٰہِ فِی الدُّوْحِ الْمَحْفُوْطِ عَلٰی هٰذَا التَّرْتِیْبِ وَعَلِیْہِ یُعْرَضُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَبْرَیْلُ کُلِّ سَنَۃٍ مَا کَانَ یَجْمَعُ عِنْدَہٗ مِنْہٗ وَعَرَضَ عَلَیْہِ فِی السَّنَۃِ الَّتِیْ تُوْفِیْ فِیْہَا مَرَّتَیْنِ (سورتوں کی ترتیب وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوح محفوظ میں ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی ترتیب کے ساتھ جبریلؑ کو سنا دیا کرتے تھے۔ اور جس سال کہ آپؐ کا انتقال ہوا۔ دوبار سنایا) دوسری جگہ میں لکھا ہے۔ امام ابو بکر بن ابی ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ اَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْقُرْآنَ کُلَّہٗ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا تَحَرُّقَہٗ فِیْ بَضْعٍ وَعِشْرَیْنِ سَنَۃٍ وَکَانَتْ السُّوْرَہُ تَنْزَلُ لِاَمْرِ یُحْدِثُ وَاِلَا یَہٗ جُوْا اَبَا الْمُسَیْخِیْرِ یُوْفِّقُ جَبْرَیْلُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی مَوْضِعِ الْاٰیۃِ وَالسُّوْرَۃِ فَاَلَسَّاقُ السُّوْرَۃِ کَالَسَّاقِ الْاٰیٰتِ وَالْحَرْفِ کَلِہٖ عَلٰی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ قَدَامٍ سُوْرَۃٌ اَوْ اَحْرَہَا فَقَدْ اَفْسَدَ مَقَطْرُ الْقُرْآنِ (اللہ تعالیٰ نے تمام قرآن آسان دنیا کی طرف ایک بار نازل کر دیا تھا۔ پھر اس کو دنیا میں حضرت پریشیں برس میں تمھوڑا اٹھوڑا نازل فرمایا۔ جب کوئی بات پیدا ہوتی تھی۔ اس کے لئے اس میں سے اسی قدر کوئی سورۃ یا آیت نازل ہو جاتی تھی۔ اور جبریلؑ آپؐ کو اس کا موقع بتلادیا کرتے تھے پس سورتوں کا باہمی ایسا ہی اتصال ہو

جیسا کہ آیات و روایات کا۔ اور سب آنحضرت صلیم کی طرف سے ہے۔ پھر جو کوئی کسی سورت کو مقدم یا مؤخر کرتا ہے۔ وہ نظم قرآن میں خلل ڈالتا ہے۔

مفسرین کے اس بیان کی تصدیق قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ آیت لا تُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَكَ لِتُحْجِلَ فِيهَا آيَاتِنَا عَلَيْكَ جَمْعَةٌ وَقَدْ آتَيْنَاكَ جِبْرِيلَ كُوفِي آيَاتِنَا نَزْلَ كَرْتِے تَوْحُودِ عَلَیْهِ السَّلَام اس کو جلدی جلدی پڑھتے۔ تاکہ ٹھیک یاد ہو جائے۔ اور بھول چوک نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آپ جلدی ست کریں۔ قرآن کی جمع و ترتیب ہمارے ذمہ ہے۔ سو جب انزل متعالیٰ نے جمع و ترتیب اپنے ذمے لے لی۔ پھر کوئی شخص اس جمع و ترتیب کے خلاف تغیر نہ تبدیل کس طرح کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن نہیں۔ کہ تیس سال متواتر تنزیل قرآن ہوتی رہی ہو۔ اور آنحضرت صلیم نے اسی کی جمع و ترتیب کا کوئی اہتمام نہ کیا ہو۔ بیشک مشورہ و آیات قرآن کی ترتیب عہد نبوی میں ہو چکی تھی۔ اور بہت سے لوگوں نے قرآن کو حفظ بھی کر لیا تھا۔ اور اسی ترتیب کے مطابق حضرت عثمان نے قرآن کریم کی کتابت کر کے قرآن پاک کی اشاعت کر دی پھر احمد علی کا یہ اعتراض ادل خدا تعالیٰ پر پھر رسول پاک اور پھر جبریل علیہ السلام پر ہے۔ نہ حضرت عثمان غفرلہ کا شے

اگر مسلمانی ہمیں است کہ مرزا دارود زحیف کنز پس امر و زبور فردائے  
دوسرا اعتراض آیت قرآن وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلْاَنْفُسُ طُؤا فِی الْیَمِّنِ فَاَنْكَحُوا مَا طَابَ لَكُمْ  
مِنَ النِّسَاءِ مَتْنِیْ وَ ذَلَا تْ وَ دُبَاعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلْاَنْفُسُ طُؤا فَاَنْكَحُوا مَا طَابَ لَكُمْ  
کے متعلق ہے۔ یہ اعتراض بھی مقروض کی بے علمی کی وجہ سے ہے۔ اس کا شان نزول جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ یہاں ہے۔

کہ بعض لوگ چھوٹی یتیم لڑکیوں سے جو ان کی ولایت میں ہوتی تھیں۔ ان مال کی لالچ سے نکاح کر لیتے تھے۔ اور چونکہ یتیم لڑکی کا اور کوئی ہرپرست نہ ہوتا تھا۔ یہ لوگ بے انصافی سے ان کا ہر کم مقرر کرتے۔ اور ان کے مال کو دیا لیتے۔ اور حسن سلوک نہ کرتے تھے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ یتیمی (صغیرہ لڑکیوں) سے منصفانہ برتاؤ نہیں کر سکتے۔ تو ان سے نکاح مت کرو۔ بلکہ ان کے علاوہ دوسری اجنبی عورتوں سے دو یا تین یا چار سے تم نکاح کر سکتے ہو۔ اور ان میں بھی بے انصافی کا ڈھب ہو۔ تو صرف ایک سے نکاح کر لینا کافی ہے۔ بتلائے۔ اب کون سا اشکال باقی رہ جاتا ہے۔ آیت کا مضمون بالکل صاف ہے

یہ سخن شناس نہ دلیلِ اخطا اینجا است

(۳) آیہ (۱۱) اِنَّ هَذَا صِرَاطٌ عَلٰی مُسْتَقِيْمٍ کے متعلق کہتا ہے۔ کہ علیؑ یا فوق کیلئے  
 آتا ہے۔ یا نقصان کا معنی دیتا ہے۔ یہ دونوں یہاں درست نہیں۔ اس لئے آیہ میں علیؑ  
 صحیح نہیں ہے۔ سو اس سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیعہ بیچارے علوم صرف و نحو سے  
 انکل ہی نا بلد ہوتے ہیں۔ ورنہ ایسے اعتراضات نہ کریں۔ جناب من! کتب نحو میں  
 مذکور ہے۔ کہ بعض جگہ علیؑ یعنی الیٰ ہی ہوتا ہے۔ سو اس کا معنی یہ ہے۔ کہ یہ راستہ  
 سید ہامیری طرف ہے۔ اعلیٰ کون سی غلطی ہے؟ یہ علیؑ کی جگہ علیؑ صحیح سمجھ کر اسکو  
 بھی مولیٰ علیؑ کی فضیلت کا ثبوت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ صراطِ علیؑ علیؑ کا راستہ قرار  
 دینا کمال حماقت ہے قرآن میں صراط کی اضافت یا توحق تعالیٰ کی طرف ہے۔ جیسا  
 اِنَّ هَذَا صِرَاطٌ عَلٰی مُسْتَقِيْمٍ ہے۔ اور یا عام مقررین حق تعالیٰ کی طرف جیسا صِرَاطُ  
 الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سارا قرآن مطالعہ کرو۔ اس کے خلاف کسی ایک شخص نبیؑ یا ولیؑ  
 کی طرف اعتراضات نہیں ہے۔ صراطِ علیؑ علیؑ کا راستہ کیا مسلمانوں کے راستہ سے الگ  
 تھا۔ کہ ان کی طرف خصوصیت سے اضافت کی جاتی۔ سو جو اور غور کرو۔

(۴) چوتھا اعتراض اِنَّ هَذَا اِنْ لِّسَا حِوَانٍ پر ہے۔ معترض کا اعتراض یہ ہے۔ کہ  
 اِن کا اسم منصوب ہوتا ہے۔ اِنَّ هَذَيْنِ چاہئے۔ سو اس اعتراض نے تو شیعہ  
 حضرات کی علمیت کا سارا پردہ ہی فاش کر دیا ہے۔ شیعہ اس اعتراض اور ہم چوتھم  
 سے دیگر اعتراض کو ایسا لایخل کہتے ہیں۔ کہ اس کا جواب باب العلم حضرت علیؑ سے بھی موداواتہ  
 زین سکا۔

ہر ایک شخص جس نے نحو کی ادنیٰ کتاب عبد الرسول وغیرہ بھی پڑھی ہو۔ جانتا ہے۔ کہ  
 ان مخففہ اکثر اوقات ماضی (بے عمل) ہو جاتا ہے۔ اور صورت میں خبر پر لام آیا کرتا ہے  
 نحو کی مستند کتاب شرح ما جامی بحث حروف شبہ بالفعل ص ۳۳ میں ہے  
 وَخَفَّتْ اِنَّ الْمَلَكُورَةَ لِنَقْلِ التَّشْدِيْدِ وَكَثَرَتْ اَلَا سْتَعْمَالِ قِيْلَ وَمَا بَقِيَ لَتَخْفِيفِ  
 مَا مَوْجِبِيْنِ يَجُوْزُ اَنْفَاعُهَا اِيْ اَبْطَالُ عَمَلِهَا وَهِيَ اَلْغَالِبُ لِقَوَاتِ بَعْضِ وَجُوْهٍ  
 مِمَّا يَسْتَمَاعِ اَلْفَعْلِ كَفَتْ اَلْاٰخِرُ وَكُوْنَهَا عَلٰی ثَلَاثَةِ اَحْوَاتِ (اِنَّ مَسْرُوْرَةَ خَفَفَتْ اِنَّ) بھی  
 مریا جاتا ہے۔ کیونکہ تشدید میں ثقالت ہے۔ اور یہ کثیر استعمال ہے۔ اس وقت لام



جس کی وجہ سے کہ شاہ بہت فعل کی بعض وجہ شہا مفتوح الآخر ہونا اور تین حروف ہونا  
معلوم ہو جاتی ہیں)

چونکہ آیت میں ان مخفف ہے۔ اس لئے قاعدہ نحو کے رو سے اس کا ابطال عمل جائز  
بلکہ اغلب ہونے کی وجہ سے اسم (هَذَا) کو اس نے عمل نہیں دیا۔ اسوس! اس مسئلہ  
ایک اور نے طالب علم بھی واقف ہو سکتا ہے۔ لیکن شیعوں کے علاوہ حایری اور ان کے  
یلمعی و دعویٰ کو یہ مسئلہ معلوم نہیں ہے۔ شرح جامی تو ان کی بلا جاسے مگر یہ مسئلہ تواتر عال  
بعد الرسول میں بھی درج ہے۔ اس علمی بضاعات پر حیرات یہ کہ قرآن پاک کتاب اللہ پر  
اعتراف کرنے لگے ہیں۔ کبریت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون اَکَاذِبًا بَاطِلًا

## ایک اور ثبوت

اس امر کا مزید ثبوت کہ شیعوں کے نزدیک اصلی قرآن وہ ہے جو حضرت علیؑ نے  
جمع کیا۔ ہول کا فی صحت میں ہے عَنْ سَالِمِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ قَرَأَ رَجُلٌ عَلَى ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَنَا أَسْتَمِعُ حُرُوفًا مِنَ الْقُرْآنِ لَيْسَ عَلَى مَا يَحْتَضِرُ أَهْلُ النَّاسِ فَقَالَ  
ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُنْتُ عَنْ هَذِهِ الْقُرْآنِ أَقْرَأَ كَمَا يَحْتَضِرُ النَّاسُ حَتَّى يَقُومَ  
النَّاسُ بِمَدِّهَا فَإِذَا قَامَ لِقَائِهِمْ قَرَأَ كِتَابَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى حَدِّهِ أَخْرَجَ الْمُصَنِّفُ  
الَّذِي كَتَبَهُ عَلَى عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى النَّاسِ حِينَ قَرَعَ مِنْهُ وَكَتَبَهُ فَقَالَ لَهُمْ هَذَا  
كِتَابُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَدْ جَمَعْتَهُ مِنَ اللَّوْحَيْنِ  
فَقَالُوا هُوَ إِعْنَدَنَا مُصَنَّفٌ جَامِعٌ فِيهِ الْقُرْآنُ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهِ فَقَالَ أَمَّا  
وَاللَّهِ مَا تَرَدُّهُ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هَذَا أَبَدًا إِنَّمَا كَانَتْ عَلَى أَنْ أُخْبِرَ كُمْ  
حِينَ جَمَعْتَهُ لِقَائِهِمْ أَذْكَهُ

اسلم بن سلمہ راوی ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ کے پاس قرآن پڑھا۔ اس  
قرآن کے ایسے حروف میں نے سنے جو اس قرآن میں نہیں ہیں۔ جو لوگ پڑھا کرتے ہیں۔  
امام علیہ السلام نے اسے کہا۔ ابھی اس قرآن کا پڑھنا بند رکھو۔ بلکہ یہی پڑھا کرو۔ جو لوگ  
پڑھتے ہیں جب تک امام مہدی علیہ السلام کا ظہور نہ ہو۔ جب وہ تشریف لائیں گے وہ دوسرا  
قرآن پڑھیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو قرآن لکھا تھا وہ لوگوں کے پاس لکھنے سے فارغ ہو کر لے آئے اور کہا یہ ہے وہ قرآن جو خدا نے رسول اللہ پر نازل کیا۔ میں نے اسکو ہر دو لوح سے جمع کر لیا ہے۔ لوگوں نے کہا ہمارے پاس قرآن جامع موجود ہے۔ تمہارے قرآن کی میں ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا بخدا تم قرآن کو آج کے بعد کبھی بھی نہ دیکھ سکو گے۔ مجھے لازم تھا کہ تمہیں اپنے جمع کردہ قرآن سے آگاہ کر دوں تاکہ تم اسے پڑھو۔ اب اس حدیث سے وضاحت ثابت ہو گیا۔ کہ شیعوں کا قرآن (جمع کردہ علی رضی اللہ عنہ) کہیں موجود ہے۔ جو کسی شخص نے امام جعفر صادق ؑ کے پاس پڑھ بھی دیا تھا۔ سننے والے نے معلوم کیا کہ اس قرآن کے حدوث اس قرآن سے نہیں ملتے۔ پھر امام علیہ السلام نے اسے مصلحتاً روک دیا کہ ابھی اس کو ظاہر نہ کر دو۔ یہ حضرت جہدی علیہ السلام کے ہاں بطور خزانہ مخفیہ رہیگا۔ جب وہ تشریف لائیں گے ساتھ لائینگے۔ امام جعفر صادق ؑ نے یہ بھی فرمادیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن جمع کر کے لوگوں کے پیش کیا تھا۔ انہوں نے کہا ہمارے پاس کامل و مکمل قرآن موجود ہے۔ ہمیں تمہارے قرآن کی ضرورت نہیں ہے۔ بس امیر علیہ السلام اتنی بات سے خفا ہو گئے۔ اور فرماتے گئے۔ آج سے بعد اس قرآن کو تم لوگ کبھی بھی نہ دیکھ سکو گے۔

آج کل کے شیعہ مولوی بھی اگل قرآن کے قائل ہیں۔ چنانچہ سالہ عجاۃ نافہ علیہ السلام مصنفہ مولوی حسن علی شاہ صاحب سبز واری جس کو جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور نے شائع کیا۔ اس کے صلا پر لکھا ہے کہ امیر المؤمنین نے جو قرآن جمع کیا تھا۔ وہ اس وقت شیعہ سنی دونوں کے پاس نہیں ہے مگر ہے ضرور کہیں ہو۔ آخر کچھ لوگوں نے اس کو دیکھا ہے۔

ہم حضرات شیعہ سے پوچھتے ہیں۔ کہ جس قرآن کے آپ لوگ قائل ہیں۔ وہ تو امام غائب کے ساتھ ہی کہیں غائب ہے۔ موجودہ قرآن بقول آپ کے ناقص اور غلط ہے۔ تو فرمائیے۔ آپ کے ہاتھ میں خدا کی کتاب ہدایت کوئی موجود ہے؟ جس کی وجہ سے آپ مومن ہو سکتے ہیں۔ مسنیوں کے ہاتھ میں ایک قرآن موجود تو ہے۔ (مکمل ہی) مگر جب ساڑھے تیرہ سو سال ہو چکے ہیں۔ ابھی تک ہم لوگوں نے اپنا مکمل قرآن کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ تو اس قرآن کا وجود عدم تمہارے لئے تو کیسا بے

ساتر یاق از عراق آردہ شود مارگزیدہ مُردہ شود یک امام غایب آئیں۔ اور قرآن لاکر تمہیں دکھائیں۔ اس تمام عرصہ میں تو تم گمراہ ہی رہے۔ جو مر گئے۔ ان کے لئے ان کی آمد کا کیا فائدہ ہے

جب مر چکے تو آئے ہماری مزار پر نہ پتھر پڑیں صنم تیرے ایسے پیار پر

امام مہدی علیہ السلام کب آئیں گے؟

اس میں شک نہیں کہ ہم لوگ بھی حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کے منتظر اور ان کی زیارت کے شائق ہیں۔ مگر نہ اس خیال سے کہ وہ آکر ہمیں اصلی قرآن دکھائیں گے قرآن تو ہمارے پاس موجود ہے جس کو پڑھ کر ہم اپنا ایمان تازہ کرتے ہیں۔ البتہ شیعہ کو آپ کی آمد کی اس لئے سخت ضرورت ہے کہ ان کا قرآن انہوں نے چھپا رکھا ہے۔ آئیں تو شیعہ بچارے بھی قرآن کی شکل دیکھیں۔ لیکن امام مہدی علیہ السلام بقول شخصہ کچھ ایسے سوئے ہیں سوئے کہ جاننے کی انہیں قسم ہے۔ کہیں ایسے غایب ہوئے ہیں کہ ظاہر ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

امام غایب کی آمد کے متعلق شیعہ کے عجیب و غریب خیال ہیں جن کے سمجھنے سے ہماری عقل قاصر ہے۔ اصول کافی ص ۳۳۲ میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی قَدْ كَانَ وَقْتُ هَذَا الْاَمْرِ فِي السَّبْعِيْنَ فَلَمَّا اَنَّ قَتْلَ الْحُسَيْنِ صَلَوةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اسْتَدَّ عَصَبُ اللّٰهِ عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَحْرَقَا اِلٰی اَرْبَعِيْنَ وَمِائَةً فَحَدَّثْنَاكُمْ فَارْعَعْتُمْ الْحَدِيثَ فَلَشَعْتُمْ قَنَاجَ السَّيْرِ وَلَمْ تَجْعَلِ اللّٰهُ لَكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ وَقْتًا عِنْدَنَا وَكَيَحْوَ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَتُثْبِتُ وَعِنْدَهُ اُمُّ الْكِتَابِ

(خدا نے اس کام (ظہور مہدی) کا وقت سترہ ہجری مقرر کیا تھا۔ مگر جب امام حسینؑ شہید کئے گئے۔ تو اللہ تعالیٰ اہل زمین پر غضبناک ہو گیا۔ اور اس لئے اس کام کو سترہ ہجرت ہی سے بھیجے بٹا دیا۔ ہم نے تم سے بیان کر دیا۔ اور تم نے بات مشہور کر دی۔ اور پردہ فاش کر دیا۔ خدا نے اس کے بعد اس کا کوئی وقت ہم کو نہیں بتایا۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے یہ حدیث امام جعفر صادقؑ سے بیان کی۔ انہوں نے کہا۔ ہاں ایسا ہی ہوا) اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ قاتل امام حسینؑ علیہ السلام شیعہ تھے تب ہی تو

امام ہدی علیہ السلام کی آمد رک گئی۔ پہلے شیعہ آمد کا وقت مقرر تھا۔ شیعہ کے اس ظلم کو سزا دینا کو یہ ملی کہ امام علیہ السلام جن کے پاس شیعہ کا قرآن تھا۔ ایک سو سال تک اور رک گئے۔ پھر کہیں ایہ اہل بیت نے یہ خبر اپنے حاشیہ نشینوں کو بتا دی۔ خدا کا غصہ ابھی تیز ہو گیا۔ امام علیہ السلام کی آمد کی میعاد ایسی لمبی ہو گئی۔ کہ پھر ایہ اہل بیت علیہم السلام کو بھی اس کی اطلاع نہ دی گئی۔

### غصہ کا نتیجہ

شیعہ کی شامت سے پہلے حضرت امیر علیہ السلام کو صرف اس تھوڑی سی بات پر غصہ آیا کہ لوگوں نے کہہ دیا۔ ہمیں آپ کے قرآن کی حاجت نہیں ہے۔ چاہئے تو یہ تھا۔ کہ ہمیں اس قرآن کی ایسی اشاعت کی جاتی۔ کہ دوسرے قرآن (سنیوں کا قرآن) کی حاجت ہی نہ رہتی۔ لیکن غصہ کا نتیجہ الٹا یہ ہوا۔ کہ میگائے تو بیگائے اپنے شیعہ کے بھی قرآن چھپا دیا گیا۔ جس کا کہیں پتہ ہی نہیں چلتا۔ کہ اس کو کہیں غار میں پڑے رکھ دیا نہ کھانسی ہو؟ پھر خدا کو غصہ آیا۔ تو امام غائب علیہ السلام کے ظہور میں قدر توقف ڈال دیا۔ کہ سترہ اور سترہ لوگ اب سترہ ہو گیا ہے۔ ابھی تک امام کا مقام کی آمد کا پتہ تک نہیں ہے۔ امام تو آئیے رہے۔ کہیں قرآن ہی بھیج دے۔ ابھی شیعہ کی سرخروی ہو جاتی۔ مگر ایسا بھی نہ ہوا۔ ابھر حال بقول شخصہ  
ہر بلائے کز آسان فرزداد خانہ افوری تلاش کند  
تہ کا جب کبھی نتیجہ ہوتا ہے۔ رشیم کے ہی خلاف نکلتا ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ ساری باتیں من گھڑت اور یار لوگوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ اگر حضرت علیؑ نے کوئی علیحدہ قرآن جمع کیا ہوتا۔ تو ناممکن تھا۔ کہ اس کو چھپا رکھتے۔ خدا اسے بندے ایسے کو ہ وفار ہوتے ہیں۔ کہ ان کو کسی ایسی ویسی بات پر غصہ نہیں آجایا کرتا۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ غصہ میں اگر خدا کی کتاب (قرآن) کو جو محض ہدایت خلق کے لئے نازل ہوئی تھی۔ تکیف برداشت کر کے کٹی روز کا چمک کاٹ کر تیار کریں۔ اور پھر اس کو کسی ایک شخص کے کہہ دینے سے کہ اس کی ہمیں حاجت نہیں ہے ہمیشہ کے لئے چھپا دیں۔  
ابن خیال است و محال است و جنون



## خدا کا غصہ

حضرت علیؑ تو آخر شہر تھے۔ مان بھی لیا جائے کہ غصہ میں آکر انہوں نے قرآن کو کہیں گم کر دیا ہو۔ لیکن یہ کس طرح مانا جاسکتا ہے۔ کہ خدا نے غصہ تو قاتلانِ جہنم پر ہوا۔ اور اس کا نزول حضرت امام منتظرؑ پر کرے۔ کہ وہ اس کی سنرا میں دلائمِ الجبس کر دیتے جائیں۔ اور اس کے ساتھ ہی قرآن بھی دنیا سے نابود کر دیا جائے۔ یہ سب کچھ خرافات میں جو یار لوگوں نے افتراء کئے ہوئے ہیں۔ قرآن یہی ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یہی قرآن حضرت علیؑ پڑھتے تھے۔ اویہی قرآن ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے ورد زبان تھا۔ اویہی ہمیشہ رہیگا۔ امام مہدی علیہ السلام آئیں گے۔ تو اسی قرآن کی اشاعت فرمائیں گے۔

## حایری کا خیال

یہ تو متقدمینِ شیعہ کا وقتِ ظہور امام علیہ السلام کی نسبت خیال ہے۔ حال کے شیعہ کا مقدر پیشوا علامہ حایری کا اس بیان میں خیال نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ چنانچہ غایتہ المقصود مضمون علامہ حایری مطبوعہ اسلامیہ گیس پرنٹنگ لاہور ۱۳۲۱ھ ص ۲۱۲ میں ہے :-

اما وجہ عدم ظہور امام مہدی علیہ السلام در این زمان آنست کہ آنحضرت ہم مثل آباءِ طاہرین علم انساب میدانند۔ از ان معلوم است۔ آنحضرت علیہ السلام را ہنوز لکھہ کفار حقین موجود اند کہ در پشت آئینہ نظر ہائے مومنین ہمت امانت و ودیعت موجود اند اگر ظاہر شدہ اینہا کفار را قتل کنند۔ بلکہ سکوت اختیار نمایند۔ حیرین صورت مخالفت وعدہ مذکورہ خدا ثابت میشود۔ (ترجمہ۔ امام مہدی علیہ السلام کے نہ ظاہر ہونے کی اس وقت یہ وجہ ہے۔ کہ آپ اپنے آباءِ کرام کی طرح علم انساب سے واقف ہیں۔ اور ان کو خوب معلوم ہے۔ کہ ابھی لکھو کھا کفار ایسے موجود ہیں۔ جن کی امانت میں مومنین کے نطفے امانت ہیں۔ اگر ظاہر ہو کر آپ ان کفار کو قتل نہ کریں۔ بلکہ خاموشی اختیار کریں۔ تو فدائی وعدہ میں تخلف ہوتا ہے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام مہدی علیہ السلام اس وقت تک تشریف نہیں لاسکتے جب تک کہ دنیا میں مخلوق خدا باقی ہے۔ کیونکہ مخلوق میں مومن و کافر دونوں موجود رہتے ہیں۔

اور شیعہ کے نزدیک تو یمن صرف شیعہ ہیں۔ باقی شئی مسلمان بھی گردن زدنی ہیں۔ اس لئے  
امام علیہ السلام کا ظہور ناممکن ہے۔

اس کے آگے پھر علامہ حائری صاحب اسی صفحہ پر یوں رقمطراز ہیں:-  
”دیگر آنکہ سلاطین قہار و جبار کہ اباء طاہرین دے را از علی م گرفتہ تا امام حسن عسکری  
علیہم السلام کسے را بنہر دے را بہ تیغ کشتند و حال آنکہ امامت آئنا خارج سلطنت  
آئنا نبود لیکن ہر گاہ یکی را میکشتند امام و محبت دیگر موجود بود۔ کہ بجائے دے وے نداشت  
بخلات زمانہ مہدی علیہ السلام از آنجناب کہ بسیار بر حذر خواہند بود۔ زیرا کہ ہمہ آئنا ہمارا  
یعنی خواہند کہ زوال سلطنت جمیع سلاطین دنیا و دست دے وے خواہند شد کہ ممکن است کہ در وقت  
سلطنت اختیار کردن آنجناب را زندہ بگذارد و لطف آنکہ بعد از آنحضرت امام و محبت دیگر غیبت  
کہ بجائے دے وے قرار گیرد و آن مخالف حدیث و لا یخلوا لارض من حجة الله اما ظاہر و مشکوٰۃ  
او خائفت و مستوحش میباشد باین برہان واجب شد کہ آنجناب از انظار محضی با شد با وجود  
آنحضرت ہر وقت منتظر اینست کہ ظہور فرماید۔“

(ترجمہ)۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ گذشتہ سلاطین نے جو ان کے اباء اجداد کو حضرت  
علیؑ سے لیکر امام عسکریؑ تک کسی کو زہر سے اور کسی کو تلوار سے شہید کیا۔ حالانکہ  
ان کی امامت ان سلاطین کی حکومت کی مانع نہ تھی۔ لیکن جب ایک کو قتل کرتے  
دوسرا امام موجود ہوتا۔ جو اس کا جانشین ہو جاتا۔ بر خلاف اس کے امام مہدی  
علیہ السلام کا زمانہ زیادہ خطرناک ہو گا۔ کہ دنیا بھر کی حکومتوں کا ان کی آمد سے خاتمہ  
ہو جائیگا۔ پھر کیا ممکن ہے کہ امام علیہ السلام کی خاموشی پر ان کو زندہ رہتے دیں۔  
لطف یہ کہ آپ کے بعد کوئی دوسرا امام ایسا نہیں ہے۔ جو ان کی جگہ سنبھالے۔ حالانکہ  
بروئے حدیث زمین پر ایک امام کو ضرور رہنا چاہئے۔ خواہ وہ ظاہر یا باہر ہو یا چھپا  
ہوا ہو۔ اس لئے آنجناب کو نظروں سے غائب ہی رہنا چاہئے۔ گو آپ ہر وقت  
اس انتظار میں ہیں۔ کہ ظہور فرمائیں)

اس دوسری وجہ نے تو بالکل مطلع صاف کر دیا۔ کہ چونکہ آپ کے بعد کسی امام نے  
ہونا نہیں۔ اور آپ کے ظہور نے باقی سلطنتوں کا زوال متصور ہے۔ اس لئے سلاطین  
دنیا ان کی جان لینے کے درپے ہو جائیں گے۔ اور خاموش رہنے پر ان کو زندہ نہ چھوڑیں گے

اس لئے آپ کا نہ ظاہر ہونا اور محبوب رہنا ہی مناسب ہے۔ تاکہ زمین امام سے خالی نہ رہے۔

اہل بصیرت غم نہ کر سکتے ہیں کہ روئے زمین پر اگر امام کا وجود اس لئے ہے جو عہد ہدایت خلق ہو۔ تو یہ بات تو تب ہی چھو سکتی ہے کہ امام ظاہر ہو کر اشاعت دین کو لے کر آئے چھپے رستم سے اسلام اور مسلمانوں کو کیا فائدہ؟ اگر امام علیہ السلام اسی دل و گردن کے انسان ہیں کہ ان کو کس بات کا ڈر ہے کہ کہیں منہ سے نقاب اٹھائیں۔ تو قتل نہ ہو جائیں تو ایسے حضرت دنیا میں ظاہر ہو کر کیا کچھ کر سکیں گے۔ اس سے تو ان کا عدم ظہور ہی اچھا ہے کہ پردہ ڈھکا رہے۔

افسوس! حلیری صاحب اپنے آپ کو علامہ کہہ کر ایسے بودے خیال ظاہر کرنے لگے ہیں۔ بندہ خدا امام کے ساتھ ایک طاقت ہوتی ہے جو دنیا بھر کی طاقتوں سے بالاتر ہے۔ اور اس وقت نصرت الہی کے شامل حال ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی جب ہادیئے اسلام (فداہ الی وائی) مبعوث ہوئے۔ ان کے ساتھ کونسی قوت تھی۔ انہوں نے تنہا دنیا کے سامنے کلمہ توحید کا اعلان کیا۔ سب لوگ آپ کے خون کے پیاسے تھے اور آپ کی جان کے دشمن تھے۔ لیکن اس خدا نے قدوس نے آپ کی نصرت کی۔ اور آپ کا بال بیک نہ ہو سکا۔ بلکہ تمام دشمنان حق نیست و نابود ہو گئے۔

حضرت امام مہندی علیہ السلام جو حضور علیہ السلام کے منظر اتم ہونگے۔ وہی طاقت لیکر دنیا میں ظہور فرمائینگے۔ ان کے نور سے دنیا چمک اٹھیں گی خلق خدا سب کی سب ان کے قدموں پر گر جائیں گی۔ اور اسلام کے حلقہ گوش ہو جائیں گے۔ کیا علماء اس اب حضرت علی المرتضیٰ کو معلوم نہ تھا کہ جنگ چھیڑ دی۔ اور جانبین سے ہزاروں مسلمان گھیاٹل ہو گئے۔ کیا حضرت امام حسین علیہ السلام ہی علم اس اب سے نابلد تھے کہ توار اٹھائی۔ اور طرفین سے سینکڑوں مسلمان موت کے گھاٹ اُتر گئے۔

## موت امام کے اختیاریں

یہ بات علامہ حلیری صاحب کے قلم سے نکلا نہ جاسکتی تھی۔ کیونکہ آپ کے عقائد میں تو موت و حیات امام کے اختیاریں ہوتی ہے۔ چنانچہ مہول کافی حد تک پر ایک باب میں

اس مضمون کا باندھا گیا ہے کہ اِنَّ الْاٰمَنَةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَعْلَمُوْنَ مَتٰی يَمُوتُوْنَ وَاَنْتُمْ لَا يَمُوتُوْنَ اَلَا بِاِخْتِيَارِهِمْ (یعنی اللہ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں۔ اور اپنی موت پر ان کو قابو ہوتا ہے۔ چاہے مری یا نہ مری۔ پھر علامہ حایری نے یہ کیوں لکھا ہے۔ کہ وہ اس لئے ظالم نہیں ہوتے۔ کہ ان کی جان تلف ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ جب مرنا جیسا کسی شخص کے اختیار میں ہو۔ پھر اس کو کسی سے کیا ڈر۔ انوس بشیعہ حضرات ایسی بے ٹھکانا باتیں کہہ کر نفرت جگہ ہنسانی کرتے ہیں۔

## شیعہ کے متعذر قرآن

شیعہ مصنفین نے یہ دیکھ کر کہ ان کے ہاتھ میں کوئی قرآن نہیں ہے۔ اپنے معتقدین کے دل بہلانے کے لئے ایسی روایات گھڑ دیں۔ کہ ایک نہیں بہت سے بڑے بڑے لیے پوڑے قرآن شیعہ کے ہیں۔ اگر سنیوں کے پاس ایک چھوٹا سا قرآن ہے۔ تو بات ہی کیا ہے شیعہ کے قرآن کہیں دیکھ پائیں۔ تو ہوش بھول جائیں چنانچہ ایک روایت میں ستر گز لمبا قرآن شیعہ کا ہے۔

## ستر گز کا قرآن

اصول کافی ص ۳۷ میں ہے۔ قَالَ يَا مُحَمَّدٌ وَاِنَّ عِنْدَنَا الْجَامِعَةَ وَمَا يُدْرِيكَ مَا الْجَامِعَةُ قُلْتُ جَعَلْتُ فَاِنَّكَ وَمَا الْجَامِعَةُ قَالَ صَحِيْفَةٌ طَوَّلَهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا (امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا۔ اے ابو محمد ہمارے پاس ایک جامعہ ہے۔ تجھے معلوم ہے۔ کہ وہ جامعہ کیا ہے؟ میں نے کہا۔ میں آپ پر قربان فرمائیں وہ جامعہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ایک قرآن ہے جو ستر گز لمبا ہے۔

خوب۔ ستر گز لمبا قرآن۔ وہ کاہیکو بھلا اسنے بے قرآن کی سطر دل کو کوئی پڑھے تو کیونکر ایک سرے سے چلکر دوسرے سرے تک جانے۔ اور پھر دایسے آنے کا تانا بانا دن بھر لگا رہیگا۔ پڑھنے والے کی جان گویا عذاب میں پھنس گئی۔ گھنٹہ بھر کی رفتار میں بشکل دو سطرں ختم ہو سکیں گی۔ علاوہ ان میں اتنا لمبا قرآن کوئی اٹھائے تو کیونکر اونٹ ہاتھی بھی ستر گز بے

۱۔ یہ معلوم ہو کہ ستر گز لمبا قرآن صحاح میں بھی کہ نہیں۔ بلکہ اونٹ کے ران کے برابر مرقا بھی ہے جیسا کہ اصول کافی ص ۳۷ میں اس کی تشریح کی گئی ہے پھر کوئی انسان دانتے بیٹے موڑے قرآن کو اٹھائے گی طاقت ہی نہیں رکھتا۔



نہیں ہوتے۔ جو اس قرآن کو اٹھا سکیں۔ پھر یہ قرآن رکھا کہاں جائے۔ اتنا اونچا مکان کہاں کے لائیں؟

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰرَبِّدِیْنَا اللّٰهُ بِکُمُ الْیَسْرَ وَکَیْدِیْنَا بِکُمُ الْعُسْرَ۔ خدا دین کے بارہ میں تمہیں سہولت دینا چاہتا ہے۔ تکلیف میں تمہیں ڈالنا منظور نہیں ہے۔

## مصحف فاطمہ

ایک دوسری روایت یہ ہے۔ کہ شیعہ کا ایک اور قرآن 'مصحف فاطمہ' بھی ہے۔ چنانچہ اصول کافی ص ۱۱ میں ہے۔ وَ اَنَّ عِنْدَنَا الْمُصْحَفَ فَاطِمَةَ عَلَیْهَا السَّلَامُ وَمَا یَذَرُہُمْ مِّنْ مُّصْحَفٍ فَاطِمَةَ قَالَ مُصْحَفٌ فِیْہِ مِثْلُ قُرْآنِکُمْ ہَذَا اَثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَاللّٰہُ مَا فِیْہِ مِنْ قُرْآنِکُمْ ہَذَا اَحَدٌ (ترجمہ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ ہمارے ہاں ایک 'مصحف فاطمہ' بھی ہے۔ اور تم جانتے ہو 'مصحف فاطمہ' کیا ہے؟ فرمایا وہ ایک قرآن ہے جس میں تمہارے قرآن سے سہ گنا زیادتی ہے۔ اور خدا کی قسم اس میں تمہارے اس قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔

پھر تعجب ہے۔ کہ اس اتنے بڑے قرآن میں جب ہمارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔ تو وہ کس زبان میں ہے۔ عربی۔ فارسی۔ ہوتی تو یہی حروف بھی اس میں پائے جائیں۔ جو اس قرآن میں ہیں۔ غالباً وہ شکرت میں ہو یا جنوں کی زبان میں۔ یا جاپانی۔ انگریزی وغیرہ میں۔ بہر حال یہ ایسی روایات ہیں جن کی سمجھ نہیں آ سکتی۔

## جعفر

اسی طرح شیعہ کا ایک اور قرآن 'جعفر' ہے۔ جیسا کہ اصول کافی ص ۱۲ میں ہے۔ قَالَ اِنَّ عِنْدَنَا الْجَعْفَرُ وَمَا یَذَرُہُمْ مِّنْ الْجَعْفَرِ قَالَ قُلْتُ وَمَا الْجَعْفَرُ قَالَ وَعَالَمُیْنَ اَدَمُ فِیْہِ عَلَمُ النَّبِیِّیْنَ وَالْوَصِیِّیْنَ وَعِلْمُ الْعُلَمَاءِ الَّذِیْنَ مَضَوْا مِنْ بَنیِّ اِسْرَآئِیْلَ (ترجمہ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ ہمارے پاس 'جعفر' بھی ہے۔ اور تمہیں معلوم ہو کہ وہ جعفر کیا ہے۔ کہا وہ ایک چمڑے کا تھیلہ ہے جس میں انبیاء و اوصیاء کے علوم بھرے ہیں اور علمائے بنی اسرائیل کے بھی اس میں علوم ہیں)۔

## بڑے بڑے قرآن کہاں ہیں

اب سوال یہ ہے کہ شیعہ کے اتنے بڑے بڑے اور لمبے قرآن ہیں کہاں؟  
 شیعہ اس کا جواب دینے سے تباہ میں کیونکہ ان روایات کی وقعت بوستان خیال یا بڑیا  
 چڑے کی کہانی سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ ساری باتیں شیعوں کا اعتقاد درست رکھنے کے  
 لئے بنائی گئی ہیں۔ تاہم معلوم کر کے کہ یہ قرآن تو سنیلوں کا ہے۔ ان کا قرآن نہ اردو  
 گھبرانہ جائیں۔ اس لئے یہ روایات وضع کی گئی ہیں۔ کہ شیعہ جی میں خوش ہوتے رہیں۔  
 کہ سنیلوں کا ایک مختصر سا قرآن ہے۔ تو کیا ہوا؟ ہمارے اتنے بڑے بڑے لمبے  
 قرآن موجود ہیں۔ آخر کہیں ٹھیکے قریب ہے۔ کہ آج کل اس روشنی کے زمانہ میں ان طفل  
 تسلیوں سے کس طرح کام نکل سکتا ہے۔ بہتر ہوگا۔ کہ شیعہ حضرات اپنے مولویوں کے  
 مطالبہ کریں۔ کہ ہمیں کب تک انتظار میں رکھا جائیگا۔ اگر ستر گز کا نہیں تو بالشت  
 بھر کا ہی قرآن ہمیں دکھا دیا جائے۔ تاکہ ہم سنیلوں کے قرآن کے معارضہ کر سکیں  
 لیکن یہ ہرگز نہیں ہو سکیگا۔ شیعہ صاحبان اسی انتظار میں مرجائیں گے۔ اور قرآن کی  
 شکل دیکھنا نصیب نہ ہوگی۔

## تخلف آیات قرآن

اگرچہ پچھلی روایات سے بوضاحت ثابت ہو گیا ہے کہ روافض کا اس قرآن پر ایمان  
 نہیں ہے۔ اور وہ اس کو محض سمجھتے ہیں۔ لیکن عوام کی تسلی کے لئے ہم ذیل میں چند  
 آیات اصول کافی سے لکھتے ہیں جن میں بتلایا گیا ہے کہ اصل آیت یوں تھی۔ اور قرآن  
 میں اس کے خلاف یوں درج ہے۔

(۱) اصل کافی ص ۱۴۱ میں ہے۔ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ  
 لَهُ لِمَ سَمَّيْتَ امِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ اَللّٰهُ سَمَّاكَ وَهَكَذَا اُنْزِلَ فِي كِتَابِهِ وَادَّ  
 اَحَدًا مِنْكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ خُلُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاسْتَعَدَّ لَهُمْ عَلَى اَنْفُسِهِمُ السُّنَّةَ  
 بِرَبِّكُمْ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلِيْ وَ اَنَّ عَلِيًّا امِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
 (جابر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضرت علی کو امیر المؤمنین کیوں

کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ نام ان کا خدا نے رکھا ہے۔ پھر آپ نے آیت پڑھ دی جس میں وَ اَنْ مُحَمَّدًا النّٰحْ کا اضافہ کیا گیا۔ اور کہا کہ آیت یوں ہی نازل ہوئی ہے (۲) عَنْ اَبِي بَصِيرٍ عَنْ اَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فِي وَكَايَةِ عَلِيٍّ وَالْإِثْمَةِ مِنْ بَعْدِهَا فَقَدْ قَاذَقُونَا عَظِيمًا۔ لہذا انھوں نے (اصول کافی ص ۲۷۱) ابن بصیر امام جعفر صادق سے روای ہے کہ آپ نے کیمۃ سے کیمۃ طبع اللہ الخ میں عبارت فی ولایۃ علی الخ کا اضافہ کر کے کہا کہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔

(۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَنَانٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِهِ وَلَقَدْ عَاهَدْنَا إِيَّيْكُمْ مِنْ قَبْلُ كَلِمَاتٍ فِي مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ وَالْفَاطِمَةِ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَالْإِثْمَةِ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ فَتَنَسَىٰ هَٰكَذَا أَوَّلَهُ أُنْزِلَتْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اصول کافی ص ۲۷۱) عبداللہ بن سنان امام جعفر سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے آیت وَلَقَدْ عَاهَدْنَا إِيَّيْكُمْ مِنْ قَبْلُ كَلِمَاتٍ فِي مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ وَالْفَاطِمَةِ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَالْإِثْمَةِ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ فَتَنَسَىٰ هَٰكَذَا أَوَّلَهُ اُنْزِلَتْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر اسی طرح نازل ہوئی۔

(۴) عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ جِبْرِئِيلُ بِهَذِهِ الْآيَةِ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِشَيْءٍ اشْتَرَوْهُ بِهِ أَنْفُسَهُمْ أَنْ يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِي عَلِيٍّ نَجْمًا (اصول کافی ص ۲۷۱) جعفر نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ آپ نے آیت نَبَا اشْتَرَوْهُ بِهِ الخ میں فی علی کی ایذا دی کر کے کہا کہ جبریل علیہ السلام نے اسی طرح رسول اللہ پر نازل کیا۔

(۵) اصول کافی ص ۲۷۱ میں ہے عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَزَلَ جِبْرِئِيلُ بِهَذِهِ الْآيَةِ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ هَٰكَذَا اِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِ نَا فِي عَلِيٍّ فَأَوْقُوا بِسُورَةِ مَن مِّنْ مِّثْلِهِ جَابِرِ رَاوِی ہے کہ آیت اِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنْ مِّثْلِهِ الخ میں بھی فی علی کی ایذا دی ہے اور جبریل نے اسی طرح رسول پر نازل کی۔

(۶) عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَزَلَ جِبْرِئِيلُ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِهَذِهِ الْآيَةِ هَٰكَذَا اِنَّا اَيُّهَا الَّذِينَ اُوتُوا كِتَابًا اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا فِي عَلِيٍّ قُوْرًا مُّبِينًا (اصول کافی ص ۲۷۱) محمد امام جعفر سے روای ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آیت اِنَّا اَيُّهَا الَّذِينَ اُوتُوا كِتَابًا اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا فِي عَلِيٍّ قُوْرًا مُّبِينًا

بہا اللہ انہ۔ لکھتا ہے کہ اب اس کی نورانی صفت سے پہلے فی علی ہے۔ اور ایسا ہی جبریل  
 ہے کہ اس کی صفت سلام پر نازل کی۔

۸۰۔ عَنْ جَابِرٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ فِي عَلِيٍّ  
 لَكُنَّا خَيْرًا لَّهُمْ رَأْسًا أَصُولًا كَافِي صُلَحْ جابر کہتا ہے۔ امام محمد باقرؑ نے آیت وَلَوْ أَنَّهُمْ  
 فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ لَكُنَّا لَهُمْ خَيْرًا صُلَحْ سے پہلے فی علیٰ اثر فرمایا۔

۸۱۔ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى فَسْتَعْلِمُونَ مَنْ هُوَ  
 فِي صَلَاتِي مُبِينٌ يَا مَعْشَرَ الْمَلَائِكَةِ بَيْنَ عَيْنَيْكَمَا أَنَا سَائِلٌ مِنْ رَبِّي فِي وَلايَةِ عَلِيٍّ  
 عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْأَمْرُ مِنْ بَعْدِهِ مَنْ هُوَ فِي صَلَاتِي مُبِينٌ۔ لکھتا ہے کہ اس آیت میں  
 ابوبصیرؒ روای ہے کہ امام جعفرؑ نے آیت فَسْتَعْلِمُونَ الخ میں فی ولاء علیؑ کا اضافہ کر کے

کہا کہ آیت میں ہی نازل ہوئی ہے۔

۹۰۔ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ  
 وَاقِعٍ لِلْكَافِرِينَ فِي وَلايَةِ عَلِيٍّ لَيْسَ لَهُ مِنْ رَافِعٍ تَعَالَى هَكَذَا قَالَ اللَّهُ نَزَلَ بِهَا  
 جِبْرِيلُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ (محول کافی صلت) ابوبصیرؒ امام جعفرؑ سے  
 روایت کرتا ہے کہ آپ نے آیت سَأَلَ سَائِلٌ الخ میں بھی فی ولاء علیؑ کی ریزادی کی  
 اور کہا کہ خدا کی قسم جبریلؑ یہ آیت اسی طرح رسولؐ پر لایا ہے۔

۱۰۰۔ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ جِبْرِيلُ بِهَذِهِ الْآيَةِ هَكَذَا قَالَ لِي أَكْثَرُ  
 النَّاسِ يُوَلِّيُّونَ عَلِيًّا إِلَّا الْكُفُورَ (محول کافی صلت) امام جعفرؑ علیہ السلام نے کہا۔  
 آیت فَأَبَى الْكَافِرُ اس کے بعد یو لایۃ علیؑ کا لفظ ہے۔ جیسا کہ جبریلؑ لیکر آیا (لکھتا ہے کہ)

اگرچہ اب بھی بہت سی آیات محول کافی میں لکھی ہیں جن میں تحریف صریح ہے لیکن  
 ہم نے بطور پشت نمونہ خوار و مل آیات پر اکتفا کیا ہے۔ اب ادھر تو ایہ اہل بیت امام محمد  
 باقرؑ و امام جعفر صادقؑ ملحق بیان کرتے ہیں کہ جبریلؑ آیت نبی علیہ السلام پر یوں لایا۔  
 ادھر ناظرین قرآن کریم کو کھوکھو دیکھیں کہ الفاظ خط کشیدہ آیت میں پائے جاتے ہیں۔  
 یا یہ ایجاد بندہ ہے۔ جب یہ الفاظ قرآن میں نہیں ہیں۔ تو پھر اس میں کیا شبہ باقی رہ جاتا  
 ہے۔ کہ شبہ صریح تحریف قرآن کے قائل ہیں۔



## جواب شیعہ

ان تمام احادیث و روایات کو سرنگر علمائے شیعہ بہت ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے کچھ جواب بن نہیں پڑتا کیونکہ روایات مہول کافی جیسی مستند کتاب کی ہیں جو شیعہ کے صحاح اربعہ میں سے بیشکی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ جس کے ٹائٹل پر چالی حروف سے لکھا ہوا ہے۔ قَالَ إِمَامُ الْعَصْرِ وَ حُجَّةُ اللَّهِ الْمُنْتَظَرُ عَلَيْهِ سَلَامُ اللَّهِ الْمَلِكِ الْكَبِيرِ فِي حَقِّهِ هَذَا كَأَنِّ لَشَيْعَتِنَا (ترجمہ)۔ امام الزمان حجة اللہ امام منتظر مہدی علیہ السلام نے اس کتاب کے حق میں فرمایا کہ یہ کتاب ہمارے شیعہ کے لئے کافی ہے) یہی وجہ ہے کہ اس کا نام بھی کافی پڑ گیا ہے۔ پھر احادیث جو اس کتاب میں ہیں کچھ ایسی ایسی نہیں۔ بلکہ امام محمد باقر یا امام جعفر صادق سے مروی ہیں۔ اس لئے شیعہ کو اس کے ماننے سے چارہ نہیں ہے۔ لیکن بحث کی خاطر تفتیہ وہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمارا ایمان اسی قرآن پر ہے۔ ہم اس کو صدق دل سے مانتے ہیں۔ اور اس بات پر حلفیں اٹھاتے ہیں کہ یہی آمادہ ہو جاتے ہیں کیونکہ شیعہ مذہب میں جیسا کہ آگے مفصل ذکر ہو گا۔ تفتیہ کرنا (جھوٹ بولنا) ثواب عظیم ہے۔ چنانچہ استدلال میں وہ شیخ صدوق کی کتاب العقائد پیش کر دیا کرتے ہیں جس میں لکھا ہے کہ ہم اسی قرآن کو مکمل سمجھتے ہیں۔ اس حالت میں تاواقف اہل السنۃ مسلمان دھوکہ میں آ جاتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ اس بارہ میں تقدیر علماء شیعہ کا اختلاف ہے۔ ان کے بڑے ثقہ ائمہ حدیث و تفسیر قرآن کے ناقص غلط غیر صحیح الترتیب ہونے کے قائل ہیں جن میں سے ذیل میں چند اکابر علماء شیعہ کے نام لکھے جاتے ہیں۔ (۱) ثقہ الاسلام ابو یعقوب محمد بن اسحاق الطکینی مصنف مہول و فروع کافی (۲) شیخ جلیل علی بن ابراہیم قمی شیخ الطکینی (۳) شیخ احمد بن ابوطالب البطرس (۴) علامہ ذری مصنف فضل الخطاب (۵) شیخ مفید (۶) محقق داماد (۷) علامہ مجلسی لیکن بعض اس خیال سے کہ یہ عقیدہ نیکر مسلمانوں کی صف میں شامل ہونا مشکل ہے۔ تحریف کے شکر ہوئے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ قرآن کامل اور صحیح ہی ہے۔ جو بین الدفتین موجود ہے۔ ان کے اسما حسب ذیل ہیں۔

(۱) شیخ صدوق مصنف کتاب العقائد (۲) شریف مرتضیٰ (۳) ابو جعفر طوسی مصنف تہیان

(۳) شیخ ابو علی الحارثی مصنف تفسیر مجمع البیان -

ہمارے معاصر شیعہ پہلے زمرہ سے متعلق ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دوسرے گروہ نے محض تفسیر ایسا کہیا ہے کہ قرآن میں تحریف نہیں۔ دل سے وہ بھی تحریف کے قائل ہیں بشیعہ کا یہ قول قرین قیاس بھی ہے۔ کیونکہ منکران تحریف میں سے شیخ صدوق کے متعلق علامہ نوری اپنی کتاب فصل الخطاب مطبوعہ طہران ص ۱۱ میں لکھتا ہے۔ **الضَّعِيفُ فِي حَقَائِدِهِ مَثَرُ سَلَاةٍ أَمَّا الْأَمَلُ الْمُؤْمِنِينَ**۔ **مَجْمَعُ الْقُرْآنِ فَلَدَنَا بِمَا بِهِ فَتَقَالُ هَذَا كِتَابٌ رَبِّكُمْ كَمَا أَنْزَلَ عَلَيْنَا نَبِيِّكُمْ لَمْ يَزِدْ فِيهِ حَرْفٌ وَلَا نَقَصَ مِنْهُ حَرْفٌ تَقَالُوا إِلَّا حَاجَةً لَنَا فِيهِ عِنْدَنَا مِثْلُ الَّذِي عِنْدَكُمْ فَإِنْ نَصَرْتَهُ وَهُوَ يَقُولُ فَلْيَنْدُبْكُمْ وَرَأَى ظُهُورَهُمْ وَاشْفَوْا بِهِ ثَمًّا قَلِيلًا فَبَدَسَ مَا يَشَارُونَ** (ترجمہ: شیخ صدوق نے اپنی کتاب عقید میں مسلمانوں کی برجات ابیر علیہ السلام قرآن جمع کر کے لائے۔ اور کہا یہ قرآن ہے جیسا کہ تمہارے نبی پر نازل ہوا۔ اس سے ایک حرف زیادہ یا ایک حرف کم نہیں ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں اس کی حاجت نہیں ہے۔ ایسا ہی قرآن ہمارے پاس موجود ہے۔ پھر جناب ابیر واپس چلے گئے۔ یہ پڑھتے ہوئے فہمید وہ وراء ظہورہم الخ توجیب شیخ صدوق کو بھی اس کے اتفاق ہے کہ اصلی قرآن تھا جو حضرت علیؑ نے جمع کر کے لوگوں کے پیش کیا تھا۔ اور انہوں نے نہ مانا تو جناب خفا ہو کر چلے گئے۔ تو پھر شیخ صدوق دل سے اس قرآن کو جو حضرت علیؑ کا جمع کیا ہوا نہیں ہے کس طرح کامل و مکمل مان سکتے ہیں؟ تاہم ظاہر داری کے لحاظ سے جو انہوں نے ایسا لکھ دیا ہے۔ اس کا جواب دیا جانا بھی ضروری ہے۔

سو واضح ہو کہ ان دونوں فریق (قائلین تحریف و منکرین تحریف) کے اس کا قول قابل قبول ہوگا جس کی تائید میں احادیث مرویہ اللہ اہل بیت پائی جائیں۔ سو پہلے فریق قائلان تحریف نے اپنی دلائل میں بہت سی احادیث مرویہ اللہ اہل بیت پیش کی ہیں۔ جیسا کہ اوپر بحث ہو چکی ہے۔ مگر دوسرے فریق کا صرف اپنا ہی قول ہے۔ کوئی حدیث دلیل میں وہ پیش نہیں کرتے پھر ان کا قول بلا دلیل کس طرح مانا جا سکتا ہے۔ البتہ پہلا فریق اپنے دعوے کے متعلق ایک دو نہیں۔ بلکہ بے تعداد احادیث پیش کرنے کا مدعی ہے۔ بلکہ علامہ نوری نے اپنی کتاب فصل الخطاب ص ۱۱ میں یوں لکھا ہے۔ **وَهِيَ كَثِيرَةٌ جِدًّا** **حَتَّى قَالَ السَّيِّدُ نِعْمَةُ اللَّهِ أَجْمَعُ أَثَرِي فِي بَعْضِ مَوَاقِفِهِ كَمَا حَكَى عَنْهُ أَنَّ الْأَنْجَاءَ**

اللہ علیٰ ذلک تزیید علیٰ ألفی حدیث وادعی استقامۃ جماعۃ کاملۃ  
والمحقق الداماد والعلامة المجلسی وغیرہم بل الشیخ ایضاً صرح فی دبستان  
بکثرتہا بل ادعی تواثرہا جماعۃ یأتی ذکرہم (توجہ احادیث جو قرآن  
موجودہ کو محرف ٹھہراتی ہیں۔ بہت زیادہ ہیں۔ حتیٰ کہ سید نعمۃ اللہ جزائری نے اپنی  
بعض تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ کہ ایسی احادیث دو ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔ اور ان  
سے مستفیض ہونے کا ایک بڑی جماعت نے دعوے کیا ہے جن میں سے شیخ مفید  
اور محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ ہیں۔ بلکہ شیخ نے دبستان میں ان کی کثرت کی تصریح کی  
ہے۔ بلکہ ایک جماعت نے جن کا ذکر آگے آئیگا۔ ایسی احادیث کے متواتر ہونے کا بھی  
دعوے کیا ہے)

تو اب ایک طرف تو ایک ایسی جماعت ہو جو کس بار دیں دو ہزار سے بھی زیادہ احادیث  
پھر متواتر ہونے کا ثبوت پیش کریں۔ اور دوسری طرف معدودے چند اشخاص ہوں جن  
کے دعوے کی تائید میں ایک حدیث بھی نہ ہو۔  
ما نظرین خیال کر سکتے ہیں کہ شیعہ مذہب کے صحیح ترجمان ان میں سے کون ہیں؟  
لاحالہ کہنا پڑیگا۔ کہ شیعہ مذہب کے صحیح ترجمان پہلی جماعت کے آدمی ہیں۔ اور دوسرے  
گروہ کے لوگ صرف نفی کی آڑ میں لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں پس سنی  
مناظر کو چاہیے کہ اگر کوئی شیعہ اصول کافی وغیرہ کتب احادیث کی مستند احادیث جن  
سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ شیعہ اس قرآن کو نہیں مانتے کے مقابلہ میں شیخ صدوق وغیرہ  
کی کتاب پیش کرے۔ تو اس کو چیلنج دیا جانا چاہئے کہ اگر یہ احادیث نہیں مانتے تو  
اس کے جواب میں اسی پایہ کی احادیث مرویہ ائمہ اہل بیت پیش کرے۔ ورنہ تسلیم کر لو کہ  
تمہارا ایمان اس قرآن پر نہیں ہے۔ نہ ہو سکتا ہے۔

## عقلی دلیل

نقلی دلائل مذکورہ بالا کے علاوہ عقلی دلیل اس امر کی کہ شیعہ مذہب اور ان کے عقائد  
کے روئے اس قرآن پر ان کا ایمان ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ ہے کہ شیعہ مانتے ہیں۔  
کہ یہ قرآن جمع کردہ علیؑ نہیں ہے۔ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ یہ قرآن حضرت ابوبکرؓ اور

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اہتمام سے جمع اور مرتب ہوا ہے۔ شیعہ ان ہر وہ صحابہ کو  
 مسلمان نہیں بلکہ (معاذ اللہ) کافر و منافق سمجھتے ہیں۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ  
 ایک غیر مسلم عقیدہ خدا و رسول پر ایمان نہیں ہے۔ اور بقیہ شیعہ ان کو رسول اللہ سے  
 اس قدر دشمنی تھی کہ ان کا جنازہ نہ پڑھا۔ ان کے چچا زاد بھائی (دواماد اور وصتی سے  
 خلافت غصب کرنی۔ رسول کی بیٹی خاتونِ جنت کا ورثہ (فدک) دیا لیا۔ ان کی سخت  
 بھیڑیائی کی گئی۔ بلکہ (معاذ اللہ) ان کے پیڑ پر لات مار کر حمل گرا دیا گیا وصتی رسول علی  
 کے گلے میں رشتہ ڈال کر گھسیٹ کر لے گئے۔ اور سیت ابو بکرؓ پر مجبور کیا۔ یہ سب  
 کچھ شیعہ کی سند کتب میں درج ہے) پھر یہ لوگ جمع و ترتیب قرآن کے وقت ایسے  
 متدین بن جائیں کہ اس میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہ کریں جب ان کو معلوم ہو گیا  
 کہ حضرت علیؓ ان کے دباؤ میں ایسے آگئے ہیں کہ ان کی زور و جبر و خمر کی اس قدر بے ادبی  
 ہوتی ہے۔ ان کو گھسیٹ کر لیجا یا جاتا ہے۔ بگڑا رہے خون کے وہ لب کشائی نہیں  
 کرتے۔ اور دوسرے لوگ سب ان کے زیر نگین ہو گئے ہیں۔ کوئی ان کے مزاحم  
 نہیں ہو سکتا۔ تو وہ قرآن کی آیات حسبِ منشاء خود (جن میں ان کی توصیف اور مخالفت  
 کی ہتک ہو) گھڑ کر داخل کر دیں۔ یا بہت سادہ قرآن کا جو ان کی منشاء کے خلاف  
 ہو۔ ہیچ میں سے نکال ڈالیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس دستاویز میں ایک لفظ میں بھی  
 جملہ ساری سر کے تغیر و تبدل کر دیا جائے۔ وہ دستاویز ساری کی ساری مشکوک اور  
 ردی ہو جاتی ہے۔ نیز جس دستاویز کا کاتب ثقہ قابلِ اعتبار نہ ہو۔ وہ یقیناً پایہ اعتبار  
 سے گر جاتی ہے پھر جب تک یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ  
 اکمل الایمان خائف من اللہ اپنے نبی کے سچے عاشق آپ کے اہل بیت کے محب صادق  
 اور قرآن پاک پر جان نثار تھے۔ اور ناممکن تھا کہ وہ قرآن پاک میں حرف تو حزن و رنج  
 یا تشدد و تکلم بھی تغیر و تبدل ہونے دیں۔ تب تک قرآن کے کامل و مکمل ہونے پر یقین  
 نہیں کیا جاسکتا۔ چونکہ شیعہ عداوت اصحابِ ثلاثہ میں اس قدر غلو کر گئے ہیں کہ ان کو  
 بدنام کرنے کے لئے اسد اللہ الغالب (حضرت علیؓ) اور جگر گوشہ رسولؐ (فاطمہ الزہراءؓ)

سیدہ حمیدہؓ میں ہے۔ سیدہ برکتؓ عمرؓ و دیکر ایسٹان + دوم در کتب خالد پہلوان  
 فکندہ در گردن شیراز + کشیدہ اور ابراہیم بکر



زخمت توین نہ تنگ کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اسی عداوت کی وجہ سے وہ قرآن کے بھی منکر ہو کر ستر گز طویل مصحف قرآن کے سرچیدہ بڑا۔ مصحف فاطمہؑ ۱۷ ہزار آیات کی دور از عقل و قیاس روایات گھڑ کر سادہ لوح شیعوں کو بہکانے پر مجبور ہو گئے ہیں شیعہ حضرات خود تو قرآن سے منکر ہوئے ہی ہیں۔ جب اس میں پڑ کر وہ خرمندہ ہوتے ہیں تصحیح کتبخی کی راہ اختیار کر کے اٹھے اہل سنت کو الزام دیتے لگ جاتے ہیں۔ کہ کُسی بھی تحریف قرآن کے قائل ہیں۔

## الٹا چور کو توال کوٹانٹے

یہ عجیب الزام ہے۔ جو شیعہ جواب سے عاجز ہو کر کمال ڈھٹائی سے کہنے لگ جاتے ہیں۔ کہ تم لوگ بھی تحریف قرآن کے قائل ہو بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ کُسی لوگ جو صدیق و فاروق۔ ذوالنورین کو اپنے پیچھے پیشوا انجم الابدار مانتے ہیں۔ یہ کہنے کی جرأت کریں کہ انہیں قرآن میں تحریف کر دی ہے۔ کلاً دعاشا لکسی سنی کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہے۔ کہ ہمارا قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ ہم کسی دوسرے قرآن کے منتظر ہیں۔ نہ ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ کہ قرآن کو امام ہندی علیہ السلام لیکر غار سرین رائے میں چھپے ہوئے ہیں۔ یہ عقیدہ شیعہ کو مبارک ہو۔ ہم ٹنکے کی چوٹ کہتے ہیں۔ کہ کوئی سنی اس بات کا قائل نہیں ہے۔ کہ قرآن موجودہ میں کوئی کسی قسم کی تحریف ہوئی ہے۔

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ در منثور یا اتقان میں ایسی روایات ہیں۔ کہ فلان سورہ اتنی آیت کی تھی۔ اب اتنی ہے۔ یا فلان آیت یوں تھی۔ اب یوں ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ہمارا ایمان در منثور یا اتقان پر نہیں ہے۔ نہ ہم امام سیوطی کے مقلد ہیں۔ محققین نے جیسا کہ مقدمہ تفسیر حقانی میں مشہور ہے۔ ان تفاسیر کو نویں طبقہ میں شمار کیا ہے۔ جو نویں صدی کے بعد تصنیف ہوئیں۔ ان میں رطب و یابس صحیح و سقیم ہر قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔

علامہ ازین اتقان یا در منثور میں ہرگز کہیں نہیں لکھا ہوا کہ قرآن میں کوئی تحریف کی گئی ہے۔ بلکہ انہوں نے نسخ کا بیان کرتے ہوئے آیات منسوخہ کے اقسام لکھے ہیں جن میں سے ایک قسم آیات منسوخ التلاوة ہے۔ جو پہلے نازل تھیں۔ لیکن بعد میں منسوخ التلاوة ہو گئیں۔ اور یہ واقعہ عہد نبویؐ کا ہے۔ نہ بعد کا۔ غرض اس مسئلہ کی مفصل بحث مولانا مولوی عبدالمجید

صاحب نے اپنے رسالہ انجمن اور مولوی نذیر بخش صاحب ایم اے توکلی نے تحفۃ الشیعہ میں لکھی ہے۔ اس لئے اس موقع پر ہم اس بحث کو دوبارہ نہیں چھیڑنا چاہتے۔ ہاں شیعہ کو متحدی سے کہتے ہیں کہ آپ یہ ثابت کر دیں کہ کوئی سنی ثقہ عالم محدث یا مفت تحریف قرآن کا قائل ہے۔ تو ہم آپ کو ایک ہزار روپیہ انعام دیے کو تیار ہیں۔ مگر یہ خوب سمجھ رکھیں کہ نسخ اور حیر ہے۔ اور تحریف اور ہے شیعہ اگر اس دعوے میں پہچے ہیں۔ تو سامنے آئیں۔ لیکہزار روپیہ کی بازی جیتیں  
**هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ**

جناب من اجلہ! الدین سیوطی مضافہ درمنثور و اتقان نے اپنا عقیدہ دوبارہ ترتیب آیات بخاریت ذیل میں جو اتقان میں ہے۔ واضح کر دیا ہے۔ **اَلْاَجْمَاعُ وَالنَّصُوصُ لِمُتَرَادِفَةٍ** علی ان ترتیب آیات فی سورہا بتوفیقہ صلی اللہ علیہ وسلم و امرہ من غیر خلاف فی ہذا ایکون المتساوین (ترجمہ: نصوص متواترہ اور اجماع کے یہ بات ثابت ہے۔ کہ آیات کی ترتیب جو سورتوں میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی ہے۔ اس میں کسی مسلمان کا بھی اختلاف نہیں۔ مصنف اتقان نے اس دعوے کے اثبات میں بخاری مسلم سنن اربعہ کی احادیث صحیحہ نقل کر کے ثابت کیا ہے۔ کہ بلاشبہ ترتیب خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی۔

اسی طرح امام بخاری شرح السنہ میں لکھتے ہیں۔ **اَلصَّحَابَةُ اَجْمَعُونَ بَيْنَ الدَّقَّتَيْنِ خَرَأَنَ الَّذِي اَنَّ لَدَ اللّٰهِ عَلَى رَسُوْلِهِ مِنْ غَيْرِ اَنْ نَادَوْا اَوْ نَقْصُوا مِنْهُ شَيْئًا وَلَكِنْوَمَا سَمِعُوْا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّ اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ مِنْ غَيْرِ اَنْ قَدَّوْا نِیْثًا اَوْ اَخْرَجُوْا وَاَوْ لَمْ یُقْضِعُوْا لَہُ تَنْ تِیْبًا لَمْ یَاْخُذُوْا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ** یعنی صحابہ نے قرآن کو اسی طرح رکھا جیسا کہ رسول خدا پر نازل ہوا تھا بغیر اس کے کہ اس میں کچھ کمی بیشی کی گئی ہو۔ پس جس طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ اسی طرح رکھا۔ بغیر اس کے کہ اس میں کچھ تقییم و تاخیر کی ہو۔ یا اس کو کسی دوسری ترتیب سے مرتب کیا ہو۔ جس کو حضور علیہ السلام انہوں نے حاصل نہ کیا تھا۔

اب مولانا جلال الدین سیوطی اور دیگر مفسرین کی ایسی تصریح ہوتے ہوئے جو شخص کہے کہ یہ لوگ تحریف کے قائل تھے۔ سچہ دلاوہ است و زور کہ کلف چراغ دارد کا مصداق بنتا ہے ہاں صاحب! تحریف قرآن کے قائل وہ لوگ ہیں۔ جو حسب ذیل عقاید رکھتے ہیں۔ یا انکی

مسند کتابوں میں احادیث مرویہ ایہ اہل بیت اس مضمون کی پائی جاتی ہیں۔

(۱) پہلی قرآن جو جبرائیل نے رسول خدا پر نازل کیا۔ ۷۰ ہزار آیات کا تھا۔ (۲) صلی قرآن وہ تھا جو حضرت علی نے جمع کر کے صحابہ کو دکھایا۔ انہوں نے قبول نہ کیا۔ (۳) صلی قرآن وہ ہے جس میں آیات اسی طرح درج ہیں۔ جو عشرہ کاملہ میں درج کی گئی ہیں۔ (۴) صلی قرآن حضرت امام ہندی علیہ السلام کے پاس ہے۔ جب آئینکے۔ توشیحہ کو دکھائی گئے۔ (۵) شیعہ کا ایک قرآن ستر گز لمبا ہے۔ (۶) ایک اور قرآن مصحف قاطعہ اس قرآن سے سہ چند بڑا ہے اور اس میں اس قرآن کا ایک حرف پایا نہیں جاتا (۷) ایک اور قرآن چمڑے کا بڑا ٹھیکلا ہے جس میں اولین و آخرین کے علوم بھرے ہیں۔ (ان سب کے حوالجات پہلے مذکور ہو چکے ہیں) اب انصاف تو یہ ہے کہ اسی ترتیب سے ہماری کتب محلح سہ سے ہمارے اس طرح کے عقائد یا کوئی ایک عقیدہ بھی احادیث صحیحہ سے ثابت کیا جائے۔ اور ایک ہزار انعام لیا جائے کیا کوئی شیعہ ہے۔ جو خم ٹھونک کے میدان میں نکلے۔ میں تو کہہ چکا۔ کہ سہ نہ تھوار اُن سے اُٹھے گی نہ خنجر یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

## دوسری دلیل شیعہ کا حافظ قرآن نہ ہونا

علاوہ ازیں عقیدہ کی پرتال کے لئے ہر شخص کا عمل و فعل دیکھا جاتا ہے۔ اگر عمل قول کے مطابق نہ پایا جائے۔ تو یہی سمجھا جاتا ہے۔ کہ یہ شخص دل سے اس امر کا معتقد نہیں ہے۔ سو سب بارہ میں فرقین کا قتال دیکھنا چاہئے۔ کہ دونوں میں سے کس فرق کو عملی طریق سے قرآن سے انس و محبت ہے۔ سو ظاہر ہے۔ کہ سنی قرآن کریم کو حرز جان سمجھتے ہیں۔ حفظ قرآن ان کو در ثنہ میں ملا ہوا ہے۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں حفاظ قرآن سنیل میں ملیں گے۔ لیکن بقابلہ اس کے چراغ لیکر دھو تھو۔ اور ہند و پنجاب کی خاک چھان مار دے تو ایک حافظ بھی شیعہ سے ملنا دشوار ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اہل سنت کی طرف سے ہمیشہ افامی اشتہارات پھرتے رہتے ہیں۔ لیکن شیعہ کوئی ایک حافظ قرآن بھی پیش کرنے سے عاری ہیں۔

منت سے ہمارے دوست حاجی غلام حسین صاحب تلنگنی نے ایک افامی اشتہار شائع کر کے شیعیان پنجاب کو جلیج دے رکھا ہے لیکن اس کا جواب اب تک شیعہ حضرت

کی طرف سے بجز گالی گلوچ کے کچھ نہیں ملا۔ ثبوت کے لئے درخیز سیالکوٹ کے پرچے دیکھو کوئی پرچہ ایسا نہیں لگا جس میں حاجی موصوف کو حافظ گالیاں دیکر اپنے عجز کا ثبوت نہ دیا ہو۔ سچ ہے کہ اِذَا لَيْسَ الْاِنْسَانُ طَال لِسَانُهُ كَسَيُّوْهُ مَعْلُوْبٌ اَيُّوْلٌ عَلٰى اَكْلَبِ (توجہ) جب آدمی مقابلہ سے عاجز آجاتا ہے تو گالی گلوچ پر اتر آتا ہے۔ جیسا کہ معلوب بنی کھسیانی ہو کر گتے کے منہ پر آنے لگ جاتی ہے۔

## لطیفہ

تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ چکوال میں شیعہ سنی کے با متقابل جلسے ہوئے تھے۔ اس جلسہ میں ایک مولوی کفایت حسین پٹا در سے تشریف لائے تھے۔ جن کے نام کے ساتھ حافظ کی تسم لگی ہوئی تھی۔ خاکسار نے اپنے وعظ کے دوران میں ہزاروں کے مجمع میں چیلنج دیا۔ کہ اگر مولوی کفایت حسین حافظ قرآن ہے۔ تو کل ہمارے حافظ کے مقابلہ میں سراجلاس مجمع عام میں پانچ پارہ قرآن شریف صحت کے ساتھ سنادے۔ سورہ انعام دیا جاوے گا۔ یہ اعلان سنکر شیعہ باپن میں گھبراہٹ پیدا ہو گئی۔ خط و کتابت ہونے لگی۔ آخر شیعہ نے دو ماہ کی مہلت مانگی۔ ہم نے کہا۔ یہ مہلت بھی منظور ہے۔ لیکن اس صورت میں آپکو پانچ حافظ پیش کرنے ہوں گے۔ اور ہم ان کے مقابلہ میں پچاس حافظ پیش کریں گے۔ شیعہ جھجکا کر بولے۔ ہم ایک بھی مشکل پیدا کر سکتے ہیں۔ پانچ حافظ کہاں سے لائیں۔ ہم نے کہا۔ کہ آپ تیج بھی کہلاتے ہیں۔ اس لئے پانچ حافظ آپ ضرور پیش کریں۔ یہ سنکر تیج ہو گئے۔ اندہ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ ہمارے ایک ہونٹن شیعہ سید عید شاہ صاحب چوہان کہنے لگے۔ نہیں میں میرے ہوں۔ اس لئے ایک ہی حافظ کی شرط رہنی چاہئے۔ آخر ایک کی شرط بھی منظور کی گئی۔ لیکن بیجاو گند گئی۔ نہ کوئی حافظ آیا۔ نہ شیعہ بیچارے میدان میں نکلے۔

یہ فیکٹ (امرواقع) ہے۔ کہ شیعہ ہرگز حافظ قرآن ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ جب تک کسی چیز سے محبت نہ ہو۔ وہ دل میں گھیر نہیں کر سکتی۔ چونکہ شیعہ کا قرآن موجودہ پر ایان نہیں ہے۔ اور وہ اس سے دل سے متنفر ہیں۔ اس لئے ان کا حافظ ہونا محال ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ یہ رکھیگا بغض صحابہ سے جو کوئی انسان + ہمارا دعوئے ہے ہو گا نہ حافظ قرآن



لاریب حفظ قرآن کی نعمت فرقہ حقہ اہل السنۃ والجماعۃ کو ہی نصیب ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَا یَمْسُکُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ اس لیے پاکیزہ عقائد کے مسلمان جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب و ازواج و اہل بیت سے سچی عقیدت رکھتے ہیں۔ وہی اس پاک کلام الہی کے حافظ ہو سکتے ہیں۔ اور یہی فرقہ شہادت قرآن مومن کامل ہے۔ الَّذِینَ یَتْلُوْنَهُ حَقَّ تِلْوَیْتِهِ اُولَئِکَ یُؤْتِیْهِمْ مِّنْهُم مَّا یَشَآءُوْنَ وَ مَنْ یَّکْفُرْ بِهٖ فَاُولَئِکَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (جو لوگ قرآن کی تلاوت کا پورا حق ادا کرتے ہیں۔ وہی مومن بالقرآن ہیں۔ اور جو لوگ اس سے منکر ہیں۔ وہ غائب و خاسر ہیں۔)

ہر خدشہ شیعہ کو شمش بھی کرتے ہیں۔ کہ کوئی حافظ قرآن ہم بھی پیدا کریں۔ لیکن یہ اس سعادت بزرگ بازو نیست تانہ بخشہ خدا کے بخشندہ وہ اس نعمت الہی سے محروم ہیں۔ اور نہیں گے۔

اباشیہ کے عدم ایمان بالقرآن کی بحث ختم ہو چکی۔ اور خدا کے فضل سے ہر مین قاہرہ عقلی و عقلی سے ہم نے اپنے دعوے کو ثابت کر دیا ہے۔ جس کا جواب شیعہ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ اب میں ایک معجزہ الہی اور اسلئے فضائل اصحاب ثلاثہ کو شروع کرتا ہوں۔ پہلے قرآنی اولاد پیش کی جائیں گی۔ اور من بعد شیعہ کی مستند کتب سے استدلال کیا جائے گا۔

## فضائل اصحاب ثلاثہ کا ثبوت قرآن کریم سے

یوں تو قرآن کریم اول سے آخر تک فضائل مہاجرین و انصار ارجن میں سے اصحاب ثلاثہ کا نمبر اول ہے) کے بھر ہوا ہے۔ اور اصحاب کبار کے فضائل و مناقب کا ایسی صراحت و وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ کسی مخالف و موافق کو انکار کی گنجائش نہیں۔ مگر ہم اس موقع پر خید ایسی آیات پیش کریں گے جن سے ثلاثہ لفظ کی فضائل روز روشن کی طرح واضح ہیں۔

(۱) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھُمْ جُرُادٌ وَجٰہِدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰدُوْا وَنَصَرُوْا اُولَئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۙ اُولَئِکَ لَھُمْ مَّغْفِرَةٌ ۙ وَ رِزْقٌ کَرِیْمٌ ۙ یَّارُوْہُ ۙ

سورۃ انفال رکوع ۶ (ترجمہ جو لوگ ایمان لائے۔ اور خدا کی راہ میں ہجرت کی اور چہا

کیا۔ اور جنہیں نے مسلمان مہاجرین کو پناہ دی۔ اور ان کی مدد کی۔ وہ لوگ بالتحقیق  
مومن ہیں۔ ان کے لئے غفران اور اعلیٰ نصیب (بہشت) ہے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے بڑی صفائی سے کھلے الفاظ میں اصحاب ثلاثہ کے ایمان  
حقیقی اور ان کے بخشا جانے اور صفتی ہونے کی تصدیق فرمائی ہے۔ اصحاب ثلاثہ بیشک  
وَالَّذِينَ آمَنُوا الْاِخْوَةَ کے پورے طور مصداق ہیں جو آنحضرتؐ کے ساتھ ایمان لائے آپ  
کے ساتھ خدا کی راہ میں ہجرت کی۔ کفار سے جہاد کئے۔ پھر اولین مہاجرین ہونے کے باعث  
پچھلے مہاجرین کی امداد اور نصرت بھی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان اوصاف جمیلہ کے باعث ان  
کے کمال ایمان مغفرت اور بہشتی ہونے کی شہادت دی ہے۔ پھر جو شیخہ ان کو معاذ اللہ  
منافق و کافر کہتے ہیں۔ وہ قرآن کو جھٹلاتے اور اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں۔  
آیت میں اُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ کے بعد حقا کی تاکید اور اس کے بدلہ ہم مغفرت و  
نفاق کو دیکھ کر جملہ واقعی خلفاء ثلاثہ کے حقیقی کامل و مکمل ایمان کی بڑی زبردست الہی  
شہادت ہے۔ اگر کسی بانیب کے دل پر ختم اللہ الخ کا قفل نہ لگ گیا ہو۔  
تو پھر ایسی زبردست رحمانی شہادت کے بعد ممکن نہیں کہ خلفاء ثلاثہ کے ایمان اور ان  
کے فضائل میں کچھ شک و شبہ کی باقی گنجائش رہ جائے۔

۴۰) وَالَّذِينَ هُمْ اَخْرَجُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنَبُوًّا اَنْجَمُوْا فِي الدُّنْيَا  
حَسَنَةً وَلَا يَجْرُ الْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ پارہ ۴ سورہ نحل رکوع ۱۲  
(ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ ان کے مظلوم ہونے کے بعد ہم  
ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیئے۔ اور قیامت کا اجر تو بہت بڑا ہے)

باری تعالیٰ نے اس آیت میں ان مہاجرین کاملین کی شناخت کا جہیز نے  
محض خدا کی راہ میں سچی نیت سے ہجرت کی۔ اور اتباع رسولؐ میں اپنا وطن چھوڑا۔ ایک  
عمدہ نشان بتلادیا ہے۔ وہ یہ کہ ان کی اس قابل قدر سچی جانفشانی اور مخلصانہ خدمت  
کا معاذ اللہ ان کو دنیا میں بھی عطا ہوگا۔ لَنَبُوًّا اَنْجَمُوْا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً (یعنی دنیا میں ان  
کو سبب طیب (خلافت) عطا ہوگی۔ اور قیامت میں تو ان کا رتبہ بہت ہی اعلیٰ ہوگا۔ اب  
ہم اس بین نشان سے سچے اور جھوٹے مقبول اور غیر مقبول گروہ کا پورا امتیاز کر سکتے ہیں  
کہ جس گروہ کے حق میں یہ پیشینگوئی (وعدہ الہی) پوری ہوئی۔ وہ خاص مقبول درگاہ یزدی

ہے۔ اہم شیعہ صاحبان سے پوچھتے ہیں؟ کہ یہ پیشینگی اصحاب ثلاثہ کے حق میں پوری ہوئی یا نہ؟ مانتا پڑیگا۔ کہ پوری ہوئی۔ اور بڑی صفائی سے اس سے بہتر دنیا میں اچھا ٹھکانہ کیا ہو سکتا ہے؟ کہ اصحاب ثلاثہ آنحضرتؐ کی زندگی میں مقرب خاص اور حضوری رہے۔ اور آپ کے ارتحال کے بعد آپ کی مقدس اور مبارک سند پر جاگزین ہوئے۔ خلافت رسولیؐ کی کرسی کا اعزاز نصیب ہوا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی نے ان کو سچا خلیفہ ماکمل اطاعت کی۔ اور بڑی عزت سے خود مختار بادشاہت کرتے رہے۔ تمام اعداء دین و مخالفین اسلام کو نیست و نابود کر کے کافرانہ نام کو اسلام کا حلقہ بگوش بتایا قیصر و کس کے تخت کے ماتک ہو گئے۔ اور تمام کبر و زمانہ کی گردنیں ان کے سامنے جھک گئیں جس قدر فتوحات ملکی ان کو نصیب ہوئیں۔ ان کی شہادت اب تک تاریخ عالم میں موجود ہے۔

لَنُبَيِّنَنَّكُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ كَمَا وَعَدَ الْهٰی تُوْپَرَا ہو گیا۔ اور کاجو الاخریٰ الکی کا وعدہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ آخرت میں پورا ہو گا کیونکہ خدا کے پاک اور حتمی وعدوں میں تخلف نہیں ہے یسوعؑ بتلاشیں۔ کہ کیا خدا کے اعزازی وعدے منافقین اور مغشوس ایمان لوگوں کے حق میں پورے ہوا کرتے ہیں؟ یا اُن کے سچے مخلصین عباد صالحین ہی ان سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ انصاف! انصاف!!

(۳) اَلَّذِیْنَ اٰخَرُ جُوعًا مِنْ دِیَارِهِمْ یَغٰیثُ حَقَّ اِیْکَا اَنْ یَّقُوْا دُبْنَا اللّٰہُ ۖ پارہ ۷۱ سورہ حج رکوع ۱۳ (ترجمہ: جو لوگ اپنی دیار سے ناکام لے گئے صرف اس بات پر کہ کہتے تھے۔ ہمارا رب ایک خدا ہے) اس آیت میں بھی ان مہاجرین کی شناخت بتلائی گئی ہے۔ کہ ہاجر وافی سبیل اللہ کے مصداق وہی لوگ ہیں۔ جو صرف خدا کی توحید کا کلمہ پڑھنے پر اپنے گھروں سے نکال دیے گئے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے؟ کہ اصحاب ثلاثہ کسی سر قریا و کیتی کے جرم پر اپنے وطن سے نکال دیے گئے تھے۔ یا کسی اور بات پر اپنی دیار چھوڑ کر بیٹھے تھے۔ ہرگز نہیں۔ صرف اسی دعوے مرئینا اللہ کے برے جو مخالفین اسلام کو ناگوار گذرتا تھا۔ گھروں سے بغیر کسی حق کے نکالے گئے۔ ان لوگوں کے حق میں اس آیت کی ابتدا میں درج ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِہُمْ لَہٰی یُّوْثِرُ یعنی خدا کے قیصر ان کا معاون و مددگار ہے) دیکھو یا یہ خدا کا وعدہ کیسا پورا ہوا؟ آخر کار یہی منصور جامع غلبہ رہی۔ اس آیت سے آگے انہی لوگوں کا نشان رب العباد ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے

الَّذِينَ اِنْ مَلَكَتْهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِاَلِ الْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (ترجمہ: یہ ایسا مخلص گروہ ہے کہ ان کو زمین پر تکس (آمد) حاصل ہو جائے۔ تو پھر بھی نمازیں پڑھتے۔ زکوٰۃ دیتے۔ بھلائی کا حکم کرتے۔ اور برائی سے منع کرتے ہیں) دیکھو یہ شان ان نفوس مقدسہ میں کیسا چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ مَلَكَتْهُمْ فِي الْاَرْضِ کے مصداق ہو کر منصب جلیل (خلافت) پر ممتاز ہو کر بھی مقیمین الصلوٰۃ و موثق الزکوٰۃ کے مصداق بنے ہیں۔ اور امر معروف اور نہی عن المنکر میں اپنی زندگی بسر کر گئے۔ انہوں نے شیعہ ایسے پاک نفوس کے حق میں بگمائی کرتے ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ کھلے کھلے نشان بتلا کر ان کی فضیلت کا ثبوت دے رہا ہے۔

(۴۴) لَقَدْ قَرَأَ الْمُبَارَكُ الْاٰیَاتِ الْاُولٰٓئِیْنَ اَخْرَجُوا مِنْ دِیَارِهِمْ وَامْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَیُضَرُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (ترجمہ: ۲۸ سورہ حشر، کوع ۴۴)

(ترجمہ:- واسطے ان مفلس مہاجرین کے جو اپنے دیار و املاک سے نکالے گئے جو اللہ کا فضل اور اس کی رضا مندی چاہتے ہیں۔ اور خدا اور اس کے رسول کی نصرت کرتے ہیں۔ مہربی لوگ سچے ہیں) اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے ان فقراء مہاجرین کو صادق و صدوق پھرایا ہے جو اپنے دیار و اموال چھوڑ کر محض خدا کے فضل اور اس کی رضا کی طلب میں جلاوطن ہو گئے۔ اِیْضًا قَرَأَ اللّٰهُ وَرَسُوْلَهٗ کے مصداق تھے شیعہ بتائیں کہ صحابہ ثلاثہ اس آیت کے مصداق ہیں یا نہیں۔ کیا وہ اپنی بستیوں اور اپنے مال و املاک چھوڑ کر تہدیت ہدیہ صرف خدا و رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مدینہ میں نہیں جا بیٹھے تھے۔ کیا رسول پاک کی نصرت و امداد میں کوئی دقیقہ باقی چھوڑا تھا؟ اگر جواب اثبات میں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو صادقین کا مبارک لقب عطا فرماتا ہے یا تم ہی بتاؤ۔ کہ کیا صادقین کا معنی منافقین کو بھی لے سکتا ہے۔ اللہ اللہ خدا کا یہ عطیہ صادق و صدیق کا مبارک لقب زبان زد خاص و عام شکرانہ فی بیچارے جل جہنم جاتے ہیں۔ اور جلدی دل سے کہنے لگ جاتے ہیں کہ اے بکرہ کو صدیق کا لقب کوئی خدا و رسول کی طرف سے تو نہیں ملا۔ بھائیو! ذرا آنکھیں کھولو۔ اور غور کرو۔ اُولٰٓئِكَ



ہم للضادِ قُوتٌ کہنے والا کون ہے۔ اگر یہ خدا کی کلام ہے۔ تو یقیناً سمجھو کہ اس فقرہ پاک کے اثر سے ابو بکرؓ کی نسبت وصفتِ صدق میں مبالغہ کا صیغہ (صدیق) مشہرتِ پیر ہوا۔ خدا نے اکرم کے عطیہ لقب صادقین کے خطابِ شہرہ سے ہر ایک شخص نے اپنے اپنے نصیب اور تہ کے مطابق حصہ لینا تھا۔ اور جیسا کہ ہجرتِ کریموں میں سے ابو بکرؓ رسول پاک کی نصرت میں سب سے اول نمبر رہے۔ آپ کی خدمت اور حفاظت کا حق تھا۔ ثور جیسے ہولناک مکان میں پورے طور پر ادا کیا۔ تین روزانہ اوار و برکات کا جنہوں نے تمام دنیا کو منور و مستفیض کرنا تھا تنہائی میں فیضان حاصل کیا۔ پھر آپ کے ہمرکاب مدینہ میں شدید سفر برداشت کر کے پہنچے۔ ویسا ہی یہ لقب بھی جو کہ پیشگاہِ حضور رب العالمین سے اس خدمت کے صلہ میں جملہ خدام کو بالعموم عطا ہوا تھا۔ ابو بکرؓ کو بلحاظ ان کی خدمات کے بالخصوص مبالغہ کے صیغہ میں تعریف میں عطا ہونا چاہیے تھا۔ جو ہوا۔ اب لامحالہ یہ صدیقی لقب خلیفہ اول کے لئے عطیہ انبوی ماننا پڑیگا۔

(۵) وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَوَضَعْنَا عَنْهُمْ وُزْرَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ پارہ ۱۱ رکوع ۲ سورہ توبہ (ترجمہ:- اور مہاجرین میں سے سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور انصار لوگ اور جو نیکی میں ان کے تابع ہوئے۔ خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے اور خدا نے ان کے لئے باغ تیار کئے ہوئے ہیں جن کے نیچے نہریں ہوں گی۔ وہ اس میں ہمیشہ عیش کریں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے)

اس آیت میں صحابہ کے مراتب کا بیان ہے۔ خداوند کریم نے سب کا ذکر درجہ وار فرما دیا۔ مدارج میں پہلے مہاجرین پھر انصار بعدہ تابعین ہیں۔ اسی ترتیب سے آیت میں ان کا ذکر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر سہ گروہ صحابہ کا جنتی ہونا۔ اور ان کو پروانہ خوشنودی بارگاہِ انبوی سے عطا ہونا بیان فرما دیا ہے۔ یہ آیت پکار کر کہنتی ہے۔ نہ خفیت میں مہاجرین دوسرے صحابہ کرام پر نفایت ہیں۔ اور پھر مہاجرین میں سے سب سے بڑا رتبہ اس شخص کا ہے جو سب سے سبق فی الهجرة مع الرسول ہے۔ جانتے ہو وہ شخص کون ہے؟ ابو بکر صدیقؓ ہے۔ جو حکم اس آیت کریمہ کے افضل الصحابہ ہیں۔ مکہ مکرمہ سے نکلنے کے

وقت پہلا شخص جو حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا یہ شیکاس کو پہنچا البھرۃ مع الرسول  
 کا فخر حاصل ہے۔ اور یہ اسلام اعراس میں ہے کہ وہ شخص ابو بکر صدیق ہی تھا۔ جو مکہ کے رسول  
 پاک کا پہلا قدم اٹھائے اور مدینہ میں آخری قدم رکھتے تک آپ کے تابع اور ہم قدم رہا۔  
 جس نے یہ مبارک اور پیہریدہ خدا سفر (ہجرت) اسی سردار و جہان محبوب عالمیان کے  
 ساتھ قدم قدم طے کیا۔ نہ نصیب ابو بکرؓ سے شان ابو بکرؓ جس کو سفر میں ایسا  
 خیر رفیق جس کے ہاتھ کے لئے سلطان عالم ملکوت بھی ترکتے ہیں۔ نصیب ہوا۔ یہ  
 چغوش باشد سفر آدم کے یار کے ہم سفر باشد چنان یار کے کہ یہاں خلقتش شد فرماید  
 سوار ماہ الخمل سوزش و شہر باشد و خلائش ملک صدیق پیر نامو باشد  
 لَا یَسْتَوِی مِنْكُمْ مَنْ اتَّقَى مِنَ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلْ أُولَٰئِكَ أَكْثَرُ دَرَجَةً  
 مِنَ الَّذِينَ اتَّقَوْا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا وَلَا تَعِدَ اللَّهُ الْمُحْسِنِیَ بِأَرْبَعِ سَوَکَ  
 حدید و کوع ۷۷ (ان اشخاص کی برابری کوئی نہیں کر سکتا۔ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے  
 اپنا مال خرچ کیا۔ اور پھر سے لڑے۔ یہ لوگ نبیؐ اعلیٰ درجہ والے ہیں، ان لوگوں  
 نے جنہوں نے فتح مکہ سے بعد مال خرچ کئے۔ اور دشمن سے لڑے۔ اور سب کے لئے  
 وعدہ بہشت خدا نے دیدیا ہے۔ اس آیت میں ایزد متعال نے اس بات کا فیصلہ فرما  
 دیا ہے۔ کہ فتح مکہ سے پہلے کے یاران رسولؐ جنہوں نے جانی و مالی خدمات کیں بہت  
 بڑا رتبہ رکھتے ہیں۔ اب کون شخص انکار کر سکتا ہے کہ صحابہ شمشیر پہلے گروہ میں داخل  
 ہیں۔ جو فتح مکہ سے پہلے اپنی مال و جان کو آقائے نابدار (رسول پاکؐ) پر نثار  
 کئے ہوئے تھے۔ اور کفار و انکار سے جہاد و قتال کرتے رہے۔ اس آیت کے رد  
 سے بھی ابو بکر صدیقؓ کی فضیلت کا نایاں ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ آپ ہی وہ شخص ہیں  
 انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اپنا سارا مال جو گھر میں رکھتے تھے۔ لاکھ  
 پیش کر دیا۔ اور خود ایک کبیل اور ڈھلایا پھر ابو بکر صدیقؓ ہی وہ شخص ہیں جن کے گھر  
 سے غار ثور میں سیدائش و جان (خداہ الی و امی) کا نان نفقہ پہنچتا رہا۔ کوئی نہیں  
 جو اس یار غار کی مہم سے کا دعویٰ کر سکے۔ و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء  
 (۱) هُوَ الَّذِي آتَاكَ نَصْرَهُ وَبَالُوْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَآلَفَتْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ  
 مَا فِي الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَا اَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِيْمٌ دِیَا اَیْهَا النَّبِیُّ

حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنْ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ پاره ۱۰ سورۃ انفال رکوع ۴  
(ترجمہ اس خدا نے اے رسول تجھے خاص نصرت سے تائید دی۔ اور مومنوں کی جہات سے اور ان کے دلوں کو جوڑ دیا۔ اگر تو ساری زمین کی دولت خرچ کر دیتا۔ ان کے دلوں کو جوڑ نہ سکتا تھا۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اے نبی تجھے کافی ہے اللہ اور تیرے پیروکار مومن۔)

اس جگہ خداوند کریم رسول پاکؐ اطمینان بخش الفاظ میں فرماتا ہے۔ کہ ہر چند کفار تجھے نکر لڑائیں۔ یقرا بال بینکا نہیں کر سکتے۔ دشمن کے مقابلہ میں آپ بالکل مطمئن رہیں۔ آخر میدان آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ دشمن تیرے مقابلہ کی کیا تاب رکھ سکتا ہے۔ جبکہ آپ کی حامی اور موید ایک تو ہماری خاص نصرت ہے۔ دوسرا آپ کے تحت وہ الہی پلیٹن ہے۔ جس کا معاینہ ڈاکٹری نسبت امراض قلبی (قساوت و جبن) وغیرہ کرنے والے ہم خود ہیں۔ ہم نے پہلے ہی منتخب کر کے آپ کی فوج میں وہ تمک حلال سپاہی بھرتی کئے ہیں جن کے دل جلد امراض سے پاک و صاف ہیں۔ ان کو ہمارے حضور سے ایمان (اخلاص و اطاعت فرمان) کا تمذہ مبارک خطاب مؤمنین عطا ہو چکا ہے۔

دوہم اس بڑے جملہ جنگی ملازمین کے منہ دل یا ہم ایسے جوڑ دیئے ہیں۔ کہ ممکن نہیں کہ کوئی ان میں کبھی پھوٹ ڈال سکے۔ اور یہ تالیف قلوب کسی انسانی حکمت کا کام نہیں تھا۔ اگر دنیا کے سارے خزانے بھی اس کام پر خرچ کر دیئے جاتے۔ تو ایسا ہونا ممکن نہ تھا۔ یہ صرف ہماری زبردست حکمت کا کام تھا۔ شیعہ صاحبان اس آیت پاک کے مضمون پر غور کریں۔ رب العباد نے کھلے الفاظ میں فرمایا ہے کہ جماعت رسولی میں تو ایک خاص مخلص پاک دل گروہ ہمارے خاص حکم سے داخل کیا گیا ہے جن کی صفائی پر کسی انسانی شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس خالص مخلص جماعت کو بارگاہ الہی سے مؤمنین کا لقب مل چکا ہے۔ پھر شیعہ باوجود الہی شہادت کے ان کی بابت کیسے اشتباہ کر سکتے اور اس لقب خداوند (مؤمنین) کا تمذہ ان سے چھین سکتے ہیں۔ دیکھو! جس فوج کے ہر ایک اوتے ملازم تک اس الہی تمذہ (ایمان) سے لیس ہو چکے ہیں۔ اس کے اعلیٰ انفرادی کا جو رتبہ حضور الہی میں ہو سکتا ہے۔ تم خود ہی قیاس کر سکتے ہو۔ اس جماعت میں تو جماعت

صوفی حرب السد (ابھی فوج) کے ہر ایک ملازم کی صفائی کی شہادت دی گئی ہے۔ اب اس اگلی آیت میں خاص اس فوج کے اعلیٰ افسران (سرواران) کے حالات حق تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔

(۴) مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ وَهَمَّاءُ بَيْنَهُمْ مُرُكَّوْنَ سَجَدًا يَتَّبِعُونَ فُضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سُبُلًا هُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ (ترجمہ: محمدؐ خاص خدا کا رسول ہے۔ اور جو لوگ اس کے ساتھ (اس کے خواص) ہیں۔ وہ کافروں پر سخت زور آور ہیں۔ آپس میں محبت کرنے والے ہیں۔ تو ان کو دیکھتا ہے رکوع سجدہ کرنے والے خدا کا فضل و رضا چاہتے ہیں۔ ان کے چہروں میں سجدہ کے نشان موجود ہیں) اس آیت میں حق سبحانہ و تعالیٰ ان خواصانِ بارگاہِ احمدی کے اوصافِ جمیلہ کا بیان فرماتا اور ان کی اعلیٰ اہمیت اور جو انفرادی اور باہمی اتفاق اور ان کے کثیر (کثیر چلن) اطاعت امر الہی کی تعریف کرتا ہے یعنی سرے اس اسلامی شہنشاہ کی فوج کی کمانڈر ان بہادروں کے ہاتھ میں ہے۔ جو دل سے اس شہنشاہ کا بروقت ساتھ دینے والے کَالَّذِينَ مَعَهُ کے مضمون اور معیت کے معنی پر خوب غور فرمائیے۔ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ دشمن کی فوج غریض و غضب سے ٹوٹ پڑنے والے۔ دشمن پر ان کی شدت۔ تہ و وصولت کا ایسا اثر پڑتا ہے۔ کہ دیکھتے ہی ان کے ہچکے چھوٹ جاتے ہیں۔ مَرَحَمَاءُ بَيْنَهُمْ آپس میں ایک دوسرے پر جان دیے والے۔ صحابہ کرام کے باہمی اتفاق نظر ہر کرنے کے لئے مَرَحَمَاءُ کا لفظ عجیب موزوں ہے۔ وصف رحیمیت ہزار اتفاق کو اپنے اندر لیٹے ہوئے ہے۔ اور واقعی اسلامی پیشواؤں کا اتفاق کوئی معمولی اتفاق نہ تھا۔ بلکہ وہ سچے مَرَحَمَاءُ تھے۔ اسی پاک وصف نے دشمن کے ہر ایک مقابلہ میں ان کو غالب اور فتحیاب کر دیا۔ بھلا معمولی اتفاق بھی مقابلہ دشمن کے لئے کاہلی کا باعث ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ اتفاق رحیمیت کی حد تک پہنچا ہوا ہو۔ جس پر ہزار اتفاق قربان ہے۔ انہوں اس مَرَحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کی مسلمہ وصف صحابہ کرام میں بھی شیعہ صاحبان دست اندازی کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تَرَاهُمْ مَرَحَمَاءُ سَجَدًا یعنی باوجود اس اقتدارِ عظیم کے جو ان اسلامی سرداروں کو حاصل ہے۔ پھر بھی مَرَحَمَاءُ الہی و ربان میں سر نیاز خم کئے ہوئے سَجَدًا بلکہ سرِ غر زین پر رکھے ہوئے دیکھ لو۔ يَتَّبِعُونَ





الْإِيمَانِ فَإِنَّهُمْ يَرَوْنَ مِنْهُ وَيَدْرُسُونَ مِنْهُ  
 الْإِيمَانِ خَلِدِينَ فِيهَا سَخِرَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَعَنْ عَصَاكَ حَرْبُ اللَّهِ  
 الْإِيمَانِ حَرْبُ اللَّهِ هُمْ الْمُفْتَحُونَ بِبَابِ ۲۸ سُبْحَانَ عِبَادِهِ مَكُونِ ۳

(ترجمہ:- نہ پایگاہ ایسی قوم کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ پر اور کھیلے دن (قیامت) پر کہ دوستی میں  
 ان لوگوں سے جو مخالفت ہوئے خدا اور اس کے رسول کے اگرچہ ان کے باپ یا بھائی  
 یا خویش تھوں۔ ان کے دلوں میں خدا نے ایمان کھدیا ہے۔ اور ان کو مدد دی اپنے غیب  
 کے فیض سے اور داخل کرے گا۔ ان کو بہشت میں جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ سدا رہیں  
 اُن میں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی ہیں۔ یہ انہی جماعت ہے۔ اور انہی  
 جماعت ہی نجات دہی ہوئی ہے)

اس آیت میں مخلص مومنین کی پڑتال کا ایک عمدہ معیار حق سبحانہ و تعالیٰ نے بتلادیا  
 ہے۔ وہ یہ کہ اس مخلص جماعت کی بچان ہے۔ کہ اعداء خدا و رسول سے کبھی دوستی نہ  
 کرینگے۔ اگرچہ ایسے ہی ان کے اقربا و یوں ہوں۔ اب ہم صحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کو  
 اس کسوٹی پر دیکھ کر دیکھ سکتے ہیں کہ ان کا سلوک اسلام شاد ہے۔ کہ ان کو اللہ وَالْبَعْضُ لِلَّهِ۔  
 انہی حضرات کا خاصہ لازمہ تھا۔ اور اس امتحان میں یہ حضرات ایسے پورے نکلے۔ کہ درست  
 و دشمن اس امر کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ اسلام کے معاملہ میں کبھی قرابت اور محبت کا اثر  
 ان کے دلوں پر غالب نہیں آسکتا تھا۔ جنگ بدر میں فاروق اعظم کے ہاتھ سے عاص بن  
 ہشام بن مغیرہ جو قریش کا ایک معزز بھڑا تھا۔ اور آپ کا حقیقی باموں تھا۔ قتل ہوا۔ بلکہ  
 آپ نے قیدیوں کے معاملہ میں اسے دینے کے وقت پکار کر کہہ دیا تھا۔ کہ اسلام کے معاملہ میں  
 قرابت اور رشتہ کو کیا دخل ہے۔ ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے عزیز کو آپ قتل کرے۔ اس  
 طور پر کہ غلی غلی کو قتل کر دیں۔ اور عمرہ عباس کو۔ اور میں اپنے نفلان عزیز کی گردن  
 اپنے ہاتھ سے لادوں۔ (دیکھو تاریخ طبری ص ۱۱۱) اس سے بڑا کہ اس امر کا کیا ثبوت ہو سکتا  
 ہے۔ کہ فاروق اعظم نے اپنے بیٹے تک کا شرعی حد کے اجراء میں لحاظ نہیں فرمایا تھا۔  
 اور اس کو درے لگا دیے تھے۔ بچان اللہ و بحدہ۔ انہی کارگزار یوں اور دین حق کی بجا آوری  
 کے بدلے ہی تو یہ حضرات قبول دگاہ ایزدی ہو کر دنیوی اور اخروی اعزاز کے مستحق  
 ہو گئے۔ کیا شیعہ صاحبان کوئی معتبر شہادت اس کے برخلاف پیش کر سکتے ہیں۔ کہ ہشام

کے بارہ میں ان حضرات کے دلوں پر قربت اور رشتہ داری کا لحاظ کبھی غور نہیں کیا۔ وہ بھی مستولی ہوا تھا۔ ایکسی دشمن خدا و رسول کے ساتھ انہوں نے یارائے گانٹھے لئے ہوئے تھے۔ کبھی نہیں پیش کر سکیں گے۔ پھر اس آیت میں اس امتحان کے پاس شدگان کی نسبت الہی شہادت دیکھو۔ کہ ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ نے ایمان کو نقش کر دیا ہے جو کبھی محو نہیں ہو سکتا۔ روح النیب کے ان کو مدد ملی۔ اور قیامت میں بہشت کی نعمت جلیلہ حاصل کرینگے۔ ان کو خوشنودی کے سرٹیفکیٹ عطا ہو چکے۔ پھر ان کے ایمان اور فضیلت میں شک کرنے والے صاف تکذیب قرآن کرتے ہیں۔

## شیعہ غور کریں

آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول علیہ السلام کے صحابہ کی یہ خصوصیت تھی۔ کہ وہ اسلام کے معاملہ میں کسی اپنے بیگانہ کا لحاظ نہ رکھتے تھے۔ دشمن خدا و رسول سے علانیہ دشمنی کرتے۔ خواہ باپ بیٹا۔ بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن شیعہ اس کے خلاف یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ صحابہ ثلاثہ (معاذ اللہ) کا فرد متفق تھے۔ لیکن جناب امیر علیہ السلام ان کے یار نہ گانٹھے رہے۔ ہر معاملہ میں ان کے مشیر کار رہے۔ سال غنائم میں حصہ دار بنے رہے۔ حتیٰ کہ اپنے تخت جگر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شادی خانہ آبلوی کے متعلق بھی حضرت عمر فاروق کے بہن بنت ہوئے۔ چنانچہ آنجناب نے یزید و در شاہ ایران کی دختر شہزادہ جو غنیمت میں آئی تھی۔ ان کو بیاہ دی۔ بلکہ کتب شیعہ میں یہاں تک تصریح ہے کہ تزدیج فاطمہ کی سلسلہ جنابی بھی پہلے صدیق و فاروق رضائے ہی کی تھی (جلال العیون اردو) حضرت علی ان منافقین کے پیچھے تازیں بھی پڑھتے رہے۔ ہر بات میں ان سے ہال میں ہال ملائے رہے۔ کبھی ان سے قتال و جدال نہیں کیا۔ مخلص رسول کی طرح ہر ایک مرحلہ میں ان سے متحد و متفق رہے۔ پھر شیعہ بتلا میں۔ کہ امیر علیہ السلام آیت لا تَجِدُ قَوْمًا اخًا كَامَصْدَاقٍ کس طرح ہو سکتے ہیں۔ کیا کوئی شیعہ اس کا جواب دے سکتا ہے؟

(۱۰) الَّذِينَ آمَنُوا وَهَابُجُرُوا وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْبَرُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ يُبْقِيهِمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَ

رِضْوَانٍ قَدْ جَنَّبَ لَهُمْ فِيهَا نَفْسَهُمْ مُقِيمًا ۝ ۱۰ سُوْرَةُ انفال سارکوع ۶  
(ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور خدا کی راہ میں ہجرت اور جہاد کیا۔ اپنی مائی جانی  
خدا سے دریغ نہ کیا۔ خدا کے ہاں بڑا رتبہ رکھتے ہیں۔ اور وہی لوگ اپنی مراد  
کو پہنچنے والے ہیں۔ خدا ان کو اپنی رحمت و خوشنودی کی بشارت دیتا ہے۔ اور بہتوں  
کی جن میں ابدی عیش حاصل کرینگے۔)

اس آیت کے مصداق مومنین کا اعلیٰ رتبہ ہونا اور ان کا فائز الدارين ہونا یا  
فرمایا گیا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ اصحاب ثلاثہ اس آیت کے مصداق نہ تھے؟  
کونسی وصف اوصاف مذکورہ آیت کریمہ ان سے سلوب کر سکتے ہو۔ کیا آنحضرت ص  
کے ساتھ بلا طمع دنیوی کے ایمان نہیں لائے تھے؟ یا آپ کے ساتھ ہجرت کا شرف  
حاصل نہ کیا تھا؟ یا جہاد فی سبیل اللہ کے فرض کے تارک تھے؟ اگر ان میں یہ سب اوصاف  
ہمیں تو خدا نے ان کی نسبت شہادت دی ہے۔ کہ انکا درجہ خدا کے  
ہاں بہت بلند ہے۔ اور وہ فائز المرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خوشنودی کا شریک  
عطا فرمادیا۔ اور بہشت برین کا وعدہ ان کے لئے ہو چکا ہے۔ پھر جو شخص ان کے شان  
والا میں گستاخی کرے۔ وہ کب مومن رہ سکتا ہے؟ انوس! کہ شیعہ حضرات قرآن پاک  
میں رسول پاک کے اصحاب یا صفا کی ایسی تعریف دیکھ کر بھی پھر کب اس کرتے ہیں۔

(۱۲) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنْ اٰمُوْٓنٍ مِّنْیَنۡہُمْ وَاٰمُوْا۟ لَّہُمْ بِاَنَّ لَّہُمْ الْجَنَّةَ  
یُقَاتِلُوْنَ فِیۡ سَبِیْلِ اللّٰهِ فِیَقْتُلُوْۤا۟ وَیُقْتَلُوْۤا۟ وَعَدَ اللّٰہُ حَقًّا فِی الدُّنْیَا  
وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَلَہُمْ اَنْۢ فِیۡۤہِۙ اَوْ فِیۡۤہِۙ فَاَسْلَبْشَرُ وَاَبِیْعَکُمُ الَّذِیۡۤہِۙ بِاٰیٰتِہِۙ  
بِہٖۤ ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۚ اَلَتَّائِبُوْنَ اَلْغٰیۡبُوْنَ اَلْمُنٰہِیۡوْنَ  
اَلْمُکٰفِرُوْنَ اَلْمُنٰہِیۡوْنَ عَنِ الْمُنٰکَرِ وَالْمُحٰفِظُوْنَ  
لِحُدُوْدِ اللّٰہِ وَبِیۡرَ اٰمُوْٓنٍ مِّنْیَنۡہِۚ ۝ ۱۰ سُوْرَةُ توبہ سارکوع ۳

(ترجمہ: خدا نے خرید لی ہیں مومنوں کی انہی جاتیں اور مال کہ اس کے راہ میں خرچ  
کریں) اس قیمت پر کہ ان کو بہشت ملیگا۔ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں  
(کفار کو) اور مرتے ہیں (کافروں کے ہاتھ سے) اس کے ذمہ وعدہ ہو چکا سچا تورات  
اور انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ خوشی منادو اسے



ایمان والو اس سو دے پر جو تم نے خدا سے کیا (یعنی فانی چیز و کیرا بدی نصیم لے لیا) اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ تیرا (مسلمان) ہیں۔ توبہ کرنے والے (برائیوں سے) بندگی کرنے والے (دل سے) شکر بخالانے والے (نعمت اسلام پر) بے لگاؤ رہنے والے (دنیا کے تعلقات سے) رکوع و سجود کرنے والے بھلائی کا امر کرنے والے برائی سے منع کرنے والے۔ نگاہ رکھنے والے حدود الشکر کو۔ اور ان کو مبارکباد دیکھئے کہ ایسے القاب حضور الہی سے ان کو عطا ہوئے)

دیکھو! اس موقع پر حق تعالیٰ اُن پختے مومنوں کو جنہوں نے اس کی راہ میں جانیں اور اموال حاضر کئے۔ جو کدہ وعدہ بہشت عطا کر نیکار دیدیا اور فرما دیا۔ کہ یہ وعدہ سچے مومنوں کیلئے نہ صرف قرآن میں بلکہ تورات و انجیل میں بھی درج ہو چکا ہے۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا۔ کہ ایفاء وعدہ میں خدا سب سے زیادہ لگا ہے۔ کہ کیوں نہ ہو وہ کریم ہے اور اگر کبھی وعدہ وفا) اس حتمی وعدہ دینے کے بعد پھر ان مومنین مخلصین کی خداوند عالی نے اوصاف جمیلہ بھی بیان فرمادیں۔ اب شیعہ حضرات سے ہم پوچھتے ہیں۔ کہ خدا سے یہ ہوا کر نیوالے اصحاب ثلاثہ نہ سمجھے؟ انہوں نے اپنی جان و مال تو خدا کی راہ میں وقف کر دیا تھا۔ اور اس کے عوض ان سے لئے عطیہ نعیم اخروی کا وعدہ بھی بارگاہِ ایزدی سے ہو چکا پھر ان کی شان والا میں شک کرنے کی کچھ گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ کیا انہوں نے زرخش مالی و جانی خدمات) خدا سے واپس لے لی تھی؟ یا خدا نے ان کے ہاتھ سے مال مبیعہ (جنت) وہیں لیکر بیچ نہ کر کا امانہ کر لیا ہے؟ کھلا و حاشا۔ یہ تو کئی مع قطعاً ہو چکی جو کبھی فتح نہیں کتنی اور یہ اوصاف جو خدا اور عالم نے اپنی کلام پاک میں بیان فرمائے ہیں۔ سب سے بڑھ کر انہی حضرات میں پائی جاتی ہیں پس یہ کتنی بے انصافی ہے۔ کہ حق تعالیٰ تو ان کو مبارکبادی کے ساتھ وعدہ بہشت دے۔ اور ان کی تعریف کر لے۔ اور شیعہ اس کے خلاف کچھ لٹا ہی راگ گائیں۔

(۱۳) وَيُجَاهِدُ وَاِنِّي سَبِّحُ اللَّهَ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اخْتَرَكُمْ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَّةَ اَبِيكُمْ اَبِي هٰرَمٍ هُوَ سَمَاكُمْ مَسْمُومًا مِّنْ قَبْلِ وَاِنِّي هَذَا لَيَكُونُ تِلْكَ سَوَّلُ شَهِيدٍ عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءُ عَلَى النَّاسِ بِمَا كُنْتُمْ

سورۃ حجہ کو ۷ (ترجمہ:- اور خدا کی راہ میں سچا جہاد کرو۔ خدا نے تمہیں پسند

کیا۔ اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل۔ یہ دین تمہارے باپ ابراہیم کا ہے۔ اللہ نے تمہارا نام مسلمان (حکم بزوار) پہلے ہی سے رکھا ہوا ہے۔ (یعنی انہی کتابوں میں) تاکہ رسول تمہارا گواہ ہو۔ اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔

دیکھو اس آیت میں مومنین مجاہدین اسلام کے اسلام اور ایمان پر کیسی قوی شہادت الہی موجود ہے۔ کہ ان کا نام نہ صرف قرآن میں بلکہ پہلی آسمانی کتابوں میں پہلے ہی سے مسلمان لکھا ہوا ہے کیا خلفاء کرام سے بڑھ کر کوئی شخص وجاہد و فی سبیل اللہ کا عامل ہو سکتا ہے۔ اس میں کلام نہیں ہے۔ کہ انہوں نے اس حکم پاک کی پوری جانفشانی سے تعمیل کی۔ پھر شیعہ اگر خدا کی جملہ آسمانی کتابوں سے ان کے سچے اسلام کی شہادت مثا سکتے ہیں۔ تو مثالیں سبحان اللہ! جن بزرگان دین کی اوصاف حسنہ تمام آسمانی نوشتوں میں پہلے ہی سے درج ہو چکی ہوں۔ اگر کوئی حق شناس ان کے خلاف یا وہ کوئی کرے

تو کیا مضائقہ ہے کہ نہ بینبر و ز شیرہ چشم + چشمہ آفتاب را چہ گناہ  
(۱۴) لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَمَغْنَمًا كَثِيرًا يَآخُذُ وَثَقًا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا پارہ ۲۶ سورۃ فتح رکوع ۱۱

(ترجمہ) بالتحقیق رب العالمین ان مومنین سے راضی ہو چکا۔ جبکہ وہ ایک درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے پس خدا نے ان کے دلوں کا حال جان لیا۔ خدا نے ان پر رحمت اتاری۔ اور ان کو فتح قریب عطا کی۔ اور بہت سامان غنیمت انہوں نے حاصل کیا۔ خدا غالب حکمت والا ہے۔

اس آیت میں خداوند کریم نے بیعت الرضوان کے شاملین کو اپنی رضا کی سند عطا فرمائی۔ اور ان پر رحمت کا نازل کرنا اور فتح اور حصول مغنم کی مبارکباد دی ہے۔ شیعہ بتلا میں کیا خوشنودی کا پروانہ منافقین کو بھی ملا کرتا ہے؟ کبھی نہیں۔ جو لوگ اس بیعت میں شامل ہوئے اور اس پر قائم رہے۔ ان کو دستورِ رضاء الہی عطا ہو چکا۔ اور الہی دربار سے بلا ہوا منشور پھر واپس نہیں لیا جاسکتا۔ یہ بات مسلم الثبوت ہے۔ کہ اصحاب ثلاثہ میں سے شیخین کو اس بیعت میں شریک تھے۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تعمیل حکم کے لئے مدینہ منورہ میں سفیر ہو کر گئے ہوئے تھے۔ اور وہ گویا اس بیعت میں پہلے ہی سے داخل ہو چکے تھے کیونکہ بیعت

لینے کے مطلب ہی یہ تھا کہ کوئی شخص ایسے مشکل وقت میں ہمت ہار کر شکر اسلامیان کا ساتھ نہ چھوڑے۔ وہ تو پہلے ہی سے اس عہد کی وفا کا عمل ثبوت دے چکے تھے کہ دشمن کے شہر میں امر رسولؐ بجا کر چلے گئے تھے۔ دوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو بھی بیعت میں اسی طرح شریک فرمایا کہ خاص اپنے دست مبارک کو دست عثمانؓ بتایا جس سے بیت عثمانؓ کا ترتیب سے بڑھ گیا۔ تیسرے شیخ میں بھی اس کی تصدیق موجود ہے چنانچہ فروع کافی (روضہ جلد ۱ ص ۱۵) میں ہے:-

فَلَمَّا أَظْلَقَ عُثْمَانُ لِقَى ابْنِ سَعِيدٍ فَمَّا خَرَجَ عَنِ الْمَسْجِدِ فَتَحَمَّلَ عُثْمَانُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَدَخَلَ عُثْمَانُ فَاعْلَمَهُمْ وَكَانَتْ الْمَنَاوِشَةُ تَجْلِسُ سَهْلَ بْنَ عُمَرَ وَعِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسَ عُثْمَانُ فِي عَسْكَرِ الْمُشْرِكِينَ وَبَالَغَ رَسُولُ اللَّهِ الْمُسْلِمِينَ وَهَرَبَ صُلَحٌ بِأَخِي يَدَيْهِ عَلَى الْآخِرَى لِعُثْمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُونَ طَوْنِي لِعُثْمَانَ طَائِلَ بَالِيَّتٍ وَسَمِعِي بَيْنَ الصَّقَاوِ الْمَرْوَةَ وَأَخْلَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ مَا كَانَ كَيْفَعَلٌ فَلَمَّا جَاءَ عُثْمَانُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ أَطَفْتُ بِالْبَيْتِ فَقَالَ مَا كُنْتُ لَا طَوْنٌ بِالْبَيْتِ وَرَسُولُ اللَّهِ لَمْ يُطْفِ بِهِ ثُمَّ دَكَرَ الْقَصَصَةَ وَمَا كَانَ فِيهَا (ترجمہ:- پس جب چلا عثمانؓ بنی اہل ابان بن سعید کو پس پھر ازین سے پس عثمانؓ اس کے آگے سوار ہوا۔ اور داخل ہوا عثمانؓ اور ان کو علم ہوا پس سہل بن عمر (غیر مشرکین) رسول اللہ کے پاس بیٹھا۔ اور عثمانؓ نے مشرکین میں رسول اللہ نے مسلمانوں کے بیعت لی۔ اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر عثمانؓ کے لئے مارا مسلمان کہنے لگے۔ خوشا حال عثمانؓ کا کہ طواف کعبہ نصیب ہوا۔ اور صفامرہ میں سعی کر لگا۔ حضرت نے فرمایا۔ ممکن نہیں کہ عثمانؓ ہمارے بغیر طواف کرے۔ پس حبسوت عثمانؓ آیا حضرت نے فرمایا۔ کہ تو نے کعبہ کا طواف کیا؟ عرض کی کہ میں بغیر حضور کے کس طرح سے طواف کرتا) یہی مضمون شیخ کی کتاب حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۵ میں درج ہے۔ اور ایسا ہی جملہ حیدری میں درج ہے:-

طلب کرو پس شربت انبیار	ز اصحاب عثمانؓ صاحب حیات
باد ہم ہماں گفت خیر البشر	کہ راں پیشتر گفتہ بد بائسہ
بوسید عثمانؓ زمین و زمان	پر مقصد وہاں شد چو تیر از کمان

چو اورفت صحاب روزِ دیگر  
خوشحال عثمان با احترام  
رسول خدا چوں شنید این سخن  
ز عثمان بی ندریم ما این گمان  
بگفتند چندیں بہ خیر البشر  
کہ شد قسمتش حج بیت الحرام  
بپاسخ چنین گفت با انجمن  
کہ تنها کند طوف آں آستان

## فضیلت عثمان

اس واقعہ سے جس کی شہادت کتب معتبرہ شیعہ کافی کلینی حیات القلوب جلد حیدری کے ملتی ہے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں جن سے حضرت عثمان کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ملتا ہے۔

(۱) آنحضرتؐ کا حضرت عثمانؓ کو دیگر اصحاب کبار سے جن میں حضرت علیؓ بھی تھے اس خاص مہم کے لئے سفارت کے لئے انتخاب کرنا۔

(۲) بیعت الرضوان کے وقت حضور علیہ السلام کا اپنے دست مبارک کو دست عثمانؓ قرار دیکر بیعت عثمانؓ لینا۔

(۳) جملہ مومنین (اصحاب کرام) کا حضرت عثمانؓ کے اس اعزاز و امتیاز کا رشک کرتے ہوئے ان کو مبارکباد کہنا۔

(۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت عثمانؓ کی خالص محبت و عشق رسولیؐ پر ایسا رونق ہونا کہ فرما دیا (ناممکن ہے کہ اپنے محبوب (آقاؐ کے نامدار) کے بغیر وہ عاشق صادق نہا حج بیت الحرام کر سکے۔

(۵) حضور علیہ السلام کی اس توقع کا آمد عثمانؓ پر صحیح ثابت ہونا۔  
پھر تعجب ہے کہ ایسی صریح فضائل کا ثبوت پا کر پھر شیعہ حضرت عثمانؓ کے کمالات نسبت شک و شبہ کریں۔ سچ ہے۔ الفضل ما شہدات بہ الاعلاد۔

## ایک اور ثبوت

حضرت عثمانؓ کی فضیلت کا ایک اور ثبوت کتب شیعہ سے ملتا ہے جو فروع کافی جلد ۳ باب الروضہ ص ۴۷ میں درج ہے۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْحُلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ



عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ اخْتَلَفَ بَنِي الْعَبَّاسِ مِنَ الْمُخْتَوِّمِ وَالْإِذَا مِنْ الْمُخْتَوِّ  
وَحَارُوجُ الْقَائِمِ مِنَ الْمُخْتَوِّ قُلْتُ وَكَيْفَ الْبَدَأُ قَالَ بِنَا دَعَى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ  
أَوَّلَ النَّهَارِ لَا إِلَهَ إِلَّا عَلِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَشِيعَتُهُ هُمُ الْقَائِمُونَ وَبِنَا دَعَى مُنَادٍ  
آخِرَ النَّهَارِ لَا إِلَهَ إِلَّا عُمَانُ وَشِيعَتُهُ هُمُ الْقَائِمُونَ (ترجمہ :- امام جعفر صادق  
نے فرمایا۔ اختلاف بنی عباس کا امر یقینی ہے اور نہ راہی یقینی ہے۔ اور امام مہدی  
علیہ السلام کا خروج بھی یقینی امر ہوگا۔ راوی نے پوچھا۔ کہ نہ کیونکر ہوتا ہے۔ امام نے  
سہا۔ کہ ابتداء صبح ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے۔ کہ حضرت علیؑ اور ان کے پیرو فائز  
دکامیاب ہیں۔ اور آخر دن ندا ہوتی ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ اور ان کے پیرو فائز دکامیاب  
ہیں۔

امام صادق علیہ السلام کی ایسی کھلی زبردست شہادت کے بعد بھی اگر شیعہ حضرت عثمانؓ  
کی فضیلت کے قائل نہ ہوں۔ تو پھر ان سے خدا سمجھے۔

آن را کہ بقرآن و جنود نہ ہی آنت جوابے کہو البش نہی  
سوال شیعہ بیعت الرضوان کے شاملین میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے بیعت کو توڑ  
دیا۔ اور ان کا خاتمہ بخیر نہ ہوا جیسا کہ اجدین قیس وغیرہ۔

جواب :- ایسا ناشاد و نادر وجود (اجدین قیس وغیرہ) اگر بیعت کو توڑ کر کفار میں مل جا۔  
تو کیا مضائقہ ہے بعض پہلے ہی سے ضعیف الایمان منافق تھا۔ پھر اس نے بیعت توڑ کر  
پہنا نام اس انصاری خاص فریق کی فہرست سے خارج کر لیا جس کی عام تشہیر ہو گئی۔ اور  
کتب فریقین میں اس کا ذکر ہے۔ لیکن اصحاب ثلاثہ کو ایسے مردود پر قیاس کرنا پرے سے  
کی حماقت ہے جو حضرت امیرؑ تک اس عہد پر قائم رہ کر فائز المرام ہوئے۔ اگر یہ لوگ  
بھی بیعت شکن ہوتے تو سبذ خلافت نہوی پر ان کو مٹھنا کس طرح نصیب ہوتا۔ اور  
حضرت علی المرتضیٰؑ شیر خدا ان کے ہاتھ پر بیعت کیوں کرتے۔ پھر حضرت عثمانؓ جن کو  
خاندان رسالت میں خود دفعہ دہاوی کا حجر حاصل ہوا۔ اور جو عشق و محبت رسولؐ کے متحان  
میں (جیسا کہ مذکور ہوا) پائیں ہو چکے۔ اور میں نے ان کو فائز المرام ہونے کی نسبت بشہادت صادق  
علیہ السلام رد فرمایا۔ ان کا فضل علی المرتضیٰؑ نہتی ہے۔ ایسے ویسے کس طرح قیاس ہو سکتے  
ہیں؟ شیعو! ہوش کرو۔ انصاف انصاف :-

(۱۵) لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ فُقُوبُ قَرِيبٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝ يَارَاحَةُ النَّبِيِّ تَوْبَهُ سَاكُوعٌ ۱۲

(ترجمہ:-) خدا نے پیغمبرؐ نے نبی اور ان مہاجرین و انصار پر رحمت کی توجہ فرمائی۔ جو تنگی کے وقت آپ کے تابع ہوئے۔ بعد اس کے کہ پھر جانے لگے تھے ان میں سے بعض کے دل پھر ان پر رجوع و رحمت فرمایا۔ خدا ان پر توفیق اور بڑا مہربان ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان مہاجرین و انصار کی تعریف فرماتا ہے۔ جنہوں نے ساعۃ العسرة (جنگ تبوک) میں شریک ہو کر آنحضرت کے اسبل کی۔ کیا اس جنگ میں صحابہ ثلاثہ شریک نہ تھے؟ بلکہ جناب امیر عثمانؓ نے تو اس مہم میں ایک قابل قدر نمایاں مالی خدمت پیش کی تھی۔ وہ یہ کہ تین سو اونٹ معدہ سامان کے اور ایک ہزار اشرفی طلائی کی امداد دی تھی۔ اور یہ بات آپ کے کارناموں میں اب تک مشہور عام ہے۔

(۱۶) وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّبَعُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۚ إِذْ يَقُولُ الْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ تُبَيِّنَ كُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْتَزِلِينَ ۝ يَارَاحَةُ ۴ سُوْرَةُ آلِ عِمْرَانَ دُكُوْعٌ ۱۳

(ترجمہ:-) اور بیشک خدا نے تمہیں بدر کی مہم میں نصرت دی تھی۔ جب تم کمزور ہو گئے تھے۔ سو تم اللہ سے ڈرو۔ تاکہ شکر یہ ادا کرو جبکہ تو کہتا تھا مومنوں سے کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے؟ کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتہ اتار کر تمہاری امداد کرے۔

اس آیت میں خبر کا جنگ بدر کو مومنین کا نقب درگاہ رب العزت سے عطا ہو چکا ہے اور خلفاء ثلاثہ معرکہ بدر میں ضرور شامل تھے۔ شرکا جنگ بدر وہ مقبولان بارگاہ ایزدی تھے۔ جن کی تائید و نصرت کے لئے اللہ العالمین نے تین ہزار فرشتے بھیجے۔ اور یہ لوگ آخر کار امداد الہی مظفر و منصور ہوئے۔

(۱۷) وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ يَارَاحَةُ ۴ سُوْرَةُ آلِ عِمْرَانَ دُكُوْعٌ ۱۳

(ترجمہ:-) جب تو صبح کو اپنے گھر سے جا کر مومنوں کو لڑائی کی جگہوں میں بٹھاتا تھا۔ خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

یہ آیت جنگ احد کا واقعہ بیان کرتی ہے۔ اس میں شاملین جنگ مذکور کے ایمان پر تنہیص ہے۔ اس جنگ میں خلفائ ثلاثہ شامل تھے۔

## طعن ششم

شیعوہ کہتے ہیں کہ صحاب ثلاثہ جنگ احد میں رسول کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اور جو شخص جنگ سے بھاگ جائے۔ وہ مؤمن نہیں ہو سکتا۔

## جواب

اصحاب ثلاثہ کی نسبت یہ الزام کردہ محرکہ احد میں رسول پاک کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ ایک ایسا بیہودہ بہتان 'افتر' ہے۔ جس کا وہ کوئی ثبوت ہماری کتب معتبرہ سے نہیں دے سکتے۔ اور یہ امر کہ قرآن میں بعض مسلمانوں کے پیٹھے پھر جانے کا ذکر لکھا ہے۔ جیسا کہ اِنَّ الدِّينَ نَوَلُّوْكُمْ مِنْكُمْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَرْكَبُوْهُ الشَّيْطٰنُ بَعْضُ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورہ آل عمران دیکھ) ترجمہ یہ تھیں وہ لوگ جو دو لشکروں کے ملنے کے دن پیٹھے دے گئے تھے۔ ان کو شیطان نے اپنے بعض کسب (لایچ) کے باعث لغزش دی۔ اور بالتحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کا قصور معاف کر دیا۔ بیشک خدا بخشنے والا اور حلیم ہے)

سو اس آیت یا دیگر ایسی آیات میں کہیں تصریح نہیں ہے۔ کہ یہ کون ازواج تھے؟ علی المرتضیٰ نے ان کے پیرو تھے۔ یا ثلاثہ اور ان کے اتباع۔ فریقین اس آیت میں جس شخص خاص یا خاص جماعت کے ذمے یہ الزام عاید کریں۔ یہ ان کی ضد اور فاش غلطی ہے۔ پھر جب ان اشخاص کا یہ قصور معاف کر دیا گیا۔ تو پھر اس کے معافی کے بعد بڑا احکام ہے وہ شخص جو ان کو مجرم سمجھے۔ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کو پڑھے اور غور کیجئے۔

## خیال ششم

شیعہ کا اس بارہ میں عقیدہ یہ ہے کہ جنگ احد کے محرکہ میں سارے کا سارا لشکر بھاگ گیا تھا۔ صرف حضرت علیؑ اور ابو دجانہ انصاری باقی رہ گئے تھے جیسا کہ فروع کافی جلد ۱ کتاب الفتنہ

میں سے ج ہے۔ اِنْهَزَمَ النَّاسُ يَوْمَ اُحُدٍ اِلَاعَلٰی وَاَبُو دَجَانَةَ الْاَنْصَارِ  
(اور کے دن بغیر علی اور ابو دجانہ انصاری کے سب لوگ بھاگ گئے)

سو اگر شیعہ کا یہ قول مان لیا جائے۔ اور یہ الزام ناقابل عفو جرم ٹھہرایا جائے۔ تو علی کے علاوہ  
صرف ابو دجانہ مسلمان رہ جاتا ہے۔ اور شیعہ کے مسلمہ خاص مومنین مقداد۔ ابوذر سلیمان عمار  
وفیرہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ وفات رسولی کے بعد قبول شیعہ صرف  
بہی محدود ہے چند شاخاقل رہ گئے تھے۔ باقی سب مرتد ہو گئے تھے۔ اور اس سے ابو دجانہ  
انصاری بھی مستثنیٰ نہیں رکھا گیا۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب فسانے یار لوگوں کے گھڑے ہوئے اور بالکل خرافات ہیں  
جن کی کوئی اصلیت نہیں۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ جنگ احد میں صحاب ثلاثہ حضرت علیؑ کی  
مخرج ثابت قدم رہے تھے۔ البتہ جن لوگوں کے پاؤں بوجہ ان کی غلطی کے نعرش کھا گئے  
تھے۔ اور ریٹائر ہو گئے تھے سوہ بھی دوبارہ اگر جم گئے۔ اور دشمن سے سینہ سپر ہو کر لڑے  
اور اس وجہ سے ان کی وہ غلطی معاف ہو گئی۔ اور وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ كَاشْفِیْكَ عَطَاہُ  
(۱۸) وَقَدْ فِی قُلُوْبِهِمُ الرَّعْبُ یَخْرُبُوْنَ بَیْوتَہُمْ بِاَیْدِیْہُمْ وَاَیْدِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ  
پادہ ۲۸ سورۃ حشر سہر کوع ۴ (ترجمہ۔ خدا نے ان کے (یہود کے) دلوں میں شب  
ڈال دیا۔ اچاڑنے لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے)

اس آیت میں جن مسلمانوں نے رسول پاک کے حکم سے یہود کے گھروں کو ٹوٹا تھا۔ خدا  
ان کے ایمان کی گواہی دیتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ صحاب ثلاثہ ان مومنوں کے سرگروہ  
اور قافلہ سالار تھے۔ اور انہی کی تنزیلیت اور تدبیر سے یہود کے گھر تباہ کئے گئے تھے۔ افسوس کہ  
قرآن مجید ان پاک نفوس کے فضائل بیان کرتا ہے۔ مگر شیعہ کے دلوں میں ایسی تہر لگ گئی  
بجھنے سے رہے۔

(۱۹) وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَاٰمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَوْنَ  
عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پادہ ۴ سورۃ آل عمران رکوع ۲۔  
(ترجمہ۔ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو داعی الی الخیر امر بالمعروف اور  
ناہی عن المنکر ہو یہ لوگ نجات پانے والے ہیں)

اب بتاؤ کہ صحاب ثلاثہ میں یہ اوصاف نہ تھیں۔ جبکہ انہوں نے اپنی زندگی ہی اس کام میں



توقف کر دی۔ اور ملک کے ملک فتح کر کے ان میں توحید کی روح پھونک دی تھی۔ تو وہ منطق اس آیت کے مفلحین ماننے پڑ گئے۔

(۲۰) فَسَوِّغْنَا لِي آلِ اللَّهِ يَقُولُ مَعْهُمْ وَيُحْيُونَكَ أَذِلَّةً عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعْرَافُ عَلَى الْكَافِرِينَ يَجَاهِدُونَ فِي اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ كَوْمَةً لَا يُمْرُذُكَ فَضَّلَ اللَّهُ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ پارہ ۶ سورۃ مائدہ رکوع ۱۲

(ترجمہ :- خدا ایسی قوم لایا جن کو رسول دوست رکھیکا۔ اور وہ اس کو دوست رکھیں گے۔ یہ قوم مسلمانوں پر ہر مان کفار پر سخت گیر کر نیوالی ہے خدا کی راہ میں لڑتے ہیں اور کسی طاقت کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ خدا کی عنایت ہے۔ جسے چاہے بخشے۔ خدا وسیع علم والا ہے)

بتاؤ! یہ قوم کون تھی؟ جو نبی کریم کے سچے دل سے محب اور نبی کریم ان سے محبت کھتے تھے۔ کیا ثلاثہ اس کے مصداق نہیں؟ کیا اصحاب رسول اور یاران غار ان کا نام دنیا میں یونہی مشہور ہو گیا۔ سوچو اور پھر سوچو۔

(۲۱) وَمَا لَهُمْ أَلَّا يَحْكُمُوا بِاللَّهِ وَهُمْ يُحَدِّثُونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ إِنْ أَوْلِيَاءُكَ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ پارہ ۹ سورۃ انفال رکوع ۴ (ترجمہ :- اللہ ان کو کیوں نہ عذاب کرے۔ حالانکہ وہ پیغمبر کو مسجد الحرام سے منہ کرتے ہیں۔ اور وہ کافر مسجد کے متولی نہیں ہیں۔ اس کے متولی تو سچی لوگ ہیں۔ لیکن کافر جانتے نہیں)

بتائیے! مسجد الحرام کے متولی کون لوگ تھے؟ جن کے شقی ہونے کی شہادت ابھی مل ہی ہے مسجد الحرام کے متولی بد وفات نبوی دہی آپ کے خلفاء راشدین تھے جنکو شیعہ نافہمی سے منافقوں کا خطاب دیتے ہیں۔ حالانکہ رب العزۃ ان کو متقون کا لقب عطا فرما چکا ہے۔ یہی لوگ مسجد موصوف کے متولی رہے۔ اور خدا گے گھر کعبہ شریف کی کنجیاں بھی انہی کے ہاتھ میں۔ اور شہادت الہی مسجد الحرام اور کعبۃ اللہ کے متولی متقین ہی ہو سکتے ہیں۔ ولكن الشیعة لا یعلمون

(۲۲) وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنٌ شَيْءٌ لَكُمْ يُوَسِّسُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ بِالْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةُ لِلَّذِينَ آمَنُوا مِمَّا دُعا پارہ ۱۰ سورۃ توبہ رکوع

(ترجمہ: منافقین سے بعض ایسے لوگ ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ وہ ایک کان ہے۔) (یعنی ہر ایک کی بات سنتا ہے) کہہ دے۔ کہ کان سننے والا تمہارے لئے بہتر ہے جو خدا کی کلام کی تصدیق کرتا ہے۔ اور سچے مومنین کی بات مانتا ہے۔ اور تم میں سے ان لوگوں کے لئے حجت ہے جو سچے مومن ہیں)

اس آیت میں حق تعالیٰ نے صاف بتا دیا ہے کہ رسول خدا مخلص مومنین کی باتیں سنتے اور ان کی تصدیق فرماتے تھے۔ اور آپ کی نظر حجت بھی مخلص مومنین ہی پر ہوتی تھی اور یہ سلسلہ بات ہے۔ کہ اصحابِ ثلاثہ آنحضرت کی مجلسِ نبوی کے اعلیٰ مبران تھے۔ آپ جملہ امور میں بحکم و شاورہم فی الامر جملہ امور میں ان سے مشورہ لیتے۔ اور بہت باتوں میں انہی کی صلاح و مشورہ پر کام کرتے تھے۔ اور خدا نے کریم فرماتا ہے۔ کہ نبی کریم کو اجازت ہی نہیں ہے۔ کہ غیر مومن لوگوں کی باتیں سنکر ان کی تصدیق کریں۔ چہ جائیکہ ان کو اپنا مشیر یا صاحبِ گردنیں۔ اور نیز جس قدر آپ کی نظر عاطفتِ ثلاثہ پر تھی۔ اس سے انکار ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ آپ نے ان کے گھر سے نلٹے لئے اور اپنے گھر سے دیئے۔ اور آیت سے ثابت ہے۔ کہ آپ کی نگاہ عاطفت مومنوں پر ہی ہو کر تھی پھر شیوہ صاحبان کا آپ کے مصاحبوں آپ کے مخلص دوستوں آپ کے قریبداروں کے ایمان میں شک کرنا سخت نا انصافی اور صریح بے ایمانی ہے۔

(۲۳) وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِرَحْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُم مِّنْهَا ۚ يَارَ ۙ سُوْدَا اَلْ عَمْرَان رُكُوع ۲ (ترجمہ: اللہ کا احسان کرو جب تم آپس میں دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ اور اس کی مہربانی سے تم بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ (دو رخ) کے گڑھے کے کنارہ پر تھے۔ پھر خدا نے تمہیں اس سے نجات دیدی)

اس آیت میں حق تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اسلام سے پہلے صحابہ کرام کی باہم رشتہ بینی عداوتیں چلی آتی تھیں۔ جنگِ اسلام کی روشنی نے بالکل مٹا دیا۔ اور آپس میں ایسی اخوت قائم کر دی۔ کہ اس بھائی بندی کا رشتہ قیامت تک قائم رہے والا تھا۔

آیت اس امر کی گواہ ہے کہ صحابہ کرام میں اسلام لانے کے بعد ایسی دوستی و اخوت پیدا ہو گئی تھی۔ کہ عداوت کا احتمال ہی جاتا رہا۔ لیکن شیعہ برخلاف اس کے یہ کہتے ہیں۔ کہ اسلام لاکر بھی ان میں عداوت بدستور رہی۔ اور وہ ایک دوسرے کے دشمن بنے رہے۔

خدا کو سچا مانیں یا شیعہ کے مزعومات فاسدہ کو۔ صاحبان! اگر قرآن سچا ہے۔ اور کوئی  
 مسلمان قرآن کی تکذیب نہیں کر سکتا تو ماننا پڑ گیا کہ اصحاب ثلاثہ اور علی المرتضیٰ علیہم السلام  
 بھائی اور شیوخ شکر تھے۔ ایک دوسرے کے منہ پر جان قربان کرتے۔ اور باہم مل کر اسلام  
 کی خدمات بجالاتے۔ اور کفار سے جدال و قتال کرتے تھے۔ نیز آیت سے ثابت ہو چکا ہے۔  
 کہ اسلام لانے سے پیشتر یہ لوگ دوزخ کے کنارہ پر تھے۔ لیکن اسلام کی نعمت حاصل ہونے  
 کے بعد آتش دوزخ ان پر حرام ہو گئی۔ اور یہ بالکل نجات یافتہ ہو گئے۔ لیکن شیعہ کا  
 قول ماننا جائے۔ تو وفات نبویؐ کے بعد سوائے معدودے چند اشخاص (تین چار) کے  
 سب کے سب مسلمان ترید و کافر ہو گئے۔ اور جہنم کے گڑھے میں گر گئے۔ پھر تو قَاتِلُ  
 كُم مِّنْهَا كَا مَضْمُونٍ غلط ہو گیا۔ اور مخبر صادق کی شہادت جھوٹی ہو گئی (استغفر اللہ)  
 (۲۴) لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا  
 عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ  
 مُّبِينٍ (۲۵) سورہ آل عمران (کوع ۷) (ترجمہ: خدا نے مسلمانوں پر رحمت کیا  
 کہ ان میں سے ایک ایسا رسول مبعوث کیا جو ان کو ہماری آیتیں سناتا اور ان کو پاک کرتا ہے  
 اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اگرچہ وہ پہلے صریح گمراہی میں تھے)  
 یہ آیت اور اس مضمون کی دوسری آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نبی کریمؐ کی تعلیم پاک کا  
 اثر یہ تھا کہ آپؐ کے شاگردان رشید سب کے سب جملہ امراض ظاہری و باطنی سے بالکل پاک  
 و صاف ہو گئے تھے۔ اور نور اسلام کی چمک کے بعد ناممکن تھا۔ کہ پھر ظلمت کھراں قلوب پاک  
 میں عود کرتی۔ اور واقعی نبیؐ آخر الزماں کی قوت تاثیر ایک معجزہ تھی جس پر غیر اقوام کو آج تک  
 شک ہے مگر آدم علیہ السلام سے لیکر اس وقت تک کسی نبیؐ کی تعلیم میں یہ اثر نہیں پایا گیا۔  
 کہ ایک تھوڑی سی مدت میں شرق سے غرب تک نور اسلام پھیل گیا۔ اور ایسے کامل و مکمل مسلمان  
 پیدا ہو گئے جنہوں نے دنیا سے بٹ پرستی کا نام و نشان مٹا دیا۔ لیکن شیعہ کا قول ماننا جائے  
 تو معاملہ برعکس ہوتا ہے کیونکہ بقول شیعہ بہت بڑے مسلمان اصحاب اربعہ جو آپؐ کی کونسل کے  
 کے اعلیٰٰ عمران آپؐ کے صبح و شام کے مشیر یا تدبیر تھے۔ ان کا تزکیہ بھی آپؐ سے نہ ہو سکا۔ بلکہ  
 ان کے دل باہمی عداوت و کینہ سے بنی علیہ السلام کی زندگی میں بھی مکدر رہے۔ اور آپؐ کی وفات  
 کے بعد تو سب کے سب مسلمان سوائے تین چار اشخاص کے دین سے پھر گئے۔ اور کفر و نفاق اختیار کیا

کر لیا۔ تو پھر وہ تزکیہ کہاں گیا۔ اور وہ تعلیم کتاب و حکمت کیا ہوئی؟ کیا لعنت نبی علیہ السلام سے غرض صرف دو تین اشخاص کی صلاح تھی؟ اور یہی نبی آخر الزمان کی قوت اعجاز کا کرشمہ تھا۔ کہ آپ کی آنکھ بند کرنے کی دیر تھی۔ کہ تمام نقشہ ہی بدل گیا۔

بھائیو! غور کرو۔ کس قدر اسلام اور ہادیئے اسلام پر دھبہ آتا۔ اور مخالفین اسلام کو طعن کا موقع ملتا ہے۔ اگر شیعہ کا اعتقاد درست مانا جائے۔ لیکن یہ سب کچھ یہودہ گوئی اور لغویت ہیں۔ جو کسی یہودی کے بہکانے پر ردِ افض کے دلوں میں یہ شیطانی وساوس پیدا ہو گئے ہیں۔ الحق ہادیئے اسلام کی تعلیم پاک میں یہ قوت اعجاز تھا۔ کہ آپ کی یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ایسے فاضل پیدا ہوئے۔ جنہوں نے دنیا کو سبق توحید سکھا کر ہمیشہ کے لئے اودھام پرستی سے نجات دلا دی۔ اقطاع الارض میں نور اسلام کی کرنیں پہنچ کر باعث رفع ظلمات کفر و شرک ہو گئیں۔ رضی اللہ عنہم در ضواعتہ۔

(۲۴) وَاعْلَمُوا أَنَّمَا اللَّهُ لَكُمْ رَسُولٌ لِّاَللّٰهِ لَوْ لَطَعْتُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبِيبٌ لِّاَللّٰهِ اَلَّذِينَ آمَنُوا وَتَرَىٰ نَفْسَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّ كَا اَلَّذِي كَرَّمُ الْكُفْرُ وَالْقُسُوفُ وَالْاَعْصِيَانُ اُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاٰ شِدَاؤُن فَضَلَّ اَمِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَ اللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ  
 پا کا ۲۶ سورہ حجرات رکوع ۱۳ (توجہ:- مسلمانو! جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول ہے۔ اگر وہ اکثر باتوں میں تمہارا کہنا مان لے۔ تو تمہیں تکلیف ہو لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے۔ اور اس کو تمہارے دلوں میں رچا دیا ہے۔ اور کفر و فسق و نافرمانی سے تمہیں متنفر بنا دیا ہے۔ یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔ اور ان پر اللہ کا فضل و احسان ہے۔ خدا دانا و حکیم ہے)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صحابہ کرام کے دلوں میں خدا نے ایمان راسخ اور مضبوط کر دیا ہے۔ اور ایمان کے ساتھ ان کو محبت طبعی ہو گئی ہے۔ اور کفر و فسق سے ان کو ہمیشہ کے لئے نفرت ہو گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ایمان کے خلاف کوئی بات ان سے سرزد ہونا محال تھی۔ پھر ان پاک نفوس پر یہ الزام کہ ان کی ایمانی حالت ایسی متزلزل تھی۔ کہ نبی کریم کی زندگی میں بھی ان کا ایمان صرف رسمی اور ظاہری تھا۔ ظاہر میں نبی کریم کے دوست اور ان کے دشمن بنے رہے۔ اور آپ کی وفات کے بعد خاندان رسالت پر علانیہ ظلم کرنے شروع کر دیے کیا یہ آیت کریمہ مذکورہ کی صریح تکذیب نہیں ہے؟ عbert عبرت عبرت!



(۲۵) فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ بِحُلِّ شَأْنِهِ عَلِيمًا پارہ ۲۸ سورہ فتح رکوع (ترجمہ) پھر خدا نے سکینہ (رحمت) اپنے رسول اور ایمان والوں پر نازل کی۔ اور صفت تقویٰ ان کے لئے لازم کر دی۔ اور وہ اس انعام کے مستحق تھے۔ اور خدا ہر شے کا علیم ہے۔

یہ سورہ فتح کی آیت ہے جس میں مجاہدین حدیبیہ کے فضائل و مناقب کا بیان ہے۔ انہو سکین اور تسلی دی گئی ہے۔ اور آئندہ فتوحات و غنائم کی بشارت سنائی گئی ہے۔ اور اسی سلسلہ میں یہ آیت بھی ہے جس میں ذکر ہے کہ اللہ صاحب کی طرف سے صحاب حدیبیہ پر سکینہ نازل ہوا۔ اور صفت تقویٰ ان کے لئے ایسی وصف لازم ہو گئی۔ جو کبھی شک نہیں سکتی۔ اور یہ بھی فرمایا گیا کہ یہ سچے جان نثاران رسول فی الواقعہ اس انعام عظیم کے سب سے زیادہ مستحق اور سزاوار تھے۔ اب آپ ہی بتائیں۔ کچھ لوگوں کے لئے وصف تقویٰ لازم کر دی گئی ہو کیا وہ منافی ہو سکتے ہیں؟ یا پھر ان کے ارتداد کا احتمال ہو سکتا ہے؟ (۲۶) اَلَا تَتَذَكَّرُ ۚ اِنَّكَ نَاصِرَةٌ ۚ اِذَا خَرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيًا اْتَيْنَا ذُ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ قَالَ لِصَاحِبِهِ لَا تُخَافُكَ اللَّهُ ۖ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ ۚ پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۱۲ (ترجمہ) اگر تم اس کی مدد نہ کرو۔ (تو کیا مضائقہ) ظ اس کا ناصر ہے (جس نے اس وقت اس کو نصرت دی) جب کہ کفار نے اس کو مدد سے نکال دیا۔ وہ دو ساتھادو میں سے جبکہ وہ دونوں دوست غلامیں تھے۔ اور جبکہ اپنے رفیق کو کہہ رہا تھا کہ غم نہ کیجئے یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہے۔

## فضائل صدیقی پر روشن دلائل

اس آیت پر نظر انصاف کرنے سے فضائل صدیقی ہشتاروں کی طرح چمکتے دکھائی دیتے ہیں۔

(۱) ایسے ہولناک وقت میں بامراہی (بزرگ صدیقی) کا انتخاب ہونا اور صدیق اکبر کا ایسے خطرناک موقع پر اپنے اخلاص و عقیدت میں پکا ٹکنا۔ بڑی بہادری سے اس پر خطر خدمت کا بصدق دل منظور کرنا اور دشمن کی تمواروں کے سایہ کے تلے سے اپنے پیارے آقا

کو بچا کر اپنے کندھے پر سوار کر کے غار ثور میں لیجا نا صدیق اکبر کے فضل عظیم پر روشن دلیل ہے  
 (۲) خدا کے حضور سے ثانی اقتدین اور صاحبہ ثانی رسول اور صاحب نبی (و عظیم  
 الشان خطابوں کا عطا ہونا رسول خدا کا لا تَحْزَنُ ایک تسلی بخش اور تسکین دہ فقرہ  
 بھی اس عاشق صادق کے لئے کچھ کم فخر نہیں ہے۔ اور یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ عاشقان  
 ذات احمدی اگر اس دو جہان کے منہ سے کوئی معمولی اور اتفاقی فقرہ یا کلمہ بھی سن لیا کرتے  
 تو مدت العمر اس کا لازمی ورد رکھتے۔ اور اس کو طرہ امتیاز سمجھ کر اپنے ہم نشینوں میں  
 اس پر اظہار فخر و مباحات کیا کرتے تھے۔ اگرچہ بظاہر وہ فقرہ زبرد تو بیج کی غرض  
 سے ہی اس پاک منہ سے نکل جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ علی المرتضیٰ نے جبکہ گھر سے کچھ منعقد  
 ہو کر مسجد میں جا کر زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔ اور رسول اکرم ان کو ڈھونڈتے ہوئے سر پر  
 جا کھڑے ہوئے۔ ان کا چہرہ خاک آلود دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ تَعْمُ يَا أَبَا تُرَابٍ وہ فقرہ  
 ابو تراب جناب علی المرتضیٰ کو ایسا پیارا معلوم ہوا کہ اپنی کنیت ہی اس کو بنا لیا۔ اب تک  
 آپ کی یہ کنیت زبانزد عوام ہے۔ ایسا ہی ایک صحابی کو بلیوں سے پیار کرتا ہوا دیکھ کر  
 ابو ہریرہ کا کہہ دیا تھا۔ اس نے فخر کے ساتھ یہی کنیت اختیار کر لی۔ ایک دفعہ ابو ذر غفاری  
 نے بار بار اعادہ سوال کیا۔ آپ نے تیسری دفعہ کے جواب میں فقرہ عَلٰی سَامِعِ الْفِی ذِی  
 حُفْلٍ سے فرما دیا۔ وہ عاشق ذات رسالت مآب اس حدیث کو ہر مجلس میں ذکر کرتا۔ اور وہ  
 فقرہ عَلٰی سَامِعِ الْفِی ذِی حُفْلٍ فرمایا۔ اب خیال فرمائیے کہ اس بخت کا اس  
 خلوت کی مجلس میں ابو بکر صدیق جیسے عاشق صادق جان نثار کو لا تَحْزَنُ کا دلاسا دینا  
 اور پھر پیار سے راحت بخش فقرہ کرب الغزل کے حضور میں منظوری کا شرف حاصل کر کے  
 عام الہی میں درج ہو جانا۔ یہ فخر صدیق اکبر ہی کے حصّہ میں تھا۔ کون ہے جو صدیق تعقی  
 رتبہ کی ہمسری کا دم بھر سکتا ہے۔ اور کون مردود ازلی ہے جو صدیق تعقی فضائل سے انکار  
 کر سکتا ہے؟

(۳) پھر دوسرا پاک فقرہ جَوَلَا تَحْزَنُ کے بعد صدیق اکبر نے اس زبان فیض تر جان سے  
 سنا۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کا عظیم فقرہ ہے۔ جو صدیق اکبر کی عظمت پر روشن دلیل ہے  
 جانتے ہو معیت اینزدی کیا معنی رکھتی ہے؟ خدا کن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ  
 مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ هُمْ فَحْسِدُوْنَ خدا کی معیت متقین اور محسنین کو ہی نصیب

ہوتی ہے۔ پھر جب معیتِ انروسی آیت مذکورہ کے رو سے صدیق اکبر کے لئے منصوب  
ہوگئی تو پھر ان کا شقی اور حسن ہونا کسی مزید دلیل کا نتائج نہ رہا۔ اللہ اکبر معیتِ انروسی  
اور کون سی معیت وہی جو رسول پاک سے معیتِ انروسی تھی۔ صدیق اکبر کے نصیب ہوئی۔  
مَعْنَا کی ضمیر جمع پر غور کرو۔ معنی یا مَعْلَا نہیں فرمایا۔ بلکہ مَعْنَا فرمایا یعنی خدا میرے  
اور تیرے دونوں کے ساتھ ہے۔ اگر صدیق اکبر ایسے بایل وقت میں حبیبِ کبریائی رسول  
الہی کی سچی معیت اختیار نہ کرتا۔ تو کیونکر اس قدر اکرام و اجلال درگاہِ رحمانی سے میسر ہو سکتا  
اسی سچی خدمتگداری کا صلہ ہے۔ جو کہ رسول اکرم سے اس خاص تعلق حضورِ کبریائی معیت  
الہی کے حصہ لیا۔ سچ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِلُّعَاجِزًا مُّحْسِنِينَ ۝

(۴) پھر قولِ الہی فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحٰنَہٗ عَلَیْہِہٖ پَر غور فرمائیے۔ یعنی خداوندِ کریم نے  
سکینۂ (رحمت) اس پر نازل فرمائی۔ کیا رحمت الہی کا حاصل کرنا کوئی معمولی بات  
ہے؟ بڑا مبارک ہے وہ شخص جس پر رب العالمین رحمت بھیجنے کی خبر کتابِ کریم و وحی پاک ہے  
(۵) قولِ باری تعالیٰ اِذَا خَرَجَہُ الْکٰفِرُیْنَ کَفَرًا وَّتَآتٰی اُتٰیٰنِیْنَ (کافروں نے رسول  
کو اس حالت میں گھر سے نکالا۔ کہ اس کے ساتھ ایک شخص اور بھی تھا۔ اس امر کی دلیل  
ہے۔ کہ کفار کو جس قدر عداوت رسولؐ سے تھی۔ اسی قدر ابو بکر صدیق سے بھی تھی۔ وہ ہر دووں کے  
یکساں اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ اور دونوں کے ساتھ ایک برتاؤ کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ  
رسولؐ کے مصیبت میں شریک کامل تھے۔ جائے غور ہے۔ کہ قرآن پاک میں جس خصوصیت  
اور تشخیصِ تعلیم کے ساتھ ابو بکر صدیق کا صاحبِ رسولؐ ثانی اثنین اور دیگر فضائل کا طرحت  
سے بیان کیا گیا ہے جس سے موافق و مخالف کو انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔ اور کسی دوسرے  
صحابی کا ذکر بالقرآن اس طرح قرآن شریف میں پایا نہیں جاتا۔

## واقعہ فار کی تصدیق کتبِ شیعہ سے

واقعہ فار سے تصدیقِ مصاحبتِ صدیق اکبر رسولؐ کے انکار کی گنجائش نہیں چھوڑی۔  
اس لئے شیعہ مصنفین اس واقعہ کی تصدیق پر مجبور ہوئے ہیں۔ گو تاویلات و تفسیر  
سے دریغ نہیں کی۔ مگر اصل واقعہ کو چھپا یا مشکل بنا دیا۔ تفسیر حسن عسری ص ۲۳ میں ہے  
اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَوْحٰی اِلَیْہِہٖ یَا مُحَمَّدٌ اِنَّ الْعِلْمَ الْاَعْلٰی یَقْرَءُ عَلَیْکَ السَّلَامُ وَیَقُولُ

لَكَ يَا أَبَا جَهْلٍ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ قُرَيْشٍ وَكَذَّبُوا بِرُسُلِكَ وَنُفِثَ إِلَيْكَ قَالٌ  
وَأَمَرَكَ أَنْ تَسْتَصْحِبَ أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهُ إِنَّ أَنْتَ وَسَاعِدُكَ وَوَارِثُكَ وَنَسَبُكَ عَلَى  
نَهْضِكَ وَتَعَاقُدِكَ كَانَ فِي الْحِجَّةِ مِنْ ذُقَقَاتِكَ وَفِي غُرَاتِهَا مِنْ خُلَصَاتِكَ  
إِلَى أَنْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَدُنِّي بَكْرٌ أَضَيْتَ أَنْ تَكُونَ مَعِي  
يَا أَبَا بَكْرٍ تَطْلُبُ كَمَا أُلْتَبُ وَتَعْرِفُ بَأَنِّكَ أَتَيْتَ الَّذِي يُجْلِي عَنِّي مَا أَدْعِيهِ  
تَقَعْلُ مَعْنَى أَنْوَاعِ الْعَذَابِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَا أَنَا لَوْ عَشْتُ  
عَمَّ الدُّنْيَا أَعَذَّبَ فِي جَمِيعِهَا أَخَذَ عَذَابُكَ لَا يَنْزِلُ عَلَى مَوْتٍ مُرِيحٌ وَ  
لَا فَرَحٌ مُبِيحٌ وَكَانَ ذَلِكَ فِي حَبَّتِكَ تَكَانَ ذَلِكَ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَتَنَعَّمُ فِيهَا  
وَأَنَا مَا لَيْتُ لِحَبَّتِكَ بِجَمِيعِ مَا لَيْتُ لَهَا فِي مُخَا لَفَتِكَ مَا أَهْلِي وَوَلَدِي إِلَّا فِدَاكَ  
ثَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ لَا جَزْمَ أَنْ أَمْلَحَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِكَ وَوَجَدَ مَا فِيهِ مَوَاقِفًا  
إِلَّا جَرَى عَلَى لِسَانِكَ جَعَلَكَ مَعِي بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالْمِاسِ مِنَ الْجَسَدِ  
وَبِمَنْزِلَةِ الرُّوحِ مِنَ الْبَدَنِ كَعَلَى الَّذِي هُوَ كَلْتُ (انتهی مخلصاً)

(ترجمہ) خلاصہ کلام امام علیہ السلام کا یہ ہے جبریل علیہ السلام رسول پر وحی لایے۔  
اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ ابو جہل اور جماعت قریش  
نے تیرے قتل کرنے کی تدبیر کی ہے۔ آگے چلکر فرمایا۔ اور خدا نے تجھے حکم دیا ہے کہ ابو بکر  
کو اپنا رفیق سفر بناؤ۔ اگر وہ موافقت و موافقت کرے۔ اور اپنے ہم سفر قائم رہے۔  
تو جنت میں بھی تیرے ساتھ ہوگا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے  
اور کہا کہ اے ابو بکرؓ تو راضی ہے کہ اس سفر میں میرے ہمراہ ہو۔ اور کفار قریش جس طرح  
میرے قتل کے لئے مجھے تلاش کریں۔ ویسا ہی تیرے قتل کے بھی درپے ہوں۔ اور اسباب  
کی تلاش ہو۔ کہ تو نے ہی مجھے اسباب پر آمادہ کیا۔ اور میری رفاقت کے سبب سے تجھے  
رستمِ قسم کے عذاب نہیں ملے گا۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ میں تو وہ شخص ہوں۔ کہ اگر آپ کی  
نہمت میں عمر بھر مجھے عذاب اور تکالیف پہنچتی ہیں۔ (نہ مزلوں اور نہ آرام پاؤں) تو میرے  
نزدیک اس سے بہتر ہے کہ آپ کو چھوڑ کر دنیا کی شہنشاہی قبول کروں۔ میری جان مال  
اور اہل و عیال سب کے سب آپ پر قربان میں۔ (آپ کو چھوڑ کر کہاں جاؤں) یہ سنکر  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہوا۔ اور تیرے دل کو تیری



کے مطابق پایا بالیقین خدا نے تجھے منزلہ میرے سمع و بصر کے گردانا۔ اور تجھے کو میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے)

شیعوں کے دلوں میں اگر کچھ بھی عزت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی ہے۔ تو وہ امام والا مقام کی یہ روایت پڑھ کر غور کریں۔ کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق کی کس قدر تعریف ہوتی ہے۔ اس روایت سے حسب ذیل امور ثابت ہیں۔

(۱) ابوبکر صدیق کی رفاقت رسولؐ سفر ہجرت میں اللہ تعالیٰ کے خاص حکم سے عمل میں آئی تھی جس سے معلوم ہوا کہ علم الہی میں اس خدمت کے قابل ابوبکر صدیق ہی سے بڑھ کر کوئی صحابی نہ تھا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کو ابوبکر صدیقؓ کو اس خدمت کے لئے خاص طور پر منتخب فرمانا دنیا کے سلام میں ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت آشکارا کرتا منظور تھا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے رسولؐ پاک کو اطلاع دیدی۔ کہ اگر صدیق اکبرؓ نے اس خدمت کو صدق دل سے انجام دیا۔ تو جنت میں بھی رفاقت رسولؐ نصیب ہوگی سچو کہ یار غار نے اس خدمت کو با حسن وجہ انجام دیا۔ اس لئے حسب وعدہ الہی جنت الفردوس میں بھی رفاقت رسولؐ کے وہ سخی قرار پائے

(۴) رسولؐ پاک کا یہ فرمانا کہ ابوبکرؓ تجھے پسند ہے۔ کہ کفار میرے اور تیرے درپے آزار یکساں ہوں؟ کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ یہ سفر ہجرت تیرے ہی صلاح و مشورہ سے اختیار کیا گیا ہے۔ ابوبکرؓ کی عظمت شان کی دلیل ہے کہ ابوبکرؓ بھی تبلیغ اسلام اور استیصال کفر کرنے میں کفار کے نزدیک رسولؐ پاک کے راست باز رہتے۔ اور ان کو صدیق سے وہی عداوت تھی۔ جو رسولؐ پاک سے تھی۔

(۵) باوجودیکہ خداوند تعالیٰ سفر کے حضور علیہ السلام نے اپنے جاننا عاشق کو آگاہ کر کے یقین دلادیا تھا کہ اس سفر میں سخت ترین مصائب کا سامنا ہے۔ پھر عاشق صادق کا اس کو قبول کر کے کہنا کہ مجھے اپنے آقائے نامدار کا ساتھ چھوڑنا ہرگز منظور نہیں ہے۔ اگرچہ قیامت تک میری جان عذاب میں پھنسی رہے۔ اور کہ یہ تکالیف حضورؐ کی رفاقت میں جان نثار عاشق کو روئے زمین کی سلطنت ملنے سے بھی ہزار درجہ راحت بخش اور آرام دہ ہے۔ بقول شخص سے

یک جان چہ تمنا هست کہ سایہم فدایت۔ آما چہ توان کرد کہ موجود میں است

صیق ابر کے جذبات محبت اور عشق رسولی کا اعلیٰ ثبوت ہے۔

(۶) پھر حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ ابو بکرؓ! اللہ علیم و خیر کو تیرے اخلاص و عقیدت کا علم تھا۔ اسی لئے تیرا میرا یہ جوڑ بنایا۔ کہ تو میرے سمع و بصر کی بجائے۔ اور کہ میری اور تیری نسبت روح و بدن کی نسبت ہے۔

سبحان اللہ اس سے بڑھ کر فضائل صدیقؓ کا ثبوت جو شیعہ کی معتبر کتاب جو کہ ان کے برگزیدہ امام کی تصنیف ہے سے ملتا ہے۔ اور کیا چاہئے۔ لیکن انھوں نے ضد بڑی بلا ہے شیعہ ابھی واضح اور روشن روایات کو بھی تقیہ پر مجبور کر دینگے۔ اللہ سے تقیہ۔ تو شیعہ کے ہاتھ میں کیسی سپر ہے۔ کہ کیسی ہی زور دیتی نظر آئے۔ تیرے حص حصین میں آکر جان بچا لیتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو! ابو اہل بیت پر یہ ایک بیہودہ بہتان ہے۔ کہ وہ تقیہ کی غرض سے کوئی خلاف واقعات کہیں۔ جو لعنتیوں کا فعل ہوا کرتا ہے۔

## دوسری شہادت

واقعہ عار کی تصدیق میں دوسرا استشہاد شیعہ کی ایک بڑی مستند کتاب حلیہ حیدری سے پیش کیا جاتا ہے۔

### نظم فارسی

راوی روایت کی ہو کہ جب حضرت علیؓ نے حضرت  
ابو بکرؓ کو قوم کے اہل حق و فلاح کے گھر پر  
تعمیم کے لئے تیار کیا تو کہنے لگے کہ تم میرے  
ہی مائید صاحب اس گھر بنو اور میری دعا ابو بکرؓ کا  
ابو بکرؓ واقع حال پر حضور علیہ السلام پہلے ہو گئے۔  
جب حضورؐ اس سفر صراطی کیا حضورؐ قدم مبارک نہ چلے  
تیار ہو کر نہ کندہ ہو پر اٹھائے اور یہ واقعہ عید  
کہ اس جانب شمار کسی وقت ملے گی کہ بار خدایا کمال  
الحاصل چل دیئے تاکہ وقت سحر ہو گیا۔  
ایک فارسی لکھی جسے عرب فارسی کہتے ہیں۔

چنین گفت راوی کہ سالار دین : چو سالم بحفظ جہاں آفرین  
نزدیک گاہ قوم پر گرفت : بسوئے سرگ ابو بکر رفت  
پس ہجرت او نیز استادہ بود : کہ سابق روش خود اوہ بود  
نبی مرہ خانہ اش چل رسید : بگوشش نہ اسفر در رسید  
چو ابو بکر بفران حال آگاہ شد : نہ خانہ بدون رفت و نہ مراہ شد  
چو رفتند چندیں بر امان نشست : نہ قوم فلک سا بحر وح گشت  
ابو بکرؓ انگہ و شش گرفت : نہ دے زین حلیت است جا گفت  
کہ در کس چنان قوت آمد پرید : کہ بار نبوت تواند کشید  
بقصد القصد چندے دگر : چو گردید پیدائش ان سحر  
پرید نہ قاصدے دران تیرہ شب : نہ کہ خاتمے عرب غار ثورے قرب

گزشتہ درجہ آں غار جیسے : دے پیش ابو بکر بنہا و پائے  
 ہر جا کہ سوراخ یا رخہ دید : قبارا بدید آں رخہ چید  
 بدید گونہ تا شد تمام آں قبا : یکے رخہ مگرفتہ ماند از قضا  
 بر آں رخہ ماند آں یار غار : کف پائے خود را نمود ستوار  
 نیامد جز او این تنگ از گسے : کہ دور از خرومی نماید بے  
 نیامد چنیں کا بے از غیر او : بدینسان چو نیراخت از وقت و  
 در آمد رسول خدا ہم بنار : نشستند کجا بہم ہر دو یار  
 چو شد کار پر داختہ آن جہاں : رسیدند کا فریای بے براں  
 در اندم بگفت پائے آں یار غار : کہ بر ردے سوراخ بود ستوار  
 رسیدن دندان مار سے گزند : درواں درواں اوشد بلند  
 پیغمبر باو گفت آہستہ باش : رسیدند اعدا کن راز فاش  
 کن غم گدواں صدار بلند : کہ از زخم افغی نیابی گزند  
 بخارند روں تاسہ ز درد شب : بسر برد آں شاہ بفرمان رب  
 شدے پور بو بکر ہنگام شام : در آں غار آب لچھا  
 نمیدے ہم از حال صحاب شمر : حبیب خدائے جہاں را خبر  
 بنی گفت پس پور بو بکر را : کہ اے پوچہ اہل صدق و صفاء  
 دو جہازہ باید گنوں را ہوار : کہ مارا ساندہ یہ شرب و یار  
 ہم از اہل دیں بدیکہ جملہ دار : برد کرد راز بنی آشکار  
 ازو جملہ داریں سخن چو کہ شود : در دجھارہ دروم ہمایا نمود  
 تہیشت لازل قوم آں کہ شہوت : رسول خدا ہم راہ گشت  
 یہ صبح چہام بر آمد ز غار : دو جہازہ آوودہ بد جملہ دار  
 نشست از بیکہ ختر شاہ دیں : ابو بکر را کرد باخود قرین  
 بر آمد بر آں دیکہ جملہ دار : بہم راہ او گشت عامر سوار  
 اس نظم میں شیعی مصنف نے اگرچہ شریعت و علم میں اپنے تعصب کی کسی قدر جھلک دکھائی  
 ہے۔ تاہم بیان واقعہ حرف بحرف کر کے داد انصاف دیا ہے۔ اس قصہ کے جو شیعی قائل مصنف

رسول خدا غامی داخل ہوا وہ دونوں کجا بیٹھے  
 جب یہاں تک نوبت پہنچی کہ کت کا فر آئے  
 اس وقت اس پاؤں کو جو سوراخ میں کھایا تھا  
 سانپ نے ڈسا اور مارے کے درجہ تک پہنچا  
 پیغمبر نے کہا خاموش ہو راز فاش نہ ہو جملے  
 غم نہ کرو اور آواز نہ نکالو گرنہ کچھ تکلیف نہ دگا  
 تین دن رات تک حضور نے امر الہی اس غارت میں  
 گزار دیا تا کہ زہر شام کی وقت میں کھائی نہ چھا  
 اور کفار کے حاکم نے نبی علیہ السلام کو مطلع کرنا تھا  
 نبی علیہ السلام پورا بو بکر کو کہا کہ اس شخص جو اپنے  
 باپ کی طرح صاحب صدق و صفاء ہے  
 ہمیں دو تیرے قتل اور کٹ جانے جو ریزہ ریزہ  
 وہاں ایک دیندار چھوٹا بچہ ابو بکر کا ہمراہ تھا  
 چرواہا نے یہ خبر سنا کہ دو اونٹ ہتھیار کر دیے  
 کفار سے وہ جگہ غامی ہوئی تو حضور علیہ السلام  
 عامر سے فرما دیے  
 جو بھوکا رہا ہے قمار سے نکلتے اور اونٹ عامر کو  
 ایک تیر شاہ دے دینا سوار ہو اور اپنے پیچھے  
 اپنے زہر سے سوار ہو گیا۔  
 اور دوسرے اونٹ پر چرواہا عامر سوار ہو گیا۔

حاجہ حیدری نے بیان کیا ہے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں۔ جو صدیق اکبر کے عشق رسولی کا ثبوت دیتے ہیں۔

(۱) سفرِ حجرت کا راز حضور علیہ السلام نے پہلے اپنے محرم راز صدیق اکبر کو بتا دیا ہوا تھا اور کفار کی آنکھوں میں خاک ڈال کر حضور یدھے اپنے صادق الوداد دوست ابو بکر صدیقؓ کے گھر رونق افروز ہوئے۔

(۲) صدیق حضورؐ کا جان نثار عاشق رات بھر گھڑیاں گن گن کر اس وقت کا منتظر ہو رہا تھا کہ کس وقت سرورِ دو جہان اپنے جان باز عاشق کی جھوٹیڑ کی اپنے قدمِ مہینت لڑم سے شرف فرماتے ہیں۔ جو نبی آہٹ سنی نوراً قدموں سے ہو گیا۔

(۳) ابو بکرؓ نے اپنے معشوقِ محبوبِ دو جہان کی پیادہ روی کی تکلیف کو محسوس کر کے باوجود پیرانہ سال حضورؐ والا کو اپنے گنہ گار پر سوار کر لیا۔ اور اس بات کو غنیمت تصور کیا۔ کہ شاہِ دنیا کے قدموں کی خاک بنے۔

(۴) عاشق صادق کو خدا نے فوق العادہ قدرت بخشی۔ کہ وہ گراں باریقوت کا تحمل ہو گیا۔ جس کا تحمل ہونا انسانی طاقت سے بالاتر تھا۔

(۵) جب تیرہ غار میں داخلہ کا وقت ہوا تو حضور علیہ السلام کو نہ داخل ہونے دیا۔ جب تک کہ بارہ دورِ موزیات کے تمام سوراخ بند نہ کر لے۔ اپنا گرتہ چاک کر کے جملہ سوراخ بند کئے جب کوئی جھپٹرا باقی نہ رہا۔ تو باقی ماندہ ایک سوراخ اپنی ایڑی سے بند کر لیا۔ کہ کوئی موزی کاٹے تو عاشق کو۔ اور محبوبِ دو جہان کو گزند نہ پہنچے۔

(۶) آخر کلا گزندِ افعی کی تکلیف برداشت کی۔ اور اس امر کو عینِ راحت سمجھا۔

(۷) تین دن رات اس آفتابِ عالم تاب کے انوارِ تابان تنہا حاصل کئے۔ جنہوں نے دو جہان کو روشن کرنا تھا۔ اس دوران میں کیا کچھ سراپا قدرت اس خوش نصیب مرید نے سنا کئے ہوئے۔ جو اپنے مریدِ مدام دیئے دو جہان سے خلوت گزین ہو رہا تھا۔ نہ ہی نصیب ابو بکرؓ خوش طالع ابو بکرؓ۔

(۸) حضور سرورِ کائنات اپنے مخلص دوست ابو بکرؓ کے متواتر تین دن رات یہاں رہے پچانچہ ہر سرورِ وزکھانا ابو بکرؓ کے گھر سے جاتا تھا۔ جس کو حضور تناول فرماتے تھے۔ (کیا رسول کا فردِ منافق کے گھر کا کھانا کبھی منظور کر سکتا ہے)



(۸) سواری کا بندوبست بھی پسر ابوبکرؓ نے کیا۔ اور حضور علیہ السلام نے ایک ہی دست پر اپنے یار غار کو اپنے ساتھ سوار کیا۔ اور مبارک سفر ہجرت اس کی جمل ہی میں طے فرمایا۔ یہ تعجب ہے۔ کہ اس قدر فضائل صدیقؓ اپنی کتابوں میں پڑھ کر بھی شیعہ صدیقؓ کو برا بھلا کہہ کر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

## تیسری شہادت

واقف نار کے مطلق تیسری شہادت شیعہ کی مستند کتاب تفسیر قمی ص ۸۷ سے یوں پائی جاتی ہے  
 قَوْلُهُ الْاَمْرُؤُكَ فَقَدْ نَصَّرَكَ اللهُ اِذَا اَخْرَجَهُ الدِّينُ كَقَوْلَانِي اَتَتْنِي اِذَا  
 هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللهَ مَعَنَا۔ فَانَّهُ حَدَّثَنِي  
 اَبْنِي عَنْ بَعْضِ رِجَالِهِ سَمِعَهُ اَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اللهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا كَانَتْ  
 رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي الْغَارِ قَالَ لَا بَيْتَ بَكْرٍ كَاَنِّي اَنْظُرُ اِلَى سَفِينَةٍ  
 جَعَصُورُ اصْحَابِهِ يَقُوْمُوْنَ فِي الْبَحْرِ وَانْظُرُ اِلَى الْاَنْصَارِ مَخْبِئَتَيْنِ فِي اَفْقَيْتِهِمْ  
 فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ تَرَى اَهُمْ يَأْتِيَا رَسُوْلَكَ اللهُ قَالَ كُمْ قَالَ فَاَيُّنِهِمْ فَسَمِعَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ  
 سَلَامُهُ فَقَالَ لَكَ سَمِعُوْا اللهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ اَنْتَ الصَّدِيقُ۔

(ترجمہ)۔ قولہ الامرؤک انھرادے کہتا ہے مجھ سے میرے باپ نے حدیث کی اس نے  
 بعض رجال سے جنہوں نے امام صادقؓ تک روایت پہنچائی۔ امامؓ نے فرمایا۔ جبکہ تھے رسولؐ  
 پاک غار میں ابوبکرؓ کو فرمایا۔ گویا میں جعفرؓ اور اس کے ساتھیوں کی کشتی کو دیکھ رہا ہوں۔ جو دریا  
 میں کھڑی ہے۔ اور میں انصار مدینہ کو بھی دیکھ رہا ہوں۔ جو اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں  
 ابوبکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ آپ ان کو دیکھ رہے ہیں یا آپ نے فرمایا ہاں! ابوبکرؓ نے کہا  
 مجھے بھی دکھائیے۔ حضورؐ نے ابوبکرؓ کی آنکھوں کو اپنے دست مبارک سے مس فرمایا۔ تو اس کو  
 بھی وہ تماشا نظر آیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تو صدیقؓ ہے)

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ غار میں جو اسرار حضورؐ اور شاہدہ فرما رہے تھے۔ ان کے مشاہدہ  
 میں ابوبکرؓ کو بھی شریک فرمایا۔ اور آنکھوں کو دست مبارک سے مس فرمایا۔ تو سب کچھ نظر آنے لگا  
 پھر آپؐ نے ابوبکرؓ کو کہا۔ کہ بیشک تو صدیقؓ ہے۔ جب حضور علیہ السلام کے دست مبارک نے  
 ابوبکرؓ کے چہرہ کو مس فرمایا۔ اور کشف اسرار غیبیہ ہوا۔ تو پھر اس چہرہ کو نار و درخ سے کیا خطہ۔

جبکہ ایک رومال دست مال جو اس کو عنایت ہوا تھا آگ میں ڈالنے تو پہلے سے زیادہ صفا  
و شفاف نظر آئے لگتا تھا آگ اس کو نہ جلا سکتی۔ بلکہ اُدرجلا بخشتی تھی۔ پھر دست مبارک  
کی برکت سے جو کشف اسرار غیبیہ ابوبکرؓ کو حاصل ہو گیا۔ پھر وہ عطیہ غنظمی اس سے کون بھیج  
سکتا تھا بیشک صدیق اکبرؓ کو کلید اسرار غیبیہ بصلہ رفاقت غار عطا ہوئی۔ علاوہ ازیں یہ حدیث  
اس بات میں نصق ہے کہ ابوبکرؓ نے بصلہ حضرات سفر ہجرت و مصاحبت غار لقب صدیقؓ  
بارگاہ رسالت آب سے عطا ہوا تھا جس کی شہادت کتب شیعہ صریحت سے دیے  
رہی ہیں۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۵

این سعادت بروز با زو نیست ۶  
تمائے بخش خدا کے بخشندہ  
اسی مضمون کی حدیث فروع کافی ص ۱۳۱ میں اور حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۲۲ میں درج  
ہے۔ اگرچہ ان میں مصنفین نے حسب علوت کسی قدر تیش زنی کی ہے۔ لیکن واقعہ جو  
کا قول نقل کر دیے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

## اعترافات شیعہ

واقعہ غار کے متعلق اگرچہ نص صریح مشعر فضائل صدیق اکبرؓ موجود ہے۔ لیکن بقول  
شخص ۵ چشم بد اندیش کہ بر کذہ باد و عیب ناید ہنرش در نظر  
شیعہ حضرات نے یہاں بھی فضول اعتراضات کر کے اپنی خوش فہمی کا ثبوت دیا ہے  
جن کا دفع ضروری سمجھ کر اعتراض شیعہ پہلے ص ۱۱۱ کے پھر جواب لکھا جائیگا۔  
اعتراف شیعہ۔ آیت میں لصاحبہ سے ابوبکرؓ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ  
قرآن میں دو صاحب یوسفؑ کا ذکر بھی ہے۔ یا صاحبی السجین جالانکہ وہ دونوں  
کافر تھے۔

جواب۔ سبحان اللہ شیعہ صاحبان کی قرآن نہیں کا کیا کہنا۔ قرآن میں صاحبی یوسفؑ  
نہیں۔ بلکہ صاحبی السجین مذکور ہے۔ وہ ہر دو صاحب السجین (جیل کے رہنے والے  
قیدی) تھے۔ صاحبی مضاف اور سجن مضاف الیہ ہے صاحبی کی یا ضمیر متکلم  
نہیں ہے۔ بلکہ اصل میں صاحبین (ثنیہ) تھا۔ (اضافت کے سبب نون ساقط ہو کر  
صاحبی السجین کہا گیا سو وہ صاحب زمان تھے۔ اور لصاحبہ میں صاحب کی اضافت

ضمیر کی طرف ہے جو رسول خدا کی طرف راجع ہے۔ غرض صاحب الرسول کہلانا اور چیز ہے۔ اور صاحب السجن اور شے ہے پھر جیل کے رہنے والے صفت کے ساتھی و پیغمبر کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ بلکہ اپنے جرم کے باعث اسیر ہوئے تھے۔ اور صاحب والا ساتھی خدا کے خاص حکم اور رسول پاک کے انتخاب سے رفیق سفر بنایا گیا تھا۔ پھر یہ صاحب غار (حضور اقدس کا یار غار) تھا جو اس وقت تک عاشق صادق کے لئے ضرب المثل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ یہ میں تفاوتِ راہ از کجاست تا کجا۔

ایسا ہی قال لصاحبہ وہو لجا ورکہ وغیرہ کو سمجھو صحت صاحب کے لفظ کی فضیلت نہیں ہے بلکہ فضیلت مضاف الیہ (رسول) کی مبارک نسبت سے پیدا ہوئی ہے۔ جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ سچ بڑھو تو شیعہ اثری چونی کا زور یاریں تو اس صراحت و وضاحت سے وہ ولایت علیؑ و کجا قرآن سے حضرت علی المرتضیٰ کا صاحب الرسول ہونا بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ ہا تو اب رہا انکم ان کتم صادقین۔

غور تو کرو اگر اہل اعلیٰین کو ابو بکر صدیق کی فضیلت کا بیان نہ منظور ہوتا۔ تو واقعہ غار میں صرف رسول پاک کا ہی ذکر کافی تھا۔ ابو بکرؓ کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر ذکر بھی الفاظ ثانی الثنیں اور لصاحب کے ساتھ کرنا بہت ہی لطیف رمز رکھتا ہے۔ انتر امن شیعہ۔ رسولؐ کا ساتھی ہونا کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ کیونکہ نوح و لوط علیہم السلام کی عورتیں رسولؐ کے ہم صحبت ہونے کے باوجود کافر تھیں۔

جواب۔ اگر عرض کو کچھ عقل ہوتی۔ تو ان دو عورتوں پر صدیقؓ کو قیاس نہ کرتا۔ ہر امر میں مستثنیات ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ حق تعالیٰ نے الْحَبِیثَاتِ وَالْحَبِیثُونَ وَالْحَبِیثَاتِ وَالْحَبِیثَاتِ لِلطَّيِّبَاتِ وَالطَّيِّبُونَ کا کلیہ بیان فرما کر ظاہر فرمایا ہے کہ یہ عورتیں پلید مردوں کے لئے اور پلید مرد پلید عورتوں کے لئے ہیں۔ اور پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں (لیکن دو عورتوں کو اس حکم سے استثناء فرما کر نص قرآن میں ان کو ضرب المثل بنا دیا ہے۔ حَضَبِ اللّٰہِ مَثَلًا الْکَثِیْرَ کَثْرًا وَامْرَاةٌ نَّوْجًا وَامْرَاةٌ لَّوْطًا کَا مَثَلًا تَحْتَ عَبْدٍ مِّنْ صَّالِحِیْنَ فَاَنَّا نَسَاءُ کَمَا فَکُمْ یَعْنِیَا عَمَّا مِّنْ مَّذَلَّةٍ شِیْءًا

لیکن معاذ اللہ خدیجہ الکبریٰؓ اور عائشہؓ صدیقہ کو ان پر قیاس کیا جاسکتا ہے کما واثار

اسی طرح صدیق اکبرؓ ایسے جانناز صادق کی صحبت رسولؐ کو امرأۃ لوط و نوحؑ پر قیاس کرنا پرے درجہ کی حماقت ہے جب کہ ان کے کفر کی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تصریح کر دی ہے۔ اور ادھر ابو بکر صدیقؓ کو مسند خلافت عطا فرما کر ان کی پاکبازی کا ناطق فیصلہ فرما دیا ہے۔

اگر ابو بکرؓ معاذ اللہ نوحؑ اور لوطؑ کی عورتوں کی طرح کا فرد منافق ہوتے تو ان کے کفر و نفاق کی قرآن میں تصریح کر دینے سے خدا کو کیا خوف تھا۔ غرض آیت کے حملہ الفاظ پر غور کرو پھر دیکھو کہ کس قدر تعریف ابو بکرؓ کی ثابت ہوتی ہے۔

اعترافِ یسعیہ کا دوسرا اعتراف یہ ہے کہ لَا تَهْتَفُتِیْ کا کلمہ تعریف کا موجب نہیں ہے۔ یہ صیغہ نہی کا ہے۔ اور جس بات سے خدا نے منع کیا ہو وہ داخل محصیت ہے۔ اگر یہ حزن کرنا یا کسی کو اس سے منع کیوں کیا جاتا؟ اور صیغہ نہی کیوں مذکور ہوتا؟

جواب یسعیہ ایسے اعتراف کرتے وقت اگر قرآن کی باقی آیات پر بھی نظر ڈال لیا کرتے تو ایسے خرافات نگھنے کی ان کو ضرورت نہ رہے۔ کیا شیخ معترض کو معلوم نہیں ہے؟ کہ اس قسم کے کلمات قرآن میں پیغمبروں کی نسبت بھی مذکور ہیں۔

(۱) جب حضرت موسیٰؑ کا عصا اُتر دیا بنا۔ تو آپ بقیقنا بے بشریت ڈر کر بھاگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تَخَفْ اِنِّیْ لَا یُخَافُ لَدُنِّیَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ پارہ ۱۹ رکوع ۱۶ (ترجمہ: اے موسیٰ! مت ڈر میرے حضور میں پیغمبروں کو ڈر نہیں ہے۔)

(۲) جب ساحروں نے اپنی رستیاں جادو سے سانپ بنا کر دوڑائیں۔ اس وقت بھی موسیٰؑ خائف ہو گئے۔ اللہ العالین نے فرمایا۔ لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ۝ پارہ ۱۱ رکوع ۱۳ (ترجمہ: ڈر نہیں۔ تو ہی غالب ہو گا)

(۳) جب حضرت ابراہیمؑ نے فرشتوں کو انسان کی شکل میں دکھایا۔ ڈرے اور گھبرا کر گھر میں گھس گئے پھر جب بھونا ہوا گوشت ان کے رو بہ در رکھا۔ اور فرشتوں نے نہ کھایا۔ از بس خائف ہوئے۔ فرشتوں نے تسلی دی۔ قَالُوا اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکَ قَوْمًا لُّوْطٌ۔ فرشتوں نے کہا۔ ڈر مت ہم تو قوم لوط کو غلاب دینے آئے ہیں)

(۴) لوط علیہ السلام کے پاس جب فرشتے آئے۔ وہ ڈر گئے۔ فرشتوں نے تسلی دی۔ قَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَهْتَفْ اِنَّا مُنْجُوْکَ وَ اَهْلَکَ اِلَّا اَمْرًا نَّکَ کَاثِرًا مِّنْ اَلْعَابِرِیْنَ ۝



پارا ۲۰ رکوع ۱۶ (ترجمہ: فرشتوں نے کہا۔ خوف اور غم مت کیجئے ہم تجھے اور تیرے  
غیاث کو بچائینگے۔ سوائے تیری عورت کے جو قوم کفار میں شامل ہے)۔

(۵) رسول پاک کو خطاب کر کے حق قائلے فرمایا لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ  
فِي ضَلٰلٍ مِّمَّنْ يَنْكُرُونَ۔ پارہ ۲۰ ساکوع ۱۲ (ترجمہ: آپ کچھ غم نہ کیجئے۔ اور کفار کے  
اکثر کی پرواہ نہ کریں)۔

(۶) مؤمنین سے خطاب ہے۔ لَا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي  
كُنْتُمْ تُوعَدُونَ۔ پارہ ۲۰ رکوع ۱۸ (ترجمہ: خوف اور غم مت کرو۔ اور بہشت ہو عود  
کی بشارت لو)۔

ابشید بتلائیں۔ یہ سب نبی کے صیغے ہیں۔ جو اولی الغم سرسلین کے خطاب میں ہیں ہمارے  
بالخصوص ہمارے رسول اکرم اور مؤمنین کے خطاب میں وہی کلمہ لَا تَحْزَنُ استعمال ہوا  
ہے۔ کیا پیغمبروں کے اس خوف و حزن کو جو بقضائے بشریت ان پر طاری ہوا داخل مصیبت  
سمجھو گے۔ اور لَا تَخَفُ وَلَا تَحْزَنُ کے خطاب کو ان کی غفلت شان اور شفقت الہی پر محمول کرو گے  
یا اُن کی قویں و ہتک تراردو گے؟ پھر اسی کلمہ لَا تَحْزَنُ کا استعمال جب ابو بکر صدیق  
کی تسکین خاطر کے لئے استعمال ہوا اس کے متعلق شیعہ کا اعتراض کہا مشک بجا ہو  
سکتا ہے؟

اعتراض شیعہ کہتے ہیں۔ جب کفار آئے۔ ابو بکر صدیق نے لگے۔ تاکہ ان کو اطلاع  
ہو جائے۔ کہ پیغمبر علیہ السلام غامی میں چھپے ہوئے ہیں حقیقت میں ابو بکر کفار سے بڑے  
ہوئے تھے۔

جواب۔ اس سے بڑھکر ہیودہ اعتراض کیا ہو سکتا ہے۔ کیا خدائے علیم و خیر کو بھی خبر  
نہ تھی؟ کہ رسول علیہ السلام کو مشورہ مصاحبت ابو بکر دیا گیا۔ اور رسول علیہ السلام بھی  
اس بات سے نا آشنا تھے۔ کہ ابو بکر اندر سے اُن سے دشمنی رکھتا ہے۔ پھر جب رسول  
علیہ السلام نے اس کو پہلے سے سفر ہجرت کی اطلاع دیدی ہوئی تھی۔ اور وہ رات بھر  
منتظر بیٹھا رہا۔ اس وقت کفار کو کیوں نہ بتا دیا۔ کہ تم لوگ گھات لگا کر رہتے ہیں  
بیٹھو۔ میں ابھی تمہارے دشمن کو تمہارے پاس لے آتا ہوں۔ اور پھر جس وقت حضور  
علیہ السلام کو اپنے شانہ پر اٹھایا تھا تو بجائے اس کے کہ غار ثور کی طرف لے جاتا۔

ابو جہل کے گھر کو سیدھا کیوں نہ چل پڑا۔ پھر جب کفار غار پر آ گئے۔ رو کر سنانے کی بجائے ان کو بکار کر کیوں نہ کہہ دیا۔ کہ آؤ یہ تمہارا دشمن بیٹھا ہے۔ جب بزعم شیعہ اپنی جماعت (کفار) کے لوگ پہنچ گئے۔ تو اس کیلئے دشمن (رسول پاک) کا کیا خطرہ تھا؟ اور یہ اگرچہ ہے۔ کہ اس وقت ابو بکرؓ نے رونما چلانا شروع کر دیا تھا۔ تو کافر آواز سن کر غار کے اندر کیوں نہ داخل ہو گئے؟ شیعوں! کچھ غور کرو۔ یہ ہلکی باتیں کیوں کرتے ہو؟ ساری دنیا اندھی نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ ابو بکرؓ نہ روئے نہ چلائے۔ البتہ گھبراہٹ اس لئے پیدا ہو گئی۔ کہ محبوبِ دو جہان خدا کے پیارے رسولؐ کو کافر تکلیف نہ پہنچائیں عزتِ اپنے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی دوسری چیز یا شخص کے لئے ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو پھر یوسف علیہ السلام کا غم تھا۔ جس کی خبر قرآن میں یوں دی گئی ہے۔  
وَالْبَيْتُ عَنْتَا مِنْ الْأُحْزَانِ (یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں غم پھر یوسفؑ سے سفید ہو گئیں۔ حضور علیہ السلام نے اپنے تخت جگر ابراہیمؑ کی وفات پر فرمایا تھا۔ اِنَّا يَوْمَ اَقْبَلْنَا اِبْرٰهِيْمَ لَمَحْزُوْنُوْنَ) (ہم اے ابراہیمؑ تیرے فراق سے غمناک ہیں)  
غرض جو اپنی ذات کے لئے گھبراہٹ ہو۔ اس کو خوف سے قہر کیا جاتا ہے۔ جو دوسرے کے لئے ہو۔ اس کو حزن کہتے ہیں۔ بلاشبہ اس پر وہ شمع محمدیؐ کو اپنی جان کی فداء پر وہ نہ تھی۔ بلکہ وہ فقیرِ دو جہان پر شمار کر چکا تھا۔ اور کہہ دیا تھا۔ کہ آپ کی محبت میں جس قدر تکالیف دیکھیں۔ میرے لئے عین راحت ہے۔  
ایک جان چہ تنہا عیست کہ سایم فلانیت و اما یہ تو اں کر دکہ موجود ہیں است  
بلکہ اس عاشقِ صادق کو غم تھا۔ تو فقط اس بات کا کہ کفار نابکار کے ہاتھ سے سردارِ دو جہان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

اعتراف۔ اِنَّ لِلّٰهِ سُلَيْكَةً عَلَیْهِ میں علیہ کی ضمیر رسولؐ کی طرف راجع ہوتی ہے۔ نہ ابو بکرؓ ہی طرف۔ جیسا کہ آیت اِلَّا تَنْصُرُوْهُ اَنْتُمْ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ الْاَیْمَانِ بھی رسولؐ اکرم ہیں۔ پھر اس سے جہتِ الہی کا مورد ابو بکرؓ کو سمجھنا درست نہیں ہے۔  
جواب۔ جب شیعتہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ گھبراہٹ رسولؐ پاک کو نہیں۔ بلکہ ابو بکرؓ صدیق کو تھی۔ اور اسی لئے لَا تُحْزِنُ رُوحَیْہُمْ ان کی تسکین خاطر کے لئے فرمایا گیا۔ تو پھر سکینہ (رحم) کا

سنی ہی تھیں ہے) رسولؐ پر اتارنے کی کیا ضرورت تھی؟ جب آپ پہلے ہی سے مطمئن بیٹھے ہوئے تھے۔ بہر حال لشکین اتارنے کی ضرورت بھی اسی شخص پر تھی جس کا دل بے چین ہو رہا تھا۔ اور یہ بات کہ دیگر ضامیر کا مرجع رسولؐ ہیں۔ اس لئے علیہ کا رجوع بھی اُدھر ہی چلے۔ سو ایسی نظائر آیات میں بکثرت ملتی ہیں۔ جیسا کہ تحریر مرادۃ و توفیقہ اور آخری کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ دوسری مثال وَاَخَذْنَا مِنْ اَخْيَرِهِمْ يَجْرَأُ اِلَيْهِ یہاں پہلی اور آخری ضمیر کا مرجع موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ لیکن درمیانی یجْرَأُ کی ضمیر حضرت ہارون کی طرف راجع ہوتی ہے۔

**اعتراف**۔ بوکرہ کا آنحضرتؐ کو اپنے کندھے پر اٹھانے کا قصہ غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ بیت الاحرام کے توڑنے کے وقت جب اسد اللہ الغالب (علیؑ) نے درخواست کی تھی کہ حضور میرے کندھے پر سوار ہوں۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ تم گراں باریوت کو کیسے برداشت کر سکتے ہو؟ پھر ابو بکرؓ کو اتنی طاقت کہاں سے آگئی کہ اس گراں بار کو اٹھالیا۔

**جواب**۔ یثیت ایزدی ہے کہ ایک وقت ایک بڑے توانا شخص سے ایک کام نہ ہو سکے تو دوسرے وقت وہی کام ایک ضعیف اور نحیف آدمی سے لے سکے۔ جیسا کہ آیت اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَلْفَتْهُنَّ الْاِنْسَانُ میں حق تعالیٰ خبر دیتا ہے۔ کہ گراں بار امانت کی برداشت کرنے کی طاقت آسمان وزمین کو باوجود اس عظمت و جسامت کے نہ ہو سکی۔ لیکن اس کو ایک ضعیف مخلوق انسان نے برداشت کر لیا۔ پھر وہی خدا اگر وہ کام جو اسد اللہؑ نہ کر سکے صدیق اکبرؓ کو اس کے کرنے کی توفیق بخش دے۔ تو اس کو کون روک سکتا ہے؟ وہ وہی خدا ہے جس نے ایک مانہ میں ابابیل جیسے حقیر پرندہ کو بے حساب فیل کے مقابلہ کی قدرت بخشی۔ اور ان کی چوڑی میں سے گرے ہوئے سنگریزہ کو گولہ بارود کی سی خاصیت عطا فرمادی تھی۔ **سہ امر اور یفعل اللہ مَا يَشَاءُ**

پھر یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ حضور علیہ السلام اونت پر سوار ہو کر مدینہ منورہ تک جا پہنچے۔ اور اونت گراں باریوت کا متحمل ہو گیا۔ لیکن شیر خدا جس میں سینکڑوں شیرزوں کی طاقت تسلیم کی جاتی ہے۔ اس کے برداشت کی قوت نہ رکھ سکے۔

اعتراف۔ اندھیری رات اور تاریک غار میں ابو بکرؓ کو سوراخ کس طرح نظر آئے۔  
جن کو وہ بند کرتا پھرا۔ یہ قصہ بھی غلط ہے۔

جواب۔ یہ ضرور نہیں کہ جنید میل کی مسافت کے بعد غار تو رات تک پہنچنے کے وقت بھی تاریک شب موجود تھی۔ بلکہ وہاں پہنچنے تک صبح کی روشنی کا وقت ضرور ہو گیا ہوگا جیسے صاحب حملہ حیدری بھی نشان سحر کی نموداری کا قائل ہے۔ پھر روشنی صبح میں سوراخ کا نظر آ جانا محال نہیں ہے۔ نیز اگر شیعہ معترض کو اس بات پر بھی اعتقاد ہو کہ چہرہ انور رسول اقدس وہ سراج منیر تھا۔ کہ اس کے نورانی شعاعوں کے سامنے آفتاب کی روشنی بھی ارجح تھی۔ جیسا انس خادم رسولؐ کی روایت ہے کہ ایک دن چودھویں چاند کی رات میں حضور انورؐ بیٹھے ہوئے تھے میں چاند کی طرف بھی نظر دوڑانا۔ اور پھر چہرہ پر نور حضورؐ کو دیکھتا۔ تو مجھے حضور کے طلعت زریا کے سامنے چودھویں رات کا چاند مدہم معلوم ہوتا۔ یہ بھی آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ حسن یوسف میں یہ کمال تھا۔ کہ اندھیری رات میں مسر کی گلیوں میں پھرتے۔ تو شمع کی ضرورت نہ ہوتی۔ بلکہ چہرہ تابان کی روشنی کافی ہوتی پھر اس باہ مدنی کئی کے چہرہ تاباں کے انوار سے کیوں انکار ہے؟ کہ اس شمع انور کی موجودگی میں بھی ابو بکرؓ کو سوراخ نظر نہ آتے ہوں۔ پھر یہ بھی آپ کی کتابوں میں (جیسا کہ لکھا جا چکا ہے) درج ہے کہ اس صبح نور (ذات احمدی) کا یہ اثر تھا کہ غار میں بیٹھے ہوئے دونوں دوست مدینہ میں بیٹھے ہوئے انصار کو گھروں میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اور جعفرؓ کی کشتی سمندر میں چکر کھاتی نظر آرہی تھی پھر انکو سس ہے۔ کہ شیعہ کو رباطوں کو اس بات پر تعجب ہے۔ کہ اندھیری رات میں ابو بکرؓ کو غار کے سوراخ کس طرح نظر آ گئے۔ اچھا یہ سب باتیں نہ سہی۔ آخر اندھا بھی تو ٹوہ کر معلوم کر لیتا ہے۔ کیا ہاتھ سے ٹوہ کر بھی سوراخ غار معلوم نہ ہو سکتے تھے؟ امین ہے کہ اب معترض کی تسلی ہو گئی ہوگی۔ اس لئے ہم اسی قدر بر اکتفا کرتے ہیں۔

آیت الاتصاف وہ الخ کے متعلق اعتراضات شیعہ کا قلع و قمع ہو چکا۔ اب ہم آیت استخلاف کی بحث شروع کرتے ہیں۔

(۲۷) وَخَلَعَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لِيَسْتَخْلَفُوهُمْ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَدْرٍ حَقٍّ فِيهِمْ آمَنًا لَا يَعْصُونَ نَجْرًا وَلَا يَشْرِكُونَ فِي شَيْءٍ



وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ ۸۱ سورۃ نور رکوع  
(ترجمہ: خدا تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے۔ اور نیک اعمال کے  
وعدہ کر لیا ہے۔ کہ بالضرور ان کو زمین میں جانشین اور خلیفہ بنائیگا جیسا کہ ان لوگوں  
کو خلیفہ بنایا۔ جو تم سے پہلے تھے۔ اور ان کے اس دین کو جس کو ان کے لئے پسند کر چکا  
ہے۔ یتمکن (مضبوط) کر دیگا۔ اور خوف کے بعد ان کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔  
وہ میری پرستش کرینگے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بٹھرائینگے۔ جس نے اس کے بعد  
کفران کیا۔ وہ لوگ فاسق ہیں)

اس آیت میں احکم الحاکمین نے ایک بڑے معرکہ کے مسئلہ خلافت کا بھی فیصلہ فرمادیا  
ہے۔ اگر کوئی دل نور ہدایت سے منور ہو۔ تو اس کو مسئلہ مہمودہ کی نسبت اس فیصلہ  
رحمانی کے مان لینے میں تاثر نہ ہوگا۔ دیکھو! رب العباد نے فرمادیا ہے۔ کہ ہم نے اس شخص  
الخواص جماعت مؤمنین کو حتیٰ وعدہ دیدیا ہے۔ کہ ان کو خلافت کی سند ضرور عطا  
کی جائیگی۔ جیسا کہ اس سے پہلے مومنوں کے پچھے پیروؤں کو ہم نے خلافت عطا فرمائی تھی  
اور اس وقت دین مرضیہ کی خوب استقامت ہوگی۔ اور خوف کا زمانہ امن سے بدل جائیگا  
یہ جماعت ایسی محض عباد صالحین کی ہوگی۔ کہ باوجود اس اقتدار عظیم (عہدہ خلافت) کے  
حاصل کرنے کے پھر بھی میری توحید پر قائم رہیں گے۔ اب ہم شیعوں صاحبان سے دریافت  
کرتے ہیں۔ کہ یہ وعدہ الہی اصحاب ثلاثہ کے حق میں پورا ہوا یا نہیں۔ اگر ہوا تو کیا وہ  
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کے مصداق تھے یا نہ۔ اگر نہیں تھے تو کیوں اس  
انعام الہی (عطیہ خلافت مہمودہ) سے مستحق ہو گئے؟ اس کے مستحق تو وہی لوگ تھے  
جو آمنوا الخ کے مصداق تھے۔ کیا غیر مستحق لوگ بھی انعام پا جایا کرتے ہیں۔ خصوصاً جب  
انعام بخشنے والا ظلام الضیوب اور علیکم بذات الصدور ہو۔ کیا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک انعام  
کا اطلاق عام ہو تو دوسرے لوگوں کے نام جاری ہو چکا ہے۔ اور تقسیم انعام کے وقت وہ  
لوگ منہ دیکھتے رہ جائیں۔ اور ایک دوسری جماعت جو بالکل غیر مستحق تھی۔ انعام پا گئی۔  
ایسا کیوں ہوا۔ کیا بوقت تقسیم انعام۔ انعام بخشنے والے کو مستحقین اور غیر مستحقین کے امتیاز  
میں دھوکہ ہوا۔ ایسا انعام دینے والے نے اپنا پہلا حکم منسوخ کر کے دوسروں کو انعام  
دیدیا۔ اور پہلوں سے وعدہ خلافتی کر بیٹھا۔ یا جماعت غیر مستحقین زبردست تھی۔ اول نے

دوسری سے زبردستی چھین کر وہ انعام ٹوٹا لیا۔ یہ سب باتیں کفر ہیں۔ نہ تو اس ذاتِ عظیم و جبار کے آگے اعزاز کے مستحقین اور غیر مستحقین مخفی رہ سکتے ہیں۔ اور نہ وہ اپنے احکام نافذہ کو بلاوجہ توڑ کر تغیر و تبدل کرتا ہے۔ اور نہ اس کے حتمی وعدوں میں تخلف ہو سکتا ہے۔ اور نہ کوئی طاقت اس سے زبردست ہو سکتی ہے جو اس کے ارادہ پاک کی فراغت کر سکے۔ اور اس کی وہی سوئی نعمت اس کی مقبول جماعت کے ہاتھوں سے چھین سکے۔ **وَهُوَ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ** اور **يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ** کی وصف سے مرصوف ہے۔ وہ اپنے ارادوں کو پورا کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اس کی صفت **لَا يَخْلِفُ لِمَا كَانَتْ** ہے۔ اس کے وعدوں میں تخلف کا خیال کرتا کفر ہے۔ اس کے ارادہ اور مشیت میں ہی یہی تھا۔ کہ بعد وفات سرور کائنات آپ کی خدمات کا اعزاز ان کے چار برگزیدہ اصحاب کو عطا فرمایا جائے۔ یہ اعزاز چونکہ ان کی پاک خدمات کے صلہ میں تھا۔ اس لئے اس کے عطا ہونے پر ان کی خدمات کا بھی پورا لحاظ ہو۔ جس کی خدمات اسلام میں سب سے زیادہ ہیں۔ جس نے خدا کی راہ میں بہت زیادہ دکھ اٹھائے ہیں۔ جس نے باویسے اسلام کی دعوت سب سے پہلے بلا کسی امتحان لینے کے قبول کی۔ اور اس سچے ہادی کی تائید میں سب سے پہلے اعداؤں سے مقابلہ کیا۔ جس نے اپنی ساری وجاہت اور دنیوی اقتدار نظر انداز کر کے دینِ رسول کی سچی تابعداری سب سے اول اختیار کی ہے جس نے عمر بھر میں اس اپنے پیارے آقا کا ساتھ پورا نبایا ہے جو اس کا نہایت ہولناک اور خطرناک میں ہدم اور یار غار رہا ہے جس پر اس پاک رسول کی نظر شفقت بلحاظ اس کے کہ۔

قدیمان خود را میفرار قدر

سب سے زیادہ تھی جس کو اس پاک رسول نے اپنی زندگی کے اخیر وقت میں اپنے مصلے پر کھڑا کرنے اور امامت پر مامور کرنے کا امتیاز بخشا ہے۔ ان کو سب سے پہلے اس اعزاز سے حصہ ملے۔ ثم فثم۔ منطوق آیت صاف بیکار رہا ہے۔ کہ خلفاء اربعہ نے اپنے اختیار اور کوشش سے نہ کسی منصوبہ سے خلافت کی تحصیل کی۔ بلکہ محض خدا پاک کے ارادہ سے اس کے حتمی وعدہ کے بموجب ان کو یہ اعزاز ملے۔ اور اسی ترتیب سے ملے جیسا کہ خداوند کریم کی مرضی تھی۔ ورنہ کس کی طاقت تھی کہ ارادہ ایزدی غالب آسکتا۔ اس کے موعود اعزاز کو بلا استحقاق حاصل کر سکتا۔ یا وقت سے پہلے اس اعزاز سے حصہ لے سکتا۔ تقدیر اور مشیت ایزدی پر کوئی انسانی تدبیر غالب نہیں آسکتی۔ اور نہ ارادہ الہی کا مقابلہ انسانی منصوبہ سے

ہو سکتا ہے پھر یہ کہنا سخت ہے ایمانی ہے کہ وعدہ الہی تو علی المرتضیٰ کے لئے تھا۔ اور وہی  
 سب سے پہلے مستحق تھے۔ لیکن ثلاثہ نے زبردستی سے اُن کا حق چھین کر خود خلافت پہلے  
 لئے لی بھلا کچھ تو عقل کیجئے۔ یہ تو مان بھی لیں کہ اسد اللہ الغالب پر ثلاثہ کی قوت غالب  
 ہو جائے۔ اور ان کے مقابلہ میں شیر خدا خیر شکن بے بس ہو کر دم بخود رہ جائے لیکن یہ  
 کب ہو سکتا ہے کہ ثلاثہ خدا کے قدیر کی زبردست طاقت کا مقابلہ کر کے اس کی موعودہ  
 اور دی ہوئی نعمت شیر خدا سے چھین لیں۔ خود باللہ من ہذہ الخیالات۔ نیز آیت سے ظاہر  
 ہے کہ وعدہ خلافت ایک سے زیادہ اشخاص کے لئے تھا۔ نہ فرد واحد کے لئے۔ کیونکہ  
 آیت میں موعودہ ہم جماعت مومنین ہے۔ نہ ایک شخص الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا صَالِحًا  
 جمع پر غور کرو۔ اور جو نشان ان موعودہ ہم کا خدا نے کریم نے بیان فرمایا ہے یعنی اٰمَنُوا  
 وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جو لوگ ان اوصاف میں جملہ صحابہ سے فائز تھے۔ نہ ہی مستحق ہو سکتے  
 ہیں۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ خلفاء اور دیگر صحابہ کرام سے ان اوصاف میں فاضل تھے۔  
 اور یہی اس منصب جلیل کے مستحق تھے۔ اور ان چاروں کو اس منصب کا اعزاز ملنا مقدر  
 تھا۔ اور دھڑلہ خلافت بھی محدود کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ رسول برحق نے الخلفاء بعدی  
 ثلاثون فرما کر اس کی میعاد تیس سال بیان فرمادی تھی۔ تو پھر فرمائیے کہ سوائے اُن  
 جو سلسلہ خلافت میں وقوع میں آئی۔ اور صورت ہی کون سی تھی؟ کہ یہ چاروں زبردگار  
 اس عطیہ الہی سے اسی میعاد کے اندر بہرہ ور ہو سکتے۔ اگر مولانا علی المرتضیٰ کو سب سے  
 پہلے خلافت ملتی۔ تو باقی ہر سہ اصحاب اس نعمت موعودہ سے محروم رہ جاتے۔ کیونکہ انکا  
 زمانہ زندگی پہلے ہی ختم ہو جاتا تھا۔ ایسا ہی اس ترتیب میں اگر کچھ بھی تغیر ہوتا۔ تو کوئی  
 نہ کوئی صاحب ضرور اس عطیہ سے محروم رہ جاتا۔ سبحان اللہ فعل الحکم لا یخلو عن الحکمة۔  
 اس آیت کریمہ نے مسئلہ ایمان صحابہ کے ساتھ مسئلہ خلافت کا بھی قطعی فیصلہ  
 فرمادیا۔ اور یہ بھی ثابت کر دیا۔ کہ یہ خلفاء جیسے کہ پہلے اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کے مصداق  
 تھے خلافت ملنے کے بعد بھی یَعْبُدُوْنِیْ وَلاَ یُشْرَکُوْنَ بِیْ شَیْئًا کہ پورے مصداق  
 رہینگے۔ ممکن ہی نہیں ہے کہ اس قدر اقتدار عظیم ملنے پر بھی ان کی حالت میں ذرہ سا تغیر  
 پیدا ہو جائے۔ بلکہ جیسے کہ پہلے سکنت اور فقر کی حالت میں میرے سچے مومن نیک اعمال تھے  
 اس اقتدار میں بھی میری عبادت میں مست۔ میری توحید میں مشغول رہیں گے۔

ملے حلاء العون میں بھی میعاد خلافت تیس سال لکھ دیا گیا ہے۔

صاحبانِ انور کہتے ہیں کہ ایت خلفاء ثلاثہ کے ابدی ایمان پر شاہِ عدل ہے۔ نیز خداوندِ کریم نے ان کے ایمانِ ابدی کی شہادت دیکر پھر یہ بھی فرما دیا۔ کہ اس میری شہادت کے بعد بھی اگر میرے ان پاک بندوں کے ایمان میں کوئی شخص کلام کرے گا۔ اور ان کے ایمانِ عام کا کفران کرے گا تو مجھ کو کہ وہ مگر اے۔ بد بخت فاسق ہے۔ معنی آیت مَن کَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ مفسرین نے یہ کیا ہے۔ مَن اَلْکَمَ عَنْ اَحْسَانِهِمْ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ شیعہ صاحبانِ اقدار انصاف کی عینک لگا کر آیت کو پڑھیں۔ بتائیں تو یہی و کَیْبَدَ لَنَهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا کا مصداق کون زمانہ ہے۔ کیا وہ زمانہ جو بعدِ خلافتِ جنابِ امیرِ علیہ السلام کا تھا۔ شیعہ صاحبان تو مانتے ہیں۔ کہ وہ زمانہ تو سخت پُر آشوب تھا۔ ہمارا ایک ہمعصر شیعہ اپنے رسالہ سجاد کے صفحہ ۷ پر اس زمانہ کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے۔

حضرت امیر کی خلافت کا زمانہ جو بہرہ بہرہ بنی عایشہ صدیقہ وغیرہ غایت درجہ پُر آشوب تھا۔ اور عرب میں گویا سہلے سے کاسا حال ہو رہا تھا۔ پھر ایسا پُر آشوب زمانہ تو اس پیشینگوئی و کَیْبَدَ لَنَهُمْ کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ فی الحقیقت یہ زمانہ خلفاء ثلاثہ کا ہی زمانہ تھا۔ کہ بعد اس خوف کے جو وفاتِ رسولِ مقبول کے بعد ارتداد کا فتنہ عظیم برپا ہو گیا تھا۔ مسلمہ اور عیسوی جھوٹے نبیوں نے اندھیر مچا دیا تھا۔ اور صدیق اکبر نے توفیقِ ایزدی سے ان کذابوں کا خاتمہ کر کے تمام فتنہ فرو کر دیا تھا۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے امن قائم ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ ہر سہ خلفاء کے زمانہ میں وہ امن قائم رہا جس سے شیعہ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ کیا یہ سب الہی وعدہ ان منافقوں کے حق میں پورے ہوئے؟ نعوذ باللہ مَن شَرُّ الْمَوْسُواسِ الْمُخَنَاسِ۔ آیت اختلاف کے متعلق بحث ہو چکی۔ آئندہ ہم مسئلہ خلافت پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔ جبکہ کتبِ شیعہ سے استدلال کیا جائیگا۔

(۲۸) وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ مِیرَٰثُنَا عِبَادِی الصَّٰلِحِیْنَ (پاک ۱۷ سا کو ع ۷) (ترجمہ ہم نے ذکرِ تورات کے علاوہ زبور میں لکھ دیا ہے کہ زمین موعود کے وارث میرے پاک بندے ہوں گے)

اس آیت میں ایک عظیم الشان پیشینگوئی ہے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ یہ پیشینگوئی کس زمانہ میں کس کے حق میں پوری ہوئی؟ خداوندِ علیم و خبیر خبر دیتا ہے۔ کہ توریت اور زبور میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم سے وعدہ کرتا ہے۔ میں تجھ کو اور تیرے بے تیری نسل کو کنعان کا سارا ملک



میں پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ اَلْاَرْضُ اَرْضُ قُدُسٍ (زمین کُفان) کے وارث میرے  
 مخلص پاک بندے ہوں گے۔ اب بتائیے کہ یہ زمین کس کے ہاتھ پر فتح ہوئی؟ حضرت  
 فاروق اعظم کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔ اور اس آیت کے رو سے آپ عباد صالحون میں سے  
 ہوئے۔ کیا منافق ہی عباد صالحون کہلا سکتے ہیں؟ سچ کہئے کہ اس سے زیادہ فخر کیا  
 ہو سکتا ہے؟ کہ ایک عظیم الشان پیشینگوئی جس کی خبریں آسمانی کتابیں دے رہی ہیں  
 وہ پیشینگوئی آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آپ کے سچے خادم فاروق اعظمؓ کے عہد میں پوری  
 ہوئی ہے۔ اور پھر طرفہ یہ کہ اس سرزمین کے وارث ہمیشہ اہل سنت والجماعت مسلمان  
 ہی رہے ہیں۔ بشیوعہ پر ہماری حجت ہے۔ کہ خدا کے نزدیک وہ عباد صالحون میں شمار  
 نہیں ہیں۔ اگر میں تو کیوں اَرْضِ قُدُسہ کی وارثت ان کو نصیب نہیں۔

بعض مفسرین نے اَرْض سے مراد زمین شریفین کی زمین لی ہے۔ بہر حال اَرْض سے  
 مراد زمین شام (بیت المقدس) ہو یا مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زمین اس کی وارثت ہمیشہ  
 سے اہل سنت والجماعت مسلمانوں کے ہاتھ میں رہی ہے۔ اور تا قیامت رہے گی۔ اور یہی منشاء  
 اہی عباد صالحون ہیں۔

سوال۔ اس موقع پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ اس سرزمین پر ایک دفعہ نیز بھی حکومت  
 کر چکا ہے۔ اور تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ کہ وساطت شریف حین نصاریٰ کا بھی عمل دخل رہا  
 ہے۔ اور اب اس سرزمین پر وہابیوں کا قبضہ ہو گیا ہے پھر آیت سے صداقت نہ رہے  
 حق اہل سنت والجماعت کس طرح ہو سکتی ہے؟

جواب۔ یہ اعتراض آیت کے الفاظ پاک پر غور نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔  
 اگر مخالف کو قرآن میں تدبیر کرنا نصیب ہو۔ تو ہرگز ایسے بیہودہ اعتراض کی رو سے جرات  
 نہ ہو۔ آیت میں میراث کا لفظ موجود ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ اس سرزمین پاک پر  
 وارثانہ قبضہ صالح بندوں کا ہو گا۔ اگر کوئی فاسق ناجرا بد مذہب شخص یا قوم تھوڑے دنوں  
 کے لئے وہاں غاصبانہ قبضہ کر کے حکومت کرے۔ اور کچھ دنوں کے بعد پھر وہ وہاں سے دھمکا

(بقیہ حاشیہ ص ۸۱) جس میں تو پر دیسی ہے۔ دیتا ہوں کہ ہمیشہ کے لئے ملک ہو۔ ہدایہ باب ۱۷۔ آیت ۱۷

اور زبور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لیکن وہ جو علیم ہیں زمین کے وارث ہوں گے۔ ۳۷ زبور۔ آیت ۱۱۔

صافات زمین کے وارث ہوں گے۔ ۳۷ زبور۔ آیت ۲۹۔ جن پر اس کی برکت ہے۔ زمین کے وارث ہوں گے

اور بن پڑخت ہے کٹ جائیں گے۔ زبور ۳۷۔ آیت ۲۳۔

کر کھالیا جائے۔ تو وہ بیراث کا مصداق ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یزید کا قبضہ غاصبانہ گنتی کے دن رہا۔ پھر اس کا ایسا ہستیصال ہوا کہ دنیا میں لعنت کے سوار اس کا نصیب نہ رہا۔ شریف حسین نے اگر نصارے کو قتل رکھا تو اس کا بھی وہی شہر ہوا جو یزید کا ہوا تھا۔ وہابی پہلے بھی کچھ عرصہ وہاں حکومت کر چکے ہیں۔ پھر ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ اب جو انہوں نے وہاں دخل حاصل کیا ہے۔ میرا ایمان ہے۔ کہ یہ بھی چند روزہ بات سے وہاں سے یہ لوگ بھی اسی ذلت و خواری سے نکال دیئے جائیں گے۔ وارثانہ اور مالکانہ قبضہ اس سرزمین پر ہمیشہ مسلمانان اہل سنت و الجماعہ مقلدین کا رہا ہے اور رہیگا کیونکہ قرآن سچا ہے۔ اور خدا کے وعدوں میں ہرگز تغلف نہیں ہو سکتا۔ اس پاک زمین پر عرصہ دراز ترکوں کی حکومت رہی۔ جو خالص سنی حنفی تھے۔ انہوں نے ارض پاک کا احترام رکھا۔ اور حرمین شریفین کے خادم رہے۔ خدا نے چاہا۔ تو پھر بھی اس پاک زمین کی خدمت انہی کے سپرد ہوگی۔

## عقلی دلیل

اس امر کی عقلی دلیل کہ ارض پاک بیت المقدس۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ میں سولے مسلمانان اہل سنت و الجماعہ مقلدین ایک کرام کے دوسرا کوئی فرقہ حکومت نہیں کر سکتا۔ یہ ہے۔ کہ چونکہ ان مقامات مقدسہ میں بہت سے انبیاء عظام کے مرقہ ہیں۔ اور وہاں کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ میں رہنی چاہئے۔ جو تمام انبیاء کی یکساں عزت کرتا ہو۔ سوائے لوگ مسلمانان اہل سنت ہی ہیں۔ جو تمام انبیاء سے ایمان رکھتے ہیں۔ اور سب کا ان کے دلوں میں یکساں احترام ہے۔ برخلاف اس کے یہود کے دلوں میں حضرت عیسیٰ اور محمد عربی کی عزت نہیں ہے۔ نصارے بھی رسول آخر الزمان کے دشمن ہیں۔ اس لئے اراضی مقدسہ میں حکومت کے قابل نہیں ہیں۔ پھر مدینہ منورہ میں حضرت رسول پاک کے روضہ اطہر میں آپ کے دو خادم صدیق و فاروق پہلو بہ پہلو سوئے ہوئے ہیں۔ اگر شیعہ کو وہاں دسترس ملے۔ تو ان دونوں اصحاب کی مزارات کی بے حرمتی کرنے سے دریغ نہ کریں۔ وہابی کا رویہ فتنہ ہوں۔ تو چونکہ ان کے دلوں میں روضہ نبوی کا بھی احترام نہیں ہے۔ بلکہ ان کے ایک بزرگ کا قول ہے کہ **هَذَا أَصْنَمُ الْكُفْرِ وَكَوْا قُلُوبُكُمْ عَلَيْهِ**

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَدَأَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ حُرَّةً ۚ وَأَوْفَىٰ بِعَهْدِهِمْ إِذْ عَاهَدُوا لَكُمْ ۚ وَلَقَدْ كَانَ لَكُم مِّنْ فَتْنَةٍ كَثِيرَةٍ فَنَقَاكُمْ بِهَا وَلَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ ذُو قُوَّةٍ يَأْتِيكُم بِالْبَيِّنَاتِ وَالْحُرُوفِ الْمُنَوِّنَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَدَأَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ حُرَّةً ۚ وَأَوْفَىٰ بِعَهْدِهِمْ إِذْ عَاهَدُوا لَكُمْ ۚ وَلَقَدْ كَانَ لَكُم مِّنْ فَتْنَةٍ كَثِيرَةٍ فَنَقَاكُمْ بِهَا وَلَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ ذُو قُوَّةٍ يَأْتِيكُم بِالْبَيِّنَاتِ وَالْحُرُوفِ الْمُنَوِّنَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

اللَّهُ عَالِمُ الْغُيُوبِ ۝

## فضائل صحابہ ثلاثہ کا ثبوت کتب شیعہ

قرآنی برہین قاہرہ بیان ہو چکے۔ اب ہم صحابہ ثلاثہ کا کامل لایمان ہونا حضرت علی المرتضیٰؑ کا باہم شہر و شکر ہونا۔ ایک دوسرے کا خیر خواہ اور شیر کار ہونا۔ نبی علیہ السلام کے قراۓت اور سچے تابع اور ہونا مقبول بارگاہ الہی ہونا۔ ہمنہادات ائمہ اہل بیت کتب مقبرہ شیعہ سے بیان کرتے ہیں۔ ہر چند متقدمین شیعہ بھی متاخرین کی طرح صحابہ ثلاثہ سے غیظ و غضب اور نفرت و عناد رکھتے تھے۔ لیکن پھر بھی واقعات کا چھپانا آسان بات نہیں ہے۔ ان صحیح واقعات کا ذکر مخالفین کی کتابوں میں بھی درج ہے۔ پہلے تو شیعہ اپنی کتابوں کو اہل سنت کو دیکھنے ہی نہ دیتے تھے۔ لیکن اب پریس کی برکت سے کتابیں مل سکتی ہیں۔ (اندیسی وجہ ہے۔ کہ اب سنی فضلاء شیعہ کی مختبر کتابوں سے انہی الزام دے سکتے ہیں۔

## ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق واقعہ غار کے متعلق تفسیر سمری۔ تفسیر قمی اور حملہ حیدری کی عبارتیں اوپر لکھی جا چکی ہیں جن سے فضائل صدیقؓ کا نمایاں ثبوت ملتا ہے۔ اب دوسری کتب سے روایات لکھی جاتی ہیں۔

اقول۔ ذریعہ کافی جلد ۲ ص ۱۱۱ میں ایک طویل حدیث مرویہ جناب صادق علیہ السلام درج ہے۔ جس میں صدقہ کے متعلق ذکر ہے۔ کہ کل مال صدقہ نہیں کر دینا چاہئے۔ تاکہ خود ملو

مخبرین جلسے آگے نکھا ہے۔ ہذا: اَحَادِیْثُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ  
 وَآلِہٖ وَسَلَّمُ قَدْ اُتِیَتْہَا الْکِتَابُ وَالْکِتَابُ یُصَدِّقُہٗ اَہْلُہٗ مِنَ الْمَوْتِ مِیْنِ وَقَالَ  
 اَبُو بَکْرٍ عِنْدَ مَوْتِہٖ حَیْثُ قِیلَ لَہٗ اَوْصِ فَقَالَ اَوْصِیْ بِاَلْحَمْلِیْ وَ اَوْصِیْ بِاَلْحَمْلِیْ  
 وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَہٗ الثَّلَاثَ عِنْدَ مَوْتِہٖ وَلَوْ عَلِمَ اَنَّ الثَّلَاثَ خِیْرٌ لَّزِ اَوْصِیْ بِہِ  
 ثُمَّ مَنَ عَلِمْتُمْ بَعْدَ کَافٍ فَصَلِّیْہِ وَنَہْدِہٗ سَلَامًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْہُ وَ اَبُو ذَرٍّ  
 رَاٰہُ اللّٰهُ ثُمَّ سَلَّمَ اَنْ تَکَانَ اِذَا اَحَدٌ اَعْطَاہُ رَفَعَ مِیْنُہٗ قُوَّتَہٗ لِسُنْبِہِ  
 حَتّٰی یَخْضُرَ عَطَاءُہٗ مِّنْ قَابِلٍ فَقِیلَ لَہٗ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَنْتَ فِی سُرْہَدِکَ لَصْنَعُ  
 هٰذَا وَاَنْتَ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّکَ تَمُوْتُ الْیَوْمَ فَکَانَ جَوَابَہٗ اَنْ قَالَ مَا لَکُمْ  
 لَا تَهْرَجُونَ لِی الْبَقَاءَ کَمَا خِفْتُمْ عَلَی الْفَنَاءِ اَمَّا عَلِمْتُمْ یَا جَمَلٌ اَنَّ النَّفْسَ  
 قَدْ تَلْتَمَسَتْ عَلٰی صَاحِبِہَا اِذَا لَمْ یَکُنْ مِنَ الْغَیْثِ مَا تَعْتَمِدُ عَلَیْہِ فَاِذَا رَحِیْ  
 اَحْرَسَتْ مَعِیْشَتَہَا اَطْلَمَتْ وَاَمَّا اَبُو ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْہُ فَکَانَ لَہٗ تَوَلِّیَاتُ  
 وَشَوَہَاتُ یَعْلَمُہَا وَیَذُنُّ مِنْہَا اِذَا شَکَی اَہْلُہٗ اَلْحَمْدُ اَوْ نَزَلَ بِہِ ضِیْفٌ  
 اَوْ رَاٰی بِاَہْلِہٖ الدِّیْنَ مَعَهُ خَصَاصَہٗ یُحِبُّ لَہُمْ الْجَنَّةَ وَرَاٰ مِنْ الشَّیْءِ  
 عَلٰی قَدْرِ مَا یَذْهَبُ عَنْہُمْ بَقَرٌ اَلْحَمْدُ وَیَا خُدَّہٗ هُوَ نَصِیْبٌ وَاحِدٌ مِنْہُمْ لَا  
 یَنْقُضُ عَلَیْہُمْ وَمَنْ اَمَرُہُمْ مِنْ هٰؤُلَاءِ وَقَدْ قَالَ یُحِبُّہُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی  
 اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

(ترجمہ: یہ احادیث رسول پاک ہیں جن کی تصدیق کتاب اللہ کرتی ہے۔ اور کتاب اللہ کی  
 تصدیق (اپنے عمل سے) مؤمن کرتے ہیں جو کتاب اللہ سمجھنے کے اہل ہوں ابو بکرؓ نے  
 وقت وفات جب اس کو وصیت کے لئے کہا گیا۔ فرمایا کہ میں پانچویں حصہ (مال) کی وصیت  
 کرتا ہوں چنانچہ پانچویں حصہ کی وصیت کی۔ حالانکہ خدائے تیسرے حصہ کی وصیت کی اسے  
 اجازت دی ہوئی تھی۔ وہ جانتا کہ تیسرے حصہ کی وصیت میں زیادہ ثواب ہے۔ تو  
 ایسا ہی کرتا۔ پھر ابو بکرؓ سے دوسرے درجہ پر فضل و زہد میں تم سلمانؓ اور ابو ذرؓ کو سمجھتے ہو  
 پس سلمانؓ کو جب کوئی عطیہ دیتا۔ پورے سال کی خوراک ذخیرہ کر لیتا۔ حتیٰ کہ سال آئندہ  
 پھر عطیہ ملے ہو۔ لوگوں نے کہا۔ آپ باوجود زاہد ہونے کے ایسا کرتے ہیں۔ آپ کو معلوم  
 نہیں کہ آج ہی فیت ہو جائے۔ جواب دیا۔ کیا تمہیں میرے زندہ رہنے کی امید نہیں ہے؟)



جیسا کہ میرے مرجع کے اندیشہ ہے۔ لے جا ہوا، ہمیں معلوم ہو کہ نفس اپنے صاحب پر سرکشی کرتا ہے۔ جب تک کہ اسے اس قدر معیشت نہ مل جائے جس پر اسے بھروسہ ہو۔ اور جب وہ اپنی معیشت فراہم کر لے مطمئن ہو جاتا ہے۔ اور ابو ذرؓ کے پاس اوشٹیاں اور بکریاں ہوتی تھیں جو دودھ دیتی تھیں۔ اور جب ان کے عیال کو گوشت کی حاجت ہوتی۔ یا کوئی مہمان آجاتا یا اپنے متعلقین کو بھیجھا دیکھتے۔ ان میں سے کوئی یا بکری ذبح کر لیتے۔ اور سب کو تقسیم کر دیتے۔ اور اپنے لئے ایک آدمی کی خوراک رکھ لیتے جو دوسروں سے زیادہ نہ ہو۔ تم جانتے ہو کہ ان تین فقہوں بزرگواروں سے بڑھ کر ثرانیہ کون ہو سکتا ہے؟ حالانکہ ان کے شان میں رسول پاکؐ نے فرمایا جو کچھ کہ فرمایا۔

اس حدیث سے حسب ذیل باتیں ظاہر ہوئیں:-

(۱) حضرت امام علیہ السلام کے نزدیک حضرت ابو بکرؓ ان مومنین کا طین میں سے تھے جو کتاب اللہ کی سمجھنے کی اہلیت رکھتے تھے۔ اور اپنے عمل سے کتاب اللہ کے احکام کی تصدیق کرتے تھے۔

(۲) حضرت سلمانؓ اور حضرت ابو ذرؓ فضل مذہب میں دوسرا درجہ رکھتے تھے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کا زہد و فضل اُن سے اول درجہ (فائز) تھا۔

(۳) حضرت ابو بکرؓ اُن برگزیدہ راہروں سے تھے جن کا ہم بظہر کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا۔

(۴) حضرت ابو بکرؓ کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث بیان کی ہوئی تھیں۔

سوال شیعہ یہ ہے کہ مَنْ آذْهَدُ مِنْهُ لَمْ يَكُنْ اَشَارَةً صَاحِبِ سَلْمَانَ اور ابو ذرؓ کی طرف ہو۔ اور ابو بکرؓ ان میں شمار نہ ہوں۔

جواب۔ اگر معترض عقل کا اندھا نہیں ہے۔ تو ابتداء حدیث میں الفاظ الکتاب بِصَدْرِهِ اَمَّا مَنْ الْمَوْتِیْنَ کے بعد پہلے ذکر ابو بکرؓ کا ہونا۔ اور پھر سلمانؓ اور ابو ذرؓ کے متعلق امام علیہ السلام کا یہ فرمانا۔ ثُمَّ مِنْ عَلَمٍ بَعْدَ مَنْ فَضَّلُوْا سَاحِبَ سَلْمَانَ (جس کا مفہوم صاف یہ ہے کہ ابو بکرؓ کے فضل و زہد کے دوسرے درجہ پر سلمانؓ و ابو ذرؓ ہیں۔



اس کے صدق و صفاء قلبی کی وجہ سے غزوت و وقار بڑا ہے)

پہنچد شیعہ کی بڑی معتبر کتاب کشف الغم میں یہ روایت درج ہے۔ سئل الامام ابو جعفر

عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ حَلِيَّةِ السَّيْفِ هَلْ يُجَوِّزُ قَالَ نَعَمْ قَدْ حَلَّى أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ

سَيْفَهُ فَقَالَ السَّائِرُونَ أَلْقَوْلُ هَكَذَا أَفَوَسَّيْتُ الْإِمَامَ عَنْ مَقَامِهِ فَقَالَ لَحْمُ

الصِّدِّيقِ نَعَمْ الصِّدِّيقُ نَعَمْ الصِّدِّيقُ فَمَنْ لَمْ يَقُلْ لَهُ الصِّدِّيقُ فَلَا صِدْقَ

اللَّهُ قَوْلُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (ترجمہ: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے تلوار

کو چاندی سے مرصع کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا۔

جائز ہے۔ کیونکہ ابوبکر صدیقؓ نے اپنی تلوار کو مرصع کیا ہے۔ راوی کہنے لگا۔ آپ اس کو

صدیقؓ کہتے ہیں۔ امامؑ غضبناک ہو کر اسے مقام سے اٹھے۔ اور کہنے لگے بہت اچھا

صدیقؓ نہ بہت اچھا صدیقؓ نہ بہت اچھا صدیقؓ نہ۔ جو اس کو صدیقؓ نہ کہے۔ خدا اس کو

دنیا و آخرت میں جھوٹا کرے)

اب حضرت امام علیہ السلام کی اس تصریح کے بعد کہ واقعی ابوبکر صدیقؓ میں جو ان کی

صدیقیت کو نہ ماننے بقول امام ہمام وہ خمس الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہے شیعوہ

نہ مانتے تو ان سے بڑے بڑے خائب و خاسر کون ہو سکتا ہے؟

ششم۔ کتاب ناسخ التواتر بخ جو شیعہ کی مستند کتاب ہے۔ اس کے جلد ۲ ص ۵۶۳ میں ہے

وازیس اول (یعنی زید بن حارثہ) ابوبکرؓ مسلمان شد واسم ابو عبد اللہ است و لقبہ عتیق و

کنیتہ ابو بکر است و اولیٰ ابو قحاذہ عثمان است و ابو عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن

سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی۔ و ابوبکر علم الساب نیک میدانست و نسب او نیز محفوظ

بود۔ و بابھن از قریش الفتنہ کمال داشت۔ و چند تن را پنهانی دعوت باسلام نمود۔ و نزدیک

یہ بکر آورد۔ تا اسلام برایشان عرضہ داشت۔ نخستین عثمان بن عفان بن ابی العاص ابن

امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بود۔ و دیگر زبیر

بن العوام ابن خویلد بن اسد بن عبد الغزی بن قصی بود۔ و اس زبیر سپر برادر خدیجہ علیہا

السلام است و دیگر عبد الرحمن بن عوف ابن جعد عوف بن عبد الحارث بن زہرہ بن کلاب

بن مرہ بن کعب بن لوی بود۔ و دیگر سعد بن ابی وقاص واسم ابی وقاص مالک بود و اولیٰ سپر

امیہ بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی است۔ و دیگر طلحہ بن عبد اللہ

عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی است۔ و دیگر طلحہ  
 بن عبد اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بود۔  
 بن جلد از دوستان ابو بکرؓ بودند و بد لالت او اسلام یافتند و از پس او ابو عبیدہ  
 سلام آورد و ترجمہ: اور زمین حارثہ کے بعد ابو بکرؓ مسلمان ہوئے۔ ان کا نام عبد  
 القیس بن اور کنیت ابو بکرؓ ہے۔ اور وہ بیٹے ابو قحاذہ کے ہیں جن کا نام عثمان ہے۔ ان کا  
 نسب یوں ہے عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی۔ ابو بکرؓ علم  
 نسب خوب جانتے تھے۔ اور ان کا نسب بھی محفوظ تھا۔ اور بعض قریشیوں سے ان کی نہایت  
 محبت تھی۔ چند اشخاص کو انہوں نے خفیہ طور پر دعوت اسلام کی اور پیغمبرؐ کے پاس لائے  
 آپ نے ان پر اسلام پیش کیا۔ سب سے پہلے شخص (جو ترغیب ابو بکرؓ سے مسلمان ہوئے)  
 عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن  
 مرہ بن کعب بن لوی تھے۔ دوسرے شخص مریم بن عوام بن خویلد بن عبد المزی بن قصی تھے  
 یہ زبیر حضرت خدیجہ علیہا السلام کے بیٹے تھے۔ تیسرے شخص عبد الرحمن بن عوف ابن  
 عبد عوف بن عبد الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی تھے۔ اور چوتھے سعد  
 بن ابی وقاص تھے۔ ابی وقاص کا نام مالک تھا۔ دو بیٹے امیب بن عبد مناف بن زہرہ بن  
 کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی ہیں۔ یہ سب لوگ ابو بکرؓ کے دوستوں سے تھے۔ اور انہی  
 کی راہنمائی سے یہ سب اسلام لائے۔ اور ابو بکرؓ کے بعد ابو عبیدہ سلام لائے۔  
 اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ بڑے پایہ کے شخص تھے۔ اور برگزیدہ  
 خاندان قریش سے تھے۔ پہلے ہی سے ان کے نام (عبد اللہ) میں توحید کی جہلک موجود تھی  
 علم الانساب کی خاص بہارت رکھتے تھے۔ اور محفوظ النسب تھے۔ ان کا لقب بھی عتیق (غریب)  
 قاضی قریش میں بڑے ذی رسوخ تھے۔ آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو خاص مدد  
 مل ہوئی۔ چنانچہ ان کے طفیل بڑے بڑے اکابر قوم قریش اسلام میں داخل ہوئے۔  
 یا ایسا شخص جو اسلام لاتے ہی اشاعت اسلام میں مصروف ہو گیا۔ اور اپنے اثر خاص  
 سے اکابر قوم کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ اور اپنی زندگی خدمت اسلام میں بسر کی۔ حضور صریح  
 علم کی تعلیم و تربیت کامل کے بعد پھر منافق ہو سکتا ہے۔ بہ کثرت کلمہ تمہاج من افراہم  
 نفتم: تفسیر مجمع البیان طبری میں (جو شیعہ کی تفسیر ہے) تفسیر آیت الذی جاء



يَا صَدِّقَ وَصَدَّقَ بِهِ قُلُوبُكُمْ الْمُنْقَوُونَ (ترجمہ: اور جو شخص آیا ساتھ صدق کے اور جس نے تصدیق کی اس کی وہی لوگ متقون ہیں) کی تفسیر میں لکھا ہے۔ قَوْلُ الَّذِي جَاءَ بِالصَّدِّقِ رَسُولُ اللَّهِ وَصَدَّقَ بِهِ أَبُوبَكْرٍ (ترجمہ: جو شخص آیا ساتھ صدق کے اس کے ساتھ رسول خدا ہیں۔ اور جس نے تصدیق کی ان کی اس سے مراد ابوبکرؓ ہیں۔

ہشتم کتاب بیچ المقاتل مضمر فضل میں جو مضمی اجلہ علماء سے ہے۔ یہ روایت درج ہے۔ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقُولُ حَدَّثَنِي بَرِّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَسْلَمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الْجَنَّةَ مَشْنَأُ ابْنِي ثَلَاثَةِ نَحْوِ بَكْرٍ فَقَالَ أَمْتُ الصَّدِّيقِ أَنْتَ ثَانِي الثَّنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ فَلَوْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ عَنْ هَوْلِ الشَّلَاةِ (ترجمہ: اور وہ کہتے ہیں۔ یہ یہ سلمی نے مجھے بتایا کہ میں نے رسول خدا سے سنا۔ فرمایا بہشت میں اشخاص کا مشتاق ہے۔ اتنے میں ابوبکرؓ آگئے۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ تو صدیق ہے۔ اور تو دوسرا دوکا ہے۔ جو غار میں تھے۔ راوی کہتا ہے۔ کاش! میں حضورؐ کے پوچھتا کہ وہ تین کون ہیں؟)

تھم۔ احتجاج طبرسی میں بروایت امیر المومنین یہ حدیث درج ہے۔ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَبَلٍ حَرَاءٍ إِذْ قَامَ ابْنُ الْحُبَابِ فَقَالَ لَهُ قُمْ فَإِنَّهُ لَيَكُنَّ عَلَيْكَ الْإِنْبِيَّ وَصَدِّيقُ شَاهِدٍ (ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جبل حرا پر تھے کہ پہاڑ نے جنبش کی۔ تو حضورؐ نے فرمایا اٹھ جا۔ کیونکہ تجھ پر ایک نبی دوسرا صدیق تیسرا شہید بیٹھیں)

کیا ان دو روایات کو ٹپھکر بھی شیعہ کو حضرت ابوبکرؓ کی صحیفہ میں کچھ شک شبہ باقی رہ گیا لیکن ضد کا کیا علاج!

دھم بیچ البلاغہ میں جو شیعوں کی مستند کتاب ہے جس میں جناب امیر علیہ السلام کے خطبات اور اقوال درج ہیں۔ لکھا ہے۔ اللَّهُ يَلَا تَخْلُوتُ فَلَقَدْ قَوْمَ الْأَوْدَ وَذَوِ الْأَعْمَلِ وَأَقَامَ السَّعَةِ وَخَلَفَ الْبَيْتَ عَمْرٍو فَهَبْ نَفْسَ الْوُوبِ فَيَلِكُ الْغَيْبُ أَصَابَ خَيْسَرَ هَا وَصَبَقَ ثَمَرَهَا أَدَى إِلَى اللَّهِ طَائِفَةٌ وَتَقَاهُ بَعْدَهُ وَرَجُلٌ وَكَمَرُكُمْ فِي طَرِيقِ مُتَشَبِّهَةٍ لَا يَخْتَبِي فِيهِ الصَّالُّ وَلَا يَسْتَيْقِنُ الْمُنْصِدِي (ترجمہ: خدا فلان (ابوبکرؓ) پر رحمت کو کہے کچی کو سیر پا کیا۔ باری (جہالت) کا علاج کیا۔ یہ دنیا رسولؐ کو

قائم کیا۔ بحث کر چکے ڈالا (دنیا سے) پاکدامن اور کم عیب ہو کر گزر گیا۔ خوبی کو پا لیا۔ اور شرف سے پہلے چلا گیا۔ خدائی بندگی کا حق ادا کیا۔ اور تقویٰ جیسا کہ چاہے۔ اختیار کیا۔ فوت ہو گیا۔ اور لوگوں کو بیچ و بیچ راستوں میں چھوڑ گیا۔ کہ گمراہ کو راستہ نہیں ملتا۔ اور راہ پانے والا یقین نہیں کرتا) شاخیں بیج البلانہ نے لفظ فلان سے ابو بکرؓ یا عمرؓ مراد رکھی ہے۔ دیکھو اس خطبہ میں علی المرتضیٰؓ صدیق اکبرؓ کی کسی تعریف فرماتے ہیں۔ اور اخیر میں کہتے ہیں۔ کہ ہمارا عہد خلافت ایسا پر شور ہے کہ ہدایت یافتہ بھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔

یگتر دھند۔ مزدوج فاطمہؓ کی تحریک ابو بکرؓ نے کی۔

جلال الیوم اور جلد اول ص ۱۱۱ میں درج ہے۔

روایت کی ہے۔ کہ ایک دن ابو بکرؓ و عمرؓ و سعیدؓ بن معاذؓ مسجد حضرت رسولؐ میں بیٹھے آپس میں مزاحمت جناب فاطمہؓ کا ذکر کر رہے تھے۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ اشرف قریش نے فاطمہؓ کی خواستگاری کی اور حضرت نے ان کو جواب دیا۔ کہ ان کا اختیار پروردگار کو ہے۔ اور حضرت علیؓ بن ابیطالب نے ہمارے میں حضرت سے کچھ نہیں کہا۔ اور نہ کسی نے ان کی طرف سے کہا۔ اور ہمیں گمان یہی ہے۔ کہ سوائے تنگدستی کے اور کچھ انہیں مانع نہیں۔ اور جو کچھ ہم جانتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ خدا اور رسولؐ خدا نے فاطمہؓ کو شیک علیؓ کے لئے رکھا ہے۔ پس ابو بکرؓ نے عمرؓ اور سعیدؓ بن معاذؓ کو کہا کہ اٹھو علیؓ کے پاس چلیں۔ اور ان سے کہیں۔ کہ فاطمہؓ کی خواستگاری کرو۔ اگر تنگدستی انہیں مانع ہے۔ تو ہم اس بات میں ان کی مدد کر کے متعین معاذ نے کہا۔ بہت درست ہے۔ یہ کہہ کر اٹھے۔ اور جناب امیرؓ کے گھر گئے۔ جبہ ستاب امیرؓ کی خدمت میں پہنچے حضرت نے فرمایا کس لئے آئے ہو؟ ابو بکرؓ نے کہا۔ اے ابو الحسن کوئی فضیلت فضیلت ہائے نیک سے نہیں ہے۔ تم اور لوگوں پر اس فضیلت میں سابق ہو تمہارے اور حضرت رسولؐ کے درمیان جو رابطہ بسبب یگانگی و مصاحبت و ایمنی و نصرت و یاری اور جو روابط معنوی ہیں وہ معلوم ہیں۔ جمیع قریش نے فاطمہؓ کی خواستگاری کی۔ مگر حضرت نے قبول نہ کی۔ اور جواب دیا۔ کہ اس کا اختیار پروردگار کو ہے۔ پس تم کو کیا چیز فاطمہؓ کی خواستگاری سے مانع ہے؟ ہم کو گمان یہ ہے۔ کہ خدا و رسولؐ نے فاطمہؓ کو تمہارے واسطے رکھا ہے۔ باقی اور لوگوں سے منع کیا ہے۔ امیرؓ نے ابو بکرؓ سے یہ سنا آنسو چشمہ مبارک سے جاری ہوئے۔ اور فرمایا امیرؓ غم اور اندوہ تم نے نازہ کیا۔ اور جو آرزو

میرے دل میں پہناں تھی۔ اس کو تم نے تیز کر دیا۔ کون ایسا ہوگا۔ جو فاطمہؑ کی خوشگاری نہ چاہتا ہو؟ وکتین مجھے بسبب تنگدستی اس امر کے اظہار سے شرم آتی ہے پس ان لوگوں نے جس طرح ہوا حضرت کو راضی کیا۔ کہ جناب رسول خداؐ کے پاس جا کر فاطمہؑ کی خوشگاری کریں۔ جناب امیرؑ نے اپنا اونٹ کھولا۔ اور گھر میں لاکر بانڈا انڈا اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کو کس قدر خیر خواہی جناب امیر علیہ السلام کی مطلوب تھی۔ کہ اس مبارک رشتہ (تزو بیج فاطمہؑ) کی تحریک کی اور ہر طرح سے اس معاملہ میں جناب امیر علیہ السلام کی امداد پر آمادگی ظاہر کی۔ پہلے جناب امیر علیہ السلام نے اپنی مفلسی کا غدر پیش کیا۔ مگر ان مردان خدا نے ان کو ڈھارس بندھوائی۔ اور معاملہ انجام بخیر ہوا۔ کیا دشمن بھی کسی کی ایسی خیر خواہی کیا کرتے ہیں؟ اگر شیعہ غور کریں۔ تو اس مبارک رشتہ (تزو بیج فاطمہؑ) کا سہرا بھی ابوبکرؓ ہی گھس رہا تھا ہے جنہوں نے اس سلسلہ کی تحریک کی۔

دوا نہ دھم۔ جعفر فاطمہؑ ابوبکرؓ نے خرید کیا۔

تزو بیج فاطمہؑ کی ابتدائی تحریک ہی حضرت ابوبکرؓ نے نہیں کی۔ بلکہ آخری رسوم خرید بھینر وغیرہ بھی ابوبکرؓ ہی کے ہاتھ سے انجام پذیر ہوئیں۔ چنانچہ جلاء العیون اردو صلیک پر مذکور ہے۔

جناب امیرؑ نے فرمایا۔ حضرت رسولؐ نے مجھے ارشاد کیا۔ یا علیؑ اٹھو۔ اور اپنی زرہ بچھاؤ۔ پس میں گیا۔ اور زرہ فروخت کر کے اس کی قیمت حضرت کی خدمت میں لایا۔ اور روپے حضرت کے دامن میں رکھ دیے۔ حضرت نے مجھ سے نہ پوچھا۔ کہ کتنے روپے ہیں؟ اور میں نے بھی کچھ نہ کہا۔ پس اُن میں سے ایک ٹھٹی روپیہ لیا۔ اور بلالؓ کو بلا کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ فاطمہؑ کے لئے عطر و خوشبو لے آ۔ پس اُن درہم میں سے دو ٹھٹیاں بیکرا ابوبکرؓ کو دیں۔ اور فرمایا بانار میں جا اور کپڑا وغیرہ جو کچھ اثاثہ البیت درکار ہے لے آ۔ پس عمار بن یاسر اور ایک جماعت صحابہ کو ابوبکرؓ کے پیچھے بھیجا۔ اور سب بازار میں پہنچے۔ پس اُن میں سے ہر ایک شخص جو چیز لیتا تھا۔ ابوبکرؓ کے مشورہ سے خرید کرتا۔ اور دکھالیتا تھا۔ پس ایک پیراٹن سات درہم کو اور ایک بقیعہ چار درہم کو اور ایک چادر سیاہ خیبری دکرسی کہ دو نو پاٹ اس کے لیف خرما سے جڑے تھے

اور دو توشک جا رہے مصری کی کہ ایک کو لیف خرما سے اور دوسری کو پشم گوشت سے بھرا تھا۔ اور چار تھپے پوست طاقت کے کہ ان کو گدیاہ اذخر سے بھرا تھا۔ اور ایک پردہ پشم اندہ بوریا اور چکی اور بادئیہ رستی اور ایک ظرف پوست پانی چنے کا اور کاسہ چن دودھ کے لئے اور ایک مشک پانی کے لئے اور ایک آفتابہ قیر اندود اور ایک سیوی سبز اور کوزہ ہائے سفالین خرید کے۔ جب سب اسباب خرید چکے۔ بعض اشیاء ابو بکرؓ اور سب اصحاب نے بھی اسباب مذکورہ اٹھایا۔ اور حضرت رسولؐ کی خدمت میں لائے حضرت ہر ایک چیز کو دست مبارک میں اٹھا کر ملاحظہ فرماتے اور کہتے تھے۔ خدا خدا اس کو میرے اہل بیت پر مبارک کر۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰؑ کی دوستی کے علاوہ حضرت رسولؐ پاکؐ کو بھی ابو بکرؓ پر اس قدر بھروسہ و اعتماد تھا۔ کہ چیز فاطمہؑ کی خرید پر بھی وہی مامور ہوئے۔ اور سب اسباب ان کے ہی مشورہ سے خریدا گیا۔ کیا دشمنوں کو بھی ایسے مبارک اہم کام کے لئے منتخب کیا جاتا ہے؟

سینار دہم۔ صدیق اکبرؓ کی حضورؐ سے آخری باتیں۔

جلال العیون اردو ص ۶۱ میں لکھا ہے۔ ثعلبی نے روایت کی ہے۔ کہ جس وقت مرض حضرت رسولؐ پر سنگین ہوا۔ اس وقت ابو بکرؓ آئے۔ اور کہا یا حضرت آپؐ کس وقت انتقال کریں گے؟ حضرت نے فرمایا میری اجل حاضر ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ آپؐ کی بازگشت کہاں ہے؟ حضرت نے فرمایا۔ جانب سدرۃ المنتہی و جنت الماویٰ و رفیق اعلیٰ و عیش گوارا و جہائے شراب قرب حق قائم میری بازگشت ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ آپؐ کو غسل کون دے گا؟ حضرت نے فرمایا جو میرے البیت سے مجھ سے بہت قریب ہے۔ ابو بکرؓ نے پوچھا۔ کس چیز میں؟ ابو بکرؓ نے فرمایا۔ انہیں کپڑوں میں جو میں پہنے ہوں۔ یا جاہائے یمنی و مصری میں۔ ابو بکرؓ نے پوچھا کس طرح آپؐ پر نماز پڑھیں؟ اس وقت جوش و خروش اور غلغلہ آواز مردم بلند ہوا۔ اور درود دیوار کا پھنکے حضرت نے فرمایا۔ صبر کرو۔ خدا تم لوگوں سے عفو کرے۔ انتہی۔

ابن شیبہؒ نے پوچھا جاتا ہے۔ کہ ابو بکرؓ معاذ اللہ عجیب منافق تھے۔ کہ اخیر وقت میں بھی حضور علیہ السلام راز کی باتیں اور وصیتیں اُسی کو سناتے رہے۔ آخری وقت تو انہیں



تمام قوی علیائیں سے آزاد ہو کر صرف متوجہ الی اللہ ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت وہی بھلا معلوم ہوتا ہے جو مقرب الی اللہ ہو۔ پاک لوگ آخری دم میں بھی ناپاک لوگوں کو پاس پھٹکنے نہیں دیتے۔ غرض حضور علیہ السلام کو اپنے محبوب صادق ابوبکر صدیق سے اس درجہ محبت و پیار تھا کہ وقت نزع بھی اسی کو شرف ہم کلامی بخشا۔ (خوشحال ابوبکرؓ) چھارہ ہم شیعہ کی متعدد کتب میں شیخین کی نسبت حضرت امام جعفر علیہ السلام سے مروی یہ حدیث موجود ہے:-

هَذَا إِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِمَانِ كَذَا عَلَى الْحَقِّ وَمَا قَا عَلَيْهِمَا مَاءٌ حَمَلَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (ترجمہ:- ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں امام عادل اور با انصاف تھے۔ حق پر تھے حق پر ہی فوت ہوئے۔ ان دونوں پر خدا کی رحمت ہو گی)

اب میں یہ چودہ شہادات کتب شیعہ سے لکھ کر حضرات شیعہ کو دوازدہ ایمہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ اس قدر روشن شہادات دوبارہ تعریف و اعتراف فضیلت و صدیقیت حضرت ابوبکرؓ و یکھ کر بھی تم لوگ جلد سے باز نہ آؤ گے۔ ہاں! مگر جن لوگوں کے دلوں پر تفاوت کی فہرشت ہو چکی ہے۔ ان کو کون ہدایت کرے۔ واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم

## حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(۱) حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے متعلق کلاماً باقر مجلسی شیعہ نے بحار الانوار جلد ۱۴ کتاب التہام و العالم میں سعود عیاشی سے یوں روایت کی ہے:- سَمِعْتُ أَوْيَ الْعِيَّاشِيَّ عَنْ أَبِي قَبْرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ سَمْعَةَ مَوْلَى اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَلَّيْكُمْ أَعِزَّ الْأَسْلَافِ بَعَثَ ابْنُ الْخَطَّابِ أَبِي بَابِي جَهْلُ بْنُ هِشَامٍ (ترجمہ:- سعود عیاشی امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی۔ اے خدا اسلام کو عمر بن خطاب یا ابو جہل بن ہشام کے اسلام لانے سے عزت بخش) سو حضورؐ کی دعا مستجاب ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے اسلام کی کیفیت صاحب حملہ حیدری یوں لکھتا ہے:-

نظم

چنان دید کہ وہ بل از اس سرزنش و کیفیت شد عداوت منس  
 کہ جز قتل بمیرد و الحبال و بنوش و گریح فکر خیال  
 یکی بود میگفت با اشتیاق کہ اگر کسی گرسنه مصطفی  
 نراند آتش از خدیج چشم با و شود و کہ بان سید دیده و سرخ مو  
 زو بیای مصری برین و دیگر سیم و درخشش حیدرین  
 عمر چون شنید این سخن گفتش بنحیدر حق طبع در تنش  
 یا گفت سوگند اگر خودی و کہ از گفته خویش تن نگذری  
 من امروز خدمت سیرا تم بجای بیارم به پیش سر مصطفی  
 گرفت از ابو جہل اول قسم و پس سخا و در در کس قدم  
 با آن کار چو رفت بیرون عمر و یکی گفت با او نداری خبر  
 سیم مشیر ات نیز با جفت خویش گرفت است بن محمد پیش  
 بر اصف و یا غص ازین گفتگو و بگفتا بر زم کنوں خون او  
 سوی خانه تو سر خویش رفت و چو آمد بنزد یک تریش رفت  
 چو آمد پیش در و ایستاد و صدای شنید بان گوش داشت  
 شنید آنکہ میخواند مرد و نکو و کلاهی کہ شنیده به مثل او  
 عمر زود و در خواہش باز کرد و چو آمد در وں نشوید آغاز کرد  
 طافا و با جفت خواہر بہ جنگ و گرفتش ز حلق و مشیر و تنگ  
 گلویش بہ تنگی نشوید آنچنان کہ نزدیک خدا شود قصص طاب  
 بیار و دال خواہش فوجہ گر و بگفتش چو خواہی زبانی عمر  
 اگر شاگردی ز ما در ملول و نزدیک وین محمد قبول  
 کنوں گشتی سر برانیم پیش و ولی بر نگردیم از دین خویش  
 چو شنید زو این حکایت عمر و برانست کو بر نگرد و اگر  
 بگفتش چو دیدی تو از مصطفی و کہ گشتی بہ پیش جنس مقبل  
 بگفتا کلام خداے جلیل و کہ آورد با و حضرت جبرئیل  
 شنیدیم و گردید بر ایقین و کہ بہت آن کلام جانان در

ایسا ہو اگر وہ بل از اس سرزنش و کیفیت شد عداوت منس  
 کہ جز قتل بمیرد و الحبال و بنوش و گریح فکر خیال  
 یکی بود میگفت با اشتیاق کہ اگر کسی گرسنه مصطفی  
 نراند آتش از خدیج چشم با و شود و کہ بان سید دیده و سرخ مو  
 زو بیای مصری برین و دیگر سیم و درخشش حیدرین  
 عمر چون شنید این سخن گفتش بنحیدر حق طبع در تنش  
 یا گفت سوگند اگر خودی و کہ از گفته خویش تن نگذری  
 من امروز خدمت سیرا تم بجای بیارم به پیش سر مصطفی  
 گرفت از ابو جہل اول قسم و پس سخا و در در کس قدم  
 با آن کار چو رفت بیرون عمر و یکی گفت با او نداری خبر  
 سیم مشیر ات نیز با جفت خویش گرفت است بن محمد پیش  
 بر اصف و یا غص ازین گفتگو و بگفتا بر زم کنوں خون او  
 سوی خانه تو سر خویش رفت و چو آمد بنزد یک تریش رفت  
 چو آمد پیش در و ایستاد و صدای شنید بان گوش داشت  
 شنید آنکہ میخواند مرد و نکو و کلاهی کہ شنیده به مثل او  
 عمر زود و در خواہش باز کرد و چو آمد در وں نشوید آغاز کرد  
 طافا و با جفت خواہر بہ جنگ و گرفتش ز حلق و مشیر و تنگ  
 گلویش بہ تنگی نشوید آنچنان کہ نزدیک خدا شود قصص طاب  
 بیار و دال خواہش فوجہ گر و بگفتش چو خواہی زبانی عمر  
 اگر شاگردی ز ما در ملول و نزدیک وین محمد قبول  
 کنوں گشتی سر برانیم پیش و ولی بر نگردیم از دین خویش  
 چو شنید زو این حکایت عمر و برانست کو بر نگرد و اگر  
 بگفتش چو دیدی تو از مصطفی و کہ گشتی بہ پیش جنس مقبل  
 بگفتا کلام خداے جلیل و کہ آورد با و حضرت جبرئیل  
 شنیدیم و گردید بر ایقین و کہ بہت آن کلام جانان در

ی کلام ہے

عمر گفت زان قول بجز اساس نہ آگیا و در بی خیال سپهر اس  
بر و خواہش آید چند خوانند و عمر گوش پل کرد حیران بماند  
و شن زان شنیدل ہی نرم شد و بسود آسلاام سر گرم شد  
و زان پس بگشتند با ہم دلاں و بنزد رسول خدا کجہاں  
بدولت سرای پیغمبر شدند و چون در بستہ بد حلقہ بر در زدند  
یک آدم و دید از پشت در کہ استاودہ یا تیغ بر در عمر  
بہ تندی رفت و احوال گفت و بماند ترا اصحاب اند و خلعت  
چنین گفت پس عمر خیر البشر کہ در غم نیست بروے کشایند  
گزارہ صدق آمدہ حسیب از درگاہ خدا و باخاطر و غا  
یہ بینی کہ در دہمائل عشر و نقش اسبک اسانہم زمر  
یوہ مانز کرد بر روی او و خدا مد عمر بالب عذر گو  
و نقش بہ بر سر و انبیاء و نشانہش بجا یکیک پوشانند  
بگفتند اصحاب ہم تہنیت و زان بشیر یافت وین تقویت  
پس اصحاب ہی را خدا یں مدعاؤ کہ از خدمت سرور انبیاء  
بسوی حرم آشکارا روند و نماز جماعت بجا آورند  
سید این سخن چون بفرض رسول و زخیر البشر یافت عز قبول  
روایات بالا سے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں۔ جو حضرت عمرؓ کی فضیلت کا نمایان  
ثبوت ہیں۔

(۱) آپ کا اسلام لانا حضور سرور کائنات کی خاص استجابیت و دعا کا نتیجہ ہے۔ اور نہ ممکن  
ہے جس سینہ میں نور اسلام حبیب کبریاء کی خاص توجہ و دعا داخل ہوا ہو۔ پھر اس میں  
خلعت کفر و فحاشی داخل ہو سکے؟

(۲) اسلام عمرؓ کسی ذنبوی اللہ یا طمع سے نہیں۔ بلکہ صداقت اسلام دیکھنے اور کلام الہی  
کے قوت اعجاز کی خاص تاثیر ہونے کے سبب سے ہوا تھا۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ انہی  
مدت صحبت رسول پاک حاصل کرنے اور تعلیم و تربیت پانے کے بعد پھر تاریکے ضلالت  
و کفر خود کر سکے۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ کام غیر نظام اگر چہ بڑے بڑے خواہش  
بیشیر فی چند آئیں پڑھیں جبکہ حضرت عمرؓ جو حضرت  
حضرت عمرؓ کا ایک منکر دم ہوگا اور وہ کام کی محبت میں سرگرم ہو  
اور ان پر سب مکر و خدو سرور عالم کی خدمت میں چل پڑے  
حفلہ کے بعد دولت پر حاضر ہو گا و روزہ بند مکر کھر ہو  
ایکے کان آواہ اس دروازہ کی پشت دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے  
نئی کریم کے پاس جا کر حال بتایا صحابی رسولؐ نے اسے تجھے  
رسول پاک کے پیچھا بڑگوار فرماؤ تو کہہ دے کہ میں دعا کروں  
و کہ صدق واردات آج و سوارک اور اگر دل میں کچھ غم ہے  
اسی تلوار سے جو کمر میں باندھی ہے عمر کا سر قلم کر دوں گا۔  
جب دروازہ کھلا حضرت عمرؓ منتظر کرتے ہوئے بیٹھ گئے  
حضرت عمرؓ نے جگہ پر گئے اند انکو عزت پہنچایا  
تمام اصحاب کبار کبابی اور حضرت عمرؓ کے سلام کو کہیں کو نہ رو  
اس کے بعد اصحاب کبار کبابی و حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے  
اب حرم میں نہیں ہم علانیہ نماز باجماعت گزاریں  
جب یہ باصنہ کے گوشہ گزار ہوئی حضرت عمرؓ نے منظور فرمایا

(۳) حضرت عمرؓ کے اسلام کا غیر مقدم رسولؐ پاک اور اصحاب رسولؐ نے جس طرح جی سہی کیا۔ اور حضور علیہ السلام نے بغیر ہر جو برکات پہنچائیں۔ اور اعزاز بخشا۔ یہ حضرت عمرؓ کا ہی خاص حصہ تھا۔

(۴) یہ حضرت فاروق اعظمؓ کے جلال و جبروت کا نتیجہ تھا کہ آپؐ کے اسلام لاتے ہی شوکت اسلام دوبالا ہو گئی۔ اور سچا خفیہ عبادت کے خدا کے گھر کعبہ اللہ میں پہنچ کر نماز باجماعت پڑھی گئی۔ اور کفار نامہ خمار کو حضرت عمرؓ کی تیغ آبدار کر سائے آنے کی جرات نہ ہو سکی۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

حسین روز آپؐ داخل دین میں ہوئے پڑکھیں صبح بہر نماز اہل دیں ہوئے  
آہستہ سے اذان جو کہی خشکیں ہوئے فرمایا کیا مشرق میں ہم نہیں ہوئے

نام خدا و نام نبیؐ نو پکار کر  
اب تک کس کا ڈر ہے اذان دو پکار کر

(۲) شیخ کی معتبر کتاب تاریخ ناسخ التواتر ص ۱۱۳ میں اسلام عمرؓ کے متعلق یوں لکھا ہے۔ "عمرؓ عرض کر دیا رسول اللہؐ از بہر اس آردہ ام کہ کمیش مسلمان کی گھر وہ و کلمہ تو حید بر زبان راند۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ از اسلام عمرؓ چناں شاد شد کہ بیانگ بلند تکبیر گفت و تکبیر آنحضرتؐ را اصحاب شنیدند وہم بیکبار تکبیر گفتند و باستقبال عمرؓ بیرون آئے و از آنگاہ عمرؓ گفت یا رسول اللہؐ کافران لات و عنے را آشکارا پرستش کنند۔ چرا باید خدا کے را پہنانی پرستش کر دیں پس آہنگ کعبہ کردند۔

(ترجمہ)۔ عمرؓ نے عرض کی حضور میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ مذہب اسلام قبول کروں۔ یہ کہہ کر کلمہ توحید پڑھا۔ آنحضرتؐ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے ایسے خوش ہوئے۔ کہ بلند آواز سے تکبیر کہی۔ آپؐ کی تکبیر اصحاب نے سنی۔ اور سب نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اور حضرت عمرؓ کے استقبال کے لئے باہر نکلے۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے عرض کی۔ حضور! کافروں لات و عنی کی پرستش ظاہر نہ کر کریں ہم خدا کے قدوس کی عبادت کیوں چھپکر کریں۔ پھر انہوں نے کعبہ جانے کا ارادہ کر لیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علامہ نماز پڑھنے کی اجازت فرمائی۔ تو مصنف کتاب مذکور لکھتا ہے۔ کہ سب لوگ کعبہ اس شان سے چلے کہ



عمر از جانب پیغمبر و ابوبکر از طرف دیگر علی علیہ السلام از پیش روئے اصحاب از  
 دنبال روان شدند۔ و عمر با شمشیر خویش از پیش روئے جملہ میرفت و از اہل سوائے کفار  
 قریشیان چنان می پنداشتند کہ عمر رسول خدا را آسبب خواهد رسانید تا گاہ دیدند  
 کہ عمر پیش روئے رسول خدا را با شمشیر چال کرده می آید گفتند ہاں عمر بر چه گوئد۔  
 گفت بار رسول خدا را ایمان آوردم و اگر کسی از شما بنا لایقی جنبش کند با ہمیں  
 تیغش سیف کنم و این شعر گفت۔

اللَّهِمَّ وَالشُّبَّانَ وَالْعُلَمَاءَ  
 مُحَمَّدٌ أَقْدَمَ شَرِّهِ الْأَسْلَامَا  
 نَذَّبْتُ عَنْهُ الْخَالَ وَالْأَعْمَامَا

مَا لِي أَرَاكُمْ كَلِمَةً تَبَيَّنَا  
 قَدْ بَعَثَ اللَّهُ كُنَا إِمَامَا  
 حَقًّا وَقَدْ يَكْسِمُ الْأَصْنَامَا

پس کافران از عمر و دشمنان شدند و آہنگ او کردند و عمر نیز بی پشتوانی علی علیہ السلام  
 با ایشان در آنجختہ آن جماعت را از کعبہ بکنار کرد و رسول خدا راے دورکت نماز بگذشت  
 و باز خانه شد۔ و سلام عمر بر را نیز بیکر گوئد روایت کرده اند ہا نا ایں قصہ مختار اقلاد۔ و  
 بالجملہ عمر بعد از سلام بدرخانہ ابوجہل رفت و در بکوفت ابوجہل چوں بانگ از ایشانید  
 بیامد و در یکشود و گفت مرحبا دہلا از ہر چه حاجت مر یا و کردی و بد بخاشدی۔ گفت  
 آدم تا ترا آگاہی دہم کہ ایمان بخدا راے و رسول آوردم۔ ابوجہل بدخشم شد و در بر  
 او بست و گفت قَتَلْتَكَ اللَّهُ وَ قَبَحَ مَا جِئْتَ بِهِ۔

(ترجمہ۔ عمر حضرت رسول کے ایک پیلو میں تھے۔ اور ابوبکر دوسرے پیلو میں اور علی  
 سامنے اور دیگر اصحاب پیچھے روانہ ہوئے۔ اور حضرت عمر نے اپنی تلوار سے سب سے  
 آگے چلے۔ اور کفار قریش منتظر تھے۔ کہ حضرت عمر حضرت حضور علیہ السلام کو اندر  
 دینگے تا گاہ انہوں نے دیکھا۔ کہ وہ تو رسول خدا کی اردل میں تلوار چال گئے ہوئے  
 چلے آ رہے ہیں۔ سب نے کہا ہاں عمر تمہاری کیا حالت ہے؟ انہوں نے کہا۔  
 میں رسول خدا راے پر ایمان لایا ہوں۔ اور اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی نالایقی سے  
 ذرہ بھی کچھ بیجا حرکت کرے گا۔ تو اسی تلوار سے اس کا سر تم کرد و بخا حضرت عمر نے یہ عربی  
 شعر پڑھے کیا دجے کہ میں تم سب کو یہاں کھڑا ہوا دیکھتا ہوں۔ بوڑھوں۔  
 جوانوں اور بچوں کو بھی۔ بالیقین خدا نے ہمارے لئے ایک امام مبعوث کیا ہے جس کا

اسم گرامی محمد ہے جس نے سچا دین اسلام ہمارے لئے جاری کیا ہے۔ وہ بتوں کو توڑ دینگے۔ اور ہم ان سے اپنے ناموں اور چچاؤں کو دور ہٹا دینگے۔ پس کافر غضبناک ہوئے۔ اور انہوں نے حضرت عمرؓ کے قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے با مدد علیؓ ان سے مقابلہ کر کے ان کو کعبہ سے دور ہٹا دیا۔ اور رسول خداؐ نے مسلمانوں کے ساتھ کعبہ میں دو رکعت نماز ادا کی۔ اور پھر گھر واپس چلے گئے۔ حضرت عمرؓ کے اسلام کو اور لوگوں نے دوسری طرح بھی روایت کیا ہے۔ مگر صحیح یہی روایت ہے۔ حضرت عمرؓ اسلام لانے کے بعد ابو جہل کے گھر گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابو جہل نے دروازہ کھولا۔ اور آؤ بھگت کر کے کہا کہ آپ نے مجھے کیسے یاد کیا۔ اور کس طرح تشریف لائے؟ آپ نے کہا کہ تجھے بتائے آیا ہوں۔ کہ میں خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آیا ہوں۔ ابو جہل کو بہت غصہ آیا۔ وہ دروازہ بند کر لیا۔ اور کہنے لگا خدا تمہارا بڑا کرے۔ اور جو خبر تم لائے ہو اس کو بھی بڑا کرے۔

اب جائے خود ہے۔ کہ اسلام لانے ہی حضرت عمرؓ کی حسن عقیدت کا یہ حال ہو گیا تھا۔ کہ دین حق کی پاس میں کفار سے دوہرو ہو گئے۔ اور ان کو لٹکا کر اگر ذرا بھی حرکت پاک کی شان والا میں بے ادبی سے پیش آؤ گے۔ تو میری تلوار ہے اور تمہارا سر۔ پھر کس بہادری سے ابو جہل جیسے خطرناک دشمن دین کے گھر تنہا جا کر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ کیا ایسی جرأت کوئی شخص کر سکتا ہے؟ پھر حضور علیہ السلام جن کو علوم اولین و آخرین سب معلوم تھے۔ اسلام عمرؓ پر اس قدر خوشی کیوں مناتے۔ اگر معلوم تھا۔ کہ بالآخر اس نے اسلام سے پھر جاتا ہے۔ اور میرے اہلبیت کو تکلیف پہنچاتی ہو شیعو! خدا را انصاف کرو۔ الیس منکم رجل رشید۔

(۳) نہج البلاغۃ جلد ۱ ص ۱۳ میں ہے :-

وَمِنْ كَلَامِهِ لَكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ شَاوَدَا عُمَرَ فِي الْخُرُوجِ إِلَى عَزِّ وَالرَّوْعِ  
بِنَفْسِهِ وَقَدْ تَوَكَّلَ اللَّهُ لَا هَلْ هَذَا الدِّينُ بِإِعْزَازِ الْكُوفَةِ وَتَوَكَّلَ الْعُرْسَةُ  
وَالَّذِي نَصَّاهُمْ وَهُمْ قَلِيلٌ لَا يَنْصُرُونَ وَمَنْعَهُمْ وَهُمْ قَلِيلٌ لَا يَنْصُرُونَ  
حَتَّى لَا يَمُوتَ - إِنَّكَ مَتَى لَمَرَّ إِلَى هَذَا الْعَدُوِّ بِنَفْسِكَ فَتَقْتُلَهُمْ فَتَنْكَبُ  
لَا تَكُنْ لِلْمُسْلِمِينَ كَأَفْقَةٍ دُونَ أَفْقَى بِلَادِهِمْ لَيْسَ لَكَ مَرْجِعٌ يَرْجِعُونَ

اَلَيْكِهٖ فَاَبْعَثَ اِلَيْهِمْ رَجُلًا مَّجْرِبًا وَاَحْفَظْ مَعَكَ اَهْلَ الْبَلَادِ وَالتَّصِيْحَةَ  
 قِيَانُ اَكْثَرِهَا اللهُ فَاِنَّكَ مَا تَحِبُّ فَاِنَّ لَكَ الْاُخْرٰى كُنْتُ مِرَادًا اَللّٰمًا سَبَّ  
 وَمَا مِمَّا لِلْمُسْلِمِيْنَ۔ (ترجمہ۔ جب خلیفہ ثانی عمرؓ نے روم پر چڑھائی کی۔ اور حضرت  
 علیؓ کے مشورہ لیا۔ تو آپؓ نے فرمایا نواحی اسلام کو غلبہ دشمن سے بچانے اور مسلمانوں  
 کی شرم رکھنے کا اللہ ہی ضامن اور کفیل ہے۔ وہ ایسا خدا ہے جس نے انہیں اس  
 وقت فتح دی ہے جب ان کی قداوت نہایت قلیل تھی۔ اور کسی طرح فتح نہیں پاسکتے  
 تھے۔ انہیں اس وقت مغلوب ہونے سے روکا ہے۔ جب یہ کسی طرح روکے نہیں  
 جاسکتے تھے۔ اور وہ خداوند عالم حتیٰ لایموت ہے۔ اب اگر تو خود دشمن کی طرف کوچ  
 کرے۔ اور تکلیف اٹھائے۔ تو یہ سمجھ لے۔ کہ پھر مسلمانوں کو ان کے اقصائے بلاد تک  
 پناہ نہ ملے گی۔ اور تیرے بعد کوئی ایسا مرجع نہ ہوگا۔ جس کی طرف وہ رجوع کریں۔ لہذا تو  
 دشمنوں کی طرف اس شخص کو بھیج۔ جو کارآمد و مددہ ہو۔ اور اس کے ماتحت ان لوگوں کو  
 روانہ کر جو جنگ کی سختیوں کے متحمل ہوں۔ اور اپنے سردار کی نصیحت کو قبول کریں۔  
 اب اگر خدا غلبہ نصیب کریگا۔ تب تو یہ وہ چیز ہے جسے تو دوست رکھتا ہے۔  
 اور اگر اس کے خلاف ظہور میں آیا۔ تو ان لوگوں کا مددگار اور مسلمانوں کا مرجع تو  
 موجود ہے) نہر الفصاحۃ ص ۱۹) ہم نے جناب امیر علیہ السلام کے عربی کلام کا ترجمہ  
 شیعہ کی کتاب نہر الفصاحۃ سے لیا ہے۔ تاکہ ان کو یہ غلط نہ ہو۔ کہ ترجمہ میں کچھ تبدیلی  
 اندازی کی گئی ہے۔

حضرت علیؓ المرتضیٰ کے اس کلام سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔  
 (۱) حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ المرتضیٰ پر پورا اعتماد و بھروسہ تھا۔ اور باہمی کامل اتحاد تھا۔  
 کہ ہر ایک معاملہ میں ان سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ ورنہ یہ مسلم ہے۔ کہ کوئی شخص اپنے دشمن  
 سے ایسے اہم معاملہ میں ہرگز مشورہ نہیں لیا کرتا۔

(۲) حضرت علیؓ المرتضیٰ حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کا بلجا و ماویٰ سمجھتے تھے۔ اور ان کو  
 کچھ حد پر پہنچا صمد اسلام تصور فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے آپؓ نے حضرت عمرؓ کو یہ  
 مشورہ نہ دیا۔ کہ وہ اس مہم میں بذات خود معرکہ کارزار میں جائیں۔ اگر خدا سزا مستہ یا ہی  
 کہ دریت ہوتی۔ اور حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے خیر خواہ نہ ہوتے۔ تو یہ مشورہ کیوں دیتے

کہ آپ خود لڑائی میں نہ جائیں۔ تاکہ کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے۔ بلکہ ان کی تویہ خواہش  
 ہوتی جائے تھی کہ یہ خود وہاں جائیں۔ ان کا وہاں کام تمام ہو۔ اللہ آپ کے لئے  
 جگہ خالی ہو۔ عرض جناب امیر علیہ السلام کا یہ مشورہ دینا۔ کہ آپ میدان جنگ میں خود نہ  
 جائیں۔ بلکہ اور کسی آزمودہ کار جرنیل کو بھیج دیں۔ اس امر کا بین ثبوت ہے۔ کہ حضرت  
 علی المرتضیٰ حضرت عمرؓ کے صادق الوداد دوست تھے۔

(۳) حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمرؓ کی کامیابی کو کامیابی اسلام تصور کرتے تھے  
 اس لئے ان کو تسلی دی کہ ایندو متعال تمہارا اور مسلمانوں کا خود حافظ و ناصر ہے۔ جب  
 مسلمان تھوڑے تھے۔ اس وقت بھی ان کی حفاظت فرمائی۔ اور اب تو خدا کے فضل  
 سے مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے۔ پھر اس کی تائید و نصرت پر کیوں بھروسہ نہ کیا جائے؟  
 جناب امیر علیہ السلام سے اس کلام سے یار لوگوں کی اس گھڑی کی بھی تردید ہوتی ہے  
 کہ مسلمان بعد وفات رسولؐ صرف تین چار ہی رہ گئے تھے۔ ایسا ہوتا۔ تو آپؐ ان  
 فرماتے کہ پہلے مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی۔ اب گنتی کے چند آدمی مسلمان رہ گئے ہیں  
 ان کو اس مہم پر بھیجو۔ تو فتح ہوگی۔ ورنہ شکست۔

(۴) الحج البلاغۃ ص ۳۱ میں دوسرا خط جناب امیر علیہ السلام کا یوں درج ہے:-  
 "وَمِنْ كَلَامِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ اسْتَشَارَهُ فِي غَزْوَةِ  
 الْفُرَاسِ بِنَفْسِهِ إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرًا وَلَا حَيْدًا وَلَا نَكْرًا وَلَا قِلَّةً  
 وَلَا قَلَّةً وَهُوَ دِينُ اللَّهِ الَّذِي أَظْهَرَ وَأَجْنَدَهُ الَّذِي أَحَدَهُ وَأَمَدَّهُ  
 حَتَّى بَلَغَ مَا بَلَغَ وَطَلَعَ حَيْثُ مَا طَلَعَ وَتَحَنَّنَ عَلَى مَوْعُودٍ مِنَ اللَّهِ  
 اللَّهُ مُتَحَنِّنٌ وَعَدٌ وَفِيَا صُرْجُنْدَا وَمَكَانُ الْقَيْمِ بِالْأَمْرِ مَكَانُ النَّظَامِ  
 مِنَ الْخَيْرِ يَجْمَعُهُ وَيُضَمُّهُ فَإِذَا انْقَطَعَ النَّظَامُ تَفَرَّقَ وَمَا ذَهَبَ تَمَّ لَمْ  
 يَجْمَعْ بَعْدَ آفِيَرَةٍ أَبَدًا أَوْ الْعَرَبُ الْيَوْمَ وَإِنْ كَانُوا أَقْلِيلًا فَهُمْ كَثِيرٌ  
 بِالْإِسْلَامِ وَعَنْ بَرْدِ بْنِ الْإِجْمَاعِ فَكُنْ قُطْبًا وَاسْتَدِرَّ الرَّاحِي بِالِ  
 الْعَرَبِ وَأَصْلَهُمْ ذُو نَكَ نَامَ الْحَرْبُ مَا نَكَ أَنْ شَخْصَتْ مِنْ هَذِهِ  
 الْأَرْضِ انْقَضَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ مِنْ أَطْرَافِهَا وَأَطْرَافُهَا حَتَّى يَكُونَ  
 مَا نَدَعُ وَمَا نَدَعُ مِنَ الْعَرَبَاتِ أَهْمُ إِلَيْكَ مَا يَبِينُ يَدُكَ - إِنَّ



اَلَا عَا جَمَانٌ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ غَدًا يَقُوْلُوْا هٰذَا اَصْلُ الْعَرَبِ فَاِذَا اُقْطِعُوْهُ  
 اَسْتَرْحَمْتَ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ اَسَدًا لِّكُلِّبْهُمْ عَلَيْكَ وَطَمَعِهِمْ فِتْكًا فَاَمَّا  
 مَا ذَكَرْتُ مِنْ مَّسِيْرِ النُّعُوْمِ اِلَى قِتَالِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنَّ اِلَهَ سُبْحَانَهُ هُوَ اَكْرَمُ  
 الْمَسِيْرِ هُمْ مِنْكَ وَهُوَ اَقْدَرُ عَلٰى تَغْيِيْرِ مَا تَكْتُمُ وَاَمَّا مَا ذَكَرْتُ مِنْ عَدُوِّ  
 هُمْ فَاِنَّهُمْ لَكُنُّ نَقَاتِلٍ فَيَمَّا مَضٰى بِاَكْثَرِهِ وَاَنْتُمْ كُنَّا نَقَاتِلُ بِاَلْمَضْرُوَّةِ وَ  
 الْمَحْوِلَةِ (ترجمہ جب حضرت عمرؓ نے غزوہ فارس میں بذات خود جانا چاہا۔ اور  
 جناب امیر علیہ السلام سے مشورہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ دین اسلام کا غالب آنا اور  
 مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت و قلت پر موقوف نہیں ہے۔ یہ اسلام اس خدا کا  
 دین ہے جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے۔ اور شکر اسلام اُس  
 خدا کی فوج ہے جس نے اس کی ہر جگہ نصرت و تائید کی۔ اور اسے ایک بلند مرتبہ پر  
 پہنچا دیا۔ ان کا آفتاب وہاں سے طلوع ہوا۔ جہاں سے طلوع ہوتا تھا۔ ہم لوگ  
 اس وعدہ خداوندی پر کامل یقین کے ساتھ راسخ القدم ہیں۔ جو اس نے علیہ السلام  
 کے بارے میں فرمایا بیشک وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنا والا ہے۔ وہ اپنی سپاہ کا  
 مددگار ہے۔ دین اسلام کے پیشوا، مختار کار (خلیفہ) کا مرتبہ رشتہ مرواری کی مثل ہے۔  
 جو موتی کے دانوں کو ایک نظام میں منسلک رکھتا ہے۔ اگر یہ رشتہ ٹوٹ جائے  
 تو تمام دانے متفرق ہو کر کچھ جاتے ہیں۔ پھر اجتماع کا کل مشکل ہے۔ آج کے روز  
 اہل عرب اگرچہ قلیل ہیں۔ لیکن نفوٹ اسلام انہیں کثیر ظاہر کر رہی ہے۔ یہ اپنے اتفاق  
 و اجتماع کی وجہ سے یقیناً دشمن پر غالب ہونگے۔ جم ان کے لئے قطب آسیا ہو۔ اور  
 آسیائے جنگ کو گروہ عرب کے ساتھ گردش دو۔ اور اپنے مولے کسی دوسرے  
 شخص کے ماتحت بنا کر آتش جنگ کو برا فروختہ کر دے۔ کیونکہ اگر تم دین سے باہر چلے گئے۔  
 تو عرب کے تمام قبائل اطراف و اکناف سے یک نخت ٹوٹ پڑیں گے۔ اس وقت پیچھے رہنے  
 والی مستورات کی حفاظت تم پر اس چیز سے زیادہ مقدم ہو جائیگی۔ جو تمہارے سامنے  
 (جنگ فارس) موجود ہے۔ دوم یہ کہ جب اہل ایران تجھے دیکھیں گے۔ تو کھینکے بس ہی  
 ان عربوں کا سردار ہے۔ اگر اس کا کام تمام کر دو۔ تو پھر تمہیں ہر طرح سے اکرام ہے۔  
 بیشک یہ اقوال بہتاری لڑائی پر انہیں حریص کر دینگے۔ اور بہتاری گرفتاری کی از حد طمع

سریلیے۔ اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ ایرانی فوج مسلمانوں پر چڑھائی کر رہی ہے۔ سو  
 پروردگار عالم ان کی اس حرکت کو ہم سے زیادہ مکروہ سمجھتا ہے۔ اور وہ بیشک  
 جس امر سے کراہت رکھتا ہے۔ اس کی تغیر پر پورا پورا قادر ہے۔ اور یہ بات کہ حملہ  
 آؤد کی تعداد زیادہ ہے۔ سو یہ خیال کہو۔ کہ ہم گروہ صحابہ نے عہد پیغمبر علیہ السلام میں  
 کبھی دشمن کے ساتھ کثیر القہر اور لشکر لیکر جنگ نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ خداوند عالم کی نصرت  
 و معونت ہمارے شامل حال رہی ہے۔ اور صرف اسی کی نصرت و امداد کے بھروسہ پر  
 کفار سے قتل و قتال کرتے رہے ہیں۔ (نہر الفصاحتہ ص ۲۱)

جناب امیر علیہ السلام کے اس فصیح و بلیغ خطبے (قیمتی مشورہ) سے آفتاب نیروز  
 کی طرح روشن ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ اود خلیفہ دینم حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہم شیر  
 و شکر تھے۔ دونوں کو ایک دوسرے پر کامل اعتقاد و بھروسہ تھا۔ اس میں بھی غزوہ ردم  
 کی طرح جب فاروق اعظم نے اسد اللہ غالب سے مشورہ طلب کیا۔ تو آپ نے کمال  
 خیر خواہی سے ان کو یہی مغیرہ دیا۔ کہ آپ بذات خود معرکہ کارزار میں تشریف نہ لے  
 جائیں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ ایرانی آپ کو لشکر اسلام کا قایم اعظم سمجھ کر یکبارگی ٹوٹ پڑیں۔  
 اور آپ کو فضائل پہنچانے کی سعی کریں۔ اگر خدا نخواستہ باہمی دشمنی ہوتی۔ تو حضرت  
 علیؑ کو خوب موقعہ ہاتھ آگیا تھا۔ یہی صلاح دیتے۔ کہ تم خود لڑائی پر جاؤ۔ تاکہ تم وہاں  
 پر مارے جاؤ۔ اور خلافت کی گدھی ہمارے لئے خالی ہو۔

(۲) آپ کا یہ فرمانا۔ کہ مَکَانَ الْقِيَمِ بِالْأَمْرِ مَكَانُ النَّظَامِ مِنَ الْخِيَارِ السَّخِ  
 (صاحب اختیار خلیفہ کی مثال رشتہ مراد کی سی ہے۔ رشتہ وٹ جاکے تو مونی  
 بھی کہیں کے کہیں کچھ جاتے ہیں) تو اس امر پر ناطق فیصلہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰؑ  
 حضرت عمرؓ کو جائز خلیفہ اسلام سمجھتے تھے۔ ورنہ یہ مثال کیوں دیتے۔ شیر خدا کی نگاہوں  
 فاروق اعظم کی ذات باعث بقا اسلام و اسلامیان تھی۔ اور آپ صدق دل سے آپ کی

لے قلموں جلد ۳ ص ۱۱ میں ہے۔ قِیمُ الْأَمْرِ الْمَصْلَحُ لَهُ وَالْقُرْآنُ وَالْبَنِيَّةُ وَالْخَلِيفَةُ وَقَائِدُ  
 الجند (قیم الامر وہ ہے جو اس امر کا مصلح ہو۔ قرآن۔ نبی اور خلیفہ اور سالار قائد پر اس کا  
 اطلاق ہوتا ہے۔) جناب امیرؓ کا حضرت عمرؓ کو امر (اسلام) کا قیم فرمانا ان کی خلافت کا  
 اعتراف صریح ہے۔

سلامتی جان کے مستحق تھے۔

(۴) آپ نے حضرت عمرؓ کو آسیا کے اسلام کا قطب اور محور قرار دیا۔ اس سے زیادہ واضح دلیل اس امر کی کیا ہو سکتی ہے کہ آپ حضرت عمرؓ کو سچا خلیفہ رسولؐ اور پیشوا کے اسلام سمجھتے تھے۔ غرض اس خطبہ کا لفظ لفظ فاروق اعظم کی تعریف سے بڑے بھر حضرات شیعہ کو شرم کرنا چاہئے۔ کہ جس شخص کی تعریف حضرت علی المرتضیٰ فرمائیں۔ اس کو تم منافق کہو شرم! شرم! شرم!!!

(۵) اصول کافی ص ۲۹ میں ہے۔ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قَامَتْ بَيْتُ يَزِيدَ وَجَزَدَ عَلِيٌّ عَمَّا أَشْرَفَتْ لَهَا عَدَا اسْمُ الْمَدِينَةِ وَأَشْرَفَتْ الْمَسْجِدُ لِيُضَوِّهَا لَمَّا دَخَلَتْهُ فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا عَمَّا حَطَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ ابْشِرْ يَوْجَ يَا ذَا هَرَمٍ فَقَالَ عَمَّا أَتَشْتَمِنِي هَذِهِ وَهَمَّ بِهَا فَقَالَ لَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسَ ذَلِكَ لَكَ خَيْرٌ لَهَا مَرَّ جَلًّا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَحْسَبُهَا بِفِيهِ خَيْرٌ لَّهَا فَمَاءٌ حَتَّى وَضَعَتْ يَدَهَا عَلَى رَأْسِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ مَا اسْمُكَ فَقَالَتْ حَمَّانُ شَاءَ فَقَالَ لَهَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ بَلْ شَهْرٌ يَا نَوِيَّةُ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ لِيَلِدَنَّ مِنْهَا خَيْرًا أَهْلُ الْأَرْضِ فَقَالَتْ عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ (ترجمہ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے۔ کہ جب یزید و زوار شاہ ایران کی بیٹی (مال غنیمت میں) حضرت عمرؓ کے پاس آئی۔ تو مدینہ کی کنواری لڑکیاں اس کو دیکھنے آئیں اور جب وہ مسجد میں داخل ہوئی۔ تو مسجد اس کی روشنی سے چمکنے لگی۔ حضرت عمرؓ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا ابشیر و ج باز اہرمز۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیا یہ مجھے گالی دیتی ہے۔ اور اس کو سزا دینے کا ارادہ کیا۔ تو امیر المؤمنین علیہ السلام نے کہا کہ ایسا آپ کو نہ چاہئے۔ آپ اس کو اختیار دیجئے۔ کہ جس مسلمان کو چاہے۔ پسند کرے۔ اور اس کو اس کے حصہ میں سمجھ لیجئے۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کو اختیار دیا اس نے جا کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ امیر المؤمنین نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے کہا جہان شاہ۔ امیر المؤمنین نے فرمایا تمہیں بلکہ شہر یا تو پھر حضرت امام حسینؓ سے فرمایا۔ اسے ابو عبد اللہ اس سے تمہارا ایک فرزند پیدا ہوگا۔

جو تمام روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہو گا۔ چنانچہ زین العابدین پیدا ہوئے۔  
اس حدیث سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

اول حضرت علیؑ اور حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت عمرؓ کی بارگاہ خلافت میں ہمیشہ باریاب رہتے تھے۔ اور مالِ عنفیت سے جو فتوحات عمرؓ سے حاصل ہوتا تھا بلبر حصہ لیتے تھے۔

(۲) حضرت عمرؓ کو حضرت علیؑ اور آپ کے شہزادہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے اس قدر محبت تھی کہ آپ نے شاہی خاندان کی ایک پری جمال خاتون (شہزادی شہزادہ) حضرت امام حسین علیہ السلام کو بخش دی جو تمام سادات کی جدۂ علیا ہیں۔

(۳) جناب امیر علیہ السلام حضرت عمرؓ کی خلافت کو جائزہ خلافت اور آپ کو جائزہ خلیفہ سمجھتے تھے۔ اسی لئے یہ عطیہ قبول کیا۔ ورنہ ایک کافر یا منافق کی فتوحات کا مال عنفیت ایک متورع مسلمان کی ذات و اولاد کو لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

## سادات پر حضرت عمرؓ کا بھاری احسان

شیعہ سادات اگر احسان فراموش نہ ہوں۔ تو حضرت عمرؓ کے بارِ شت سے وہ قیامت تک سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اگر حضرت عمرؓ کمال ایتار حضرت شہزادہ حضرت امام حسینؑ کو نہ بخش دیتے۔ تو نہ امام زین العابدین کا وجود و سعود و ظہور پزیر ہوتا۔ نہ ان کی پشت سے سادات ہی پیدا ہوتے۔ یہ بھی معلوم ہو کہ اگر معاذ اللہ حضرت عمرؓ مسلمان نہ تھے۔ تو ان کا بخشا ہوا مال عنفیت نہ حضرت علیؑ نہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو لینا حلال ہوتا۔ تو پھر حضرت شہزادہ کا نکاح بھی جائز نہ نکاح نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس امر کے جوابدہ شیعہ سادات ہیں کہ جب معاذ اللہ تزویج ہی صحیح نہیں۔ تو اولاد کیسے رشید ہو سکتی ہے غرض ہمارے شیعہ بھائی سوچیں کہ یہ بُرا عقیدہ حضرت عمرؓ کو کافر و منافق سمجھا گیا کچھ خرابیاں پیدا کرتا ہے۔ بھائیو سوچو! اور خوب غور کرو۔

## ایک اور بات

پھر قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت شہزادہ شہزادی کی بخشش بجائے خود بھی ایک بڑی



ایشان کی بابت تھی۔ کہ اپنی اولاد پر حضرت امام حسین علیہ السلام کو ترجیح دیکر شہزادی  
ان کو نکاح کر دی گئی۔ سورنہ اگر ان کی دلی منشا نہ ہوتی۔ تو شہزادی کا حضرت امام  
حسین علیہ السلام کو پسند کرنا یا حضرت امیر علیہ السلام کی سفارش کا کیا اثر ہو سکتا تھا؟  
شیعہ کہتے ہیں۔ کہ شیخین نے باوجود مشکل کشا اور خاتون جنت کی منت و خوشامد کے  
بارغ فلک ان کو نہ دیا۔ تو پھر شہر بانو کا گراں قدر عطیہ کیسے مل سکتا تھا۔ ملاوہ ازیں  
شہزادی جس وقت مقید ہو کر آئیں۔ تو وہ بیش قیمت شاہانہ پوشاک اور گراں بہا  
زیورات پہنے ہوئی تھیں۔ ان کے زیورات میں اس قدر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔  
کہ جن کی قیمت سے فلک جیسے کئی بارغ خریدے جا سکتے تھے۔ پھر شہر بانو مدہ لباس فاخرہ  
تر نگار و زیورات جواہرات حضرت امام حسین علیہ السلام کے حوالہ کر دی گئیں۔ اگر حضرت  
عمر کو برعم شیعہ اہل بیت سے عداوت ہوتی۔ تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ غرض حضرت  
شہر بانو کا عطیہ تمام بیجا مطاعن شیعہ کا ایسا مکمل جواب ہے جس کا کوئی جواب  
الجباب نہیں ہو سکتا۔ یہ صحت احسان فراموش اور ناشکر گذاریں۔ کہ باوجود اس  
قدر احسانات کے پھر ان کی شکایت کرتے ہیں۔ خدا ان کو ہدایت کرے۔

(۶) حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۰۳ میں ہے :-

خاصہ وغیرہ روایت کردہ اندکہ در جنگ خراب خاص و عام نے روایت کیا ہے کہ جنگ  
اس حضرت کندن خندق را میان صحابہ قسمت  
فرمود کہ ہر حمل ذراع را وہ نفر حفر نمایند۔  
پس در حصہ سلمان و حذیفہ زمین بیشک سید  
کہ کلنگ در ان اثر نمیکرد۔ چوں سلمان بخند  
آن حضرت عرض کرد از مسجد اضراب بزر  
آمد و کلنگ را ازیشان گرفت و سہ مرتبہ زد  
و ہر مرتبہ ثلثہ از ان جدا شد و ہر مرتبہ برقی  
ساطع می شد کہ جہان روشن می شد و اندکہ  
میگفت و صحابہ اللہ اکبر میگفتند پس فرمود  
کہ در برق اول قصر کن را دیدم و خدا آنرا

اخراب میں حضور علیہ السلام نے خندق کی کھدائی کا  
کام صحابہ کو ام میں اس طرح تقسیم کیا کہ دس دس اشخاص  
چالیس چالیس گز کی کھدائی کریں جو زمین حضرت  
سلمان اور حذیفہ کے درمیان تقسیم تھی اس میں ایک  
پتھر آگیا انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض  
کی تو حضور مسجد اضراب کے آتر آئے اور ان سے  
پتھیاں لیکر تین دفعہ پتھر پیر رسید کیا۔ ہر دفعہ پتھر کا  
تیسرا حصہ اڑ گیا۔ اور ہر دفعہ کی ضرب سے پتھر  
سے روشنی نکلی۔ جس سے جہان روشن ہو گیا چنانچہ  
علیہ السلام نے نعرہ کبیر بلند فرمایا صحابہ بھی کبیر

یمن وادو دوم قصر ہائے شام را ویدم و ملک  
 بادشاہان عجم یمن وادیس خدا فرمود و لیطہرہ  
 علی الدین حکمہ و کوکرہ المشہ کون  
 حضور نے فرمایا کہ پہلی روشنی میں میں نے یمن کے  
 محلات دیکھے کہ خدا نے وہ ملک مجھ ویرایا و کسر  
 میں شام کے محلات نظر آئے۔ وہ ملک بھی خدا نے  
 مجھے عطا فرمایا۔ تیسرے میں مدائن کے چوہارے  
 دکھائی دیے اور خدا نے بادشاہان عجم کی  
 سلطنت مجھے بخش دی پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خدا  
 اس دین کو غالب کرے گا۔ خواہ کفار برائے نام ہیں۔

یہی واقعہ فروع کا فی جلد دوم مسئلہ میں بروایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام  
 درج ہے اور صاحب حلیہ حیدری نے بھی اس کو نظم میں لکھا ہے :-

### نظم فارسی

بلن فادو ضعف سالار دین و تہ تیغ از دست انصار دین  
 چو برداشت قلا و دار اشکان و در آمدن بہار زلال کوہ قات  
 بنام خدا کے جہاں آفرین و نزدیکشہ راسید المرسلین  
 کہ یک گوشہ سنگانہ شکست و در آنوقت برقی از ان ملک جنت  
 کہ روشن شد ان شمع خمر اتمام ذرا و در تکبیر خیر الامام  
 بضر دوم ضلع دیگر شکست و بال گوئی برقی ازاں باز جنت  
 بضر و تکبیر بار دوم و نزدیکشہ بران سنگ ضرب سوم  
 دین بار ہم جنت برقی چنان و تہ تیغ شد یہ تکبیر طیب اللسان  
 شد ایں بار ایں سنگ زیر و زبر و نہانہ احتیاجش بضر و اگر  
 و ساندہ بدو گفت امان جنیں و کہ اے خاک بہت سپہ بریں  
 چو بدین و یا شد چو تعبیر آن و تہ تکبیر چوں بر شدوی زبان  
 با سخ چند گفت خیر البشر و کہ چوں جنت بر تخت از حجر  
 نمودند ایوان کسے ایں و دوم قصر دوم و سوم ازین  
 سبب را چنین گفت روح الامیں و کہ بعد از من اعوان انصار دین  
 بریں ملک تھا مسلط شوند و بہ آئین من اہل آن گیرند  
 باوجود گر سنگی و خافت بدن کے حضور علیہ السلام نے  
 جب خدا کا نام لیکر پتھر پر تیشہ کی ضرب دی  
 تو پہلا بھی لرز گئے پہلی ضرب کے کچھ حصہ ٹوٹ  
 پڑا۔ اور ایسی روشنی نکلی کہ تمام بیابان بقیعہ کو  
 ہو گیا تب حضور علیہ السلام نے تکبیر پڑھی  
 و دوسری ضرب سے پتھر کا اور ٹکڑا اڑا اور  
 ویسے ہی روشنی ہوئی اور پھر تکبیر فرمائی۔  
 تیسری دفعہ بھی یہی کیفیت ہوئی۔ تو  
 حضرت سلمان نے حضور سے دریافت  
 کیا۔ کہ حضور یہ کیا ماجرا تھا۔ اور حضور نے  
 کیوں تکبیر فرمائی حضور علیہ السلام نے جواب  
 دیا کہ جب پہلی ضرب میں پتھر سے شعلہ نکلنا  
 تو ایوان کسے ایں کسر نے مجھے دکھائے گئے دوسرے  
 ضرب کے محلات دوم تیسرے میں نمودار ہوئے  
 اس کا سبب جبرائیل نے یہ بتلایا کہ میرے

بدین خردہ شکوہ لطف خدا و بہر بار تکبیر کز دم ادا بعد میر تا بعد اران جو اس بن کے اعوان  
 شنیدند آں خردہ چون مناز کشیدند تکبیر شادی کنال انصار ہونگے۔ ان ممالک کو فتح کرینگے اور  
 میری طرح ان میں حکمرانی کرینگے اس بشارت پر  
 میں نے ہر خردہ شکوہ کے طور پر تکبیر کی اس ممالکوں  
 نے جب یہ بشارت سنی سب غلغلہ مچا دیا

پس اب ہم شیعہ حضرات سے دریافت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی پیشین گوئی  
 کب کس کے عہد میں پوری ہوئی۔ یہ بات مسلم ہے کہ روم میں۔ مگر ان حضرات عمر کے عہد میں  
 فتح ہوئے۔ قصیدہ کس نے کے تحت آپ ہی نے اٹل دیئے۔ اور ایوان کس کے میں جہاں  
 تحت نوشیروان بچھا تھا۔ مسلمانوں نے اٹوان و کبیر تارجمہ اوار کی۔ پھر اگر معاذ اللہ حسب  
 زعم شیعہ حضرت عمرؓ منافق یا کافر تھے۔ تو حضور علیہ السلام نے ان کے فتوحات کی خوشی  
 کیوں کی؟ ان کو دین حق کا اعوان و انصار کیوں فرمایا؟ اور ان کی فتوحات کو اپنی  
 طرف منسوب کیوں کیا؟ اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے۔ کہ حضرت  
 عمرؓ کو جناب رسول پاکؐ اپنا جلیز جانشین تصور فرماتے تھے۔ تب ہی تو ان کی فتح کو اپنے  
 فرمایا۔ اور دین متین کے سچے مددگار و انصار کا لقب عطا فرمایا۔ اور فرمایا۔ کہ س

میں مملکتہا سلط شومند بہ آئین من اہل آن بگردند

یعنی یہ دین حق کے پاسیاں و اعوان میرے جلیز جانشین ان ممالک پر مسلط ہونگے  
 اور میری طرح حکمرانی کرینگے۔ ان کی فتح میری فتح ہوگی۔ اور ان کی حکومت میری حکومت  
 ہوگی۔ کیا شیعوہ صاحبان میں کوئی صاحب بصیرت ہے جو اپنی کتابوں کی بین شہادات  
 دیکھ کر خیالی کرے۔ کہ جن پاک ہستیوں کی تم شکایت کرتے ہو۔ رسول پاکؐ کے دین کی انہوں  
 نے کیسی مدد کی۔ اور کیسے کیسے وہی جبروت سلاطین کو حلقہ بگوش اسلام بنایا۔ اور دنیا  
 کی کتنی آبادی اس ظلمت کھڑ کو مٹا کر انہوں نے نور اسلام بھیلایا۔

مولانا شبلی نے القاروق حصہ دوم میں یورپ میں مؤرخین کی رائے کے موافق فتوحات  
 قاروقی کی وسعت اور اس کے حدود اربعہ کی یوں تشریح کی ہے: کہ

”حضرت عمرؓ کے مقبضہ ممالک کا کل رقبہ ۲۲۵۱۰۳ میل مربع یعنی مکہ معظمہ سے  
 شمال کی جانب ۱۰۳۴۔ مشرق کی جانب ۱۰۸۷۔ جنوب کی جانب ۸۳ میل تھا مغرب

کی جانب چونکہ صرف جدہ تک حد حکومت تھی۔ اس لئے وہ قابل ذکر نہیں۔

اس میں شام۔ مصر۔ عراق۔ جزیرہ۔ خوزستان۔ عراق۔ عجم۔ آذربائیجان۔ فارس۔ کرمان۔ خراسان اور کرمان جس میں بلوچستان کا کچھ حصہ آجاتا ہے شامل تھا۔ یہ تمام فتوحات خاص حضرت عمرؓ کی فتوحات ہیں۔ اور اس کی تمام مدت دس برس سے کچھ ہی زیادہ ہے۔

سچ تو یہ ہے۔ کہ دنیا نے اسلام حضرت عمرؓ کی ذات اقدس پر جس قدر فخر کرے بجا ہے۔ آپ نے اپنی عہد خلافت میں ایسی ایسی مشکلات کا حل کیا۔ جو انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ ایک ہزار چھتیس ہزار دو اصدار (بڑے بڑے شہر) جن میں کفار کی حکومت اور بتوں کی خدائی مانی جاتی تھی۔ فتح کر کے ان کو دارالاسلام بنایا۔ اور باغی گنان کو کلمہ توحید پڑھایا چار ہزار جامع مسجد تعمیر کیں۔ ہزاروں بت خانے گرائے۔ اور آتشکدے سڑکے۔ حق یہ ہے۔ کہ آپ کی کوشش اور علو بہت نے مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک آفتاب عالمکب کی طرح نور ایمان بھیلادیا۔ اور سرگردان صحرائے منالیت میں مثل ہدایت جلا کر تار کیے کفر و شرک کو مٹادیا۔ آپ کی صولت فاروقی نے لشکرِ قیصر و کسرنے کو ہر میت دی۔ اور عجم و عراق سے بیشمار غنیمت حاصل کی کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

کی ہے خلافت آپ نے کس سہل نام سے زریں آن سے خراج لیا اور شام سے  
شوکت بھی فخر کرتی ہے حضرت کے نام سے گزشتہ ہو تو پوچھ لو سب خاص نام سے  
ظہران اور عراق میں سکے بھجوا دئے۔ گبروں کا نام ملک عجم سے مٹادیا

(۷) حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۱۱ میں ہے :-

ابن شہر آشوب وغیرہ روایت کر رہے اند کہ روزے ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی کہ ایک روز آنحضرتؐ نے سراقہ بن مالک کے بازوؤں کو دیکھا جو بہت تپتے اور بالوں سے بھرے ہوئے تھے اور فرمایا کہ سراقہ تمہاری اس روز کیا حالت ہوگی؟ جب شاہ عجم کے کنگن تہار ہاتھ میں ہونگے۔ پھر جب حضرت عمرؓ سے راتہ میں دین فتح ہوا تو آپ نے سراقہ کو طلب کیا اور شاہ عجم کے کنگن اس کے ہاتھ میں پہنا دیئے۔

اس روایت کو غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام جن کو قیامت



تک کے واقعات کا علم غیب حق تعالیٰ نے بخشا ہوا تھا۔ اپنے جلیل القدر صحابی حضرت عمرؓ کی فتوحات کو دیکھ دیکھ کر ایسی خوشی ہوتی تھی کہ مسلمانوں کو اس کی نئے نئے طریق سے بشارت سن کر حضرت عمرؓ کی جلالت قدر اور عظمت شان پر متنبہ فرماتے تھے۔ بھلا اگر حضرت عمرؓ بقول شیعہ معاذ اللہ حضرت رسول پاکؐ کی نظر میں کافرو منافق ہوتے تو انکا بھادو ناجائز ہوتا۔ اور اس بھادو کا مال غنیمت مال منسوب اور حرام ہوتا۔ تو کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کو مال حرام (منسوب) کے حاصل ہونے کی بشارت دی تھی۔ اس سے تو پرہیز کرنے کا حکم دیا جانا چاہئے تھا۔ شیعوں غور کرو۔ اور خوب غور کرو۔

(۸) یہ ام سلمہ الطرفین ہے کہ حضرت عمرؓ کی دختر نیک اختر حضرت حفصہ کو حضور علیہ السلام کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اور آپ رسول پاکؐ کے خسر تھے۔ تو اگر معاذ اللہ آپ منافق و کافر ہوتے۔ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر سے شادی کرنے کے مجاز نہ ہوتے۔ جبکہ آپ کو صریح حکم تھا **وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ** (مشرک عورتوں کو مت نکاح کرو) لامحالہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ حضرت عمرؓ صاحب فضیلت و شرافت تھے۔ تب ہی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے یہ رشتہ قرابت اختیار فرمایا۔ بھائیو انصاف کرو خیر منزلہ والدہ واجب التعظیم ہوتا ہے۔ پھر جو آپؓ کی عمرہ کو برا کہتے ہیں۔ وہ گو یا رسولؐ کے باپ کو برا کہتے ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کا قیامت میں کیا حال ہوگا؟ اور رسولؐ متھے صحابہ آپ کے اعتراف و تقارب کی گستاخی کر کے وہ اپنے آقائے نامدار کو کیا منہ دکھائیں گے

عبرت عبرت عبرت !!!

### نظم اردو

<p>سرتے ہیں سب و شتم صحابہ عظام کو ازواج پاک سید بیت الاحرام کو دیتے ہیں دھک رسول علیہ السلام کو لعنت و طیفان کا ہے بس صبح و شام کو لعنت سے پیارا امت خیر الانام کو لعنت سے انس ہوتا ہے شر الانام کو پڑھ کر خدا تو دیکھو خدا کے کلام کو</p>	<p>کیا ہو گیا ہے خط یہ شیعہ کرام کو دیتے مغلظات میں مہر پہ بیٹھ کر حضرت کے دو متلازل کو دیکھ کر گالیاں لعنت کا درد کرتے ہیں صلوات کے بجائے حضرت ہمار رحمت عالم ہیں بالیقین یہ بات بس بعید ہے اے یا عقل سے صحابہ کو رسولؐ سے سمجھو نہیں جدا</p>
---	--

ایسی حیات ان کو بھی حاصل سول سے  
 زندہ رہے تو آپ پر ہر دم فدا رہے  
 مر کر بھی ساتھ چھوڑا نہ اپنے حبیب کی  
 پہلو پہ پہلو سوئے میں حضرت کے دو زبان  
 محشر میں بھی نہ چھوڑینگے مرکز نبی کا کھٹا  
 جلتا ہے گزرتی ہر سہرے جلا کر  
 آغوش میں نبی کے وہ سوتے میں دوستو  
 جب لایا تجاؤم فاک حق نے بتا دیا  
 کرتے ہو اپنے نامہ اعمال کو سیاہ  
 بڑا لاکھ میں طوق ہے لغت کا تم نے کیا  
 مرغوب میری کو ہے وار کے کی است  
 ڈاڑھی ہے چٹ جناب کی چوٹیں از میں  
 کر لیتے سال بھر میں مجلس امام کی  
 محفل حسین کی ہے لگی واہ واہ کیا  
 چوہرے پستلی ڈوتم قلندر میں جم جیاں  
 روزہ خانگانہ لیا عمر بھر ہے نام  
 ناپاک منہ سے لینگے یہ نام حسین کو  
 زندہ شہید ہوتے ہیں قرآن ہے گواہ  
 ہے پٹینا حرام یہ صادق نے کہہ دیا  
 قول خدا و قول پیغمبر کے ہے ابا  
 میں دشمنان دین دشمن ہیں یہ دیکر

جھوٹے نہ ایک بل میں بھی حضرت کے کام کو  
 ملحوظ طرح سے رکھا احترام کو  
 اتنا سے کیا ملاپ تھا دونوں غلام کو  
 اور حشر ہو گا ساتھ ہی یوم القیام کو  
 حتیٰ کہ ملے جائیں گے دارالسلام کو  
 بخشایہ قرب حق نے صحابہ کرام کو  
 جنت برس رہی ہے وہاں صبح و شام کو  
 ملتا نہیں پڑوس یہ ہر گز لٹام کو  
 یہ عن وطن چھوڑ دو اور اتہام کو  
 کرتے ادا نہیں ہو صلوة و صیام کو  
 مسجد نہیں پسند محبت امام کو  
 اور کر رکھا وظیفہ ہے بنگ حرام کو  
 میں آپ بخشے جائینگے یوم القیام کو  
 دیگر مناوی جمع کیا خاص و عام کو  
 آئے ہیں ملے بیٹے حضرت امام کو  
 استنجا بھی کیا نہیں سال تمام کو  
 ہو گی خوشی بہت ہی ایہ عظم کو  
 تم بیٹے ہو مردہ سمجھ کر امام کو  
 تم بندگی سمجھتے ہو فتنہ اسلام کو  
 از خود ہی گھڑ رکھا ہے خیالات خام کو  
 بس دے رہے ہیں دھوکہ یہ ملک و عام کو

(۹) حیات القلب جلد ۲ ص ۱۹ میں ہے۔

ویر وایت دیگر مشت خاک کے از برائے  
 آنحضرت و رسا و حضرت فرمود کہ امت من زود  
 مالک زمین او خواہ شد چنانچہ خاک از بر زمین فرشتا  
 دوسری روایت میں ہے کہ سرے (شاہ ایران) نے رسول  
 کے پاس مشت خاک بھیجی حضور نے فرمایا کہ عتق میری  
 امت اس کی زمین کی مالک ہوگی جیسا کہ اس خاک میرے لیے بھی

اب یہ بات مسلم ہے کہ یہ پیشینگوئی بھی حضرت عمرؓ کے عہد فرخ میں پوری ہوئی۔ چنانچہ ملک ایران کو آپ نے ہی فتح کیا۔ اگر معاذ اللہ حضرت عمرؓ منافق و کافر تھے تو حضرت کا یہ فرمانا کہ میری امت سرزمین ایران کی مالک ہوگی۔ کیسے درست ہو سکتا۔ کیا امت رسول میں کافر و منافق بھی شمار ہو سکتے ہیں؟ اور نبی علیہ السلام ان کی فتح کو اپنی امت کی فتح قرار دے سکتے ہیں؟

(۱۰) حضرت عمرؓ و اماد علیؓ تھے۔

ایک روشن دلیل اس امر کی کہ حضرت عمرؓ سے حضرت علیؓ المرتضیٰ کو کمال محبت و مہار تھا۔ اور ان کے نزدیک اُن کی شرافت و نجابت مسلم تھی۔ یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنی دختر بلند اختر حضرت ام کلثوم کا رشتہ حضرت عمرؓ کو دیکر نکاح کر دیا۔ اگر معاذ اللہ وہ منافق تھے۔ تو جناب امیر علیہ السلام نے سیدہ ام کلثوم کو کیوں ایک کافر و منافق کو نکاح کر دیا؟

شیخہ اس امر سے تو انکار نہیں کر سکتے۔ کہ حضرت ام کلثوم بنت علیؓ حضرت عمرؓ کی تزویج میں آئیں۔ لیکن کس بارہ میں ان کو سخت اضطراب لاحق ہوا۔ اس لئے طح طرح کی تاویلات رکیکہ سے کام لینے لگے۔

ایک روایت یہ وضع کی گئی۔ کہ حضرت ام کلثوم جبراً چھین لی گئیں جیسا کہ فروع کافی جلد ۲ ص ۱۷۷ باب تزویج ام کلثوم میں ہے۔

عَنْ ثَمَرَةَ امْرَأَةٍ عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي تَزْوِيجِ امِّ كَلثُومٍ فَقَالَ إِنَّ ذَلِكَ أَوَّلُ مَا جِئَ غَضِبْنَا بِهِ  
 در بارہ نکاح ام کلثوم دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم کے چھین لی گئی۔

دوسری روایت اسی کتاب کے صفحہ مذکور میں دی ہے۔

ہشام بن سالم نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے۔ کہ جب جناب امیرؑ سے ام کلثوم کا ناظر طلب کیا گیا تو آپ نے کہا کہ وہ چھوٹی لڑکی ہے فرمایا پھر عمر عباسؓ سے کہے اور کہا کیا مجھ میں کوئی نقص ہے؟ عباسؓ نے کہا کیا بات ہے؟ عمرؓ نے کہا میں نے

عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا خُطِبَ إِلَيْهِ قَالَ لَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّهَا صَبِيَّةٌ قَالَ فَلَقِيَ الْعَبَّاسَ فَقَالَ لَهُ مَا لِي أَبِي بَاءُ مِنْ قَوْلِكَ قَالَا إِنَّكَ خُطِبْتَ إِلَيْ

ابن اخیلیک فرم دے اَنَا وَاللّٰهُ لَا  
عَوَدَتْنَا مَعَهُمْ وَلَا اَدْعُكُمْ مَعَهُمْ اَلَا  
هَكَذَا مَتَاهَا وَلَا يَمْنَعُ عَلَيْنَا شَاهِدَيْنِ  
بِأَنَّهُ سَرَقَ وَلَا قَطْعَنَ يَمْنَعُكَ فَاَنَّا  
الْعَبَاسُ فَاَخْبَرَكَ وَسَاَلَهُ اَنْ يَّجْعَلَ  
اَلَا مَرَّ اِلَيْهِ فَيَجْعَلَكَ اِلَيْهِ -

ناطہ تہارے بھتیجے (علیؑ) سے مانگا۔ اس نے  
انکار کر دیا۔ میں زہرم کو لوٹاؤنگا۔ اور تہارے  
جلد اعزازات کو مٹا دوں گا۔ اور علیؑ پر رد گواہی کرتے  
کر نیکے گزار کر اس کے ہاتھ کاٹ دوں گا حضرت عباسؑ  
حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہا اس ناطہ کا مجھے میل  
بنادو حضرت علیؑ نے انکو اجازت دی (اور نکاح ہو گیا)

ان دو روایات میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت  
عمرؓ سے ہوا۔ لیکن پہلی روایت میں نہایت مکروہ لفظ (فرج) استعمال کر کے کہا گیا ہے  
سرام کلثوم ہم سے جبراً چھین لی گئی تھی۔ دوسری روایت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ حضرت  
علیؑ نے ناطہ دینے پر اس لئے مجبور ہو گئے۔ کہ ان کو دھکی دی گئی۔ کہ تہارے اعزاز چھین  
لئے جائیں گے۔ بلکہ تہنیں ستر کا اتہام لگا کر قطعید کی سزا دی جائیگی۔ سوال بصیرت سمجھ  
سکتے ہیں۔ کہ یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ کہ شجاعت آب فارغ خیر حیدر گزارے ان کی  
صغیر السن لڑکی جبراً چھین لی جائے۔ یا ان کو ڈرا دھکا کر ناطہ دینے پر مجبور کر لیا جا  
ایسا تو کوئی کم حیثیت کمین شخص جو لاہا۔ جنگی بھی نہیں کر گیا۔ کہ جیتے جی ڈکر اپنی کمر  
لڑکی دوسرے کے حوالہ کر دے۔ یا بخوف سزا بدنی ایک غیر مستحق شخص کو بلا رضا مندی  
خود لڑکی دیدے۔ ایسے موقع پر انسان سزا بدنی تو کیا جان دیدینا گوارا کر لیتا ہے۔  
لیکن یہ ذلت کبھی گوارا نہیں کرتا۔ کہ کوئی غیر شخص اس کی دوشیزہ کم سن لڑکی جبراً چھین  
ہر ایک دانشمند شخص قیاس کر سکتا ہے۔ کہ کوئی یا غیرت بہادر شخص اس قسم کی ذلت  
کبھی قبول کر سکتا ہے؟ کلا و حاشا۔ یہ تمام باتیں یار لوگوں کی سن گھڑت ہیں جو اصلیت  
کو چھپانے کے لئے وضع کی گئی ہیں۔ لیکن حق کبھی چھپانے سے چھپ نہیں سکتا۔  
اسی باب تدریج ام کلثوم میں ایک دوسری حدیث درج ہے۔

کَتَبَ عَلِيٌّ بْنُ اَسْبَاطٍ اِلَى اَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ فِيْ اَمْرِ بَنَاتِهِ وَاقْتَدَ لَا تَجِدُ  
اَحَدًا اَمْسَلَهُ فَلَکْتُبَ اِلَيْهِ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ فَهَمَّتْ مَا ذَكَرْتَ مِنْ اَمْرِ

علی بن اسباط نے امام محمد باقرؑ کو اپنی لڑکیوں  
کے بارہ میں لکھا۔ اور اس کو اپنے جیسا کوئی شخص  
نہ مل سکتا تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے تیرا مطلب سمجھا ہے  
کہ تجھے اپنے رتبہ کا دام نہیں مل سکتا۔ مگر تم بہا



کی انتظار مت کرو۔ رسولؐ نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص (ناطہ مانگنے) آجائے جس کے خلاق اور دینداری کا تمہیں اطمینان ہو تو اسے ناطہ دید و سورتہ زمین میں فتنہ اور بھاری فساد کا اندیشہ ہو گا۔

بَنَانُكَ وَكَانَ لَا يَجِدُ أَحَدًا مِثْلَكَ فَلَا تَنْظُرَ فِي ذَلِكَ سِرَّكَ اللَّهُ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَالَ جَاءَكُمْ مَن سَرَّ ضَوْنُ خَلْقِهِ وَدِينُهُ فَرَّ وَجُوهُ الْأَنْفَعَالِ كُلِّهَا تَكُنْ فِتْنَةً فِي الْأَرْضِ وَ فِسَادٌ كَبِيرٌ فَرُوعٌ كَافٍ جُلْدًا صَدَقَ

اس حدیث کو ترویج ام کلثومؑ میں درج کرنے سے مطلب صاف یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے بھی چونکہ حضرت عمرؓ کے اخلاق و دینداری کو پسند کرتے تھے۔ اور ناطہ کے نہ دینے میں فتنہ و فساد کا اندیشہ تھا۔ اس لئے اپنی خوشی سے انہوں نے نکل کر دیا۔

## شیعہ کی دوسری چال

نکاح ام کلثومؑ کے متعلق جب شیعہ حضرت کو سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی ہے۔ اور کچھ جواب نہیں بن سکا۔ تو ایک دوسری چال یہ چلے میں کہ ام کلثومؑ کا نکاح تو حضرت عمرؓ سے ہوا۔ لیکن وہ ام کلثومؑ حضرت علیؑ کی اپنی بیٹی نہ تھیں۔ بلکہ بنت اسماء بنت عیسٰی اور حضرت علیؑ کی برہیہ تھیں۔ سو احادیث بالا میں اس امر کی خاص تصریح ہے۔ کہ وہ حضرت علیؑ کی اپنی دختر تھیں۔ اسی لئے اَوَّلُ فَرَجٍ غَضِبْنَا کہہ گیا۔ ورنہ اسماءؓ کی لڑکی اگر حمین بنی جانیؓ تو جناب امیر علیہ السلام اور ان کی اہل بیتؑ کو اس کی کیا شکایت تھی؟ اور حضرت عمرؓ کو حضرت علیؑ سے غمناک کاری نکاح اور طرح طرح کی ترغیب و ترہیب کی کیا ضرورت تھی؟ جب لڑکی تابانہ تھی۔ تو لڑکی کے وراثہ کی اجازت سے نکاح ہو سکتا تھا۔ اور اس میں کسی قسم کی کوئی دقت نہ تھی۔

اس میں مطلق شک و شبہ نہیں ہے۔ کہ حضرت ام کلثومؑ حضرت فاطمہ الزہراءؑ کے اسلطن سے حضرت علیؑ کی دختر تھیں۔ اور نکاح حضرت علیؑ المرتضیٰؑ نے بخوشی خود کر دیا۔ اس کے متعلق ہم شیعہ کی کتاب حدیث تہذیب الاحکام ص ۳۸ سے دوسری حدیث تحریر کرتے ہیں:-

عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَا نَبَتْ أُمُّ كَلْثُومٍ  
نَبَتْ عَلَيْكَ وَابْنُهَا زَيْدٌ بْنُ عَمْرِو بْنِ كَلْثُومٍ  
فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ

جعفر صادقؑ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے  
ہیں کہ ام کلثوم بنت علیؑ اور اس کا بیٹا زید بن عمرو بن  
خطاب ایک ہی وقت میں فوت ہوئے۔

اس حدیث میں صاف بیان ہے کہ حضرت ام کلثوم جو حضرت عمرؓ کی زوجہ محترمہ تھیں  
علی المرتضیٰؑ کی دختر تھیں۔ اور ان کے شکم کے زید بن عمرو بن خطاب پیدا ہوا۔ اور مل  
بیٹا دونوں ایک روز ایک ہی وقت فوت ہوئے تھے۔ اب جو لوگ کہتے ہیں کہ  
ام کلثوم کا نکاح عمرؓ بن الخطاب سے ہوا تھا۔ وہ حضرت علیؑ کی بیٹی نہ تھیں۔ اس  
حدیث سے ان کی تکذیب ہوتی ہے۔

دوسری حدیث۔ اس کی تائید میں ایک دوسری حدیث جو فروع کافی جلد ۲  
ص ۱۱۱ میں ہے۔ پیش کی جاتی ہے۔

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا  
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ امِّ كَلْثُومٍ  
فِي عَمَلِهَا وَرَوْحِهَا ابْنُ نَعْتَانَ فِي بَيْتِ  
مَرْقُومٍ أَوْ حَيْثُ شَاءَتْ قَالَ بَلْ حَيْثُ  
شَاءَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ عَلِيًّا صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ عَمْرًا أَقَى أُمِّ كَلْثُومٍ فَأَخَذَ  
بِيَدِهَا فَأَنْطَلَقَ بِهَا إِلَى بَيْتِهِ

سليمان بن خالد سے روایت ہے کہ اس نے  
حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اس عورت  
کا خاوند فوت ہو جائے۔ وہ قدرت کہاں گذارے  
خاوند کے گھر میں یا جہاں اس کا جی چاہے۔  
فرمایا جہاں جی چاہے۔ پھر کہا کہ جب عمرؓ  
فوت ہو گئے۔ حضرت علیؑ ام کلثوم کے پاس  
آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے

اس حدیث سے اس امر کا فیصلہ ہو گیا کہ ام کلثوم زوجہ عمرؓ حضرت علیؑ کی بیٹی تھیں  
کیونکہ جب حضرت عمرؓ فوت ہو گئے۔ آپ جا کر ام کلثوم کو اپنے گھر میں لے آئے۔  
اگر ام کلثوم آپ کی بیٹی نہ ہوتیں۔ یا آپ کی رضا مندی کے بغیر ان کا نکاح حضرت  
عمرؓ سے ہوتا۔ تو باہمی تعلقات بالکل منقطع ہو گئے ہوتے۔ پھر ان کو کیا پڑی تھی۔  
کہ وفات شوہر پر ان کو اپنے گھر لے آئیں۔

جب تحقیق بالا سے صاف ثابت ہو گیا کہ ام کلثوم بنت علیؑ کا نکاح حضرت عمرؓ  
سے ان کی رضا مندی سے ہوا تھا۔ اور بنت علیؑ اپنے شوہر حضرت عمرؓ کے گھر ان کی  
زنمگی بھر آ رہی تھیں۔ ایک بیٹا زید بھی وہاں پیدا ہوا تھا۔ تو عجبان علیؑ اگر دوسری

امیر علیہ السلام کے محب صادق ہیں۔ تو پھر دانا و علیؑ کو گالیاں دینا ان کو مناسب نہیں  
 کیا شیعوں کی سبقت پر غور کریں گے؟ ویسے تو شیعوں صاحبان کہا کرتے ہیں کہ  
 علیؑ کو میں محمدؐ سے تو بہتر کہہ نہیں سکتا، مگر اپنے سے بہتر ڈھونڈ کر دانا دکر تے ہیں  
 لیکن یہاں اس مقولہ کو بھول کر دانا و علیؑ کو بجائے بہتر سمجھنے کے بدتر سمجھتے ہیں یا اللعجب  
 (۱۰) پور وین موزین کی شہادت۔

حضرت عمرؓ کے کمالات کے نہ مسلمان ہی قائل ہیں۔ بلکہ مخالفین اسلام بھی آپ کے  
 محاسن کے بیان کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ والفضل ما شهدت به الاعداء  
 سر ولیم میور جیسا متعصب عیسائی بھی حضرت عمرؓ کا یوں مدح ہوا ہے۔

حضرت عمرؓ انتقال کے وقت اتنی بڑی سلطنت کے شاہنشاہ اور خلیفہ تھے جس میں  
 شام، مصر اور فارس کے ملک شامل تھے۔ تاہم ایسے تعجب خیز دولت اور اقبال کے زمانہ  
 میں ان کی قوت فیصلہ میں ہمیشہ دانائی اور سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ انہوں نے اپنے  
 گناہ میں معمولی سرداران عرب کے قناعت آئینہ طریقہ سے کبھی تجاوز نہیں کیا۔ اگر کوئی  
 اجنبی دور کے ملک سے آتا۔ تو بڑی مسجد کے صحن کے چاروں طرف دیکھ کر سوال کرتا  
 کہ خلیفہ کہاں ہے؟ حالانکہ وہ شہنشاہ اپنے معمولی لباس لباس کے سامنے بیٹھا ہوتا تھا  
 سادہ مزاجی اور اداسے فرض ان کے حصول تھے۔ بڑی ذمہ داری کے عہدہ کے  
 فرائض ادا کرنے میں بے رعایتی اور پرنیزگاری مشہور اور ضرب المثل تھی۔ آپ پامور  
 خلافت کے انصرام میں ایسے خوف سے کام کرتے کہ اکثر اوقات پکارا اٹھتے کہ کاش  
 میری ماں مجھے نہ جلتی۔ یا میں گھاس کا پودا ہوتا۔

جوانی میں آپ اکٹھ اور تند مزاج و صاحب انتقام مشہور تھے۔ اور ہمیشہ اپنی  
 تلوار کو نیام سے باہر نکالنے کو تیار رہتے۔ بد رکی لڑائی میں آپ ہی نے صلاح دی  
 تھی کہ تمام قیدیوں کو قتل کیا جائے۔ مگر عمر سیدگی اور تجربہ کاری نے آپ کی نظرت  
 کو نرم کر دیا تھا۔ آپ کے عدل اور انصاف کی قوت نہایت مضبوط تھی۔ حکام اور عمال  
 کی تقریریں آپ کا انتخاب طرفداری سے بالکل بری ہوتا تھا۔ ہاتھ میں چابک لیکر آپ  
 گلیوں اور کوچوں میں گشت کیا کرتے تھے۔ تاکہ ملزموں کو موقعہ پر فراہم کریں۔ یہ ایک  
 کبریاوت بنگلی تھی۔ کہ عمرؓ کا چابک دوسروں کی تلوار سے زیادہ خوفناک ہے۔ مگر یہ وجوہ

ان سب باتوں کے آپ کا دل نہایت نرم تھا۔ اور آپ کے رحم کی بیشمار مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔ جن میں آپ نے بیواؤں اور یتیموں کی دستگیری کی (کتاب اسکسرس آف محمد مولفہ سر ولیم میور)

ایسا ہی ڈاکٹر موسیو لیلیان پیرس کا مشہور فاضل اپنی مشہور اور نامور کتاب سینو پلڈیشن ڈی عربس میں حضرت عمرؓ کے متعلق یوں رقمطراز ہے :-

حضرت عمرؓ بعض اس کے کہ افواج اسلام کی بیش بہا غنیمتوں میں حصہ لیں محض ایک عبا کے مالک تھے۔ جس میں متعدد پیوند تھے۔ اور آپ راتوں مساجد کی ریٹھریوں پر غریبوں کے ساتھ سو رہا کرتے تھے جس وقت عثمان کا نصرانی بادشاہ جو سلمان ہو گیا تھا۔ حضرت عمرؓ سے ملنے کے لئے آیا۔ تو حسب اتفاق ایک عرب نے نادانستہ اسے دھکا دیا۔ اس پر بادشاہ نے خفا ہو کر اُسے مارا۔ عرب کی تالش پر حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ بادشاہ کو مارے۔ اس پر بادشاہ نے کہا۔ ”اے امیر المومنین یہ بھی ہو سکتا ہے؟ کہ ایک عامی بادشاہ کو ہاتھ لگائے“ خلیفہ نے جواب دیا۔ کہ اسلام کا قانون یہی ہے۔ اسلام میں نہ درجہ کی عزت ہے۔ نہ ذات کی۔ ہمارے پیغمبر کی نظروں میں سب مسلمان برابر تھے۔ اور ان کے خلفاء کی نظروں میں بھی یہی سادات قائم رہیں گی۔ حضرت عمرؓ ہی کا زمانہ تھا۔ جس میں اسلام کی بڑی ملک گیر پالی شروع ہوئی۔ آپ جس قدر عمدہ منتظم تھے۔ اسی قدر سچے سالار بھی تھے۔ اور آپ کا انصاف تو ضرب المثل ہے۔ جس وقت آپ خلیفہ ہوئے۔ تو یہ تقریر کی۔

”اے سامعین عجز سے سنو۔ میری نظروں میں تم میں سے ضعیف سے ضعیف شخص سب سے قوی ہے۔ بشرطیکہ وہ حق پر ہو۔ اور تم میں سے قوی سے قوی شخص اضعف الناس ہے۔ بشرطیکہ وہ ناحق پر ہو۔“

فی الحقیقت مسلمانوں کی سلطنت کی ابتداء حضرت عمرؓ سے ہوئی۔ اور جس وقت عربوں کے غلبہ سے شاہنشاہ ہرقل شام سے بھاگ کر قسطنطنیہ جا چھپا۔ تو اس نے معلوم کیا۔ کہ اب حکومت دوسروں کے ہاتھ چلی گئی۔

غیر مسلم مورخین کی ان شہادتوں سے حضرت عمرؓ کے شاہنشاہ اعظم ہو کر زہد و توحید و اتقا جیست الہی۔ انصاف پرورد ہی حق پسندی کا ثبوت ملتا ہے۔ پھر انہوں نے



کہ شیعہ اوعلمائے اسلام کرتے ہوئے ایسی بایز تازہستی پر زبان طعن دراز کریں بغرض  
حضرت عمرؓ کے کمالات کا استقصا ہر شکل ہے مصنفین اسلام نے ان کی سوانح  
عمری میں ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ چونکہ ہمارا رویہ سخن صرف شیعہ حضرات سے  
ہے۔ اس لئے یہاں مختصر نمونہ خردوار صرف شیعہ کی مستند اور مسلمہ کتب سے  
ادھر کی شہادت لکھی گئی ہیں۔ و تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ خُدا کرے کسی بھائی  
کی ہدایت کا باعث ہو۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ اب ہم  
خلیفہ سوم کا ذکر کرتے ہیں۔

## حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل کے متعلق حسب ذیل شہادت ہم  
شیعہ کی مستند کتب سے درج کرتے ہیں  
پہلی شہادت شیعہ کی اصح الکتاب مصدقہ امام غایب علیہ السلام فروع  
کافی جلد ۳ کتاب الروضہ میں ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْهَلَبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ  
أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ اخْتَلَفَ  
بَنِي الْعَبَّاسِ مِنَ الْمُحْتَمُومِ وَالسُّدَّاءِ  
مِنَ الْمُحْتَمُومِ قُلْتُ كَيْفَ السُّدَّاءُ قَالَ  
يُنَادِي مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ أَوَّلُ النَّهَارِ  
أَكْرَأَنَّ عَلِيًّا وَشَبِيعَتَهُ هُمُ الْفَائِزُونَ  
قَالَ وَيُنَادِي مُنَادٍ آخِرَ النَّهَارِ أَلَا  
إِنَّ عُثْمَانَ وَشَبِيعَتَهُ هُمُ الْفَائِزُونَ  
محدث بن علیؓ نے فرمایا کہ میں نے  
امام صادقؑ سے سنا۔ فرماتے تھے بنی عباس  
کا اختلاف یقینی ہے۔ اور نہ ہی یقینی  
ہے میں۔ پہلا نادر کیا ہے۔ فرمایا۔  
آسمان سے پکارنے والا ابتداء روز میں پکار  
کرتا ہے کہ علیؓ اور اس کے پیرو کامیاب ہیں  
اور پھر دن کے اخیر میں پکارنے والا پکارتا ہے  
خبردار عثمان اور اس کے پیرو کامیاب  
ہیں۔

د فروع کافی جلد ۳ ص ۹۹

اس حدیث میں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے صاف  
تصریح ہے کہ ہر روز دن کے اول و آخر ہمیشہ غیب سے آواز آتی ہے۔ پہلے  
یہ کہ علیؓ اور ان کے تابعین فائز المرام ہیں۔ پھر اسی طرح دوسری آواز آتی ہے کہ عثمان

عثمان اور ان کے متبعین بھی فائز المرام ہیں۔ پھر اسی تصریح کے بعد اگر شیعہ فضیلت عثمان سے انکار کریں۔ تو امام والا مقام کی تکذیب ہوگی۔

دوسری شہادت۔ ایسا ہی کتاب مذکور کے جلد ۳ صفحہ ۱۱ میں درج ہے

فَجَلَسَ سَهْلُ بْنُ كَثْرٍ وَعِنْدَ رَسُولِ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسَ عُمَانُ  
 فِي عَشِيرَةِ الْمُشْرِكِينَ وَبَيَّاعُ رَسُولٍ

سہل بن عمرو سفیر مشرکین (رسول خدا کے پاس  
 بیٹھا اور حضرت عثمان (سفیر رسول) مشرکین  
 کے لشکر میں بیٹھے۔ رسول پاک نے اپنے ہاتھ

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم بِاِحْسَانٍ  
یُکَلِّمُهُ عَلٰی الْاٰخِرٰی یَعْتَمَنُ وَقَالَ

طواف کعبہ کیا اور صفارہ کی سعی نصیب ہوئی  
 آنحضرت نے فرمایا عثمانؓ ایسا نہیں کرنا

فَزَا حَلَّ قَالَ سَعْدُ اللَّهِ مَا كَانَ لِيَفْعَلَ فَلَمَّا جَاءَ عُثْمَانُ قَالَ كَرِهْتُ

پھر جب عثمانؓ آئے۔ تو حضور علیہ السلام نے دریافت کیا۔ عثمانؓ کیا تم نے طواف کعبہ

اللّٰهُ أَكْفَتْ بِالْبَيْتِ فَقَالَ مَا كُنْتُ  
لَا طَوْفَ بِالْبَيْتِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
سَلَامُهُ عَلَيْنَا وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ  
سَلَامٌ

اللَّهُ عَلَيْهِ قَالِ لَمْ يَطْفُ بِهِ

اس روایت سے فضیلت عثمانؓ کا نمایان ثبوت ملتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے  
پہلے ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیکر بیعت کی۔ اور اپنا سفیر خاص بنا کر مشرکین مکہ میں بھیجا

پھر حضرت عثمانؓ کے عاشق صادقؓ نے اس قدر اعتماد کیا کہ مسلمانوں نے جب طوبیٰ لعثمان کہہ کر یہ کہا کہ عثمانؓ نے طوائف کعبہ اور سخی صفا و مردہ حاصل کی۔

ہمارے بغیر اکیلا طواف کرے۔ چنانچہ عثمانؓ کے آنے پر سب بات کی تصدیق ہو گئی۔

مشترکین مکہ نے عثمانؓ کو کہا بھی کہ طواف کرو۔ تمہیں ہم منع نہیں کرتے۔ البتہ

ہمارے پیغمبر کو ملو

صاحب حملہ حیدری نے اس واقعہ کو یوں لکھا ہے :-

یوسف عثمان زمین و زمان بہ مقصد روانہ ہو چویر زکمان  
جو اونت صحاب روز و گھر بگفتند حیدری بہ خیر البشیر  
خوشحال عثمان با احترام نہ کہ شد تمش حج بیت الحرام  
رسول خدا چون شنید این سخن و بیاسخ حیدری گفت با انجمن  
عثمان نہ ایم نا این گمان نہ کہ تنہا کند طواف آن ہستان  
سوا سے اکیدا طواف کعبہ کرے۔

اگر یہی طواف حرم و مین مانت نیست کہ در حرم  
ولیکن محاسن بے گداز نہ کہ آمد محمد برائے طواف  
چو شنید عثمان از دایں سخن و چنین از پیا سخن بہ آں ہرمن  
کہ طواف حرم بے رسول خدا نہ باشد کہ بر پیر و ہنش روا  
اگر شیخہ انصاف سے دیکھیں تو حضرت عثمان کے کمال ایمان عشق رسول و خلوص  
نیست اور رسول علیہ السلام کا ان پر کامل اعتماد ملا کسی مزید دلیل کے اس روایت سے ظاہر  
و ہویدا ہے۔ اور یہ تو حضرت عثمان کے لئے ایک بڑا بھاری اعزاز ہے کہ حضور علیہ  
السلام اپنے دست مبارک کو دست عثمان قرار دیں۔ یہ ایسی خصوصیت اور فضیلت تیزہ  
ہے کہ کسی دوسرے جلیل القدر صحابی کو نصب نہیں ہوئی۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ  
من یشاء۔

تیسری شہادت - شیعہ کی مستند کتاب پنج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۳۲  
میں ہے :-

اِنَّ النَّاسَ وَرَائِي وَقَدْ اسْتَسْفَرُوْا فِیْ بَيْتِكَ وَبَيْنَهُمْ وَاَوْلٰهُ مَا اَدْرٰی  
مَا اَقُوْلُ لَكَ مَا اَعْرِضْ شَيْئًا فَجَهْلُهُ وَلَا اَدْلِكَ عَلٰی شَيْءٍ لَا تَعْرِفُهُ اَنْتَ  
لَتَعْلَمَ مَا نَعْلَمُ مَا سَبَقْنَاكَ اِلٰی شَيْءٍ فَتَجَرَّكَ عَنْهُ وَاَخْلَوْنَا بِشَيْءٍ فَتَبْلُغْكَ  
قَدْ رَاَيْتَ كَمَا رَاَيْتَا وَسَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ مَرْسُوْلَ اللّٰهِ كَمَا  
صَحَبْنَا وَاَمَّا اَنْتَ اَبْنُ فُحَاةٍ وَلَا عَمَّا اَمْنُ اَخْطَا بْ اَوْ لٰی بَعْلُ الْحَقِّ  
مِنْكَ وَاَنْتَ اقْرَبُ اِلٰی مَرْسُوْلِ اللّٰهِ وَشَيْخُهُ مَرْحُومُهُمَا وَقَدْ نَلَيْتَ

مَنْ صَهِرَ مَا لَمْ يُنَاَلَا - (ترجمہ: حضرت علیؑ نے حضرت عثمانؓ کو جبکہ لوگ آپؐ کو سفارتش کیلئے ان پاس لیگئے فرمایا۔ یہ لوگ میرے پیچھے ہیں۔ جو مجھے تھارے اور اپنے مابین سفیر بنا کر لائے ہیں۔ بخدا میں نہیں جانتا کہ آپؐ کو کیا کہوں۔ میں ایسی کوئی بات نہیں جانتا۔ جسے آپؐ نہ جانتے ہوں۔ اور نہ ہی تجھے کوئی ایسی بات بتاتا ہوں۔ جسکو آپؐ نہ پہچانتے ہوں۔ بیشک جو کچھ میں جانتا ہوں۔ وہ آپؐ بھی جانتے ہیں۔ جیسا ہم نے دیکھا ہے۔ آپؐ نے بھی دیکھا ہے۔ اور جو کچھ ہم نے سنا۔ آپؐ نے بھی سنا ہے۔ جیسے ہم نے رسول خداؐ کی مصاحبت حاصل کی ہے۔ آپؐ نے بھی کی ہے۔ اور ابوبکرؓ وغیرہ آپؐ سے زیادہ عامل حق نہ تھے۔ آپؐ قربت کی وجہ سے رسول علیہ السلام سے ان سے زیادہ قرب رکھتے ہیں۔ اور آپؐ کو دامادی رسولؐ کا وہ فخر حاصل ہے۔ جو ان دونوں کو حاصل نہیں ہے۔

اس خطبہ میں حضرت علیؑ نے کمال صراحت و وضاحت سے اوصاف امیر المومنین عثمانؓ کا یوں بیان فرماتے ہیں۔۔۔  
(۱) علم و معلومات میں ہم اور آپؐ برابر ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ جو ہمیں آپؐ سے زیادہ معلوم ہو۔

(۲) ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے جسے ہم جانتے ہوں۔ اور آپؐ کو اس کا علم نہ ہو  
(۳) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر جو کچھ دیکھا سنا۔ (اس میں بھی ہمیں اور تمہیں مساوات ہے۔) (میں کسی امر میں تم پر ترجیح نہیں ہے)  
(۴) آپؐ کو حضور علیہ السلام سے دوسرے دیاروں پر دو وجہ سے ترجیح ہے۔ ایک قربت کی وجہ سے اور دوم داماد رسولؐ ہونے کے باعث۔

شیدہ صاحبان میں اگر کچھ بھی انصاف ہو۔ تو ان کی تسلی کے لئے جناب امیر علیہ السلام کا یہ خطبہ دربارہ فضیلت عثمانؓ کافی و کافی ہے۔ جب جناب امیر علیہ السلام حضرت عثمانؓ کو ہر ایک کمال میں علمی ہو یا حبشی بنی اپنے برابر سمجھتے ہیں۔ اور ان کی قربت رسولؐ اور دامادی کا اعتراف کرتے ہیں۔ تو پھر شیعہ نہ کہ اس کیوں کریں۔ شہادت امیر علیہ السلام کی وہ کبھی تردید نہیں کر سکتے۔ یہ ایسی زبردست شہادت



جس کے مقابلہ میں روانہ کی حفاظت کی ذرہ بھر وقعت نہیں ہو سکتی۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ معاذ اللہ کافر و منافق ہوتے۔ تو حضور علیہ السلام اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کو نکاح نہ کر دیتے۔

**چوتھی شہادت** حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے داماد رسولؐ ہونے کا ثبوت۔

چوتھی شہادت اس بارہ میں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورینؑ کو حضور علیہ السلام کا داماد ہونے کا فخر حاصل ہے شیعہ کی بڑی مستند کتاب حیات القلوب مصنف ملا باقر مجلسی جلد دوم صفحہ ۵۵۹ میں ہے۔

درب الاہل بیت علیہم السلام میں معتبر اسناد کے ساتھ حضرت روایت کردہ است کہ ابراہیم رسول خداؐ امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ رسول خدا کی اولاد خدیجہ بنت خویلد شہداء طاہرہ و قاسمہ و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب و فاطمہ را بحضرت امیر المومنینؑ تزویج نمود و تزویج کردیا و انھیں بن ربیعہ کے از بنی امیہ بود و زینب را دین عثمان بن عفان ام کلثوم را و پیش از آنکہ بخانہ آل برود برحمت الہی وصل شد بعد از دو رقیہ را با و تزویج نمود۔

قرب الاسناد میں معتبر اسناد کے ساتھ حضرت روایت کردہ است کہ ابراہیم رسول خداؐ امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ رسول خدا کی اولاد خدیجہ بنت خویلد شہداء طاہرہ و قاسمہ و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب و فاطمہ را بحضرت امیر المومنینؑ تزویج نمود و تزویج کردیا و انھیں بن ربیعہ کے از بنی امیہ بود و زینب را دین عثمان بن عفان ام کلثوم را و پیش از آنکہ بخانہ آل برود برحمت الہی وصل شد بعد از دو رقیہ را با و تزویج نمود۔

عثمانؓ سے نکاح کر دیا۔

اس روایت سے جو شیعہ کے مفترض الطاعت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے۔

ثابت ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام نے اپنی دو صاحبزادیوں (ام کلثوم۔ رقیہ) کا نکاح حضرت عثمانؓ سے یکے بعد دیگرے کیا۔ پہلی صاحبزادی ام کلثوم کا آباد ہونے سے پہلے وصال ہو گیا۔ تو پھر دوسری صاحبزادی رقیہ کا ان سے نکاح کر دیا گیا۔ جو عمر بھر ان کے گھر آباد رہیں۔

**شیعہ کی بیقراری**۔ اس واقعہ سے کہ حضرت عثمانؓ کو حضورؐ کی دامادی کا دوسرا فخر حاصل تھا۔ اور اسی وجہ سے ان کا لقب ذوالنورینؑ شہید ہے شیعہ سخت بیقرار ہوتے ہیں۔ اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔ کہ اس زبردست الزام کا کہ اگر حضرت عثمانؓ جیسا شیعہ کہتے ہیں۔ معاذ اللہ مسلمان نہ تھے۔ تو حضور علیہ السلام نے

اپنی صاحبزادیاں ان کو کیوں نکاح کر دیں۔ جب کہ ولا تنکحوا المشرکین (کفار کو اپنی لڑکیاں مت دو) صریح ممانعت ہو چکی تھی۔ کہ کفار سے نہ ملے نہ شے جائیں شیعہ کی اس موقع پر پریشان حال ہو کر عجیب جملہ سازیاں کرتے ہیں۔ پہلے تو یہ کہتے ہیں۔ کہ سوائے فاطمہ کے اور کوئی لڑکی حضورؐ کی تھی ہی نہیں۔ اور یہ انکا ایسا دھوکہ ہے جس میں تمام عوام شیعہ کو بھینسا رکھا ہے۔ جب کبھی یہ کہو۔ کہ حضرت عثمانؓ و اما رسولؐ تھے۔ جھٹ کھدیتے ہیں کہ اور کونسی بیٹی حضرتؐ کی تھی۔ جس کا نکاح حضرت عثمانؓ سے ہوا۔ اس لئے میں اس معاملہ کو ذرہ وضاحت سے بیان کرنا چاہتا ہوں تاکہ شیعہ کے اس مخالفہ کا قلع و قمع ہو جائے۔

## کیا رسولؐ پاک کی فاطمہ کے سوا کوئی بیٹی تھی؟

میں حیران ہوں کہ جاہل شیعہ تو مغرور ہیں لیکن کچھ پڑھے شیعہ سببات سے مسطح انکار کر سکتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے حضرت فاطمہ کے علاوہ اور تین صاحبزادیاں زینب۔ ام کلثوم اور زرقیہ بھی تھیں۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں ایک تو حیات القلوب کی روایت لکھی جا چکی ہے۔

دوسرا ثبوت۔ اس امر کا کہ حضرت رسولؐ پاک کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ جو سب کی سب ام المومنین خدیجہ کے بطن سے تھیں۔

شیعہ کی مستند کتاب حدیث مصدقہ امام مہدی علیہ السلام رسول کافیؒ میں ہے  
 وَ تَرَاجَ خَدِيجَةُ وَ هُوَ اِنَّ بَضْعَ وَ  
 عِشْرِينَ سَنَةً قَوْلًا لَهُ مِنْهَا قَبْلُ  
 مَبْعَثُهُ الْقَاسِمُ وَ رَقِيَّةُ وَ زَيْنَبُ  
 وَ اُمُّ كَلْثُومُ وَ وُلْدُ لَهُ بَعْدَ الْمَبْعَثِ  
 الطَّيِّبُ وَ الطَّاهِرُ وَ الْفَاطِمَةُ عَلَيْهَا  
 السَّلَامُ

اب اس روایت سے صاف مثل روایت حیات القلوب کے ثابت ہو گیا کہ حضورؐ کی صاحبزادیاں حضرت فاطمہ کے علاوہ زرقیہ۔ زینب۔ ام کلثوم بھی تھیں۔ جو خدیجہ الکبریٰ کے

کے شکم سے پیدا ہوئی تھیں۔ ایسی ظاہر روایات کے ہوتے ہوئے اگر شیعہ علوم کو دھوکہ دیں کہ حضرت اکی ایک ہی صاحبزادی تھی۔ اس مصرع کے مصادیق ہونگے  
 چہ دلاور بنت دند کو کیف چراغ دارد

تیسرا ثبوت شیعہ کی مشہور و متداول کتاب جو ہر ایک خاص و عام شیعہ کے گھر میں بالعموم موجود رہتی ہے۔ اس کے صفحہ جلد اول میں ہر روزہ ادعیہ میں صات کھا ہوا ہے **بِسْمِ اللّٰہِ صَلَّی عَلٰی سُرَّقِیَۃِ رَبَّنَا بِبَیِّنَاتٍ اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی اُمَّہِ کَلْتُوْم** **بِنْتِ رَبِّنَا** (اے خدا رحمت بھیجو رقیہ و خضر رسول پر اے خدا رحمت بھیجو ام کلثوم بنت رسول پر)

اب امید ہے کہ عوام شیعہ اپنے علماء سے سوال کر سکیں گے کہ اگر رسول کی ایک ہی بیٹی تھی۔ تو اوراد و ادعیہ میں رقیہ و ام کلثوم بنات النبی کیوں ذکر ہوتی ہیں جن پر صلوات بھیجا اسی طرح ضروری ہے جیسا کہ حضرت فاطمہؑ پر۔  
 چوتھا ثبوت۔ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۹۴ میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ مرد و چار زن خضیہ از اہل مکہ ہجرت حبشہ کے متعلق مصنف کتاب قطراز ہے کہ گیارہ مرد اور چار عورتیں اہل مکہ سے بھاگ کر حبشہ کو روانہ ہوئے۔ منجملہ ان کے حضرت عثمانؓ کہ زن ابوبکرؓ تھے۔ اور رقیہ و خضر رسول جو عثمان کی منکوحہ تھیں۔

اس روایت میں اس امر کی تصریح ہے کہ جب حضرت عثمانؓ نے بامر خدا و رسول خدا حبشہ کی ہجرت کی۔ اس وقت آپ کے ساتھ حضرت رقیہ بنت رسولؐ بھی تھیں۔ جو ان کی جوڑو تھیں۔ کیا شیعہ حضرات ان روایات بنیات کی تردید کر سکتے ہیں۔ کلا و حاشا اس حق کو چھپانا سہل نہیں ہے جناب من!

## جواب شیعہ

جب شیعہ حضرات اس موقع پر پھنس جاتے ہیں۔ اور ایسی صریح معتبر روایات کے ہوتے ہوئے انکار کی گنجائش نہیں پاتے۔ تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ رسول پاکؐ نے یہ کلاخ اپنی بعثت کے اول یا مانعت نکاح یا مشرکین سے پہلے کر دیا ہوگا۔ لیکن یہ عذر دیکھ قابلِ ماعت نہیں





## اصحاب ثلاثہ کی مشترکہ تعریف

جناب امیر المومنین علی المرتضیٰ نے جہاں اصحاب ثلاثہ کی فرداً فرداً اپنے اقوال میں تعریف فرمائی ہے۔ وہاں مشترکہ اوصاف کا بیان بھی ان کے خطبات میں پایا جاتا ہے جو ان کی فضائل کا بین ثبوت ہے۔ اس لئے اب ہم ایسی روایات لکھیں گے جو کتب شیعہ میں اصحاب ثلاثہ کے اوصاف کے متعلق مشترکہ پائی جاتی ہیں۔

اول۔ نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۱۱۱ میں ہے۔

لَقَدْ عَمِدَتْ أَعْيُنُنَا فِي سَمَاءِ خَلِيلِنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْعُيُونُ مِنَ الْبَكَارِ وَخَمَصَ الْبُطُونُ مِنَ الصَّيَامِ ذُبُلَ الشَّقَاةِ مِنَ الدُّعَاءِ صَغِيرَ الْأَلْوَانِ مِنَ السَّهْمِ عَلَى دُجُومِهِمْ غَبَرَةُ الْخَاشِعِينَ أُولَئِكَ إِخْوَانِي الدَّاهِبُونَ حَقٌّ لَنَا أَنْ نَظُنَّ إِلَهُهُمْ وَنَعُصَّ الْأَيْدِي عَلَى فِرَاقِهِمْ إِنَّ الشَّيْطَانَ يُسَيِّرُ لَكُمْ طَرَفَهُ وَيُرِيدُ أَنْ يَحُلَّ دَيْنَكُمْ عُقْدَةً عُقْدَةً وَيُعْطِيَكُمْ بِالْجَمَاعَةِ الْفُرْقَةَ قَاصِدِ فَوْعٍ عَنْ نَزْعَاتِهِ وَتَفَاتِيهِ وَأَقْبِلُوا الصِّحَّةَ رَمَحًا هَذَا أَهْلًا إِلَيْكُمْ وَأَعْقِلُوا هَذَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ۔ (ترجمہ۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب کو دیکھا ہے۔ کثرت گریہ سے ان کی آنکھیں خیرہ ہوئی تھیں روزہ داری کی وجہ سے ان کے پیٹ خالی ہو گئے تھے۔ دعا کرتے کرتے ان کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ شب بیداری کے باعث چہرے زرد تھے۔ کثرت سجود کے سبب چہرے خاک آلود رہتے تھے۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے۔ جو گند گئے۔ ہمیں لازم ہے۔ کہ ان کی ملاقات کی پیاس رکھیں۔ اور ان کے فراق میں دانتوں سے ہاتھ کاٹیں شیطان تمہارے لئے راستے پیدا کرتا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ تمہارے دین کی رسی کو پارہ پارہ کر دے۔ اور تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈال دے تم اس کے وسوسے سے بچو۔ اور اپنے راہنہار کی نصیحت مانو۔ اور اپنے دلوں میں گرہ کر لو)

اس خطبہ میں جناب امیر علیہ السلام نے اصحاب رسولؐ کی جو قوت ہو چکے ہیں۔ بحد تعریف فرمائی ہے۔ کہ وہ قائم اللیل۔ صائم انتہا رکھتے۔ خشیت الہی ان کے

رگ وریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ گریہ و زاری میں مصروف ہمیشہ سر بسجود رہتے تھے۔ وہ میرے بھائی تھے۔ ان کے فراق کا دل میں سخت صدمہ ہے۔ پھر مسلمانوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ شیطان تم کو گمراہی میں ڈالنا چاہتا ہے۔ اور جماعت میں تفرقہ ڈالنے کے درپے ہے شیطان کی پیروی مت کرو۔ اور جماعت سے علیحدگی اختیار نہ کرو۔

شہیدہ حضرات بتائیں کہ کیا اصحابِ ثلثہ ان افراد میں داخل تھے یا نہ۔ اور یہ اوصاف ان میں پائے جاتے تھے یا نہیں۔ بیشک حضرت امیر علیہ السلام کو اپنے ان بھائیوں خلفاءِ ثلثہ کی فرقت کا دل میں سخت رنج تھا۔ ان کے اوصاف یاد کر کر دل کو تکلیف دیتے تھے۔ اور مسلمانوں کو ان کے طریق پر چلنے اور جماعت میں ملے رہنے کی ترغیب دیتے تھے۔

شہیدہ کے نزدیک تو صرف معدودے چند افراد تھے۔ مقتدا و مسلمان فارسی کے سوا صحابہ رسولؐ سے کوئی مسلمان ہی نہ رہا تھا۔ پھر وہ اقوام جن میں یہ اوصاف تھیں کہاں تھے۔ جن کی وفات کا جناب امیر علیہ السلام کو از حد رنج تھا۔ اس میں کلام نہیں ہے۔ کہ وہ لوگ جن میں یہ اوصاف تھیں۔ خلفاءِ رسولؐ اور ان کے پیروان دین تھے جن کو شیعہ معاویہ و آلہ کا فرسبتہ ہیں۔ اور ناصح مشفق جناب امیر علیہ السلام کی نصیحت کی پرواہ نہ کر کے شیطان کے متبع ہو کر سوا و اعظم سے علیحدگی کر بیٹھے ہیں (خدا ہدایت کرے)

دوم۔ بیخ البلاغۃ جلد ۲ ص ۳۳ میں ہے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مَعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سَفْيَانَ قَالَ يَا مَعْزُومُ الْقَوْمُ الَّذِينَ بَايَعُوا أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلَى مَا بَايَعُوهُمْ عَلَيْهِمْ فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ أَنْ يَتَرَدَّ وَلَا لِلْمَشُورِيِّ لِمَهْجَرَيْنِ وَلَا لِلْأَنْصَارِ فَإِنْ اجْتَمَعُوا عَلَى رَجُلٍ وَاسْمُهُ إِمَامٌ مَا كَانَتْ ذَلِكَ لِلَّهِ حَقِّي فَإِنْ شُورِيَ مَهْجَرَيْنِ وَالْأَنْصَارِ كَأَقْسَى مَا كَانَ

جناب امیر علیہ السلام کے ان خطوط میں جو معاویہ کو آپ نے کہے یہ بھی تھا کہ میری بیعت اسی قوم نے کی ہے۔ جنہوں نے خلفاءِ ثلثہ کی کی ہے۔ اور اسی امر پر میری بیعت ہوئی ہے جس امر پر ان کی بیعت کی گئی۔ اب کسی حاضر یا غائب کو اس بیعت کے رد کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور اسموہ ایمان کا نہ ذلک للہ حق ہے

خَرَجَ عَنْ أَهْلِهِمْ خَارِجَ بَطْنِ أَوْبَدَةَ  
 رَادُّهُ إِلَى مَا خَرَجَ مِنْهُ فَإِنْ أُنْزِلَ  
 عَلَى الْبَايِعِ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَ  
 وَلَا كَلَّ اللَّهُ مَا تَوَلَّى

شخص کی بیعت پر اتفاق ہوندا کو بھی ہی منظور ہے  
 پھر شخص اس متفقہ خلیفہ کی اطاعت سے کہ جن یا بیعت  
 کے باعث انحراف کرے اہل شوری کا حق ہے کہ اسے اسی  
 خلیفہ کی اطاعت پر مجبور کریں اور سلا نو نکلاں تہم چھڑ دینے  
 پر اس سے لڑیں۔

اس خطبہ میں جناب امیر علیہ السلام نے مسلمانوں کی خلافت و خلیفہ کا بالکل فیصلہ فرمادیا  
 اور آپ نے یہ بھی بتادیا کہ میری اور خلفاء سابقہ کی خلافت ایک ہی طریق سے ایک  
 ہی جماعت (مہاجرین و انصار) کے انتخاب سے عمل میں آئی ہے۔ اور انتخاب خلیفہ  
 کا حق بھی مجلس شریعی مہاجرین و انصار ہی کو ہے۔ وہ اپنی متفقہ رائے سے جس شخص کو  
 خلیفہ منتخب کر دیں۔ بخدا اللہ بھی وہی خلیفہ برحق ہے جو ایسے منتخب کردہ خلیفہ کی اطاعت  
 سے منحرف ہو جائے۔ اس کو مسلمان خلیفہ کی اطاعت پر مجبور کر سکتے ہیں۔ نہ مانے تو  
 اس سے لڑائی بھی کی جاسکتی ہے۔ اب جو لوگ کہتے ہیں کہ خلافت کے حقدار سب  
 سے پہلے جناب امیر علیہ السلام تھے۔ اور خلفاء ثلاثہ کا انتخاب غلط ہوا تھا۔ وہ  
 جناب امیر علیہ السلام کے اس قول کی تکذیب کرتے ہیں۔ جو بقول جناب ممدوح ہر ایک  
 خلفاء کا انتخاب ایک ہی طریق سے ایک ہی جماعت کے ہاتھ سے عمل میں آیا۔  
 اور بقول جناب موصوف خدا کی رضا بھی اسی میں تھی۔ تو پھر شیعہ کا کیا حق ہے  
 کہ اس سے خلافت یہ کہنے کی جرأت کریں۔ کہ حق تو حضرت علیؑ کا تھا۔ ثلاثہ نے  
 زبردستی خلافت چھین لی۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو جناب امیر علیہ السلام یوں فرماتے۔ کہ  
 ثلاثہ کا انتخاب تو نا اہل لوگوں نے غلط کر دیا تھا۔ اور خدا بھی ان کی خلافت پر  
 راضی نہ تھا۔ ہاں جس جماعت نے میرا انتخاب کیا۔ اور جس طریق سے کیا۔ یہ جائز  
 انتخاب اور منظور خدا تھا۔

اس خطبہ سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کا انتخاب  
 خلیفہ اہل سے ناراض تھے۔ اور انہوں نے بیعت نہ کی تھی۔ یا جبراً و قہراً بیعت  
 کرائی گئی تھی۔ یہ سب کچھ یا ر لوگوں کی گھڑت اور اتہام محض ہے۔ کیونکہ جناب  
 ممدوح خود فرماتے ہیں کہ مجلس شوری کے فیصلہ پر جو شخص راضی نہ ہو۔ اور منتخب

شدہ خلیفہ کی بیعت سے انکار کرے۔ وہ مومنین کے طریقہ سے الگ واجب اقبال ہے اور کہ خدا کو بھی وہی فیصلہ منظور ہے۔ جو مہاجرین و انصار کی مجلس شوریٰ فیصلہ کر دے کیا شیعہ اصحاب جناب امیر المومنین کے اس فرمان واجب الاوقان کے سامنے تسلیم خم کر گئے۔

سَوِّیْمُ حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۱۹ میں ہے۔  
وَالشَّاقِقُونَ اَمْكَوْكَوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِیِّطِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ مَعْنٰی یعنی گزندگان کہ پیشتر بودہ اند از مہاجرین و انصار و آنکہ متابعت ایشان کردہ اند۔ نیکی راضی شد خدا از ایشان و راضی شدند از او حضرت فرمود پس خدا ابتدا نمود بآنها کہ پیشتر ہجرت کردہ بودند۔ بقدر درجہ آں۔ پس در مرتبہ دوم انصار را یاد کرد کہ بعد از مہاجرین یاری آنحضرت نمودند پس در مرتبہ سوم تابعان ایشان را با احسان یاد نمود۔ پس ہر گروہ را در مرتبہ قرار داد و بقدر درجات و منازلے کہ ایشان را ترقی دادہ است

شیعی مصنف نے تفسیر آیت میں مہاجرین و انصار اور تابعین کی تعریف اور ان کے مدارج کا ذکر کیا ہے۔ یہ کیوں تھے؟ کیا اس کے مصداق وہی تین مقلدو۔ ائودہ سلمان ہی تھے۔ کیا خلفائے ثلاثہ مہاجرین و انصار سے خارج ہیں۔ اگر یہ ان کے ستراج ہیں تو ان کے درجات اور راضی مرضی ہونے سے کیوں انکار کیا جاتا ہے؟ کیا خدا پاک کا کلام معاذ اللہ جھوٹا اور شیعہ سچے ہیں۔

چھٹا سیرام۔ حیدری میں جنگ بدر کے بیان میں لکھا ہے۔ کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی قلت اور بے سامانی اور کفار کی کثرت اور ان کے ساز و سامان کو دیکھا۔ تو دست بردا ہو کر فرماتے گئے۔

خدا اگر اس چند تن از عباد و نو کہ گردنہ امیر ترا انقیاد  
بجگہ تو بتند بریں میان زندید بریش کم دشمنان  
بماند از فتح کوتاہ دست و شبیابند از دست اعدا شکست  
بروئے زمین تا قیامت دگر نہ تگودی پرستندہ اے داوگر

اے خدا اگر تیرے قلیل بند جو تیرے  
عبادند از میں اور تیر حکم کی تعمیل میں ڈالی  
پر کر بند ہو کر دشمن کی قلت و کثرت کی پرواہ  
نہیں رکھتو اگر یہ دشمن کے ہاتھ سے شکست  
آپ ہو تو قیامت نہ حاصل کر کے تو یا خدا  
روئے زمین پر تا قیامت تیری پرستش

سیرام حیدری میں لکھا ہے



بتاؤ جن اشخاص کے متعلق حضور علیہ السلام نے یہ شہادت دیکر حق تعالیٰ سے دعا کی کہ یہ تیرے فرمانبردار بندے ہیں۔ اور تیرے عشق کے ایسے متوالے ہیں۔ کہ تیرے دشمنوں سے لڑائی کرتے وقت دشمن کی تعداد کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اور یہ تیرے ایسے مخلص بندے ہیں۔ کہ اگر ان کا وجود صفحہ دہر سے مٹ گیا۔ تو دنیا میں تیرا پرستار تیرا نام لیوا ان جیسا قیامت تک پیدا نہ ہوگا۔ یہ لوگ کون تھے؟ وہی مہاجرین و انصار جن کے عسکر ثلاثہ رضی اللہ عنہم تھے یا کوئی اور کیا صرف وہی شیعہ کے تین چار بزرگوار ہر ایک معرکہ کارزار میں شامل ہو کر دشمن کی صفیں اولٹ دیا کرتے تھے۔ یا یہی حضرات تھے جنہوں نے نبی علیہ السلام کی زندگی میں ہی نہیں۔ آپ کی وفات کے بعد بھی دین اسلام کو مشرق سے غرب تک پھیلا دیا۔ اور دشمنان دین کا نام و نشان باقی نہ رہنے دیا۔ انصاف! انصاف!!

**پیشکش۔** حیات القلوب جلد ص ۱۱۱ میں ہے:-

عروہ بن مسعود چوں در غزوہ حیدریہ از جانب قریش بخدمت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ آمد دید کہ ہر گاہ آنحضرت وضو می ساخت یا دست می شست مبارک میگردند و رفتن آن آب بر تہ کہ یک دیگر را بکشد و ہر مرتبہ کہ آب وہاں یا آب بینی می انداخت بدست خود آنرا می ریوند و چوں امرے می فرمود ہر یک دیگر بوقت میگردند در اقبال آن چوں سخن میفرمود صدا ہائے خود را پست میکردند۔ و ہر مرد مبارک آنحضرت نظر میکردند و سر ہا و پریش می افکندند و چوں عروہ بہ نزد قریش برگشت گفت اسے گردہ قریش من بہ نزد بادشاہ عجم و بادشاہ روم و بادشاہ حبشہ رفتہ بودم۔ و ندیدم کہ ایچ قومے بادشاہ خود را تعظیم و اطاعت کنند مثل آنکہ اصحاب آنحضرت تعظیم و اطاعت او مینمایند (ترجمہ)۔ عروہ حیدریہ میں جب غزوہ بن مسعود کفار قریش کا سپر ہو کر آنحضرت کے پاس آیا۔ اس نے دیکھا کہ جب حضور وضو کرتے یا ہاتھ دھوتے اصحاب رسول پانی لینے کے لئے مبادت کرتے۔ گویا مارنے پر تیار ہو جاتے۔ اور جب آپ منہ سے تھوک یا ناک سے پانی پھینکتے۔ برکت کے لئے ہاتھوں میں لیکر اپنے منہ اور بدن پر ملتے۔ اور اگر کوئی بال جسم اطر سے گزرتا اس کے لینے میں ایک دوسرے پر سبقت کرنا چاہتے تھے۔ جب حضور کلام کرتے

یہ لوگ چیکے ہو جاتے۔ اور حضور اقدس کے رُخ اور پر تیز نگاہ نہ ڈال سکتے تھے۔ اور آپ کے حضور میں بیٹھ کر اپنے سر نیچے جھکا دیا کرتے۔ جب عروہ نے یہ حالت دیکھی۔ اور قریش میں لڑتا تو کہنے لگا۔ میں نے بادشاہان عجم و روم و حبشہ کو دیکھا ہے لیکن میں نے ایسی کوئی قوم نہیں دیکھی جو اپنے بادشاہ کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں۔ جیسے صحابہ رسولؐ اپنے شہنشاہ اسلام کی اکرام و تعظیم کرتے ہیں) اسی مضمون کو صاحب حملہ حمیری نے نظم میں بیان کیا ہے۔

میں نگاہ در مجلس شاہ دین و نشست از زمان و گرد و کس  
خود بن سود جب مجلس رسولؐ ملک میرا سرے  
کہ صحابہ اور اکند امتحان و بیند کہ چوست خلاص شان  
گفت لگا کہ چشما کہ صحابہ کے خلاص و  
بنظاہر کردہ ابو و زخشم و نہانی میں دید از زیر چشم  
جان نثاری کا امتحان کرے بطام تو  
جو اکرام و تعظیم و فرمانبری و ارادت شعاری عقیدہ قوری  
سے اس نے دیکھا شروع کیا جواب اس نے  
ز صحابہ نسبت بہ سالار دین و بیابید آل مرد و زویدہ میں  
عاشقان جمال احمدی کی ارادت و عقیدت  
کا حال دیکھا تو اسے یہ تعجب ہوا کہ کیوں پہلے

اس کی فیض دیکھی تھی

جب عروہ قریش کے پاس واپس گیا۔ تو اپنے چند عیدہ واقعات کی ان کو جا کر یوں اطلاع دیتا ہے:-

کہن آنچہ دیدم زیاران او و از ان سرکف جان نثاران او  
در ایران و در روم و در مکه و در مدینہ و در یثرب و در آن دیار  
کہ در نزد پاس شہ خود میں و بسیار بند بر نقش پایش جہیں  
محمدؐ گرا اندازد آب و دہن و بر آں آب بنوں میکند گہن  
کہ گیرند آں آب و مالند روزه از ان آب تازہ کنند و گوشت  
و گوشت بر آہنی از ہتران و گوشت کفش ادپاک چوں کہ ہتران  
بر آب و گوشت زراعے کنند و کہ خواہند سر ہائے خود شیکند  
آہ و بڑھاتے ہیں۔ اور جس بڑے سے بڑے سردار کو دیکھو۔ وہ آپ کی جوتیاں اولیٰ خادم کی طرح صاف کرتا ہے۔ ان کے وضو کا پانی حاصل کرنے پر ایسا جھگڑا ہوتا ہے۔ کہ سردیہ کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔

جب اصحاب رسولؐ کی محبت و جان نثاری کی یہ حالت ہو کہ کفار بھی اس پر رشک کریں۔ اور معترف ہوں کہ ایسی کوئی قوم روئے زمین پر موجود نہیں ہے۔ جو اپنے اتقا پر یوں جان نثاری کریں۔ اور اس کے پاؤں کی خاک کو سرمہ چشم اور آبِ دین کو زینتِ چہرہ کے لئے غارہ نگلوں سمجھتے ہوں۔ جو اس کی شمعِ جمال پر پروانہ وار گرنے پڑتے ہوں۔ اور سرکف اس کی خدمت میں جان سپاری کے لئے ہر وقت حاضر ہوں۔ کیا یہ نشہ کبھی قیامت تک اُترنے والا ہے؟

یہ وہ نشہ نہیں جسے تشرشی آثار دے

وہ لوگ سخت حقیقت ناشناس ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ رسولؐ پاک کے آنکھ بند کرنے (فوت ہونے) کی دیر تھی کہ وہ ساری کھیل بگڑ گئی۔ نہ وہ عشق رہا نہ محبت سب کے سب اصحاب بغیر تین چار کے دین سے پھر گئے۔ لا اخل ولا قوتہ جن لوگوں کو کوچہ عشق میں گزر نہ ہو۔ ایسی ہلکی باتیں وہی کیا کرتے ہیں۔ عاشقانِ ذاتِ احمدیؑ کے سوزِ جگر کا حال وہی جانیں۔ جن کو اس نعمت سے بہرہ ملا ہو۔

چو دل بہ مہر نگار سے نہ بستہ لے نہ خُتر از سوزِ درد و نیاز ما چہ خبر  
الحقؑ جان نثارِ ان رسولؐ پاک جیسے حضور کی زندگی میں دینِ حق کے شیعہ تھے بعد وفاتِ نبیؐ بھی انہوں نے اپنی جانیں اعلیٰ کلمۃ الحق کے لئے وقف کر دی تھیں۔ انہوں نے اشاعتِ اسلام میں عمریں خرچ کر دیں۔ اور تمام دنیا کو کلمہ توحید کا قائل کر کے چھوڑا۔ خلفاءِ رسولؐ نہ ہوتے تو خدا کے قدوس کا صحیفہ قدس قرآن بھی ہم تک نہ پہنچتا۔ نہ کسی کو اسلام و مسلمانی ہی کی خبر ہوتی۔ دنیا کے اسلام فاتح فارس و روم اور ان کے مابین خلفاء کی تابقا، دہرِ شر شدہ احسانِ ربیگی۔ رضی اللہ عنہم و رضوانہ۔

اگرچہ اصحابِ رسولؐ سب کے سب نجومِ ہدایت تھے۔ لیکن خلفاء، اربعہ فلکِ سلام کے وہ روشن ستارے تھے جن کے نور نے عالم کو منور کیا۔ اور جن کی بدولت شرق سے غرب۔ جنوب سے شمال تک فتنگی و تری میں اسلامی حکومت کا ڈنک بجا۔

چار یار

چار کے اعداد سے بس حق تعالیٰ کو ہے پیار، ہیں حبیبِ کبریا کے برگزیدہ یار چار

جسم کی ترکیب ہے اور یہ عناصر سے ہوئی نہ ہوتے ہیں ہر اک مکان کے کچھ لوہے اور چار  
 عرش کے نازل ہوئی چاروں کتابیں دوستو نہ ہیں اولیٰ العزم انبیاء ایزد عتقا ر چار  
 ہیں فرشتے بھی مقرب چار جو شہر ہیں نہ ہیں خدا بہ بھی یہی مقبول ہے انکار چار  
 کعبۃ اللہ میں کچھ چاروں مصلے ہیں ضرور نہ خاندان کے بھی طریقت کے میں پر انوار چار  
 اربعہ متناسبہ پڑھتے ہیں طہلان سکول نہ اور مریخ تسک کے اضلاع بھی ہیں یا چار  
 چار پائے تخت کے ہوتے ہیں دوستو نہ اور جو ارج بھی ہر اک انسان کے ہیں چار چار  
 تھا فیکنا اتر بج من الطیور کا جو ارشاد حق نہ ہے ہمیں معلوم تھے وہ طائر طیار چار  
 چار کے اعداد ہیں لاریب منظور خدا نہ بالیقین ہے دوڑتی کرتا ہے جو انکار چار  
 فاطمہ حسنین اور حضرت علی المرتضیٰ نے نہ خستے یہ خوشان نبی احمد مختار چار  
 میں چراغ و مسجد و محراب و قبر کے دیگر نہ یہ ابو بکر و عمر و عثمان و حسین و یار چار

## خلافت امامت

اب ہم شیخہ سنی کا معرکہ الآراء مسئلہ خلافت و امامت شروع کرتے ہیں۔ اور  
 پر کیفیت تفصیل سے روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ یہی مسئلہ تمام نزاعات کا  
 اصل الاصول ہے۔

مسئلہ خلافت میں اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ خلافت کا زمانہ حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے تیس سال بتلادیا تھا۔ جن نفوس مقدسہ کی دینی و اسلامی خدمات بیش از  
 بیش تحیل بموجب وعدہ الہی اس مخصوص زمانہ میں ان کو اعزاز بالترتیب حاصل  
 ہوا۔ اولاً باتفاق اہل صل و عقد ابو بکر صدیقؓ پھر حضرت عمر فاروقؓ پھر حضرت  
 عثمان ذوالنورینؓ پھر حضرت علی المرتضیٰؓ منصب خلافت رسول پر متمکن ہوئے۔ یہ سب  
 کی خلافت جائز خلافت محقق۔ یہی ترتیب رب العباد کو تھی۔ اور اپنے وعدہ  
 کے مطابق حق تعالیٰ نے ان بزرگان اسلام کیہ جلیل القدر منصب خلافت عطا  
 فرمایا خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے۔ امامت اصول دین سے نہیں ہے۔

سہ زبور۔ تورات۔ انجیل۔ قرآن۔ سہ ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ۔ محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام  
 سہ جبرائیل۔ میکائیل۔ اسرافیل۔ عزرائیل۔ سہ چشتی۔ نقشبندی۔ قادری۔ سیہروردی۔



اہل تشیع کا مذہب ہے کہ امامت اصول دین ہے۔ حق امامت بعد وفات رسول ص  
حضرت علیؑ کا تھا۔ ان کی امامت منصوص تھی خدا و رسول نے انہیں کی امامت پر  
کی لیکن خلفائے ثلاثہ زبردستی تحت خلافت پر بیٹھ گئے۔ ان کی خلافت ناجائز خلافت  
تھی۔ ان کا زمانہ جور و جفا کا تھا۔ عدل و انصاف کا زمانہ حضرت علیؑ کا تھا۔ اور  
اس موقع پر حسب ذیل امور تنقیح دلائم کر کے ہر ایک پر ہم بالتفصیل مدلل بحث کرینگے۔

## فرد تنقیح

(۱) کیا امامت و خلافت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ یا دونوں کا ایک ہی  
مفہوم ہے؟ اور کیا امامت اصول دین سے ہے یا نہ؟

(۲) کیا امامت حضرت علیؑ کا ہی حق تھا۔ اور وہ خلیفہ بلا فصل تھے۔ اس کے  
مستحق قرآن یا حدیث سے کوئی نص ہو چکی تھی۔ یا انتخاب خلافت شورے مہاجرین  
و انصار و اتفاق اہل حل و عقد سے ہی ہوتا رہا۔ اور اسی میں رضائے الہی تھی۔

(۳) کیا حضرت علیؑ خود طالب خلافت بلا فصل تھے۔ اور خلافت چھن جانے پر  
وہ مہاجرین و انصار کے درجستین کو ساتھ لیکر پھرتے رہے۔ یا ان کو مطلق غنیمت نہ تھی۔  
اور وہ بہ نسبت خلافت کے وزارت کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اور پہلے خلافت کے دعوے  
ہونے کو قبل از وقت مطالبہ تصور فرماتے تھے۔

(۴) کیا حضرت علیؑ نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی۔ اگر کی تو جبراً و قہراً یا فریاداً  
خوندا کی۔

## امراؤں

چونکہ ان تمام امور میں شیعہ مدعی اور ہم مدعا علیہ میں کیونکہ منصب خلافت رسول ص پر  
ہم قابض و متصرف رہے۔ شیعہ ہزار حج و پکار کریں۔ وہ زمانہ گزر چکا۔ ان کو اب قبضہ  
و دخل ملنا محال ہے۔ اس لئے بار ثبوت جملہ امور میں بدعت شیعہ ہوگا۔ اور ہمارے ذمہ

حاشیہ صفحہ ۱۳۴۔ تحت کی کتاب قاموس جلد ۴ ص ۱۱۷ ہے۔ الخلیفۃ السلطان الاعظم (خلیفہ طہل  
القدیر بادشاہ کو کہتے ہیں۔ ایضاً جلد ۴ صفحہ ۱۱۷ ہے۔ الامام ما انتہی بہ من شئین (اخیرہ) امام  
کے کہتے ہیں جس کی اطاعت حکم کی جائے۔ بادشاہ رئیس وغیرہ کو امام کہہ سکتے ہیں۔

اس کی صرف ترویج ہوگی۔

پہلے امر کے متعلق شیعہ کہتے ہیں کہ امام معصوم ہونا چاہیے خلافت میں عصمت شرط نہیں ہے۔ اس لئے امامت و خلافت دو علیحدہ علیحدہ امور ہیں۔ لیکن قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ کرام اس کے برخلاف ہیں۔ اور شیعہ کا یہ صرف دعوئے ہی و غوغائے ہے۔ اس کے متعلق ان کے ہاتھ میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

عصمت صرف انبیاء کرام کا خاصہ ہے۔ جو لوگ اماموں کی عصمت کے قائل ہیں وہ گویا شرک فی التبت کرتے ہیں۔ یہ بات از بس عجیب ہے کہ شیعہ حضرات انبیاء کو تو متہم بالذنب کرتے ہوئے ان کی عصمت پر حملہ کر دیتے ہیں۔ لیکن اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں۔ یہ میں تفادیت راہ از کجا است تا کجا۔

چنانچہ ابوالبشر سبقت الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت ان کا اعتقاد ہے۔ کہ ان میں تین اصول کفر میں سے دو موجود تھے چنانچہ اصول کافی ص ۱۷۸ میں ہے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَّوْا عَلَى الْكَفَرِ  
ثَلَاثَةً الْكُفْرُ وَالْأَسْتِكْبَارُ وَالْخَيْدُ فَإِذَا  
مَا الْخَيْرُ مِنْ آدَمَ حِينَ هُوَ مِنَ الشَّجَرَةِ  
حَمَلَهُ عَلَى أَنْ أَكَلَ مِنْهَا وَأَمَّا الْأَسْتِكْبَارُ  
فَالْبَلِيسُ حِينَ أُهِمَّ بِالسُّجُودِ لِآدَمَ فَأَبَى  
فَأَمَّا الْحَسَدُ فَأَبَى آدَمَ حِينَ قُتِلَ أَخُوهُ  
فَمَا صَاحِبُهُ۔

امام جعفر صادق نے فرمایا اصول کفر تین ہیں۔  
حرص اور تکبر اور کفر۔ حرص تو آدمؑ کی جب درخت سے  
منع کیا گیا تو حرص نے اسے اس سے کھانے پر ترغیب  
کیا۔ اور تکبر شیطان نے کی جب آدمؑ کے لئے  
سجدہ کا حکم ہوا۔ وہ انکاری ہوا۔ حسد آدمؑ کے  
دو بیٹوں نے کیا جب کہ ایک نے دوسرے کو  
قتل کر دیا۔

جائے غور ہے۔ کہ شیعہ ابوالبشر آدم علیہ السلام کو ابلیس کے ہم پلہ بیان کرتے ہیں  
کہ اصول کفر سے ایک ابلیس کے حصہ میں آیا یعنی تکبر۔ دوسرا آدمؑ کو نصیب ہوا یعنی حرص۔  
شاباش! خلف الرشید ہوں تو ایسے ہی ہوں۔ جو جد امجد (آدمؑ) سے بھی نہیں۔ پھر دوسرا  
سے ان سے کیا شکایت ہو سکتی ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ بلکہ شیعہ ابوالبشر کو ابلیس  
کو بھی بدتر قرار دیتے ہیں۔ کہ ابلیس نے تو اصول کفر سے صرف تکبر کیا۔ لیکن آدمؑ نے حرص  
کے علاوہ حسد بھی کیا۔ یعنی ان میں دو اصول کفر پائے گئے۔ لا حول ولا قوۃ  
چنانچہ حیات القلوب جلد اول صفحہ ۱۷۸ میں ہے۔ کہ خدا نے آدمؑ کو ایمہ اہل بیت پر حسد

کرنے سے منع کیا۔ اور کہا کہ میرے نوروں کی طرف حسد کی نگاہ سے مت دیکھا۔ ورنہ تمہیں قرب رحمت سے جدا کر دیا جائیگا۔ اور بہت ذلیل ہو گے۔ مگر آدمؑ ان پر حسد کرنے سے باز نہ آیا۔ اور اسی کی منرا میں جنت سے آدمؑ و حواؑ ہر دو نکال کر باہر پھینکے گئے عبارت یوں ہے:-

اے آدمؑ دو آنظر تکبیرہ بسوئے نور با حجت ہائے من بدیدہ حسد پس شمارا پائیں مفرتم از جوار خود و بر شما میفرستم خوری خود را پس و سوسہ کرد شیطان ایشانرا و فریب داد و برین داشت کہ آرزوئے تفرت استہا بلینید پس نظر کرد بسوئے ایشان بدیدہ حسد پس بایں نسبت ایشان را بخود نگذاشت و باری و توفیق خود را از ایشان برداشت (انتہی حلقہ) کوئی ان عقل کے دشمنوں سے بچے۔ کہ اپنی اولاد کے حسن و جمال کو دیکھ کر ان سے خوش ہو کر تباہ ہو جائے۔ یا اس پر حسد کیا کرتا ہے؟ غرض شیخ صاحبان نے اپنے خجد اعلیٰ حضرت آدمؑ علیہ السلام کا خوب حق ادا کیا کہ شیطان سے بھی بدتر بنا دیا۔ پس بہادری سے میرسد۔ یہی نہیں بلکہ شیعہ کہتے ہیں۔ انسانوں کی گنہگاری کا باعث ہی آدمؑ ہوئے ہیں۔ وہ گناہ نہ کرتے تو کوئی بشر بھی گنہگار نہ ہوتا۔ چنانچہ حیات القلوب ص ۱۸ میں ہے

و بسند مقبرہ حضرت امام محمد باقرؑ مسطورست کہ اگر آدمؑ گناہ نہ کرتا تو پہنچ مونس ہرگز گناہ نہ کیا و اگر حق قائم توبہ آدمؑ مرا قبول نہ کیا۔ توبہ پہنچ کسی گناہگار کی توبہ قبول نہ ہوتی۔

شعبہ صرف آدمؑ کی گناہگاری کے قائل نہیں۔ بلکہ ان کا اعتقاد ہے کہ پیغمبری سے پہلے تمام پیغمبر صغیرہ گناہوں کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اسی کتاب حیات القلوب کے ص ۱۸ میں ہے:-

و ایں از آدمؑ پیش از پیغمبری بود و ایں نیز گناہ بنور گئے نہ بود کہ باں مستحق دخول آتش شود بلکہ از گناہا سے کہ جب تشدد شدہ بود کہ پیغمبران جائیز است پیش از آنکہ وحی بر ایشان نازل شود۔

واہ چرخش! امام تو پیدا ہوتے ہی معصوم ہوں۔ اور ان کی پیدائش بھی بجائے  
رحم کے ران سے ہو۔ تاکہ آلائش نجاست کے محفوظ ہوں۔ لیکن پیغمبر نزول  
وحی سے پہلے جو چاہیں کیا کریں۔ بڑے بڑے گناہ نہ کریں۔ چھوٹے چھوٹے  
بیشک کر لیا کریں۔ ہر بریں عقل و دانش بیاید گریست۔

## ناطق فیصلہ

اس بارہ میں کہ خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے۔ اور جس کو مہاجرین و انصار  
بالاتفاق خلافت کے لئے نامزد کریں۔ وہی امام ہے۔ اور اسی میں خوشنود کے  
رب العباد ہے۔ ناطق فیصلہ جناب امیر علیہ السلام کا صادر ہو چکا ہے۔ چنانچہ آپ کا  
قول نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۱۸ میں لکھا ہے۔

وَأَمَّا الشُّوْرَةُ لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فَإِنَّ اجْتِمَاعَهُ عَلَى مَا جَلَّ وَشَمَّوْهُ  
إِمَامًا كَانَتْ ذَلِكَ رِضَى (تساجد شوریے مہاجرین و انصار کا حق ہے  
پس جس شخص پر وہ اتفاق کر لیں۔ اور اس کو امام نامزد کریں۔ اسی میں اللہ تعالیٰ  
کی رضامندی بھی ہے)

پس خطیب جناب امیر علیہ السلام نے ناطق فیصلہ دیکر اس اہل تشیع کجخلات  
ڈگری دیدی ہے۔ کہ امام اور خلیفہ وہی ہے جسے مجلس شوریے نامزد کرے  
اور اسی بات پر اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوتا ہے۔ اب اس فیصلہ کے بعد میں مزید  
دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا ہی جناب ممدوح نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ امام  
و خلیفہ کا معصوم ہونا بھی ضروری نہیں۔ چنانچہ نہج البلاغہ میں ہے۔

إِنَّهُ قَالَ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ إِمَامٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ يَعْلَمُ فِي آخِرَةِ الْمَوْءُودِ مَنْ  
يَسْتَمِيعُ فِيهَا الْكَافِرَ وَيَبْلُغُ فِيهَا الرَّاجِلَ وَيَأْمُرُ فِيهَا السَّيْلَ وَيُؤْخَذُ بِهِ  
الضَّعِيفُ مِنَ الْقَوِيِّ حَتَّى لَا يَسْتَرْحِمَ بَيْنَهُ وَيُسْتَرْحِمَ مِنْ فَاجِرٍ (اور فرمایا  
آدمیوں کے لئے چارہ نہیں ہے امام بے نیکی ہو یا بد کہ اس کی صورت میں مومن  
عمل کرے (آخرت کے لئے) اور کافر (مال دنیا سے) متمتع ہو۔ اور اس کی امارت  
میں پیادہ (منزل مقصود) کو پہنچ سکے۔ راستے محفوظ ہوں۔ اور کمزور زبردست سے



اپنا حق لے سکے تاکہ نیکو کار (بھلا مانس) اس دعا سائش میں رہے۔ اور بد معاشوں سے کھٹکانہ رہے۔ اس خطبہ میں جناب ممدوح نے قطعی فیصلہ فرمادیا ہے کہ خلیفہ (امام) کا تقرر اس لئے ہے کہ سلیک کو آرام و آسائش ہو۔ مومن تو مومن کا فرج بھی نبوی امیر میں آرادر ہے۔ کسی راہرو کو راہروں کی لوٹ مار کا ڈر نہ ہو۔ مظلوم کا بدلہ ظالم سے لیا جائے۔ عدل و انصاف کا دور دورہ ہو۔ نیک معاش اشخاص پر بد رویہ شخص خاص دستبرد نہ کر سکیں۔ آپ نے ابتداء ہی میں اس بات کا تصفیہ فرمادیا کہ امام میں معصومیت شرط نہیں ہے۔ بلکہ ہر نیک و بد مومن یہ عہدہ حاصل کر سکتا ہے جناب امیر علیہ السلام نے یہ خطبہ خارجیوں کے جواب میں فرمایا۔ جو آپ کو اس وجہ سے خلیفہ نہیں مانتے تھے کہ ان کے خیال میں آپ نیک نہ تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں خواہ نیک ہوں یا بد درجہ امارت سے تو گریز نہیں سکتا۔ کیونکہ اس میں معصومیت شرط نہیں ہے۔

اب شیعہ صاحب بتلائیں کہ جناب امیر صاحب تو تمہارے خلاف فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ اب تمہارے ہاتھ میں شرط عصمت امام کی کوئی دلیل ہے؟  
 رہا یہ امر کہ امامت اصول دین سے ہے۔ یہود واضح ہو کہ شیعہ صاحبان کا اس کے متعلق بھی عجیب عقیدہ ہے۔ ان کے نزدیک دین کے اصول چار ہیں۔ (۱) توحید (۲) عدل (۳) نبوت (۴) امامت۔

سو یہ ایک عجیب بات ہے کہ قرآن نے جہاں اصول دین بیان فرمائے ہیں۔ وہاں امامت کے متعلق صراحتاً یا کنایاً بھی کوئی حکم بیان نہیں ہوا۔ اور نہ ہی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت علی المرتضیٰ کے متعلق کوئی نص فرمائی۔ پھر شیعہ کا امامت کو اصول دین میں داخل کرنا قول بیدلیل ہے جس کے متعلق زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسراوّل کی نسبت کافی بحث ہو چکی ہے۔ اور یہ تنقیح بحق اہل سنت

لہ شیعہ اس عقیدہ نہیں کہتے بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اسلام کی پانچ بنا ہیں نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ ولایت اور ان میں سے افضل ولایت ہے جیسا کہ اصول کافی میں ہے۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال نبی الاسلام علی خمسۃ اشیا علی الصلوٰۃ والزکوٰۃ والحج والصلوٰۃ والولایۃ قال نہ سارہ وادی شیعی عن ذلک افضل فقال المولایۃ افضل (خلاصہ ترجمہ یہ کہ امام محمد باقر نے کہا اسلام کی بنا پانچ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور ولایت ہیں۔ اور ان سب کے افضل ولایت ہے لیکن صحیح ہے کہ نماز۔ روزہ و زکوٰۃ کے متعلق تو قرآن میں جا بجا تاکید و احکام موجود ہیں۔ لیکن ولایت کے متعلق کہیں اشارہ بھی نہیں۔ شاید اس قرآن مرعوبہ شیعہ میں ہے۔ جہاں امام غائب کے پاس ہے۔

خلافت اہل تشیع ثابت ہے۔ اب امر متفق ہے کی بحث شروع ہوتی ہے۔

## امردوم کیا حضرت علی خلیفہ بلا فصل تھے؟

ہم حضرت علی المرتضیٰؑ کی عظمت شان اور نعمت قدر کے قائل ہیں۔ بیشک آپ صہرا البتہ ابن عم رسولؐ۔ والدہ سنیں۔ زوجہ زہرا۔ باب العلم خلیفہ رابع تھے۔ اور آپ کے مناقب و فضائل کا احصاء نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ دعوے کہ خلافت آپ ہی کا حق تھا۔ اور آپ خلیفہ بلا فصل تھے۔ عقل و نقل کے خلاف ہے۔ اور اس دعوے کے بطلان پر ہم چند ایسی دلائل پیش کرتے ہیں۔ کہ ان کے منہ سے کسی زوی فہم منصف شخص کو انکار نہیں ہو سکتا۔

پہلی دلیل۔ کہ یہ اختلاف سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ خلافت خلفاء حسب وعدہ ایزد متعالیٰ عمل میں آئی جب قرآن اس بات پر ناطق ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں سے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ ہم ان کو ضرور خلیفہ بنائیں گے۔ جیسے بنی اسرائیل میں خلیفے گذر چکے ہیں۔ تو پھر ناممکن تھا کہ ان کو منشاء ایزدی وعدہ الہی کے خلافت خلافت موعودہ سے کوئی غیر مستحق شخص مستفید ہو جاتا۔ اور جس سے وعدہ کیا گیا ہے۔ موعودہ محروم ہو جاتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں تخلف نہیں ہے۔ اور خدا نے تعالیٰ سے کوئی شخص غالب نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کے خلاف منشاء اس کا موعود انعام رب ربستی تھیں لے اللہ تعالیٰ علیم و خیر ہے۔ وہ سب سے زبردست جبار و قہار خدا ہے۔ کون ہے۔ کہ اس کے ارادوں میں خلل انداز ہو۔ یفعل ما یشاء اور فقال لکما یمریدان کی مانی ہوئی اوصاف ہیں۔ اس لئے ماننا پڑ گیا۔ کہ اس کو ایسا ہی منظور تھا۔ جیسا کہ وقوع میں آیا۔ کہ خلافت کا منصب جلیل رسولؐ پاک کے جلیل القدر اصحاب اربعہ کو ایسی ترتیب سے ملے جو عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلافت کے مستحق یہی چار اصحاب تھے۔ انکی خدمات اسلام میں بیش از بیش تھیں۔ اور دیگر اصحاب پر ان کو ہر طرح سے ترجیح تھی اگر یہ ترتیب قائم نہ رہتی۔ تو ان سب کو اس انعام سے حصہ ملنا مشکل تھا۔ کیونکہ حضرت ابو بکرؓ نے سب سے پہلے فوت ہو جاتا تھا۔ اگر باقی خلفاء سے کوئی شخص پہلے خلیفہ ہو جاتا۔ تو ان کو خلافت نہ مل سکتی۔ اور اگر عثمانؓ یا علیؓ میں سے کوئی شخص پہلے خلیفہ

ہوتا۔ تو حضرت عمرؓ کی عمر چونکہ ان سے پہلے ختم ہو جانے والی تھی۔ وہ محروم رہ جاتے۔ اور اگر حضرت عثمانؓ سے اول حضرت علیؓ المرتضیٰ خلافت حاصل کر لیتے۔ تو حضرت عثمانؓ کی زندگی پہلے ختم ہو جائے کیوجہ سے وہ بہرہ ور نہ ہو سکتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ علیہم و آلہم و سلم نے اپنے وعدہ کئے ہوئے انعام کو اس طرح سے تقسیم فرمایا۔ کہ ہر چہار اصحاب رسولؐ اس سے بہرہ یاب ہو گئے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ فَقُلْ الْحَكِيمُ لَا يَخْلُقُ عَنِ الْحِكْمَةِ۔ (اللہ تعالیٰ کے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے)

دوسری دلیل۔ اگر رسولؐ پاک کی وفات کے بعد حضرت علیؓ منصب خلافت پر جاگزین ہو جاتے۔ تو مخالفین اسلام (کفار) کو طعن کرنے کا موقعہ ملتا۔ کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ سارا کام کنبہ کے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے بنا رکھا تھا۔ کہ زندگی میں خود حکومت کی۔ اور مرنے کے بعد اپنے چچا زاد بھائی۔ اپنے داماد کو یہ اعزاز بخش دیا۔ تاکہ ان کی دختر بلند اختر (فاطمہؓ) اور ان سے نواسے حسینؓ و حنینؓ سے زندگی بسر کریں۔ پھر کفار کے اس اعتراض کا کوئی جواب ہی نہ ہو سکتا۔ اور اسلام پاک کے فتنے ہمیشہ کے لئے یہ طعن باقی رہتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ جو اسلام پاک کا ہمیشہ کے لئے ناصر و محافظ تھا۔ اس نے اپنی قدرت پاک سے انتظام خلافت کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور خلافت کی ترتیب اس طرح اختیار فرمائی۔ کہ کسی دشمن اسلام کو کوئی تنگی یا ایش اعتراض کرنے کی نہ رہی۔ کیونکہ اگر امر خلافت (نبیائت رسولؐ) موردی ہوتا۔ تو سب سے زیادہ مستحق حضرت عباسؓ و عم رسولؐ تھے۔ ان کو خلافت نہ ملی۔ پھر زیادہ قربت حضرت علیؓ سے تھی۔ ان کو بھی سب سے اخیر حصہ ملا۔ بلکہ رب العباد نے یہ کام خود مسلمانوں کے سپرد فرما دیا۔ کہ جس کو وہ مستحق سمجھیں۔ خلیفہ بنالیں۔ چنانچہ مجلس شور نے نے انتخاب خلیفہ باتفاق رائے کیا۔ ثم۔ فثم۔ فثم۔

تیسری دلیل۔ حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس بارہ میں خود فیصلہ فرما دیا۔ کہ اِنَّمَا الشُّرُوءُ لِلَّهِ جَبْرًا وَ اِلَّا نَصَارًا فَلَا أَجْعَعُوا عَلٰی سَاجِدٍ وَ سَمَوْا اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ يَنْبَغِي (انتخاب خلافت کا کام مجلس شور نے مہاجرین و انصار کے ہاتھ میں ہے جس کو وہ خلیفہ منتخب کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کو بھی وہی منظور ہے)

اور یہ سلم الطرفین ہے۔ سکہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق کا انتخاب مجلس شہور نے  
مہاجرین و انصار کے اجماع سے عمل میں آیا۔ اور جب اس کو حضرت علی المرتضیٰ نے حق سچا  
سمجھتے ہیں تو بقل شخصے۔ مدعی سست و گواہ سست۔ شیخہ کا جناب امیر علیہ السلام  
کے فیصلہ سے خلافت شروع عمل کرنا بے فائدہ ہے۔

**چوتھی دلیل۔** اگر حضرت علی المرتضیٰ کو یہ فیصلہ منظور نہ ہوتا۔ اور وہ خلافت اپنا حق  
نصو فرماتے۔ تو وہ کبھی خاموش نہ بیٹھتے۔ بلکہ مارنے پر تیار ہو جاتے۔ آپ کی  
شجاعت سلم تھی۔ آپ کی ذوالفقار غضب و صفا تھی۔ آدمی تو آدمی بقول شیخہ و ابوال  
جن بھی اس کے سایہ سے کانپتے تھے۔ اور چونکہ آپ ابن عم رسولؐ اور صہر النبیؐ تھے  
مسلمان کبھی ان کی حق تلفی پسند نہ کرتے۔ اور قتل و قتال کی نوبت آجاتی۔ تو جبریل علیہ  
آپ کا ساتھ دیتے۔ اور نہیں تو بنی ہاشم تو سب آپ کے ساتھ تھے ہی آپ کو غاصبین  
خلافت پر تلوار اٹھانی لازم تھی۔ اور اگر آپ راستی پر ہوتے۔ تو نصرت الہی آپ کے شامل  
حال ہوتی۔ اور حکم گمہ من فتنہ فلیلۃ علیک فتنۃ کثیرۃ (اہل حق کی حقوڑی جماعت  
اہل باطل کی بڑی جماعت پر غالب ہوا کرتی ہے) آپ ضرور اس مقابلہ میں کامیاب  
ہوتے۔ جب رسول پاکؐ کفار کے مقابلہ میں لا الہ الا اللہ کی تیج عریان ہاتھ میں لے کر  
کھڑے ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھ کون تھا۔ وہی نصرت الہی آپ کے شامل حال  
تھی۔ اور ایسویہ سے دنیا کی طاقتیں آپ کے مقابلہ سے عاجز آگئیں۔ پھر اسد اللہ الغالب  
لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار۔ کے مصداق تو کیلے مقابلہ پر کھڑے ہو جاتے  
تو مخالفین کا تہس نہس کر دیتے۔ جیسا کہ نہج البلاغہ جلد ص میں لکھا ہے۔  
قال امیر المؤمنین اِنَّ وَاللّٰہَ لَوْ لَقِیْتُمْ وَّاحِدًا اَوْ هُمْ مِلَادًا اَوْ سَرَضًا مَّحَلًّا  
مَا بَاکِیْتُ وَلَا اسْتَوْحَشْتُ لَرَجَمِہٖ جَنَابِ امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا کی قسم  
اگر میں ان کے مقابلہ میں کھڑا ہو جاؤں۔ اور وہ زمین سے پر ہوں۔ تو مجھے کچھ پرواہ نہ  
ہو۔ اور نہ مجھے کچھ وحشت ہو)

پھر جب آپ تنہا سارے جہان کے مقابلہ کے لئے کافی تھے۔ اور اصحاب  
ثلاثہ نے آپ سے زبردستی خلافت پھین لی ہوتی۔ تو وہ ان کو دنیا میں دم نہ لینے  
دیتے۔ اور ایک پل میں تباہ کر دیتے۔



اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین علیؑ خلافت بلا فصل اپنا حق نہیں سمجھتے تھے۔ اور جس طرح خلافت کی ترتیب عمل میں آئی اسی پر راضی تھے۔ اور خدا کو بھی وہی منظور تھی۔

چوتھی دلیل۔ اگر ترتیب خلافت حق نہ تھی۔ اور صحابہ ثلاثہ نے خلافت زبردستی نہیں لی تھی۔ اور اپنے وقت میں وہ جو ذبحا اور بے انصافی کرتے رہے تھے۔ تو حضرت علیؑ کا پہلے تو ان سے بھاؤ کرنا فرض تھا۔ اگر اس کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ تو ان کے شیرکارہ بنے رہتے۔ اور مال غنیمت میں حصہ گیر نہ ہوتے۔ بلکہ ان کا فرض تھا کہ ملک چھوڑ کر کہیں ہجرت کر جاتے۔ جیسا کہ ایسے موقع پر ہجرت کر جانا بحکم الہی فرض ہے۔ جب کہ نہ آپؐ نے لڑائی کی۔ نہ ہجرت فرمائی۔ بلکہ ہر ایک امر میں ان کے صلاح کار اور مشیر بنے رہے۔ اور غنائم سے حصہ لیتے رہے۔ تو اس سے اس امر کا یقین ہوتا ہے۔ کہ آپؐ ہرگز ہرگز خلافت بلا فصل اپنا حق نہیں سمجھتے تھے۔ اور خلافت خلفاء ثلاثہ کو حق سمجھتے تھے۔

ان چار دلائل سے ہر ایک باسجھ انسان اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ کہ حضرت علیؑ خلیفہ بلا فصل نہ تھے۔ بلکہ پہلی خلافتیں صحیح اور درست تھیں۔ اور حضرت علیؑ نے ان کو درست تسلیم کیا۔ اور خدا کو بھی یہی منظور تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ شیعہ کے پاس خلافت بلا فصل علی المرتضیٰؑ کے متعلق کیا دلائل ہیں؟ اور ان کا جواب کیا ہے؟

## دلائل شیعہ (خم غدير)

شیعہ کی دلائل کا زیادہ دار مدار حدیث خم غدير پر ہے۔ اور اس کو وہ حضرت علی المرتضیٰؑ

سے قرآن میں ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا الْمُلْکَ ظَالِمِیْنَ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْهِمْ کَذِبٌ ۚ قَالُوْا اِنَّا مَسْخُوْغُوْنَ فِیْ الْاَمْرِ حِیْثُ قَالُوْا اَلَمْ تَلْنِ اَرْضَ اللّٰهِ وَاسْمِعْنَا کَلِمًا حَرِیْثًا فِیْهَا فَاَوْ لَدْنَا مَا دَعَاکُمْ بِحَکْمِکُمْ وَوَسَّاءُتْ مَّصِیْرًا ۚ پادہ سن نباء (متا جہدہ جن لوگوں کو قرآن نے اس حالت میں مارا کہ انہوں نے اپنے نفسوں پر حکم کیا ہوا تھا۔ فرشتے پوچھیں گے کہ تم کس حالت میں تھے کہینے تم زمین میں مارے ہوئے تھے۔ فرشتے کہیںے تم خدا کی زمین وسیع نہ تھی۔ تم اس میں ہجرت کر جاتے ان لوگوں کا شکناں اور رخ ہو گا۔ جو برا کھٹانا ہے +

کی خلافت بلا فصل پر زبردست دلیل سمجھتے ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی۔ اور آئینہ تاب نے مقام ختم غدیر میں قیام فرمایا۔ جو مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے درمیان واقع ہے۔ تو بعض اشخاص نے جو با آئینہ جناب امیر علیہ السلام ہم ملک میں پرہیزگار تھے۔ جناب امیر کی آنحضرت کے پاس کچھ بیجا شکایات کیں۔ حضور علیہ السلام نے اس خیال سے کہ اگر ماتحت لوگ اپنے افسر سے اس طرح کی برکات نیاں کریں گے۔ تو انتظام میں خلل واقع ہونیکا اندیشہ ہے۔ اس لئے حضور نے یہ صاحت سمجھی کہ عام لوگوں کو جمع کر کے خطبہ فرمایا جس سے اصل غرض جناب امیر علیہ السلام کی برکت اور شاکیوں کی تنبیہ تھی۔ اور اس خطبہ میں یہ الفاظ فرمائے: **يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ اَلَسْتُ اَدْنٰى اَيْكُم مِّنْ اَنْفُسِكُمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاكُمْ فَعَلٰى مَوْلَاكُمْ اَلَا لَكُمْ وَاٰلٌ مِّنْ دَاۤلِكُمْ وَعَادَةٌ مِّنْ عَادَةِ اَكَا** (اے جماعت مسلمانان کیا میں تمہارے نزدیک تمہاری جانوں سے بہتر نہیں ہوں۔ حاضرین نے کہا۔ ہاں حضور۔ پھر فرمایا جو شخص مجھ کو دوست رکھے۔ علی بنہ کو دوست رکھے۔ یا رخدایا جو شخص علی بنہ کو دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھیو۔ اور جو علی کو دشمن رکھے۔ تو اس کو دشمن رکھے)

شیعہ کہتے ہیں کہ یہ خلافت بلا فصل حضرت علی بنہ کا اعلان تھا۔ جو رسول پاکؐ نے خدا کے حکم سے کیا چنانچہ بارہا جبریلؑ نے آنحضرتؐ کو خدا کا پیغام سنایا۔ کہ علی بنہ کی ولایت کا اعلان کیا جائے۔ لیکن آپؐ ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے۔ اپنے داماد کے لئے ایسا کرتا ہے۔ آخر جبرائیلؑ نے یہ آیت سنائی:-

**يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اَيْكُكَ مِنْ رَبِّكَ مَا وَّرٰنَ لَكَ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ**  
**مَا سَاَلَتْكَ وَاَلَا لِلّٰهِ يُعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوٰمِيْنَ**  
 (اے رسول جو حکم تیرے رب نے پہنچے دیا ہے۔ اس کی تبلیغ کر دیجئے۔ اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو حق رسالت کا ادا نہ کیا۔ اور خدا لوگوں کی شر سے تجھے بچا نہ دے گا۔ خدا کا فرود کی رہبری نہیں کرتا)

سو حدیث اور آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے۔ جو ولایت علیؑ یا خلافت بلا فصل پر صراحت یا کمالات سے دلالت کرے۔ حدیث کا صرف اسی قدر مفہوم ہے

کہ حضرت علیؑ کی شکایات یہ بنیاد ہیں۔ اور ان کے ماتحتی کو شکایت کرتے وقت یہ خیال کرنا چاہئے کہ وہ رسولؐ کے دوست کی شکایت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کو ان سے محبت و پیار کرنا چاہئے۔ اور علیؑ کی عداوت باعث ناراضی مندے حق تعالیٰ ہے۔

آیت کا معنی ہے کہ نبی علیہ السلام کو جو احکام حق تعالیٰ نے بابت توحید نماز و روزہ حج و زکوٰۃ وغیرہ بھیجے ہیں۔ ان کی بخوبی تبلیغ کر دینی چاہئے۔ ایسا نہ کرینگے۔ تو حق رسالت ادا نہیں ہوگا۔ اور لوگوں کی شر و ایذا کا کچھ فکر نہ رکھیں۔ ائمہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہے۔ شیعہ و عہدنگا مشتی سے آیت و حدیث میں ولایت و خلافت کو گھسیٹنا چاہتے ہیں۔ اگر ائمہ تعالیٰ کو منظور ہوتا۔ کہ اس کا رسولؐ علیؑ کی خلافت بلا فصل کا اعلان کر دے۔ تو ایسے گول مول الفاظ اور چسپاں کی کیا ضرورت تھی؟ صاف طور پر حکم ہوتا۔ **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا يَأْتِيكَ عَلَيَّ** (اے رسولؐ علیؑ کی ولایت کی تبلیغ (اعلان) کر دیجئے) پھر حضرت جیسا افصح الغصحا ایسا کر رکھ دھندا گول مول کلام کیوں بولنا؟ بلکہ صاف طور پر فرما دیجئے **يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ إِنَّا رَسُولُ اللَّهِ وَعَلَى خَلِيفَتِي بَعْدُ وَفَاتِي**۔ جب خدا نے **وَاللَّهُ يَعْصَمُكَ مِنَ النَّاسِ** فرما کر وعدہ حفاظت بھی فرما دیا تھا۔ تو پھر کس انسان کا خوف ہو سکتا تھا؟ بے کھٹکے صاف الفاظ میں علیؑ کی خلافت بلا فصل کا اعلان کر دیتے۔ لیکن شیعہ ایمان سے کہیں کہ اس حدیث اور اس آیت میں کون لفظ ایسا ہے؟ جس سے علیؑ کی خلافت و ولایت کا استدلال کیا جاسکتا ہے۔

## لفظ مولیٰ

شیعہ کہتے ہیں کہ لفظ مولیٰ سے مراد اولیٰ بالتصرف ہے۔ اور اسی لفظ ولایت علیؑ کا استدلال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جہاں تک کتب لغت کا مطالعہ کیا گیا ہے ہمیں تو اس کا ثبوت نہیں مل سکا۔

قاموس جولغت عربی کی مستند کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ **الْمَوْلَى الْمَالِكُ وَالْعَبْدُ وَالصَّاحِبُ وَالْقَرِيبُ كَابْنِ الْفِئْمِ وَنَحْوُهُ وَالْجَارُ وَالْخَلِيفُ وَالْإِبْنُ**

وَالْعَمَّ وَالشَّيْءَ وَالرَّكْبَ وَالْقَامِصَ وَالْمَحَبَّ وَالنَّبَاتِجَ وَالصَّهْمَ -  
(قاموس جلد ۴ ص ۳۰) (ترجمہ: مولے کا معنی مالک اور غلام اور صاحب اور قریبی  
رشتہ دار جیسا چچا زاد بھائی وغیرہ اور پردسی اور حلیف اور بیٹا اور چچا اور سانجھی  
اور آقا اور مددگار اور تابعدار اور داماد ہے)

اب بتائیے! اولے بالتصرف کو کنی لغت کی کتاب میں لکھا ہے۔ اور ایسے مشترک  
لفظ سے جس کے اس قدر مختلف معانی ہوں حتیٰ کہ غلام تاج حکم اور پسر پر بھی اس کا  
اطلاق ہو سکتا ہے۔ استدلال کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ اس جگہ سوائے محبت  
کے اور کوئی معنی موزوں نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وَالْمَنْ وَالْأَمْرَ وَالْعَادِمَ عَادًا  
اس بات کا قرینہ موجود ہے۔ کہ مولے کا معنی محبت اور دوست کا ہی ہے۔

حدیث خم غدیر کا نص خلافت نہ ہونے کا ثبوت کتب شیعہ

شیعہ حضرات مسئلہ خلافت بلا فصل ثابت کرنے کے متعلق عجیب جگر  
کھاتے ہیں۔ اصرار خید جدوجہد کرتے ہیں۔ پر ان کی ٹوٹ گئی ہوئی کشتی ساحل  
مقصود پر پہنچ نہیں سکتی۔

ظفر نے قصہ زلف دراز جاناں کو ذکر کیا بیان تو کیا کیا بیان میں اولیٰ  
اردھر تو یہ کہتے ہیں کہ حدیث خم غدیر خلافت بلا فصل علیؑ پر نص جلی ہے۔ اور  
قصہ قرطاس کو دلیل ثابت کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں۔ لیکن کسی طرح  
بھی اپنے مدعا میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم اس امر کے ثابت کرنے کے لئے  
کہ حدیث خم غدیر سے خلافت بلا فصل جناب امیر علیہ السلام کی ثابت نہیں ہوتی  
کتب شیعہ سے ہی حسب ذیل استدلال کرتے ہیں:-

اول۔ جلال العیون اردو مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ کے صفحہ ۱۱ میں ذکر وقت  
وفات رسول صلح میں لکھا ہے:-

پس حضرت اے چشم مبارک کھول کر فرمایا۔ اے عباس! اے عم رسول خدا میری  
اہلبیت اور میری عورتوں کے حق میں قبول کرو۔ اور میری میراث لو اور میرا دین اور کرو  
اور میرے وعدوں کو عمل میں لاؤ۔ اور مجھ کو بری کرو۔ عباسؑ نے کہا یا رسول اللہ میں



یہ مرویہ لکھ رہے ہیں۔ اور آپ مولائے شہد اور ابر بہار سے زیادہ تر بخشش اور سخاوت فرمائے والے ہیں۔ اور میرا مال آپ کے وعدوں اور بخششوں کو وفا نہیں کر سکتا۔ اس سے مجھ کو معاف رکھئے۔

پس حضرت نے فرمایا۔ میں میراث اسکو دوں گا۔ جو قبول کرے۔ اور اس طرح قبول کرے۔ جو حق قبول کرنے کا ہے۔ اور جیسا کہ اے عباسؓ تو نے جواب دیا۔ وہ جواب نہ دینگا پس جناب امیرؓ سے خطاب فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ تم میری میراث لو کہ تم سے مخصوص ہے۔ اور کسی کو تم سے اس میں نزاع نہیں ہے۔ میری وصیت کو قبول کرو۔ اور میرے وعدوں پر عمل کرو۔ اور میرے قرض کو ادا کرو۔ الخ

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ وصی کے متعلق پہلے خم غدیر وغیرہ میں کوئی فیصلہ ہوا ہوا نہیں تھا۔ ورنہ حضرت عباسؓ کو یہ کیوں گنا جاتا۔ کہ میری وصیت کو قبول کرو۔ بلکہ پہلے ہی سے حضرت علیؓ کو کہا جاتا۔ کہ اے علیؓ تم کو ہم نے بمقام خم غدیر خلیفہ اور اپنا وصی بنا دیا ہوا ہے۔ تم ایسا کرنا اور ویسا کرنا۔

دوہم۔ جلاء العیون اردو صکت میں ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے آخری وقت میں جو خطبہ فرمایا۔ اس میں یہ بھی فرمایا۔ جو شخص کہ والی امر مسلمانان ہو۔ لازم ہے کہ انصار بنیکو کار کی رعایت اور بدکار سے درگزر کرے۔ اور یہ آخری مجلس تھی کہ حضرت جبر پر تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ سے ملاقات فرمائی۔

حضور علیہ السلام کے اس آخری خطبہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس وقت تک کسی شخص کو حضور علیہ السلام نے خلیفہ نہیں بنا رکھا تھا۔ اگر خم غدیر میں آپ خلیفہ بن چکے ہوتے۔ تو حضورؐ نہ فرماتے کہ جو شخص کہ والی امر مسلمانان ہو الخ

بلکہ حضرت علیؓ کو صریح خطاب فرما کر کہتے۔ کہ اے علیؓ تم میرے بعد والی امر مسلمانان ہو۔ تم ایسا کرنا اور ویسا کرنا۔

سوم۔ جلاء العیون صکت میں ہے۔ "شیخ مفید نے روایت کی ہے۔ کہ حضرت نے لوگوں کو رخصت کیا۔ اور سب چلے گئے عباسؓ اور ان کے بیٹے فضل اور علی بن ابیطالب علیہ السلام اور اہلبیت مخصوص نزدیک حضرت رسالت رہ گئے۔ عباسؓ نے کہا

یا رسول اللہ اگر امر خلافت ہم نبی ہاشم میں قرار پائیگا۔ پس ہکو بشارت دیجئے۔ کہ شاید ہوں۔ اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم پرستم کر نیچے۔ اور ہم سے خلافت کو غضب کر نیچے پس اپنے صحاب سے ہماری سفارش کیجئے۔ حضرت نے فرمایا تم کو جو بے ضعیف کر نیچے۔ اور تم پر غالب ہونگے۔

اگر حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت کا پہلے فیصلہ ہو گیا ہوتا۔ تو اس موقع پر حضرت عباسؓ بجائے اس کے کہ اگر امر خلافت ہم نبی ہاشم میں قرار پائیگا۔ یوں کہتے۔ کہ اگر خلافت علیؓ جس کا آپ نے فیصلہ کر دیا ہے۔ قائم و بحال رہیگی۔ تو ہم کو بشارت دیجئے۔ الخ

پتھما سر۔ کتاب حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۲ میں ہے۔

روایت کردہ اند۔ کہ عامر بن طفیل و ازید بن قیس بقصد قتل آنحضرت آمدند چوں داخل مسجد شہداء عامر بہ نزدیک آنحضرت آمد و گفت یا محمد اگر من سلمان شوم۔ برائے من چہ خواہد بود۔ حضرت فرمود برائے تو خواہد بود آنچه برائے ہم مسلمانانست و بر تو خواہد بود آنچه بر ہم مسلمانان است گفت میخواستیم بعد از خود مرا خلیفہ گردانی۔ حضرت فرمود۔ اختیار ایں امر بدست خداست و بدست من و تو نیست (ترجمہ روایت ہے۔ کہ عامر بن طفیل اور ازید بن قیس بارادہ قتل آنحضرت آئے۔ جب مسجد میں داخل ہوئے۔ تو عامر نے کہا۔ اگر میں سلمان ہو جاؤں۔ تو مجھے کیا ملیگا؟ آپ نے فرمایا تجھے وہ کچھ ملیگا۔ جو مسلمانوں کو ملیگا۔ اور جو مسلمانوں کو حرج پہنچےگا۔ ہیں بھی پہنچےگا پھر اس نے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنادیں۔ آپ نے فرمایا اس کا اختیار خدا کو ہے۔ مجھے اور تجھے اس بات میں دخل نہیں ہے)

سو اگر فیصلہ خلافت بحق علیؓ ہو گیا ہوتا۔ تو آپ کا جواب یہ ہوتا۔ کہ خلافت کا تو ہم فیصلہ بحق علیؓ کر چکے ہیں۔ اب اس کا مطالبہ بے سود ہے۔ آپ کا یہ فرمانا۔ کہ خلافت کا فیصلہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس امر کا بدیہی ثبوت ہے۔ کہ آنحضرت اپنی زندگی میں اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں فرمائے۔

پتھم۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۹ میں یہ تفسیر آیتہ وَاذْأَسْرَأَ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ الْمَرْجُومِ حَدِيثًا الْاُخْرَىٰ لکھا ہے۔ "علی بن ابراہیم و عیاشی روایت کردہ اند کہ چوں حضرت برقصہ

ماریہ مطلع شد و حضرت را در آن باب عتاب نمود حضرت فرمود کہ دست از من بردار کہ برائے خاطر تو ماریہ را بر خود حرام گردانیدم و راز سے بتو میگویم کہ اگر آں راز را بدیگرے خبر دہی بر تو خواهد نظرین خدا و قہر ملائکہ و طعن جمیع مردان جحفصہ گفت جنین باشد بگو آں راز کدام است حضرت فرمود کہ راز آنست کہ ابو بکرؓ بعد از من بجور خلیفہ خواہد شد و بعد از او پدر تو خلیفہ خواہد شد جحفصہ گفت کہ کے ترا خبر داده است ماریہ ام حضرت فرمود کہ خدا مرا خبر داده است پس جحفصہ در یہاں روز این خبر را بجایش رسانید و عائشہؓ پدر خود ابو بکرؓ را بآں راز مطلع گردانید پس ابو بکرؓ بنزد عمرؓ آمد و گفت عائشہؓ از جحفصہ خبرے نقل کرد من اعتمادے بر قول او مدارم تو از جحفصہ سوال نما کہ اس خبر راست یا نہ پس عمرؓ بہ نزد جحفصہ آمد و گفت ایں چه خبر است کہ عائشہؓ از تو نقل میکند جحفصہ در ابتدائے حال منکر شد و گفت من باو سخنے نگفتم ام عمرؓ گفت اگر اس خبر راست است از ما مخفی مارتا آنکہ بیشتر در کار خود تدبیرے بکنیم چوں جحفصہ اس را شنید گفت بی حضرت چنین گفت۔

ترجمہ علی بن ابراہیم اور عیاضی نے روایت کیا ہے۔ کہ جب جحفصہ کو ماریہ کا حال معلوم ہوا اور آنحضرتؐ سے شکایت کی۔ تو حضورؐ نے فرمایا خفا نہ ہو میں نے تمہاری خاطر ماریہ کو اپنے پر حرام کر دیا ہے۔ اور تمہیں ایک راز بتاتا ہوں۔ اگر ظاہر کر دگی۔ تو تمہارے لئے بُرا ہوگا جحفصہ نے کہا نہ بتاؤں گی۔ بتائیے وہ راز کیا ہے۔ فرمایا راز یہ ہے کہ میرے بعد ابو بکرؓ زبردستی خلیفہ بنجائے گا۔ اور اس کے بعد تیرا پ عمرؓ خلیفہ ہوگا جحفصہ نے کہا آپ کو کس نے بتایا۔ آپ نے فرمایا خدا نے مجھے یہ خبر دی ہے۔ پس جحفصہ نے اسی روز یہ بات عائشہؓ کو بتادی۔ اس نے اپنے باپ ابو بکرؓ کو بتایا۔ اور اس نے عمرؓ سے ذکر کیا۔ کہ عائشہؓ جحفصہ سے یہ روایت کرتی ہے۔ اس سے پوچھکر بتا دیا یہ سچ ہے؟ عمرؓ نے جحفصہ سے دریافت کیا۔ پہلے تو انکار کیا کہ مجھے اس کی خبر نہیں۔ لیکن عمرؓ نے کہا بتا دو کہ اگر یہ سچ ہے۔ تو ہم زیادہ حیلہ سازی کریں۔ جحفصہ نے کہا ہاں میں خبر نے مجھے ایسا ہی بتایا ہے۔

ایسا ہی دیگر شیعہ مفسرین نے بھی کہہ اذ استمالبتنی الخ کے متعلق اسی طرح روایت کی ہے۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں یہ روایت زیادہ وضاحت سے بیان کی گئی ہے۔  
سنہ یہ مابقر مجلسی کی یکاد ہے۔

اب اس سے توصات ثابت ہو گیا۔ کہ حق تعالیٰ نے خلافت کے مطلق آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع بخشدی تھی۔ کہ آپ کے بعد خلیفہ ابو بکرؓ پھر عمرؓ ہوں گے  
پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اس کا فیصلہ حضرت علیؓ کے حق میں فرما سکتے  
تھے۔ ویکموشیبعہ کی کتب اس امر پر شہادت دے رہی ہیں۔ کہ حضرت علیؓ کی خلافت  
نہیں بلکہ ابو جیب آیت و اذا نزلنا النبی الخ ابو بکرؓ و عمرؓ کی خلافت منصوص ہو چکی  
تھی۔ جس کی اطلاع خدا نے رسولؐ کو دی۔ اور آپ نے اپنی ازواج کو اس سے  
مطلع کر دیا۔ صحیح ہے۔ الفضل ما شہدات بما لا عداء

لشتمہ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ مقام خم غدیر میں رسول پاکؐ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار  
صحاب کے رو برو جناب امیر علیہ السلام کی خلافت کا اعلان کر دیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا  
تو ناممکن تھا کہ صحاب رسولؐ جو حضور علیہ السلام کے قول و فعل پر اپنی جانیں  
قربان کئے ہوئے تھے۔ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کا جن کی  
خلافت کا فیصلہ رسول پاکؐ فرما گئے تھے سب کے سب ساتھ چھوڑ جاتے۔ اور فیصلہ  
رسولؐ کے خلاف ابو بکرؓ کی خلافت پر اجماع کر لیتے۔

شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ سوائے تین چار شخص خاص مقلد۔ ابوذر سلیمان۔ عمار کے  
باقی جمیع صحاب نے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور جناب امیر علیہ السلام  
حنین کو ہمراہ لیکر دہاجرین و انصار کے در بدر پھر کر الحاح کرتے رہے۔ کہ میرا ساتھ دو۔  
کسی نے ساتھ نہ دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علیؓ میں کچھ ایسا نقص تھا۔ کہ  
کوئی مسلمان بھی ان کا خلیفہ بننا پسند نہ کرتا تھا۔ یا حضرت ابو بکرؓ میں کچھ ایسے اوصاف  
تھے۔ جن کے گرویدہ ہو کر صحاب رسولؐ نے قاطبہ ان کی بیعت اختیار کر لی اہل سنت  
والجماعہ کے ہاں ایک صحیح حدیث ہے۔ لا یجئ فی علیؓ الضلالة (حضور نے فرمایا  
میری امت اگر ابی پر جمع نہ ہوگی)

ایسا ہی کتب شیعہ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ جیسا کہ حیات القلوب جلد ۱۳۳  
میں ہے: پیرو ہم آنست کہ خدا ایشان را از گشتگی نمیکند و ایشان را بر گمراہی جمع نمیکند

لہ جلاء العیون اور وہ میں ہے۔ جبرأت ہوئی۔ جناب امیر حنینؓ کو اپنے ہمراہ لیکر ایک ایک گھر میں ہاجر  
و انصار کے پھرے۔ مگر بغیر چار آدمیوں کے اور بروایت دیگر بغیر تین آدمیوں کے اور کسی نے بیعت قبول نہ  
کی (انتہی ملحق)



(ترجمہ) خواص امت نبیؐ آخر الزمان سے تیرھویں بات یہ ہے کہ یہ امت بھوک سے ہلاک نہ ہوگی۔ اور مگر اہی پر ان کا اجماع نہ ہوگا)

پھر کیسے مانا جاسکتا ہے کہ امت موجودہ کلمہ گمراہی پر جمع ہو کر خلافت ابو بکرؓ پر متفق ہو گئی۔ اور اپنے رسول پاکؐ کے فیصلہ کی ذرہ پر وہ نہ کی گئی۔ سب بات کو عقل و نقل دونوں تسلیم نہیں کرتے۔ لامحالہ ماننا پڑیگا کہ یہ بات درست نہیں ہے۔ کہ بقیہ خیم غدیرؓ حضرتؐ نے حضرت علیؓ کی خلافت کا فیصلہ کر دیا تھا۔

حضرت خیم غدیرؓ کا مسئلہ فصل خلافت اس واسطے بھی صحیح نہیں ہے کہ جناب امیر علیہ السلامؓ نے دعویٰ خلافت کے وقت اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔ اگر حدیث خلافت بلا فصل پر نص صریح تھی۔ تو آپ کو عین وقت پر اس سے استدلال کر کے فراقِ مقابل کو لازم کرنا چاہئے تھا۔ لیکن کسی کتابِ شیعہ سے بھی ثابت نہیں ہے کہ جناب امیر علیہ السلامؓ نے حدیث خیم غدیرؓ کو استدلال میں پیش کیا تھا۔

دہشتہ۔ حدیث خیم غدیر پر شیعہ کو بھی اطمینان نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث قرطاس سے متک کر کے اپنا دعویٰ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اگر پہلے ہی سے مسئلہ خلافت کا تصفیہ ہو چکا تھا۔ تو پھر وقت و قات اس تکلیف کی حالت میں حضور علیہ السلامؓ کو خلافت کے فیصلہ لکھنے کے لئے قلم و دات سگوانے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر کہا جائے کہ حضرتؓ کو اطمینان نہ تھا کہ آپ کا فیصلہ مان لیا جائیگا۔ تو پھر جب اُس کھلے فیصلہ پر جو لاکھوں کے مواجہ میں بحالتِ صحت ایک کھلے میدان میں لکھا گیا تھا۔ اطمینان نہ تھا۔ تو بحالتِ مرض ایک تنگ جُرح میں چند افراد کے روبرو اعلانِ خلافت بلا فصل علی المرتضیٰؓ پر کس طرح اطمینان ہو سکتا تھا۔ (مسئلہ قرطاس کی بحث آگے آئیگی)

## شیعہ کی دوسری دلیل

حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل کے متعلق دوسری دلیل شیعہ کی یہ آیت ہے۔ اَتَمَّا وَلِيكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُوْثِقُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاٰ الْعَوْنَ (ترجمہ) تمہارے مددگارِ خدا و رسولِ خدا ہیں۔ اور مومن لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور وہ رکوع سمجھ کر سنے کے عبادی ہیں)

بَلَقِمْ مِّنَ الصَّلٰوةِ سے حال واقف ہوئے ہیں۔ یہاں رکوع یعنی خشوع ہے۔

اس آیت سے شیعہ ولایت علی کا استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے ولایت امیر علیہ السلام ثابت ہو۔ اگر لفظ ولی سے استدلال ہے۔ تو یہاں خدا اور رسول اور تمام مومنوں پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے۔ جو نماز۔ روزہ۔ حج و زکوٰۃ کے پابند ہیں۔ تمام صیغہ جمع کے ہیں۔ پھر ان سے ایک فرد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لیتا انصاف کا خون کرتا ہے۔

شیعہ نے اس موقع پر ایک عجیب روایت وضع کی ہے۔ جیسا کہ اصول کافی کتاب الحج ص ۸۱ میں ہے:-

كَانَ أَهْلُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي صَلَوةِ الظُّهْرِ وَقَدْ صَلَّى سَاعَتَيْنِ وَهُوَ سَارِعٌ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ قِيَمَتُهَا أَلْفٌ دِينَارٌ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَسَاكُ أَيَّامِهَا وَكَانَ النَّجَّاشِيُّ أَهْدَاهَا فَجَاءَ سَائِلٌ فَقَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللَّهِ وَأَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ فَصَدَّقَ عَلَى مُسْكِينٍ فَطَرَحَ الْحُلَّةَ الْكِيَّةَ وَأَوْ لَمَى بِيَدِهِ أَنْ أَحْمِلَهَا وَأَنْتَ كَلَّ اللَّهُ عَنَّا وَجَلَّ فِيهِ هَذِهِ الْآيَةُ (ترجمہ۔ امیر المؤمنین علیہ السلام ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ چنانچہ دو رکعت نماز ادا کر چکے تھے۔ آپ ایک قیمتی شال اوڑھے ہوئے تھے۔ جس کی قیمت دو ہزار دینار تھی۔ اور رسول پاک نے آپ کو دی تھی۔ جو آنحضرت کو نجاشی نے بطور ہدیہ بھیجی تھی۔ آپس ایک سائل آیا۔ اور اس نے کہا۔ اے ولی اللہ اور مومنوں کے سردار مسکین کو کچھ خیرات دیجئے آپ نے وہ شال سائل کی طرف پھینک دی اور ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ اس کو لے جا۔ تب خدا نے آیت اَنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ الْخَالِدُ تار لی۔

ہمارا جواب۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ کہ آیت کا کوئی لفظ ایسا نہیں ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت اور خلافت پر دلالت کرے۔ اگر اس سے ولایت کا ثبوت ملتا ہے۔ تو پھر ہر ایک نمازی اور زکوٰۃ دینے والا صاحب ولایت اور خلیفہ ہو سکتا ہے۔ قاموس میں لکھا ہے۔ الولی القرب والذی توذی الامن منہ والحبب والصدیق والناصر (ولی مصدر) کا معنی قرب و نزدیکی کا ہے۔ ولی اس کا اسم ہے جس کا معنی محب اور دوست اور مددگار ہے)

اب بتائیے۔ کہ لفظ ولی سے خلافت اور ولایت پر کس طرح دلیل لی جاسکتی ہے؟

اور روایت جو وضع کی گئی ہے۔ عقلاً و نقلاً قابل تسلیم نہیں ہے۔

## روایت بالا کے موضوع ہونے کے دلائل

اول حضرت علی المرتضیٰ کی شان والا کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ دنیا داروں کی طرح ایسی قیمتی پوشاک پہنتے تھے۔ جو قریباً پچیس ہزار روپے کی ہو۔ آپ کی صوفیانہ اور تقیانیہ حیثیت پر آپ سخت حملہ ہے۔ ہم پہلے جلال العیون کی روایت سے لکھ چکے ہیں کہ جب حضرت علیؑ کو حضرت فاطمہ الزہراءؑ کے ناطہ کی خواستگاری کا مشورہ دیا گیا۔ تو آپ نے اپنی مفلسی کا غدی پیش فرمایا۔ اور حب سامان شادی کے متعلق آپ کو سودا خریدنے کی ضرورت پیش آئی۔ تو آپ نے اپنی زرہ فروخت کر کے وہ سامان خرید کیا۔ علامہ سید علی حایری اپنی مؤلفہ کتاب غایۃ المقصود کے ص ۱۵۸ پر مرزا قادیانی پر طعن کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:-

”و اما بخاور بیت النبوت از کمال زہد و تقویٰ و فقر تا بہ یہ یوم فاقہ میگردد انیدند۔ تا آنکہ شہادت آیت و یطعمون الطعام الخ نازل شد و اینجا بدو شالہا کے خلیل خانی و تہرہ کشمیری دسر پہنے گذارد و اینجا بر حصیر لیف خرماء اکثر بر خاک خوابیدہ وید فرمود و مقرر کیا کہ اب از ہاں روز بانی تراب مکنے شد (ترجمہ) وہاں خاندان نبوت حضرت علیؑ کے گھر میں کمال زہد و تقویٰ سے تین تین روز فاقہ گذرتے تھے۔ حتیٰ کہ آیت و یطعمون الطعام نازل ہوئی۔ اور یہاں مرزا قادیانی کا یہ حال ہے کہ خلیل خانی شال اور کشمیری پیر اور ریشمی پارچات کا استعمال ہوتا ہے۔ اور اہل بیت کا یہ حال تھا کہ کھجور کے چھال کی بنی ہوئی بوریا بلکہ اکثر اوقات خاک زمین پر لیٹ جایا کرتے۔ چنانچہ ایک روز حضور علیہ السلام نے شجاعت مآب کو فرش زمین پر لیٹے ہوئے دیکھ کر فرمایا اے ”ابو تراب“ چنانچہ آپ کی یہی کیست مشہور ہو گئی۔

علامہ حایری کی اس تحریر اور جلال العیون کی روایت اور دیگر صحیح حالات سے جو حضرت علیؑ کی زاہدانہ اور صوفیانہ ورزش کے متعلق کتب طریفین میں لکھے ہیں۔ صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو ایسی قیمتی پوشاکوں سے جو ایک دنیا طلب شخص کی خاصیات سے ہے۔ بالکل کچھ غرض نہ تھی۔ ایسی بیش قیمت پوشاک کا استعمال ہر طرف و تہذیب میں

داخل ہے جو ایک متقی مومن بھی پسند نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ حضرت علی المرتضیٰؑ ایسے متقی  
 متورع تبارک دنیا عالی مرتبت امام کی نسبت خیال کیا جائے کہ وہ ایسے ریشمی اور  
 طلائی پارچات استعمال کیا کرتے تھے۔ صحاب رسولؐ کو دنیا داروں کی طرح زیب و  
 زینت سے سخت نفرت تھی چنانچہ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
 باوجودیکہ اپنے وقت کے بادشاہ تھے لیکن آپ کی چادر اور گرت پر متعدد پیوند لگے  
 ہوئے ہوئے تھے۔ بلکہ آپ کے عالان (گورتراں) سے جس شخص کی نسبت اطلاع  
 ملتی کہ وہ باریک لعل کی قمیص استعمال کرتے ہیں۔ فوراً ان کو طلب کر کے سخت تنبیہ  
 کی جاتی۔ بلکہ ان کو اپنے منصب جلیل سے معزول کر دیا جاتا۔

پھر جب شیعیان علیؑ شجاعت آب کو باقی خلفاء پر زہر و تقوے میں ترجیح دیتے  
 ہیں۔ تو ایسی روایات شائع کرنے سے ان کو تامل کرنا چاہئے۔ جس سے حضور مہج  
 کی شان تقدس کو بڑھ گھٹتا ہے۔

کے دم۔ اگر مان لیا جائے کہ حضرت علیؑ نے ایسی ریشمی طلائی جامہ اٹھ رکھی  
 تھی۔ اور ناز پڑھ رہے تھے۔ تو پھر یہ بات قرین قیاس نہیں ہے۔ کہ سائیل جو آپ کو  
 نماز کی حالت میں دیکھ رہا تھا۔ اتنا بھی انتظار نہ کرے کہ آپ نماز سے فارغ ہوئیں  
 ایسی جلد بازی تو کوئی اندھا شخص بھی نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے ساتھ (راہنما) سے پہلے  
 دریافت کر لیتا ہے کہ مسؤل عنہ کس حالت میں ہے۔ پھر اگر سائیل نے ایسی حماقت  
 کی۔ تو پھر حضرت علی المرتضیٰؑ جن کی نسبت مشہور ہے کہ نماز پڑھنے کے وقت آپ  
 ایسے استغراق میں ہوتے کہ دنیا و مافیہا سے کچھ خبر نہ رہتی۔ پھر ایسی حالت استغراق  
 میں ایک گداگر کی بک بک کی آواز آپ کے کانوں تک کس طرح پہنچ سکتی۔ اور یہ  
 بھی تسلیم کیا جائے کہ آپ کی نماز عموماً کی طرح حضور و خشوع سے خالی تھی۔  
 آپ نے سائیل کی آواز سن لی۔ تو پھر نماز کی حالت میں فعل کثیر جامہ اتار پھینکنا۔ اور پھر  
 سائیل کو اشارہ کرنا کہ یہ لے جا۔ کیا سمجھ رہا تھا ہے جب ایک فرض نماز آپ ادا  
 کر رہے تھے۔ تو اس کی تکمیل کے بغیر دوسرے فرض ادا لئے زکوٰۃ کی طرف متوجہ  
 ہونا کیا ضروری تھا؟ اگر آپ نے سائیل کو حکم دینا تھا تو نماز سے فارغ ہو کر بھی دے  
 سکتے تھے۔



تسویحہ آیت میں وَيُؤْتُونَ الْمَالَ كَوَافًا وَهُمْ سَرَّاءُ كَوَافًا لِكَمَا هِيَ (یعنی وہ زکوٰۃ دیتے اور ناز پڑھتے ہیں) اور روایت موضوعہ میں سائل کو چار قیمتیں ایک ہزار دینار دینے کا ذکر ہے۔ کیا ادا لے زکوٰۃ کا یہی طریق ہے؟ اس سے پہلے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ جناب امیر علیہ السلام صاحب زکوٰۃ تھے۔ اور اس قدر مال رکھتے تھے کہ اس کی زکوٰۃ ایک ہزار دینار دینی آپ کے ذمے واجب تھی۔ لیکن اگر شیعہ صاحبان ایڑی چوٹی کا بھی زور لگائیں۔ تو وہ ایسا ثبوت نہیں کر سکتے۔ تو جب آپ صاحب زکوٰۃ نہ تھے۔ اور نہ اس قدر زکوٰۃ آپ کے ذمے واجب تھی۔ تو پھر وَيُؤْتُونَ الْمَالَ كَوَافًا (وہ دیتے ہیں زکوٰۃ) کا مفہوم صحیح نہیں ہو سکتا۔ غرض یہ روایت بالکل عقل و قیاس کے خلاف اور یار لگان کی بنائی ہوئی ہے۔ ایسی وضعی روایات سے تمسک کر کے شیعہ حضرات خلافت بلا فصل علی المرتضیٰ کے بار ثبوت سے بسکدوش نہیں ہو سکتے

## شیعہ کی تیسری دلیل

صحیح بخاری و مسلم میں برابر ابن عازب سے روایت ہے کہ جب رسول خدا نے غزوہ بنو نکتہ کا قصد فرمایا۔ تو جناب امیر علیہ السلام بال بچوں کی حفاظت کے لئے مدینہ طیبہ میں مقرر فرمایا۔ کفار نایاب کار نے جناب امیر کو طعنہ دیا کہ رسول خدا آپ کو اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جاتے۔ امیر کو یہ بات ناگوار گذری۔ آپ نے رسول خدا سے یہ ماجرا بیان کیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ اختلفنی فی النساء والصبيان (کیا مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں) تو حضور نے آپ کی دلجوئی کے لئے فرمایا۔ اَمَّا نَرَضَىٰ اَنْ لِّكَوْنٍ مَّعِيَ مَمْلُوكًا مِّنْ هَؤُلَاءِ مِنْ مَّوْصِيٍّ اِلَّا اَنَّهُ لَا يَبْعِدُنِي (کیا تجھ پر نہیں ہے کہ تو مجھ سے بمنزلہ مارون کے ہو موصیئے سے ہاں میرے بعد نبوت نہیں ہے)

شیعہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم حضرت علیؑ کو اپنے بعد خلیفہ سمجھتے تھے۔ سو حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے۔ جس سے آپ کی خلافت بلا فصل کا استدلال ہو۔ کیونکہ

(۱) مارون کو موصیئے نے عارضی طور پر اپنی عدم حاضری کے وقت خلیفہ کیا تھا جب

کوہ طور سے واپس ہوئے۔ تو حضرت ہارونؑ خلیفہ نہ رہے۔ گو وہ نبی مستقل تھے۔  
ایسا ہی یہاں بھی سمجھنا چاہئے۔

(۶) اس قسم کی خدمت بہ سبب قرابت کے اپنے پیسہ داماد کے ہی سپرد کی جاسکتی ہے کہ بستورات اور بال بچوں کی نگرانی رکھے۔ ایسی خدمت کو خلافت سے کیا تعلق۔  
(۷) یہ مسلم ہے کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے  
پھر خلیفہ کیسے جب مشتبہ بہ ہی خلیفہ نہ ہوئے۔ تو مشتبہ کی خلافت کیسی؟

(۸) حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ صرف قرابت داری کی وجہ سے دی تھی  
ورنہ وہ نبی تھے۔ عمر میں موسیٰؑ سے بڑے تھے۔ حقیقی بھائی تھے جناب امیر علیہ السلام میں  
ان اوصاف سے ایک بھی نہ تھی۔ پھر اس حدیث سے استدلال خلافت بلا فصل  
چہ معنی دارو؟

(۹) اس تشبیہ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ زندگی میں جیسے ہارونؑ بوجہ قرابت داری  
موسیٰؑ کی نیابت کرتے تھے۔ ویسے جناب امیر علیہ السلام بھی خدمات خانگی پر حضورؐ  
کی عدم موجودگی میں مامور رہے۔ بعد وفات موسیٰؑ حضرت ہارونؑ نہیں۔ بلکہ موسیٰؑ  
بن نون اور کالب بن یقنا خلیفہ ہوئے۔ اسی طرح بعد وفات نبیؐ حضرت ابو بکرؓ  
اور حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ گویا یہ حدیث شیعہ کی تردید کر رہی ہے۔ نہ ان کے  
مدعا کی اس سے تائید ہوتی ہے۔

## شیعہ کی چوتھی دلیل

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ النَّاسَ إِذَا تَارَكُوا فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللَّهِ وَعُرْوَتِي إِنْ  
مَسَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ تَضَلُّوا بَعْدَ حَقِّي (حضورؐ نے فرمایا میں کھڑے جاتا ہوں تم میں دو  
وزنی چیزیں کتاب اللہ اور اپنے اقارب کو اگر تم ان کی اتباع کرو گے میرے بعد کبھی گمراہ  
نہ ہو گے)

اس حدیث سے بھی شیعہ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت بلا فصل کا استدلال کرتے ہیں  
حالانکہ اس حدیث میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے خلافت آئینہ جناب پر دلالت  
ہو۔ ہاں یہ امر متفق طلب ہے کہ شیعہ دوستی ہر دو فریق سے کون فریق کتاب اللہ اور

عترت رسول کی عزت کرتا ہے۔ اور ان سے شک کرتا ہے۔ اور کون فرق ان سے کو سیل  
 و صبر ہے؟ سو نقل اکبر قرآن پاک کی عزت اہل سنت و الجماعہ کے ذہنوں میں ہے۔  
 وہ اس کی تلاوت میں شب و روز مصروف ہیں۔ حفظ قرآن اہل سنت کے مردوں و عورتوں  
 بچوں بوڑھوں کا معمول ہے۔ برخلاف اہل شیعہ کے حضرات شیعہ قرآن کو صحیح ہی نہیں سمجھتے۔  
 بلکہ اس کو محض ناقص پڑا غلط سمجھتے ہیں۔ جس قرآن کی انتظار میں ہیں۔ اس نئی  
 زیارت خواب میں بھی نصیب نہیں۔ غرض شیعہ کے دلوں میں بوجہ عناد و باغ القرآن  
 حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بالکل عزت نہیں ہے۔ اسی لئے شیعہ حفظ قرآن کی نعمت سے  
 بالکل محروم ہیں۔ برخلاف اس کے اہل سنت میں ہزاروں حافظ قرآن موجود ہیں۔ جو  
 رات دن تلاوت قرآن میں مصروف رہتے ہیں۔ اور سال بھر میں نماز تراویح میں سینوں  
 کی ہر ایک مسجد میں ختم قرآن ہوتا ہے۔ لیکن شیعہ تراویح کے سرے ہی سے منکر ہیں  
 اس لئے ختم قرآن کیوں کریں۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء  
 نقل اصغر۔ عترت رسول کی عزت بھی اہل سنت و الجماعہ کے دلوں میں ہے ہم عترت  
 رسول کے محبت رکھنا اپنا دین ایمان سمجھتے ہیں۔ اور کسی بزرگ پر زبان طعن دراز کرنا  
 کفر سمجھتے ہیں لعنت و تبرا یاروں کو مبارک ہو۔ ہم تو رحمتہ للعالمین کی امت ہیں  
 کسی کو برا کہنا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ اہل سنت کا دل آئینہ کی طرح صاف و شفاف  
 ہے۔ کہ رنگ کینہ و بغض اس کو مٹا نہیں کر سکتا۔  
 کفر است و طریقت ماکینہ داشتن و اکین ماست کینہ چو آئینہ داشتن  
 ہاں روافض کی زبان طعن و تشنیع سے نہ اپنا بچ سکتا ہے نہ بیگانہ۔ عترت رسول سے  
 جو سلوک کرتے ہیں۔ اس سے قویہ

## توہین عترت رسول

عترت رسول سے مراد آپ کے خویش اقارب ہیں۔ عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ کو معاذ  
 اللہ کافر و منافق کہتے ہیں تحفۃ العوام جلد ۱ میں ہے کتاب تہذیب میں وارد ہے

اسلام یہ عبارت پر اے مطہر کی تحفۃ العوام کی ہے۔ جو مصنف کے پاس موجود ہے۔ جدید طبع میں  
 یار لوگوں نے کچھ ترمیم کر دی ہے۔

کہ جائے نماز سے نہ اٹھو جب تک کہ بنو امیہ پر لعنت نہ کرو۔ مراونہ سے چار مروز ہیں کہ حق مرتضیٰ کا چھین لیا جس کو شہید کیا۔ نسبت نبی کی اتہام یہ نہ بیان کیا۔ اور چار عورتیں ہیں کہ آزار پہنچایا نسبت جناب رسول مقبول کی۔

اسی صغیر پر آگے ایک دعا لکھی ہے جس کے آخری الفاظ ہیں۔ **وَأَبْرَأُ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانٍ وَفُلَانَةٍ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَعَلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ** (ترجمہ۔ میں نیراہوں۔ فُلان۔ فُلان۔ فُلان مرد اور فُلان عورت سے لعنت خدا ہو ان پر اور ان کو دوست رکھنے والوں پر) استغفر اللہ۔ حاشیہ پر لکھا ہے کہ بجائے فُلان کے نام ان کے لئے جنہوں نے حق مرتضیٰ کا چھین لیا۔

## سُنی بھائی توجہ کریں

جو سُنی بھائی روافض سے دستِ اُتار تعلقات رکھتے ہیں۔ اور ان کو اپنا مسلمان بھائی تصور کرتے ہیں۔ وہ غور کریں کہ جو لوگ تمہارے بزرگانِ دین صحابہ و ازواجِ رسول سے یہ سلوک رکھتے ہوں۔ کہ ہر ایک نماز سے بعد ان کے نام لے لے کر لعنت و تبرا کرنا۔ انکی اومیہ ورد ہو۔ اور ان بزرگانِ دین پر ہی لعنت نہیں کرتے۔ بلکہ ان لوگوں کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں جو ان سے محبت رکھتے ہیں۔ یعنی تمام اہل سنت و جماعت مسلمانوں کو۔ پھر حیف ہے کہ غیر سُنی ایسے بطینت اشخاص اپنا دوست بنائے جو عترتِ رسولؐ سے اس قدر دشمنی رکھتے ہوں۔ اور شیعوں سے ان کو ایسا میر ہو۔

## سُنی کا جنازہ

کتبِ شیعہ میں لکھا ہے کہ اول تو سُنی کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ اگر بضرورت پڑنا پڑے۔ تو بجائے دعا کے میت پر یہ دعا کرے چنانچہ تحفۃ العوام ص ۳۸ میں ہے اور اگر میت سُنی و خلاف مذہب ہو اور نماز بضرورت کرنا پڑے۔ تو بعد جو کچھ تمکیر کے کہے۔ **اللَّهُمَّ اخْرِ عَبْدَكَ فِي عِبَادِكَ وَبِلَادِكَ اللَّهُمَّ أَصْلِهِ حَمًا نَارِكَ اللَّهُمَّ أَذِقْهُ أَشَدَّ عَذَابِكَ** (ترجمہ۔ اے خدا اس بندے (میت) کو اپنے بندوں میں اور اپنے شہروں میں ذلیل و سوا کر۔ اے خدا اس کو نارِ جہنم سے جلا



لے خدا اس کو سخت ترین عذاب دے)

سنیو جانتے ہو۔ یہ لوگ تمہارے جنازوں میں شامل ہو کر میتوں سے کیا سلوک کرتے ہیں؟ کیا تم اس بات کو گوارا کر سکتے ہو کہ ایک شخص تمہارے عزیز یا بزرگ کی میت کے جنازہ پر کھڑا ہو کر اس کے لئے بد دعائیں کرے۔ کہ خدا یا اسے جہنم میں داخل کر اور سخت سے سخت عذاب میں مبتلا کر۔ عبرت! عبرت! عبرت!!!  
 نہ آنے دیجو انہیں لاش پر خدا کے لئے نماز پڑھنے کو آئینگے بد دعا کے لئے پھر عبرت رسولؐ میں سے آنحضرتؐ کی تین لڑکیوں آم کلثومؓ۔ زینبؓ کو اولاد رسولؐ سے ہی خارج کر دیتے ہیں۔ یہ کس قدر توہین و تمکحِ حضرتؐ سوال ہے۔  
 حضرت علی المرتضیٰؑ - فاطمہ الزہراءؑ - جنینہؑ سے اگرچہ بظاہر محبت کا ادا عا ہے لیکن ان کی توہین و تمکح کا بھی کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ وقتِ ضرورت حضرت علیؑ کو گالی گلوچ دے دینا جایز کیا گیا ہے۔ چنانچہ صہل کافی صہل میں ہے۔  
 اِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ عَلَيَّ مِنْبَرًا لَّكَؤُفَةٍ اَيْهَا النَّاسُ سَتَذْعَبُونَ اِلَيَّ سَبِيحًا فَنَسْتَبُوْنِي (حضرت علیؑ نے کوفہ میں منبر پر بیٹھ کر فرمایا۔ لوگو تمہیں میری سب سے سختی کی طرف بلا یا جا لیگا پس تم مجھے گالی گلوچ دے لینا) واہ چہ خوش! ان تقیہ بازوں کو خدا ہدایت کرے۔ جھوٹ میں بھی عبادت ہے۔

کیا جو جھوٹ کا سٹوہ تو یہ جواب ملا نہ تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں تو اب ملا پھر حضرت علیؑ کی شان میں کس قدر افراط و تفریط سے کام لیکر ان کی جھوٹ و تمکح صریح کرتے ہیں۔

## حضرت علیؑ کی جھوٹ

طہو لیت کا منجرہ۔ شیخ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ ابھی شیر خوار بچے تھے۔ کہ مکہ میں ۱۵ حاشیہ ۱۵ پڑائے مطیع کی تحفہ انعام جو ہمارے پاس موجود ہے۔ اس میں "اگر میت سنی یا خلاف مذہب ہو" لکھا ہوا ہے۔ لیکن دوسرے تحفہ انعام میں حوا زہ مطیع و لکھنؤ میں طبع ہوا ہے۔ اس میں لکھا ہے "اگر میت شیعہ نہ ہو اور دشمن اہل بیت ہوا (۱۱ ص ۱۱) مطلب دونوں جہاں تو کمالیک ہے کیونکہ سنیوں کو جو شیعہ نہیں یہ لوگ محاذِ انشروشن اہل بیت سمجھے ہیں۔ یہ نوٹ لکھنے کی ضرورت اس لئے لکھی ہوئی ہے۔ کہ پورائے مطیع کی کتاب نہ ملنے کی وجہ سے یہ لوگ دھوکہ کھتے ہیں کہ تحفہ انعام ص ۱۱ میں جو

کہاں لکھی ہے؟ غافتم ۱۲

ایک اثر دہا نمودار ہوا جس کا سر مثل پہاڑ کے تھا۔ چار سو گز لمبا تھا۔ و انت چار ہزار  
 اشت لمبے۔ منہ پیش گز چوڑا۔ اور گہرائی میں غار کی طرح تھا۔ اس نے ایک دن شہر  
 کا مرج کیا۔ سب لوگ مارے ڈر کے جنگلوں میں بھاگ گئے۔ اثر دہا سیدہ حضرت علیؑ  
 کی طرف آیا۔ آپ نے بیٹے بیٹے اس کو سر سے پاؤں تک چھو دیا۔ خون کا دریا جاری ہو گیا  
 اثر دہا کے دو ٹکڑے بچے کے گہوارے کے دونوں طرف ایسے پڑے ہوئے تھے  
 جیسے پہاڑ کے دو ٹکڑے۔ آٹھ سو آدمیوں نے مشکل ان کو اٹھا کر شہر کے باہر بھینکا  
 اور جناب امیر کی تمہین و آفریں کا غلغلہ بلند ہوا۔ (فضائل مرتضوی ص ۱۱۱)

دوسرا معجزہ۔ خیبر کی لڑائی میں یہودیوں کی طرف سے ایک جوان مرحب نامی حضرت  
 علیؑ کے مقابل آیا۔ آپ نے جو تھوڑا سا مارا۔ اس کو دو نیم کرتی ہوئی زمین پر اور وہاں  
 سے اتر کر گاؤں زمین تک پہنچی۔ حامل زمین کو چیرنے کو تھی۔ کہ جبریلؑ نے پر نیچے بچھا  
 جو کٹ کر پر سے جا پڑے۔

زمین کو جلا کے پشت فرس پر کیا گذرنا۔ دو کر کے زمین خاک پہ آئی وہ شعلہ در  
 سیاب کی طرح نہ کہیں دم لیا مگر نہ پہنچی زمین سے گاؤں زمین پر بکڑ و قتر  
 بیشمی تو پاس بیک خدائے جلیں کے

اٹھی تو کاشی ہوئی پر جبرائیلؑ کے (فضائل مرتضوی ص ۱۱۲)  
 ایسا ہی جنات سے لڑائی وغیرہ دور از عقل کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔ جن کو بڑے حکماء  
 اسلام مضحکہ اڑاتے ہیں پھر اس کے مقابل میں جب آپؐ سے تفریط سے کام لیکر آپ کی  
 شان گھٹانے لگتے ہیں۔ تو غار جیوں سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

## حضرت علیؑ کی تہک صریح

حضرات شیعہ جناب امیر علیہ السلام کی شجاعت کے اس قدر اجناسے بیان کرنے کے  
 باوجود جب دوسرا پہلو برکت ہے۔ تو شجاعت آپ کو ایسا نکما اور بزدلا بنا دیتے ہیں۔  
 کہ مخالفین آپ کو نگلے میں رسی ڈال کر بیت ابو بکرؓ کے لئے گھسیٹ لے جاتے ہیں۔  
 اور محاذ اللہ خاتون جنت کے شکم محترم پر دروازہ گر کر محسن شہید کر دیئے کی روایات  
 بیان کر کے توہینِ عمرت رسولؐ کا حق ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ جلال العیون اردو ص ۱۵۲ میں ہے

پس شہید کیا گیا۔ اہل بیت علیہ السلام کے مبارک جناب امیر میں یہ ابن ڈاکٹر مسجد میں لکھے  
اور بروایت دیگر حبیب دروازہ پر پہنچے۔ اور جناب فاطمہ مانع ہوئیں۔ اس وقت قنفذ  
نے اور بروایت دیگر عمر نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہ عزیز مارا کہ بازو جناب سیدہ کو  
شکستہ ہو گیا۔ اور سوچ گیا۔ مگر پھر بھی جناب فاطمہ نے جناب امیر سے ہاتھ نہ اٹھایا۔  
اور ان اشقیاء کو گھر میں آسنے سے منع کیا۔ یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب فاطمہ پر گر دیا۔  
اور سپلیوں کو شکستہ کیا۔ اور اس نوزند کو جو شکم میں جناب فاطمہ کے تھا۔ اور حضرت  
رسولؐ نے اس کا نام عس رکھا تھا۔ شہید کیا۔

اب جائے غور ہے۔ اس سے زیادہ تو میں عنایت رسولؐ کیا ہو سکتی ہے؟ کہ صحابہ  
رسولؐ کو بدنام کرنے کے لئے ایسی روایات وضع کی جاتی ہیں جو حضرت علیؑ اور خاتون  
جنت کی غایت درجہ کی توہین کا باعث ہیں۔ کیا کوئی عقلمند شخص ایک منٹ کے لئے  
بھی نہیں کر سکتا ہے؟ کہ اگر صحابہ رسولؐ خاتون جنت جگر گوشہ رسولؐ کی بیل ہنک  
کرتے۔ تو کوئی ایک شخص بھی ان کی بیعت اختیار نہ کرتا۔ اور جناب امیرؑ خاتون جنت کی  
اس درجہ کی توہین دیکھ کر خاموش رہ سکتے۔ یا خود مر جاتے یا خشم کو مار دیتے۔ اور یہ  
کس کی جرات تھی۔ کہ خیر خدا کی گردن میں رمی ڈاکٹر گھسیٹ کر لے جائے۔ اور آپ  
چوں تک نہ کریں۔

بات یہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات دوستی کے پردہ میں جس قدر دشمنی اہل بیتؑ کرتے  
ہیں۔ البتہ خارجی بھی جرات نہیں کر سکتے۔

کیوں دوستی کے پردہ میں کرتے ہو دشمنی؟ کیوں دامنِ ادب کی اڑتے ہو دھجیاں

## حضرت علیؑ کا ناطق فیصلہ

حضرت علیؑ مرتضیٰ نے شیعہ دشمنی سوال کا صاف الفاظ میں ناطق فیصلہ فرمادیا ہے  
چنانچہ بیچ الیلا غمہ جلد ۲۹ میں ہے۔

سَيُعَذِّبُكَ فِي صِفَانٍ مُحِبٍّ مُفْرِطٍ تَدَّ هَبٌ بِهِ الْحُبُّ إِلَى غَيْرِ الْحَقِّ وَمُبْغِضٍ  
مُفْرِطٍ تَدَّ هَبٌ بِهِ الْبُغْضُ إِلَى غَيْرِ الْحَقِّ وَخَيْرُ النَّاسِ فِي حَالٍ أَلَمْ يَطْوَ  
الْبَاسُ وَالنَّاسُ مَوَكَّةٌ وَالزَّمَانُ السَّوَادُ أَلَا عَظَمَ فَإِنَّ يَدَ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ

وَاَيَاكُمْ وَالْحَقَّ قَالَا الشَّاذَّ مِنَ الْاَشْيَانِ وَالشَّيْطَانُ مَكَانَ الشَّاذِّ  
 الْعَمِّ لِلذَّيْبِ اَلْوَمَّيْنِ دَعَا اِلَى هَذِهِ الشَّيْخَانِ فَاسْتَلَوْهُمَا وَلَوْ كَانَ تَحْتَ عَمَّاخِي  
 هَذِيحَ (دو فریق میرے بارہ میں ہلاک ہو جائیں گے۔ محبت دوستی میں افراط و تفریط کرنے  
 والا کہ اس کو یہ دوستی حق سے دور لے جائے۔) اور دشمن و دشمنی میں افراط و تفریط کرنا  
 کہ اس کو یہ عناد حق سے دور کر دے جو شحال انسان میرے بارہ میں ودھیں۔ جو  
 میا نہ ردی اختیار کرتے ہیں۔ تم اسی جماعت کے تابع ہو جاؤ۔ اور بڑی جماعت  
 کی اتباع کرو۔ کیونکہ خدا کا ہاتھ بڑی جماعت کے سر پر ہے۔ تفرقہ سے باز آ جاؤ۔  
 کیونکہ جماعت سے علیحدہ ہونے والا انسان شیطان کا فکا رہوتا ہے۔ جیسا کہ ربو  
 سے الگ ہونے والی بکری بھیڑ سے کشتکار بنتی ہے۔ خبردار جو تمہیں جماعت سے علیحدگی  
 کی دعوت دیں۔ ان کو قتل کر دو۔ اگرچہ وہ میری اس دستار کے نیچے ہوں گے  
 جناب امیر علیہ السلام نے اپنے اس خطبہ میں حانیت نہرب اہل سنت والجماعہ  
 پر مہر کر دی ہے۔ اور رافضیوں اور غایتیوں کے مذہب کو مردود قرار دیا ہے۔ کیونکہ انہی  
 مذہب مفراط ہیں۔ جو جناب امیر علیہ السلام اور دیگر ائمہ کو شل انبیا معصوم سمجھتے ہیں۔  
 اور حضرت علیؑ کو دیگر انبیا سے افضل اور نبی آخر الزمان کا ہم پلہ سمجھتے ہیں۔ رافضیوں  
 میں ایسے فرقے بھی ہیں۔ جو جناب امیر علیہ السلام کی رسالت بلکہ الوہیت کے بھی قائل ہیں۔  
 (اس کی تفصیل آگے آئیگی)

اور حال کے شیعہ اگرچہ بظاہر آپ کی الوہیت کے قائل نہیں تاہم اوصاف ایسے سننا  
 کرتے ہیں جو آپ کو درجہ الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں۔ چنانچہ علم اکاں و مایکون ان کو  
 حاصل ہوتا۔ اشیائے حلال و حرام کرنے کا اختیار۔ موت و حیات پر اختیار وغیرہ وغیرہ  
 بہت سی ایسی اوصاف ہیں۔ جو شان الوہیت تک پہنچا دیتی ہیں۔ اس لئے بقول جناب  
 امیر علیہ السلام یہ مذہب باطل ہے۔ ایسے کفار جی جو جناب امیر علیہ السلام سے اس درجہ کا  
 بغض رکھتے ہیں۔ کہ آپ کو مشرک و کافر قرار دیتے ہیں۔ وہ بھی مردود اذلی ہیں۔ ہاں  
 منط وسط۔ میا نہ ردی اختیار کرنے والا مذہب اہل سنت والجماعہ ہے۔ جو جناب امیر  
 علیہ السلام سے محبت رکھتے ہیں۔ لیکن شان نبوی و الوہیت تک پہنچا کر فخر جانتے ہیں  
 اور آپ سے بغض رکھنا بھی کفر و الحاد سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہی مذہب جناب امیر علیہ السلام



نذیب حق ہے۔

دوم جناب امیر علیہ السلام نے کھٹکے الفاظ میں فرمادیا ہے۔ کہ نذیب حق وہ ہے جس طرف مسلمانوں کا سواد اعظم (بڑا گروہ) ہے۔ اب یہ امر مسلم الثبوت ہے۔ کہ رد افض و خارجی بمقابلہ مسلمانان اہل سنت والجماعہ آٹے میں نمک بھی نہیں ہیں اور اسلام کا سواد اعظم (بڑی جماعت) یہی نذیب اہل سنت رکھتا ہے۔ اس لئے حسب فیصلہ جناب امیر علیہ السلام یہی لوگ اہل حق ہیں۔ اور خدا نے واحد کا دوست فضل اسی بڑی جماعت کے سر پر ہے۔ اور اس نذیب سے علیحدگی اختیار کرنے والے کلمہ کفر و کفریات جناب امیر علیہ السلام شیطان کے متبع ہیں۔ اگرچہ وہ کیسے ہی مجتہدین علیہ السلام کہلاتے ہوں۔ کیونکہ آپ نے بالقرن صریح فرمادیا ہے۔ کہ جو تمہیں اس بڑی جماعت سے علیحدگی کی طرف مدعو کرے۔ وہ واجب القتل ہے۔ اگرچہ میری دستار مبارک کے زیر سایہ ہو یا نہ ہو یعنی حب علیؑ کا وعید ا رہو۔

امید ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کے اس ناطق فیصلہ کے ہوتے ہوئے سنی و شیعہ نزاع کے فیصلہ کے لئے اور کسی مزید دلیل کی ضرورت نہ ہوگی۔ ہاں جن لوگوں کی فطرت میں ضد اہمیت لکھی ہے۔ وہ ایسی روشن دلائل کے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ یہ گلیلم خیمت کسی را کہ باقتدر سیاہ تر بآب کوثر و زخرم سفید نتواں کرد

## ائمہ اہل بیت کی توبین

جناب امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ اور خاتون جنت سے رد افض کے سلوک کا ادھر ذکر ہو چکا ہے۔ دیگر ائمہ اہل بیت سے بھی شیعیان علی نے ایسا ہی سلوک کیا ہے۔

## حضرت امام حسن

جناب امیر علیہ السلام کے خلیفہ اکبر حضرت امام حسنؑ سے حضرات شیعہ اس لئے ناراض ہیں کہ آپ نے امیر معاویہ سے صلح کر کے مسلمانوں کو کشت و خون سے بچالیا۔ جناب محدوح اپنے شیعہ کے جو روستم کی جس قدر نکایت کرتے ہیں۔ ذیل کی روایات سے ظاہر ہیں۔

(۱) جلاء العیون اردو ص ۱۲ میں ہے :- جب ان منافقین نے یہ کلام حضرت سے سنا۔ ایک نے دوسرے پر نظر کی اور کہا۔ اس کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو معاویہ سے صلح منظور ہے۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ منصب خلافت معاویہ کو دلائیں پس سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہا معاویہ اللہ کا فرزند یہ شخص مثل پدر کافر ہو گیا ہے۔ یہ کہلر بلوہ کر دیا اور اسباب امام حسنؑ کا لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جلے نماز حضرت کی پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی۔ اور روار دوش مبارک سے اتار لی۔

(۲) جلاء العیون ص ۱۷۔ حضرت نے فرمایا۔ بخدا سو گند اس جماعت کے میرے لئے معاویہ بہتر ہے۔ یہ لوگ دعوے کرتے ہیں۔ کہ ہم شیعہ ہیں۔ اور میرا ارادہ قتل کیا اور میرا مال لوٹ لیا۔ بخدا اگر معاویہ سے میں عہد لوں۔ اور اپنا خون حفظ کروں۔ اور اپنے اہل و عیال میں امن ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے۔ کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں۔ اور میرے اہل و عیال و عزیز قریب ضائع ہو جائیں۔ بخدا سو گند اگر میں معاویہ سے جنگ کروں۔ یہی لوگ مجھے اپنے اٹھ سے پکڑ کے معاویہ کو دیدیں۔

(۳) اسی کتاب کے ص ۱۷ میں ہے۔ شیخ کشتی نے تسبیح معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے۔ کہ ایک روز امام حسنؑ اپنے گھر سے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ ناگاہ ایک سوار آیا کہ اے سفیان بن لیث کہتے تھے۔ اس نے کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اے ذلیل کفندہ مومن! ان روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ شعیان علیؑ نے ان کے خلف کبر حضرت امام حسنؑ سے کیا جس سبک کیا۔ صرف اس جرم پر کہ معاویہ سے صلح کرتا ہے۔ ان کو اور ان کے قبلہ جناب امیر کو معاویہ کا فر کہا بلوہ کر کے اُن پر ٹوٹ پڑے۔ مال ٹوٹ لیا۔ اور آپ کے پاؤں کے نیچے سے مصلے کھینچ لیا۔ اور دوش مبارک سے چادر اتار لی۔ پھر ایک مخلص نے آپ کو ذلیل کفندہ مومن! خطاب دیا۔ یہ تو ان شیعوں کی کروت بھی جہول نے آپ کا جمال اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر حال کے شیعہ کا کیا کہنا۔

## متاخرین شیعہ

متاخرین شیعہ جو باتیں جناب ممدوح کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ کسی شہد نے اور باش کی طرف منسوب کی جائیں۔ تو وہ بھی ازالہ حیثیت عرفی کا استغاثہ دایر کر دے۔

چنانچہ تاخرین شیعہ کا سرگروہ ملا باقر مجلسی امام مروج کی نسبت یوں گوہر افشانی کرتا ہے۔ جلاء العیون اردو ص ۸۱ میں ہے۔ روایت ہے۔ کہ ایک روز امام حسنؑ مجلس معاد یہ میں تشریف رکھتے تھے۔ مروان نے کہا۔ آپ کی مونچھوں کے بال جلد سفید ہو گئے ہیں۔ امام حسنؑ نے فرمایا سبب اس کا یہ ہے کہ ہم بنی ہاشم کا دم میں خوشبو دیا رہے۔ اور ہماری ازواج بوجہ بوسے خوش استنشام کرتی ہیں۔ اور ان کی ہوائے نفس سے ہمارے بال شارب کے سفید ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ تم بنی امیہ گندہ من ہو۔ تمہاری ازواج تمہارے دمہنوں سے احتراز کرتی اور اپنا منہ تمہارے رخسار کی جانب رکھتی ہیں۔ اس سبب کے تمہارے رخسار جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ پس مروان نے کہا تم بنی ہاشم میں ایک فضیلت بدیہ ہے۔ کہ خواہش جماع زیادہ رکھتے ہو۔ امام حسنؑ نے فرمایا خواہش ہماری عورتوں سے سلب کی گئی۔ اور وہ بھی مردوں میں اضافہ ہوئی۔ اور تمہارے مردوں سے علیحدہ کر کے تمہاری عورتوں میں دی گئی ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ زن امویہ سوائے مرد ہاشمی دوسرے سے سیر نہیں ہو سکتی۔

لاحول ولا قوۃ ایسی فحش اور بیہودہ گفتگو تو اوباش لوگ بھی کرنے سے شراتے ہیں۔ اور پاک لوگوں کے ذمے ایسا افتراء کردہ سر مجلس جنبی نوؤں کے سامنے اپنی مستورات (ازواج) کی نسبت ایسی بے شرمی کی باتیں بیان کرتے تھے کہ وہ ہمارے منہ کی خوشبو سونگھتی ہیں۔ اور ان کے نفسانی جذبات کے اثر سے ہمارے بال شارب سفید ہو جاتے ہیں۔ اور پھر یہ تقدس لوگ دوسروں کی مستورات پر ایسا کینہ حملہ کر سکتے ہیں۔ کہ تمہاری عورتوں میں اس قدر شہوت تیز ہوتی ہے۔ کہ وہ ہاشمی مردوں کے سوا سیر ہی نہیں ہوتیں۔ اکثر اکبر ایسے نادان دیستوں سے دانا دشمن اچھا ہوتا ہے۔ تراژدھا گر بود یا رخسار از اہل بد و غم گسار

دیکھئے۔ توشیحہ صاحبان جو بھنگ نوشوں کی مجلس میں دارے پر میٹھ کر آپس میں یادہ گونی کیا کرتے ہیں۔ اسی پر ان پاک نفوس کو بھی تیاس کرتے ہیں۔ شرم۔ شرم توبہ۔ توبہ تا عاقبت اندیش راوی نے حضرت امام حسنؑ کی پاک ذات پر کیا پاجیانہ حملہ کیا ہے۔ کہ وہ سراجلاس الہی بدہند ہی اور اخلاق سے گری ہوئی باتیں کیا کرتے تھے جو ہوا پر دست۔ بے تمیز مشفقہ کے تخلیق میں میٹھ کر باہم ایسی فحش گونی کیا کرتے ہیں۔

مگر امام تو امام شیعہ حضرات تو انبیاء کو بھی ایسے الزام دیتے سے دریغ نہیں کیا کرتے چنانچہ یہی حضرت ملا باقر مجلسی اپنی مصنفہ کتاب حیات القلوب جلد اول میں رقمطراز ہیں۔ و بسند معتبر حضرت امام رضا منقول بہت کہ از اخلاق پیغمبران بہت خود را پاکیزہ کردن و خود را خوشبو کردن و بسیار جماع کردن و بسیار زنان و دشمن (ترجمہ) امام رضا فرماتے ہیں کہ پیغمبروں کے اخلاق میں اسبندہ بدن کو پاکیزہ رکھنا خوشبو لگاتے رہنا بہت جماع کرنا اور بہت عورتیں رکھنا۔

لاحول ولا قوۃ۔ شہوت پرستی اور کثرت جماع پیغمبروں کے اخلاق میں شمار کیا جاتا ہے شیعو! ہوش کرو مخالفین اسلام تمہاری یہ روایات دیکھ کر شان انبیاء و ائمہ میں کیا کھینکے؟ افسوس اسے

بے فروغت حکم آمد نے اصول و شرم باید از خدا و از رسولؐ

## قاتلان امام حسینؑ شیعہ تھے۔

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے جو سلوک شیعہ نے کیا کتب شیعہ پر شاہد ہیں۔ کوفہ سے ہزاروں کی تعداد میں مراسلات بھیج کر امام علیہ السلام کو نہ گویا۔ پہلے حضرت امام مسلمؑ کو معہ خود رسالہ سچوں کے شہید کیا۔ پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کو انہی شیعہ حضرات نے نہایت بے دردی سے قتل کیا۔ چنانچہ جلاء العینوں اردو جلد اول ص ۱۸۱ میں تصریح ہے۔

پس میں ہزاروں دعوتی نے امام حسین سے بیعت کی۔ اور جنہوں نے بیعت کی تھی خود انہوں نے تمشیر امام حسینؑ پر بھیجی۔ اور مہذبہ بیعت ہائے امام حسینؑ ان کی گردنوں میں بھتیں کہ امام حسینؑ کو شہید کیا۔ (اس سلسلہ کی تفصیل آگے آئیگی)

## قاتلان امیر علیہ السلام شیعہ تھے

اسی طرح امیر المومنین علی المرتضیٰؑ بھی شہر کوفہ میں جو شیعیان علیؑ کا مرکز تھا۔ ایک لاکھ کے ہاتھ سے شہید ہوئے چنانچہ جلاء العین اردو ص ۱۸۱ میں درج ہے :-  
علی بن ابیطالب پے کنندہ ناقص صراح کے ہاتھ سے اس شہر میں جہاں ہجرت کریگا





کی واردہ دہائی حضرت امام صادق علیہ السلام پر رکھتے ہیں۔ ان حضرات کی نسبت جو جو  
اہل امام شیعہ صاحبان نے لکھے ہیں۔ شکر تجب آتا ہے۔

(۱) امام محمد باقر کی نسبت شیعہ کی ایک معتبر کتاب حدیث من لایحضرہ الفقیہ جلد ۱

صلح میں لکھا ہے:-

”وَدَخَلَ أَبُو جَعْفَرٍ الْبَاقِرُ الْخَلَاءَ فَوَجَدَ لِقَاءَ خُزَيْنٍ فِي الْقَدْرِ فَأَخَذَهَا وَ  
عَسَلَهَا وَدَفَعَهَا إِلَى مَمْلُوكٍ كَانَ مَعَهُ فَقَالَ تَكُونُ مَعَكَ لِأَهْلِهَا إِذَا  
خَرَجْتُ لَكُمَا خَارِجٌ قَالَ لِلْمَمْلُوكِ أَيْنَ الْفَقِيهَةُ قَالَ أَطْلَعَهَا يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ

(ترجمہ:-) امام محمد باقر بیت الخلا (پاخانہ) میں داخل ہوئے۔ تو وہاں ایک روٹی کا  
ٹکڑا گوہ میں پڑا ہوا دیکھا۔ آپ نے اٹھا کر دھولیا۔ اور اپنے غلام کے حوالہ کیا۔ کہ اسے

محفوظ رکھنا۔ جب میں باہر نکلوں گا۔ اسے کھاؤں گا۔ جب آپ باہر نکلے تو کرے ٹکڑا  
مانگا۔ اس نے کہا۔ حضرت وہ تو میں نے کھالیا۔ آپ نے کہا جابیں نے تجھے آزاد کیا۔

کیونکہ تو ٹکڑا کے کھانے کی وجہ سے جنتی ہو گیا۔ (اور جنتیوں سے خدمت نہیں لیا کرتے)  
دیکھے! یہ کیسا انعام و الامقام ہے۔ کہ آپ گوہ سے موت ٹکڑا کو دھو کر کھا

لینا جائز نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ اس میں الٹا ثواب سمجھتے۔ کہ کھانے سے جنت مل جاتی ہے  
بجائی جنت تو پاک ہے۔ پھر ناپاک چیز کے کھانے سے کیسے مل سکتی ہے؟

(۲) کیا حضرت امام پہلے جنتی نہ تھے؟ کہ گوہ سے موت ٹکڑا کھا کر جنتی بننا  
چاہتے تھے۔

(۳) یہ بھی عجیب بات ہے۔ کہ جنت ایسی ارزان ہو گئی۔ کہ صرف ایسے شخص لقمہ

کھانے سے مل جاتی ہے۔ بہر حال امام ہمام کی طرف ایسی روایت منسوب کرنا  
ان کی ذات اقدس کی از حد حق میں ہے۔

(۴) اِنَّ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَقُولُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ  
الْآخِرِ فَلَا يَدَّخُلُ النَّحْلَ اِلَّا بِمِيزْرٍ قَالَ فَدَخَلَ ذَاتَ يَوْمٍ النَّحْلَ فَلَمَّا

فَلَمَّا اَنَّ اَطْبَقَتِ النَّوْمَرَةُ عَلَى بَدَنِهِ اَلْقَى الْمِيزْرَ فَقَالَ لَهُ مَوْلَى لَهُ يَا بَنِي  
اَنْتَ وَاقِي لَنْتُكَ لَوْ صَبَبْنَا بِالْمِيزْرِ وَلَمْ نَرَوْهُ وَقَدْ اَلْفَيْتُهُ عَنْ تَفْسِيكَ

فَقَالَ لِمَا عَلِمْتُ اَنَّ النَّوْمَرَةَ اَطْبَقَتِ الْعَوْرَةَ - شروع کافی جلد ۲ ص ۷۷

ترجمہ۔ امام باقر علیہ السلام کہا کرتے تھے۔ کہ جو خدا اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے وہ حمام میں تہ بند باندھے بغیر داخل نہ ہوا کرے۔ ایک روز آپ حمام میں داخل ہونے لگے۔ تو اپنی شرنگاہ کو آپ نے چو نہ لگا لیا۔ جب چو نہ لگا چکے۔ تو تہ بند کھونکر پھینک دیا۔ نہ م نے عرض کی۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ تو ہمیں تہ بند باندھنے کا ضروری حکم دیا کرتے تھے۔ اور آج آپ نے تہ بند اتار کر پھینک دیا ہے۔ تو فرماتے لگے تجھے معلوم نہیں ہے۔ کہ چو نہ لے شرنگاہ کو چھپا لیا ہے۔

توبہ توبہ! امیر پاک کے ذمے یہ کیسا افترا ہے۔ کہ لوگوں کو تو تہ بند باندھے حمام میں داخل ہونے کا حکم دیتے تھے۔ اور خود شرنگاہ کو چو نہ لگا کر تہ بند پھینک اپنے غلام کے سامنے تنگ و پھڑنگ کھڑے ہو گئے۔ اور اس شے مستعرض ہونے پر یہ جواب با صواب دیا۔ کہ چو نہ لگا لینا شرعاً کئے کے کافی ہے۔ کیا ایسی حرکت بھی کوئی با حیا آدمی کر سکتا ہے؟ ایسی بیہودہ روایات آپ کے ذمے لگا کر آپ کی ہتک کی جاتی ہے۔ مستغفر اللہ! ایک اور سنئے۔

رواض، فروع کافی جلد ۲ ص ۱۱۱ میں ہے۔ عَنْ أَبِي حَسَنٍ الْمَاضِي قَالَ الْعَوْرَةُ عَوْرَتَا الْقُبُلِ وَالْأُتْرُقَاتُ مَسَامُومَاتُ الْأَلْيَتَيْنِ فَإِذَا اسْتَوَتْ الْقَضِيبُ وَالْبَيْضَتَيْنِ فَقَدْ سَوَّيْتَ الْعَوْرَةَ وَقَالَ فِي سَرِّهَا أَيْهَا أُخْرَى قَالِمَا الدُّبُرُ فَقَدْ سَوَّيْتَهُ الْأَلْيَتَانِ وَأَمَّا الْقُبُلُ فَاسْتَوِيَتْ بَيْنَهُمَا (ترجمہ :- امام ابو الحسن ماضی فرماتے ہیں۔ کہ شرنگاہیں صرف دو ہیں اگلی اور پھیلی۔ پھیلی تو خود جوڑوں سے جھپی ہوئی ہے۔ صرف اگلی کو ڈھانک لو۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ کہ اگلی تو فقط ہاتھ سے چھپا لو بس شرعاً حرام ہو گیا)

لا حول ولا قوۃ۔ اما ان پاک درجہ تو بہت رفیع ہے۔ کوئی با حیا شخص ایسا حکم دے نہیں سکتا۔ کہ انسان الفتن کا ذکر پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو جائے۔

(۴) اسی فروع کافی جلد ۲ ص ۱۱۱ میں ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ النَّظَرُ إِلَى عَوْرَتِكَ مِنْ كَدِّسٍ بِمِثْلِ نَظَرِكَ إِلَى عَوْرَتِ الْحَارِثِ۔

(ترجمہ :- امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کافر مرد یا عورت کی شرنگاہ کو دیکھ لینا ایسا ہے جیسا کہ عورت کی شرنگاہ دیکھ لینے میں مضائقہ نہیں ہے)

جداہ چہ خوش! حضرات شیعہ اپنے ائمہ عظام کی طرف کیسے عجیباً منسوب کرتے ہیں کہ مسلمان مرد و عورت کی شرمگاہ تو چونہ سے یا ہاتھ سے ڈھاپ لینا چاہیے۔ ہاں کافر مرد و عورت کی شرمگاہ دیکھا کر دو۔ جیسے گدھے کی شرمگاہ کو ستر نہیں ہے۔ ستر کافر کا بھی وہی حکم ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ۵

نگاہ شوق کو حاصل ہے کیا کیا لطیف نظارہ کہ عریاں دیکھنا جائز ہے معشوقانِ فراق  
اسی قسم کے عجیب غریب مسائل ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ ذیل میں ان میں سے کسی قدر مسائل بطور مشتمل نمونہ خردوار درج کئے جاتے ہیں۔

## مسائل شیعہ جو ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کی گئی ہیں

پہلا مسئلہ۔ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بگوار ہوتا ہے یعنی معاذ اللہ وہ جاہل ہے۔ اس کو سب باتوں کا علم نہیں۔ اسوجہ سے اس کی اکثر پیشین گوئیاں غلط ہو جاتی اور اس کو اپنی رائے بدلتا پڑتی ہے۔

یہ ایسا ضروری مسئلہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کے برابر کوئی عبادت نہیں ہے۔ چنانچہ اصول کافی ص ۱۱ میں مستقل باب ہی بدار کے متعلق باندھا گیا ہے۔ احادیث ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) عَنْ سُرَّامَةَ بْنِ اَعْيَنَ عَنْ اَحَدِهِمَا قَالَ مَا عْبَدَ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِثْلَ الْبَدَاءِ

(۲) عَنْ مَالِكِ الْجَمَّاعِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ لَوْ عَلِمَ النَّاسُ مَا فِي الْقَوْلِ بِالْبَدَاءِ مِنْ الْاَجْرِ مَا اَثَرُوا عَنْ الْكَلَامِ فِيهِ۔

(۳) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي مَرْزُوقٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ مَا تَدْبَأُ نَبِيَّ قَطُّ حَتَّى يَقْرَأَ اللَّهُ بِحُجْسٍ بِالْبَدَاءِ الْمَشِيئَةِ وَالسُّجُودِ وَالْعَبُودِيَّةِ وَالطَّاعَةِ۔  
(ترجمہ) ۱۔ سُرَّامہ بن اعین نے حضرت امام باقر صادق ؑ سے روایت کی ہے کہ خدا کی عبادت بدار کے برابر کسی چیز میں نہیں ہے (۲) مالک جہنی کہتے ہیں کہ امام صادق ؑ نے کہا اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ بدار کے اقرار کرنے میں کتنا ثواب ہے تو وہ اس سے باز نہ رہیں۔ (۳) مرزومہ بن حکیم راوی ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے کہا کسی نبی کو نبوت نہیں ملی جب تک اس کے پانچ چیزوں کا اقرار نہ لیا گیا ہو۔ بدار اور شیئت اور سجدہ۔



ان روایات سے بدار کا ضروری مسئلہ ہوتا۔ اس کا ثواب عظیم۔ اعلیٰ عبادت میں داخل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہی بات کہ بدار کیا چیز ہے۔ سو اس کے متعلق ہمیں پہلے کتب لغت کی طرف رجوع کرنا چاہیے کتب لغت میں لکھا ہے۔ بَدَأَ اللہ اَنتَی ظَهَرَ لَہُ مَا کَانَ یَظْہَرُ (ظان شخص کو بدار ہوا یعنی وہ چیز معلوم ہوئی۔ جو پہلے معلوم نہ تھی۔

## بدار کی مثالیں

شیخ کی کتابوں میں بدار کے واقعات بہت مذکور ہیں۔ ذیل میں صرف دو واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) امام جعفر صادقؑ نے بتایا کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے فرزند اسمعیلؑ کو امام کے لئے نامزد کیا ہے۔ لیکن اجد میں فرمایا کہ بجائے اسمعیل کے موسیٰ کاظم کو خدا نے امام بنایا ہے۔ جیسا کہ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں روایت کی ہے عَنْ جَعْفَرِ الصَّادِقِ اَنَّهُ جَعَلَ اِسْمَعِیْلَ الْقَائِمَ مَقَامَہٗ بَعْدَ مَا کَفَّہُمْ مِنْ اِسْمَعِیْلَ مَا کَفَّرَہُ فَقَدْ جَعَلَ قَائِمَ مَقَامِہٗ مُوسٰی فَسُئِلَ عَنْ ذٰلِکَ فَقَالَ بَدَأَ اللہُ فِی اِسْمَعِیْلَ مَا بَدَأَ اللہُ فِی شَیْءٍ کَمَا بَدَأَ اللہُ فِی اِسْمَعِیْلَ اَبْنِی (ترجمہ: امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ انہوں نے اسمعیل کو اپنا قائم مقام اپنے پیچھے بنایا۔ پھر اسمعیل کے کچھ ناپسندیدہ حرکت سرزد ہوئی۔ تو پھر موسیٰ کاظم کو اپنا قائم مقام بنا دیا۔ اس کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو امام نے فرمایا اسمعیل کے متعلق خدا کو بدار ہوا۔ اور خدا کو کبھی پہلے ایسا بدار نہیں ہوا۔ جیسا کہ میرے اسمعیل کے بارے میں دوسرا واقعہ۔ امام علی تقیؑ نے خبر دی ہے کہ میرے بعد میرا بیٹا محمد امام ہوگا۔ لیکن شاید خدا کو علم نہ تھا۔ کہ وہ باپ کی زندگی میں فوت ہو جائیگا۔ جب وہ فوت ہو گئے۔ تو معاذ اللہ خدا کو رائے بدلتی پڑی۔ پھر جن عسکری امام ہو گئے۔ یہ واقعہ صول کافی میں مذکور ہے عَنْ اَبِی الرَّاسِخِ الْجَعْفَرِیِّ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ اَبِی الْحَسَنِ عَلَیہِ السَّلَامُ فَقَدْ مَا مَضٰی اَنَّهُ اَمَّا جَعْفَرٌ وَرَاقِی لَا تَلْکُمُ فِی نَفْسِی اُرِیدُ اَنْ اَقُولَ کَاثَمًا اَعْنٰی اَبَا جَعْفَرٍ وَ اَبَا مُحَمَّدٍ فِی هٰذَا الْوَقْتِ کَاثَمٌ کَاثَمٌ وَ اِسْمَعِیْلُ وَ اَنْ قِصَّتْہُ فَقِصَّتْہُمَا اِذَا

كَانَ أَبُو مُحَمَّدٍ - ثُمَّ جَاءَ عَبْدُ أَبِي جَعْفَرٍ مَا قَبْلَ عَلَى أَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ أَنْ أَنْطَقَ  
 فَقَالَ نَعَمْ يَا أَبَاهَا شَهِدَ اللَّهُ فِي أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدَ أَبِي جَعْفَرٍ مَا لَمْ تَكُنْ تُعْرِفُ لَهُ  
 مَا بَدَا لَهُ فِي مُوسَى عَبْدَ مَضَى إسماعيلَ مَا كَشَفَ بِهِ عَنْ حَالِهِ وَهُوَ مَا حَدَّثَكَ  
 لَفْظَكَ وَلَيْتَ كَمَا الْمُبْطِلُونَ وَأَبُو مُحَمَّدٍ ابْنِي أَخْلَفَ مِنْ بَعْدِي عِنْدَكَ عِلْمٌ مَا  
 يَحْتَاجُ إِلَيْهِ وَمَعَهُ أَنَّهُ الْأَمَامَةُ (ترجمہ:-) ابواہا ثم جعفری سے روایت ہے۔ کہتے  
 ہیں میں ابوالحسن (امام تقی) کے پاس بیٹھا ہوا تھا جبکہ ان کے بیٹے ابو جعفر (محمد) فوت  
 ہو گئے۔ اور میں اپنے دل میں خیال کر رہا تھا۔ اور یہ کہنا چاہتا تھا کہ محمد اور حسن عسکری کا  
 معاملہ اس وقت موسیٰ کاظم اور اسمعیل کا سا ہے۔ ان دونوں کا واقعہ بھی ان دونوں کی  
 طرح ہے۔ اچانک امام تقی میری طرف متوجہ ہو گئے۔ ابھی میں بات کہنے نہ پایا تھا۔ اور  
 کہا۔ اے ابواہا ثم خدا کو ابو محمد یعنی حسن عسکری کے بارہ میں محمد کے بعد بارہ ہوا جو بات  
 معلوم نہ تھی۔ وہ معلوم ہو گئی جیسا کہ خدا کو بارہ موسیٰ کاظم اسمعیل کے بعد بارہ ہوا تھا جس  
 اصل حقیقت ظاہر ہو گئی۔ اور یہ بات ویسی ہی ہے جیسے تم نے اپنے دل میں خیال کی۔ اگرچہ  
 بدکار لوگ اس کو ناپسند کریں۔ اور ابو محمد (حسن عسکری) میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ اس کے  
 پاس تمام ضرورت کی چیزوں کا علم ہے۔ اور نیز اس کے پاس امامت بھی ہے۔

اور یہ بات کہ بدکار کے ماننے کے خدا کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔ خود علماء اثنی عشریہ نے تسلیم  
 کر لیا ہے چنانچہ مولوی دلدار علی مجتہد اعظم شیعہ نے اپنی مصنفہ کتاب اسماں الاصول  
 ص ۱۷۱ میں تحریر کیا ہے۔ اعْلَمَنَّ أَنَّ الْإِدْبَاؤَ لَا يَتَّبَعِي أَنْ يَقُولَ بِهِ أَحَدٌ لَكَ يَكْنِزُ  
 أَنْ يَتَّصِفَ الْإِدْبَاؤُ تَعَالَى بِالْجَهْلِ مَا يَجْعَلُ أَجَانًا جَابِسًا۔ کہ بدکار کا قائل ہونا نہیں  
 چاہئے۔ کیونکہ اس کے باری تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے)

اگر متاخرین شیعہ میں سے مولوی دلدار علی صاحب جیسے علماء مناظرین کو جب اہل سنت نے  
 شرمندہ کیا۔ تو یہ کہنے لگے کہ بدکار کا قائل ہونا نہ چاہئے۔ لیکن شیعہ مولوی دلدار علی کو انہیں۔ یا

حاشیہ ص ۱۷۱ عجیب ہے حسب ذیل کتب شیعہ امام کی یہ علامت ہے کہ وہ بجائے رحم کے ران سے پیدا ہوئے  
 ہیں۔ اور ان کی پیشانی پر آیت وامت کلمہ راتک صدقوا وعدہ لکھی ہوتی ہوتی ہے نیز رسول علیہ السلام نے حضرت علیؑ  
 کو بارہ دفعہ سر پر رکھ کر اس کے نام بنام لکھ دئے تھے جو جبرائیلؑ درگاہ الہی سے لائے تھے پھر حضرت امام کو مبالغہ کیسے دیکھا  
 اسمعیل بھی ان سے پیدا ہوئے ہونگے۔ ان کے ساتھ بھی برائیت بھی لکھی ہوگی۔ اور فائدہ بھی ان کے پاس کا موجود ہوگا پھر خدا  
 کو کبھی شناخت نہ ہوئی مگر اعلان کرنا پڑا کہ اسمعیل نہیں بلکہ موسیٰ کاظم۔ انہوں نے۔ یا للجب

یا اصول کافی جیسی سند اور مصدقہ امام مدنی کتاب حدیث کا اعتبار کریں بشیوعہ براء کے  
 ماننے پر مجبور ہیں۔ ۲۵۰ سچہ استاد ازل گفت ہماں میگویکم۔ تعوذ باللہ حب حضرات شیعہ  
 خدا کے براء کے قائل ہو کر خدا کو جاہل بنا رہے ہیں۔ تو دوسروں کو کیا شکایت ہے  
 سمجھ میں ہی نہیں آتی ہے کوئی بات دوقل انہی ذکر کوئی جائے تو کیا جائے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

## دوسرا مسئلہ تفسیر

شیعہ کا ایک مسئلہ تفسیر کا ہے۔ کتب شیعہ میں اس کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ اور علی عبادت  
 میں شمار کیا گیا ہے۔ اصول کافی ص ۱۸۱ میں ہے۔ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ التَّحْقِيقُ مِنْ دِينِي  
 وَدِينِ آبَائِي وَكَوْنِ اِيْمَانٍ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهُ (امام محمد باقرؑ نے فرمایا۔ تفسیر میرا اور میرے باپ  
 و ادا کا دین ہے۔ اور جو تفسیر نہ کرے۔ اس کا کوئی ایمان ہی نہیں ہے)

نیز اصول کافی ص ۱۸۱ میں ہے۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا بَا عُمَرَ إِنَّ تَسَعَةَ أَهْلِ  
 الدِّينِ فِي التَّحْقِيقِ وَكَوْنِ دِينٍ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهُ (امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ ۱۰ بے بو عمر  
 نو حق دین کے تفسیر میں ہیں۔ جو تفسیر نہ کرے وہ بییدین ہے)

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ اتنی بڑی عبادت شیعوں کا دین۔ ایمان (تفسیر) چیز کیا ہے؟ سو وضع  
 ہو کہ تفسیر کہتے ہیں خلاف حق (جھوٹ) بات کہنا اور حق کا انکار کرنا جیسا کہ روایات ذیل سے  
 ظاہر ہوتا ہے۔

اصول کافی ص ۱۸۱ میں ہے۔ عَنْ أَبِي بصير قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ التَّحْقِيقُ  
 مِنْ دِينِ اللَّهِ قُلْتُ وَمِنْ دِينِ اللَّهِ قَالَ أَيْ وَاللَّهِ مِنْ دِينِ اللَّهِ وَلَقَدْ قَالَ يُوسُفُ لِقَوْمِهِ  
 الْعَالَمِينَ لَكُمْ كَسَارُ قُوْنٍ وَاللَّهُ مَا كَانُوا اسْرَقُوا شَيْئًا وَلَقَدْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ إِنَّي سَقِيمٌ وَاللَّهُ  
 مَا كَانُ سَقِيمًا (ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا تفسیر خدا کے دین سے  
 ہے۔ راوی نے کہا کیا خدا کے دین سے ہے؟ امام نے فرمایا بخدا خدا کے دین سے ہے یہ تفسیر

نہ یہ غلط ہے کہ یوسفؑ نے ایسا کہا۔ قرآن میں لکھا ہے۔ ثُمَّ أَذِنَ يَسْرِى وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونُ بِسْمِ اللَّهِ إِنَّكُمْ كَارِهُونَ  
 (ترجمہ۔ کسی بچا نہ رہے نے یہ بچار کی کہ فائدہ تو تم جو یہو شیعہ کی قرآن دانی پر انہوں سے ہے کہ یہ بات حضرت یوسفؑ کی طرف  
 منسوب کر دی۔ کیا کہیں معذور ہیں۔ قرآن پر یقین ہو تو اسکو پڑھیں اور حمانی سمجھیں ایسا ہی ابراہیمؑ کا یہ کہنا کہ میں بیمار  
 جھوٹ نہ تھا۔ ایک صادق الایمان شخص کفار کے نزع میں آجائے۔ اس کا دل سخت پیغمبر ہو جاتا ہے صحبت ناجنس سے  
 بڑھ کر بیماریاں کیا ہوگی۔ تو اب بچار کہنا کہ میں بیمار ہوں اور واقعہ تھا جھوٹ نہ تھا مگر شیعہ کی سمجھ کو کیا کہا جائے؟

نے کہا اے قافلہ والو تم جو یہ سوچنا انہوں نے کوئی چوری نہ کی تھی۔ ابراہیمؑ نے کہا میں ہمارے بچہ بخدا وہ بیمار نہ تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں جیسا کہ معاذ اللہ یوسفؒ اور ابراہیمؑ جھوٹ بولے کہ قافلہ والوں نے کوئی سرفرہ نہ کیا تھا۔ ان کو سارق کہا گیا۔ اور ابراہیمؑ تندرست تھے جھوٹ موٹ بیمار بن بیٹھے۔

(۲) حیات القلوب جلد ۳۳ میں ہے:-

دو چند حدیث مقبرہ دیگر فرمود کہ تقیہ یہی کہیں بہ تقیہ اصحاب کہف نہیر سد بدستیکہ ایشان ز تار ملت سند و بعد گاہ مشرکان حاضر میشدند پس خدا ثواب ایشان را مضاعف گردانید۔

(ترجمہ۔ دوسری احادیث مقبرہ میں ہے کہ کسی شخص کا تقیہ اصحاب کہف کے تقیہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ جو چاہتے اور کفار کی عیدوں میں شامل ہوا کرتے تھے)۔ اور خدا نے ان کا ثواب دو چند کر دیا ہے۔

اس روایت سے بوضاحت ثابت ہوا کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں۔ بڑے تقیہ باز اصحاب کہف تھے۔ وہ یہاں تک جھوٹ بولتے تھے کہ مسلمان ہو کر خجوبہ بن لیتے۔ اور شرک بنکر کفار کی عیدوں میں شامل ہو جاتے۔ اور اس کا ثواب عظیم حاصل ہوتا۔ اللہ اللہ! شیعہ خود تو جھوٹ بولا کریں۔ تقیہ کا ثواب لوٹیں۔ لیکن پاک لوگوں پیغمبروں۔ اولیاءوں۔ اماموں کو تقیہ یا جھوٹ کہنے والا کہنے میں تامل کیا کریں مگر نہیں۔ ان کی دست شمع سے نہ امام بچتا ہے نہ ولی نہ نبی۔ اس وقت رسالہ موعظہ تقیہ جس میں علامہ حایریؒ لکھے گئے ہیں میرے سامنے ہے۔

اس میں بعنوان جناب امیر علیہ السلام کا تقیہ یوں درج ہے۔ فرمایا۔ اس صوبہ میں میں کوں بیکار کر چکا ہوں۔ امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام نے خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں تقیہ کیا اور ضرورت تقیہ کیا۔ کیونکہ جس طرح صدر اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۹۰ اضرار و اعوان ہونے کے باوجود تقیہ کیا۔ جناب امیر علیہ السلام نے بھی قلت اضرار و اعوان

لہ رسول خدا اور تقیہ خدا کیلئے عذر و رسول پاک نے ہر خبیث کفار کو سے اذیتیں اٹھانی تھیں تکالیف کا سامنا ہوا۔ اظہار حق اور اعلان کلمہ تو عید سے نہڑ کے یہی وجہ ہے کہ اسلام کی اشاعت بلا اذکار میں ہو گئی۔ اور کفر و ظلمت کی تاریکی دور ہو گئی۔ اگر رسول خدا تقیہ کرتے۔ تو اسلام کس طرح پھیلتا؟

قلت اعوان و اضرار کا عند فضول ہے جن کے شامل حال نصرت الہی ہوتی ہے۔ وہ قلت و کثرت اعوان کی پروا نہیں کیا کرتے۔ ساری خدائی کی طرف فضل الہی کی طرف۔ حضرت علیؑ کے زمانہ میں تو اسلام کے نام لہوا لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ رسول پاک کے پاس کوئی فوج تھی؟ جب پلے پلے ابتدا میں کفار کے سامنے حکمت الحق تو جلد الہی کا اعلان کیا۔ پھر جناب امیر علیہ السلام جیسا کہ بیخ الباقین میں لکھا ہے۔ صلوات اللہ علیہ ان کے مقابلہ کی طاقت رکھتے تھے۔ اور

اور اس میں بعنوان جناب امیر علیہ السلام کا تقیہ یوں درج ہے۔ فرمایا۔ اس صوبہ میں میں کوں بیکار کر چکا ہوں۔ امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام نے خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں تقیہ کیا اور ضرورت تقیہ کیا۔ کیونکہ جس طرح صدر اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۹۰ اضرار و اعوان ہونے کے باوجود تقیہ کیا۔ جناب امیر علیہ السلام نے بھی قلت اضرار و اعوان



کے سبب خلفاء سے تقیہ کیا۔ اس تقیہ کرنے سے اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و قوت جرات پر کوئی حریف نہیں وارد ہوتا۔ تو لازماً فتنہ سولہ (علی) پر جو کسی طرح پیغمبر کے کئی صف میں بھی زیادہ نہ تھے۔ کوئی اعتراض لازم نہیں آسکتا۔ مزید برآں جناب امیر نے بھی محض حفاظت اسلام کے لئے اس وقت تقیہ کیا۔ اگر وہ تقیہ نہ کرتے۔ تو صدر اسلام کا زمانہ تھا۔ اور مسلمانوں کی باہمی کشمکش سے اسلام خطرہ میں پڑ جاتا پس علیؑ نے بنا بر احادیث معتدہ ثلاثہ کی بیعت ہرگز نہیں کی۔ اور تقیہ میں وہ زمانہ گزرا دیا۔ ہاں اگر آپ کو بیعت ثلاثہ کے لئے مجبور کیا جاتا۔ تو لازماً پھر وہ بیعت کے مقابلہ میں خود الفقار اٹھانے کو ترجیح دیتے۔ اور تقیہ توڑ ڈالتے۔ مگر اخبار معتبرہ کی بنا پر نہ بیعت کیلئے وہ مجبور کئے گئے۔ نہ انہوں نے تقیہ توڑا باوجود تقیہ کرنے کے بھی یا اعتراضات اکابر علماء اہل سنت علیؑ نے سیرت ثلاثہ پر عمل نہیں کیا بلکہ عمل کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت ظاہری کا زمانہ کر لیا۔ اور آپ نے دوران خلافت میں اصحاب ثلاثہ کے رخنے ڈالے ہوئے اسلام سے سب زائل کر دیئے۔ اور اس کو از سر نو احیا کر لیا۔

## مسئلہ تقیہ کی ایجاد

موجود ان تہذیب شیعہ نے جب یہ دیکھا۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کے خطبات اور ائمہ اہلبیت کے اقوال سے اصحاب ثلاثہ کی تعریف بحد پائی جاتی ہے۔ اور نیز جناب امیر علیہ السلام عہد خلافت اصحاب ثلاثہ میں ان سے شیر و شکر رہے۔ اور ہر معاملہ میں ان کے شیر باتیر رہے۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ مال غنائم سے حصہ لیتے رہے۔ اور مابعد وظائف نقد و جنس حاصل کرتے رہے۔ پھر کس طرح یقین کیا جائے۔ کہ اصحاب ثلاثہ سے وہ ناراض اور ان کی خلافت کو ناجائز سمجھتے تھے۔ اس کے جواب کیلئے انہوں نے

سنة شیعہ کی کتب معتبرہ اصول و فروع کافی۔ جلاء العیون۔ حلا حیدر میں تصریح ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کے کلمے میں رسولی و کلمہ بیعت کے لئے جو کلمہ کے پاس لکھئے۔ اہ آپ نے مجبوراً بیعت کی کیا یہ سب روایات جھوٹی ہیں؟ حایری کے پاس اس کے خلاف کوئی روایت معتبرہ ہے۔

سہ فروع کافی۔ کتاب الروضہ ص ۱۸ میں تصریح ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے فرمایا پہلے خلفاء کے دستور العمل کو اگر میں تبدیل کرنا چاہوں۔ تو لوگ مجھ سے مستغفر ہو جائیں گے۔ اس لئے میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا کیا جناب امیر علیہ السلام سچے نبی یا سید علی حایری۔ اس کی تفصیل اپنے مقدمہ پر آگئی تھی۔

مسئلہ تقیہ ایجا کیا۔ کہ یہ سب کچھ جناب امیر علیہ السلام اور ائمہ اہلبیت کا تقیہ تھا۔ جو بوجہ فضیلت رکھتا ہے۔ اور دین کی دس اجزا میں سے ۹ اجزا تقیہ میں ہیں۔ اور تمام ائمہ بلکہ انبیاء علیہم السلام کا دین و ایمان تقیہ ہی تھا۔ چلو چھٹی ہوئی۔ جاہل مریدوں کی تسکین خاطر کے لئے تقیہ کی پڑیہ کافی ہے۔ یہاں تک کہہ دیا۔ کہ ائمہ اہلبیت نے فرمادیا ہے۔ کہ دین حق ظاہر کرنے کے سیکھنے نہیں۔ بلکہ چھپانے کیلئے ہوتا ہے۔ اصول کافی صحت میں ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے اپنے ایک خاص شیعہ کو یوں فرمایا۔

يَا سَلِيْمَانُ اِنَّكُمْ عَلَى دِيْنٍ مِّنْ كَلِمَةِ اَخِيكَ اللهُ وَمَنْ اِذَا عَاذَ اللهُ (اے سلیمان تمہارا (شیعہ کا) ایسا مذہب ہے کہ جو اسکو چھپائے خدا اس کو عزت دیوے۔ اور جو اسکو ظاہر کرے خدا اسکو ذلیل کرے۔)

دوسری جگہ اسی کتاب کے ص ۵۵ میں ہے۔ عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ اِذَا عَاذَ عَلَيْنَا شَيْئًا مِّنْ اَمْرِنَا لَمْ يَكُنْ قَتْلَنَا عَمْدًا وَّ لَمْ يَقْتُلْنَا حَطَاً (امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص ہمارے مذہب میں سے کچھ ظاہر کر دے۔ گویا اس نے ہمیں عداقت قتل کروایا۔ نہ خطاؤں)

نیز کتاب مذکور کے ص ۵۵ میں ہے کہ مَنْ اِذَا عَاذَ عَلَيْنَا شَيْئًا سَلَبَهُ اللهُ الْاِيْمَانَ (صادقؑ نے فرمایا جو ہماری حدیث کو ظاہر کر دے۔ خدا اس کا ایمان چھین لیتا ہے) ہر ایک عاقل ذی بصیرت سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ حدیثیں یا رنگوں کی گھڑت ہیں۔ ورنہ ائمہ دین ایسا کیوں کہیں کہ حق کے اظہار سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ اور مذہب اور دین کی اشاعت موجب قہر الہی اور اس کا کتمان باعث خوشنودی خدا ہے۔ اور کہ ائمہ کی حدیث یا ان کا مذہب ظاہر کر دینا ایسا ہے جیسا ان کو عداقت قتل کر دینا۔ ہاں یہ درست ہے کہ رد افضل کا مذہب ضرور چھپانے کے قابل ہے۔ اس کی تشہیر باعث فتنہ و فساد اور امن عام میں خلل اندازی کا موجب ہے۔ اور مذہب رد افضل ہرگز ہرگز مذہب اہلبیت نہیں۔ ہو سکتا۔ بھلا جس مذہب میں اقباط المؤمنین (ازولج رسولؐ) کو گالیاں دینا ان کو لعنت و تہذیبنا جائز بلکہ دغل عبادت ہو۔ وہ کبھی اہل حق کا مذہب کہلا سکتا ہے؟ شاعر نے خوب کہا ہے کہ کہیں جو ناخلف بنفس و حسد امت کی آواز سے + انہیں پھر آپ کو ترشیرادہ نہیں سکتا

تیسرا مسئلہ متعہ

شہید حضرات کے مسائل کا کیا ہناس جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی ہر ایک سند  
نرالا اور ہر ایک مقولہ اعجوبہ روزگار ہوتا ہے۔ انہی مسائل میں سے ایک عجیب و غریب  
مسئلہ متعہ کا ہے متعہ کی فضیلت میں مستقل رسالے تصنیف کئے گئے ہیں۔ اور یہ کہ  
اس قدر ثواب بیان کیا گیا ہے کہ فاعل و مفعول صرف اسی قدر عمل بجا لانے سے طہارت  
کے مالک ہو سکتے ہیں۔ روایات ذیل ملاحظہ ہوں

## فضائل متعہ

(۱) تحفۃ العوام جلد ۲ ص ۲۷ میں ہے۔ فرمایا۔ جو شخص متعہ کرے عمر میں ایک مرتبہ وہ اہل  
بہشت سے ہے۔ دوسری حدیث میں ہے۔ کہ عذاب نہ کیا جائیگا وہ مرد اور وہ عورت  
کہ متعہ کرے۔

(۲) برہان المتعہ مولفہ سید ابوالقاسم والد علامہ سید علی حایری مطبوعہ تیرہ پیر مل  
پریس لاہور کے ص ۷ میں ہے۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا مِنْ رَجُلٍ تَمَتَّعَ نِكَاحًا  
أَغْتَسَلَ الْإِسْلَامَ اللَّهُ مِنْ كُلِّ قُطْرَةٍ تَقَطَّرُ مِنْهُ سَبْعِينَ مَلَكًا يُسْتَغْفَرُونَ لَهُ إِلَى يَوْمِ  
الْقِيَامَةِ (امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص متعہ کرے پھر غسل جنابت کرے۔  
پانی کے قطرہ سے جو اس کے بدن سے گرے خدا تعالیٰ ستر ستر فرشتے پیدا کرتا ہے جو اس  
متعہ شخص کے لئے قیامت تک مغفرت مانگتے رہتے ہیں)۔ ایسا ہی منج الصالحین ص ۷  
میں ہے۔ (۳) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً أَمِنَ سَخَطَ اللَّهِ الْجَبَّارِ وَمَنْ  
تَمَتَّعَ مَرَّةً كَيِّنَ حَشِيمًا مَعَ الْأَبْرَارِ مَنْ تَمَتَّعَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ نَاجَى فِي الْجَنَّةِ (نبی  
علیہ السلام نے فرمایا۔ جو ایک مرتبہ متعہ کرے خدا کے قہر سے نجات ملے۔ جو دو مرتبہ کرے  
اس کا حشر پاک لوگوں (بیغیروں)۔ اماموں) کے ساتھ ہوگا۔ جو تین مرتبہ متعہ کرے  
وہ رسول پاک کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا)

(۴) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً وَاحِدَةً عَتِقَ ثَلَاثَةً مِنَ النَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ  
مَرَّتَيْنِ عَتِقَ ثَلَاثًا مِنَ النَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ عَتِقَ كُلَّهُ مِنَ النَّارِ۔  
(رسول نے فرمایا جو شخص ایک دفعہ متعہ کرے اس کے بدن کا تیسرا حصہ آتش و دوزخ سے  
آزاد ہو جاتا ہے۔ جو دو دفعہ کرے اس کے دو تہ اور جو تین مرتبہ متعہ کرے اس کا تمام

بدن آتش دوزخ کے آزاد ہو جاتا ہے)

(۵) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً دَسَّ جَنَّةً لَكَ رَجَاةُ الْحَسَنِ  
وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَيْنِ دَسَّ جَنَّةً لَكَ رَجَاةُ الْحُسَيْنِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ دَسَّ جَنَّةً لَكَ رَجَاةُ  
عَلِيِّ وَمَنْ تَمَتَّعَ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ دَسَّ جَنَّةً لَكَ رَجَاةُ جَعْفَرٍ (رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص  
ایک دفعہ متہ کرے وہ جہانم حسن کا پلے۔ جو دو دفعہ متہ کرے تو امام حسین کا درجہ حاصل ہو۔  
تین دفعہ کرنے سے حضرت علی کا رتبہ ملے۔ چار دفعہ متہ کرنے سے رسول پاک کا ہم رتبہ ہوگا)  
ایسا ہی شیعہ کی مقبرہ تفسیر منج الصالحین ص ۳۵۶ میں ہے۔

بہنہ شیعہ مذہب میں متہ مبارک کی کس قدر فضیلت ہے۔ نہ ایسی فضیلت نماز۔ روزہ نہ حج و زکوٰۃ  
نہ دیگر عبادات کی ہے۔ کہ حسب روایت نمبر ۱ عمر بھروسے ایک دفعہ متہ کر لینے سے بہشت کا ٹھیکہ  
مل جاتا ہے۔ اور جو مرد یا عورت متہ صیبا کار تو اب کر لے غدا بدوزخ سے نجات لے جائے  
اور حسب روایت نمبر ۲ متہ کنندہ جب غسل جنابت کرتا ہے۔ تو اس کے بدن سے جو بے تعداد  
قطرات پانی کے گرتے ہیں۔ ایک ایک قطرہ سے ستر ستر فرختے پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو قیامت  
تک اس تک مرد متہ کنندہ کے لئے خدا سے طلب مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ بموجب روایت  
نمبر ۳۔ ایک دفعہ یہ فعل نیک متہ کرنے سے غضب الہی سے امان مل جاتی ہے۔ دو دفعہ  
پہ عمل کرنے سے حشر مع الابرار (صدیقین) مشہدار۔ (انبیاء) ہونے کا مستحق ہو جاتا ہے۔  
تیسری دفعہ عمل متہ بجالانے سے توحیت کا وہ درجہ مل جاتا ہے جو نبی آخر الزمان کے لئے  
مخصوص ہے۔ بغواۓ روایت نمبر ۴۔ ایک دفعہ متہ کرنے سے بدن کی ایک تہائی دو دفعہ  
کرنے سے دو تہائی تین دفعہ کرنے سے تمام بدن پر آتش دوزخ حرام ہو جاتی ہے۔

بمنطوق روایت نمبر ۵۔ متہ کی اتنی بڑی فضیلت ہے کہ ایک دفعہ متہ کرنے سے امام حسن کا  
دو مرتبہ کرنے سے امام حسین کا تین دفعہ کرنے سے حضرت علی کا اور چار دفعہ متہ کرنے سے  
رسول پاک کا درجہ مل جاتا ہے۔ پھر نماز۔ روزہ۔ حج و زکوٰۃ اور دیگر عبادات کرنے کی کیا ضرورت  
جن میں بدنی و مالی تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں بس چار دفعہ کار تو اب (متہ) کر لیا جائے۔  
ہم خرماد ہم تو اب حفظ نفس بھی حاصل ہو اور بہشت بھی مل جائے۔ مار جہنم کا کھٹکا نہ رہے۔  
امام حسن۔ امام حسین۔ علی مد رسول پاک کے ہم رتبہ ہو کر نعمت جنت کے مزے لوٹے۔  
کیا کوئی شخص ایک منٹ کے لئے بھی مان سکتا ہے۔ کہ یہ سپردہ روایات جو ایک دین کی طرف



منسوب کی جاتی ہیں۔ نئی واقعہ ان کے ہی اقوال ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک شخص شہوت رانی کی غرض سے ایسے فعل قبیح کا ارتکاب کرے۔ اور وہ جنت الفردوس کا مالک بن جائے اور امانوں اور انبیاء کا ہم رتبہ ہو جائے۔ کَبُرَتْ مَكْرَهُهُ تَخَوُّعًا مِنْ أَقْوَامٍ هُمْ أَتَقْوُونَكَ أَلَا كَذِبًا ایسے اقوال کا ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کرنا عترت الرسول کی بہت بڑی شتم ہے۔ اعادنا اللہ منہ

افسوس ہے کہ متعہ جیسا حیا کش مسئلہ اسلام کا ایک فرقہ ایجاد کر کے دامن اسلام پر ایک بدنام دھبہ لگاتا ہے۔ ہم آریہ کے خلاف مسئلہ نیوگ کے متعلق اعتراض کرتے ہیں۔ آریہ اس کے جواب میں متعہ کا مسئلہ پیش کر دیتے ہیں۔ بتائیے اس کا کیا جواب دیا جاسکتا ہے؟

## متعہ کیا چیز ہے؟

متعہ فی الحقیقت زناہ ہے جس کا نام صرف تبدیل کیا گیا ہے۔ اور اوصاف ساری وہی ہیں۔ کیونکہ متعہ میں گواہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔ تو ریت بھی نہیں بقدر دلچسپی متعین نہیں چٹنی عورتوں سے چلے متعہ کر سکتا ہے۔ جیسا زناہ میں خرمی مقرر اور وقت معین کیا جاتا ہے ایسا ہی متعہ میں بھی ہے۔ پیش و عورتیں بے حجاب بازاروں میں پھرتی ہیں۔ اسی طرح متعہ عورت کو بھی پردہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اُجرت متعہ۔ بازاری عورتوں کے لئے اُجرت خرمی چار آنہ یا دو پیہ دو روپیہ مقرر کی جاتی ہے۔ لیکن متعہ عورت کی اُجرت (خرمی) حسب روایات کتب شیعہ مٹھی بھر گہوئوں یا ستویا تجور وغیرہ کافی ہے۔ فروع کافی جلد ۲ ص ۱۹۱ میں ہے۔ عَنْ الْأَحْوَلِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَذْ فِي مَائِنِ قَوْجٍ بِهِ الْمُتْعَةُ قَالَ كَفَّ عَنْ مِثْرٍ (راوی نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا۔ کہ متعہ کی کم درجہ اُجرت کیا ہے۔ آپ نے کہا مٹھی بھر گہوئوں۔ دوسری روایت اس کتاب کے اسی ص ۱۹۱ میں ہے۔ عَنْ أَبِي بصیرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ أَذْ فِي مِثْرٍ الْمُتْعَةُ مَا هُوَ قَالَ كَفَّ مِنْ طَعَامٍ مَدِّيْقٍ أَوْ سَوِيْقٍ أَوْ مِثْرٍ۔ (ابو بصیر کہتا ہے میں نے صادق سے دریافت کیا۔ کہ متعہ میں اوتے مہر کیا ہے؟ کہا مٹھی بھر طعام آٹا یا ستویا تجور)

بے تعدد عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے

نکاح چار عورتوں سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن متعہ میں عام اجازت ہے خواہ ہزار عورتوں سے متعہ کرے۔ ممانعت نہیں ہے۔

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ سَأَلَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الْمُتْعَةِ أَرَحَى مِنَ الْأَسْرِجِ قَالَ لَا وَكَأَنَّ السَّبْعِينَ (فروع کافی جلد ۲ ص ۱۹۱) (ابو بصیر کہتا ہے۔ ماہنامہ علیہ السلام متعہ کے بارہ میں دریافت کی گئی۔ کہ کیا چار عورتوں سے ہی متعہ ہو سکتا ہے۔ کہا جا کر کیا۔ بلکہ شرکی بھی حد نہیں ہے) عَنْ نُسْرَةَ امْرَأَةِ ابْنِ أَعْيُنٍ قَالَ مَا يَحِلُّ مِنَ الْمُتْعَةِ قَالَ كَمْ شِئْتَ (زرارہ نے امام علیہ السلام سے پوچھا کتنی عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے۔ کہا جتنا چاہیے)

## ایک عورت سے بارہ متعہ

ایک عورت کو نکاح کر کے طلاق مثلثہ دیجائے۔ تو دوبارہ اس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ لیکن متعہ کے متعلق عام اجازت ہے۔ ایک عورت سے کئی بار متعہ کیا جا سکتا ہے عَنْ نُسْرَةَ امْرَأَةِ ابْنِ أَعْيُنٍ قَالَ سَأَلَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الْمُتْعَةِ أَرَحَى مِنَ الْأَسْرِجِ قَالَ لَا وَكَأَنَّ السَّبْعِينَ (فروع کافی جلد ۲ ص ۱۹۱) (ابو بصیر کہتا ہے۔ ماہنامہ علیہ السلام متعہ کے بارہ میں دریافت کی گئی۔ کہ کیا چار عورتوں سے ہی متعہ ہو سکتا ہے۔ کہا جا کر کیا۔ بلکہ شرکی بھی حد نہیں ہے) عَنْ نُسْرَةَ امْرَأَةِ ابْنِ أَعْيُنٍ قَالَ مَا يَحِلُّ مِنَ الْمُتْعَةِ قَالَ كَمْ شِئْتَ (زرارہ نے امام علیہ السلام سے پوچھا کتنی عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے۔ کہا جتنا چاہیے)

## متعہ دوریہ

حضرات شیعہ نے متعہ کے متعلق ایک اور لطیف صورت یہ پیدا کی ہے کہ ایک عورت سے ایک رات میں دس بیٹل دہی ملکر متعہ کریں۔ اور یکے بعد دیگرے سب اس سے ہم بستر ہوں۔ اگر وہ عورت ایسی ہو کہ اس کی حیض بند ہو چکی ہے۔ تو یہ متعہ دوریہ بھی جائز ہے۔

چنانچہ قاضی نور اللہ شوستر نے کتاب مصائب النواصب میں تحریر کیا ہے۔ وَأَمَّا تَابِعًا  
فَلَيْتَ مَا تَسْبِكُهُ إِلَى أَصْحَابِنَا مِنْ أَسْخَمَ جَوْدًا أَنْ يَمْتَحَ الرِّجَالُ الْمُتَعَدِّدُونَ  
لَيْلًا وَاحِدَةً مِنْ امْرَأَةٍ سَوَاءَ كَانَتْ مِنْ ذَوَاتِ الْأَقْرَاءِ أَمْ لَا فِيمَا حَانَ فِي  
بَعْضِ قُبُورِهِ وَذَلِكَ لِأَنَّ الْأَصْحَابَ قَدْ خَصُّوا ذَلِكَ بِالْإِسْتِخْرَةِ بِغَيْرِهَا  
فِي ذَوَاتِ الْأَقْرَاءِ (تم جہد مصنف نوافل الرافض نے جو ہمارے صحابہ کی طرف  
منسوب کیا ہے کہ وہ اس بات کو جائز رکھتے ہیں۔ کہ بہت سے شخص اس ایک رات میں ہزار ایک  
عورت کے متعہ کریں۔ وہ فیض الی ہو یا ایسے ہو۔ سو اس میں جیانتاً بعض قیود دھوڑ دی گئی ہیں۔  
کیونکہ ہمارے صحابہ نے اس کو اس عورت کے ساتھ مختص کر دیا ہے۔ جس کو حیض نہ آتا ہو  
نہ یہ کہ جس کے چاہے متعہ کرے۔ حیض آتا ہو یا نہ)

بہر حال خواہ عورت ایسے ہی کیوں نہ ہو۔ ایک رات میں ایک عورت سے بے تعداد  
شخص کا متعہ کرنا کتنا بڑا بیجانی کا فعل ہے۔ جسکو حضرات شیعہ جائز سمجھتے ہیں۔

## ایک یہودہ حکایت

ولد اذ کان متعہ نے سبارہ میں عجیب و غریب حکایتیں وضع کی ہیں۔ اور یہ بھی خیال نہیں  
کیا کہ ایسی یہودہ حکایات کئے ائمہ اہل بیت کی کہانتک ہتک تو نہیں ہوتی ہے؟  
فروع کافی جلد ۱ ص ۱۹ میں ہے۔ جَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ اللَّيْثِيُّ إِلَى أَبِي جَعْفَرٍ فَقَالَ  
لَهُ مَا تَقُولُ فِي مُتَعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ أَحَلَّهَا اللَّهُ فِي كِتَابِهِ وَعَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ هِيَ  
حَلَالٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالَ يَا أَبَا جَعْفَرٍ مِثْلُكَ يَقُولُ هَذَا وَقَدْ حَرَّمَهَا عُمَرُ  
وَنَحْيَ عَنْهُ فَقَالَ وَإِنْ كَانَ فَعَلْ فَقَالَ أُمِّدْ لِي بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ أَنْ تَفْعَلَ شَيْئًا  
تَوْمَهُ عُمَرُ قَالَ فَقَالَ لَهُ فَإِنَّتِ عَلَى قَوْلِ صَاحِبِكَ وَأَنَا عَلَى قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ تَعْلَمُ أَلَا عَمِيكَ فَإِنَّ الْأَوَّلَ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَآلِهِ ذَلِكَ الْأَبَا طَلٍّ مَا قَالَ صَاحِبُكَ قَالَ تَأْتِيكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَقُولُ يَقُولُ يَقُولُ  
أَنْتَ نِسَاءُكَ وَنِسَاءُ بَنَاتِكَ وَأَخَوَاتِكَ وَنِسَاءُ عَمِكَ يَقُولُ قَالَ فَأَعْرَضَ عَنْهُ أَبُو  
جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ ذَكَرَ نِسَاءَهُ وَنِسَاءَ عَمِّهِ (خلاصہ ترجمہ۔ ابن عمر لیثی نے  
امام باقر علیہ السلام کے متعہ کا مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا خدا نے اس کو اپنی کتاب

میں اور اپنے رسول کی زبان سے حلال کیا ہے۔ پس وہ قیامت تک حلال ہے۔ ابن عمر نے کہا: آپ جیسا امام یہ بات کہے۔ حالانکہ عمرؓ نے اسکی حرمت کا فتوے دیدیا ہے۔ آپ سے یہ زیبا نہیں کہ جس چیز کی حرمت حضرت عمرؓ نے بیان کی ہو اسے آپ حلال کریں۔ امام باقرؑ نے کہا: تو عمرؓ کے قول پر قلم نہ مہ میں رسول اللہ کے قول پر کار بند ہو گا۔ پہلی بات قول رسول ہے۔ اور تیسرا صاحب عمرؓ کا قول باطل ہے۔ ابن عمرؓ نے کہا کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ آپ کی عورتیں۔ لڑکیاں۔ بہنیں۔ پھوپھیاں بغل کریں۔ امام باقرؑ نے یہ بات سنکر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔

ہم دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ یہ قصہ یار لوگوں کا وضع کیا ہوا اور محض غلط ہے۔ اگر امام باقرؑ معاذ اللہ متعہ کی حلیت کے اس قدر قائل تھے۔ کہ اس کو سنت الرسولؐ اور قیامت تک جائز سمجھتے تھے۔ تو پھر عورتوں کا سوال اسی لئے سے کیوں خفگی آجاتی۔ کہ بات ہی منقطع ہو گئی۔ اور کوئی جواب نہ سن پڑا۔ یہ عجیب بات ہے۔ کہ جو فعل مردوں کے لئے قیامت تک حلال اور موجب ثواب ہو۔ وہ عورتوں کے لئے باعث شرم و عار ہو۔ کوئی حکم اسلام میں ایسا نہیں ہے۔ کہ جو ذکر کے لئے مباح اور اناث کے لئے حرام ہو۔ ویا العکس اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ متعہ عورت و مرد کیلئے یکساں حرام ہے۔ نہ عقل اس کو درست سمجھتی ہے۔ نہ نقل سے اس کا کوئی ثبوت ہے۔

اسی طرح اسی کتاب میں ایک دوسری حدیث میں دربارہ متعہ امام باقر علیہ السلام اور امام ابوحنیفہ کے مابین مکالمہ درج کیا گیا ہے۔ مضمون ہر دو حدیث کا قریناً ایک ہی تم کا ہے اس لئے اس کا اندراج ضروری نہیں سمجھا گیا۔

## متعہ سے ممانعت

دوسری جگہ فروع کافی جلد ۲ ص ۱۹۲ میں ایک حدیث ہے۔ جس سے متعہ کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ عَنْ الْمُفَضَّلِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ فِي الْمُنْعَةِ دَعْوَاهَا مَا يَسْتَحْيِي أَحَدُكُمْ أَنْ يَبْرِي فِي مَوْضِعِ الْعَوْدَةِ فَيَعْمَلُ ذَلِكَ عَلَى صَاحِبِ إِخْوَانِهِ وَأَصْحَابِهِ (مفضل کہتا ہے میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا وہ فرماتے تھے۔ متعہ چھڑ دو کیا تمہیں شرم نہیں آتی۔ کہ کوئی شخص عورت کی شرمگاہ



دیکھیے۔ اور اس کا ذکر اپنے بھائیوں اور احباب سے جا کر کرے)

نیز اسی کتاب میں اسی صفحہ پر درج ہے۔ کُتِبَ أَبُو الْحَسَنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ إِلَى بَعْضِ مَوَالِيهِ لَا تَكُونُوا عَلَى الْمَنْعَةِ إِنَّمَا عَلَيْكُمْ قَامَةُ السُّنَّةِ فَلَا تَسْتَعِينُوا بِهَا عَنْ قُسْ شِكْمٍ وَحَرِّ الشَّرِكَهِ فَيَكْفُرُونَ وَيَتَّبِعُونَ وَيَدَّعِيْنَ عَلَى الْكَافِرِ بِذَا لَافٍ قَبْلَهُ لَنَا (فروع کافی جلد ۲ مسئلہ ۱) تراجم حضرت ابو الحسن نے اپنے بعض خدام کو کہا کہ متحر پر ضرر مت کرو صرف سنت بجا لاؤ۔ اور اس میں مصروف مت ہو جاؤ۔ تاکہ تم اپنی مشکوہ عورتوں اور کینزوں سے ہٹ جاؤ۔ اور وہ متخل رہیں۔ اور پاکباز بکر ہماری دامنگیر نہ ہوں۔ (اس میں) (اس وجہ سے کہ ہم نے حکم متعہ دیا ہے) لعنت کریں۔

دوسری حدیث میں متعہ کے اصرار کی ممانعت ہے۔ اور پہلی حدیث میں کلی ممانعت ہے اور یہ بات کہ احادیث شیعہ میں اس قدر تعارض و تخالف ہے کہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کونسا حکم درست اور کونسا نادرست ہے۔ ایک تشریح طلب امر ہے جبکہ ہم اپنے خود پر کیا کریں غرض متعہ جیسا مخرب اخلاق جیسا سوز مسلمانوں کا مسلمہ گز نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ بندگان نفس نہ ہو اکو اس کے کیسی ہی دیکھی کیوں نہ ہو۔ شاعر کہتا ہے

مطلوب ہے کہ سیم تنوں سے وصال ہو تو نہیب وہ چاہے کہ زنا بھی حلال ہو

## چوتھا مسئلہ۔ انبیاء پر ایمہ کی فضیلت

یہ مسلم ہے کہ نبی کے درجہ کو غیر نبی نہیں پہنچ سکتا۔ خواہ کیسا ہی غوث مقرب۔ ولی امام ہو۔ لیکن شیعہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ایمر اہل بیت جمیع انبیاء کے افضل ہیں چنانچہ شیخی یقین اردو ص ۱۱۱ میں ہے "اکثر علماء شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت امیر اور دیگر تمام ایمرہ ظاہرین جمیع انبیاء کے افضل ہیں۔"

پانچواں مسئلہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ جناب امیر و دیگر ایمرہ خدا کی زبانِ رمہ۔ آئینہ ہاتھ اور جنب اللہ (خدا کی پسلی) ہیں۔ مہول کافی ص ۱۱۱ میں ہے: عَنْ أَشْوَدِ بْنِ مَعْدٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ أَبِي جَعْفَرٍ فَأَنْشَأَ يَقُولُ ابْدَأْ مِنْهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ أَشْأَلَ لَهُ عَنْ حُجَّةِ اللَّهِ وَفَحْنُ بَابِ اللَّهِ وَفَحْنُ لِسَانِ اللَّهِ وَفَحْنُ وَجْهِ اللَّهِ وَفَحْنُ عَيْنِ اللَّهِ فِي خَلْقِهِ وَفَحْنُ وَلاَئِهِ أَمْرًا لِلَّهِ فِي عِبَادِهِ (سعد بن سعد کہتا ہے۔

میں امام باقر علیہ السلام کے ہاں بیٹھا تھا۔ وہ خود ہی کہنے لگے بغیر اس کے کہ میں نے دریافت کیا ہوں ہم خدا کی حجت ہیں۔ ہم خدا کا دروازہ ہیں۔ ہم خدا کی زبان اور خدا گنہ اور خدا کی آنکھیں اس کی مخلوق میں اور ہم خدا کے امر کے اس کے بندوں میں مختار کار ہیں۔

اس کتاب کے اسی صفحہ پر ہے۔ حَدَّثَنِي هَاشِمُ بْنُ اَبِي عَمَّارٍ الْجُهَنِّي قَالَ سَمِعْتُ اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَقُولُ اَنَا عَيْنُ اللَّهِ وَاَنَا يَدُ اللَّهِ وَاَنَا بَابُ اللَّهِ (ہاشم بن ابی عمار کہتا ہے میں نے امیر المؤمنین سے سنا کہتے تھے۔ ہم خدا کی آنکھ اس کے ہاتھ اس کے پہلو اور خدا کے دروازہ ہیں)

**چھٹا مسئلہ** اگرچہ اسلام کا یہ مسلم عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل ہیں لیکن شیعہ اس کے خلاف حضرت علی کو رسول کے مرتبہ بلکہ ان کے بھی افضل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اصول کافی ص ۱۱ میں ہے۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (ع) يَا مَسْكِيَاتُ مَا جَاءَ مِنْ اَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ يُوْخَذُ بِهِ وَمَا يَنْهَى عَنْهُ يُنْتَهَى عَنْهُ جَزَاءُ لَهُ مِنْ فَضْلِ مَا جَوَّزَى لِرَسُولِ اللَّهِ (صادق نے فرمایا اے سلیمان جو امیر المؤمنین حکم دیں مانو جس سے منع کریں۔ اس سے کیا باز ہو علی کو وہی فضیلت حاصل ہے جو رسول کو ہے)

پھر اسی صفحہ کتاب مذکور میں لکھا ہے۔ قَالَ اَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ اَنَا فَرَسُ اللَّهِ بَيْنَ الْبَنَةِ وَالنَّاسِ وَاَنَا الْفَارُوقُ الْاَكْبَرُ وَاَنَا صَاحِبُ الْعَصَا وَالْمِيزَانِ وَقَدْ اَقْرَأْتُ فِي جَمِيعِ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّسُلِ بِمِثْلِ مَا اَقْرَأْتُ لِمُحَمَّدٍ وَقَدْ حَمَلْتُ عَلَى مِثْلِ حُمُولَةِ رَسُولِ اللَّهِ وَهِيَ حُمُولَةُ الرَّدِّ وَاَنْ مُحَمَّدٌ اَيُّدِي وَنُكُتِي وَلَيْسَتْ تَطُوقُ وَاُدْعَى فَاكُفُّ وَاَسْتَعْقُ فَاَنْطَقُ عَلَى حَدِّ مَنْطِقِهِ وَقَدْ اُعْطِيتُ خِصَالًا لَمْ يُعْطَ لَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِي هَلَكْتُ عِلْمَ الْمَنَائِيَا وَالْبَلَدِيَا وَالْاَسْنَابِ وَفُضِّلَ الْخُطَابُ عَلَيَّ لَفْتَنِي مَا سَبَقَنِي وَلَمْ يُخْزِبْ عَنِّي مَا غَابَ عَنِّي اُبَشِّرُ بِاَذْنِ اللَّهِ وَاُذَوِّي عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ ذَاكَ مَكْنِي اللَّهُ فِيهِ بِاَذْنِهِ (ترجمہ۔ امیر المؤمنین نے فرمایا میں خدا کی طرف سے جنت و دوزخ کی تقسیم کا مالک ہوں میں فاروق اعظم ہوں۔ اور صاحب عصا و میزبان ہوں۔ تمام ملائکہ و رسل نے اسی طرح میرا آواز کیا جیسا کہ رسول کا انہوں نے اقرار کیا۔ مجھے اسی سواری پر سوار کیا گیا جو رسول کی سواری منجانب اللہ تھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بلائے جائینگے اور ہشاک پہنائے جائینگے۔ اور کلام کہے جائینگے۔ اسی طرح میں بھی پکارا جاؤں گا۔ اور پوٹا کیا جائیگا)

جاؤ لگا۔ اور بلایا جاؤ لگا۔ اور کلام کر دو لگا۔ رسول کی کلام کی طرح میں پانچ چیزیں دیا گیا ہوں۔ جو کسی کو مجھ سے پہلے نہیں دی گئیں۔ مجھے موتوں مصیبتوں۔ نبیوں۔ فیصلہ حق کے علوم دیئے گئے ہیں۔ پہلی باتیں مجھ سے چھپی نہیں ہیں۔ اور نہ غیبی امور مجھ سے مخفی ہیں۔ میں خدا کے حکم سے بشارت دو لگا۔ اور خدا کی طرف سے سب کچھ پورا کر دو لگا۔ ان تمام امور کا مجھے خدا نے کلی اختیار دیدیا ہے۔)

ان روایات سے ثابت ہے۔ کہ فضیلت میں رسول اور علی میں کچھ فرق نہیں ہے پہلی روایت میں صاف کہا گیا ہے۔ کہ جلد فضائل رسول علی کو حاصل ہیں۔ دوسری میں تشریح کر دی گئی ہے۔ کہ جو خصوصیات رسول اکرم کی ہیں۔ ان سب میں علیؑ ان کے شریک ہیں۔ بلکہ علوم خمسہ کے حاصل ہونے میں رسول کے بھی علیؑ کا ہر فائق ہو گیا ہے۔

حکارتا لا نور جلدہ ص ۱۱۵ میں ہے۔ ایک راوی نبی صلعم سے نقل کرتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ اے علیؑ تمہارے لئے بہت سی چیزیں ہیں۔ کہ ان میں سے میرے لئے بھی نہیں ہیں۔ اول یہ کہ فاطمہ جیسی تمہاری بیوی ہے۔ حالانکہ اس جیسی میرے لئے نہیں ہے۔ اور تمہارے نقطہ سے تمہارے دو بیٹے ہیں۔ کہ ان جیسے میرے نقطہ سے نہیں ہیں۔ اور خدیجہ جیسی تمہاری ساس ہیں۔ ایسی میری کوئی ساس نہیں ہے۔ اور مجھ جیسا تمہارا خسر ہے۔ حالانکہ ایسا میرا کوئی خسر نہیں ہے۔ اور جعفر جیسے تمہارے نسب بھائی ہیں۔ حالانکہ اس جیسا میرا کوئی نسب نہیں ہے۔ اور فاطمہ بنت ہاشم جیسی تمہاری والدہ ہیں۔ ان جیسی میری والدہ نہیں ہے۔

**سوال نمبر ۱۰** یہ ماننا ہوا مسئلہ ہے کہ قبض ارواح خاصہ خالق الارواح (خدائے پاک) ہے لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے کہ آنحضرتؐ کو ایک ظاہرین سے ملکہ بعض یا تمام ارواح کو قبض کرنے کا اختیار حاصل ہے چنانچہ حق الیقین اردو ص ۲۹۶ میں ہے۔ "حدیث میں

لہ سبحانہ اثبات فضیلت علیؑ کے لئے موجدان مذہب شیعہ نے کیسا عجیب استدلال قائم کیا ہے۔ اس منطق کے رو سے تو ایک عربیت کا اذن شخص بھی بادشاہ سے بڑھ جائے۔ یوں کہہ کر کہ ہمارا بادشاہ آپ جیسا جلیل القدر بادشاہ ہے۔ لیکن آپ کا کوئی ایسا بادشاہ نہیں ہے۔ یا ایک زندقہ نشان الہی میں یوں کہہ کر کہ ہمارا خدا جامع صفات کمالیہ اور وحدہ لا شریک ہے۔ لیکن خدا کا کوئی ایسا خدا نہیں ہے۔ اس لئے نعوذ باللہ میں خدا سے فضیلت میں بڑا ہوا ہوں۔

ہر شخص میں رائے شیعہ عجیب باضرب ہے و زوجات کی خدا کی قسم لا جواب ہے۔

اشارہ ہے۔ کہ آنحضرت بھی تمام ایسے ظاہرین کے ساتھ بعض روحوں کو قبض کرتے ہیں یا تمام روحوں کے قبض کرنے میں بحکم خدا دخل رکھتے ہیں۔ مگر تقیہ کے سبب منافقوں سے اور ان یاران سے جن کی عقل ضعیف ہے۔ اس کی تصریح نہیں کی ہے جیسا کہ خطبہ غیر مشہورہ میں فرمایا۔ کہ میں بحکم خدا زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہوں۔  
**آٹھواں مسئلہ۔** موت و حیات اللہ کے اختیار میں۔

یہ مسلم امر ہے کہ موت و حیات خدا کے ہاتھ میں ہے۔ کسی انسان کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے۔ کہ ایسے الہیت کو موت و حیات پر کُل اختیار تھا۔ چاہے مری یا نہ مری۔ چنانچہ اصول کافی ص ۱۸ میں باب یوں باندھا گیا ہے۔  
**بَابُ أَنَّ الْأَئِمَّةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَعْلَمُونَ مَتَى يَمُوتُونَ وَأَنَّهُمْ لَا يَعْمُرُونَ إِلَّا بِإِخْتِيَارٍ مِنْهُمْ** (باب ہے اس کا کہ ایسے اپنی موت کا وقت جانتے ہیں۔ اور موت ان کے اختیار میں ہے)

اسی صفحہ میں ہے۔ عَنْ أَبِي بصير قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَتَى إِمَامًا لَا يَعْلَمُ مَا يُصِيبُهُ وَإِلَى مَا يَصُدُّ فَلَيْسَ ذَلِكَ بِحُجَّةٍ لِلَّهِ عَلَى خَلْقِهِ (ابو بصیر کہتا ہے امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جس امام کو اپنی مصیبت کا علم نہ ہو۔ اور کہ اس کو کب مصیبت پہنچے گی۔ تو وہ خدا کی طرف سے مخلوق پر حجت نہیں ہو سکتا)

**نواں مسئلہ۔** یہ مسئلہ بھی مسلم ہے کہ علم ما کان وما یكون خاصہ ذات باری تعالیٰ ہے مگر شیعہ کہتے ہیں کہ ایسے کو یہ سب معلومات حاصل ہیں۔ چنانچہ اصول کافی ص ۱۹ میں باب ہی یوں باندھا ہے۔ **بَابُ أَنَّ الْأَئِمَّةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَعْلَمُونَ عِلْمَ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ وَأَنَّهُ لَا يَخْفَى عَلَيْهِمْ شَيْءٌ** (باب اس کا کہ ایسے کو علم ما کان وما یكون حاصل ہوتا ہے اور ان پر کوئی امر کائنات سے مخفی نہیں ہے۔)

کتاب مذکور کے ص ۱۸ میں ہے۔ يَكْفَعُونَ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا فِي الْأَنْفُسِ وَأَعْلَمُ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ (امام صادق ؑ نے فرمایا جو کچھ آسمان و زمین میں ہے میں وہ سب کچھ جانتا ہوں۔ اور گذشتہ و آئندہ کل واقعات و نسب کا بھی مجھے علم ہے)  
**دسواں مسئلہ۔** آسمان و زمین و ما فیہا جناب امیر کے تابع حکم۔



شیعہ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے تابع حکم آسمان و زمین و باقیہا سب کچھ ہے چنانچہ حق الیقین صلاۃ میں ہے۔ میں صاحب عشاء و سیم ہوں۔ میں وہ ہوں۔ کہ خدا نے ابرزل و درعدول اور برقول کو اور تاریکی و روشنائی اور ہوا اور پہاڑوں اور دریاؤں اور ستاروں اور آفتاب و ماہتاب کو میرا مسخر کیا ہے۔ میں اس امت کا بادی ہوں۔  
**کیا دھواں سکہ۔** میت پر بد دعا۔

ایک مشہور کہادت ہے۔ "مرے ہوئے کو مارنے والا مرے ہوئے شخص کے کسی کو میر باقی نہیں رہتا۔ ہر ایک شخص کو اس کی حالت پر رحم آتا ہے۔ اور اس کے لئے دعا و خیر کر رہا ہے لیکن شیعہ حضرات ایسے صاف باطل ہیں کہ میت شیعہ نہ ہو۔ بلکہ سنی ہو۔ تو اس کے جنازہ میں کھڑے ہو کر بجائے دعا کے بد دعا کرتے ہیں جیسا کہ ہم بروایت تحفہ العوام ثابت کر چکے ہیں۔ اور غضب یہ ہے کہ ایہ ظاہرین کے لئے بھی الزام عاید کیا کرتے ہیں کہ وہ بھی ایسا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ فروع کافی ص ۹۹ جلد میں ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ سَجْلًا مِّنَ الْمَنَافِقِينَ مَاتَ فَخَرَجَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ يَمْسِي فَلَاقِيَهُ مُؤَيِّدٌ لَهُ فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَيْنَ تَذْهَبُ يَا فَلَانُ قَالَ فَقَالَ لَهُ مُؤَلِّمٌ آفِرٌ مِّنْ جَنَاحِ هَذَا الْمَنَافِقِ أَتَ أَصْلَى عَلَيْهِمَا فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْظِرْ أَنْ تَقُومَ عَلَى مَنِيَّتِي مَا سَمِعْتَنِي أَقُولُ فَقُلْ مِثْلَهُ فَلَمَّا أَنْ كَبَّرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُمَّ الْعَنْ فَلَانًا عَبْدَكَ الْفَافِ لَعْنَةُ مُؤَلِّفِهِ غَيْرُ مُتَعَلِّفَةٍ اللَّهُمَّ أَخْرِ عَبْدَكَ فِي عِبَادِكَ وَبِلَادِكَ وَأَصْلَكَ حَرًّا فَاسْرِكَ وَأَذِقْهُ أَشَدَّ عَذَابِكَ فَإِنَّهُ كَانَ يَتَوَلَّى أَعْدَاءَكَ وَمُعَادِيكَ أَوْلِيَاءَكَ وَيُبْغِضُ أَهْلَ بَيْتِكَ (ترجمہ)۔ امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک منافق مر گیا۔ حضرت امام حسینؑ جنازہ کے ہمراہ چلے جا رہے تھے۔ کہ آپ کا غلام راستہ

سے تو پھر خلفائے ثلاثہ کے مقابلہ وقت انھوں و انصار کا عذر درست نہ ہوا جب آپ کے تابع حکم ہوا اور پہاڑ اور دریا اور درعدول و برقول اور آفتاب و ماہتاب بھی تھے تو پھر آپ کو نماز کے مقابلہ کے کیا ڈر تھا۔ ایک پہاڑ کو حکم دیدیئے دشمنوں کے سروں کو توڑ پھوڑ دیتا۔ اور درعدول کو اشارہ کر دیتے ان کے آں میں ان کو جلا کر کھجور دیتے مہاجرین و انصار کے در بدر جنسین کو ساتھ لئے امداد حاصل کرنے کیلئے جان بچی کیا ضرورت تھی۔ انہو۔ شیعوں صاحبان ایسی خلاف عقل باتیں کہہ کر جب ہنسائی کرتے ہیں اور خفاخت غرض

باضر میں جناب امیرؑ عامہ کو شریک گردانے ہیں۔

میں مل گیا۔ امام نے پوچھا کہاں جاتا ہے؟ غلام نے کہا۔ اس متناق کے جنازہ سے بھاگتا ہوں اس جنازہ پر چڑھنا نہیں چاہتا۔ آپ نے کہا۔ دیکھ میری دہائی جانب کھڑا ہو جانا اور جو کچھ میں کہوں تو بھی کہتے جانا جب تکبیر ہوئی۔ امام حسینؑ نے یوں کہا۔ الہی تو اپنے ظلمان بندے پر ہنر ادا لعنتیں کر جوڑی ہوئی الگ الگ نہ ہوں۔ الہی تو اپنے اس بندے کو اپنے بندوں اور شہروں میں رسوا کر اور آگ کی گرمی میں تباہ۔ اور اس کو سخت عذاب چکھا۔ کہ یہ تیرے دشمنوں سے دوستی اور تیرے دوستوں سے دشمنی کرتا تھا۔ اور تیرے نبیؐ کی اہلبیت کا دشمن تھا)

جائے غور ہے۔ کہ حضرت امام حسینؑ جیسے بے رو و ریا شخص کو جس نے نبرد کی بیعت نہ کرنے کے باعث اپنا اور اپنی اہلبیت کا سر کٹوا دیا۔ ایک متناق کے جنازہ پر چڑھنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جس کی وجہ سے حاضرین جنازہ دھوکے میں پڑ جائیں۔ کہ یہ تو کوئی بڑا ایٹکا اور سچا مسلمان تھا۔ کہ اس کے جنازہ میں امام حسینؑ جیسے برگزیدہ امام بہ نفس نفیس تشریف لائے۔ اور اس کے جنازہ کی نماز ادا فرمائی۔ غلام کے سوا کسی اور شخص کو کیا معلوم تھا۔ کہ چپکے چپکے آپ کیا کہہ گئے۔ دعا دی یا بدعا کرتے رہے۔

کا وہ نماز جنازہ تو صرف دعا کے لئے ہوتا ہے۔ اگر جناب امام کو اس سخت بیت کیلئے بد دعا کرنا ہی منظور تھی۔ تو گھر میں بیٹھ کر کر سکتے تھے۔ جنازہ پر آنے کی کیا ضرورت تھی۔ امام والا مقام کی بد دعا تو گھر بیٹھے ہی تیر بہت تھی۔

دیکھئے اکیسی اکیسی یہودہ روایات گھر گھر کراۓ کرام کے فتنے اتہام لگاتے ہیں بھلا جس شخص کے ناما رسولؐ پاک کی یہ شان ہو۔ کہ ایک متناق کے جنازہ پر جائیں۔ تو اس کے لئے طلب مغفرت کریں۔ حتیٰ کہ رب العزۃ فرمائے۔ کہ اگر شتر دفعہ بھی اس نابکار کے لئے استغفار کی گئی۔ تو بھی یہ بخشا نہ جائیگا۔ قربان جائیں اس نبیؐ شرف و رحیم کے کہ آپ فرمانے لگے میں اکثر دفعہ استغفار کرونگا۔ شاید یہ بخشا جائے پھر امام حسینؑ اپنے جد امجد کے خلاف ایسی سنگدلی کریں۔ کہ میت کے جنازہ پر دعا کرنے کیلئے مدعو ہوں۔ اور اُنے بد دعا کر سنے لگیں استغفر اللہ یا رھوال مسئلہ۔ امام ران سے نکلے ہیں۔

قرآن گواہ ہے کہ تو ہر ایک انسان کا ماں کی رحم سے ہوا ہے۔ آیۃ ہُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَاءُ اس پر شاہد ہے لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے۔ کہ امام رحم سے نہیں بلکہ ماں کی ران سے نکلے ہیں۔ چنانچہ حق الیقین صلاک میں ہے۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت

نے فرمایا کہ ہم اوصیائے انبیاء کا حمل برپٹ میں نہیں رہتا۔ بلکہ پیلو میں رہتا ہے۔ اور ہم رحم سے باہر نہیں نکلتے۔ بلکہ ماں کی ران سے نکلتے ہیں۔ کیونکہ ہم خدا کے نور ہیں۔ اور خدا نے چرک و سجاست کو ہم سے دور کیا ہے۔

**تیسرا سوال مسئلہ خنزیر کے بال و چمڑہ وغیرہ**  
مسلمان خنزیر کو ایسا نجس سمجھتے ہیں۔ کہ اس کا نام لینے سے بھی نفرت ہے لیکن شیعہ حضرات خنزیر کے بال و پشم۔ چمڑے کو پاک سمجھتے ہیں۔ چنانچہ خنزیر کے بالوں کی رستی بنا کر کنوئیں سے پانی نکال کر مینا۔ وضو کرنا حرج نہیں ہے۔ نیز خنزیر کے چمڑے کا ڈول بنا کر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ روایات ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۱۱۱ میں ہے۔ عَنْ ثَمَرَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ الْجُبْلِ يَكُونُ مِنْ شَعْرِ الْخَنزِيرِ يَسْتَقْبِلُ بِهِ الْمَاءُ مِنْ الْيَدِ هَلْ يَتَوَضَّأُ مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ قَالَ لَا بَأْسَ (ترجمہ۔ زرارہ کہتے ہیں میں نے امام صادق سے دریافت کیا کہ خنزیر کے بالوں کی رستی سے کنوئیں سے پانی نکال کر اس سے وضو کیا جاسکتا ہے آپ نے کچھ حرج نہیں ہے)

(۲) فروع کافی جلد ۲ جزو ۲ صفحہ ۱۱۱ میں ہے۔ قَالَ قُلْتُ لَهُ فَشَعْرُ الْخَنزِيرِ يُغْتَسَلُ بِهِ حَبْلًا وَ لَيْسَتْ قِيَامُهُ مِنَ الْيَدِ الَّتِي تُشْرَبُ مِنْهَا أَوْ يَتَوَضَّأُ مِنْهَا قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ (ترجمہ۔ میں نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا خنزیر کے بالوں کی رستی بنا کر کنوئیں سے پانی نکالا جائے جس سے پانی پیا جائے یا وضو کیا جائے۔ کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور علی بن عقبہ اور علی بن حسین بن زباط نے یہ ایراد کیا ہے۔ کہ فرمایا کہ خنزیر کے بال اور پشم سب پاک ہیں)

(۳) ابن الاثیر فی الغنیہ صفحہ ۱۱۱ میں ہے۔ سَأَلَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيلَ لَمَّا أَنَا شَتَرْتُ نِيَابًا يَصْبِيهَا الْخَمْرُ فَدَعَا الْخَنزِيرَ وَ عَمِدَ حَاكِيَهَا أَنْصَلِي فِيهَا قِيلَ إِنَّ نَفْسَهَا نَفَا لَا نَعْمَ لَا بَأْسَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ أَمْلَکَهُ وَ شَرَبَهُ وَ كَمَرَهُمْ لَبْسَهُ وَ مَسَّهُ وَ الصَّلَاةُ فِيهَا (ترجمہ:- امام محمد باقر اور جعفر صادق علیہما السلام سے دریافت کیا گیا کہ ہم ایسے کپڑے خرید لیا کرتے ہیں۔ کہ ان کو خنزیر کی

چربی اور شراب لگا ہوتا ہے۔ کیا ان کو پھیل کر دھوئے بغیر نماز ان میں پڑھی جاسکتی ہے انہوں نے کہا ہاں بیشک خدا سے خنزیر کا کھانا اور شراب کا پینا حرام کیا ہے۔ ان سے ٹوٹ کپڑے کا پہن لینا یا پھوننا اور ان میں نماز پڑھنا منع ہے۔ (خوب یہ شیعہ پاک مذہب کی برکات ہیں کہ کپڑے کو خنزیر کی چربی لگی ہو یا شراب سے آلودہ ہو۔ اس کو خوشی سے استعمال کرو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ ان اشیاء کا کھانا پینا حرام ہے ویسے برت لینا منع نہیں ہے۔

### چودھواں مسئلہ۔ ندی۔ ودی

عضو مخصوص سے جو رطوبت خارج ہوتی ہے۔ وہ پلید ناقض الوضو ہے لیکن شیعہ مذہب میں ندی اور ودی جو شرمگاہ سے خارج ہوتی ہے۔ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ نہ نماز فاسد ہوتی ہے۔ اگرچہ ایڑیوں تک بہ کر چلی جائے۔ شرمگاہ کو دھونے کی بھی حاجت نہیں ہے چنانچہ فروع کافی جلد اصل میں ہے۔ عَنْ شَرِّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ  
 اللَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنْ سَأَلَكَ ذَكَرُكَ نَسِيَّ مَنْ مَدَنِيٍّ أَوْ دِدِيٍّ وَانْتَفَى فِي الصَّلَاةِ  
 فَلَا تَغْسِلُهُ وَلَا تَقْطَعِ الصَّلَاةَ وَلَا تَقْضُ لَهُ الْوَضُوءَ وَإِنْ بَلَغَ عَقْبِيكَ فَإِنَّمَا  
 ذَاكَ بِمَنْزِلَةِ الْقَضَاءِ (ترجمہ: امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ اگر تیرے ذکر سے ندی یا ودی خارج ہو جب تم نماز پڑھ رہے ہو۔ تو اس کو مت دھو۔ اور نماز کو مت توڑو۔ وضو بھی شکست نہ سمجھو اگرچہ بہ کر تمہاری ایڑیوں تک جا پہنچے۔ کیونکہ یہ ایسا ہے جیسا ناک کا پانی)

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَرَى فِي الْمَدَنِيِّ وَضُوءًا وَلَا غَسْلًا مَا أَصَابَ مِنْهُ. وَرَوَى أَنَّ الْمَدَنِيَّ وَالْوَدِيَّ بِمَنْزِلَةِ الْبَصَاقِ وَالْمَخَاطِ فَلَا يُغْسَلُ مِنْهُمَا التَّوْبُ وَكَأَنَّ الْخَلِيلِيَّ (ترجمہ: امیر المؤمنینؑ ندی میں وضو کا حکم نہ دیتے تھے۔ اور نہ اس چیز کے دھونے کا جس کو ندی لگی ہو۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ ندی اور ودی تھوک یا ناک کے پانی کا حکم رکھتی ہیں۔ پس جس کپڑے کو لگ جائیں۔ اسے دھونے کی حاجت نہیں ہے۔ بلکہ شرمگاہ (جہاں سے یہ پلیدی نکلی ہے) کو بھی دھونے کی ضرورت نہیں ہے)

واہ شیعہ پاک مذہب کا کیا کہنا۔ منہ۔ ناک اور شرمگاہ کو کیسا بنا دیا۔ جیسے منہ۔ ناک سے رطوبت نکلی ہوئی پاک ہے۔ ویسا ہی اس ناپاک عضو مخصوص سے نکلی ہوئی رطوبت



بھی پاک ہے۔ سے کوئی جائے تو کیا جائے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے۔

**پندرہواں مسئلہ** (کنوئیں میں گنا)

گنا نجس العین ہے۔ کنوئیں میں گر پڑے تو کنواں پلید ہو جاتا ہے۔ جب تک سارے نہ نکلے پاک نہیں ہوتا۔ لیکن شیعہ مذہب میں ہے کہ گنا مرضی بلقہ چرما وغیرہ کی طرح پانی میں گر جائے۔ تو صرف پانچ ڈول نکالو کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ فروع کافی جلد اس میں ہے۔  
 عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْفَأْسَةِ وَالْمَسْكُورَةِ وَالْجَاغَةِ وَالطَّيْرِ وَالْكَلْبِ  
 قَالَ مَا لَمْ يَنْقُصْ أَقْبَابُهُمْ لَمْ يَرْفَعْ عَلَيْكَ تَحْسُدٌ لِأَيِّ (ترجمہ: حادق علیہ السلام  
 سے چڑھا۔ بلقہ مرضی شکھی۔ کتنے کی اہت دریافت کیا۔ جو کنوئیں میں گر پڑیں) آپ نے فرمایا  
 اگر سوچ نہ جائیں۔ پانی کا ذائقہ نہ بدے۔ تو پانچ ڈول نکال دینا کافی ہیں)

**سولہواں مسئلہ** (کنوئیں میں گوہ)

شیعہ مذہب کے مروجے کنوئیں میں گوہ گر پڑے۔ تو دس ڈول نکالنا کافی ہیں۔ اور محل  
 جائے تو چالیس ڈول سن لایحضرة الفقیہ صاحب میں ہے سَمِعْتُ وَفَّعَ فِي الْبَيْتِ عَنْهُمَا اسْتَفْقَى  
 مِنْهَا عَشْرَةَ دَلَّاتٍ وَرَبَّنَّ ذَابَتْ فِيهَا اسْتَفْقَى مِنْهَا يَكُونُ دَلَّاتٌ إِلَى خَمْسِينَ دَلَّاتٍ۔  
 (ترجمہ: جب کنوئیں میں گوہ گر پڑے۔ تو دس ڈول پانی کے نکلے جائیں۔ اور محل جائے  
 تو چالیس کے پچاس تک نکالیں)

**سترہواں مسئلہ** (کنوئیں میں گوہ سے بھری زمیل گر پڑے گوہ گریلا ہوا خشک تو  
 کچھ صرح نہیں ہے۔ وضو کیا کریں۔ کوئی ڈول پھینچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کتاب  
 مذکورہ کے معنی مذکور ہیں۔ وَانْ وَقَعَ فِي الْبَيْتِ زَمِيلٌ مِنْ عَدَمَةٍ تَطْلُبُهُ أَوْ يَأْمُرُهُ  
 أَوْ تَرْتَبِيلٌ مِنْ سَرَقِينَ فَلَا يَكْفِي سِوَا لَوْ ضَوُّ مِنْهَا وَلَا يَنْسَخُ مِنْهَا شَيْءٌ (ترجمہ  
 کنوئیں میں گوہ سے آلودہ گریلا ہوا خشک زمیل گر پڑے یا گوبر سے آلودہ تو کچھ صرح نہیں  
 ہے۔ اس کنوئیں کے پانی سے وضو جائز ہے۔ کچھ بھی پانی نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

**اٹھارہواں مسئلہ** نمازی مرد نماز میں کھڑا ہو۔ اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو اشارہ  
 سے مانگ سکتا ہے۔ عورت کو کسی چیز کی حاجت ہو۔ تو وہ تالی پٹھے یا رانوں پر ہاتھ مارے  
 سن لایحضرة الفقیہ میں ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الرَّجُلِ يُرِيدُ الْحَاجَةَ  
 وَهُوَ يَصَلِّي فِي الصَّلَاةِ قَالَهُ يُشِيرُ بِبِيَدِهِ وَالْمَرْأَةُ إِذَا أَرَادَتْ الْحَاجَةَ تَصْفِقُ

(امام صادقؑ نے فرمایا۔ نمازی مرد نماز میں ہو۔ اور کسی بات کی حاجت ہو۔ تو ہاتھ سے اشارہ کر کے مانگے۔ اور عورت کو کوئی چیز مطلوب ہو۔ تو وہ تالی بجا سکے)

**سوال** مسئلہ گھی یا تیل کے برتن میں کتا گر پڑے اور زندہ ہی نکال لیا جائے۔ تو وہ گھی وغیرہ ناپاک نہیں ہوتا (فروع کافی جلد ۲ ص ۱۱۱)۔ وَقَعَ الْفَأْسُ عَلَى أَوَّلِ الْكَلْبِ فِي الْكُفْمَيْنِ وَالْثَرْتِ فَقَدْ خَرَجَ مِنْهُ حَيًّا لَا بَأْسَ بِأَكْلِهِ (ترجمہ: چوہا یا کتا گھی یا تیل میں گر پڑیں اور جیتے ہی نکال جائیں۔ اس گھی وغیرہ کو کھایا جاسکتا ہے۔ کچھ حرج نہیں۔)

**سوال** مسئلہ گوشت کی دیگ پکائی جائے۔ اور اس سے مرہا ہو یا چوہا یا نکل پڑے۔ تو وہ پھینک دیا جائے اور گوشت کی بوٹیاں دھو کر کھا کر کتاب مذکورہ ص ۱۱۱ میں ہے قَدْ خَرَجَ طَيْحَتْ قَدْ أَذِنَ فِيهِ فَاسْتَأْذَنَ كَمَا فِي مَرْفُوعٍ فَهَؤُلَاءِ يُمْكَلُ كَلْحَمًا بَعْدَ أَنْ يُغْسَلَ (ترجمہ: دیگ میں گوشت پکایا گیا اور اس میں سے چوہا نکلا ہو۔ تو شور یا پھینک دیا جائے۔ اور گوشت دھو کر کھایا جائے)

**سوال** مسئلہ ایک پانی کا پرنا لے دوسرا پیشاب کا جاری ہو آپس میں مل جائیں۔ پھر ایا اور چیز جسکو وہ پانی بگ جائے پلید نہیں ہوتے (فروع کافی جلد ۱ ص ۱۱۱) عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَلَّوْنَا مِيزَابَيْنِ سَالَا أَحَدُهُمَا مِيزَابَ بُولٍ وَالْآخَرُ مِيزَابَ مَاءٍ فَأَخْطَطَا ثُمَّ أَصَابَا بَاقِي مَا كَانَ فِيهِ بَاءً مَسَّ (ترجمہ:۔ صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ دو پرنا لے جاری ہوں۔ ایک پیشاب کا دوسرا پانی کا اور وہ دونوں اکٹھے ہو جائیں اور اس میں سے کچھ تیرے بدن (یا کپڑے) سے لگ جائے۔ اس میں کچھ حرج نہیں ہے)

**سوال** مسئلہ شیعہ مذہب میں جنب شخص کھاپی سکتا ہے۔ قراۃ قرآن ذکر و نماز بھی کر سکتا ہے۔ فروع کافی جلد ۱ ص ۱۱۱ میں ہے۔ عَنْ ابْنِ بُكَيْشَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْجَنْبِ بِأَكْلِ وَدَيْتِهِ وَوَقْفِهِ قَالَ لَعَنَ يَدَ كُلِّ دَيْتَسَابٍ وَوَقْفِهِ قَوْلَهُ كَمَا أَنَّ اللَّهَ مَا بَدَأَ (ابن بکر بخاری) ابن بکر بخاری نے فرمایا۔ کیا جنب شخص کھا پی سکتا ہے اور قرآن پڑھ سکتا ہے۔ آپ نے کہا ہاں کھائے پیئے قرآن پڑھے جس قدر ذکر و نماز کرنا چاہے کرے)

**سوال** مسئلہ شیعہ مذہب میں جنازہ بیوضو جایز ہے۔ فروع کافی جلد ۱ ص ۱۱۱ میں ہے

عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَعْقُوبَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ ابْنَتِهِ  
الَّتِي عَلَيْهَا صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ إِنَّهَا هُوَ تَكْبِيرُ رَوْقِي وَتَحْمِيدُ الْخَلْقِ  
(یونس بن یعقوب نے صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا میں نماز جنازہ وضو کے بغیر  
پڑھ سکتا ہوں؟ آپ نے کہا ہاں جنازہ صرف تکبیر و تسبیح اور حمد و ثناء ہے)

**سوال چوبیسواں** مکملہ شیخ مذہب کے رب سے اگر کوئی شخص اپنی ساس یا سالی یا جوہر کی  
بیٹی سے زنا کرے۔ عورت اس پر حرام نہیں ہوتی۔ فروع کافی جلد ۱ ص ۱۱۱ میں ہے۔  
عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ فِي سَأَلِي سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
فَقَالَ لَا يَحْرِمُكَ ذَلِكَ عَلَيْهِ إِصْرُكَ أَتَيْتَكَ (امام باقر علیہ السلام سے دریافت ہوا کہ کوئی شخص  
اپنی ساس یا جوہر کی بیٹی سے یا سالی سے زنا کرے۔ آپ نے فرمایا۔ اس سے اس کی عورت  
حرام نہیں ہوتی۔)

**سوال چوبیسواں** مکملہ۔ کوئی شخص اپنے باپ کی عورت یا لونڈی سے زنا کرے۔ تو وہ مرتد  
عورت زانی کے باپ پر حرام نہیں ہو جاتی۔ فروع کافی جلد ۱ ص ۱۱۱ میں ہے۔ قَالَ قَالَ  
أَبُو جَعْفَرٍ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمَا سَأَلْتُ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
ذَلِكَ لَا يَحْرِمُكَ عَلَيْهَا وَلَا يَحْرِمُكَ الْجَارِ يَكُونُ عَلَى سَيْتِهَا (زارہ کہتا ہے۔  
امام باقر نے فرمایا۔ کوئی شخص اپنے باپ کی جوہر یا لونڈی سے زنا کرے۔ تو وہ عورت  
مرتد ساس کے باپ پر اور وہ لونڈی آقا پر حرام نہیں ہو جاتی)

**سوال چوبیسواں** مکملہ۔

شیخ کی سند کتاب حدیث اعتبار حدیث میں تصریح ہے کہ اپنی عورت سے خلعت  
فطری حرکت کرنا جائز ہے۔ بلکہ اس کے متعلق ایک عجیب روایت کتاب مذکور جلد ۲  
حدیث میں یوں لکھی ہے۔ عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُمَانَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
مَنْ سَأَلَهُ عَنِ الْمَرْجِي يَأْتِي الْمَرْأَةَ فِي ذَلِكَ الْمَوْضِعِ فِي الْبَيْتِ جَمَاعَةً فَقَالَ  
لِي وَرَأَيْتُ صَوْتَهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ مَنْ كَلَّفَ مَمْلُوكُهُ مَا لَا يَطِيقُ فَلْيُعَذِّبْ  
نَحْنُ نَقْصَرُ فِي وَجْهِ أَهْلِ الْبَيْتِ ثُمَّ أَصْبَحَ إِلَيَّ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ (ترجمہ۔ حماد  
ابن عثمان روایت کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام صادق سے دریافت کیا کہ اپنی عورت  
کی مقعد میں دخول کرنا کیسا ہے؟ اس وقت چونکہ آپ کے پاس بہت آدمی بیٹھے تھے۔ آپ نے

بلند آواز سے فرمایا کہ اپنے غلام سے اس کی طاقت سے بڑھ کر خدمت یعنی جائز نہیں۔  
بلکہ اسے فروخت کر دینا چاہئے۔ (غرض یہ تھی کہ اور لوگ یہ سمجھیں کہ اس نے غلام کے  
متعلق مسئلہ پوچھا ہے) راوی کہتا ہے۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ دیکھ کر آپ نے اپنا منہ  
جھکا کر مجھے چپکے سے یہ فرمایا کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام عالی مقام علانیہ طور پر یہ مسئلہ تباہی سے شرارت تھے لوگوں  
کو مخالف طبع میں ڈاکٹر راوی کے کان میں کہہ دیا کہ ہاں اس فعل میں کچھ حرج نہیں ہے۔  
فروع کافی جلد ۲ ص ۲۳۳ میں ہے۔ قُلْتُ لِلرَّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ مِنْ جُلَاةٍ مِنْ مَوَالِيكَ  
أَمَرَ فِي ابْنِ أَبِي أَسْتَلِّكَ عَنْ مُسْلَمَةَ هَا بَاكَ وَأَسْتَحْيِي مِنْكَ أَنْ يَسْأَلَكَ قَالَ وَهَؤُلَاءِ  
الْمَرْجُلُ يَأْتِي زَوْجَهُ فَهَؤُلَاءِ ذَالِكَ لَهُ قُلْتُ فَأَنْتَ تَفْعَلُ قَالَ إِنَّا لَا نَفْعَلُ  
ذَالِكَ (ترجمہ)۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ کا علم  
ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے۔ آپ سے مارے نہشت و شرم کے نہیں پوچھ سکتا۔  
فرمایا کیا ہے؟ میں نے کہا کہ مرد اپنی عورت کی مقعد میں دخول کر سکتا ہے؟ آپ نے کہا ہاں  
اسے اجازت ہے۔ میں نے کہا آپ بھی ایسا کیا کرتے ہیں؟ کہا ہم ایسا نہیں کیا کرتے (خود را  
فضیحت دیگر امر الفیحت)

سنا میسوال مسئلہ شیعہ مذہب میں اپنی عورت کی فرنگاہ کو بوسہ دینا۔ چوننا جائز ہے  
فروع کافی جلد ۲ ص ۱۸۷ میں ہے۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ عَنْ  
الْمَرْجُلِ يُقْبَلُ فَرْجَ امْرَأَتِهِ قَالَ لَا بَأْسَ مِنْ (ترجمہ) علی بن جعفر سے روایت ہے۔  
کہ میں نے امام ابو الحسن سے دریافت کیا کہ مرد اپنی عورت کی فرنگاہ کو بوسہ کر سکتا ہے؟ آپ نے  
کہا۔ کچھ حرج نہیں ہے۔ ط

اٹھا میسوال مسئلہ۔ اپنی عورت کی فرنگاہ کو دیکھنا بھی مضایقہ ندارد۔ اسی کتاب کے صفحہ  
۱۸۷ میں ہے۔ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْمَرْجُلِ يَنْظُرُ  
إِلَى امْرَأَتِهِ وَهِيَ عُرْيَانَةٌ قَالَ لَا بَأْسَ بِذَلِكَ وَهَلِ اللَّهُ فِي ذَلِكَ  
(ترجمہ)۔ اسماعیل بن عمار نے صادق سے دریافت کیا کہ مرد اپنی عورت کی فرنگاہ کو حالت  
برہنگی دیکھ سکتا ہے؟ آپ نے کہا کیا مضایقہ بلکہ مزہ تو اسی میں ہے)

ناشاد و کلام ائمہ طاہرین کی طرف ایسے حیا کش مسائل منسوب کرنا ان کی غایت درجہ کی توہین



ایسی باتیں تو مشہورانی مزاج تماشین بھی کر سکتے شرماتے ہیں۔

**سوال** مسئلہ - عاریۃ الفرج (شرنگاہ دوسرے کو عاریتاً دیدینا) بھی جائز رکھا ہے۔ استبصار جلد ۲ ص ۵۵ میں ہے۔ مَا لَتْ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ عَارِيَةِ الْفُجْ قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ (امام صادق علیہ السلام سے مسئلہ عاریۃ الفرج دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مضائقہ نہیں) استغفر اللہ۔

**تیسواں مسئلہ** - جناب امیر علیہ السلام کی طرف ایک ایسا مسئلہ منسوب کیا گیا ہے جو عقلاً و نقلاً قابل تسلیم نہیں۔ وہ یہ کہ ایک عورت اکیلی جنگل میں جا رہی تھی۔ اس کو سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی سے پانی مانگا۔ اس نے کہا۔ اس شرط پر پانی دیتا ہوں کہ مجھ سے ہم بستر ہو۔ مجبوراً عورت نے مان لیا۔ اعرابی نے منہ کالا کیا۔ عورت امیر المؤمنین عریضہ کے دربار میں آ کر اقبالی ہوئی۔ آپ نے سنگساری کا حکم دیا۔ جناب امیر علیہ السلام نے کہا کوئی جرم نہیں ہوا۔ عورت کی رضامندی سے یہ فعل ہوا۔ پس یہ نکاح ہو گیا۔ چلو چھٹی ہو گئی۔ چنانچہ فروع کافی جلد ۲ ص ۱۹۱ میں ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى عُمَرَ فَقَالَتْ رَأَيْتُ نَثِيتَ فَنَظَرْتُ فِي قَامَرِهَا أَنْ تَرَى جَمَّ قَاطِرٍ بِذَلِكَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ فَقَالَ كَيْفَ نَثَيْتَ فَقَالَتْ كَمَا رَأَيْتِ يَا لِبَآذِيَةٍ فَأَصَابَنِي عَطَشٌ شَدِيدٌ فَأَسْتَقَيْتُ اِعْرَابِيًّا قَابِيًا أَنْ يَسْقِيَنِي لِأَنْ أُمْلِكَنَّهُ مِنْ نَفْسِي فَلَمَّا أَجْهَدَنِي الْعَطَشُ وَخِفْتُ عَلَى نَفْسِي فَأَمْلَكْتُهُ مِنْ نَفْسِي فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ نَثَا وَبَحَّ وَتَرَى الْكُفْرَةَ۔ (صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت عمر کے پاس آئی۔ اور کہا میں نے زناہ کیا ہے۔ آپ مجھے پاک سمجھے۔ آپ نے سنگساری کا حکم دیا۔ جناب امیر علیہ السلام کو سبب کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے عورت سے پوچھا۔ تو نے کس طرح زناہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں جنگل میں جا رہی تھی۔ مجھے سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی سے پانی مانگا۔ اس نے کہا مجھ سے ہم بستر کرے تو پانی دوں گا۔ جب پیاس نے مجھے میتاب کیا اور مر جانے کا اندیشہ ہوا۔ تو میں نے اسے اپنے نفس پر قابو دیا۔ امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ بخدا یہ تو نکاح ہو گیا ہے۔ جائے غور ہے کہ متعہ و تشیعہ کے ہاں مروج تھا ہی۔ اس روایت پر عمل کیا جائے۔ تو زناہ کا بھی دنیا سے نام ہی اٹھ جائے۔ بازاری عورتوں سے جو لوگ زناہ کا ارتکاب کرتے

ہیں۔ اس میں بھی عورت و مرد باہم راضی ہو جاتے ہیں۔ یہاں تو صرف پانی پلایا گیا۔ وہاں روپیہ بھی دیا جاتا ہے۔ اور یہاں بیاس کی مجبوری تھی۔ وہاں بھوکھ سستی ہے۔ پھر وہ بطریق اولیٰ نکاح ہو گیا۔ زناہ نہ رہا۔ نجات ہے کہ ارکان نکاح دو گواہ و ایجاب و قبول سے ایک بات بھی نہ ہوتی۔ عورت مجبوری سے بدکاری پر راضی ہو گئی۔ اس کی کائناتیں نے اسے شرمندہ سمیٹا۔ وہ سمجھتی تھی کہ میں نے خلاف شرع جرم زناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ خوفِ عقبیٰ سے دوبار شریعت میں گئی۔ تاکہ سزاوار ہو کہ عفو جرم ہو۔ ایں علیہ السلام نے حکم دیدیا۔ سزا کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو نکاح میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ کس قدر بہتان ایں علیہ السلام پر ہے۔ مخالف اسلام یہ واقعہ سن لے۔ تو وہ کیا کچھ بکواس کرے۔ یہ شیعہ اعلیٰ ہیں۔ جو آپ کو یوں ملعون کرتے ہیں۔

من از بیگانگان ہرگز نہ تالم      کہ با من ہرچہ کرداں ہشتا کرد  
کسی نے سچ کہا ہے دشمن و تانیہ از ناوان دوست -

اکتیسواں مسئلہ شیعہ مذہب میں ہے کہ عورت اونٹ پر سوار ہوا اور مرد جماع کرنا چاہے۔ تو بھی اسے انکار نہ کرنا چاہئے۔ فقہ العوام ص ۱۸ میں ہے۔ "شوہر کو منع نہ کرے جماع سے اگرچہ پشت شتر پر ہو۔" اللہ رکے بے شرمی۔

بیسواں مسئلہ۔ لڑکے کو ختنہ تو سب لوگ کیا کرتے ہیں۔ شیعہ مذہب کے رو سے لڑکیوں کو بھی ختنہ کرنا چاہئے۔ فروع کافی جلد ۲ ص ۱۸ میں ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّادٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ السَّلَامُ قَالَ الْخَتَنُ مُنْتَهَى الرِّجَالِ وَمَكْرَمَةٌ فِي النِّسَاءِ (ترجمہ) امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ ختنہ لوگوں میں تو سنت ہے اور عورتوں میں باعظمت فضیلت ہے (ایسا ہی حق الیقین اردو ص ۱۸ میں ہے)۔ "ختنہ کا حکم سنت واجب ہے پسر کے لئے۔ اور دختر کیلئے شہر کے نزدیک اس کی قدر و منزلت کا باعث ہے۔" واہ چغوش۔

تیسواں مسئلہ شیعہ مذہب کے رو سے ختی مرد سے عورتوں کو شتر کر کے شتر پر نہیں ہے۔ فروع کافی جلد ۲ ص ۱۸ میں ہے۔ عَنِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ الرَّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ مَنَاعِ الْحَكْمِ مِنَ الْخُصْيَانِ قَالَ كَأَنَّهُمْ يَدُ خُلُوفٍ عَلَى بَنَاتِ ابْنِ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا يَنْتَفَعْنَ قُلْتُ فَكَأَنَّهُ

سہ ایسا ہی فروع کافی جلد ۲ ص ۱۸ میں ہے۔

اَحَرَّ اَسْ قَالَ لَا قُلْتُ قَالَا حَرَّ اَسْ يَتَفَعُّ مِنْهُمْ قَالَ لَا (ترجمہ: محمد بن اسماعیل کہتا ہے جس نے امام رضا سے پوچھا کیا اہل عورتوں کو خستی مردوں سے پردہ کرنا چاہئے۔ آپ نے کہا خستی مرد امام ابو الحسن کی لڑکیوں کے سامنے ہوا کرتے تھے۔ راوی نے کہا کیا یہ مرد اہل خستی؟ کہا نہیں۔ پھر راوی نے کہا کیا اہل خستی مرد سے پردہ کرنا چاہئے۔ کیا نہیں)

چوتھو سوال مسئلہ جلق (شت زنی) کرنے میں کچھ مواخذہ نہیں ہے۔ فروع کافی جلد ۳ ص ۳۸۱ میں ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الذَّلِيلِ قَالَ لَا يَحِلُّ لِنَفْسِهِ لَا شَيْخٌ عَلَيْهِ (ترجمہ: امام جعفر صادق ؑ سے مدارہ جلق (شت زنی) دریافت کیا گیا۔ آپ نے کہا اپنے وجود سے فعل... کرتا ہے۔ اسے کوئی مواخذہ نہیں ہے)

پنجمی سوال مسئلہ شیعہ کی مستند کتاب فروع کافی جلد ۲ ص ۲۵۸ میں لکھا ہے۔ "کہ جو شخص محرم عورتوں۔ ماں۔ بہن۔ بیٹی وغیرہ سے نکاح کر کے جماع کرے۔ اس کو زناہ نہیں کہتے۔ بلکہ من وجہ یہ فعل حلال ہے۔ جو اولاد پیدا ہو۔ اس کو اولاد زناہ کہنا جائز نہیں ہے۔ جو ایسے مولود کو ولد الزنا کہے۔ وہ قابل نساء ہے۔ بلخص عبارت یوں ہے۔ اَلَّذِي يَنْزِلُ فِي ذَوَاتِ الْحَاۓِمِ الَّتِي ذَكَرَ اللَّهُ عَنْ وَجَلَّ عَرْشُهُمَا فِي الْقُرْآنِ مِنَ الْأُمَّهَاتِ وَالْأَبْنَاتِ إِلَى آخِرِ الْكِتَابَةِ كُلِّ ذَاكَ حَلَالٌ مِنْ جَمْعِ الزَّوْجِ وَلَا يَكُونُ أَوْلَادُهُمْ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ جُلْدًا أَحَدًا لِأَنَّهُ مَوْلُودٌ بِزَوْجٍ مُرْتَدٍّ (ترجمہ: جو شخص محرم عورتوں کو جن کی حرمت کا خدا نے قرآن میں ذکر کیا ہے۔ ماؤں بیٹیوں وغیرہ سے سب کا آخر آیت تک ذکر ہے نکاح کیسب حلال ہیں۔ نکاح کی جہت سے اللہ ان کی اولاد کا وجہ سے اولاد زناہ نہیں ہے۔ جو شخص ان لڑکوں کو جو اس وجہ سے پیدا ہوں تہمت دے کہ وہ ولد الزنا ہیں) اس کو نساء تازیانہ دیکھا جائیگی۔ کیونکہ وہ نکاح صحیح سے پیدا ہوئے ہیں اللہ اللہ شیعہ کے مسائل کا کیا کہا۔ شاعر کہتا ہے

یلازمک الخطا بكل رأی ثم لعمری انت اذکی لاذکیا

چھٹی سوال مسئلہ شیعہ کے نزدیک سنی مسلمان۔ کتے اور ولد الزنا سے بھی برا ہے۔ فروع کافی جلد ۳ ص ۳۸۱ پر ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا تَقْتُلْ مِنَ الْبِیِّنَاتِ الَّتِي يَجْمَعُ فِيهَا غُسْلُهَا أَحْمَارُ فَإِنَّ فِيهَا غُسْلًا مَوْلَا الزَّنا وَهُوَ لَا

يَكْفُرُ اِلٰى سَبْعَةِ اَبَاءٍ وَفِيهَا غَسَّالَةٌ النَّاصِبِ وَهُوَ شَرُّ هَمَانِ اللّٰهُ كَمَا يَخْلُقُ  
خَلْقًا اَهْوَنَ مِنَ الْكَلْبِ وَاَنَّ النَّاصِبَ اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْكَلْبِ (ترجمہ عام  
جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ ایسے کنوئیں کے پانی سے مت نہاؤ جس میں حمام کا سسقل  
پانی پڑتا ہے۔ کیونکہ اس میں ولد زنا کے بدن کا پانی بھی گرا ہوا ہوتا ہے۔ اور ولد زنا رات  
پشت تک پاک نہیں ہو سکتا۔ اور اس میں نا صبی (سستی) کے بدن سے گرا ہوا بھی ہوتا ہے  
اور وہ نا صبی (سستی) ولد زنا اور کتے سے بھی برتر ہے۔ خدا نے تمام مخلوق سے بُرا کتے  
کو بنایا ہے۔ اور نا صبی (سستی) کتے بھی بُرا ہے)

دیکھو شیعہ صاحبان سنیوں کو کتے اور ولد زنا سے بھی بُرا سمجھتے ہیں پھر اگر سستی  
ان سے برتر آؤ کریں۔ تو ان سے بُرا کون کون بے غیرت ہو سکتا ہے۔

**سینتیسوال** مسئلہ شیعہ کے عقیدہ کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
صحاب ثلاثہ و ازواج پاک پر لعنت و تبرا داخل نوازا ہے۔ چنانچہ پہلے بحوالہ تحفہ العلوم  
لکھا جا چکا ہے۔ اور نیز حق الیقین ص ۱۵۷ میں ہے۔ "اور ہمارا اعتقاد اس برائت (تبرا)  
میں یہ ہے۔ کہ نیراری طلب کرنا چاہئے چاروں بیٹوں سے یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و  
معاویہؓ اور چاروں عورتوں سے یعنی عائشہؓ و حفصہؓ و دھندہ و اُمّ الحکم اور ان کے تمام  
اتباع و شیاع سے۔"

دیکھو شیعہ ہمارے بزرگان دین اصحاب ثلاثہ کو بُت قرار دیتے ہیں۔ ان کو اور انہما  
المؤمنین ازواج رسول کو لعنت و تبرا دینا واجب سمجھتے ہیں۔ اور اس لعنت و تبرا میں تمام  
دوستان اصحاب ثلاثہ و ازواج پاک کو بھی شریک کرتے ہیں۔ پھر اگر ہم ان کو کافر  
کہیں۔ تو ہمیں تعصّب اور اتفاق میں خلل انداز سمجھا جاتا ہے۔

ایک ہم میں کہ کریں آہ تو موبالتے ہیں بنام شریک وہ میں کہ کریں قتل تو حریا نہیں ہوتا  
**اٹلیسوال** مسئلہ شیعہ کے نزدیک ان اہل بیت پر بھی لعنت و تبرا بھیجا واجب ہے

لہ شیعہ سنی کو نامی کہتے ہیں جسے حق الیقین ص ۱۵۷ میں ہے۔ ابن ابی شیبہ کتاب میزان میں روایت کی کہ لوگوں نے امام علیؓ  
کی خدمت میں عرض کیا کہ آیا ہم صبی کہے جاتے اور سمجھتے ہیں اس سے زیادہ کے محتاج ہیں۔ کہ حضرت امیر المؤمنین  
برا ابوبکرؓ و عمرؓ کو مقدم جاسے۔ اور ان کی امامت کا اعتقاد رکھے۔ حضرت نے جواب دیا کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے  
نا صبی ہے۔ +



جنہوں نے دعوے امامت کیا چنانچہ حق یقین صحت میں لکھا ہے۔ یہ کرنا نہ دشمنان اہل بیت اور حادیہ دیزید و دیگر مخالفین اہل بیت کے بیزاری واجب ہے۔ کیونکہ انہوں نے خلافت کا جھوٹا دعوے کیا۔ بلکہ خلفاء اسمعیلیہ اور زیدیہ کے بھی بیزاری واجب ہے کیونکہ انہوں نے امامت کا جھوٹا دعوے کیا۔

جائے غور ہے کہ شیعان علیؑ کے دستِ ستم سے اولادِ علیؑ (اہل بیت) بھی نہیں بچ سکے۔ مادرِ شام تو کس شمار میں ہیں۔

صوفی و زہدیں دو نو تیرے غمزدہ سے تباہ تو خانقاہ گر چہ ہے ویراں تو خرابات خراب

اوتار الیہ سوال مسئلہ شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ۳ ص ۱۱ میں ہے۔

کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے زید کی بیعت کی عبارت یہ ہے۔ ثُمَّ أَسَلُ إِلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَقَالَ لَهُ مِثْلُ مَقَالَتِهِ بِالْقَرْنَيْنِ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَمَا آيَتُ ابْنِ كَلْبٍ أَقْرَبُ لَكَ أَلَيْسَ لِقَتْلِي مِمَّا قَتَلْتَ الْمَاجِلَ بِالْأُمْسِ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ لَعْنَهُ اللَّهُ بَلَى فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَدْ أَقْرَبْتُ لَكَ بِمَا سَأَلْتَ أَفَأَعْبَدُكُمْ مَعَكُمْ يَا لَكَ فَإِنْ شِئْتُمْ فَأَمْسِلُكُمْ وَإِنْ شِئْتُمْ نَبْعُ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ لَعْنَهُ اللَّهُ أَذْنَى لَكَ حَقَّقْتَ ذَمَّكَ وَأَكْرَهْتَ عَصْمَكَ يَا لَكَ مِنْ شَرِّ فَلَكَ (ترجمہ: پھر زید نے امام زین العابدینؑ کے پاس آدمی بھیجا۔ اور ان کو وہی بات کہی۔ جو قریشی مرو کے ساتھ کہی تھی۔ امام نے کہا یہ تو بتاؤ۔ کہ اگر میں (تمہاری بیعت کا) اقرار نہ کرں۔ تو مجھے بھی قتل کر دیگا۔ جیسا کہ کل مرو قریشی قتل کر دیا گیا ہے۔ زید نے کہا۔ ہاں ایسا ہی ہوگا۔ امام زین العابدینؑ نے کہا میں تیری خلافت کو تسلیم کرتا ہوں۔ میں تو تہارا مجبور غلام ہوں۔ خواہ مجھے اپنے پاس رکھو۔ یا فروخت کر دو۔ زید نے کہا۔

تو نے اچھا کیا ہے۔ اپنی جان بچالی ہے۔ اور تیرے شان میں کچھ کمی نہیں ہوئی)

غور کرو بیشیہ کہا کرتے ہیں۔ کہ اہل سنت و الجماعہ زید کو خلیفہ مانتے ہیں۔ اہل سنت کو تو اس ملعون کو بھی خلیفہ تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن شیعہ میں کہ حضرت امام زین العابدینؑ کی زید ملعون سے بیعت کے قایل ہیں۔ بھلا یہ کس طرح مانا جاسکتا ہے۔ کہ ایک قریشی تو اس ملعون کی بیعت تسلیم کرنے پر آمادہ ہو کر توجع دے۔ اور امام تاجدار زین العابدینؑ جو اس امام عالی مقام کے فرزند تھے۔ جنہوں نے صرف بیعت نہ کرنے کی وجہ سے اپنی اور اپنی اہل بیت کی جان

قربان کر دی۔ اُن سے یزید کی غلامی کا اقرار اپنی کیلی جان کی خاطر کب متصور ہو سکتا تھا۔ اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ ایک عام قریشی بھی امام علیہ السلام سے استقامت میں بڑھ نکلا۔ کہ ایک فاسق و فاجر کی بیعت پر اپنی جان کی قربانی کو ترجیح دی لیکن امام نے جان کو ایمان سے زیادہ عزیز سمجھا۔ اِنَّ هٰذَا اِلَّا بَهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔

**چالیسواں مسئلہ**۔ تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ جس کی ادائیگی پر وہ خود مجبور ہے۔ لیکن شیعہ کا عقیدہ ہے کہ بعض شیعہ نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کا فریضہ ادا کریں۔ تو بعض نہ کرنے والوں کی تلافی ہو جاتی ہے گویا یہ سب امور فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہیں۔

اصول کافی ص ۵۵ میں ہے۔ عَنْ اَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ كَيْدٌ فَمَنْ يُصَلِّيْ عَنْ كَيْدٍ لَا يُصَلِّيْ مِنْ شَيْعَتِنَا وَلَا يَجْمَعُوْا عَلٰی شَرِّكَ النَّاسِ كَوَفَرٍ لِّهَٰكُلُوْا وَاَنَّ اللَّهَ كَيْدٌ فَمَنْ يَحْجُ مِنْ شَيْعَتِنَا عَنْ كَيْدٍ يَحْجُوْا يَجْمَعُوْا عَلٰی شَرِّ النَّاسِ لِهَٰكُلُوْا وَهُوَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَكَوَلُوْا دَفْعَ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّتَمْلِكُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهَا اِنَّ اللَّهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلٰی الْعٰلَمِيْنَ قَوْلُ اللَّهِ مَا تَنَزَّلَتْ اِلَآ فِيْكُمْ وَلَا عَنِيْ هَآءَا غَايِرُكُمْ (ترجمہ)۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نماز پڑھنے والے شیعہوں کے طفیل بے نمازوں کو بچا لیتا ہے۔ اور اگر ہمارے سارے شیعہ بے نماز ہو جائیں تو سب ہلاک ہو جائیں۔ اسی طرح زکوٰۃ دینے والے شیعہوں اور حج کرنے والوں کے طفیل نہ زکوٰۃ دینے نہ حج کرنے والے شیعہ بچ جاتے ہیں۔ ورنہ سب ہلاک ہو جائیں یہی مضمون ہے اس آیت کا کہ اگر خدا بعض لوگوں کے طفیل بعض کی مداخلت نہ کرے۔ تو زمین تباہ ہو جائے۔ بخدا یہ آیت صرف تم شیعوں کی حق میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے غیر بالکل مراد نہیں میں پھر تمام شیعہ کو کیا پڑی ہے کہ نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کی اصالۃ تکلیف کریں۔ آخر دنیا میں کچھ نہ کچھ ایسے شیعہ بھی موجود ہوں گے۔ جو یہ فرایض ادا کر چھوڑتے ہیں۔ پھر ان کی بدولت یہ سب بے نماز۔ بے روزہ۔ حج و زکوٰۃ کے تارکین کو اللہ تعالیٰ امان دیدیگا۔

خوب شیعہ صاحبان کے لئے بہت سے دیگر اعمال ایسے موجود ہیں جن کی بدولت بے تعداد فرشتے پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو قیامت تک ان نیک اعمال کے بجا لائے والوں کے لئے تسبیح و تہلیل کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ سب نیکی ان نیک مردوں کے نامہ اعمال میں لکھی

جاتی ہے۔ جیسا کہ متعصبیا کا رُقاب کرتے والے میں (کما تر)  
یہ بھی کتب شیعہ میں لکھا ہے۔ کہ اگرچہ بتا رہا اسلام پانچ ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔  
ولایت۔ مگر ان سب سے فضیلت ولایت کو ہے۔ جیسا کہ اصول کافی ص ۱۸ میں ہے نیز جتہ  
امیر علیہ السلام کی ولایت ہو جانے سے شیعہ صاحبان داخل جنت ہو سکتے ہیں۔ بالخصوص  
جب سال بھر میں ایک دفعہ غم امام حسینؑ میں سینہ کوئی کر لیں۔ پھر نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ  
ایسی صعوبات میں پڑنے کی انہیں کیا ضرورت ہے۔

## آدم بر سرِ مطلب

مضمون اتنا لیا ہو گیا ہے۔ کہ اصل مضمون سے ہم بہت دور جا پڑے ہیں۔ حدیث ثقلین  
کی بحث ہو رہی تھی۔ جو شیعہ خلافت بلا فصل جناب امیر علیہ السلام پر ایک دلیل پیش کیا  
کرتے ہیں۔ سو ثقل الکبر قرآن کریم سے شیعہ کے انکار کو زبردست دلائل سے ثابت کیا  
گیا۔ پھر ثقل اصغر ائمہ اہل بیت کی ہتک و توہین کی تشریح بھی کر دی گئی۔ اور یہ کہ ائمہ  
اظہار کے ذمے شیعہ ایسے گندے اور متعفن شرناک مسائل منسوب کرتے ہیں جو ان کی  
سر اسر ہتک و توہین ہے۔ اس لئے شیعہ کو حدیث ثقلین دائرہ اسلام سے ہی خارج کئے  
دیتی ہے۔ کجا یہ بات کہ وہ اس سے استدلال کر سکیں۔

## شیعہ کی پانچویں دلیل

ایک اور دلیل آیت ذیل سے دی جاتی ہے۔

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (میں تم سے اس تبلیغ پر کچھ اجر نہیں  
مانگتا۔ ہاں یہ چاہتا ہوں۔ کہ قربت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو)

اس آیت کا شیعہ حضرات یہ معنی کرتے ہیں۔ کہ میں تم سے اور تو کچھ اجر نہیں مانگتا  
اتنا اجر مانگتا ہوں۔ کہ میرے قریبیوں (اہل بیت) سے دوستی رکھو۔

اس آیت میں بھی مسئلہ خلافت علیؑ پر کوئی اشارہ تک پایا نہیں جاتا۔ اگر یہی معنی  
تسلیم کر لیا جائے۔ کہ حضور علیہ السلام کے اقربا سے دوستی رکھنا ضروری ہے تو اہل سنت  
کو اس سے کب انکار ہو سکتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ حضرت علیؑ کو پہلا خلیفہ مان  
لو۔ جب جناب محدوح خود اس کو مطالبہ قبل از وقت قرار دیتے ہیں۔ جیسے کہ آگے ذکر ہو گا۔

تو اس کو خلیفہ رابع تسلیم کرنے سے محبت اور مودت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ حالانکہ آیت کا وہ معنی کریں۔ جو شدید کرتے ہیں تمہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت پر حرج آتا ہے جب حق تعالیٰ نے تمام دیگر انبیاء کا مقولہ قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ کہ تم تبلیغ رسالت پر کچھ اجر نہیں مانگتے۔ تو ختم المرسلین کی نسبت یہ اعتقاد کہ آپ اس امر پر اجر طلب کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام کی شان اقدس کے منافی ہے۔ نیز یہ آیت دوسری آیت کے مخالف ہو جاتی ہے۔ جو یوں ہے۔ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ (کہہ دے کہ میں تم سے تبلیغ رسالت پر کسی قسم کا اجر نہیں مانگتا۔ نہ کچھ تکلیف چاہتا ہوں) اگر آیت کا مضمون یہ ہو کہ میں تم سے اور تو کچھ اجر نہیں چاہتا۔ ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تم میرے رشتہ داروں سے دوستی کرو) جس کا دوسرا معنی یہ ہو گا۔ کہ ان سے مروت و سلوک کرو۔ ان کی مالی و جانی امداد کرتے رہو۔ تو یہ رسالت نہیں بلکہ خود غرضی میں داخل ہو گا جس کا آنحضرت کی نسبت گمان کرنا بھی کفر ہے۔

علاوہ اس کے چونکہ قرآن میں اس قسم کے اقوال جو انبیاء کرام کی طرف سے بیان ہوئے ہیں۔ ان سب میں مخاطب قوم کفار سے ہے۔ پھر اس صورت میں یہ قباحت لازم آتی ہے۔ کہ کفار جبکہ جناب رسالت آپ سے دشمنی رکھتے تھے۔ تو اس حالت میں آپ ان کو کس طرح کہہ سکتے تھے کہ تم میرے رشتہ داروں سے محبت و دوستی رکھو۔ نیز آیت میں لفظ الْفُرْقَانِ واقع ہے۔ ذَوِی الْقُرْبَانِ نہیں۔ سو قربانی کا معنی رشتہ داری ہے۔ رشتہ دار اس کا معنی ہرگز نہیں ہو سکتا۔

صحیح مفہوم آیت کا یہ ہی ہے۔ کہ آپ کفار و مشرکین سے کہہ دیجئے۔ کہ تم میرے ساتھ ناحق دشمنی کرتے ہو میں تم سے تبلیغ رسالت کا کچھ اجر تو نہیں مانگتا۔ یعنی اس میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔ چونکہ میں تمہارا رشتہ دار بھی ہوں۔ اس لئے بجائے دشمنی کے تم سے محبت و مودت کی مجھے امید ہوئی چاہئے پھر اس آیت کا مفہوم وہی لیا جائے۔ جو شدید کہتے ہیں۔ تو بھی اس میں اس امر کی کہاں تخصیص ہے۔ کہ وہ حضرت کے وقت ابتداء ہی چار فرمود علی غرہ فاطمہ زہرا و حسن و حسین ہی ہیں۔ اس میں تو جمیع رشتہ دار داخل ہو سکتے ہیں۔ نیز شدید کا اس آیت سے تہ لعل سلیمہ کا حاشیہ نہیں ہے کہ آیت کی ہے اور اس کے نزول کے وقت حضرت ابی ہریرہ بھی نہ ہوئے تھے حضرت فاطمہ و ابی ہریرہ کی زوجیت میں آئی تھیں بلکہ یہ واقعات ہجرت کے بعد سے ہیں۔



## خواہ آیت کا معنی کچھ ہی کیوں نہ کیا جائے۔ شیعہ کی چھٹی دلیل

شیعہ خلافت بلا فصل حضرت علیؑ پر آیت تطہیر سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ كَطَهْرِ زَاكِيَّاتٍ (خدا چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے جس (ناپاکی) کو دور کر دے۔ اور تم کو پاک کر دے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے) وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت جن میں حضرت علیؑ بھی داخل ہیں۔ معصوم تھے اس لئے وہی امامت کے لائق تھے۔ غیر معصوم قابل امامت نہیں ہو سکتا۔ سو اس آیت سے شیعہ کا استدلال ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سیاق و سباق آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے ماقبل اور مابعد تمام آیات میں ازواج مطہرات سے خطاب ہے۔ پھر یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ پہلے اور پچھلے ازواج کا تذکرہ ہو۔ اور درمیان میں ایک ٹکڑا اس کے خلاف حضرت علیؑ کا طعنہ خنثی کے خطاب میں آجائے۔ جو کہ بلاغت کے بالکل خلاف ہے۔ بہر حال کوئی با سمجھ اور با انصاف شخص ماقبل و مابعد دیکھ کر ہرگز خیال نہیں کر سکتا۔ کہ یہ آیت ازواج مطہرات کے خطاب میں نہ ہو۔

دوم لفظ اہل بیت ہر ایک زبان میں عورتوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ فارسی میں اہلخانہ عورت کو کہتے ہیں۔ ہندی میں گھر والی عورت سے مراد ہوتی ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس آیت میں اہل بیت سے مراد ازواج نہ ہوں۔

سوم قرآن کریم میں دوسری جگہ بھی اس لفظ کا اطلاق ازواج پر ہی ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کی بی بی حضرت سارہؑ کو جب فرشتوں نے فرزند کی بشارت دی۔ اور انہوں نے اپنے بچے یا بچہ ہوئے اور اپنے سنوسر کے بوڑھا ہوئے کے باعث اس بشارت پر تعجب کیا۔ تو ارشاد ہوا۔ اَلْجَنِّبِينَ مِنْ اٰمِرٍ لِّلّٰهِ رَاحۃُ اللّٰهِ وَبَنَیْکَاۃُ عَلَیْکُمُ اٰہُلَ الْبَیْتِ سَلَامٌ (محجین، بچہ نہ دینے والے، (مقدس) کام (قدرت) سے آپ کو تعجب کرنا چاہیے۔ خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں اے اہل بیت تمہارے شامل حال ہوں۔ وہ حمد کیا ہوا بزرگتر ہے) اس جگہ لفظ اہل بیت سے مراد اتفاقی شیعہ دوستی حضرت سارہؑ ہیں۔ تو پھر آیت متنازعہ میں اہل البیت سے مراد خلافت

محاورہ قرآن غیر از دل کیوں ہوں۔

پہچھٹا کر۔ اہل البیت گھر والے کہی جاتے ہیں۔ جو ہمیشہ کے لئے گھر میں ہی رہیں جو صرف ازدواج میں ہی پائی جاتی ہے جس گھر میں نکاح ہو گیا۔ وہیں کی ہو رہیں۔ لیکن بیٹیاں یا دوسرے یا داماد چونکہ دوسرے گھر میں رہائش اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے ان پر اس لفظ کا اطلاق نہیں ہو سکتا حضرت علیؑ اپنے گھر میں رہتے تھے حضرت فاطمہؑ بھی نکاح کر کے اپنے شوہر علیؑ کے گھر میں چلی گئیں جینین کا تولد ہی دوسرے گھر میں ہوا۔ پھر رسول پاکؐ کے گھر میں رہائش رکھنے والی ان کی بیٹیاں ہی تھیں۔ اس لئے اہل بیت النبیؐ بغیر ان کے کوئی ہونہیں سکتا۔

### اعتراف شیعہ

اس پر شیعہ کا یہ اعتراف ہے۔ کہ اگر اہل البیت سے مراد نساۃ النبیؐ (ازدواج رسولؐ) ہوں تو بجائے عنکم اور ویطہرکم ضمایر مذکر کے عنکرت اور یطہرکت ضمایر مونث استعمال ہوں۔ سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگرچہ اہل البیت کے لفظ کا مصداق مونث (ازدواج) میں۔ لیکن چونکہ لفظ اہل البیت مذکر ہے۔ اس لئے لفظ مذکر کے لحاظ سے ضمایر مذکر استعمال ہوں۔ جیسا کہ دوسری آیت مذکور میں بھی باوجود اس کے کہ خطاب حضرت سارہ (مونث) سے تھا لیکن بحفاظت مذکر لفظ اہل البیت علیکم ضمیر مذکر کا استعمال کیا گیا۔ ایسا ہی یہاں بھی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ اہل بیت میں خود ذات اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہے۔ کیونکہ اس بیت کے رہنے والے آپ بھی تھے۔ اس لئے رعایت ادب و تعظیم حضور والا تعظیماً ضمیر مذکر کی مستعمل ہوئی۔

تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ کلام عرب میں بغرض اظہار محبت عورتوں کے لئے ضمیر مذکر آجایا کرتی ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر اپنی محبوبہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ فانی شیت حومت النساء سو اکھ۔ ایسا ہی موسیٰؑ کے قصہ میں مذکور ہے۔ قال لاھلوا امکنوا (موسیٰؑ نے اپنی بی بی کو کہا ٹھیر جاؤ) سو یہاں بجائے امکنی کے امکنوا ضمیر مذکر کا استعمال ہوا۔ یہی ہے کہ اس قدر جوابات سے معترض کی پوری تسلی ہو جائیگی۔

### دوسرا اعتراف

شیعہ کا دوسرا اعتراف یہ ہے۔ کہ حدیث کسا سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ آیت حضرت علیؑ

فاطمہؓ حسنینؓ کے متعلق ہی نازل ہوئی ہے۔ یعنی جس وقت یہ آیت نازل ہوئی حضور  
 علیہ السلام نے انہیں چار ہزر گوارہ کو بلا کر چادر کے نیچے کر لیا۔ اور دعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ  
 هٰذَا اَهْلُ بَيْتِيْ فَادْفَنْهُمْ عَنَّا مِنْ اَرْضِ الْحُسَيْنِ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا۔ (اے خدا یہ میرے اہل بیت  
 میں پس لے کر گناہ دوزخ کو اور ان کو پاک کر جیسا پاک کرنے کا حق ہے) اگر اہل بیت سے  
 مراد ازواج رسولؐ تھیں۔ تو ان کو کیوں بلا کر یوں دعا کی۔

### جواب

سو اگر غور و تدبیر سے کام لیا جائے۔ تو اس حدیث سے مزید ثبوت اس امر کا ملتا ہے۔ کہ  
 آیت کا مصداق ازواج ہی تھیں۔ اور چونکہ حضور علیہ السلام کو ان چار ہزر گواروں سے بھی محبت  
 تھی۔ اس لئے چاہا کہ یہ بھی اس انعام الہی سے بہرہ یاب ہو جائیں۔ اس لئے ان کو یکجا  
 کر کے دعا فرمائی۔ کیا اللہ یہ لوگ بھی حقیقتہً نہیں تو معنےً حکماً میرے اہل بیت میں داخل  
 ہیں۔ ان کو بھی جس سے پاک کیجیو۔ ورنہ اگر یہ چار ہی آیت کے مصداق ہوتے۔ تو الٰہی حکم  
 آجائے کے بعد پھر ان کے لئے دعا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جو تحصیل حاصل تھا۔

اس کی مثال یہ ہے۔ کہ ان دنوں سرکار نے فوجی خدمات کے عوض فوجی ملازمین کے بیٹوں  
 اور بھائیوں کے لئے فوجی وظائف منظور کر کے آرڈر جاری کیا۔ کہ جن فوجیوں نے جنگ  
 یورپ میں خدمات کی ہیں۔ ان کے بیٹوں اور بھائیوں کو اس قدر اہوار وظیفہ ملا کر دیا۔ جو جن  
 لوگوں کے بیٹے اور بھائی موجود تھے۔ جب ان کو یہ انعام ملا۔ تو بعض فوجی اصحاب نے سرکار کی  
 خدمت میں عرضیاں دیں۔ کہ حضور فلان لڑکا میرا بیٹا ہے۔ جو بیٹے کے قائم مقام ہے۔ اس کو  
 بھی اس انعام سے حصہ لینا چاہئے۔ چنانچہ سرکار نے ازراہ مہربانی ایسے لڑکوں کو بھی جو  
 بطور متبجہ پیش کئے گئے۔ وظائف دیدیئے۔

سو ایسا ہی مانحن نہیں بن گیا کرتا چاہئے کہ جب اہل بیتؑی ازواج رسولؐ کے متعلق تطمیر  
 کا انعام نازل ہوا تو حضور علیہ السلام نے اپنی بیٹی۔ نو اسوں۔ داماد کو بھی پیش فرمایا۔ کہ یہ  
 بیگم بھی میرے اہل بیت میں داخل ہیں ان کو بھی یہ انعام عطا ہو۔

اسی کی تائید اس حدیث بخاری سے ہوتی ہے کہ ام سلمہؓ نے رسول صلعم سے عرض کی۔ اَلَسْتُ  
 مِنْ اَهْلِ بَيْتِكَ كَمَا مِیں اہل بیت میں داخل نہیں)۔ آپ نے فرمایا۔ اَلَا كُنِيْ عَلِيٍّ خَيْرًا (اور تم بہتر  
 تو پہلی ہی سے بہتر ہے) یعنی تو حقیقی طور پر اہل بیت ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا

چونکہ ام سلمہ کے لئے دعا، تفصیل حاصل میں داخل تھا۔ اس لئے اس کو آپ نے دعا میں داخل نہ فرمایا۔

### بر تقدیر تسلیم

یہ تسلیم بھی کر لیں کہ آیت تطہیر کے مصداق ازدواج نہیں۔ بلکہ چار اصحاب کسا ہیں۔ تو بھی شیعہ اس سے عصمت جناب امیر اور امامت پر استدلال نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آیت کا مفہوم یہ ہے۔ کہ خدا چاہتا ہے کہ اہل بیت تمہارے جس (گناہ) دور کر دے۔ اگر پہلے ہی سے وہ معصوم تھے۔ تو جس کا ازالہ بے معنی ہو گا۔ جب ایک چیز کا وجود ہی نہ ہو تو اس کے دور کرنے کا ارادہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر رب العباد کو آیت میں عصمت کی خبر دینی مطلوب ہوتی۔ تو بجائے مضارع کے ماضی کا صیغہ مستعمل ہوتا یعنی اَذْهَبَ الرَّجُلُ عَنْكُمْ وَطَهَّرَكُمْ تَطْهِيرًا (خدا نے تم سے جس کو دور کر دیا ہے۔ اور تمہیں کلی طور پر پاک کر دیا ہے) مضارع کا صیغہ استعمال ہونا اس امر کی صاف دلیل ہے۔ کہ پہلے عصمت نہ تھی۔

دوہم۔ اگر یہ آیت دلیل عصمت جناب امیر علیہ السلام اور ان کی امامت کی ہے۔ تو پھر وہ آیت جو اصحاب بدر کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ وَلَٰكِنْ يَّرِيدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَیَسْلِمَ فَرْحَتُهُ عَلَیْكُمْ (لیکن خدا چاہتا ہے تم کو پاک کر دے اور اپنی نعمتوں کا تم پر اتنا کرے) دوسری جگہ ہے۔ وَیَذْهَبُ عَنْكُمْ سِرْجُكَ الشَّیْطَانِ (اور دور کر دے تم سے شر شیطان کو) سو یہ آیات اصحاب بدر (جن میں اصحاب ثلاثہ بھی داخل ہیں) کی عصمت کی بھی دلیل مہینی چاہئیں۔ ایک ہی قسم کے الفاظ دو جگہ ہیں۔ بلکہ اصحاب کی نسبت اتنا نعمت کا مضمون مزید برآں ہے۔ اگر اصحاب بدر کی عصمت باوجود ان آیات کے نہیں مانی جاتی۔ تو اصحاب کسا کی کیوں مانی جائے بہر حال اس آیت سے شیعہ کا استدلال کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا۔

### شیعہ کی ساتویں دلیل

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ آبَاءَكُمْ وَآبَاءَكُمْ وَنِسَاءَكُمْ وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَكُمْ وَأَنْفُسَكُمْ فَتَكُونُوا كَأُولَٰئِكَ لَا يَعْلَمُونَ (آپ کہیں اؤ بولالیں اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اپنے وجودوں اور تمہارے وجودوں)



کو ہر مباہلہ کریں۔ خدا کی لعنت جھوٹوں پر جو)

وجہ استدلال یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ نصاریٰ نے نجران سے جب مباہلہ کی قرار دیا ہوئی۔ جیسا کہ آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو حضرت رسولؐ انہیں چار بزرگوں علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو ساتھ لیکر نکلے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صحابہ ثلاثہ کی رسولؐ پاک کے دل میں کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ اس لئے جناب امیرؓ ہی آپ کی وفات کے بعد خلافت کے لائق تھے۔

## جواب

اس استدلال کا جواب یہ ہے۔ کہ آیت سے یہ گزرمفہوم نہیں ہوتا کہ حضرت علیؑ ہی امامت و خلافت کے مستحق ہیں۔ اور بس۔ نہ آیت کا کوئی لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آیت کا مفہوم صاف یہ ہے۔ کہ ہر حد فرقے سے حسب ذیل اشخاص مباہلہ کے لئے نکلے۔ مباہلہ کرنے والے بذات خود اصحاب کی اولاد ان کی مستورات چونکہ مسلمان فرقے سے دعویدار اسلام حضور علیہ السلام اور ان کے صحابہ تھے جو کفار سے بہادری و قتال کرتے تھے ان کے لیے سب لوگ اہل فتنہ میں داخل تھے۔ انہوں نے اور ہر سے میدان مباہلہ میں نکلنا تھا۔ درجہ دوم میں ان کی اولاد و خفا و ذکور و اناث۔ درجہ سوم میں ان کی مستورات۔ ایسا ہی کفار کی طرف سے ابو حارثہؓ، سیدہ عاتقہؓ، معہ اپنی اولاد اور عورتوں کے نکلے۔ اب شیخ کا یہ کہنا کہ سوائے چار بزرگوں کے حضور علیہ السلام کے ہمراہ کوئی نہ نکلا۔ یا آپ کسی کو ساتھ نہ لینگے مضمون آیت کے بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ اگر حضور علیہ السلام معہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ کے نکلے تو اہل فتنہ۔ ایسا کیا کا مضمون تو پورا ہو سکتا ہے۔ یعنی رسولؐ علیؑ بذات خود نکلے اولاد رسولؐ سے فاطمہؑ و حسنؑ ساتھ ہوئے۔ لیکن ان کا مضمون کیونکر بیا ہو سکتا ہے حضرت فاطمہؑ نصار رسولؐ نہیں۔ بلکہ ابتداء رسولؐ میں داخل تھیں۔ پھر آیت کا مضمون کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ نیز کفار کا مقابلہ تو رسولؐ اور رسولؐ کے سرداران فوج صحابہ کبار سے ہوا۔ اور وہ صرف مباہلہ کے لئے حضرت رسولؐ لان کے داماد علیؑ یا آپ کی دختر فاطمہؑ اور حسنینؑ کے نکلنے پر راضی ہو جائیں حضرت رسولؐ اور حضرت علیؑ تو مجاہدین و مقاتلین میں داخل تھے۔ لیکن فاطمہؑ و حسنینؑ جو قتال و جدال کے قابل نہ تھے۔ اگر مقابلہ میں نکل کر چشم زخم بھی اٹھائیں تو کفار کی مراد کیسے پوری ہو سکتی تھی۔ جبکہ ان کے سبھی

کے لئے عمر فاروق اور ابو بکر صدیق صحیح و سلامت زندہ موجود رہتے۔  
 غرض عقل و نقل دونوں امر کے تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام  
 نے مباہلہ کے لئے حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو ہی ساتھ لیا۔ اور جب بیت سے حضرت علیؑ  
 اور ان کے متعلقین کی خصوصیت ثابت ہمیں ہوتی۔ تو اس کے خلاف روایات غلو کہ کتب  
 شیعہ کی ہوں۔ یا اہل السنۃ کی۔ قابل استدلال نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ شیعہ حضرات ایسی  
 روایات کے گھر لینے میں پورے مشاق ہیں۔ اور کتب اہل السنۃ میں بھی دست اندازی  
 کر لینے سے دریغ نہیں کرتے۔

### ایک عجیب روایت

میت القلوب ہمدرد میں ہے۔ بیچوں میں اس آیت نازل شد فرار کرو نہ کہ روز دیگر مباہلہ  
 کنند نصار نے بجا ہائے خود گشت تند پس ابو حاشہ با اصحاب خود گفت کہ فردا نظر کنید اگر محمدؐ  
 با فرزندان و اہل بیت خودے آید پس بسرید از مباہلہ او و اگر با اصحاب و اتباع خودے آید  
 از مباہلہ او پروا مکنید۔ (ترجمہ) جب آیت مباہلہ نازل ہوئی۔ اور دوسرا دن مباہلہ کیلئے  
 مقرر ہوا۔ اور نصار نے اپنی جگہ پر واپس ہوئے۔ تو ابو حاشہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا  
 کہ کل دیکھنا۔ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے فرزندان اور اہل بیت کے ساتھ مباہلہ کے لئے نکلیں۔  
 تو ہمیں ڈرنا چاہئے۔ اولہ اگر اپنے اصحاب و اتباع کے ساتھ نکلیں۔ تو ڈرنا پرواہ نہ کرنا۔  
 اب جائے غور ہے۔ کہ نصار نے بخران کو جناب امیر اور دیگر اہل بیت سے اس قدر  
 خوش اعتقادی کس وجہ سے ہو گئی تھی کہ مباہلہ کے لئے ان کے نکلنے سے ان کی روح کا پتہ  
 تھی ممکن ہے کہ حضرت علیؑ کو تو انہوں نے دیکھا ہوا اور ان کے بشرہ کو دیکھ کر قیافہ سے  
 ایسا حکم لگایا ہو۔ لیکن حسینؑ اور جناب سیدہ کو انہوں نے کیسے دیکھ لیا۔ کہ ان کے مباہلہ  
 میں شمولیت سے اس قدر خوف پیدا ہوا۔ پسب کچھ شیعہ حضرات کی خوش اعتقادی کی  
 باتیں ہیں۔ ورنہ کفار کو نہشت جناب رسول پاک اور ان کے اصحاب کبار جو اشد ائمہ  
 علیٰ الکفار کے مصداق تھے سے تھی۔ اور وہ ان کے کارناموں سے آگاہ ہو چکے تھے  
 انہیں کے خوف سے انہوں نے نہ مباہلہ منظور کیا نہ مقابلہ بلکہ مصاحبت پر مجبور ہو گئے۔  
 اگر بالفرض مان لیا جائے کہ ہم بخران جناب امیرؑ کی طفیل ہی سر ہوئی۔ تو یہ ایسی  
 کون سی بڑی بات ہے۔ ایک موضع جس میں صرف چالیس یا پچاس آدمی کی آبادی ہو۔

قبضہ اسلام میں آجائے سے اسلام کی شوکت میں کیا کچھ صاف ہو سکتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ خلفاء ثلاثہ بھی کی جہد و جہاد اور جانفشانی و جان سپاری کا نتیجہ ہے۔ کہ شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک اقطاع الارض میں نور اسلام پھیلا اور ظلمت کفر دھو ہوئی۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ وَرَضُوْا عَنْهُ۔

غرض شیعہ بیچارے اثبات مدعا۔ خلافتِ بلا فصل امیر کے لئے ہر حید ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ مگر ساحل مقصود پر پہنچنا مشکل ہے۔

ترسم کہ کتبہ نرسی اعرابی ڈکیں راہ کہ تو میری برکستانست  
غرض قرآن و حدیث میں کوئی دلیل خلافتِ بلا فصل علی المرتضیٰ پر نہیں ہے۔ اور شیعہ اپنے دعوے پر کوئی ثبوت نہیں رکھتے۔ نص قرآن و حدیث اس کے خلاف ہے۔ اور واقعات بھی اسی امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ خلافتِ خلفاء ثلاثہ کا حق تھی حسب منشاء ازوی مجلس شورے مہاجرین و انصار کے اجماع سے مل میں آئی۔ اس لئے نتیجہ اعلیٰ بھی حق اہل سنت خلافتِ شیعہ ثابت ہے۔ یہ دو تحقیقات اہم تھیں۔ اس لئے ان کی بحث لمبی ہو گئی ہے۔ اب باقی دو امور پر مختصر بحث کی جاتی ہے۔

### نتیجہ سوم۔ کیا حضرت علیؑ خود طالبِ خلافت تھے؟

اس امر کے فیصلہ کرنے کے لئے کہ جناب امیر علیہ السلام وفاتِ نبویؐ کے بعد خلافت حاصل کرنے کے شائق تھے۔ اور اس کے لئے جہد و جہاد کی۔ اور حسبِ رُغمِ شیعہ اس کی کشش میں مہاجرین و انصار کے گھروں میں حسنینؑ کو ساتھ لئے و زبرد پھرتے رہے یہاں صرف جناب امیر علیہ السلام پر اتہام و بہتان ہے۔ ہم جنابِ ممدوح کے چند اقوالِ نہج البلاغۃ سے پیش کرتے ہیں۔ اول وہ خطبہ جو جناب امیر علیہ السلام نے عباس اور ابوسفیان کے خطاب میں فرمایا۔ جب انہوں نے آپ سے بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

(۱) نہج البلاغۃ ص ۳۳ میں ہے۔ اَیُّهَا النَّاسُ تَلَقَّوْا اَمَواَحَ الْفِتَنِ بِسُغْنِ الْجَبَاكِ وَ عَمَّ حَوْا عَنْ طَرِیْقِ الْمَنَافَرَةِ وَ ضَعُوْا رِجْلَیْکُمْ اِلَى الْمَفَاخِرَةِ۔ اَفَلَمْ یَخُصَّ جَبَّاحُ اَوْاسْتَسْلَمَ فَاَسْرَحَ هَذَا اَمَاءُ اَجْنَحٍ وَ کَلِمَةُ یَعْقُضُ بِهَا اَکْکَہَا وَ مَجْتَنِیِ الثَّمَرَةَ لِیَقْبِرَ وَ قَتِیْ اِیْتَاہَا کَالْثَمَرِ اِذَا رَمَعَ غَیْرِہٖ (ترجمہ)۔ اے لوگو! فتنوں کو بوجوں کو نجات کی کشتیوں میں بیٹھ کر طے کرو۔ اور مسلمانوں میں منافرت (مخالفت) پیدا کرنے کا طریق چھوڑ دو۔

وہ اب ہر گویا دوسرے شخص کی زمین میں کھیتی کرے (۱) اس خطبہ میں جناب امیرؑ نے دعویٰ خلافت کو قبل از وقت تصور کرتے ہیں۔

(۲) بیخِ البلاغۃ میں ہے: **وَاللَّهُ مَا كَانَتْ بِي فِي الْخِلَافَةِ رَاْعِبَةً**  
 ہونے کے مترجہ ہے۔ اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ آپ خلافت و امارت کے ہرگز خواہاں نہ تھے  
 اور آپ نے صاف فرمادیا کہ خلفائے ثلاثہ کی وزارت کو میں اپنی امارت و خلافت پر ترجیح  
 دیتا ہوں

(۳) بیخِ البلاغۃ ص ۱۹ میں ہے۔ **وَاللَّهُ مَا كَانَتْ بِي فِي الْخِلَافَةِ رَاْعِبَةً**  
**وَلَا فِي الْوَلَايَةِ اِثْرِيَةً وَلَا لَكُمْ دَعْوَةٌ مَوْفِي اِيْهَا وَحَمَلَةٌ مَوْفِي عَلَيْهَا۔**  
 (ترجمہ:- خدا کی قسم مجھے خلافت کی خواہش نہ تھی۔ اور نہ حکومت کی حاجت  
 تھی۔ البتہ تم نے مجھے خلافت کی طرف بلایا۔ اور اس پر مجھے برا لگی ہوئی کیا)  
 اس کلام سے ثابت ہے۔ کہ آپ نے اپنے وقت میں بھی خلافت اپنی  
 خواہش سے قبول نہیں کی۔ بلکہ آپ کو مجبوراً دوسروں کے اصرار سے منصب  
 خلافت اختیار کرنا پڑا)

اگرچہ اس بارہ میں اور بھی جناب امیر علیہ السلام کے اقوال موجود ہیں۔  
 مگر چونکہ خطبات مسطورہ بالا سے ہمارا دعوے پایہ نبوت کو پہنچ گیا ہے۔  
 اس لئے بخوفِ طوالت باقی اقوال کو ترک کیا جاتا ہے۔ پھر جب اس قدر  
 تحقیق سے اقوال صریحہ سے ثابت ہو گیا۔ کہ آپ خلافت بلا فصل تو کیا  
 بلکہ اپنے وقت کی خلافت کے بھی چنداں خواہاں نہ تھے۔ بلکہ قوم نے آپ کو  
 اس کے لئے انتخاب کر کے ان کو تخت خلافت پر متمکن ہونے کے لئے مجبور  
 کر دیا تھا۔ اور آپ انکار نہ کر سکتے تھے۔ تو یہ امر کہ آپ کو خلافت بلا فصل حاصل  
 کرنے کا اس قدر اشتیاق تھا۔ کہ اس کے چھن جانے پر عوام کی طرح اپنی ہوس  
 بچوں کو ہمراہ پیکر مہاجرین و انصار کے در بدر پھرتے رہے۔ بالکل ردِ انقض کی  
 گھڑت ہے۔ اور منہج سوم بھی ہمارے حق میں خلافِ شیعہ ثابت ہے۔

## تمتہ چہارم

رہا یہ امر کہ آن جناب نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی یا نہ۔ سو یہ امر مسلمہ فریقین ہے  
 کہ اپنے اپنے وقت میں ہر سہ خلفاء کی بیعت کر لی۔ ہاں اہل سنت کا یہ



اعتقاد ہے کہ آپ نے ان کو خلفائے حق سمجھ کر بطیب خاطر بیعت قبول فرمائی۔ اور  
 شیعہ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ بیعت بہ طیب خاطر نہیں بلکہ بالجبر کی۔ چنانچہ  
 شیعہ کی تمام کتابوں میں یہ مضمون یا تصریح درج ہے۔ کہ ابوبکرؓ کی بیعت سے  
 آپ پہلو تہی کرتے تھے۔ لیکن ان کو گزرن میں رستی ڈالکر گھسیٹ کر دوبارہ رستوں  
 میں لایا گیا۔ اور اس لئے جبراً و قہراً آپ کو بیعت کرنی پڑی۔ سو کوئی مسلمان جس  
 کے دل میں جناب امیر علیہ السلام کی نسبت ذرا بھی عقیدت ہے۔ ہرگز باور نہیں  
 کر سکتا۔ کہ جناب شجاعت مآب پر کوئی چیرہ دستی کر کے ان سے بزدل بیعت منوا  
 سکتا تھا۔ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ بیشک آپ پر زبردستی کی گئی۔ آپ کو طوق بگردن  
 گھسیٹ کر لے جایا گیا۔ اور آپ نے بالکل ہاتھ پاؤں نہ ہلانے۔ کیونکہ آپ کو  
 صبر کرنے کا حکم تھا۔ لیکن کوئی عقلمند شیعہ اس رکیک عقد کو ہرگز تسلیم نہیں کر  
 سکتا۔ اس کو صبر نہیں کہتے۔ کہ ایک شخص حق پر ہو۔ اور اس کا حق زبردستی  
 چھین لیا جائے۔ اور باحق والے اس سے زبردستی اپنا حق منوائیں۔ اس کو  
 یہاں تک بے عزت و ذلیل کیا جائے۔ کہ گلی میں رستی ڈالکر بازار میں گھسیٹا  
 جائے۔ اس کی عصمت مآب بیوی خاتون جنت کو کوڑوں سے پٹیا جائے۔  
 بطن مبارک پر لات مار کر اسقاط حمل کیا جائے۔ اور وہ شخص صبر کرتا رہے  
 ایسے شخص کو حلیم اور بردبار نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ ایسے مرد کو پر لے درج کا بزدل  
 اور بے غیرت کہا جاتا ہے۔ حاشا و کلاً کوئی مسلمان ایسے دود از عقل ڈھکسلا  
 کر تسلیم نہیں کر سکتا۔ بلکہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نے خلافت  
 خلفائے ثلاثہ کو صحیح تصور فرما کر بخوشی خود ان کی بیعت کی۔ اور ان کے عہد خلافت  
 میں اپنے مفید مشوروں سے خلفاء اسلام کو مستفید کرتے رہے۔ اور ان سے  
 ملکر کام کرتے رہے۔ ان کے پیچھے نازیں پڑھاکیں۔ غنائم سے حصہ ہجڑہ لیتے رہے

### بیعت کے متعلق شیعہ کے دو مختلف قول

شیعہ کا ایک قول تو یہ ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کو بذات و رسوائی رستی سے  
 باز دھکر کھینچ گھسیٹ کر لے گئے۔ اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر ابوبکرؓ کے ہاتھ میں دیا گیا۔

اور اس طرح کسم پبعیت پرور اور اہم ہوتی۔ جیسا کہ جبار العیون اردو جلد ۱ ص ۵۵  
 میں مگر بن گھسیٹ کر لے جانے کے واقعہ کو لکھنے کے بعد یوں لکھا ہے :-  
 ”پس خالد بن ولید دوڑا۔ اور تلوار خلافت سے کھینچ کر کہا۔ بخدا سو گند اگر بیعت نہ  
 کرو گے۔ تو میں تمکو قتل کرونگا۔ جناب امیر علیہ السلام نے گریبان اس شقی کا پکڑ کر  
 حرکت دی۔ اور دوڑ پھینک دیا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار بھی گر پڑی۔ ہر خید سنی  
 کی مگر جناب امیر نے بیعت کو ہاتھ دراز نہ فرمایا۔ پس حضرت کا ہاتھ پکڑ  
 لیا۔ اور ابو بکر نے پناہ دست محس دراز کر کے حضرت کے ہاتھ تک  
 پہنچایا۔“

عجیب بات ہے شیعہ حضرات جناب امیر کی شجاعت کے بھی کرشمے دکھا  
 جاتے ہیں۔ کہ خالد بن ولید کا گریبان پکڑ کر آپ نے ایسی حرکت دی۔ کہ تلوار  
 گر پڑی۔ لیکن آخر کار جناب موصوف کو ایسا مغلوب بتایا جاتا ہے۔ کہ زور سے  
 ان کا ہاتھ پکڑ لیا گیا۔ اور ابو بکر کے ہاتھ میں دیدیا گیا۔  
 بہر حال اس روایت میں واقعہ بیعت کو جناب امیر کی بے بسی اور مجبوری کی  
 صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

لیکن شیعہ کا دوسرا قول یہ ہے۔ کہ آپ نے ایک مصاحبت سے حضرت ابو بکر  
 کی بیعت بخوشی قبول کر لی چنانچہ فروغ کافی جلد کتاب الروضۃ ص ۱۳۹ میں یہ روایت  
 عَنْ مُرَّادٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنَّ النَّاسَ لَمَّا صَنَعُوا ادِّبَا يَعُوْا  
 اَيَّاكَ لَمْ يَمْنَعُوا امِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ اَنْ يَّدْعُوْا اِلَى نَفْسِهِ اَلَا  
 نَظَرْنَا اِلَى النَّاسِ وَتَحَوُّا عَلَيْهِمْ اَنْ يَّمُرُوْا اَعْنِ الْاِسْلَامَ فَيَعْبُدُوْا اَلَا نُنَظَرُ  
 وَلَا مَشْهُدٌ اَنْ اَكَا اَللّٰهُ وَاَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اَللّٰهِ وَكَانَ الْاَمْرُ  
 اِلَيْهِ اَنْ يَقَرَّ هُمْ عَلٰى مَا صَنَعُوْا مِنْ اَنْ يَّمُرُوْا اَعْنِ جَمِيْعِ الْاِسْلَامِ وَاِنَّمَا  
 هَكَذَا الَّذِيْنَ رَكِبُوْا فَاَمَّا مَنْ لَمْ يَصْنَعْ ذٰلِكَ وَدَخَلَ فَيَمَّا دَخَلَ مِنْ

۱۔ شرح نہج البلاغہ معتمد سلطان محمد طبرسی جلد ۱ ص ۱۳۹۔  
 ۲۔ روی انہ کا توجہ الناس وجہ الناس  
 ۳۔ روی انہ کا توجہ الناس وجہ الناس  
 ۴۔ روی انہ کا توجہ الناس وجہ الناس  
 ۵۔ روی انہ کا توجہ الناس وجہ الناس  
 ۶۔ روی انہ کا توجہ الناس وجہ الناس  
 ۷۔ روی انہ کا توجہ الناس وجہ الناس  
 ۸۔ روی انہ کا توجہ الناس وجہ الناس  
 ۹۔ روی انہ کا توجہ الناس وجہ الناس  
 ۱۰۔ روی انہ کا توجہ الناس وجہ الناس

الاسلام قِلْدًا لَكَ كَتَمَ عَلٰی عَیْهِ السَّلَامُ اَمْرًا كَوْبَايَعَ مَلِكًا حَيْثُ لَفَزَ  
 يَحْيٰ اَهْوَاكَ (ترجمہ: مزارہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے  
 آپ نے فرمایا۔ لوگوں نے جب یہ بات کی۔ کہ بیعت ابو بکرؓ کر لی۔ تو امیر علیہ  
 السلام کے لئے اور کوئی امر اس سے مانع نہ تھا۔ کہ اپنی بیعت کی طرف لوگوں  
 کو بلاتے سوائے اس کے کہ آپ کو خوف ہو گیا تھا۔ (کہ اگر بیعت ابو بکرؓ سے ہٹا  
 کر اپنی بیعت کی طرف بلائیں) تو لوگ اسلام ہی سے پھر جائیں۔ اور رسالت محمد  
 صلعم سے منکر ہو جائیں۔ اور آپ اس بات کو پسند کرتے تھے۔ کہ ان کو اس بات  
 (بیعت ابو بکرؓ) پر ٹھہرا رہنے دیں اس سے کہ وہ سرے سے اسلام ہی چھوڑ بیٹھیں  
 اور بہر حال وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔ جو لوگ بیعت ابو بکرؓ پر متفق ہو گئے۔ ہاں جو لوگ  
 اس منصوبہ میں شامل نہ تھے۔ اور لوگوں کو دیکھا دیکھی بغیر علم و عداوت امیر المؤمنین  
 بیعت میں داخل ہو گئے۔ وہ کافر نہیں ہوئے۔ نہ اسلام سے خارج ہوئے ہیں  
 یہی وجہ ہے۔ کہ امیرؑ نے اپنی خلافت کے استحقاق کو چھپا رکھا۔ اور مجبور ہو کر  
 بیعت کر لی۔ جب کہ اپنے مددگار نہ دیکھے)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب امیرؑ نے دیکھا۔ کہ صحابہ کلمہ بیعت  
 ابو بکرؓ پر متفق ہو گئے ہیں۔ اور آپ کا ساتھ بالکل چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور حالت  
 ایسی نازک ہو گئی ہے۔ کہ اگر بیعت ابو بکرؓ سے منصرف ہو کر آپ اپنی بیعت  
 سنوانا چاہیں۔ تو لوگ اسلام ہی کو خیر باد کہہ دیں۔ تو آپ نے اپنے استحقاق خلافت  
 کو اپنے سینہ ہی میں مخفی رہتے دیا۔ لوگوں کو ہرگز اپنی خلافت کا استحقاق نہیں  
 بتایا۔ اور مصلحتاً خود ہی بیعت کر لی۔ نہ کسی نے آپ کو بار بیٹ کی۔ نہ کوئی  
 ناگوار قضیہ پیش کیا۔ آپ نے عین آل انڈیشی سے وقت کی نزاکت کو محسوس  
 کر کے اپنی بیعت کے لئے کسی فرد بشر کو نہیں کہا۔ بلکہ بطیب خاطر خود  
 بیعت کر لی۔ ایسے متواضع اقوال کے ہوتے ہوئے شیعہ اپنے دعوے  
 میں کامیاب نہیں رہتے۔ اور بلاشبہ تفریق چارم بھی سخت اہل سنت خلاف  
 اہل تشیع ثابت ہو جاتی ہے۔

مفصلہ

جب ہر چار امور تنقیح بحق اہل سنت و الجماعۃ خلاف شیعہ براہین قاہرہ قرآن و حدیث و احادیث ائمہ اہل بیت و اقوال جناب امیر علیہ السلام سے ثابت ہو گئے ہیں۔ تو دعوے شیعہ باطل قرار دیا جا کر ڈگری بحق اہل سنت خلاف شیعہ صادر کی جاتی ہے۔ اور قرار دیا جاتا ہے کہ امامت و خلافت ایک ہی چیز ہے۔ اور حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت بلا فصل پر کوئی نص قرآن و حدیث ثابت نہیں ہے۔ اور انتخاب خلافت شورعے مہاجرین و انصار اور اتفاق اہل حل و عقد سے عین منشاء ایزدی سے درست طور پر ہوتا رہا۔ جناب امیر ہرگز طالب خلافت نہیں تھے۔ بلکہ وہ وزارت کو خلافت پر ترجیح دیتے تھے۔ اور انہوں نے برضا و رغبت ہر سہ خلفاء کی بیعت کی۔ اور یہ خلافت بالکل حق تھی شیعہ کا یہ سب شور و غضب ان کی لاعلمی اور جہالت اور مٹا دھڑی کی وجہ سے ہے۔ اور درحقیقت دوستی کے لباس میں یہ جناب امیر اور جملہ اہل بیت کے سخت ترین دشمن ہیں۔ خدا ان کو ہدایت کرے۔ اب خلافت کی بحث ختم ہو چکی۔ اور دلائل ساطوہ سے ہم نے اپنے مدعا کو ثابت کر دیا جس کا جواب قیامت تک شیعہ نہیں دے سکتے۔ اب ہم ان مطاعن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو شیعہ صاحبان آن حضرت کے اصحاب پاک اور ازواج مطہرات کے خلاف کیا کرتے ہیں۔ ہم ان تمام مطاعن کا جواب شافی الزامی اور حقیقی طور پر دینگے۔ اور استدلال عقلی نقلی سے شیعہ کے ان ہذیانوں کا قلع قمع کر دینگے۔ واللہ الموفق۔

## مطاعن شیعہ

ہر چند شیعہ کے مطاعن کے شافی جواب کتب متقدمین اہل سنت و الجماعہ میں دیئے جا چکے ہیں۔ لیکن شیعہ ان سے اغماض کر کے پھر نئے نئے رنگ میں ان ہی اعتراضات کو دہرایا کرتے ہیں۔ اس لئے یہاں ان کے مطاعن کو ایک ایک کر کے پہلے لکھ کر ان کے دندان شکن جواب لکھ دیئے جلتے ہیں تاکہ اہل سنت مناظرین کو ان کے خرافات کی جوابدہی میں سہولت ہو۔



## پہلا طعن

پہلا طعن مدافض کا جناب صدیق اکبرؓ کی نسبت یہ ہے کہ آپ نے جیش اسامہ سے تخلف کیا۔ حالانکہ حضور علیہ السلام نے اس لشکر کو خود تیار کر کے اسامہ کی ماتحتی میں روانہ کیا۔ اور سب کو نام بنام متعین کر دیا۔ اور بڑی تاکید و تاکید فرمایا۔ کہ جھڑوا جیش اسامہ لعن اللہ من تخلف عنها۔ اسامہ کے لشکر کو تیار کر دے جو شخص اس سے تخلف کرے گا۔ مورد لعنت ہوگا۔

## جواب

اس طعن کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے جیش اسامہ کا جو حکم فرمایا اس کی تعمیل صدیق اکبرؓ نے بوجہ حسن کی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔

۲۶۔ صفحہ کو پیر کے دن آنحضرتؐ نے حکم دیا۔ کہ رومیوں کی سرکوبی کے لئے ربیع بن حارثہ کے انتقام کے لئے ہم روانہ کی جائے۔ آپ نے منگل کے روز اسامہ بن زید کو اس لشکر کا امیر نامزد فرمایا۔ بدھ کو آپ بیمار ہو گئے۔ اس سے دوسرے روز (پنجشنبہ) کو باوجود بیماری کے آپ نے بدست خود نشان (علم) کی دوستی فرمائی۔ اور اسامہ کو فرمایا۔ اَغْنِ بِمِ اللَّهِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَاتِلْ مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ (خدا کا نام لیکر خدا کی راہ میں جہاد ادا کرنا اللہ سے قتال شروع کر دو) اسامہ حسب ارشاد نبویؐ علم ہاتھ میں لیکر باہر نکلا۔ اور نشان بریدہ بن جھیل سلمی کے حوالہ کر دیا۔ اور مقام جرت میں پڑاؤ کیا۔ تاکہ تمام لشکر وہاں جمع ہو جائے۔

صحاب کبار۔ مہاجر و انصار۔ صدیقؓ۔ فاروقؓ۔ عثمانؓ۔ علی رضی اللہ عنہم اور دیگر اکابر اصحاب نے بھی ادھر تیاری کر کے اپنے اپنے جیمے مقام مذکور میں بھیج دیئے اسے میں حضورؐ کی بیماری میں تیزی ہو گئی۔ اور عشاق رسولؐ بے قرار ہو گئے حضورؐ نے اسلام نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنی جگہ امامت نماز پر مامور فرمایا۔ کتب طرفین میں اس کا ذکر موجود ہے) ۱۰۔ ربیع الاول حضور علیہ السلام کو مرض سے کبھی قحط افتادہ ہوا۔ اور سب مسلمانوں نے جہاد کے لئے روانگی کا قصد کیا۔ حضرت اسامہؓ کو حضورؐ نے بغیر فرما کر دعا خیر فرمائی۔ اسامہ کو پچ کے لئے تیار تھے۔ کہ ام ایمن مادر اسامہ

لہ جو من اللہ الخ اہل سنت کی کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ مدد انصاف کا احقاق ہے۔ ۱۲

ان کے پاس پہنچ کر کہنے لگیں۔ کہ حضورؐ کی حالت نازک ہو گئی ہے۔ اسامہؓ اور دیگر لشکر بیان یہ خبر وحشت اثر سے شکر شدہ رہ گئے۔ اور کمریں کھول دیں۔ اور نشانِ درود و ملت نبویؐ پر نصب کر دیا۔ حضورؐ کے وصال کے بعد جب تجہیز و تدفین سے فراغت ہوئی۔ اور منصبِ خلافت پر صدیق اکبرؓ جاگزین ہوئے۔ تو اسامہؓ نے پھر مقامِ جرن میں عہدہ اگاڑ دیا۔ اور فوج جمع ہونے لگی۔ اس اثناء میں مدینہ میں یہ خبر پہنچی۔ کہ بعض قبائل عرب مرتد ہو گئے ہیں اور مدینہ منورہ میں حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ بعض صحابہؓ نے حضرت ابا بکرؓ صدیق سے عرض کی۔ کہ اس موقع پر لشکر اسامہؓ کی روانگی ہم روم پر ملتوی کر دی جائے تاکہ مدینہ منورہ معرضِ خطر میں نہ رہے۔ لیکن صدیق اکبرؓ نے نہ مانا۔ اور کہا۔ کہ جس لشکر کو آقاؐ نے نامدار حضورؐ تیار فرمایا چلے ہیں۔ میں اس کو کبھی روک نہیں سکتا۔ اور ہم کو ضررہ روانہ کر دینا۔ اگرچہ منافقین مدینہ و مضافات مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ القصد لشکر اسامہؓ کو آپؐ نے مکمل ساز و سامان سے لیس کر کے روانہ کیا۔ اور حضرت عمرؓ کو حضرت اسامہؓ سے اجازت لیکر ہمراہ خود لیا۔ تاکہ ان کی تدبیر کار کے فائدہ اٹھا کر بغاوت کو فرو کر سکیں۔ اسامہؓ منزل مقصود پر پہنچے۔ جدال و قتال کر کے حدودِ شام کو مفتوح کیا۔ اور مدینہ میں بافتح و ظفر واپس آئے۔

سو یہ اعتراض جناب صدیق اکبرؓ پر کرنا کہ آپؐ نے لشکر اسامہؓ کی تجہیز میں کوتاہی کی۔ درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آپؐ نے اس لشکر ظفر بیکر کو پورے ساز و سامان سے تیار کر کے روانہ کیا۔ اور جزوا لغز کی قلیل کا حق ادا کیا۔ اور اگر ردافض کا یہ اعتراض ہے۔ کہ آپؐ نے لشکر اسامہؓ سے تخلف کیا۔ (خود ساتھ نہیں گئے) تو ایسا اعتراض ردافض کا ان کی جہالت اور لاعلمی کی دلیل ہے۔ جب خلیفہ بادشاہ کسی ہم کو کسی انسر کے ماتحت کر کے کسی جگہ روانہ کرتا ہے۔ تو حقیقت میں قائد فوج وہی سمجھا جاتا ہے۔ لڑتی فوج ہے۔ اور نام بادشاہ کا ہوتا ہے۔ کیونکہ فوج بدون سامان خوراک و اسلحہ وغیرہ لڑ نہیں سکتی۔ اور یہ سب کچھ بادشاہ کے ذمہ ہوتا ہے۔ غرض حضرت ابوبکرؓ نے باوجود خطرناک حالت کے لشکر اسامہؓ کو بھیج کر

زید بن حارثہ کا خوب انتقام لیا۔ اور اسامہؓ ہم سر کر کے پوری کامیابی سے مراجعت فرما ہوئے۔ رسولؐ پاک کی منشاء و حکم کو یاد کر دیا گیا۔ علاوہ انہیں یہ الزام حضرت علیؓ پر بھی وارد ہو سکتا ہے۔ کہ آپؐ بھی لشکر اسامہؓ کے ساتھ جانے پر مامور تھے۔ آپؐ کیوں نہ گئے؟ اگر ایسی نازک حالت میں کہ حضورؐ نزع کی حالت میں ہوں عاشقانِ ذات والا آپؐ کو چھوڑ کر لڑائی پر چلے جلتے۔ تو خالفین نابکار کا ہمیشہ کے لئے یہ اعتراض ہوتا۔ کہ ملک گیری کی ہوس میں آقاؐ نے نامدار کو مرض الموت میں تنہا چھوڑ کر یارانِ خاص یا ہر سفر میں چل دیئے۔ اور جب دوسرا پہلو اختیار کیا گیا۔ تو یہ اعتراض اٹھایا جاتا ہے۔ کہ تعمیل حکم نہیں ہوئی۔ ۵

چشمِ بداندیش کہ برکنندہ بادِ عیب نماید ہر شش در نظر

یہ بھی واضح رہے۔ کہ جب حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو خدمتِ امامت پر مامور کر دیا تھا۔ تو تعمیل حکم اسی صورت میں تھی۔ کہ اس ڈیوٹی میں کوتاہی نہ ہو۔ پھر جب بعد وفات رسولؐ بارِ خلافت آپؐ کے سر پر ڈالا گیا۔ تو پھر تعمیل ارشاد اسی طرح ہو سکتی تھی۔ کہ خود امورِ خلافت کا سرانجام کریں۔ اور آئندہ سوہ کار و فوج کو یا تختی اسامہؓ پوری تیاری کے روانہ کر کے اس ہم کو سر کریں۔ چنانچہ یہ دونوں کام خدا کے فضل سے پورے ہوئے۔ اور فتح و ظفر کا سہرہ صدیق اکبرؓ کے سر بند ہوا۔ حاسد ناب کا کرٹھا کریں ۵

بیر تابم ہی اے حسود کیں بختِ نہ کہ از شقتِ او جز بزرگ نتوان رست

## دوسرا طعن

حضور صلعم نے حضرت ابوبکرؓ کو سورہ برات کے احکام کی تبلیغ کے لئے مکہ معظمہ میں روانہ کیا تھا۔ لیکن بعد میں جبرائیلؑ نازل ہوئے اور پیغام دیا۔ کہ اس کام کے لئے حضرت علیؓ کو روانہ کرو۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے جا کر فرض تبلیغ احکام سورہ برات انجام دیا۔ تو جب آپؐ صرت ایک سورہ کی تبلیغ کی قابلیت نہ رکھتے تھے۔ تو وہ خلیفہ کس طرح ہو سکتے تھے جس کے ذمے تبلیغ جمیع احکام شریعت کا کام ہوتا ہے

جواب

روایات اہل سنت اس بارہ میں مختلف ہیں۔ اکثر روایات میں یوں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو حضور علیہ السلام نے پہلے ہی سے ایسے حج مقرر فرما کر بھیجا تھا۔ پیچھے سے سورہ برات کا نزول ہوا۔ تو آپ نے اس کی تبلیغ کے لئے حضرت علیؓ کو روانہ فرمایا۔ اس صورت میں معترض کا اعتراض سرے سے ہی غلط پڑتا ہے۔ کہ جس کام کے لئے حضرت ابوبکرؓ مامور ہوئے تھے یعنی ناسک حج کی تعلیم کے لئے وہ کام اخیر تک انہوں نے ہی انجام دیا۔ اور حضرت علیؓ کو جس ڈیوٹی پر بعد میں روانہ کیا گیا۔ آپ نے ادا کی۔ اس میں اعتراض ہی کیا ہو سکتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے۔ کہ جب حضرت ابوبکرؓ ایسے حج مقرر کر کے روانہ کئے گئے۔ تو یہ کام بھی آپ کے سپرد کیا گیا۔ کہ سورہ برات کے احکام کی بھی تبلیغ کر دی جائے۔ لیکن بعد میں حضرت علیؓ کو دوسرے کام کی انجام دہی کے لئے حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ بٹانے کے لئے روانہ کیا گیا۔ جو انہوں نے بامتختی حضرت ابوبکرؓ انجام دیا۔ عادت عرب یہ تھی۔ کہ جب کوئی معاہدہ کرنا یا اس کا توڑنا ہوتا اور صلح یا جنگ کا معاملہ درپیش ہوتا۔ وہ ایسے شخص کے ہاتھ سے انجام پذیر ہو سکتا تھا۔ جو بادشاہ کی قوم میں سے اس کا فرزند یا بھائی یا داماد ہو۔ دوسرا کوئی شخص خواہ کتنی بڑی شخصیت رکھتا ہو۔ اس کام کے لئے منتخب نہیں ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سورہ برات میں اس امر کا اعلان مقصود تھا۔ کہ سابقہ معاہدات ختم ہو چکے۔ اب مشرکین کو مسجد نبویؐ اور حرم محترم میں داخلہ کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے یہ فرض بغیر حضرت علیؓ کے جو آپ کے عمزاد بھائی اور داماد تھے۔ دوسرے سے ہوتا تو کفار کا حسب دستور اعتراض ہوتا۔ کہ اگر ایسا اعلان مقصود تھا۔ تو کسی شاہی خاندان کے خاص آدمی کے ذریعہ اس کا اعلان کیوں نہیں کیا گیا۔ کفار کے اس عذر کے رفع کرنے کے لئے حضرت علیؓ کو اس ڈیوٹی کی انجام دہی کے لئے بھیجا گیا۔ اس میں قابلیت یا عدم قابلیت کا کوئی سوال نہیں ہے۔ اگر حضور علیہ السلام جناب ابوبکرؓ میں

لے بیضاوی۔ مدارک۔ زاہدی تفسیر نظام مینا پوری۔ جذب القلوب۔ شروح مشکوٰۃ میں یہی روایت اختیار کی گئی ہے۔



تہ پاتے۔ تو ابتداء میں آپ ان کو اس کام کے لئے کیوں انتخاب فرماتے۔  
 بیشک ان سے بھی بڑے بڑے ذمہ داری کے کاموں کے لئے آپ  
 صدیق اکبرؑ کا ہی انتخاب پسند فرمایا کرتے تھے۔ اور یہاں بھی جو کام جناب  
 صدیق منہ کے سپرد کیا گیا۔ وہ بہت بڑا امر اہم اور ذمہ داری کا کام تھا۔ کیونکہ  
 حضرت ابو بکرؓ لاکھوں نفوس کے سوار قرار دیئے جا کر احکام حج کی تبلیغ اور  
 انتظام کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اور جس قدر واقعات و حوادث وہاں رونما  
 ہونے والے تھے۔ ان سب کا تصفیہ و فصل خصوصیات کا کام صدیق اکبرؑ کے  
 سپرد تھا جس قدر شرعی مسائل پیش آنے والے تھے۔ سب کا فتوے آپ نے  
 صادر کرنا تھا۔ ایسے کام کے لئے ایسی شخصیت کی ضرورت تھی۔ جو بڑا مجتہد  
 بڑا منظم اور بڑا ہی مدبر اور سلیم العقل ہو۔ بخلاف اس کے سورہ برات کی  
 چند آیات کا باآواز بلند پڑھ کر سنا دینا ایک معمولی کام تھا۔ جو ہر ایک حافظ  
 قرآن جبر الصوت اس کو پورا کر سکتا تھا۔ اس لئے یہ قیاس نہیں ہو سکتا۔ کہ  
 کہ امارت حج کا عظیم الشان کام انجام دینے کی قابلیت جس شخص میں تھی۔ وہ  
 ایک سورت قرآن کے جا بجا سنا دینے کے قابل نہیں تھا۔ غرض اس سے  
 نہ تو حضرت صدیق منہ پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔ نہ اس سے حضرت علی  
 المرتضیٰؓ کو آپ پر کوئی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔

کتب حدیث و سیرے ثابت ہے۔ کہ اس موقع پر جناب امیر علیہ السلام  
 ہر ایک امر میں حضرت ابو بکرؓ کی اقتدار کرتے تھے۔ نماز ان کے پیچھے ادا کرتے  
 اور مناسک حج میں بھی ان کی متابعت فرماتے تھے۔

کتب حدیث میں یہ بھی تصریح ہے۔ کہ جب جناب امیر علیہ السلام بسواری  
 ناقہ قطع مسافت کر کے بحالت تمام حضرت ابو بکرؓ کے پاس جا پہنچے۔ تو آپ نے  
 پرچھا۔ اَیْمَلَرَا حِثَّ امْرَءًا مَوْثِرًا۔ (کیا آپ امیر ہو کر آئے ہیں یا مودہ ہو کر)  
 آپ نے جواب میں فرمایا۔ حِثَّ مَوْثِرًا۔ (میں آپ کے ماتحت ہو کر آیا ہوں)  
 خلاصہ یہ کہ امیر الحج کے ذمے جو چھ لاکھ نفوس کے سوار تھے۔ اتنا بڑا کام  
 تھا۔ کہ ان سے اصالتاً سورہ برات کا جا بجا ہر خیمہ اور ہر ڈیرہ میں جا کر سنانا

متعذر تھا۔ اس لئے اس کام کے لئے علیحدہ شخص مقرر ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ جناب امیر علیہ السلام نے یہ کام بوجہ حسن پورا کیا۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے اپنا کام نہایت خوش سکوئی سے انجام دیا۔ اور یوں حضور علیہ السلام کے دو جلیل القدر اصحاب نے حضور علیہ السلام کی نیابت کا پورا پورا حق ادا کیا۔ پھر کتنی بڑی بے انصافی ہے کہ ان ہر دو اصحاب میں سے کسی ایک کی بیقدری کی جائے۔

### تیسرا طعن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کو ایک دفعہ عین العاص اور ایک دفعہ اسامہ کے ماتحت فرما کر ان کے تابع حکم گردانا۔ اگر وہ خلافت و امامت کے قابل ہوتے۔ تو ایسے معمولی انخاص کے تابع حکم نہ گردانے جاتے۔

### جواب

اس طعن کا جواب دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ یہ اعتراض تب ہو سکتا ہے کہ شیعہ صاحبان عمرو بن العاص یا اسامہ کی فضیلت کے قائل ہوں۔ حالانکہ اس بات کے وہ بھی قائل نہیں ہیں۔ پھر اعتراض کیسا۔ دوم یہ کہ کسی خاص امر پر کسی بڑے آدمی کو کسی چھوٹے کے ماتحت رکھ کر کام کرنے پر مامور کرنا اس امر کی دلیل نہیں ہے۔ کہ سلطان یا بادشاہ کی نظر میں وہ بڑا آدمی حقیر اور چھوٹا اس سے زیادہ عزت رکھتا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ بادشاہ کو جب کبھی کسی آدمی کو بڑے رتبہ پر مقرر کرنا منظور ہوتا ہے۔ پہلے اس کو کام سکھانے کے لئے کسی چھوٹے اہلکار کی ماتحت کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً ایسے ذی عزت خاندانی اشخاص جو سول میں پہلے ہی سے آئے۔ آئے۔ ہی منظور کئے جاتے ہیں پہلے ان کو پٹواری کے ماتحت کام سکھانا پڑتا ہے۔ ایسا ہی جو شخص صیغہ فوج میں ڈائریکٹ کمیشن حاصل کر کے مجبوراً صوبیدار یا لفٹنٹ گورنر سے ہی بھرتی کیا جاتا ہے۔ اس کو پہلے کسی معمولی حوالدار کے ماتحت قواعد پر ٹیڈ سکھائی جاتی ہے۔ لیکن یہ ہرگز خیال نہیں ہو سکتا۔ کہ بادشاہ کی نگاہ میں پٹواری یا حوالدار کو اتنی اتنی یا فوجی سردار پر فوقیت یا فضیلت حاصل ہے

بلکہ اس سے تویہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں جب شیخین نے ایک وقت خلافت و امامت حاصل کرنی تھی۔ اس لئے ان کو ماتحتی کی ڈیوٹی پر لگایا گیا۔ تاکہ کام کی مشق اور ریاضت و تجربہ حاصل ہو۔ اور تابع رہ کر ان کو اپنے زمانہ اقتدار و مقبوعیت میں ماتحتوں اور تابعین فرمان کی بھی قدرت و منزلت ہو۔

مقام دوم۔ سامہ و عمرو بن العاص کی امارت ایک جزوی مصلحت کی وجہ تھی۔ وہ یہ کہ اہل روم و شام آسامہ کے باپ زید کو بیدردی سے قتل کر دیا تھا اس کا انتقام اسی صورت میں ہو سکتا تھا۔ کہ مقتول کا فرزند (آسامہ) خود اپنے باپ کا بدلہ لیکر دل ٹھنڈا کرے۔ اسی طرح عمرو بن العاص منصوبہ اور تدبیر میں طاق تھا۔ اور اس وقت ایسے ہی لوگوں سے سابقہ پڑا تھا۔ جو بڑے شکار اور پُر دغا تھے۔ اس لئے اس کے مقابلہ کے لئے ایسے ہی شخص کی ضرورت تھی۔ جو اس فن میں خاص مہارت رکھتا ہو۔

چہاں رام۔ اگر اس خاص امارت سے فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔ تو پھر جناب امیر علیہ السلام پر بھی ان کی فضیلت تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ جب کہ حضور علیہ السلام نے ان سے افضل علی بن ابی طالب کو چھوڑ کر سامہ و عمرو بن العاص کو امیر بنا کر بھیجا۔ غرض یہ طعن محض جہالت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ جس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ نہ اس سے شیخین کی تنقیص پر دلیل ہو سکتی ہے نہ فضیلت امیر ثابت ہوتی ہے۔

### چوتھا طعن

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ ابو بکر نے کہا ہے۔ اِنَّ فِي شَيْطَانًا يَتَعَرِّفُنِي ذَا اِسْمَةٍ قَاعِثِيُوْنِي وَ اِنْ مَرَعْتُ فَقُوْمُوْنِي (میرے لئے بھی شیطان ہے۔ جو وساوس ڈالتا ہے۔ پس اگر میں راہِ راست پر چل رہا ہوں۔ تو تم میری مدد کرو۔ اور اگر کچھ کجی دیکھو۔ تو مجھے سیدھا کر دو) پھر ایسا شخص قابلِ امامت و خلافت کس طرح ہو سکتا ہے۔ جو شیطانِ وساوس سے نہیں بچ سکتا)

جواب

اول تو اہل سنت کی کسی کتاب میں حضرت ابوبکرؓ کا یہ مقولہ درج نہیں ہے اگر بالفرض یہ درست ہو تو بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم سوائے انبیاءؑ کے کسی کو معصوم نہیں سمجھتے۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ ہر ایک شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک جن پیدا ہوتا ہے۔ فرشتہ نیکی کی تلقین کرتا ہے۔ اور جن بدی کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ پھر اگر حضرت ابوبکرؓ نے کمال کس نفی سے ایسا فرما دیا ہو۔ تو یہ آپ کی نیک طینتی اور بے نفی کا ثبوت ہے۔

انبیاء و بادعصمت ایسے کلمات فرما دیا کرتے ہیں۔ آدمؑ نے فرمایا۔ مَا بَنَّا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا فَأَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا (اے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ تو ہماری خطائیں معاف کر دے) حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔ وَمَا أَلْبَسْتَنِي نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ (اے ماسٹر حیرت انگیز) (میں اپنے نفس کو خطا سے مبرا نہیں سمجھتا۔ نفس بدی کی رغبت دلاتا ہے۔ ہاں جس پر خدا رحم کر دے) حضرت امیر علیہ السلام اپنے دیوان میں فرماتے ہیں۔

ذُنُوبِي بَلَرْتَنِي مِمَّا حِقَّتْ لِي نَزَاذُ الْكَفْرِ فِي الْخَشْرِ كَمَا لَهَا دِيرٌ كَنَاهِ مِيرِي مَصِيبَتِي مِيرِ كَيْفَا يَارَ هَوَا جَبَرْتَنِي مِيرِي

گردن پر ہوگا) دیوان علیؑ

حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں۔ قَدْ مَلَكَ الشَّيْطَانُ عَيْنِي فِي شَوْءِ الظَّنِّ وَضَعَفَ الْيَقِينَ وَإِنِّي أَشْكُو سُوءَ حُجَا وَرَبِّهِ إِلَى رِطَاقَةِ نَفْسِي (صحیفہ سجادہ) (شیطان نے بدگمانی اور یقین کی کمزوری میں میری باگ پکڑ رکھی ہے۔ اور میں اس کے بُرے پڑوس اور اپنے نفس کے اس کے مطیع ہونے کی شکایت کرتا ہوں)

اگر انبیاء کے اقوال بالا اور ائمہ معصومین کے ان مقولوں سے ثبوت و اہمیت میں فرق نہیں آتا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے کس نفی سے یوں کہہ دیا۔ تو کیا مضائقہ۔

## پانچواں طعن (جنازہ رسول)

شیم کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کا جنازہ نہیں پڑھا



اس طعن کو بڑا کھینچ تان کر بیان کیا جاتا ہے۔ تاکہ لوگ گمراہ ہوں۔ کہ جن لوگوں نے اپنے رسولؐ پر نماز جنازہ بھی نہ پڑھی۔ وہ خلیفہ کیسے ہو سکتے ہیں؟

### جواب

جھوٹ محض جھوٹ۔ اگر آج کل کے شیعہ اپنی کتابوں کا بھی مطالعہ کریں۔ تو ایسے جھوٹ کہنے سے شرم آئے۔ مگر اللہ رے بہالت اپنی کتابوں سے بھی انہیں واقفیت نہیں ہے۔

(۱) شیعہ کی نہایت مقبر کتاب اصول کافی کے ص ۱۶ میں لکھا ہے۔  
عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَنَا قُبُضَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ وَالْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ قَوْجًا قَوْجًا (امام باقرؑ نے فرمایا جب بنی علیہ السلام فوت ہوئے۔ آپ پر فرشتوں اور تمام مہاجرین و انصار نے نماز پڑھی) یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ الف و لام جب صیغہ جمع پر واقع ہو تو استغراق کا معنی دیتا ہے۔ اس لئے بقول حضرت امام محمد جب جمع مہاجرین و انصار کا نماز جنازہ رسولؐ پڑھنا ثابت ہے۔ تو پھر شیعہ کی یہ بکواس کہ خنین نے آپ کا جنازہ نہیں پڑھا۔ کیا وقعت رکھتا ہے۔ تم سچے ہو۔ یا حضرت امام محمد سچے۔

(۲) شیعہ کی ایک دوسری مستند کتاب اخبار ما تم مطبوعہ مطبعہ حسینی رامپور کی مجلس اول ص ۱۶ میں ہے۔ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ النَّاسُ كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْهِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ إِمَامًا حَيًّا وَبَيِّنًا فَلَا حُلُومًا عَلَيْهِ عَشْرَةَ فَصَلُّوا عَلَيْهِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَكَيْلَةَ الثَّلَاثَةِ حَتَّى الصُّبْحِ وَيَوْمَ الثَّلَاثَةِ حَتَّى صَلَّيَّ عَلَيْهِ صَغِيرُهُمْ وَكَبِيرُهُمْ وَذَكَرُهُمْ وَأُنْثَاهُمْ وَنَوَاحِي الْمَكَّةِ يَنْتَهِي بِغَيْرِ إِمَامٍ (تم جہد۔ حضرت امام باقرؑ نے فرمایا۔ لوگوں نے دریافت کیا۔ کہ حضور علیہ السلام پر کس طرح نماز پڑھیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ آپ ہماری زندگی میں اور بعد وفات بھی امام ہیں۔ دس دس نے داخل ہو کر آپ پر نماز پڑھی۔ پیر کے دن اور منگل کے دن صبح تک نماز ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ تمام چھوٹے بڑے

مرد و عورت نے مدینہ اور ارد گرد کے لوگوں نے بغیر امام کے نماز گزاری (اب شیعہ خود ہی انصاف کریں۔ کہ جب تمہاری کتابوں میں تصریح ہے کہ تمام مہاجرین و انصار چھوٹے بڑے۔ مرد و عورت مدینہ و مضافات کے لوگ نماز جنازہ رسولؐ میں شامل تھے۔ تو کیا مہاجرین و انصار اور صغیر و کبیر اور ذکر و انثیٰ کے عموم سے شیخین خارج ہو سکتے ہیں۔ اگر شیخین نے نماز نہ پڑھی تھی۔ تو امامؑ نے ان کو مستثنیٰ کیوں نہ کر دیا۔

## حضرت ابو بکرؓ کا شامل جنازہ ہونا

اگرچہ مذکورہ بالا ذیل کی نہایت صاف ہیں۔ اور ان سے بالوضاحت ثابت ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ جو سرخیل مہاجرین و انصار تھے۔ نماز جنازہ رسولؐ میں شامل تھے۔ لیکن ضدی شیعوں کی شاید اس سے تسلی نہ ہو۔ اب ہم وہ روایات لکھ دیتے ہیں جن سے حضرت ابو بکرؓ کا شامل نماز جنازہ ہونا بالصرحت ثابت ہے۔

اصول کافی ص ۳۸۱ میں ہے عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ الْعَبَّاسُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ يَا عَلِيُّ إِنَّ النَّاسَ اجْتَمَعُوا أَنْ يَكُونَ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي بَقِيعِ الْمَصْلِيِّ وَ أَنَّ يَوْمَئِذٍ مِنْهُمْ مَنْ جُلِيَ مِنْهُمْ فَخَرَجَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى النَّاسِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ إِمَامٌ حَيًّا وَمَيِّتًا وَقَالَ إِنِّي أَدْفِنُ فِي الْبَقْعَةِ الَّتِي أُقْبَضُ فِيهَا ثُمَّ قَامَ عَلَى أَبْنَابِ فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أَمَرَ النَّاسَ حَتَّى عَشَرَ ثُمَّ يُصَلُّونَ ثُمَّ يَخْرُجُونَ (ترجمہ: امام جعفرؑ نے فرمایا۔ حضرت عباسؓ نے حضرت امیر علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور کہا لوگوں نے اتفاق کیا ہے۔ کہ رسول پاکؐ کو حبشۃ البقیع میں دفن کریں۔ اور کہ ان میں سے ایک شخص (ابو بکرؓ) امام ہو۔ پس امیر علیہ السلام لوگوں کے پاس آئے۔ اور کہا کہ رسول پاکؐ ہماری زندگی میں اور بعد وفات بھی امام ہیں۔ اور آپؐ نے فرمایا ہے۔ کہ میں اسی جگہ دفن کیا جاؤں۔ جہاں میرا انتقال ہو۔ پھر امیرؑ دروازہ پر کھڑے

ہو گئے۔ اور خود نماز پڑھی۔ پھر لوگوں کو حکم دیا۔ دس دس آدمی۔ نماز پڑھتے پھر  
چلے جاتے تھے۔)

اس روایت سے ثابت ہے۔ کہ بوقت جنازہ رسول حضرت ابو بکرؓ موجود  
تھے۔ اور لوگوں کا اس امر پر اتفاق تھا۔ کہ آپ کو امام بنایا جائے۔ لیکن امیر علیہ  
السلام کے کہنے پر کہ امام کی ضرورت نہیں ہے۔ دس دس اشخاص نے بلا امامت  
نماز پڑھی پھر کس طرح کہہ سکتے ہو۔ کہ ابو بکرؓ نے نماز نہیں پڑھی۔ ممکن ہے۔  
اس سے ایک متعصب شیعہ کی تسلی نہ ہو کیونکہ اس روایت میں بالاشارہ حضرت  
ابو بکرؓ کے امام بنائے جانے کی خواہش کا ذکر ہے۔ آپ کا نام بالانصریح موجود  
نہیں ہے۔ لو اب ہم آپ کو وہ روایت دکھائیں۔ جس میں حضرت ابو بکرؓ کا نام  
بھی درج ہے۔

جلال العیون اردو مطبوعہ جعفری لکھنؤ جلد ۱ ص ۱۱۱ ہے۔ "جناب ص ۱۱۱  
سے روایت ہے۔ کہ عباسؓ جناب امیرؓ کی خدمت میں آئے۔ اور کہا۔ لوگوں نے  
اتفاق کیا ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ کو بقیع میں دفن کریں۔ اور ابو بکرؓ آگے کھڑے ہو کر  
نماز پڑھائے۔ جناب امیرؓ نے کہا۔ بدستیکہ رسولؐ خدام پیغمبرؐ و امام ہمارے جیت  
ومات میں ہیں۔ اور حضرتؓ نے خود فرمایا تھا۔ کہ میں وہاں دفن ہو چکا۔ جہاں میری  
روح قبض کی جائے۔)

اب تو شیعہ حضرات کی تسلی ہو جائیگی۔ کہ حضرت ابو بکرؓ حسب روایت امام  
صادقؑ صرف نماز جنازہ میں شامل ہی نہ تھے۔ بلکہ تمام مسلمانوں نے اتفاق کر لیا  
تھا۔ کہ آپ ہی امام ہوں۔ (کیونکہ حضور علیہ السلام اپنی زندگی میں آپ کو امامت  
نماز پر مامور فرما چکے تھے۔) پھر کس قدر بے شرمی ہے کہ ائمہ اہل بیتؑ کو ٹھٹھا کر  
شیعہ صاحبان تمام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ کہ یہ اچھے خلیفے تھے۔ کہ رسولؐ  
کا جنازہ ہی نہ پڑھا۔

پیارے رسولؐ سے پیارے دوست کی آخری باتیں

روافض فضائل ابو بکرؓ کو کہا شک چھپائیں گے۔ ان کی کتابیں بھی آپ کے فضائل کی

خدا ہیں۔ کتاب جلاء العیون اردو جلد اول ص ۷۷ میں تصریح ہے۔ کہ پیکر رسولؐ سے آخری ہمکلامی کا جس شخص کو شرف حاصل ہوا۔ وہ حضرت ابوبکرؓ ہی تھے چنانچہ حضور علیہ السلام نے تمام راز کی باتیں اپنے ہمارا زرار غار ابوبکرؓ کو ہی بتلائیں۔  
زہے نصیب ابوبکرؓ زہے قسمت ابوبکرؓ۔ کتاب مذکور میں یوں درج ہے۔

”نعلی نے روایت کی ہے۔ کہ جس وقت مرض حضرت رسولؐ پر شکیں ہوئے اس وقت ابوبکرؓ آئے۔ اور کہا یا حضرت آپ کس وقت انتقال کریں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ میری اہل حاضر ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا آپ کی بازگشت کہاں ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا جانب سدرۃ المنتقیٰ وحیۃ المادی و رفیق علیٰ عیش گوارا و جرعہاے شراب قرب حق تعالیٰ میری بازگشت ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ آپ کو غسل کون دیگا۔ حضرتؐ نے فرمایا جو میرے اہل بیت سے مجھ سے بہت قریب ہے۔ ابوبکرؓ نے پوچھا۔ کس چیز میں آپ کو کفن کریں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا انہیں کپڑوں میں جو میں پہنے ہوں یا جامہ ہائے منی و مصری میں۔ ابوبکرؓ نے پوچھا۔ کس طرح آپ پر نماز پڑھیں گے۔ اس وقت جوش و خروش اور غلغلہ آواز مردم بلند ہوا۔ اور درو دیوار کا پینے لگے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ صبر کرو خدا تم لوگوں سے عفو کرے۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ رسول پاکؐ آخری دم تک جناب صلیٰ علیہ وسلم کو اپنا صادق الوداد اور محرم راز و دست سمجھتے تھے۔ کہ تمام راز و نیاز کی باتیں اسی خاص دوست سے فرمائیں۔

شیعہ غور کریں۔ کہ آخری وقت میں رسول پاکؐ ایک منافق کو بھی شرف ہمکلامی بخش سکتے تھے۔ کہ نہ علیؓ کو نہ دیگر اہل بیت کو اس امر کے لئے منتخب فرمایا۔ بلکہ اپنے قدیم دوست پورائے تابعدار یا رغار کو ہی یہ شرف عطا ہوا۔

سچ ہے اس سعادت نہ وہاں نسبت۔ تانہ بخشہ خداے بخشندہ اور حب ابوبکرؓ آخری دم تک پروانہ وار شمع جمال احمدیؓ پر اپنی جان نثار کئے ہوئے تھے۔ پھر کیونکر ممکن تھا۔ کہ نماز جنازہ رسولؐ سے غیر حاضر ہوں۔ اب اس باطل طعن کا کیا منفی قلع و قمع ہو چکا۔ اب ہم شیعہ کے ایک اور مشہور



طعن کے دفعیہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو تمام مطاعن کی بنیاد ہے۔

## چھٹا طعن (قضیہ فدک)

شیعہ کا یہ طعن ہے کہ ابوبکر صدیق نے فدک بنت رسول (فاطمۃ الزہراء) سے چھین لیا۔ ان کو ناراض کیا۔ اور رسول پاکؐ نے فاقون جنت کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی سے تعبیر کیا۔ پھر ایسا شخص خلیفہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

### جواب

چونکہ شیعہ صاحبان اس طعن کو بڑی شد و مد سے پیش کیا کرتے ہیں۔ اور طاعتین کے خیال میں یہی ایک بڑا قلعہ ہے۔ جس پر ان کے باقی مطاعن کی واردات ہے۔ اس لئے ہم اس کے متعلق شرح و بسط سے کلام کر کے اس ہوائی قلعہ کے پرچھے اڑائیں گے۔ تاکہ اہل بصیرت اس نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ کہ طاعتین کہلاتک راہ حق سے ہٹکے ہوئے پاؤں ہوا باتیں کر رہے ہیں۔

اس لئے پہلے ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ فدک ہے کیا چیز۔ وہ کس طرح اسلام کے قبضہ میں آیا۔ اور قرآن کا فیصلہ اس کے متعلق کیا ہے۔ اور رسول پاکؐ اور آپؑ کے صحابہ کرام اور اہل بیت علیہم السلام کا اس کے متعلق طرز عمل کیا رہا ہے۔

### فدک کی تعریف

سوفک جیسا کہ قاموس میں ہے۔ ایک چھوٹے قریہ کا نام ہے۔ جو خیبر کے نواح میں ہے۔ اور جو یہود کے قبضہ میں تھا۔ جب آنحضرتؐ فتح خیبر سے واپس ہوئے۔ تو مجاہدین مسعود القساری کو اہل فدک کے پاس آپؐ نے تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا۔ اس بستی کا سردار یوشع بن نون نام ایک یہودی تھا۔ یہودیوں نے حضورؐ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ اور صلح کے عوض فدک کی آمدنی میں دینی منظور کی۔ اس وقت سے یہ باغ اسلام کے قبضہ میں آیا۔ چونکہ یہ جائیداد قبضہ اسلام میں بدون لڑائی بطور صلح آئی تھی۔ اس لئے اس کو فی کہتے ہیں۔ اور فی کے متعلق جو حکم قرآن میں ہے۔ وہی قابل عمل ہوگا۔ فی الحقیقت فدک کی

کل کائنات چند محجوریں ہیں۔ جن کے متعلق اس قدر دوہائی مچائی جاتی ہے۔  
 کہ صحابہ نے خاتونِ جنت کی جائیداد چھین لی۔ خاتونِ جنت نے مقدمہ بازی  
 کی۔ مقبرہ شہادت گزاری۔ جو مسترد کی گئی۔ اور دعویٰ خارج کیا گیا لیکن شیعہ  
 کے نزدیک فدک ایک ملک کا نام ہے۔ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار روپیہ کی مالیت  
 کا ہے۔

## فدک کی حقیقت شیعی نقطہ خیال سے

شیعہ کی مقبرہ کتاب مہول کافی میں صفحہ ۳۱ میں ایک طوالتی حدیث لکھی ہے جس  
 میں حضرت ابوالحسن موئے نے خلیفہ مہدی سے فدک کی واپسی کے متعلق پچالہ کیا۔  
 اس میں لکھا ہے۔ فَقَالَ لَهُ الْمُهَدِّي يَا أَبَا الْحَسَنِ حَدِّثْنِي فَقَالَ حَدِّثْنِي بِمَا  
 بَجَلٍ أَحْبَبْتُ وَحَدِّثْنِي بِمَا عَرِضَ وَمَضَى وَحَدِّثْنِي بِمَا سَيِّفُ الْحِجْرِ وَحَدِّثْنِي بِمَا دَوَّمَ  
 الْمُجْدِلُ فَقَالَ لَهُ كُلُّ هَذَا قَالَ لَعَمْرِي أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هَذَا أَكْثَرُ فَقَالَ  
 كَثِيرٌ وَ أَنْظُرْ فِيهِ (مہدی نے کہا اے ابوالحسن فدک کی حد بتائیے۔ امام  
 نے کہا ایک کنارہ اس کا کوہِ احد ہے۔ اور دوسرا سرزمینِ مصر۔ ایک گوشہِ بھند  
 اور دوسرا دومتہ الجندل۔ مہدی نے کہا کیا یہ سب فدک ہے۔ امام نے کہا ہاں  
 خلیفہ نے کہا یہ تو ایک ملک ہے۔ اور میں اس بارہ میں غور کرونگا)  
 شیعہ کی اس حد شمار سے جو امام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ فدک دھمی  
 دنیا کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ کہا کرتے ہیں۔ کہ فدک لاکھوں کی جائیداد  
 تھی۔ جو ابوبکرؓ نے دیا لی۔

اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا رسولِ پاکؐ دنیا طلبی کے لئے مبعوث  
 ہوئے تھے۔ کہ نبوت کے اقتدار سے جن ممالک پر قبضہ ہوا وہ سب اپنی دخترِ نیک  
 اختر کے حوالہ کر دیا۔ مخالفینِ اسلام اس بارہ میں کیا کہیں گے کہ تمہارے رسولؐ نے  
 دخترِ نیک اس لئے کیا تھا۔ کہ ملک کے ملک ایتھے کر بہو بیٹیوں کے حوالے کرتے  
 جائیں۔ غور کرو۔ اور پھر غور کرو۔

ہمارے رسولِ پاکؐ اور آپ کے اہل بیت کی تو یہ حالت تھی۔ کہ باوجود  
 شہنشاہِ اعظم ہونے کے تین تین روزِ فلقے گزرتے تھے۔ اور گہیوں کی



رسول پاکؐ نے صرف فاطمہ الزہراءؑ کی ملکیت میں دیدیا تھا۔ نہ صرف قرآن کو ہی جھٹلانا ہے۔ بلکہ حضور علیہ السلام کے ذمے اتہام لگانا ہے کہ آپؐ نے حکم خداوندی کو پس پشت ڈالکر یہ مال وقف جو غریب مسلمانوں کا حق تھا۔ اکیلا قاتون جنت کے قبضہ میں دیدیا۔ کیا فیصلہ قرآن سے بڑھکر کوئی اور فیصلہ ناطق ہو سکتا ہے۔ شیعہ جواب دیں۔ یا تو یہ ثابت کریں۔ کہ فدک مال فیؑ نہ تھا۔ اور اگر یہ تسلیم ہے تو پھر اس کے مصارف یہ لوگ کیوں نہیں۔ جن کا ذکر آیت مذکورہ میں بالصریح ہے۔

## کیا فدک رسول پاکؐ کی ذاتی جائیداد تھی؟

فدک کا فاطمہ الزہراءؑ کی ملکیت قرار دینے کے متعلق شیعہ کو سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ کبھی کہتے ہیں۔ کہ فدک آپ کو بطور مہبہ ملا تھا۔ اور کبھی یہ کہ وراثتاً ترکہ میں آیا۔ لیکن یہ دونوں باتیں تب ثابت ہو سکتی ہیں۔ کہ فدک رسول پاکؐ کی ذاتی ملکیت ہوئی۔ لیکن اس بات کا ثابت کرنا بالکل مشکل ہے۔ اول تو آیت بالا اس کے خلاف ہے۔ دوم یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ ذاتی جائیداد وہ ہوتی ہے۔ جو کسی شخص کو وراثتاً ملے۔ یا اس نے ذاتی کمائی سے اس کو خریدا ہو۔ یہاں دونوں باتیں مفقود ہیں۔ نہ حضور علیہ السلام کو ابا و اجداد سے فدک ترکہ میں ملا۔ اور نہ حضور نے اس کو اپنی کسی ذاتی آمدن سے پیدا کیا۔ یہ سلم امر ہے۔ کہ بادشاہ یا امام یا نبیؐ کو عباد حکومت یا امامت یا نبوت کے اثر سے حاصل ہوئی ہو۔ وہ بادشاہ یا امام یا نبیؐ کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی۔ بادشاہ حکومت کے اقتدار سے جو ملک یا زمین یا سرحد فتح کرتا ہے۔ وہ اس کی گورنمنٹ کی ملکیت ہوتی ہے۔ نہ بادشاہ کی ذاتی جائیداد۔ ایسا ہی جو اراضیات امام یا نبیؐ کے قبضہ میں آئی ہیں۔ وہ اس کے وارثوں کو وراثت میں نہیں ملا کرتیں۔ بلکہ اس کے خلیفہ یا جانشین کو ملا کرتی ہیں۔

علامہ شبلی نے اس کے متعلق حسب ذیل ریا رک کیا ہے۔ جو ہر ایک ذی بصیرت کی سمجھ میں آ سکتا ہے۔ یہ بحث اگرچہ طرفین کی طبع آزمائیوں میں بہت بڑھ گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ بات نہایت مختصر تھی۔ اور اب جبکہ سیاست مدن کے اصول زیادہ صاف اور عام فہم ہو گئے ہیں۔ یہ مسئلہ اس قابل ہی نہیں رہا۔ کہ



بحث کے دائرے میں لایا جائے۔ کہ نبی یا امام یا بادشاہ کے قبضہ میں جو مال یا جائیداد ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک مملوکہ خاص جس کے حاصل ہونے میں نبوت اور امامت یا بادشاہت کے منصب کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ مثلاً حضرت داؤدؑ زرہ بنا کر معاش حاصل کرتے تھے۔ یا عالمگیر قرآن لکھ کر سیر کرتا تھا۔ یہ آمدنی ان کی ذاتی آمدنی تھی۔ اور اس پر ان کو ہر طرح اختیار تھا۔ دوسری مملوکہ حکومت۔ مثلاً حضرت داؤدؑ کے مقبوضہ ممالک جو حضرت سلیمانؑ کے قبضہ میں آئے۔ اس دوسری قسم میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ بلکہ جو شخص پیغمبری یا امامت یا بادشاہت کی حیثیت سے جانشین ہوتا ہے۔ وہی اس کا مالک یا متولی ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ آجکل کے مذاق کے موافق بالکل ایک بدیہی بات ہے۔ مثلاً سلطان عبدالحمید خان کے بعد ان کے ممالک مقبوضہ یا ان کی جاگیر خالصہ ان کے بیٹے بھائی سہاں بہن وغیرہ میں تقسیم ہوگی۔ بلکہ جو تخت نشین ہوگا۔ اس پر قابض ہوگا۔ نہ سببی حیثیت سے بھی مسلمانوں کے ہر فرقہ میں یہ قاعدہ مسلم رہا۔ مثلاً جو لوگ بالغ فداک کو درجہ بدرجہ ائمہ اثنا عشر کا حق سمجھتے ہیں۔ وہ بھی اس میں وراثت کا قاعدہ جاری نہیں کرتے۔ مثلاً حضرت علیؑ اپنے زمانہ میں اس کے مالک ہوئے۔ تو یہ نہیں ہوا کہ ان کی وفات کے بعد وراثت کا قاعدہ جاری ہوتا۔ اور حسینؑ و عباسؑ و محمد حنفیہ و زینب وغیرہ کو جو حضرت علیؑ کے وارث تھے۔ اس کا کچھ حصہ سهام کے پڑتہ سے ملتا۔ بلکہ صرف حضرت امام حسنؑ کے قبضہ میں آیا۔ کیونکہ امامت کی حیثیت سے وہی حضرت علیؑ کے جانشین تھے۔ (الفاروق جلد ۲ ص ۱۷۱)

پس جب فداک حضور علیہ السلام کے ذاتی مالک سے ہی نہ تھا۔ تو اس کا ہبہ بحق خاتونِ جنت کر دینا آپ کی وفات پر وراثت آپ کو ملنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

### ایک عجیب قصہ

بیت فداک کے متعلق شیعہ حضرات نے ایک عجیب قصہ تراش رکھا ہے جس کا ذکر اصول کافی ص ۳۳ میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی لَمَّا فَتَحَ عَلٰی نَبِيِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَالْإِلَهِ فَذَكَرَكَ وَمَا وَآلَا هَا لَمْ يُوحَ فَعَلَيْهِ جَبْرَائِيلُ وَلَا سِرَّكَ ابْنَ فَاتَرَكَ اللَّهُ  
عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّيْهِ وَسَلَّمَ وَأَتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ فَلَمْ يُدْرِكْ سِرَّ سُلُوكِ اللَّهِ مِنْهُمْ تَوَاجَعُ  
فِي ذَلِكَ جَبْرَائِيلُ سَرَّيَهُ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِ أَنْ أَدْفَعْ فَذَكَرَكَ إِلَىٰ فَاطِمَةَ  
فَدَعَا هَا سِرَّ سُلُوكِ اللَّهِ فَقَالَ لَهَا يَا فَاطِمَةُ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَ فِي أَنْ أَدْفَعُ  
إِلَيْكَ فَذَكَرَكَ فَقَالَتْ قَدْ قَبِلْتُ يَا سِرَّ سُلُوكِ اللَّهِ مِنَ اللَّهِ وَمِنْكَ

(ترجمہ:-) امام ابو الحسنؒ نے کہا خدا نے رسولؐ کے ہاتھ پر مذکر وغیرہ فتح کئے  
جن کے متعلق فوج کشی نہ کی گئی تھی۔ تو خدا نے آیت و ایت ذالقرنیٰ حَقَّہ  
(دو سے رشتہ دار کو اس کا حق) نازل کی۔ تو رسولؐ کو معلوم نہ ہو سکا کہ ذالقرنیٰ  
سے کیا مراد ہے۔ آپؐ نے اس کے متعلق جبرائیلؑ سے استفسار کیا۔ اور جبرائیلؑ  
نے رب العزۃ سے استصواب کیا۔ تو خدا نے وحی بھیجی (مراد یہ ہے) کہ مذکر  
فاطمہؑ کو دیدیکھئے تب رسولؐ نے بلا کر کہا۔ فاطمہؑ خدا نے مجھے حکم دیا ہے۔  
کہ مذکر تجھے دیدوں۔ فاطمہؑ نے کہا۔ میں نے خدا و رسولؐ سے یہ عطیہ قبول کیا  
قصہ تراختہ والوں نے اپنے مطلب کی بات تو وضع کر لی۔ لیکن یہ نہیں  
سوچا۔ کہ اس سے رسول پاکؐ پر الزام آتا ہے۔ کہ آپؐ باوجود علوم اولین و  
آخرین کے عالم ہونے اور ماکان و مایکون سے آگاہ ہونے کے ذالقرنیٰ کا معنی  
بھی نہ سمجھ سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ پر یہ الزام آتا ہے۔ کہ اس نے باوجود اس قول  
پاکؐ کے وَلَقَدْ يَسِّرْنَا لَكَ الْقُرْآنَ أَنْ يُلَاقَكَ (ہم نے قرآن کو ذکر کے لئے بہت  
سہل کر دیا ہے) یہ حکم ایسے معنی کے طور پر فرمایا۔ کہ نہ اس کا معنی صاحبِ لوحی  
سمجھ سکے نہ وحی ہی کی سمجھ میں آیا۔ اور اس کے متعلق بلا وجہ نبی علیہ السلام کو  
اس قدر تردد کرنا پڑا کہ جبرائیلؑ کو مدعو کر کے دریافت کیا گیا۔ پھر جبرائیلؑ بارگاہ  
رب العزۃ میں دوڑے گئے۔ اور وہاں سے آیت کا معنی پوچھ کر پھر رسولؐ کو  
سمجھایا۔ کتنا آسان تھا۔ کہ پہلے ہی سے یوں فرما دیا جاتا۔ وَأَتِ فَاطِمَةَ فَذَكَرَكَ  
(فاطمہؑ کو مذکر دیدیکھئے) شیعہ صاحبان ایسی بودی باتیں کہہ کر ناحق جبکہ ہنسائی  
کرتے ہیں۔ کیا ان کو معلوم نہیں۔ کہ یہ آیتؑ مکمل ہے۔ اور مکر میں مذکر کہاں تھا۔

لَهُ وَأَتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ سورہ روم اور بنی اسرائیل میں ہے حالانکہ بالاتفاق دونوں سورتیں مکمل ہیں۔

وہ تو ہجرت مدینہ کے بعد قبضہ اسلام میں آیا۔ پھر جب تک ایک چیز ابھی تک ہاتھ ہی میں نہیں آئی۔ تو اس کی بخشش کیسی۔ یا للعجب

### دعویٰ مہربہ فدک

رشید کہتے ہیں۔ کہ قاطعہ الزہراءؑ نے فدک کے اپنے حق میں مہربہ ہونے کا مقدمہ دربار صدیق میں دائر کیا۔ اور دو نہایت ثقہ اور معتبر گواہ (حضرت علیؑ و ام المین) بھی پیش کئے۔ لیکن ابو بکرؓ نے شہادت رد کر دی۔ اور دعویٰ خارج کر دیا گیا۔ سوا دل تو اس واقعہ کا ثبوت اہل سنت کی کسی معتبر کتاب سے نہیں ملتا۔ دوم اگر صحیح بھی ہو۔ تو اس سے حضرت ابو بکرؓ کے عامل بالشرع اور بے رو عایت منصف حاکم ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ حکم قرآن قَائِلُ شَهَادَاتٍ وَ شَهِيدَاتٍ مِّنْ بَنِي جَا لِكُمْ وَ اِنَّ لَكُمْ فَرَانَ لَمْ يَكُوْنَا سَ اَجْلَيْنِ فَرَجُلٍ وَ اَمْرًا ثَانٍ (دوم و گواہ رکھو۔ وہ نہ مل سکیں۔ تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں)

چونکہ صورت بالا میں نصاب شہادت موجود نہ تھا۔ نہ دو مرد اور نہ ایک مرد اور دو عورتیں ہی گواہ تھیں۔ اس لئے اگر ابو بکر صدیقؓ اس شہادت پر فیصلہ بحق خاتون جنتؑ کی خاطر غلط فیصلہ دے رہا ہے۔ خلافت راشدہ کے زمانہ میں اس قدر آزادی تھی کہ سر اجلاس ایک معمولی عورت بھی خلیفہ وقت کو ٹوک سکتی تھی۔ کہ یوں نہیں یوں ہونا چاہئے۔ اور خلیفہ وقت خندہ پیشانی سے معترض کے اعتراض کو سنکر اگر واجبی ہوتا تو سر تسلیم خم کر دیتے۔

عدالت و انصاف کا بڑا لازمہ عام مساوات کا لحاظ ہے۔ ایوان عدالت میں شاہ و کدوا۔ امیر و غریب۔ شریف و ذلیل سب ہم رتبہ سمجھے جاتے تھے۔ اور کسی بڑے کی عظمت کی پاسداری سے اصول شریعت نہیں بدل سکتے۔ چونکہ اُسْتَشْهَدُوا بِالْحَکْمِ عام ہے۔ جس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اول تو یہ ناممکن ہے کہ احکام شرع کی مہارت کے باوجود جناب امیر علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ کی طرف سے نامکمل شہادت لیکر ایوان عدالت میں حاضر ہوں۔ اگر ایسا ہو گیا ہو۔ تو خلیفہ رسولؐ کا اہم فرض تھا۔ کہ یہ تمیل حکم خدا کے جلیل اس نامکمل شہادت کی بنیاد پر خاتون جنت کے حق میں ڈگری نہ دیں۔

یہ فیصلہ ہے جو جناب امیر علیہ السلام اور خاتونِ جنت کو بجائے اس کے کہ ناراض ہوں۔ حاکمِ شرع (خلیفہ) کی داد دینی چاہئے تھی کہ الہی فرمان کے مقابلہ میں پاسداری کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ خال کے طور پر ہم ایک واقعہ کی طرف ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فصلِ خصومات کے لئے زید بن ثابت قاضی مقرر کئے تھے۔ ایک دفعہ فاروقِ اعظم کسی تنازعہ کے لئے جو آپ کا ابی بن کعب سے تھا۔ اور ابی نے دعوے زید کی عدالت میں دائر کر رکھا تھا۔ بطور مدعا علیہ حاضر ہوئے زید نے خلیفہ وقت کی تعظیم کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ تمہارا پہلا ظلم ہے۔ یہ فرما کر ابی کے برابر بیٹھ گئے۔ اور مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی۔ ابی کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا۔ اس نے قاعدے کے مطابق حضرت عمرؓ سے قسم لینی چاہی۔ زید نے فاروقِ اعظم کے رتبہ کی پاس کر کے ابی سے درخواست کی کہ امیر المومنین کو قسم سے معاف رکھو۔ حضرت عمرؓ اس طرفداری پر نہایت رنجیدہ ہوئے۔ زید کی طرف مخاطب ہو کر فرماتے لگے۔ جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمرؓ دونوں برابر نہ ہوں۔ تم منصبِ قضا کے قابل نہیں سمجھے جاسکتے۔ (الفاروق جلد ۲ صفحہ ۴۵)

ایسا ہی شیخہ کی معتبر کتاب کشف الغمص میں مذکور ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں اپنی زہ ایک یہودی کے پاس دیکھی۔ اور اپنا دعویٰ قاضی خریج کی عدالت میں دائر کیا۔ قاضی نے حضرت امیر المومنینؓ سے شہادت طلب کی جناب امیرؓ نے امام حسنؓ اور اپنے غلام قنبر کو شہادت میں پیش کیا۔ قاضی نے گواہی نام منظور کی۔ کیونکہ ایک حضرت امیرؓ کے صاحبزادے تھے۔ اور دوسرا غلام۔ ایسا بہن لایحضره الفقیرہ کتاب القضا میں مرقوم ہے۔ کہ جناب امیرؓ قاضی مدینہ (خریج) کے اس فیصلہ سے ناراض نہ ہوئے۔ اس کو قضاء سے معزول نہ کیا۔ بلکہ اس کے انصاف کی داد دی۔ اور اس کے حق میں دعائے خیر کی۔

الفرضِ دعوئے ہبہ فدک کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے۔ نہ حضور علیہ السلام



باقی اقرباء کو محروم کر کے اکیلے فاطمہ الزہراءؑ کو یہ جائیداد دے سکتے تھے۔ اور  
دیتے کس طرح جب جائیداد آپ کی ملکیت ہی نہ تھی۔

### دعوئے وراثت

جب یہی کی طرف سے فیصل ہوئے ہیں۔ تو شیعہ حضرات وراثت کا سوال پیش  
کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ حضرت فاطمہ الزہراءؑ نے ابو بکرؓ کے پاس دعوئے کیا  
کہ فدک وراثت میں مجھے ملنا چاہئے۔ سو یہ سوال پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہے  
(۱) اس لئے کہ وراثت بھی اُن ہی اشیاء میں ہوتی ہے۔ جو مورث کی ملکیت  
ہوں۔ جب فدک حسب مسئلہ قرآن مال فی (وقف) تھا۔ اور عامہ مسلمین کا  
حق تھا۔ تو وراثت کیسی؟

(۲) اس لئے کہ دیگر وزراء کو محروم کر کے اکیلے حضرت فاطمہؑ کو فدک بطور وراثت  
لینے کا کیا حق تھا۔ حضرت کی نو بیویاں اور حضرت عباسؓ (چچا) بھی موجود تھے  
پھر ان کو کس طرح محروم الارث کر کے یہ مال اکیلے خاتون جنت کو مل سکتا تھا  
علاوہ ازیں اگر فدک میں مسئلہ فدک جاری ہو سکتا۔ اور انبیاء کے ترکہ میں تورث  
جائز ہوتی۔ تو حضرت ابو بکرؓ کو اس کی تقسیم میں کچھ عذر نہ ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ  
اس سے آپ کی دختر حضرت عائشہؓ نہ بھی بہرہ یاب ہوتیں۔ اور حضرت عباسؓ بھی  
حضرت ابو بکرؓ کے ہمیشہ موید رہے۔ ان کی حق نفی کس طرح روا رکھی جاتی۔  
(۳) اس لئے کہ آنحضرتؐ کی صحیح حدیث موجود ہے۔ **فَحَقُّ مَعَانِقِ الْأَنْبِيَاءِ**  
**لَا تَرِثُ وَلَا تَوَرِثُ مَا تَرَكَ نَاكَ صَدَقَةٌ** (ہم گروہ انبیاء نہ کسی مال دنیوی کے  
وارث ہوتے ہیں۔ نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔ ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔

### سوال شیعہ

آيَتُ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِ كَرَّمُ لِلَّذِ كَرَّمُ حَقُّ الْأُنثَىٰ عَمَّ يُصِ  
رسول اللہؐ اس سے کس طرح مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ کوئی استثناء نہیں۔ اور  
حدیث صحیح بھی ہو۔ تو آیت کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔

### جواب

کئی آیات ہیں جو ظاہر عام ہوتی ہیں۔ لیکن رسولؐ اس حکم سے مستثنیٰ ہوتے ہیں جیسے آیت **فَاتَّخِذُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَعْتَنِي وَتِلْكَ أُمُورُ الْعَامِ** جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ چاہے بیویاں کرنا جائز ہیں۔ اس سے ناپید نہیں۔ رسولؐ یا ک اس سے مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ آپؐ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں۔ پھر جیسے آیت **نَكَاحِ** میں یا وجود کسی استثناء کے نہ ہونے کے رسولؐ مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح یوحیکم اللہ الخ سے بھی آپؐ مستثنیٰ ہیں۔ اور حدیث ناسخ آیت نہیں ہے۔ بلکہ حدیث مذکور سے تخصیص مطلوب ہے۔ اور حدیث منقض آیت ہو سکتی ہے۔

## سوال ششم

حدیث لا فہم الخ حضرت ابو بکرؓ نے خود ہی وضع کر لی۔ آیت کی موجودگی میں ایسی حدیث کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟

جواب

شیعہ کی لاطینی یا ہٹ دھرمی پر انہوں نے یہی حدیث شیعہ کی اپنی معتبر کتابوں میں روایت ایملہ اہل بیت موجود ہے۔ پھر اس حدیث کو موضوع کہنا ایملہ اہل بیت کو وضاع حدیث قرار دینا ہے۔ چنانچہ کتاب اصول کافی ص ۱۸۱ میں ہے عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَمَنْ فِي الْأَنْبِيَاءِ وَذَلِكَ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُؤْمَرُوا بِهَا وَلَا دِينًا رَأَوْا لَهَا أَوْ تَوَاحُدًا مِنْ أَحَادِيثِهِمْ قَدْ أَخَذَ بِشَيْءٍ فَقَدْ أَخَذَ بِحِطِّ قَارِئِهِ (امام جعفر صادق ؑ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ اور یہ اس لیے کہ انبیاء ورثہ میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے۔ بلکہ اپنی احادیث چھوڑ جاتے ہیں پس جس شخص نے یہ میراث (احادیث الانبیاء) پائی۔ اس کو بہرہ وافر ملا۔ اس حدیث میں مدلل طور پر بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء مال دنیا میراث ہرگز نہیں چھوڑتے۔ بلکہ ان کی میراث علم و حکمت ہوتی ہے جس کو یہ میراث ملی۔ وہی کامیاب ہوگا سب تو شیعہ کو یہ کہنے کی مجال نہیں ہو سکتی۔ کہ حدیث نحن معشر الانبیاء مدلل

حکمت اور موضوع ہے۔ یہ حجت اس وقت چل سکتی تھی جب شیعہ کی کتابیں اہل سنت کے پاس موجود نہ ہوتی تھیں۔ اب تو خدا کے فضل سے شیعہ کی کتابیں تمام علماء اہل سنت کے پاس موجود ہیں۔ اس لئے اب شیعہ کو سمجھ سوچ کر بات کرنی چاہئے۔  
کیا لطف جو غیر پردہ کھولے، جو جادوہ جو سر پہ چڑھکے بولے  
**سوال شیعہ**

دوسری آیات کے یہ پتہ لگتا ہے کہ انبیاء مال دنیا ترک میں چھوڑ جاتے ہیں۔ اور ان کی اولاد وارث ہو سکتی ہے۔ پھر حضرت فاطمہ زہرا دختر رسولؐ کو کیوں ورثہ نہ ملے آیات یہ ہیں (۱) وَكَوْرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ (سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے) (۲) مَرَاتُ هَبْنِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا كِرْتُنِي وَبِرَاتُ مِنْ اِلٰی يَعْقُوْبَ (اے خدا مجھے اپنی بارگاہ سے بیسا ولی عطا کر جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو)

### جواب

شیعہ صاحبان کی سمجھ پر افسوس جن آیات کے وہ اپنی دلیل سمجھتے ہیں حقیقت میں ان سے ان کے دعوے کی تردید ہوتی ہے۔ مدونوں آیات میں میراث نبوت و حکمت مراد ہے۔ اور یہی ورثہ انبیاء سے میراث حاصل کی۔ پہلی آیت میں حضرت سلیمانؑ کا وارث داؤدؑ ہونا بھی اسی معنی سے ہے۔ کہ داؤدؑ کی میراث نبوت آپ ہی نے سنبھالی۔ ورثہ اگر دنیوی مال کی وراثت ہو تو آیت کا معنی ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت داؤدؑ علیہ السلام کے نہ صرف حضرت سلیمانؑ واحد فرزند تھے۔ بلکہ آپ کے اٹھارہ فرزند اور بھی موجود تھے سب میں مالی وراثت مراد ہوتی تو چونکہ باپ کے مال کے سارے بیٹے وارث ہوتے ہیں اس لئے سب کے سب وارث ہوتے۔ نہ کہ اکیلے حضرت سلیمانؑ وارث ہو سکتے تھے الاچونکہ میراث نبوت حضرت سلیمانؑ ہی کو ملی۔ اس لئے آیت وَكَوْرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ میں اس امر کا فیصلہ کیا گیا کہ بیٹوں کی میراث مالی نہیں ہوتی۔ ورثہ سلیمانؑ کے اکیلے وارث ہو سکا مضمون صحیح نہ ہوتا۔ انبیاء کی میراث علم و نبوت ہوتی ہے۔ اس لئے بمطابق العلماء ورثہ الانبیاء ان کے حقیقی وارث ہی ہوتے ہیں جو منصب نبوت و حکمت سنبھالتے ہیں۔ دوسری آیات اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوُدَ وَ سُلَيْمٰنَ عِلْمًا اَکْمًا دَاوُدَ اور سلیمان کو علم عطا فرمایا) وَكَانَ يٰۤاٰتِيهَا النَّاسُ عَرْلَمًا مِّنْطِقِ الطَّيْرِ (سلیمانؑ نے کہا

لوگوں میں جانور و نسی پونی کا بھی علم عطا ہوا ہے۔ فی الحقیقت مال دنیا کا عطا ہونا ایک نبی کی فضیلت یا عفت ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہزاروں کفار و زور و فعون جیسے مال دنیا کے مالک گذر چکے ہیں۔ انبیاء کی دولت علم و حکمت نبوت ہوتی ہے۔ ادبی کا صحیح وارث وہی کہلاتا ہے جسکو یہ دولت نصیب ہو مال دنیا خاکساراں را دہند نہ عاقبت پرہیزگاراں را دہند۔

ایک اور حدیث سے بھی یہ عقیدہ حل ہوتا ہے۔ کہ سلیمانؑ کی وراثت ملی نہ تھی۔ وہ حدیث یہ ہے اِنَّ سُلَيْمَانَ وَارِثٌ ذَا اَوْدَ وَاَنْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَارِثٌ سُلَيْمَانَ (اصول کافی ص ۱۷۱) (سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوگا اور حضرت محمدؐ صلعم سلیمانؑ کے وارث ہوگا) اس حدیث نے تو فیصلہ ہی کر دیا کہ سلیمانؑ کی وراثت ملی نہ تھی۔ ورنہ ان میں اور ہمارے رسولؐ پاک میں کئی اشتباہ گندگیوں اور شکوکا کا وارث حضرت رسولؐ پاکؑ قرار دیئے گئے کون نادان کہہ سکتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کو کئی مال فیہ باقی دیا تھا جو ہمارے رسولؐ کے قبضہ میں آیا۔ چونکہ حضورؐ حضرت سلیمانؑ کے بعد کامل و مکمل نبی ہوئے اسلئے گویا حضرت سلیمانؑ کے ترکہ (نبوت) کے صحیح موصول میں آپؐ ہی وارث سمجھے جاتے ہیں۔ دوسری آیت۔ وَهَبْنِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرْثُنِي وَرِثًا مِنْ اِلٰى يَعْقُوْبُ (اے خدا مجھے ایسا ولی عطا فرما جو میرے بعد میری اور آل یعقوبؑ کی میراث سنبھالے) اس آیت سے تو شیچہ کے خیال کی سخت تردید ہوتی ہے کیونکہ حضرت ذکر یا نے جو ولد صلاح کی تمنا کی تھی وہ اس لئے نہ تھی کہ آپؐ بہت سی دولت و مال کے مالک بنے۔ اور آپؐ کو کھٹکا تھا۔ کہ اسکو دوسرے وارث نہ سنبھالیں کوئی بیٹا پیدا ہو جائے تو اسے نصیب ہو کیونکہ اول تو انبیاءؑ کو مال و دولت دنیا سے کام ہی کیا۔ اگر ہو بھی اور وارث تو نمکونہ پسند نہ ہوتا ایک آن میں سارا مال راہِ خدا میں صرف کیا جاسکتا ہے۔ اور ہر ہزار موت و گھلائی دیتے دہراں راہِ خدا میں خرچ کر دیا عطا اور انبیاءؑ کے دل نخل خشک بالکل پاک ہوتے ہیں دنیا و دار کی طرح انکو اپنے جہیوں کے ضد کیونکہ ہو۔ کہ ان کے مرنے کے بعد ان کو کوئی چیز نہ ملے۔ فی الحقیقت آپؐ کی دعا بھی تھی کہ قوم میں آپؐ کو کوئی ایسا نظر نہیں آتا تھا۔ جو ان کے بعد مالک نبوت یا خلافت ہو کر اصلاح خلق کر سکے۔ آپؐ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ مجھے ایسا ولی عطا ہو۔ جو میراث نبوت کا مالک ہو سکے۔ اور اصلاح خلق اللہ کر سکے۔

اگر میراث سے مراد علمی نہیں بلکہ مالی ہو اور یثرتی کا مضمون صحیح بھی ہو تو یثرت مِنْ اِلٰى يَعْقُوْبُ کا مضمون درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت یعقوبؑ اور حضرت ذکر یا کے درمیان دویہ سال کا فاصلہ ہے۔ تو کیا اتنا آگے یعقوبؑ کا مال غیر منقسم ٹپا تھا۔ کہ وہ سب مال حضرت یحییٰؑ بن



ذکر یاہ کو ملتا تھا۔ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ یہاں وراثت علمی مراد ہے یعنی ایسی اولاد عطا ہو جو اس وقت نبوت کا منصب سنبھال سکے جو آلِ حقویک وراثت تھا یا میرے مرنے کے بعد میرا منصب خالی ہو گا غرض دونوں آیات میں وراثت مالی مراد ہونا کسی صورت کے درست نہیں ہو سکتا۔ بلکہ علمی وراثت مراد ہے۔ اور یہ آیات شیعہ کی تائید نہیں بلکہ ان کے دعوے کی سخت تردید کرتی ہیں۔

تحقیق بالاسے ثابت ہو گیا کہ مذکورہ ملوک خاص آنحضرتؐ کا نہ تھا نہ اپنے فاطمہ کو بطور میرہ دیا۔ نہ بطور وراثت آپ کو مل سکتا تھا۔ یہ مال فی تھا۔ مساکین و یتامی و فقرا وغیرہ کا حق تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس میں وہی عمل کیا جو جناب رسالتؐ آپؐ کیا تھا۔ باقی صحابہ نے بھی ایسا ہی کیا۔

## حضرت علیؓ کا عمل

یہ امر شیعہ کے دعوے کے بطلان کی صریح دلیل ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت میں بھی مذکورہ فاطمہؓ کی تقسیم نہیں کیا بلکہ بطور سابق عامہ سلین کیلئے وقف رہا۔ اس بات کو شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں مذکور میں کوئی دست اندازی نہیں کی بلکہ دستور رہے دیا۔ اس کے متعلق ہم اصول کافی کتاب الروضۃ ص ۳۷ سے ایک خطبہ جناب امیر علیہ السلام کا وجہ کر رہے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیرؓ نے اپنے وقت میں مذکور ہی ذریعہ فاطمہؓ کو نہ دیا۔ بلکہ اور بھی بہت سی باتیں جو کرنا چاہتے تھے نہ کیں مثلاً حالت شیعہ کا قتل بھی نہ کر سکے۔ پانچ تکبیر حجازہ بھی نہ پڑ سکے۔ نہ نماز تراویح کو کسی موقع پر اس کے قتل کا قصد کیا۔ وحوالہ ناس من اهل بیتہ و خاصتہ و شیعتہ فقال قد علمت ان لو کان قبلی اعمالاً خالفوا فیہا و رسول اللہ متبع بن خلافہ ناقضین لہما معاشرین لستہ و لو حملت الناس علی ترکہا و حوالتہا الی مواضعہا و انی ما کانت فی محمد رسول اللہ لقرئی عتی جندی فی حتی ابی و حدی آ و قلیل من شیعی النین عرفوا فضلی و فرض امامی من کتاب اللہ عز اذکرہ و سنتہ نبیہ اراہم لو امرت بتمام ابراہیم علیہ السلام فرددہ الی الموضع الذی وضعہ فیہ رسول اللہ فرددہ فذلک الی و رفته فاطمہ علیہ السلام و ردہ صاع رسول اللہ م کما کان الی ان قال و امرت بلخلال المتعین و امرت

يَا لَيْلِي نَزَلَ عَلَيَّ جَنَانٌ فَخَسَنُ تَكْلِيَاتٍ - اَلَيْسَ قَالَا اِذَا اَنْفَقَ قَوْمٌ اَعْنَى وَاللّٰهُ لَقَدْ  
 اَمَرْتُ النَّاسَ اَلَّا يَجْتَمِعُوْا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ اِلَّا فِيْ فَرِيضَةٍ وَّاعْلَمْتُمْ اَنْ اَجْتَمَعُمْ  
 فِيْ النُّوَافِلِ يَدْعُوْهُ فَنَتَادِي بَعْضُ اَهْلِ عَسْكَرِيْ مَعْنَى يَا اَهْلُ اِلِسْلَامِ  
 بَعِيْرُ مَسْنَةِ عَمْرٍ وَاَيْنَهَا فَاَعَيْنِ الصَّلَاةَ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَتَطَوُّعًا تَرَجِمَ جَنَابِ امِيْرُ لُغُوں  
 اُکي طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے جبکہ آپ کے اہلبیت اور خواص شیو بیٹھے ہوئے تھے  
 پہلے خلیفوں نے مجھ سے پہلے ایسے کام کئے ہیں جن میں رسول خدا کی مخالفت کی گئی ہے۔  
 اور دانستہ خلاف کیا ہے عہد توڑ گیا۔ رسول کی سنت تبدیل کی گئی ہے۔ اور اگر میں لوگوں کو  
 وہ کام چھوڑنے کیلئے کہہ مصلی حالت پر لانا چاہوں جبکہ رسول کے وقت میں تھا۔ تو میرا  
 حکم مجھ سے علیحدہ ہو جائے اور میں صرف اکیلا رہ جاؤں یا چند ضعیفہ رجائیں۔ جو میری  
 فضیلت اور میری خلافت و امامت کی فرضیت قرآن اور حدیث رسول سے جاتے ہیں  
 اگر میں کہوں کہ مقام ابراہیمؑ اس طرح کر دیا جائے جیسا کہ آنحضرت کے وقت میں تھا  
 اور یا غ فذک کو دشنام فاطمہؑ کو واپس دلا دوں۔ اور چوہا دی کر دوں جو رسول کے  
 وقت میں تھا۔ اور دونوں متعہ کی حلت کا فتوے دیدوں۔ اور پانچ تکبیر جنازہ  
 پڑھنے کا حکم دوں تو لوگ مجھ سے الگ ہو جائیں۔ بخدا میں نے لوگوں کو کہا کہ ماہ رمضان میں  
 بغیر غار فرض کے جمع نہ ہوں۔ (نماز تراویح نہ پڑھیں) اور میں نے انہیں بتلایا کہ نوافل (تراویح)  
 جیسے مجتمع ہونا بدعت ہے۔ تو سیکر پامیوں نے جو سیکر ساتھ ملکر لڑائی کر رہے ہیں سناری کوئی  
 کہ اسے سنا تو حضرت علیؑ عمرؓ کی سنت کو بدلنا چاہتا ہے۔ اور ہمیں ماہ رمضان میں نماز  
 نقل (تراویح) پڑھنے سے منع کرتا ہے۔ اس خطبہ سے ثابت ہوا کہ جناب امیر جماعت  
 کے افتراق کے خوف سے نہ تو فذک و دشنام فاطمہؑ کو واپس دلا سکے۔ نہ متعہ جیسے کار تو اب  
 کی تردیح کر سکے۔ نہ پانچ تکبیر جنازہ لوگوں کو پڑھا سکے۔ نہ بدعت تراویح کو ہی موقوف کر سکے  
 تو اب سوال یہ ہے کہ جناب امیرؑ کی خلافت و امامت کس کام کی تھی۔ وہی بدعات جو پہلے  
 خلفاء نے جاری کر رکھی تھیں۔ ہوتی رہیں۔ احکام جو رد و جفا جو نافذ کر گئے تھے بدستور  
 جاری رہے۔ یہاں تک بے بس تھے کہ یا غ فذک بھی جنسین وغیرہ کو نہ دلا سکے متعہ جیسے  
 فضیلت کے کام کی گرم بازاری بھی نہ ہو سکی۔ نماز تراویح بھی بدستور لوگ پڑھتے رہے۔  
 پھر آپ کی خلافت سے آپ کے ضعیفہ کو نایزہ ہی کیا پہنچا۔ یہ بھی تعجب ہے کہ خلفاء ثلاثہ کی زندگی

میں تو دُرُکِ عمر یا تسبیح صدیقی ہو گا لوگوں کو خوف تھا۔ بعد وفات ان کے لوگوں کو کیا کھٹکتا تھا کہ ان کی ہی نقش قدم پر چلتے رہے۔ کیا جناب امیر کے خطبہ بلیغ کا بھی ان کے دلوں پر کچھ اثر نہ ہو سکتا نہ ذوالفقارِ حدیسی کی ہدایت ان کے دلوں پر طاری ہو سکی کہ صداقت بھی جو لوگوں کو فتح کر چکی تھی۔ اوسے نقش کا لہجہ کسی تائبیر سے بھی خلوب مومنین سے منٹ سکتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ حدیث بالا سے ثابت ہو گیا کہ حضرت علیؑ نے اپنے عہد خلافت میں بلوغِ فکر کے متعلق فیصلہ خلفاءِ اہلِ رکعہ۔ آپس کچھ دست اندازی نہ کی گئی۔ نہ دُعا فاطمہؑ اس کے بہرہ یاب ہو اور ظاہر ہے کہ یہ تو سب جیسے یہاں ہے کہ لوگوں کے اُترق کا خوف تھا۔ یا مصلحتِ وقت کا احتیاط تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ فکر کے متعلق امیر کو خوب معلوم تھا کہ فیصلہ خلفاء مطابق قرآن و حدیث رسولؐ تھا۔ اس وجہ سے اس میں تغیر و تبدل مشکل تھا۔ توجیب جناب امیر نے طرزِ عمل سے فیصلہ صدیقؑ کی تصدیق کر دی۔ تو اب شیعہ کا کیا حق ہے کہ ناحق شور مچاتے ہیں۔

جوابِ شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنے وقت میں فکر اس کے واپس نہیں دلایا کہ مخطوہ چیز کا واپس لینا شانِ امامت کے خلاف تھا۔

جوابِ الجواب۔ ہم کہتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ اگر مقصود یہ چیز کا واپس لینا درست تھا تو خلافتِ مخصوبہ کیوں واپس لگنی جناب امیر نے اپنے فائدہ کی چیز (خلافت) اتوڑنے کی لیکن وراثہ فاطمہؑ کی حق تلفی و راکھی گئی بغرض شیعہ کے خلاف یہ ناطقِ حجت اور قطعی دلیل ہے کہ فکرِ خاتونِ جنت کا ہرگز حق نہ تھا۔ ورنہ جناب امیر اپنے زمانہ اقتدار میں حق بحقدار رسید کا معاملہ کر کے حنینؑ اور دیگر وراثہ خاتونِ جنت کو ضرور ضرور فکر ویدیتے جب آپ نے اپنے اور نہ امامِ حسنؑ نے فکر واپس لیا تو ظاہر ہے کہ فیصلہ خلفاء امامت کو ناطقِ مجملہ اس کی حجت نہ کی گئی اس مدعی لاکھ پوچھاری ہے شہادتِ تیری نہ جناب امیر اور حضرت امامِ حسنؑ کے اس طرزِ عمل نے شیعہ کی چون و چرا کا راستہ بالکل بند کر دیا ہے۔ انہیں اب طوعاً و کرہاً یہ کہہ لینا چاہیے کہ سب تسلیم ختم ہے جو مزاج یار میں آئے۔

غضبِ فاطمہؑ خلیفہ کہتے ہیں کہ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاں فکر کے متعلق دعوے کیا ابوبکرؓ نے نہ دیا تو فاطمہؑ غضبیاں ہوئیں۔ اور پھر حضرت ابوبکرؓ سے بات چیت نہ کی حتیٰ کہ فوت ہو گئیں غضبِ فاطمہؑ موجبِ غضبِ خدا و رسولؐ ہے اس لئے حضرت ابوبکرؓ جن پر حضرت فاطمہؑ کا غضب ہوا۔ قایلِ خلافت نہ تھے۔

جواب۔ اہل صحیح بخاری کی جو حدیث بیان کی جاتی ہے۔ وہ کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے۔  
 صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔ اور یہ قصہ راہنما قابل تسلیم ہے۔ اول اس لئے کہ حضرت فاطمہ  
 بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جن کا لقب ہی بتول (تارکۃ الدنیا) تھا یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ چند کھجوریں کھلیں  
 مقدمہ بازی شروع کر کے کچھ ہی میں نامحرموں کے پاس جا کر اصالتاً حاضر ہو کر خاصہ کریں۔ اور بارغ  
 نہ بلکہ پیر بہا تک غضبناک ہو جائیں کہ خلیفہ وقت کے بول چال بند کر دیں۔ ایسا ہی حضرت  
 عائشہ رضی اللہ عنہا جو راوی اس قصہ کی ہیں۔ انکو عدالت میں جگا اور مقدمے سننے کی کب اجازت تھی  
 کہ انہوں نے یہ واقعہ دیکھ کر روایت کی ہو۔ دوم حدیث میں اکثر جگہ لفظ وجد کا ہے  
 جس کا معنی ندامت (پشیمان ہونے) کے ہیں یعنی جب صدیق اکبر سے آپ نے منقول  
 جواب سن لیا۔ تو اپنے دعوے کرنے پر آپ کو ندامت ہوئی۔ اور پھر اپنے منہ سے نکلا اس  
 متعجب کچھ بھی گفتگو نہ کی جن روایتوں میں غضب کا لفظ ہے۔ اس کا معنی بھی یہ ہو سکتا  
 ہے۔ کہ آپ اپنے نفس پر خفا ہو گئے۔ ستوہم۔ اگر بغرض محال تسلیم کر لیا جائے کہ  
 حضرت فاطمہؑ اس بات پر خفا ہو گئیں تو یہ آفتاب بشریت ہے جس حدیث میں وعید ہے  
 اس میں لفظ مَنْ اَغْضَبَهَا ہے یعنی جس شخص نے دل سے آپ کو غضبناک کیا۔ یہاں  
 اغضاب نہیں ہے کیونکہ ابو بکرؓ نے یہ معاملہ آپ کو غضبناک کرنے کے لئے نہیں کیا  
 بلکہ قیل از حد رسولؐ و حکم قرآن آیا کیا۔ اس لئے آپ کا یہ فعل حضرت فاطمہؑ کو ناراض کرنے کیلئے نہیں تھا  
 بلکہ نیک نیتی سے تعمیل حکم خدا و رسولؐ تھا۔ تقاضا بشریت ہے کہ بعض اوقات انسان کو معمولی باتوں  
 سے غصہ آجایا کرتا ہے اور اس سے کوئی بُرا نتیجہ اخذ کرنا نادانی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک اور لوگوں  
 رسولؐ تھے جب کوہ طور سے چلے پور کر کے واپس آئے تو قوم کو گوسالہ پر تکیہ میں مبتلا پایا۔ اسے غضبنا  
 ہو کہ الواح مقدسہ کو زمین پر ڈال دیا اور اپنے بھائی ہارونؑ (نبی) کو سراوٹاڑھی سے پکڑ کر کھینچا  
 جس پر ہارونؑ اپنی حقیقتوں کی غلط پیش کر کے بھائی سے کہا کہ مجھے بے عزت کر کے دشمنوں کو ہنسائی  
 موقوفہ نہیں (یہ قصہ قرآن پاک میں بالصرح) موجود ہے۔ بخلاف طوالت آیات ہیں کچھ نہیں جب  
 ایک رسولؐ کا اپنے بھائی نبی پر اس طرح غضبناک ہو کر دست و گریبان ہونا عظیم جہل کی کسی  
 خطا کا نتیجہ نہ ہو سکتا۔ حضرت فاطمہؑ اگر غصہ کریں تو آپ کا یہ جواب صدیق اکبر کا اس  
 مجرم ہونا کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ علم شیعہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بارہا حضرت



فاطمہ اور حضرت علیؑ کے پاس ایسے واقعہ ہوئے کہ جناب قون جنت حضرت علیؑ پر غضبناک ہو کر ان کے گھر سے نکل کر اپنے والد ماجد رسالت مآب کے گھر چلی گئیں اور حضرت رسولؐ خدا بھی ان واقعہ سخت رنجیدہ خاطر ہو اور اسی حالت میں آپؐ فرمایا **فَاطِمَةُ بِضَعَةِ مِثْقَالٍ مِنْ اَعْضَابِهَا فَقَدْ اَعْضَبَنِي** (فاطمہ میری جگر گوشہ ہے جس نے اسے غصہ دلایا اس نے مجھے غضبناک کیا) تو جب حضرت فاطمہؑ کے غضبناک ہونے سے حضرت علیؑ پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ اور نہ وہ وعید کے تحت میں آسکتے ہیں تو حضرت ابو بکرؓ پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے ہم جلاء العیون ہو لے لے باقر مجلسی کے ذیل میں ایسی ایک دو واقعات درج کرتے ہیں۔

**حضرت علیؑ پر حضرت فاطمہؑ کا ناراض ہونا۔** جلاء العیون اور دو حدیثوں میں ہے۔ کتاب علل الشرائع و بشارت المصطفیٰ و مناقب خوارزمی میں اسناد معتبرہ اور ذابن عباس کے روایت کی ہے کہ جب جعفر طیار جنت میں تھے۔ ان کے لکھنے کی ایک کینز پر یہ بھیجی کہ اس کی قیمت چاندی دوہم تھی۔ اور جب جعفر طیار مدینہ میں آئے اس کینز کو بطور ہدیہ اپنے بھائی علیؑ بن ابی طالب کے پاس بھیجا اور وہ کینز جناب امیرؑ کی خدمت کرتی تھی۔ ایک دن جناب فاطمہؑ گھر میں آئیں اور دیکھا کہ سر جناب امیرؑ کا اس کینز کے دامن میں ہے جب وہ حالت ملاحظہ فرمائی متحیر ہوئیں اور پوچھا کیا اس کینز سے تم نے کوئی تعلق کیا ہے جناب امیرؑ نے فرمایا بخدا سو گند میں اس کے مساتھ کوئی اثر نہیں کیا اب جو کچھ تمہیں منظور ہو بیان کرو کہ میں بجا لاؤں جناب سیدہ نے کہا مجھے سیر بدرنگوں کے گھر جانیکا اجازت دو جناب امیرؑ نے فرمایا میں نے اجازت دی پس جناب فاطمہؑ نے چادر سر اوڑھی اور اس پر برقعہ ڈالکر متوجہ خانہ پدری درگوار ہوئیں۔ اور قبل اس کے کہ جناب فاطمہؑ اپنے باپ کی خدمت میں پہنچیں جبریلؑ از جانب خداوند جلیل حاضر ہوئے اور کہا حق تھا آپ کو سلام فرماتا ہے۔ اور ارشاد کرتا ہے کہ اس وقت فاطمہؑ تمہارے پاس علیؑ بن ابیطالب کی تسکوت کرنے آئی ہیں تم حق علیؑ میں کوئی چیز فاطمہؑ سے قبول نہ کرنا جب جناب فاطمہؑ داخل دلت سر بدرنگوں ہوئیں حضرت رسولؐ نے فرمایا علیؑ کے پاس بچھ جاؤ اور کہو میں تم سے راضی ہوں پس جناب فاطمہؑ جناب امیرؑ کے پاس تشریف لائیں اور تین مرتبہ کہا کہ میں تم سے راضی ہوں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب سیدہ ایسی زود درخ تھیں کہ کینز کو جناب امیرؑ کے پاس بھیج کر خفا ہوئیں جناب امیرؑ کی قسم پر بھی اعتبار نہ کیا۔ اور ناراض ہو کر میکے چلی گئیں جتنی کہ جبریلؑ جناب امیرؑ کی صفائی کر چکی ضرورت پڑی اور جناب رسولؐ کے فرمانے پر واپس بخانہ ہوئیں۔

دوسرا واقعہ تاریخی فاطمہؑ جلالتہ العینوں اردو مصنف میں ہے۔ امام صادق سے روایت ہے کہ ایک سختی جناب سیدہ کے پاس آیا اور کہا کہ علی بن ابیطالبؑ نے دختر ابوبکرؓ کی خواستگاری کی ہے۔ جناب سیدہ اس سختی سے کہا کہ تو قسم کھا اس کے تین دفعہ تمہیں گھائیں کہ میں جو کچھ ہوتا ہوں سچ ہے۔ جب فاطمہؑ کو بہت غیبت آئی اس لئے کہ حق تعالیٰ نے عورتوں کے ضمیموں میں غیبت قرار دی ہے جس طرح کہ مردوں پر جہاد واجب کیا ہے۔ اور اس عورت کی توسط جو وجود غیبت صبر کرے ایک قراب منسوب کیا ہے مثل اس شخص کے جو مسلمانوں کی مسجد پر خدا کی واسطے گھبائی کرے پس جناب فاطمہؑ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور تفکر میں یہاں تک کہ رات ہوئی جب رات ہوئی امام حسینؑ کو بلائیں کندھے پر بٹھایا اور بایاں کا تمام کلمہ کا اپنے راسے ہاتھ میں لیا۔ اور اپنے پیر بزرگوار کے گھر تشریف لیگیں جب جناب ایٹر گھر میں آئے اور جناب سیدہ کو وہاں دیکھا۔ بہت غم ہوا۔ اور سخت ڈنوار ہوا مگر تشریف لیجا ینکا سبب معلوم ہوا۔ اور غم و حجاب انگیز ہوا کہ جناب سیدہ کو ان کے پیر بزرگوار کے گھر سے بلائیں پس گھر سے باہر نکل آئے اور مسجد میں جا کر بہت نمازیں ادا کیں اور ایک تودہ خاک جمع کر کے اس پر تکیہ فرمایا۔ جب جناب مولیٰ خدا نے جناب فاطمہؑ کو مخزن پایا غسل کیا۔ اور لباس پہنکر مسجد میں تشریف لائے اور نمازیں پڑھنی شروع کیں مشغول رکوع و سجود تھے۔ بعد دو رکعت دعا مانگتے تھے۔ کہ خداوند فاطمہؑ کے حزان کو زائل کر اس کے گویا گھر سے باہر آئے تھے جناب فاطمہؑ کو دیکھ آئے تھے کہ آپ کروٹیں لہتیں اور نالہ ہائے بلند مٹھتی تھیں۔ جب حضرت رسولؐ نے دیکھا کہ فاطمہؑ کو فتنہ نہیں آتی اور بقرار ہے۔ فرمایا اے دختر گرامی اے فاطمہؑ اٹھو۔ جب فاطمہؑ اٹھیں جناب رسولؐ خدا نے امام حسنؑ کو اور جناب فاطمہؑ نے امام حسینؑ کو اٹھایا اور ام کلثومؑ کو ہاتھ پکڑ کر گھر سے جانب مسجد تشریف لائے یہاں تک کہ نزدیک جناب ایٹر پہنچے۔ اس وقت جناب ایٹر آرام فرما رہے تھے پس حضرت رسولؐ خدا نے پاؤں جناب ایٹر کے پاؤں پر رکھ کر اور بلا کر فرمایا۔ اے ابوترابؓ اٹھو بہت گھر والو کو تمہنے اپنی حکم سے جدا کیا اور جاؤ اور ابوبکرؓ عمرؓ کو بلا لاؤ پس جناب ایٹر گئے اور ابوبکرؓ عمرؓ کو بلا لائے۔ جب نزدیک جناب ایٹر حاضر ہوئے حضرتؑ ارشاد کیا یا علیؑ تم کہیں جانتے کہ فاطمہؑ میری پارہ تن ہے اور میں فاطمہؑ سے ہوں۔ جسے اسے آزار دیا اس نے مجھے آزار دیا۔ اور جس نے اسے میری وفات کے بعد آزار دیا مثل اس کے ہے۔ کہ میری حیات میں آزار دیا۔ اور جس نے اسے میری حیات میں آزار دیا ایسا ہے جیسا کہ گویا میری وفات کے بعد آزار دیا۔ جناب ایٹر نے فرمایا۔ یا رسول اللہؐ اسی طرح ہے پس جناب سو خدا نے فرمایا۔ تم کو

کیا باعث ہوا کہ ایسا کام کیا یا میرے فرمایا حتیٰ اس خدا کے جس نے آپ کو راستی بھلا ہے قسم کھانا ہوا کہ  
 جو کچھ فاطمہ سے کسی نے کہا ہے فی الواقعہ صحیح نہیں ہے۔ اور میرے دل میں بھی وہ امن نہیں گذرے۔ جناب  
 رسول خدا نے کہا تم بھی سچ کہتے ہو اور وہ بھی سچ کہتی ہے پس جناب فاطمہ شاد و خوشحال ہوں۔  
 اس روایت کے ظاہر ہے کہ حضرت فاطمہ نے کسی کے خلاف یہ کہہ دینے سے کہ جناب یثیر و خضر و جلیل  
 سے نکاح کرنا چاہتے ہیں غضبناک ہو گئیں اور یہاں تک کہ صبری فرمائی کہ جناب امیر سے اس امر کا  
 نقص بھی نہ کیا اور بدین اجازت بعد موجودگی جناب امیر بال بچوں سمیت میکے گھر چلی گئیں  
 اور آپ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ رات کو نیند نہ پڑتی کر دیش بدلتی پھراری اور بھینی طاری تھی۔ جناب  
 رسول خدا سخت بے آرام ہوئے۔ اور فاطمہ اور بال بچوں سمیت مسجد میں جناب امیر کے پاس تشریف  
 لے گئے۔ اور اپنے یار و مختار صدیق و فاروق کو بلا کر جناب امیر کو ڈانٹا اور کلمات وعید فرمائے۔ اگر  
 اس واقعہ سے جناب یثیر پر کوئی طعن نہیں آیا اور نہ ناراضگی فاطمہ سے کوئی خراب نتیجہ نکلا ہے  
 تو حضرت فاطمہ کی خفگی کے متعلق جو فرضی طور پر حضرت ابو بکرؓ کی نسبت بیان کی جاتی ہے کیا  
 اس قدر شور و غل برپا کیا جاتا ہے۔

جناب سیدہ کی نازک مزاجی۔ چونکہ جناب سیدہ بوجہ صاحبزادگی نازک مزاج تھیں  
 اس لئے معمولی باتوں سے رنجیدہ فاطمہ ہو جانا کچھ بڑی بات تھی۔ خدیجہ حضراتؓ کو جناب سیدہ کے  
 متعلق جو ناجائز روایات لکھی ہیں۔ ان آپ کی تنگ حوصلگی۔ جو کمال اندیشی خفیہ و محرمی کا ثبوت  
 دیتا ہے۔ لیکن ہم اہل سنت و الجماعت شیعہ کی ایسی روایات کو محض خرافات سمجھتے ہیں۔

روایات شیعہ شیعہ صاحبان جو نقشہ اخلاق و عادات جناب سیدہ کا پیش کرتے ہیں  
 اس کے لکھنے سے بھی شرم آتی ہے۔ مگر بوجہ اس کے کہ نقل کفر یا شدہ ناظرین کی توجہ  
 کیلئے دل میں درج کرتے ہیں۔ جلاء الیون اردو جلد ۱ ص ۱۳ میں ہے۔ پس جب ارادہ  
 تزیین فاطمہؓ ہوا۔ علیؓ جناب فاطمہؓ سے یہاں حضرت نے بیان کیا۔ جناب فاطمہؓ  
 نے کہا میرا آپ کو اختیار ہے۔ لیکن زنان قریش کہتی ہیں کہ علیؓ بزرگ شکم اور بلند و ستمناز  
 اور بلند ہائے استخوان گندہ میں آگے سر کے بال نہیں ہیں۔ انہیں کھیں ٹری ہیں۔  
 اور ہمیشہ خندہ و ہان اور غلس میں۔ کیا ایک شریف خرم مجتہم خاتون سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ  
 بحالت کفرانگی اپنے سرور عالم کے سامنے ایسی کلام کریں کہ اباجان مجھے تو عذر نہیں لیکن آپ کے  
 داماد کی نسبت زنان قریش کہتی ہیں۔ کہ وہ بڑے پیٹوں میں۔ ہڈیوں کے جوڑ نامزد ہیں۔ اور

سے کہتے ہیں۔ یہ تو ایک گنوار لڑکی سے بھی امید نہیں ہو سکتی۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۶ میں ہے۔ کتاب کشف الغمہ میں حضرت امام باقرؑ سے روایت ہے کہ ایک دن جناب فاطمہؑ نے رسول خداؐ سے جناب امیرؑ کی شکایت کی کہ جو کچھ وہ پیدا کرتے کرتے ہیں۔ فقراء و مساکین کو تقسیم کر دیتے ہیں۔ اس کے تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب سیدہؑ طامع و حرصیں تھیں کہ جناب امیرؑ کا خدا کی راہ میں صدقہ و خیرات کرنا بھی ان کو ناپسند تھا۔ جب شیعہ جناب سیدہؑ کی نسبت ایسی ناپائیدار حرکت کی نسبت کرتے سے دریغ نہیں کرتے ہوا ایک دلی دنیا دار لڑکی بہرہ شیوں کیلئے بھی باعث خرم ہے۔ تو یہ لوگ بات کا بنگلہ انکار و فک کی چند مجرور دل کیلئے جانتیہ کہ کچھ روپوں میں پھر لے بھی حضرت عمرؓ سے دست و گریبان ہونے لگی حضرت ابوبکرؓ نے خیر تمناک ہوئی کی روایات کیوں نہ وضع کریں۔

فیصلہ کی کتابوں میں یہ روایت بھی موجود ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فک حضرت فاطمہؑ کو دیکر نہ بھی سحر کر دی تھی۔ جیسا کہ جلاء العیون اردو ص ۵۱ میں ہے۔ ”یروایت دیگر ابوبکرؓ نے نامہ لکھا۔ اور جناب فاطمہؑ کو دیا۔ عمرؓ نے راستہ میں دست مبارک جناب فاطمہؑ سے نامہ لیکر اس نامہ پر تھوکا اور پھاڑ ڈالا۔“

جب تم تسلیم کرتے ہو کہ حضرت ابوبکرؓ نے فاطمہؑ کو فک دیکر نامہ بھی لکھ دیا تو پھر بھی تم جناب صدیقؓ کا بیچا نہیں چھوڑتے۔ عجیب حسان فراموش ہو خدا تمہیں ہدایت کرے جناب سیدہؑ کی رضا مندی حضرت ابوبکرؓ سے۔ شیعہ کی مغیرہ کتاب حجاج السالکین میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے جناب سیدہؑ کو راضی کر لیا۔ اور اپنے فیصلہ حضرت ابوبکرؓ کو تسلیم کر لیا۔ پھر جب صاحب حق راضی ہو گئے تو اب ناحق واسے کیوں شور مچا رہے ہیں۔ روایت یوں ہے۔ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ لَمَّا رَاَ اَنَّ فَاطِمَةَ اَلْقَبَضَتْ عَنْهُ فَاَتَاهَا فَقَالَ لَهَا صَدَقْتَ يَا ابْنَةُ رَسُوْلِ اللهِ فَاِذَا عِنْتُ وَاللَّيْ سَرَايْتُ رَسُوْلَ اللهِ يَوْمَ يُعْطِيهَا فَيُعْطِي لِفُقَرَاءِ وَ الْمَسْكِيْنِ وَ اِنَّ السَّبِيْلَ بَعْدَ اَنْ يُعْطِيَ مِنْهَا قَوْلُكُمْ وَ الصَّانِعِيْنَ فَقَالَتْ اَفْعَلْ فِيْهَا مَا كَانَ اَبُو رَسُوْلِ اللهِ يَفْعَلُ فِيْهَا فَقَالَ وَ لَكَ اللهُ عَلَيَّ اَنْ اَفْعَلَ فِيْهَا مَا كَانَ يَفْعَلُ اَبُوْكَ فَقَالَتْ وَ اللهُ لَفَعَلَنْ فَقَالَ وَ اللهُ لَا فَعَلَنْ فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ اَشْهَدْ فَرَضِيْتُ بِكَ وَ اَخَذْتُ لِعَهْدِ



عَلَيْهِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُعَلِّمُهُمْ مِنْهَا فَهُمْ قَبِيضُ الْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ (ابوبکر نے جب دیکھا کہ جناب فاطمہ ان سے کشیدہ خاطر ہو گئی ہیں اور بات کرنا چھوڑ دیا ہے تو یہ امر ان پر شاق ہوا اور جناب سیدہ کو رضامند کرنے کی غرض سے ان کے پاس گئے۔ اور کہا آپ بٹیک بیچ کہا ہے اسے بنت رسول لیکن میں نے رسول خدا کو دیکھا ہے کہ آپ فک کی پیداوار کو تقسیم کر دیا کرتے تھے محتاجوں، مسکینوں اور مسافروں کو دیدیا کرتے تھے۔ جبکہ پہلے تم اہلیت کو خرچ دیدیتے تھے اور کام کرنا تو تم بھی اس سے دیتے تھے جناب فاطمہ نے کہا تم بھی ایسا ہی کرو جیسا میرے والد ماجد رسول خدا کیا کرتے تھے تو ابوبکر نے کہا میں خدا کو ادا کرتا ہوں کہ ایسا ہی کرو بخدا جسے جناب رسول خدا کیا کرتے تھے۔ جناب سیدہ نے فرمایا بخدا تم ایسا ہی کرو گے ابوبکر نے کہا کہ خدا کی قسم ایسا ہی کروں گا جناب فاطمہ نے کہا خدایا اس پر گواہ رہنا پھر جناب سیدہ اس بات پر رضامند ہوئیں اور عبد اللہ ابوبکر پہلے انکو خرچ دیا کرتے تھے اور بعد میں غبار و مساکین کو دیتے تھے)

اب ہم فک کے متعلق مکمل بحث کر چکے ہر ایک ذی بصیرت شخص سمجھ سکتا ہے کہ رسول خدا کا قبضہ فک پر متولیانا تھا آپ صرف امین تھے۔ اور بطور خازن فک کی آمدنی جمع کر کے اپنے اہلیت کو سالانہ قوت دیکر باقی غبار و مساکین امت پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔ دایرۃ الاصلاح لاہور نے ایک مختصر رسالہ اس بحث میں لکھا ہے۔ ذیل میں چند کلمات اس رسالہ سے درج کر کے اس بحث کو بند کیا جاتا ہے۔ وہ ہوتا

**موقوفی بحث**۔ اب ہم نقلی بحث کو چھوڑ کر اس معاملہ میں عقلی بحث کرتے ہیں۔ کہ کیا رسول خدا نے فک بیچ کر حضرت زہرا کو ہبہ کر دیا تھا۔ کیا یہ ممکن تھا کہ اتنی بڑی جاگیر حبش کی آمدنی (قبول شدہ) ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ بیان کی جاتی ہے۔ پیغمبر خدا نے حضرت فاطمہ کے سپرد کر دی ہو اور مسلمانوں کی ضرورت یا کچھ بھی لحاظ نہ کیا ہو کیا یہ اسوۂ حسنہ رسول سے توقع کی جاسکتی ہے۔ کہ مسلمان توروں سے محتک ہوں گھر و دل دستغنی ہو کر اصحاب صفہ کا لقب پائیں کفار کے حملوں سے ایک لحظہ بھی چین نہ پڑے۔ بلکہ خود رسول کا یہ حال ہو کہ صبح کے طعام کے بعد نان شبینہ کیلئے توکل پر سہارا ہو اہل المؤمنین سکینہ میں بسر کر رہی ہوں۔ تو مسلم فاقوں سے پیٹ کی تواضع کریں اور رحمۃ اللہ علیہم جو کسی مسلمان کی ذرہ بھر تکلیف سے بھی چین ہو جاتے تھے۔ یہ سب کچھ ٹھنڈے دل سے برداشت کرتے ہیں۔ اور اتنی بڑی جاگیر سے نہ تو خود اور نہ کسی اور مسلمان کو متمتع ہونے دیں بلکہ اپنے اپنی اولاد کے عیش و آرام کیلئے مخصوص کر دیں کیا اس رسول برحق کیلئے جو فقیر و نیاز مند غبار کا سہارا غلام و غلام

مواہفہ و تحادوانی۔ اور اخلاق حمیدہ کا مجسمہ تھا یہ تمام باتیں معاملات و غیر ممکنات کے بغیر تھیں کیا وہ یہی  
غریب یا تنگ اس قدر سختی المزاج ہو گیا تھا کہ ان کے دکھ سکھ سے اسے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ بلکہ جو کچھ  
کرتا تھا۔ وہ محض تلخ ذوق اور اپنی اولاد کیلئے کرتا تھا۔ کیا احسان کا یہی بدلہ تھا۔ کہ وہ ہاجرین جنہوں  
فی میل اللہ اپنے گھروں اور مالوں کو راہ خدا میں قربان کیا ہجرت کے مصائب برداشت کئے اور خوشی  
سے قدر و فائدہ قبول کر کے ہمیشہ سلام کیلئے خوش کھڑے رہے۔ نان جوین کو بھی ترسیں اور رسول کریم کا  
ایک کرم اپنی صاحبزادی کے سوا کسی پر نہ کرے کیا اس سالار عظیم نے جس کے خیال میں انتہائی درجہ شہ  
وسادت اور اولوالعزلی تھی۔ اور جو گرفتہ مسلمین کی خیر خواہی اور مدد دی کا دعویدار تھا یہ امید کیا  
سکتا ہے کہ وہ ان تمام اغراض و مقاصد سے جو اس کے پیش نظر مولیٰ غماض کو کام میں لاکر اور اہم  
الہی سے تجاوز کر کے تمام کے حقوق بلاوجہ تلف کر دے کیا ممکن ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ کے مسلم  
امندر رسادہ لوح حق کے کیا وجود اس صریح یہی الضافی کے جو ان کے حق میں رکھی گئی سو فزہ بھی  
متاثر ہو تے ہوں۔ کیا دشمنان اسلام ان حالات کی موجودگی میں بیگانگی اس امر کا اعلان نہ کریں گے  
کہ وہ بھی جس کا غرض یہ خود غرضی اور نفس برداری کا دفعہ اور ایثار و اخلاق مبارک کی تکمیل کا ذریعہ بنا۔  
نور یا سند میدان شعل میں اس کے خلاف کرے۔ کیا ہم حضرت یونس یا خاتون جنت کے اخلاق و  
اسوہ حسنہ سے یہ امید کر سکتے ہیں۔ کہ ان کج باب کی بیماری امت کو اس رنج و مصیبت میں گرفتار ہو  
اور خدا اتنی بڑی صاحب جاگیر سے گزرنے پر بھی امداد نہ کریں۔

سہ انزال طعن۔ حضرت ابو بکر کا قول ہے۔ لست بخیر کھد علی فیکھد قیلونی اقلونی  
(میں تمہارے لئے بہتر نہیں ہوں جبکہ علی تم میں موجود ہیں۔ مجھے واپس کر دو واپس کر دو)  
اس نے فضیلت حضرت علیؑ کو حضرت ابو بکرؓ پر ثابت ہوتی ہے۔ اور افضل کی موجودگی میں  
خلافہ نہیں ہو سکتا۔

جواب۔ آدھا یہ نہ صرف شیخ کی گھڑ ہے۔ اہلسنت کی کسی مستند کتاب میں اسکا وجود نہیں  
اگر اہلسنت کی کسی کتاب میں یہ قول ابو بکرؓ درج ہوتا تو ہم پر جواب یہی ضرور ہوتی۔ واذ اللہ  
ثانی صحابہ کرام کے اس قسم کے اقوال ان کی کتاب میں نہ تھے اور نہ مرد انصاری کی تصدیق سے ہوئے تھے  
کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میرا وزیر جو میرے لئے ہے تمہارے حق میں بہتر ہے۔ وہ اپنے نفس پر  
دوسرے کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ انہوں نے بغیر کسی کا دم بھرنا و زیادہ ان مغرور نفس کا خاصہ ہوتا ہے  
اگر یہ بھی ثابت ہو جائے کہ ان کے دل میں طمع خلافت و حکومت ہرگز نہ تھی یہ بازرگان اہل حق  
و عند نے بالا جماع ان کی گردن پر رکھ دیا اور انہوں نے باحسن وجہ اسکا انجام دیا۔ نفوس اہل حق سے  
یہ بزرگ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت علیؑ کو حضرت ابو بکرؓ فضیلت تھی۔ یا آپ خلافت کے  
نااہل تھے۔ ایسے کہ حضرت علیؑ کے خلاف کہنے والے کی عظمت شان پر زلالت کرتے ہیں  
تواضع کنندہ ہو کر ہند سے گزریں۔ تہذیب شاخ پر مینوہ سر پر زین

مکرمہ و رستگاری اور صاف بنیاد و کمال و جلال خود کو سب کے سمجھتے ہیں بیکر و نخوت  
 بن شیطان کا بیڑہ غرق کیا اور تواضع اور شکر الخراجی کو جس سے ہی حضرت آدمؑ مقبول بارگاہ  
 ازبدی ہوئے سے راندہ شدہ ابلیس از مستکبری ز گشت مقبل آدمؑ از مستغفری نبی  
**آنکھوں طعن** - ابو بکرؓ نے اپنے نفاق کا خود اقرار کیا ہے۔ اور ایسا شخص قابل  
 نہیں ہو سکتا۔

**جواب** - طعن متقدمین شیعوں نہیں سوچا۔ بلکہ اجل کے شیعہ یہ طعن اپنی جہاں کو جہاں کیا ہے  
 چنانچہ مناظرہ کنندیاں ضلع میانوالی میں شیعوں کے مناظر مرزا احمد علی مرہروی نے یہ اعتراض کیا تھا۔  
 ہم وہ حدیث لکھ رہے ہیں جسکی بنا پر یہ طعن کیا گیا ہے۔ حدیث یوں ہے۔ عَنْ حَنْظَلَةَ الْأَسَدِيِّ  
 وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِأَيِّ بُكْرٍ وَهُوَ مَكِّي فَقَالَ يَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ  
 نَافِقٌ حَنْظَلَةُ يَا أَبَا بَكْرٍ نَكُونُ حِينَئِذٍ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَدْرِي كَيْفَ نَأْتِيَا النَّاسَ الْحَيَّةَ كَمَا نَأْتِي  
 عَيْنَ بَدْمٍ جَعَلْنَا عَافِسًا الْأَنْوَاجَ وَالضَّيْفَةَ وَكُنِينَا لَيْزًا قَالَ قَوْلُ اللَّهِ أَنَا لَكَ الْخُلُقُ  
 يَا أَيُّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ طَلَقْنَا قَامَا رَاكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ  
 نَافِقٌ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَكُونُ حِينَئِذٍ تَدْرِي كَيْفَ نَأْتِيَا النَّاسَ وَنَجْعُكَ حَتَّى كَمَا نَأْتِي عَيْنَ  
 فَادِمَا جَعَلْنَا عَافِسًا الْأَنْوَاجَ وَالضَّيْفَةَ وَكُنِينَا لَيْزًا قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ لَوْ تَدْرُونَ مَوْتِ  
 عَلَى لَيْلٍ لَتَيُّ قَوْمٌ مَوْتِ بَحْمَانٍ عِنْدِي لَصَاحَتُكُمْ الْمَلِكَةُ فِي بَحْمَانٍ سَكْرَةٍ وَهِيَ أَوْ مَشْكَمٍ  
 وَفِي هَرَمٍ حَكَمٍ وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ مَسَاعِرٌ وَسَاعِرٌ حَنْظَلَةُ أَسَدِي سَ وَرَأَيْتُ جَوْكَابَ رَسُولِ اللَّهِ  
 تَهَامَ أَبُو بَكْرٍ كَيْفَ بَاسَ كُنْدَرَا جَبَكِ وَهَرُورَا تَهَامَ أَبُو بَكْرٍ نَ بَاسَ جَبَكِ حَنْظَلَةُ تَهَامَ كَيْفَ بَاسَ تَهَامَ أَبُو بَكْرٍ  
 حَنْظَلَةُ نَافِقٌ بُوگیا ہے ہم رسول خدا کے پاس نہیں جیتے ہیں ورنہ وحشت کی یاد دلا رہے ہیں گویا ہم شہم  
 خود دیکھ رہے ہیں جب ہم گھر و گھر جاتے ہیں اور اپنے اہل و عیال سے ملتے ہیں بہت کچھ بھول جاتے ہیں  
 ابو بکرؓ نے کہا بخدا یہ حنظلہ میری بھی یہی حالت ہے۔ جلد رسول خدا کے پاس چلیں ہم حضور کے پاس  
 گئے جب آپؐ کے حنظلہ کو دیکھا تو چچا اسے حنظلہ کہیں کیا ہوا۔ کہا حضورؐ حنظلہ نافیق ہو گیا ہے۔  
 ہم آپؐ کی خدمت میں نہیں جیتے ہیں جبکہ آپؐ ہمیں دوزخ و جنت کی یاد دلا رہے ہیں گویا ہم نے انھوں سے کچھ  
 پھر جب گھر و گھر جاتے ہیں اور اہل و عیال اور بال بچوں سے ملتے ہیں ہم بہت کچھ بھول جاتے  
 ہیں حضورؐ نے فرمایا اگر تمہاری وہ حالت بدتر رہے جو میرے پاس دیکھنے کی عیبت ہوتی ہے۔ تو  
 فرستے تمہاری مجلسوں تمہارے بستروں تمہارے گھروں میں اگر تم سے مصافحہ کر لیں اسے حنظلہ  
 حالات تبدیل ہو رہے ہیں گاہے جنیں گاہے جیاناں آں روایت سے جہاں رسولؐ کے کمال زبرد  
 تو رہے گا پتہ چلتا ہے۔ کہ آپؐ کی خواہش یہی ہوتی کہ ہمیشہ ہماری حالت وہی رہی جو حضورؐ کے پاس  
 کے وقت ہوتی ہے۔ کہ دنیا و مافیہا سے بچر ہو جاتے ہیں۔ اور جنت دوزخ انھوں سے ہو جاتے ہیں۔





عَلَى الْحَالِ الَّتِي تَقُومُ مَوْتَهُمَا مِنْ عِنْدِي  
تَصَاحَتُمْ لِلْمَلِكَةِ فِي فَجَائِلِكُمْ وَعَلَى  
فُتُوحِكُمْ فِي طَرَفِكُمْ وَلَكِنْ يَأْخُذُ ظِلَّةَ سَاءَةٍ  
وَسَاعَةٍ (صحیح ترمذی ص ۱۳)

جو میرے پاس تمہاری حالت ہو جاتی ہے۔ تو فرشتے  
تم سے تمہاری مجلسوں میں آکر بلکہ تمہارے بستر پر اور  
راستوں میں مصافحہ کریں لیکن اسے غلطہ ساعت  
بساعت حالات بدلتے رہتے ہیں۔

نادان معترض نے اس حدیث سے ٹھوکر کھا کر یہ طعن پیدا کیا ہے۔ حالانکہ اس قسم  
کی احادیث ان کی مستند کتابوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ آگے بھی بیان ہوگا۔  
اب اہل انصاف غور کریں کہ اس واقعہ سے غلطہ اور حضرت ابو بکرؓ کے نفاق کا ثبوت  
میتا ہے یا ان کا کمال ایمان اور خوف و خشیت الہی ثابت ہوتی ہے۔ کہ باوجود ان انوار  
و برکات لوٹنے کے جو حضور علیہ السلام کی پاک صحبت سے انہیں میسر تھے۔ خوف  
خدا کی یہ حالت تھی۔ کہ صرف اس بات پر وہ کانپ رہے تھے۔ کہ جب حضور انور کی  
مجلس کے ٹھکر اپنے گھروں میں آتے ہیں۔ تو دنیا کے کام و حسدوں میں شاغل ہو جاتے  
ہیں۔ ٹھہرے کہ اس کا مواخذہ نہ ہو۔

اب شیعہ سوچیں۔ کہ کیا تمہارے بڑے بڑے لمبے القاب و خطاب ولے مجتہد بھی  
یہی خشیت الہی دل میں رکھتے ہیں۔ سکھلاؤ حاشا زردے پلاؤ گھا کر رات ہے تو غفلت  
میں بڑے گوز چلتے رہتے ہیں۔ دن ہے تو مریدوں میں بیٹھے حق مٹھاتے رہتے ہیں۔  
نہ آداب قرآن نہ دایب صلاح نہ دھواں ایک طرف نہ ایک طرف ہیں ہر جا  
بھائی ہم تو دعا کرتے ہیں۔ کہ ایسا اتفاق ہم کو بھی نصیب ہو۔ لیکن یہ  
ایں سعادت بزور بازو نیست نہ تانا نہ بخشد خدا لے بخشندہ

کاش جاہل معترض کو اپنی کتابوں پر عبور ہوتا۔ تو ایسا بیہودہ اعتراض کرنے کی جرأت  
نہ کرتا۔ اسی مضمون کی حدیثیں مول کافی میں بھی موجود ہیں۔ چنانچہ صفحے میں ہے۔

دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ جَعْفَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ  
أَعْيُنٍ فَلَمَّا هَمَّ حَمْرًا قَالَ يَا جَعْفَرُ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ أَخْبِرْنِي أَحَالَ اللَّهُ بِفَأَلَا  
بَنَّاوَأَمْتَعْنَا بِإِيجَانَا فَبَيَاكُ فَمَا نَحْنُ مِنْ  
عِنْدِكَ حَتَّى نَرَاكَ تَلُوبُ بَنَّاوَأَسَلُّوْا أَنْفُسَنَا

حمران بن اعین امام محمد باقرؑ کے گھر گیا جب اٹھے  
لگا تو کہا اے امام خدا آپ کی مریدانہ کرے آپ میں  
آپ کے ذات سے نفع بخشے ہم آپ کے پاس آتے ہیں  
تو آپ کی خدمت سے اٹھتے وقت ہمارے دل بڑے  
نرم ہوئے ہوتے ہیں۔ اور دلوں کو دنیا سے قطع



اِلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَبِّي نَاقَةٌ  
 فَقَالَ وَاللَّهِ مَا نَاقَتٌ وَكَوْنَا فَنَقِي مَا  
 لَا تَتَّبِعُنِي فَعَلِمْتُ مَا اَلَيْكَ مِنْ سَائِلَتِ اَهْلِي  
 الْعَدُوِّ وَالْحَاضِرِ اَتَاكَ فَقَالَ لَا اَمِنْكَ  
 عَمَلُكَ فَقُلْتُ اَللَّهُ خَلَقَنِي فَقَالَ مَنْ  
 خَلَقَ اَللَّهُ فَقَالَ اَيُّ وَالَّذِي بَعَثَكَ  
 بِاُحْمَى لَكَ كَذَّابٌ فَقَالَ اِنَّا الشَّيْطَانُ  
 اَتَاكُمْ مِنْ قَبْلِ لَا عَمَالَ فَلَمْ يَقْوَعَكُمْ  
 قَاتَاكُمْ مِنْ هَذِهِ اَلْوَجْهِ لَكُمْ يَنْتَزِلُكُمْ  
 فَاِذَا كَانَ كَرَى فَلَيْدُكُمْ اَحَدُكُمْ اَللَّهُ  
 وَحْدَكَ -

میں نے نفاق کیا ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم تو نے نفاق نہیں کیا۔ اور اگر نفاق کرتا۔ تو میرے پاس نہ آتا۔ پھر فرمایا بتا تو نے کیا دیکھا ہے میں گمان کرتا ہوں کہ شیطان تیرے پاس آیا ہے۔ اور تجھے کہا ہے کہ کس نے تجھے پیدا کیا تو نے کہا خدا نے۔ پھر کہا خدا کو کس نے پیدا کیا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا۔ بخدا حضور یہی بات ہے۔ آپ نے فرمایا شیطان نے اعمال کے بار میں تمہیں گمراہ کرنا چاہا ہے۔ وہ ہدایت پر قادر نہیں ہو کہ پھر اس نے یہ طریق اختیار کیا ہے تاکہ تمہیں لغزش دے جب ایسا ہو تو تم ضلئے وحدۃ کا ذکر کیا کرو تاکہ شیطان دفع ہو جائے۔

ان دو احادیث نے بخوشیہ کی مستند کتاب اصول کافی سے بروایت امیر اہل بیت مذکور میں۔ حدیث حنظلہ کی تشریح کر دی ہے۔ جن کا مضمون بعینہ وہی ہے۔ مگر اس سے بھی کچھ زیادہ ہے۔ کہ اصحاب کرام کمال خوف الہی کے ذہ ذرہ باتوں سے کانپ جاتے تھے۔ اور آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر ہو کر استفسار کیا کرتے تھے۔ کہ ایسے دوسو سو سے ہماری رہائی حالت میں کچھ خلل تو نہیں آجاتا۔ حضور ان کی تشفی فرمایا کرتے تھے۔ کہ خدا کی قسم تمہاری رہائی حالت میں ان باتوں سے کچھ تسمیر نہیں ہوا۔ اور جن کے رہانوں میں کچھ خلل ہو۔ ان کو ہماری سرکار میں آنے اور استفسار کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ یہ معمولی شیطان کی حرکات ہیں۔ جو ایک ڈاکو چور کی طرح تمہارے خزانہٴ زمان کو غارت کرنا چاہتا ہے۔ اعمال کی وجہ سے تو تم پر اس کا کچھ بس حل نہیں سکتا۔ کہ تمہیں بھسلا سکے۔ ناچار دلوں میں دوسو سو ڈالنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ لیکن ایسی خفیف حرکات سے اس کو کس طرح کامیابی ہو سکتی ہے۔ تم لوگ راسخ الایمان۔ صالح الاعمال ہو۔ اور یہی تمہارے کمال زمان کی علامت ہے کہ شیطان کے ایسے حملوں کے وقت تم حصن حصین دربار رسالت کی پناہ لے لیتے ہو۔ امید ہے کہ

معرض کی کسی قدر تشفی ہوگئی ہوگی۔ ہاں ہم یہ بھی لکھیں کہ خاصانِ خدا کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ باوجود عدم صدمہ و غم کے وہ خود کو گنہگار کہتے ہیں۔ اصول کافی ص ۱۷۷ میں ایک حدیث ہے۔ **قَالَ اللَّهُ مَا يَجُوزُ مِنَ الذَّنْبِ إِلَّا مَنْ أَقْرَبَهُ** (بخدا گناہ سے وہ شخص تہات پاتا ہے جو گناہ کا اقرباری ہو) دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام جو بغیر معصوم تھے۔ کہتے ہیں۔ **وَمَا أَنَا بِمُتَّقِيٍّ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالشَّقِيقِ** (میں اپنے نفس کو میرا نہیں سمجھتا کیونکہ نفس بدی کی رغبت دلاتا ہے) کیا معرض اس سے یہ استدلال کریں کہ حضرت یوسف علیہ السلام معاذ اللہ گناہ سے برتر نہ تھے۔ بلکہ نفسِ امارہ کے تابع حکم تھے) ایسا خیال کرنا ایک معصوم نبی کی نسبت کفر ہے۔

ہاں یہ تو بتاؤ کہ حضور نبی آخر الزمان کو تو تم معصوم مانتے ہو لیکن اصول کافی ص ۱۷۷ میں ایک حدیث ہے۔ **عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَغْفِرُ اللَّهُ عَنْهُ وَجَلَّ كُلُّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً** (ہام جعفر صادق کا قول ہے کہ آنحضرت دن میں ستر دفعہ اللہ عزوجل سے طلبِ مغفرت کرتے تھے) کیا اس سے یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ الیاذنا اللہ آپ گنہگار تھے۔ اس لئے طلبِ مغفرت فرماتے تھے۔ پھر جناب امیر علیہ السلام جن کو شیعہ معصوم سمجھتے ہیں۔ اپنی خطاؤں کا اشعار ذیل میں اقرار فرما کر طلبِ مغفرت کرتے ہیں۔

**قَدْ خَلَيْتُ بَلَاءً فَمَا جَلَّتْ نِزَاةُ الشُّقْرِ لِحُجْرَتِي**  
**أَتَتْنِي بِأَكْبَارِهِمْ بِجَانِبِي وَنَكَدْتُهُمْ خَطَايَا**  
**بَقِيَتْ لِنَاسٍ بَقِيَتْ خِيَارَاتِي وَبَقِيَتْ لِنَاسٍ إِنَّمَا تَقَاتِي**

میر گناہ میرے لئے مصیبت ہیں اور میرا بچاؤ گلو کی قیامت میں  
 ان کا ہوج میرے سر پہ ہوگا۔  
 اسی طرح حضور میں رونا ہوا اور امیر میری گنہگاری پر رحم بھیجیں  
 فضل کی امید میری خطا سے بڑھ کر ہے۔

تو گمجھے اچھا لگتا ہے میں ادویں سے برا ہوں اگر تو مجھے معاذ کرے  
 اب بتاؤ ان اشعار سے ایک خارجی یہ استدلال کر سکتا ہے کہ معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام نہ صرف خطا کا بلکہ شر الناس (بدترین ظالمین تھے)۔

شیعہ معرض کو اگر ذمہ بھی عقل ہے۔ تو سمجھ سکتا ہے کہ اس کی اس منطق کی زبردستی اس کے مذہب پر اور پیشوائے مذہب (جناب علی المرتضیٰ) پر پڑتی ہے۔ ذرہ ہوش سمجھنے سے اسے چشمِ اشکبار ذرا دیکھ تو سہی خیر یہ گھر جو یہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو



بات یہ ہے کہ محبوبان حضور کبریائی اپنی عبادات کو بھی بمقابلہ نعمتہائے غیر متناہی جو واہب العطا یا سے ان کو حاصل ہیں۔ گناہ سمجھ کر ہر وقت یا عتراف قصور اس کی یا گڑھ سے طلب مغفرت کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ملا یا قر مجلسی نے حیات القلوب ص ۵۴ میں اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ اَسْثِيَا تِ الْاَقْمَرِ يَنْ (نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کی بدیاں متصور ہونگی)

اب اس طعن کا ہر طرح سے دفعیہ ہر چکا ہے۔ یہ مطاعن حضرت صدیق اکبر کے متعلق تھے۔ اب وہ مطاعن لکھے جاتے ہیں۔ جو شیعہ صاحبان اپنی جہالت سے فاروق اعظم کی نسبت کیا کرتے ہیں۔

## نوال طعن (حدیث قرطاس)

بخاری کی حدیث ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمَ الْاُخْيَاسِ وَمَا يَوْمُ الْاُخْيَاسِ اَشْتَدَّ بِهِ رَأْسُو لَ اَللّٰهُ صَلَٰمٌ وَجَعَهُ فَقَالَ اَيْتُونِي اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَفْضَلُوْا بَعْدَكَ اَبَدًا اَفْتَنَّا نَرَحُوْا وَاَوْ لَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُحٌ فَقَالُوْا لَمْ اَنَّهُ اَفْتَنَّا اَسْفَهُهُمْ وَقَدْ هَبُوْا يَمْرُؤًا وَنَ غَنَهُ فَقَالَ دَعُوْنِيْ فَاَلْزَمِيْ اَنَا فَبِهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُوْنِيْ اِلَيْهِ وَاَوْضَاهُمْ بَنِيَّ فَقَالَ اَخْرَجُوْا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ حَزْرَةِ الْعَرَبِ وَاجْعَلُوْا الْوَقْدَ وَتَحْوِ مَا كُنْتُمْ اُجْعَلُوْهُمْ وَسَلَكْتَ حَمْنِ الثَّالِثَةِ اَوْ قَالَ فُسَيْيْتُهَا۔

ابن عباس نے کہا ہجرت کا دن اور وہ کیسا دن تھا۔ کہ اس میں آنحضرت کو وہی شدت تھی پس فرمایا لاؤ میرے پاس تمہیں ایک تحریر لکھ دوں کہ تم بھی اس کے بعد نہ گمراہ ہو سکو۔ حاضرین آپس میں جھگڑنے لگے حالانکہ نبی کے پاس جھگڑنا نہ چاہیے۔ اور کہنے لگے آپ کا کیا حال ہے کیا آپ ہجرت (دنیا سے) کرنے کو ہیں آپ نے فرمایا تو کرواں لوگوں نے آپ کے سوالات شروع کئے پھر آپ نے فرمایا مجھے چھڑ دو کیونکہ میں التبت میں ہوں اس بہتر جگہ کی طرف تم مجھے بلا رہی ہو پھر آپ نے تین چیزیں کیں (۱) یہ کہ کفار مشرکین کو خیرہ و گمراہ کرنا (۲) کہ وہ خود میری طرح غیبت دیکھ نہ پائیں میری سے ابن عباس سکوت فرمایا کہ ہیں بے بھوج گئے

## توضیح

بخاری میں یہ حدیث باختلاف الفاظ متعدد جگہ مذکور ہے کسی جگہ ہے۔ اَيْتُونِيْ بِالْكِتَابِ

وَالْوَحَّ وَاللَّحَّ وَالنَّحَّ (سرسے پاس شانہ اور دو ات یا تختی دو ات لاد) ایک جگہ ہے  
 فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ الْوَحْجُ وَعِنْدَكُمْ الْفَرُّ أَنْ حَسْبُنَا كِتَابُ  
 اللَّهِ (بعض نے کہا حضور کو اس وقت تکلیف ہے۔ اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے  
 اور ہر کتاب اللہ کافی ہے۔ ایک جگہ یوں ہے) فَقَالَ عُمَرُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَلِمَهُ الْوَحْجُ وَعِنْدَكُمْ الْفَرُّ أَنْ حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ  
 فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوا مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ قَرَأَ بَقِيَّةَ الْكِتَابِ وَلَمْ يَسْمَعْ  
 اللَّهُ صَلَاحَ كِتَابِ الْوَحْجِ وَفِيهِمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمْ يَلْحَظُوا  
 وَلَا اخْتَلَفَتْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ قَوْمُوا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ  
 فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ الشَّرِيكَ كُلَّ الشَّرِيكِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ  
 وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُ ذَلِكَ الْكِتَابُ مِنْ اخْتِلَافِهِمْ وَلَظُهُمْ۔  
 (ترجمہ۔ عمر نے کہا حضور کو اس وقت تکلیف ہے۔ اور تمہارے پاس قرآن ہے  
 کتاب اللہ ہمیں کافی ہے پس گمراہوں نے اختلاف شروع کر دیا۔ بعض کہتے تھے کہ  
 حضور کو کاغذ و ایسی تحریر لکھیں کہ اس کے بعد تم کہیں گے کہ وہ جاؤ بعض وہ بات  
 کہتے تھے جو عمر کہتے تھے۔ جب غور و غمل ہو گیا۔ تو حضور نے فرمایا۔ چلے جاؤ بعد اللہ کہتے  
 ہیں مصیبت بڑی مصیبت تھی۔ جو حضور اور لوگوں میں تحریر کے متعلق روکاٹ پڑ گئی۔  
 کیونکہ شور و غل زیادہ ہو گیا تھا)

## خلاصہ طعن شیعہ

- اس حدیث کے متعلق شیعہ صاحبان حضرت عمرؓ پر حسب ذیل طعن کرتے ہیں۔
- (۱) عمرؓ نے قول آنحضرتؐ کو روکیا۔ حالانکہ آپ کا قول حکمِ اہمیت و مابین طعنِ اہم سرسری تھا۔ اور رد و حجتی کفر ہے۔
  - (۲) عمرؓ نے قول آنحضرتؐ کو ہدیان سے تعبیر کیا۔ یہ کمالِ گستاخی اور بے ادبی ہے۔
  - (۳) عمرؓ نے رسولؐ کے حضور میں رفع صوت کیا۔ جو حکمِ آیت ولا ترفعوا اصواتکم الخ منوع تھا۔
  - (۴) وصیت میں روکاٹ ڈال کر حقِ امت تلف کیا۔ وصیت لکھی جاتی تو بت کی جہلائی پڑتی

## جواب

اول یہ حدیث جھٹھرتی سے مروی ہے۔ سب میں آخری راوی عبداللہ بن عباسؓ ہیں۔ حالانکہ جس وقت کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس وقت ان کی عمر صرف تیرہ سال کی تھی۔ کیونکہ آپ ہجرت سے تین سال پہلے یعنی ۹۱۹ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اور سترہ سال پہلے عطاء اللہؓ میں فوت ہو گئے تھے۔ اور تیرہ سال کے نابالغ بچے کی ایسی شہادت کب قابل قبول ہو سکتی ہے جبکہ حضورؐ کی مرض الموت کے وقت تمام اصحاب اور اہل بیت رسولؐ کا موجود ہونا ضروری ہے۔ ناممکن ہے۔ کہ ایسے نازک وقت میں یہ سب لوگ موجود نہ ہوں۔ پھر جب ان انکار صحابہ سے جن میں حضرت علی المرتضیٰؓ بھی شامل ہیں کوئی بھی اس واقعہ کی روایت نہیں کرتا۔ تو ایک نابالغ بچے کی شہادت کس طرح قابل ماعت ہو سکتی ہے یہ ظاہر ہے۔ کہ ایسے موقع پر بڑے بڑے حضوری شہادہ خاص پاس ہو اکتے ہیں۔ اور چھوٹے بچوں کو وہاں جگہ ملنی بھی مشکل ہوتی ہے۔ پھر جب درایت کے اعتبار سے یہ حدیث صرف عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہونے کے باعث جو اس وقت بالغ بھی نہ تھے۔ ناقابل اعتبار ہے۔ تو اس پر شیعہ صاحبان کے اس قدر موافق قلعے تبصر کر کے حضرت عمرؓ جیسے علیل الشان خلیفہ کے خلاف الزام قائم کرنا کیا وقعت رکھتا ہے۔ دوم۔ الزامات جو حضرت عمرؓ کے ذمے عائد کئے جاتے ہیں۔ الفاظ حدیث میں ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ بسبب بڑا الزام جو حضرت عمرؓ کے ذمے تھوہا جاتا ہے۔ یہ ہے۔ کہ انہوں نے قول آنحضرتؐ کو ہدیان سے نسبت دی۔ لیکن حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ جس لفظ سے شیعہ صاحبان خوش تہمتی سے ہدیان کا معنی لیتے ہیں وہ اہجر ہے۔ لیکن حدیث میں یہ نہیں ہے۔ کہ یہ لفظ حضرت عمرؓ نے کہا۔ حدیث میں فقالوا ما شأنہ اھجرا شفقہموا لکھا ہے۔ یعنی حاضرین نے یہ لفظ کہا۔ پھر اس جمع کے صیغہ کا فاعل واحد (عمرؓ) کو قرار دینا۔ شیعہ حضرات کی بے علمی کی دلیل ہے۔ اے ترک من مناز کہ ترکی تمام شد

نیز اھجرا کا معنی ہدیان کرنا شیعوں کی دلیل جہالت کی دلیل ہے۔ معنی عبارت یہ ہے۔ کہ حضورؐ کا کیا حال ہے۔ کیا آپ دنیا سے ہجرت فرمانے لگے ہیں۔ آپ کے

دیانت تو کرو۔ اگر ہجر کے معنی ہدیان کے جائیں۔ تو استقامت کا معنی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ جس شخص کی نسبت یہ گمان ہو کہ اس کے حواس مختل ہو گئے ہیں۔ اور ہدیان (ہدایت) باتیں کہہ رہا ہے۔ تو کوئی پاگل بھی یہ نہیں کہے گا کہ اس سے پوچھو تو وہی کہ تمہارے اس کلام کا مفہوم کیا ہے۔ کیا مجنون کو مجنون یقین کرنے کے بعد کبھی کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ تمہارا تو وہی تمہاری اس بڑ کا مطلب کیا ہے۔ غرض لفظ استقامت کا اہل فہم کو سمجھانے کے لئے کافی ہے۔ کہ یہاں اچھا کا معنی وہ نہیں ہے جو شیعہ کرتے ہیں۔ بلکہ اس کا معنی یہی ہے کہ کیا آپ کا یہ وقت دنیا سے ہجرت (رحلت) کا ہے۔ کہ آپ ایسی شدت درد کی حالت میں تکلیف برداشت فرمانا چاہتے ہیں کہ پھر یہ موقع نہیں مل سکتا جب اس لفظ کا وہ معنی ہی نہیں ہے جو ہمارے شیعہ دوست سمجھ رہے ہیں۔ تو پھر وہ سارے ہوائی قلعے جو اسی لفظ کی بنیاد پر تعمیر کئے جاتے ہیں۔ یکسر مسمار ہو جاتے ہیں۔

علامہ ازیں اگر حجت کا معنی بغرض محال ہدیان بھی کئے جائیں۔ تو چونکہ لفظ آجھڑ میں ہجو استقامت موجود ہے۔ اور یہ استقامت انکاری ہوگا۔ تو پھر بھی شیعوں کا مدعا پورا نہیں ہو سکتا مطلب قابل کا یہ ہے کہ جو کچھ حضور فرما رہے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ آپ ہدیان نہیں کہہ رہے ہیں۔ اس لئے آپ سے دریافت کرنا چاہئے۔ کہ کیا اس تحریر کے حکم دہی کسی ضروری مسئلہ کا فصل مقصود ہے یا بطور استحسان حضور کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں۔ جو زبانی بھی ہو سکتا ہے۔ یا اس کے بعد بھی ہو سکتا ہے جب حضور کو کچھ افتادہ ہو جائے۔

اور حدیث سے یہ ظاہر ہے۔ کہ اس معاملہ میں حاضرین دو فرقہ میں منقسم ہو گئے تھے۔ بعض صراحت کرتے تھے۔ کہ قلم دوات کا غرض حاضر کیا جائے بعض قول عمر سے اتفاق کر کے کہتے تھے۔ کہ سبیل دین و دنیا کی تکمیل بذریعہ قرآن کریم ہو چکی ہے۔ کوئی امر بانی نہیں ہے۔ اس لئے حضور کو ایسے وقت میں تکلیف میں ڈالنا عشاق ذات احمدی گو اور انہیں کر سکتے پھر ان دو فرقہ میں ایک طرف حضرت علیؑ اور بنو ہاشم بھی ضرور ہونگے۔ اور وہ الزامات جو بلا وجہ حضرت عمرؓ کے ذمے لگائے جاتے ہیں۔ ان کے ذمہ وار جناب امیر علیہ السلام اور جملہ بنو ہاشم بطریق اولیٰ ہونگے۔

اگر حضرت عمرؓ اور ان کے طرفداروں نے کاغذ قلم دوات حاضر نہ کر کے فرمان نبویؐ کی تعمیل نہ کی۔ تو جناب امیر علیہ السلام کا فرض تھا۔ کہ فوراً اشیاء مطلوبہ حاضر کر کے تحریر لے لیتے۔



## کیا وہ تحریر ضروری تھی؟

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ جناب نے جس امر کے لئے کاغذ قلم دوات طلب فرمائے تھے۔ وہ کوئی ضروری امر تھا۔ اور وحی حق کے ذریعہ اس کا حکم ہوا تھا۔ یا ویسے مصلحتاً حضور کو کچھ لکھنا چاہتے تھے۔ اور پھر وہ صلاح ملتوی ہوگئی۔ شیعہ کہتے ہیں کہ اس وقت خیاب خلافت علیؑ لکھنے کے متعلق وصیت لکھنا چاہتے تھے۔ لیکن یہ بات شیعہ کے سخت برخلاف ہے۔ کیونکہ اس سے شیعہ کے باقی تمام استدلال پر پانی پھر جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو بروز خم غدیر حضورؐ نے خلافت علیؑ کا اعلان فرمایا۔ نہ اور کوئی حدیث یا آیہ اس وقت تک خلافت علیؑ پر نص تھی تب ہی تو آپ کو یہ فکر دستگیر ہوئی۔ کہ خلافت علیؑ کی وصیت لکھ دی جائے۔ شیعہ نے اپنا یہ خیال ظاہر کر کے کہ حضورؐ خلافت کا فیصلہ کرنا چاہتے تھے۔ باقی استدلالت کی خود تردید کر دی۔ اور وصیت تحریر ہی نہ ہوئی۔ شیعہ حضرات کو ناکامی پر ناکافی کا سامنا ہوا۔

نہ خدا ہی ملانہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

علاوہ انہیں اگر یہ تحریر ضروری اور حکم وحی تھی۔ اور محض چند اشخاص کے خلاف رائے کے باعث حضورؐ اس ضروری حکم الہی کی تعمیل سے قاصر ہوئے۔ تو آپ کے ذمے سخت الزام عائد ہوتا ہے۔ کہ آپ نے فرض تبلیغ رسالت میں کوتاہی کی۔ اور حضرت علیؑ اور دیگر اہل بیت کے ذمے یہ الزام ہے۔ کہ انہوں نے چند جنمی اشخاص کی مخالفت کی وجہ سے رسول پاکؐ کی امداد نہ کی۔ کہ وہ گھر کے لوگ ہو کر کاغذ قلم دوات حاضر نہ کر سکے اور اس بات کی شکایت حضورؐ کو بہ نسبت حضرت عمرؓ وغیرہ کے حضرت امیر علیہ السلام اور ان کے متعلقین پر زیادہ ہونی چاہئے۔

مردم از دست غیر ناکندند و سعدی از دست خویش تن فریاد

اور اس بات کا قطعی ثبوت کہ وہ تحریر کوئی ضروری امر نہ تھا۔ یہ ہے۔ کہ حضورؐ اس کے بعد چار روز تک زندہ رہے۔ اور آفتاب بھی ہوتا رہا۔ لیکن پھر نہ کاغذ قلم دوات طلب فرمایا۔ نہ کوئی تحریر کی۔ دوسرا ثبوت اس کا حدیث میں موجود ہے۔ کہ ان دو خلیفہ سے حضورؐ نے اس خلیفہ کی رائے سے اتفاق فرمایا۔ جو حضورؐ کو یہ تکلیف نہ دینا چاہتے تھے

دوسرے فریق کو آپ نے ڈانٹ دیا۔ کہ مجھے بیوجہ تکلیف نہ دو۔ فاذہب الیہم وعلیہم  
فقال دعونی فلانذی انا فیہ خیر مما تدعوننی الیہ حاضرین نے آپ کے بار بار  
سوال شروع کئے۔ آپ نے فرمایا مجھے چور دو میں جس حال میں ہوں اس سے بہتر نہ ہے۔  
جس کی طرف تم مجھے مدعو کرتے ہو یعنی تم جو مجھے تحریر کرنے کے لئے بازو ق کر رہے ہو۔  
یہ مجھے پسند نہیں ہے۔ الفاظ حدیث شیعہ کے مدعا کے سخت برخلاف ہیں جن سے  
بصراحت مفہوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کچھ تحریر کرنا نہ چاہتے تھے۔ نیز اگر یہی فرض کر لیا جائے  
کہ حضورؐ کچھ خلافت کے متعلق تحریر فرمانا چاہتے تھے۔ تو شیعہ اس حدیث سے یہ کس طرح  
دلیل کیڑ سکتے ہیں۔ کہ خلافت علیؑ کی ہی وصیت لکھنا مقصود تھی۔ ممکن ہے۔ کہ خلافت  
صدیقؑ کو لکھنا منظور ہو۔ اور چونکہ بنو ہاشم کو حضورؐ کا رجحان معلوم تھا۔ کہ امامت  
نماز پر بھی آخری وقت ابو بکر صدیقؓ کو ہی مامور کیا گیا۔ اسی لئے کاغذ قلم دوات پیش  
کرنے سے اہل بیت نے تامل کیا۔

حدیث میں اختلاف اور شور و غل کو اہل البیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے الفاظ  
ذیل ملاحظہ ہوں۔ فَاحْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ فَاجْتَنَصَمُوا (اہل بیت نے اختلاف کیا اور  
جھگڑنے لگے) پھر تعجب ہے۔ اور تو سب جبکہ اہل البیت سے حضرت علیؑ فاطمہؑ احمدینؑ بفر  
مراد لئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اہل البیت سے حضرت عمرؓ اور ان کے طرفداران مراد  
لئے جا کر اختلاف اور جھگڑا کا ان ہی ذمہ وار قرار دیا جاتا ہے۔ یا للعجب۔ غرض الزلات مذکور  
کو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کرنا شیعہ کی سخت بے انصافی ہے۔ جبکہ حدیث میں تذکرہ  
اجتنصموا تھا اور غیر سب جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ اور اس تنازع اور جھگڑا  
اور رفع صوت رد قول رسولؐ مخی تلفی است میں جملہ حاضرین حجرہ جن میں علیؑ رضی اللہ عنہ اور بنو  
ہاشم وغیرہ بھی تھے سب یکساں شریک ہیں۔ اگر قصود ہے تو سب کا نہیں تو کسی کا بھی نہیں

## حسین کا گناہ اللہ

ہاں یہ قصور حضرت عمرؓ کا ہے۔ کہ انہوں نے عشق محبت رسولؐ کی وجہ سے رائے پیش  
کر دی کہ جب یہ ستم امر ہے کہ دین کا کوئی امر ایسا باقی نہیں ہے کہ قرآن میں مذکور نہ ہو۔  
اور اللہ تعالیٰ نے باصراحت فرمادیا ہے۔ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ (آج تمہارا دین کامل

رکس ہو گیا ہے۔) تو پھر حضور اقدس کو ایسی نازک حالت خدمت مرض میں تکلیف میں  
 و الناس شیعہ یلین ذات والا کو مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ عمرؓ کی رائے ترین سے نہ  
 اکثر حاضرین نے بلکہ حضور رسول پاکؐ نے بھی اتفاق فرمایا کہ قرعہ کی صلاح ملتوی  
 فرمادی۔ اور باوجودیکہ چار یوم تک حضور زندہ رہے اور مرض سے افاقہ بھی ہوتا رہا  
 پھر کبھی اس کا ارادہ نہیں فرمایا۔ کیا حسبنا کتاب اللہ کہنا کوئی جرم تھا۔ اگر یہ کوئی  
 کبیرہ جرم ہے۔ تو تمام مسلمان اس کے مرتکب ہیں۔ جو کتاب اللہ کو ایک کامل و مکمل  
 کتاب ہدایت اور مسائل دین و دنیا کے لئے کافی وافی سمجھتے ہیں۔ انہوں دشمن کی ننگ  
 میں ہنر بھی بڑا عیب ہے۔ یہ ہنر چشم عداوت بزرگتر عیب ہے۔

## رد قول رسول

اگرچہ رد قول رسولؐ کی ذمہ داری زیادہ تر اہل بیت رسولؐ کے ذمے عائد  
 ہوتی ہے۔ لیکن اگر بغرض محال اس کا ملزم حضرت عمرؓ کو ہی قرار دیا جائے۔ تو چونکہ  
 اقتضائے محبت و عشق اور نیک نیتی پر مبنی تھا۔ اس لئے یہ دخل جرم نہیں ہو سکتا۔  
 اور اگر ہر حالت میں خواہ کسی نیت سے ہو۔ رد قول رسولؐ جرم ہے۔ تو اس جرم کے مرتکب  
 جناب امیر علیہ السلام بھی متعدد دفعہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کی مستند کتاب حیا القلوب  
 جلد ۱ ص ۳۹۹ میں ہے۔ کہ جب غزوہ حدیبیہ میں صحابہ نہ کھنا تجویز ہوا۔ اور امیر المؤمنین  
 علی المرتضیٰ کو اس کے کھنے کا حکم دیا گیا۔ اور آپؑ نے محمد رسول اللہؐ کھنا تو دوسری طرف  
 سے اعتراض ہوا کہ اگر ہم آپؐ کو رسول مانتے تو جگہ اسی کیا تھا۔ آپؐ محمد بن عبد اللہؐ  
 اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ محسن آنرا و محمد بن عبد اللہ بنو بیس چنانچہ اوسیلوید حضرت  
 امیر فرمود کہ نام ترا از پیغمبری ہرگز محو نخواہم کرد۔ حضرت رسولؐ بدست خود آنرا محو کرد۔  
 (ترجمہ ۱) اے علیؑ افظا محمد رسول اللہؐ کو مٹا کر بجائے اس کے محمد بن عبد اللہؐ لکھ دو۔  
 جیسا کہ مخالف کہتا ہے۔ جناب امیر علیہ السلام نے کہا کہ میں آپؐ کا نام پیغمبری سے کبھی محو  
 نہ کروں گا۔ تو آپؐ نے کاغذ لکیر اپنے ہاتھ سے اس کو مٹا دیا)

ابا شیعہ حضرات انصاف سے بتائیں۔ کہ کیا یہ رد قول رسولؐ اور آپؐ کا عدول حکم نہ تھا  
 اگر جناب امیر علیہ السلام اقتضائے عقیدت و محبت سے رسولؐ کی اس فعل حکم سے انکار

کرنے پر مجرم نہیں بن سکتے۔ تو حضرت عمرؓ کو کیوں اس پر الزام دیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہاں تو جناب رسولؐ نے اپنے طرز عمل سے حضرت عمرؓ کی راستے سے اتفاق ظاہر فرمایا۔ اور یہاں جناب امیر علیہ السلام کے خلاف راستے آپ نے کاغذ لیکر خود اس لفظ کو جس کے مٹانے سے جناب امیرؓ نے انکار کیا تھا۔ قلمزن کر دیا۔

دوسرا واقعہ بر شریف مرتضیٰ (علم الہدیٰ) اپنی کتاب دروغہ میں یوں لکھتے ہیں  
 عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ أَبِيهِ أَمْرِ بْنِ الْمُؤْتَبِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ  
 قَدْ أَكْثَرَ النَّاسُ عَلَى مَا رِيَهُ الْقَبِيلَةُ أَرَأَيْتُمْ ابْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي ابْنِ عِثْمٍ لَهَا قَبِيلِي كَانَ يَسُودُهَا وَيُخْلِفُ إِلَيْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خُذْ هَذِهِ السَّيْفَ وَأَنْظُرْ لِي فَإِنْ وَجَدْتَهُ عِنْدَهَا فَاقْتُلْهُ فَلَمَّا أَقْبَلْتُ  
 نَحْوَهُ عَرَفْتُ أَنَّهُ ابْنُ عِثْمٍ فَانْزَلْتُ فِيهِ السَّيْفَ فَخَرَفْتُ عَلَى نَفْسِهِ عَلَى قَتْلِهِ وَشَعْرًا  
 بِرَجُلَيْهِ فَلَمَّا أَهْوَى مُحَمَّدٌ يُوْبُ أَمْسَحُ لَيْسَ كَهَذَا الْمَرْجَالِ لَا قَتِيلَ وَلَا كَتِيلَ قَالَ قَتَلْتُ  
 السَّيْفَ وَرَجَعْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَخَبَرْتُهُ فَقَالَ مُحَمَّدٌ يَا لَيْلَى  
 يَصْرَفُ عَنَّا الْمَرْجُوسُ أَهْلُ الْكَيْبِ (ترجمہ محمد بن حنفیہ اپنے پدر بزرگوار علی مرتضیٰ سے  
 روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے ماریہ قبیلہ ام ابراہیم بن نبی علیہ السلام پر نسبت ان کے  
 بیجا زاد بھائی قبطی کے اعتراض کیا۔ جو اکثر ان کے پاس آتا جاتا تھا۔ تو حضور علیہ السلام نے  
 مجھے حکم دیا کہ تلوار بوند اگر تجھے اسکے پاس ہے۔ اسے قتل کر دو۔ جب میں اس قبطی کے پاس گیا۔ اور  
 اس نے میرا ارادہ سمجھا۔ تو ایک کھجور کے دھت پر چڑھ کر نیچے سر کے بل گر پڑا۔ اور پاؤں اوپر  
 کو اٹھائے۔ میں نے اسے دیکھا کہ وہ صاف محبوب (مقطوع النسل) ہے۔ مردوں کی اس  
 کی کچھ بھی علامت نہیں ہے بس میں نے تلوار میان میں کر دی۔ اور واپس ہو کر حضورؐ کے  
 پاس گیا۔ اور ماجرا بیان کیا۔ تو حضورؐ فرماتے گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے اہل  
 بیت کو جس سے پاک کیا ہے۔)

اس حدیث سے پایا جاتا ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نے حکم رسولؐ کی تعمیل نہ کی۔ اور  
 قبطی کو تلوار سے قتل نہ کیا۔ بلکہ اس کی حالت کو دیکھ کر تلوار میان میں کر لی۔ جب اس صورت  
 میں جناب امیر علیہ السلام پر نافرمانی رسولؐ کا الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ مصلحت اسی  
 میں سمجھتے تھے۔ کہ تعمیل حکم میں ایک بیگناہ کی مفت جان جاتی ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے جب



مصلحت اس نازک حالت میں یہی سمجھی کہ حضورؐ کو بیوجہ تکلیف نہ پہنچائے۔ تو انہوں نے کیا قصور کیا۔

(نوٹ) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضورؐ کے ازدواج مطہرات ہی اہل بیت ہیں خیرہ ہاریہ قبطیہ کے حق میں یہ لفظ استعمال فرمایا۔

تیسرا واقعہ: شیعہ کی مفہور کتاب ارشاد القلوب ولبی نے اور محمد بن بابوہ نے اہل بیت میں یہ روایت لکھی ہے: **إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَامَ فِي الْمَجْلِسِ فَقَامَ مَعَهُ وَكَانَ يَتَّبِعُهُ أَنْ يَشْتَرِي لَهْلُ بَيْتِهِ طَعَامًا فَقَدْ عَلِمَهُ الْجَوْعَ فَأَعْطَاهَا عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَامَ فِي الْمَجْلِسِ فَقَامَ مَعَهُ وَكَانَ يَتَّبِعُهُ أَنْ يَشْتَرِي لَهْلُ بَيْتِهِ طَعَامًا فَقَدْ عَلِمَهُ الْجَوْعَ فَأَعْطَاهَا عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَامَ فِي الْمَجْلِسِ فَقَامَ مَعَهُ وَكَانَ يَتَّبِعُهُ أَنْ يَشْتَرِي لَهْلُ بَيْتِهِ طَعَامًا فَقَدْ عَلِمَهُ الْجَوْعَ فَأَعْطَاهَا عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** (ترمذی)۔ رسول پاکؐ نے فاطمہؑ کو سات دہم دیئے۔ اور فرمایا۔ علیؑ کو دینا کہ اپنے اہل و عیال کے لئے غلہ خرید لائے۔ کہ وہ گرسنہ شکم میں جب سیدہؑ نے حضرت علیؑ کو وہ دہم دیکر فرمائش رسولؐ کی اطلاع کر دی۔ آپؐ وہ دہم لیکر غلہ خریدنے گئے۔ تو ایک شخص کو یہ آواز کرتے سنا کہ کون شخص ہے جو غنی راست وعدہ کو قرض دیدے۔ آپؐ نے وہ دہم اس کے حوالہ کر دیئے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت رسول پاکؐ کے اس ارشاد کی کہ ان دہم سے گھر کے آدمیوں کے لئے غلہ خرید کیا جائے جو بھوک سے لاچار ہیں تعمیل نہ کرتے ہوئے وہ دہم ایک سائل کو دیدیئے۔ کیا یہ فرمان نبویؐ کی مخالفت نہیں ہے۔ اور رد قول سائل کا جرم امیر علیہ السلام پر عائد نہیں آتا۔ اگر جناب امیر علیہ السلام کا یہ فعل ایثار نیک نیتی پر مبنی تھا۔ اور ان کو معلوم تھا کہ صاحب حق حضرت زہراؑ اور حسینؑ اس سے ناراض نہ ہونگے۔ نہ جناب رسولؐ ناخوش ہونگے۔ تو انہوں نے تعمیل حکم رسولؐ کے بجائے مصلحت اسی میں سمجھی کہ سائل کی حاجت روانی کی جائے۔ تو پھر حضرت عمرؓ نے یہ مصلحت سمجھ کر کہ رسول پاکؐ کو اس تعمیل حکم سے بجائے خوشی کے تکلیف اور وقت بھلا۔ اور اس تکلیف کے ٹالنے پر جناب والا آخر کار ناخوش ہونگے۔ ایسا کر دیا۔ تو کونسی خطا کی بغرض شیعہ ہر چند ہاتھ پاؤں مارتے ہیں بخل امید بادر نہیں ہوتی۔ جو ان پاک نفوس صحاب کرام پر طعن کرتے ہیں۔ اس کے مورد خود بنتے ہیں۔ آخر ان کو کہنا پڑتا ہے۔

نخل مید نہ اکبار بھی سر سبز ہوا + لاکھ ارمان کئے پھولنے پھلنے والے

### خلاصہ جواب

اول تو یہ حدیث صرف ایک نابالغ طفل سے مروی ہونے کی وجہ سے درایتاً حجت نہیں ہو سکتی۔ دوم حدیث سے یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ حضرت عمرؓ نے رسولؐ کو ہدیان کی نسبت دی۔ کیونکہ لفظ اھجھا میں ہجر بمعنی ہدیان لینا سیاق و سباق عبارت کے مخالف ہے۔ بلکہ سیاق و سباق کا یہی اقتضار ہے کہ یہاں دنیا سے ہجرت کرنا مراد ہے۔ اولاً اگر اھجھا کا معنی ہدیان ہی لیا جائے۔ تو یہاں استفہام انکاری ہونے کی وجہ سے نفی ہدیان ہو رہی ہے۔ اور کسی حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جس سے سمجھا جائے کہ قائل اس لفظ کے حضرت عمرؓ ہیں۔ حسبنا کتاب اللہ کہنا کوئی جرم نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام کا یہ فرمان فیصلہ خلافت رکھنے کے لئے نہ تھا۔ ایسا ہو۔ تو شیعہ کا ادعا انصاف خلافت حضرت علیؓ کی تمام عمارت گر جاتی ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ کہ نبی علیہ السلام کوئی دینی ضروری امر کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے تھے۔ ورنہ حضورؐ پر الزام آتا ہے۔ کہ آپؐ نے تبلیغ حکم الہی میں قصور کیا حضور علیہ السلام کی رائے میں رائے عمرؓ زیادہ پسند تھی۔ اسی وجہ سے دوسرے فریق کو ڈانٹ کر کہا کہ مجھے دشمن نہ کرو۔ اور پھر چار یوم زندہ رکھ کر کچھ تحریر نہیں فرمائی۔ اگر کاغذ قلم و دات حاضر نہ کرنا تا فرمانی حکم رسولؐ میں داخل ہے تو اس کے مجرم بہ نسبت حضرت عمرؓ حضرت علیؓ و دیگر اہل بیت زیادہ ہیں۔ کہ اس وقت نہیں تو بعد میں ہی یہ تیزیں مہیا کر کے تحریر حال کرتے۔ اگر ہدایت میں قبول رسولؐ کے ظاہری الفاظ پر عمل کرنا ضروری ہے۔ تو حضرت علیؓ مرتضیٰ نے متعدد دفعہ فرمان نبویؐ کی مخالفت کی اس لئے اس بھاری جرم کے مرتکب ہونے کی وجہ سے آپؐ خلافت و امامت کے اہل نہیں رہتے۔ شیعہ حدیث قرطاس سے خلافت حضرت علیؓ پر دلیل قائم کرنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ حدیث ان کے تمام استدلال کی تردید کر دیتی ہے۔ شیعہ بیچارے قدم قدم پر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ایسی خرافات سے باز نہیں آتے۔ افسوس اسے

ہرگز نہ ہوئے مغر سخن سے آگاہ ذوالحول ولا قوۃ الا بالسر

### دسواں طعن

حضرت عمرؓ نے سداۓ جناب سیدہ کی سخت توہین کی۔ ان پر دروازہ گر کر پلایا توڑ دیں۔ ان کو کوڑوں سے پیٹاں تک مبارک پر لات مار کر حمل گرا دیا۔ ان کا گھر جلا دیا۔ جناب امیر علیہ السلام کے گلے میں رستی ڈالکر ان کو گھسیٹ لے گئے۔ اور بزورِ بیعت ابو بکرؓ کو ان کی

### جواب

یہ سب باتیں یہود و خرافات ہیں جن کو نقل و عقل دونوں تسلیم نہیں کرتے۔ اگرچہ بظاہر اس یادہ گوئی سے حضرت عمرؓ کی تنقیص شانِ مظلوم ہے۔ لیکن حقیقت یہ توہین اہل بیت رسالت کے لئے ایک سخت پاجیا نہ ناپاک حملہ ہے۔ کیا عقل سلیم بات کو تسلیم کر سکتی ہے کہ جناب سیدہ خاتونِ جنت تختِ جگر رسولؐ کی طرف کوئی نظر اٹھا کر بھی دیکھے۔ تو شیر میدانِ حضرت علیؓ التفسیٰ اپنی زودِ محترمہ جگر گوشتہ رسولؐ کی توہین دیکھ کر خاموش میٹھے ہیں کیا اس کو صبر کہہ سکتے ہیں۔ یا غایتِ درجہ کی بے غیرتی ہے۔ ایک بھگلی تک بھی جیتے جی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی عورت کی ہتک کیا جائے۔ خدا سخیستہ ایسا ہوتا تو قیامت برپا ہو جاتی۔ تمام بنو ہاشم و امام رسولؐ اور تختِ جگر رسولؐ کی حمایت کے لئے تلوار لیکر اٹھ کھڑے ہوتے۔ نہ خلافت رہتی نہ خلفاء۔ نہ وہ محشر برپا ہو جاتا کیا ایسی حرکت کو کہ پھر کوئی شخص اپنے ارادہ شکن خلافت میں کامیاب رہ سکتا تھا۔ ابھی ابھی رسولؐ خدا جدا ہوئے ہیں۔ طبائعِ فراقِ رسولؐ سے پر جوش ہیں۔ کلجے دل رہے ہیں۔ پھر خاندانِ رسالت کی بے ادبی کو کوئی مسلمان برداشت کر سکتا تھا۔ اور جناب غیر خدا تو ایسی ذات کب گوارا کر سکتے تھے کہ ان کے گلے میں رستی ڈالکر گھسیٹا جائے۔ اور جبراً بیعت لی جائے شیعہ سب بارہیں عجیب و غریب قصے تراش کر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اہل بصیرت ان کی ان باتوں کو نہ جھوٹا سمجھ کر ان کو دھتکار دیتے ہیں۔

جلالِ العیون اردو ص ۱۱ میں درج ہے۔ بسندِ معتبر یہاں جناب صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جس وقت ابو بکرؓ نے جناب امیرؓ سے غصبِ خلافت کی جناب امیرؓ نے فرمایا۔ کیا رسولؐ خدا نے میرے اطاعت کا تجھے حکم نہیں دیا۔ ابو بکرؓ نے کہا نہیں۔ اگر مجھے حکمِ اطاعت دیتے تو میں اطاعت کرتا۔ جناب امیرؓ نے فرمایا۔ اگر اب تو پیغمبرؐ کو دیکھے۔ اور وہ تجھے کو میری اطاعت کا حکم دیں۔ میری اطاعت کر لیا۔ ابو بکرؓ نے کہا ہاں۔ جناب امیرؓ نے فرمایا۔ میرے ہمراہ مسجدِ قبا میں چل۔ جب مسجدِ قبا میں پہنچے۔ ابو بکرؓ نے دیکھا۔ حضرت رسولؐ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

حضرت نماز سے فارغ ہوئے جناب امیر نے عرض کی یا رسول اللہ ابو بکرؓ کو انکار ہے۔ کہ آپ نے میری اطاعت کا حکم لے نہیں دیا۔ جناب رسول خداؐ نے ابو بکرؓ سے کہا۔ میں نے مکرر تجھے علیؓ کی اطاعت کا حکم نہیں کیا اس کے حکم کی اطاعت کر۔ ابو بکرؓ نے خائف و ترسان معاونت کی۔ راہ میں عمرؓ کو دیکھا۔ عمرؓ نے کہا اے ابو بکرؓ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ حضرت رسولؐ نے مجھ سے ایسا فرمایا ہے۔ عمرؓ نے کہا۔ وہ گروہ ہلاک ہے۔ جو تجھے ایسے احمق کو اپنا سردار کرے۔ مگر تو نہیں جانتا۔ کہ یہ سب بنی ہاشم کا سحر ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کو اس قدر نفی۔ کہ جناب رسول خدا کو سجدہ قیاس ابو بکرؓ کے سامنے زندہ لاکھڑا کیا۔ پھر وہ اپنی قوت اعجاز سے ابو بکرؓ کے گتے دلوں کو کنوئیں ستھر نہ کر لیتے۔ دوم جب ابو بکرؓ نے مدت حیات میں اپنے مال و اموال اہل عیال حضور نبی علیہ السلام پر قربان کر کے خدا اور رسول خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ تو کیا قیاس ہو سکتا ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کی زور کرامت سے رسول خداؐ کو زندہ دیکھ کر اور آپ سے یہ ارشاد مستفاد کہ اطاعت علیؓ تجھ پر فرض ہے۔ عمرؓ یا کسی اور شخص کے کہنے پر قبول رسولؐ سے انحراف کرتے۔ یہ سب کچھ یار لوگوں کی گھڑت ہے۔ کہ خلفاء اسلام کو بدنام کر کے مخالفین مذہب کو اسلام اور دوسے اسلام پر طعن و تشنیع کا موقعہ دیتے ہیں۔ اس ضد ادب و دھرمی کا کیا علاج۔ خدا ہی ہدایت کرے۔

ہٹ دھرم تہمت لگانا چھوڑ دے زراستی پر آ خدا کو مانکر

## گیا رسول طعن

عمرؓ نے ایک حاملہ عورت کو بچہ زنا سنگساری کا حکم دیا تھا۔ جناب امیر علیہ السلام نے کہا۔ اِنْ كَانَ ذَاكَ عَلَيْهَا سَبِيلٌ لِّنَسْءِكَ عَلَيَّ مَا فِي بَطْنِهَا سَبِيلٌ لِّمِي (اگرچہ تجھے اس کی ذات پر حکم دینے کا حق ہے لیکن اس کے بچہ شکم کو نہ دے گا تجھے اختیار نہیں ہے عمرؓ نے حضرت علیؓ کی اس اطلاع پر سزا ملتی کی۔ اور کہا۔ كَوْلَا عَلَيَّ لَمْ يَلِكْ عُمْرٌ (اگر علیؓ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا) جب وہ دینی مسائل سے جاہل تھے۔ تو خلافت کا استحقاق کس طرح رکھتے تھے۔

## جواب

بات یہ ہے۔ کہ عورت محض مغزیہ پر جرم زنا ثابت ہو گیا تھا جس کی سزا جرم ہے۔ اس کے



محل کا جناب امیر علیہ السلام کو کسی وجہ سے علم تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ کو یہ معلوم نہ تھا کیونکہ بیٹ کی بات (حل) کا حال جب تک زیادہ مدت نہ گزر جائے۔ سوائے خدا کے علم کے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ جب امیر علیہ السلام نے بتا دیا کہ یہ حاملہ ہے۔ تو آپ نے سزا ملتی کر کے جناب امیر علیہ السلام کی اس اطلاع پر ہی کا شکریہ ان الفاظ سے ادا کیا۔ کہ آج اگر علیؓ محل کی مجھے اطلاع نہ دیتے۔ اور سزا نافذ ہو جاتی۔ تو کچھ لشکر پر اس کا اثر پڑتا وہ مرجاتا اور مجھے جیسے اسباب کا بعد میں علم ہوتا۔ مجھے اس قدر شیخ و امنوں ہوتا۔ کہ گویا میری ہلاکت کا باعث ہوتا۔ نادان معترض کو یہ معلوم نہیں ہے۔ کہ اس سے جناب فاروقؓ اعظم کی صفت باطنی و خشیانہ الہی اور بے نفسی کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ المرتضیٰؓ سے آپ کو ہرگز کچھ کدورت نہ تھی۔ وہ آپ کو نیک مشورہ دیتے۔ آپ قبول کر کے ان کا شکریہ ادا کرتے تھے۔ اگر فیما بین عداوت و دشمنی ہوتی۔ تو ایسے واقعات پیش نہ آتے۔

## بارھواں طعن

ایک روزہ عمرؓ خطبہ میں لوگوں کو گرائے مہر اس سے منع کر رہے تھے۔ اس اثنا میں ایک عورت کھڑی ہو کر کہنے لگی۔ اے عمرؓ خدا فرماتا ہے۔ ایتیم احدلھن قسطا من فلانا خدا و صنفہ شیئاً (اگر عورتوں کو گرائے مہر نہ لگے مہر میں دیدہ۔ تو واپس نہ کرو۔) اس پر جلیفہ نے سترسیم خم کر دیا اور کہا۔ کل لئاس افقہ من عمر حتی المحدثات (سب لوگ عمرؓ سے زیادہ فقاہت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ ستورات بھی) تو جب ایک عورت بھی علم و فقاہت میں آپ سے زیادہ تھی۔ آپ امامت و خلافت کے قابل نہ تھے۔

## جواب

سہ برائیں فہم و اور اک باید گریست

نادان معترض جس بات کو باعث لعن قرار دیتا ہے۔ اہل عقل و دانش اس کو کمال وصف سمجھتے ہیں۔ کہ باوجود اس جلال و جبروت کے جو فاروقؓ اعظمؓ کو حاصل تھا۔ اور قیصر و کسریٰ کے محل صرف آپ کا نام سن کر لرز رہے تھے۔ ان کی بے نفسی اور انخساری کی یہ حالت ہے۔ کہ ایک اونٹ عورت سر در بار ٹوک دیتی ہے۔ اور قرآن کی آیت کو استدلال پیش کرتی ہے۔

تو خلیفہ وقت قرآن پاک کے اب کے لحاظ سے اس کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔ اور عورت کی حوصلہ افزائی اور دیگر اشخاص کو استنباط معانی قرآن کی ترغیب کی غرض سے کہتے ہیں۔ کہ عمر کو ادعاء افتقہ الناس ہونے کا نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ایک عورت بھی یہ حق کہتی ہے۔ کہ قرآن میں تدبیر کر کے استنباط سبائل کر سکے۔

اگر حضرت عمرؓ کی جگہ کوئی دنیا پرست مغرور انسان ہوتا۔ تو اس جاہ و جلال کے ہوتے کوئی شخص سر مبارک کی قطع کلام کرتا۔ تو جانبر ہونا مشکل تھا یہی معمول سادات ہے جس پر اسلام کو ناز ہے۔ یہی وصف ہے۔ جو خاصان حق میں پائی جاتی ہے۔ وہ راندہ شدہ ایلیس از مستکبری و گشت مقبل آدم از مستغفری معترض جس کی آنکھ کو تعصب نے اندھا کر رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ کی اس بے نظیر وصف کو دخل معائب سمجھتا ہے۔

حضرت عمرؓ باوجود افتقہ الناس ہونے کے خود کو سب سے نقاہت میں کتر سمجھتے تھے جیسا کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ باوجود افضل الناس ہونے کے خود کو تر الناس کہتے ہیں۔ یہ یطعن الناس بنی خیل و ائی بن لثمت الناس ان لم تعف عتی

حقیقت میں عورت کا سوال بے محل تھا۔ اور اس کا استدلال صحیح نہ تھا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ یہ ارشاد فرما رہے تھے۔ کہ سب سے زیادہ آیات قرآن کے معانی سمجھنے والے رسول پاک تھے لیکن آپ نے اپنی بیٹیوں کے مہر بہت معمولی بندھوا دیے۔ اور آپ کا ارشاد ہے۔ کہ عظم بن کثر ایسوھن صدقاً (بہت بڑی یا رکت عورت وہ ہے جس کا مہر کم باندا جائے اور گرانے مہر کے نتائج ہمیشہ آخر کار خراب نکلتے ہیں غنہ و فساد مقدمہ بازی تک نوبت پہنچتی ہے۔) اپنے قدر سے بڑھ کر جو شخص دکھلا دے کہے لئے حق مہر زیادہ مقرر کر دے جس کی ادائیگی کی اس کو قدرت نہیں ہے۔ آخر کار رُسوا ہوتا ہے۔ اسلام نے ہر ایک معاملہ میں کفایت شغاری اور میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔ آیت قرآن کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ مہر میں قنطار گر افتد خزانہ ہی مقرر کیا جائے۔ بلکہ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ کوئی شخص نادانی سے ایسا کر بیٹھے۔ تو پھر دیکر اس کو واپس لینے کا اختیار نہیں ہے۔ ہر چند عورت کا استدلال صحیح نہ تھا۔ نہ اس کا اعتراض بجا تھا۔ خلیفہ وقت نے عورت کی یہ نقاہت دیکھ کر کہ آیت قرآن سے استنباط کا ملکہ رکھتی ہے۔ محض اس کی دیکھنی اور حوصلہ افزائی

کے لئے اس کی داد دی۔ تاکہ آئندہ کے لئے بھی اس کو اور دیگر اشخاص کو قرآن پاک میں تدبیر کا اشتیاق پڑے۔ اور لوگوں پر یہ بھی ظاہر ہو کہ جانشین رسول ہر ایک فرد بشر کو ادتے ہوئے اعلیٰ رائے نرنی کا اختیار دے رکھا ہے۔ سبحان اللہ۔ قابل شخص کمال نادانی سے ہنر کو عیب سمجھ رہا ہے۔

چشم برداشت کہ برکندہ یاد عیب نماید ہنرش در نظر جناب امیر علیہ السلام کی نسبت اسی طرح کا ایک قصہ مشہور ہے۔ چنانچہ ابن جریری اور ابن عبد اللہ نے محمد بن کعب سے یوں روایت کی ہے۔ سَأَلَ سَجْلٌ عَلِيًّا فِي مَسْئَلَةٍ فَقَالَ فِيهَا فَقَالَ الرَّجُلُ كَيْسٌ هَلْ كُنْتَ أَوْ لَكِنْ لَنْ أَوْ كُنْتَ أَتَى عَلَى أَصْبَتِ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (ایک شخص نے علی المرتضیٰ سے کچھ مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب دیا۔ تو اس شخص نے کہا اس کا جواب یہ نہیں بلکہ اس طرح ہے۔ آپ فرماتے تھے۔ تو نے کھٹیک کہا۔ اور ہر دانا کے اوپر کوئی دانا ہوا کرتا ہے۔)

یہ بھی واضح ہو کہ کسی جزوی بات میں اگر کوئی شخص کسی علم بزرگ سے زیادہ واقفیت پیدا کرے۔ تو اس بزرگ کی شان میں اس سے کوئی کمی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں سلیمان کا قصیدہ درست نکلا۔ حالانکہ حضرت سلیمان اس وقت نبی نہیں تھے کیا اس سے حضرت داؤد کی نبوت و خلافت میں کچھ نقص واقع ہو گیا تھا حاشا وکلا۔

## تیسرا سوال طعن

صحیح مسلم میں ہے۔ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُفَرِّقُ مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ صَدِيقٍ قَسَمَ آيَتُهُ كَذِبًا أَتَمَّ عَادِمًا رَأَى مَا قَالَ اللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّهُ نَصَادِقِي بَارِعًا أَشَدَّ تَابِعٍ يَلْحَقُ نَحْوِي أَبُو بَكْرٍ فَلَمَّا أَتَى مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَبِي بَكْرٍ قَسَمَ آيَتُهُ كَذِبًا أَتَمَّ عَادِمًا رَأَى مَا قَالَ اللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّهُ نَصَادِقِي بَارِعًا أَشَدَّ تَابِعٍ يَلْحَقُ نَحْوِي کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی و عباس حضرت ابو بکر و حضرت عمر کو کاذب۔ آثم۔ غادر۔ خائن سمجھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عمر نے کہا۔ اور جو ایسا مورد قابلِ خلافت کیسے ہو سکتا ہے۔

جواب

۱۰ قصہ مذکور ہے کہ حضرت داؤد سے سلیمان کا

یہ طعن متعدد میں نشیدہ کو نہیں سوچا۔ کیونکہ ان میں کسی قدر ناوہ انصاف موجود تھا۔ اور شرم و غیرت سے بھی کام لیتے تھے۔ لیکن متاخرین نشیدہ ان نسب باتوں سے پاک ہیں۔ اور قاضی ماضی پر عمل پیرا ہیں۔ اس جگہ حضرت عمرؓ تنبیہ کے طور پر حضرت عباسؓ و حضرت علیؓ کو کہتے ہیں۔ کہ جو فیصلہ ابو بکرؓ نے مطابق فرمان نبویؐ کیا۔ یا میں نے اس فیصلہ کو بحال رکھا کیا تم لوگ ابو بکرؓ کو اور مجھ کو سب بارہ میں کاذب۔ آئم۔ غادر۔ خائن سمجھتے ہو۔ حالانکہ خدا جانتا ہے۔ کہ میں اور ابو بکرؓ اپنے دعوے میں سچے باتر ارشد حق کے منتج ہیں۔ یہ روزمرہ کا محاورہ ہے۔ کہ جو شخص اپنے دعوے میں فی الواقعہ سچا ہوتا ہے۔ وہ اپنی بریت کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ کیا تم مجھ کو بیچارہ بد معاش۔ ڈاکو سمجھتے ہو۔ کہ میں نے تمہاری کچھ چیز دبا رکھی ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ جب تم جانتے ہو۔ کہ میں ایسا نہیں ہوں۔ تو مجھ پر سب بات کا اشتباہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ میں نے تمہاری کوئی چیز لے لی ہو۔

۵۔ و م۔ حدیث میں لکھا ہے۔ کہ حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس حضرت علیؓ کی معیت میں آکر یہ الفاظ کہے تھے۔ اَقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا الْكَاذِبِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ الْبَغَائِي۔ (میرے اور اس (علیؓ) جھوٹے۔ آئم۔ غادر۔ خائن کے مابین فیصلہ کرو) حضرت عباسؓ نے بھی جوش میں آکر یہ الفاظ استعمال فرمائے تھے۔ کیا یہ شخص (حضرت علیؓ) کاذب۔ آئم۔ الخ ہے کہ تم اس کے دعوے کو درست نہیں سمجھتے ہو۔ اس لئے جواب میں بھی وہی الفاظ حضرت عمرؓ نے اپنی اور حضرت ابو بکرؓ کی نسبت دوہرائے۔ تاکہ حضرت عباسؓ کا جوش فرو ہو سکے اگر حضرت علیؓ کاذب۔ آئم۔ الخ نہیں ہے۔ تو ہم بھی تو ایسے نہیں ہیں۔ بلکہ ہم اپنے دعوے میں صادق تاجِ رشد و ہدایت ہیں۔ پھر تم ہمارے درست فیصلہ اور قضا کے خلاف جو مطابق فرمان رسولؐ پاک ہے۔ کیوں ہمارے احتجاج بلند کرتے ہو۔ کیا معترض کہہ سکتا ہے۔ کہ حضرت عباسؓ عمرؓ رسولؐ نے جو الفاظ کاذب۔ آئم۔ غادر۔ خائن اپنے برا درزاوہ حضرت علیؓ کی نسبت استعمال کئے۔ فی الواقعہ وہ ان کو ایسا ہی سمجھتے تھے۔ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر یہاں کس طرح کہہ سکتے ہو۔ کہ فی الواقعہ حضرت عباسؓ و علیؓ شیخین کو ان الفاظ کا مصداق سمجھتے تھے۔ شرم! شرم! شرم! ۛ

لاذہبیوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں ڈ ہے اعتراف اوروں پر اپنی خبر نہیں



## جو دہواں طعن

میزان الاعتدال میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا۔ **يَا حَذِيْقَةُ يَا اَللهُ اَنَا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ** (اے حذیفہ خدا میں منافقوں سے ہوں) تو پھر حضرت عمرؓ خلیفہ کس طرح ہو سکتے ہیں۔

### جواب

اول میزان الاعتدال میں اس حدیث کو ضعیف و موضوع قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کے راوی زبیر بن وہب کی نسبت لکھا گیا ہے۔ **فِي حَدِيثِهِ خُلُقٌ كَثِيْرٌ زَبَدٌ كِيْثٌ** (مرد میں بہت غلغلہ ہے) اور اس روایت کو جھوٹ اور محال کیا گیا ہے۔ یسعید کی خیانت قابلِ داد ہے۔ کہ سیاق و سباق کو نظر انداز کر کے **فَاَنْفَرْنَا بِوَلِصْلَانٍ اَوْ اَنْتُمْ شَكَرْتُمْ** سے آنکھ بند کر لیتے ہیں۔ دوم اگر روایت صحیح بھی ہو۔ تو حبیب اکرم طعن ۷۵ میں مفصل بحث ہو چکی ہے۔ خوف و خشیت الہی سے خاصانِ خدا اپنے آپ کو کثیرینِ خلائق سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے آپ کو **خَيْرُ النَّاسِ كَبَدِيَا**۔ کہا مژدہ۔ اس اعتراض کا مفصل جواب دیکھنا ہو۔ تو طعن ۷۵ کے جواب کو پڑھنا چاہئے۔ جہاں شیعہ کی کتب حدیث سے اسی مضمون کی متعدد حدیثیں لکھی گئی ہیں۔ کہ دوستانِ رسولؐ جب دنیا کے کاروبار میں مصروف ہو کر دوبار رسالت سے لمحہ بھر غیہ حاضر ہو جاتے تھے۔ تو اسکو نفاق سے تعبیر کرنے لگتے۔ اور آنحضرتؐ سے استفسار کرتے تھے۔ اور حضورؐ ان کی دشمنی فرمایا کرتے تھے۔ کہ تمہارے کمال ایمان کی یہ علامت ہے۔ کہ تھوڑی تھوڑی باتوں سے تمہارے دلوں پر خوفِ الہی طاری ہو جاتا ہے۔ اور تم میری بارگاہ میں دوڑے آتے ہو۔ ورنہ منافقوں کو دوبار رسالت سے کیا کام کا فاش! جاہل مقررین کو اپنی کتابوں پر عبور ہوتا۔ تو ایسے داہی تباہی اعتراضات کرتے سے شرماتا۔ بندہ خدا منافق تو اسے کہا جاتا ہے۔ جو

ملہ اصول کافی ص ۱۱۳ ہے۔ **التواضع اليه واجب من الشرائع يستلزم ترويل المعروف من غيره ويستقل المعرف من نفسه ويترك الناس كلامه خيرا منه وانه شهم في نفسه وهو تمام الامر (ترجمہ) نگار اور تواضع خیر اور غور سے بہتر ہے۔ مومن کی نشان ہے۔ کہ دوسرے کی تھوڑی نیکی کو زیادہ سمجھے۔ اور اپنی بہت نیکی کو کمتر جائے۔ اپنے سے تمام لوگوں کو اچھا سمجھے۔ اور یہ کہ وہ سب سے بدتر ہے۔ اس کو کہتے ہیں کمال ایمان +**

اپنے نفاق کو چھپاتا اور اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتا ہے۔ یہ تو مومن کامل کا خاصہ ہے۔ کہ باوجود کمال ایمان کے خود کو ناقص تصور کرتا ہے۔ کیا تمہیں آدم علیہ السلام کی دعا یاد نہیں ہے۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ إِنَّكَ أَنْفَسُنَا (اے اللہ ہم نے اپنے نفس بظلم کیا ہے) کافی کلینی میں۔ اعتراف الذنوب ایک مستقل بابت نہ تھکا حدیث لکھی گئی ہیں۔ کہ مومن کی شان ہے۔ کہ وہ معترف الذنوب ہو کر استغفار کرے۔ کاش کوئی مغفرت مغضی جناب امیر علیہ السلام کی دعا، سند رجحان البلاغۃ ص ۱۶۸ پڑھ کر اس کے الفاظ دل پر غور کرتا۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا أَنْتَ أَكْثَرُهُ بِهِ مَعِي فَإِنَّ عُدَّتْ فَعُدَّتْ عَلَيَّ بِالْخُفْيَةِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا وَافَقْتُ مِنْ نَفْسِي وَلَمْ تَحْدِلْهُ وَفَاءً عِنْدِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَرَّبْتُ إِلَيْكَ بِلِسَانِي ثُمَّ خَالَفَكَ قَلْبِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي سَائِرَ أَعْثَاتِي وَسَقَطَاتِي الْأَلْفَاظِ وَشَهَوَاتِ الْجَسَانِ وَفُضَوَاتِ الْإِنْسَانِ (ترجمہ: پروردگار امیر کے اس گناہ کو بت کہ جسے تو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ اگر میں گناہ کی طرف عود کروں۔ تو تو اپنی بخشش کے ساتھ میری طرف عود کر۔ خداوند! تو اس وعدے کو بخش کر جو میں نے اپنے نفس سے کیا ہے۔ اور تو نے میری طرف سے اس کی وفا کو نہیں پایا پروردگار امیر کے اس عمل کو بخش کر جس کی وجہ سے میں نے تیرا تقرب حاصل کیا۔ اور پھر میرے قلب اور میری عقل نے اس کی مخالفت کی۔ خداوند! میری آنکھوں کے اشاروں۔ میرے الفاظ کی لغزشوں۔ دلی خواہشوں اور ہفوات زبان کو بخش کر۔) (نہر الفصاحۃ صفحہ ۱۷۸)

کیا حضرت علی المرتضیٰؑ کے اس دعا کے الفاظ دیکھ کر کوئی شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ فی الواقعہ انجناب گناہ نگار تھے۔ اور بار بار گناہ کی طرف عود کر کے طالب مغفرت ہوتے تھے۔ یا وعدہ کر کے اس کی وفا نہ کرتے تھے۔ یا ان کا دل ان کی زبان کے خلاف کرتا تھا زبانی کچھ کہتے اور دل میں کچھ اور ہوتا یا ان کے اشارات بصر۔ الفاظ کی لغزشیں۔ خواہشات قلب ہفوات لسان قابل مواخذہ تھے۔ اگر مغفرت الہی شامل حال نہ ہو۔

نہیں نہیں یہ سب کچھ اسی خوف و خشیت کا نتیجہ ہے جو ایک کامل الایمان شخص کے رگ و ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا رہتا ہے۔ کہ اپنی عبادتوں کو گناہ۔ اپنے ایمان کو نفاق۔ اپنی حرکات و سکنات کو لغزشیں۔ اپنے کلام کے اذکار کو ہفوات سے تعبیر کر کے طالب مغفرت ہوتا ہے۔ خدا ایک کد باطن شخص اس کے ظاہری الفاظ آنسو کو دیکھ کر اس کی پاک باطنی سلعے غماض

کرتا ہوا اس کو واقعی خطا کار اور گناہگار سمجھتا ہے۔ مگر ایک سیاہ باطن رافضی ان عاشقانہ رموز کو کیا جائے

تو خودے نشوئی بانگ دہل را در رموز سرسلطان را چہ دانی

## پندرہواں طعن

حضرت عمرؓ نے غزوہ حیدریہ میں کہا اے رسولؐ جب سے اسلام لایا ہوں۔ مجھے شانِ نبوت میں ایسا کبھی شک نہیں ہوا۔ جیسا آج ہوا ہے۔

## جواب

ہم نے تو کسی کتاب میں یہ نہیں دیکھا۔ مولانا عبد الشکور صاحب نے انجم میں اس کے معلق خلیفہ کو پانسور پیہ انعام دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر کسی معتبر کتاب حدیث سے یہ قول دکھلا دیں۔ اس لئے جب تک معترض حوالہ نہ دکھائے۔ جواب کی ضرورت نہیں ہے۔ دوم اگر اقتضائے بشریت سے ایک معن کمال کو کسی معاملہ میں تردد پیدا ہوا اور وہ پھر فی الفور رفع ہو جائے۔ تو اس کا کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے موجد کمال نے رب العزت سے اجیار اموات کا نشان اطمینان قلب کے لئے طلب کیا۔ کیا ان کے کمال ایمان میں اس سے کچھ نقص واقعہ ہوا۔

ہم شیعہ کی مستند کتاب حدیث فروع کافی جلد ۲ کتاب الروضہ سے سچو قسم کی ایک ایٹ پیش کئے دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ایک دفعہ خلیفہ منصور کی اربل میں جا رہے تھے۔ خلیفہ بڑے جاہ و جلال سے ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ اور آگے پیچھے سب سواروں کی گارد تھی۔ لیکن حضرت امام ایک گدھے پر سوار ہو کر خلیفہ سے باتیں کرتے جاتے تھے۔ آپ کے ایک خاص الخاص شیخ نے آپ سے استفسار کیا۔ جبکہ آپ اپنے دو لختانہ ہر شریف لائے۔ الفاظ حدیث یوں ہیں۔ فَلَمَّا رَجَعْتُ مَنَزِلِي أَنَا فِي بَعْضِ مَوَائِبِنَا فَقَالَ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُكَ فِي مَوْكِبٍ إِنِّي جَعَلْتُ وَأَنْتَ عَلَى حِمَارٍ وَهُوَ عَلَى قَمَرٍ وَقَدْ أَشْرَفْتَ عَلَيْكَ يَكْلَمُكَ كَمَا تَكَلَّمَ نَحْنُهُ فَقُلْتُ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِي هَذِهِ الْحُجَّةُ اللَّهُ عَلَى الْخَلْقِ وَمَا جِبَ هَذَا إِلَّا مِرَالِي لِقَائِي بِهِ وَهَذَا أَخْرَجَ عَنِ الْبُحُورِ وَيَقُولُ أَفْكَادَ الْإِنْبِيَاءِ عَوَيْسُفُكَ الدِّمَاءِ فِي الْأَرْضِ

بِمَا لَا يُحِبُّ اللَّهُ وَهُوَ فِي مَوَاقِفِهِ دَاخِلٌ عَلَى حَافِرٍ فَلَا تَحْلِفُ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا حَتَّى  
خَفْتُ عَلَى دِينِي وَنَفْسِي قَالَ فَقُلْتُ لَوْ سَأَلْتُ مَنْ كَانَ حَوْلِي وَبَيْنَ يَدَيَّ  
وَمِنْ خَلْفِي وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ لَا تَحْقُقُهُ وَاحْتَقَرَتْ مَا  
هُوَ فِيهِ فَقَالَ الْآنَ سَكُنْ قَلْبِي (ترجمہ: حضرت امامؑ نے فرمایا جب میں گھر میں  
واپس آیا تو میرا ایک خاص محب شیعہ مجھے ملا۔ اور کہنے لگا میں آپ پر قربان۔ بخدا میں نے آپ کو  
منصور کی اہل میں دیکھا ہے۔ آپ گدھے پر تھے وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ اور آپ کی طرف  
جھانک کر باتیں کر رہا تھا۔ گویا آپ اس کے ماتحت ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ  
(امام) خدا کی طرف سے اس کی مخلوق پر رحمت ہے۔ اور صاحب حکم ہے جس کے حکم کی ہم نے  
اتباع کرنی ہے۔ اور یہ دوسرا (منصور) ایک ظالم شخص ہے جو اہل بیت رسول کو قتل کرتا اور  
زمین میں خونریزی کرتا ہے۔ جو خدا کو پسند نہیں ہے۔ پھر تعجب ہے کہ وہ لاؤٹ کر کے ساتھ  
جا رہا ہے۔ اور آپ گدھے پر ہیں اس وجہ سے میرے دل میں شک پیدا ہو گیا حتیٰ  
کہ مجھے اپنے ایمان کا خوف ہو گیا۔ امامؑ فرماتے ہیں۔ پھر میں نے اسے کہا۔ کاش تو  
ان فرشتوں کو دیکھتا جو میرے گرد و پیش اور دائیں بائیں جا رہے ہیں تو منصور اور اس کی  
جاہ و جلال کو پہنچ سمجھتا۔ اس شیعہ محب امامؑ نے کہا۔ اب میرے دل کو تسلی ہو گئی ہے  
بتلائے! امام صادق علیہ السلام کے خاص ان خاص محب شیعہ نے تو یہاں تک کہیدیا کہ مجھے  
آپ کی امامت کے متعلق ایسا شک واقع ہو گیا۔ کہ مجھے اپنے دین و ایمان کا بھی اندیشہ ہو گیا  
ہے۔ لیکن جب امامؑ نے زور کراست سے اس کو صاف ملا لگا دیکھا دی تو اسے پورا اطمینان  
ہو گیا۔ کیا وہ شیعہ محب امامؑ اس شک کی وجہ سے کافر ہو گیا تھا۔ یا حضرت امامؑ نے اسے  
فتوے کفر و بدعتا نہیں وہ پہلے سے بھی ایمان میں مضبوط ہو گیا۔ سو اسی طرح سے اگر  
حضرت عمرؓ نے بھی کہیدیا ہو۔ اور پھر اعجاز نبویؐ سے ہدایت مزید اطمینان قلب کا باعث  
ہوا ہو۔ تو یہ تو نور علی نور ہے۔ ایسا شک ہر کسی کو نصیب ہو۔ شیعہ بیچارے ان نکات کو  
کیا سمجھیں جب عقل ہی نہیں ہے۔

ہزاروں نکتے یہاں بال سے بھی ہیں باریک ذرا جس کی عقل ہو مٹی وہ اس کو کیا جانیے  
حضرت عمرؓ کے مطاعن کے جواب ہو چکے۔ اب حضرت عثمانؓ پر جو مطاعن کئے جاتے ہیں  
ان کی فہرست شروع ہوتی ہے۔



## سولہواں طعن

حضرت عثمانؓ نے قرآن جلا دیا۔ اور اس لئے توہین کلام اللہ کے جرم کے مرتکب ہوئے۔ ایسا شخص قابلِ خلافت نہیں ہو سکتا ہے۔

### جواب

حضرت عثمانؓ نے قرآن جلا دیا نہیں۔ بلکہ قرآن کو جمع کر کے حفاظت کلام اللہ کا ثواب حاصل کیا۔ حضرت عثمانؓ کے اس احسان عظیم کی دتیا ہے اسلام قیامت تک گرویدہ حسان ہے۔ اگر آپ اسلام کی یہ خدمت نہ کرتے۔ تو قرآن پاک میں بھی شیعہ لوگ ایسی ہی تحریف کر دیتے۔ جیسے یہود و نصاریٰ نے انجیل و تورات کی تحریف کر دی ہے۔ آپ نے قرآن کو تو جمع کر دیا۔ البتہ غیر قرآن جو از تم تفسیر لوگوں نے قرآن میں شامل کر رکھا تھا۔ ان کو جلا دیا۔ اور سوائے اس صورت کے کلام اللہ کی حفاظت مشکل تھی بلکہ شیعہ متعرض کو کچھ اپنے گھر کی بھی خبر ہے۔ کہ بقول ان کے کہ ازل بیت نے قرآن سے کیا سلیک کیا۔ حضرت علیؓ نے تو قرآن کو جمع کرنے کے بعد ایسا گم کیا۔ کہ اس کا کہیں پتہ ملنا بھی مشکل ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ آپ نے اپنی اولاد کے سپرد کیا۔ اور آخرامام مہدی علیہ السلام کے ہاتھ آیا۔ لیکن وہ بقول شیعہ قرآن کو لیکر کہیں ایسے بھاگ گئے۔ کہ تلاش کرنے سے بھی کہیں کھوج نہیں چل سکتا۔ حضرت عثمانؓ نے تو وہ حصہ جلا یا ہو گا۔ جو قرآن نہ تھا۔ لیکن حضرت امیر علیہ السلام امدان کی ذریت نے قرآن کو کہیں غائب غلہ کر کے اس کا نشان ہی بٹا دیا۔ کیا اس سے بڑھ کر توہین کلام اللہ ہو سکتی ہے؟ کہ وہ قرآن حو خلق خدا کی ہدایت کیلئے تھا۔ اور جس کے جمع و ترتیب کی ذمہ داری بقول شیعہ جناب امیر علیہ السلام نے اٹھائی تھی۔ جمع کر کے نہایت بیدردی سے گم کر دیا گیا۔ جس کا کوئی ورق تک ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتا۔ شیعہ بیچارے مجبوراً اسی غلط ملط سنیوں کے قرآن سے کام لے رہے ہیں۔ اسی کو نماز دن میں پڑھنا ہوتا ہے۔ اسی کی تعلیم اپنے اطفال کو دلائی پڑتی ہے۔ اسی کا ثواب اپنے مردوں کی رزق کو بخشوایا جاتا ہے۔ شیعہ سجائے اس کے کہ اگر اہل بیت کو کوئیں کہ انہوں نے جمع کردہ علیؓ تیرہ سو سال سے ان سے چھپا رکھا ہے۔ اٹا حضرت عثمانؓ کو ملعون کرتے ہیں جن کی بدولت ان کو قرآن ملا۔ (غلط اور ناقص ہی ہے) اس کے



سے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس کو واپس آسنے کی اجازت نہ دی تھی۔ کہ مبارک اہل رانی  
عداوت جو زمانہ جاہلیت سے ان قبائل میں چلی آتی تھی۔ پھر عود کرے۔ اور حکم کسی قسم  
کی شرف و کاباعت ہو۔ لیکن حکم چونکہ حضرت عثمان کا رشتہ دار ابن العم تھا۔ اور نیز مرض  
الموت میں حضرت عثمانؓ نے رسول پاک سے سفارش کر کے اس کا قصور معاف کر لیا ہوا  
تھا جس کی اطلاع شیخین کو نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے عہد خلافت میں اس کو واپس  
بنالیا تھا۔ کیونکہ اس کے عفو قصور اور اجازت دخول مدینہ کا ان کو ذاتی علم تھا۔ اور حکم نے اس  
کے بعد کسی قسم کا کوئی فتنہ و فساد نہ کیا۔ وہ ایک ضعیف العمر بڑھا پیر فروت ہو چکا تھا کسی  
قسم کے شورش و شر کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔ اس لئے اس کے واپس بلانے میں کچھ حرج نہ تھا

## اٹھارہواں طعن

حضرت عثمان نے مروان بن الحکم کو اپنا وزیر اور میرنشی بنا رکھا تھا۔ جو بڑا مفید تھا۔  
چنانچہ اسی کی شرارت آخر کار شہادت آنجناب کا باعث ہوئی۔ جب آپ نے محمد بن ابوبکر  
کو مشورہ حضرت علی المرتضیٰؓ کا حکم صبر بنا کر روانہ کیا تھا۔ پیچھے سے مروان نے جو میرنشی تھا  
ایک دوسرا خط حضرت عثمانؓ کی موہر لگا کر ایک سوار کے ہاتھ دیکر بھیج دیا۔ کہ محمد بن ابوبکر  
مصر میں انکو قتل کر دیا جائے۔ غلط پکڑا گیا۔ اور محمد بن ابوبکر واپس آئے۔ اور فتنہ و فساد  
ہوا شہادت حضرت عثمانؓ وقوع میں آئی۔

## جواب

مروان بن حکم نے عہد نبویؐ یا عہد خلافت شیخین میں کوئی فتنہ و فساد نہیں کیا تھا جس  
سے معلوم ہو سکتا کہ وہ مقصد و شریر ہے۔ اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک حضرت عثمانؓ  
کوئی عالم الغیب نہ تھے۔ کہ آئندہ کے حالات ان کو معلوم ہوتے۔ انہوں نے صدر جمی کے  
محافظ سے اس کو ملازم رکھ لیا۔ آخر کار اس نے شرارت کی۔ لیکن شیعہ صاحبان کے پاس اس کا کیا  
جواب ہے۔ کہ مروان کے متعلق باوجود اس کی شرارت ظاہر ہو جانے کے جنگ جمل میں جب  
وہ گرفتار ہو گیا تھا۔ جنین نے جناب امیر علیہ السلام کے پاس سفارش کی۔ اور اسے چھوڑ دیا۔  
جیسا کہ بیچ البلاغہ میں ہے۔ اُخِذَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ اسْیَلًا یَوْمَ الْجَمَلِ فَاَسْتَفْعَى الْحَسَنَ  
وَ الْحُسَيْنَ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ اِلَیَّ اَمِیرِ الْمُؤْمِنِیْنَ فَكَلَّمَا قَبِلَہُ فَخَلَّى سَبِیلَہُ فَمَرَّ مَرْوَانُ جَنْجَلٍ مِّنْ

گرفتار ہو گیا۔ اور اس نے حسنین سے سفارش چاہی۔ انہوں نے جناب امیر علیہ السلام کے پاس سفارش کی۔ اور اسے چھوڑ دیا گیا۔

خود جناب امیر علیہ السلام نے اپنے عہد امارت میں زیادہ جیسے ولد الزنا کو قافس کا امیر بنا رکھا تھا۔ اور اس کی بہت کچھ عزت افزائی کی گئی تھی۔ لیکن اس بد نہاد نے آخر کار کفری کی۔ اور مخبان اہل بیت پر طرح طرح کے ظلم کئے۔ حالانکہ شیعہ کے نزدیک جناب امیر علیہ کو علم ماکان و مایکون بھی حاصل تھا۔

نیز آپ نے عبد الرحمن بن ملجم کو اپنی بیعت سے شرف فرمایا۔ اور اس پر طرح طرح کے احسان کئے۔ چنانچہ جلاء العیون اردو ص ۱۹۹ میں ہے۔ اس وقت عبد الرحمن بن ملجم ملعون بھی آیا۔ کہ حضرت سے بیعت کرے حضرت نے اس کی بیعت قبول نہ فرمائی یہاں تک کہ تین مرتبہ حضرت کی خدمت میں آیا مرتبہ سوم میں حضرت سے اس نے بیعت کی۔ جب اس نے بیٹھ پھری حضرت نے پھر اسے بلوایا۔ اور تمیز دیں۔ کہ بیعت سے انحراف نہ کرنا۔ اور عہدہ اے محکم اس ملعون سے لے۔

اس ملعون نے جو بیعت جناب امیر کر کے میدان خاص میں اپنا نام کھوایا تھا۔ جناب محمد ص کو آخر کار شہید کیا۔ تو جب امیر علیہ السلام نے بقول شیعہ عالم الغیب ہو کر ایسے ملعون کی بیعت قبول فرمائی۔ اور اس پر طرح طرح کے احسان بھی کرتے رہے۔ جیسا کہ آپ نے اخیر میں اسے فرمایا۔ اے بد بخت تو نے امر عظیم پر اقدام کیا۔ آیا میں تیرا امیر تھا۔ کہ مجھے ایسی مرادی۔ میں تجھ پر مہربان نہ تھا۔ آیا تجھے اوروں پر میں نے اختیار نہیں کیا۔ آیا تجھے میں نے احسان نہیں کیا۔ اور لوگوں سے زیادہ عطا نہیں کی۔ آیا لوگوں نے مجھ سے نہیں کہا کہ تجھے قتل کروں۔ اور میں نے تجھے آسیب نہ پہنچایا۔ اور تیرے ساتھ زیادہ عطا بخش کی کیا شیعہ کچھ جواب دے سکتے ہیں۔ کہ حضرت امیر علیہ السلام جو بقول ان کے انجام کار سے واقف تھے کیوں اس بد نہاد پر اس قدر احسانات کئے۔ اور مہربانی کرتے رہے۔ اور عطا بخش فرماتے رہے پھر حضرت عثمانؓ پر کیا طعن ہے۔ جو علم غیب بھی نہ رکھتے تھے کہ انہوں نے مردان کو کیوں ملازم خاص رکھا۔

انیسواں طعن



حضرت عثمان بن عفانؓ کی نشستیں دن بے گور و کفن پڑی رہی۔ اور نماز جنازہ بھی نہ ہوئی۔

### جواب

اول تو یہ بات سراسر بہتان و افتراء ہے۔ جب آپ کے بڑے بڑے مقتدر رشتہ دار حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، حضرت معاذیہؓ، عمرو بن العاصؓ موجود تھے جنہوں نے طلب قصاص میں جنگ لائے عظیم کئے۔ اور نیز صدر ہذا زر خرید جان نثار غلام بھی تھے۔ تو یہ کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ آپ کی نشستیں روز بے گور و کفن پڑی رہی ہو۔ اگر فرض کر دے کہ ایسا ہی ہوا۔ تو اس سے ان کی شان اقدس میں کیا کمی ہو سکتی ہے۔ کیا شہداء و کربلا کے ساتھ کفار و کفار نے اس سے بڑا کھر سلوک نہیں کیا۔ بلکہ مرثیہ خوان لوگ تو بڑے آب و تاب سے جلسوں میں جھوم جھوم کرواقتات اہانت و ذلت اہل بیت (شہیدان کربلا) بیان کیا کرتے ہیں کیا اس سے معاذ اللہ ان کی شان والا میں کچھ نقص واقع ہو سکتا ہے۔ ایسے اعتراضات کرنے کے وقت شیعوں کو یہ خیال کر لینا چاہئے کیا اس سے ہم پر تو زور نہیں پڑتی۔ مگر ان کا تو یہ صہول ہے۔ کہ پرانی شاگون کے لئے اپنی ناک کٹوا دیجائے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی نشست مبارک بڑی عزت و احترام سے جنت البقیع میں دفن کی گئی جو دفن انداج مطہرات و اولاد و امجا و اکثر اصحاب یا صفا ہے۔ اس امر کی تصدیق شیخ کی مستند تفسیر جامع عباسی باب دوم میں درج ہے۔

غرض حضرت عثمان غنیؓ وہ برگزیدہ خلیفہ رسولؐ تھے جن کو دوسری دامادی رسولؐ مقبول کا خضر حاصل تھا۔ آپ کے مال طیب سے اسلام کو بہت بڑی مدد ملتی رہی۔ آپ کے عہد خلافت میں جانب غرب اندلس تک اور جانب شرق کابل و بلخ تک اسلامی مقبوضات کی وسعت ہوئی۔ اور بڑی و بھری جنگ عظیم ہو کر اہل روم کو سخر کیا گیا عراق و عجم و فراسان پر رنگین السلطنت ہوئے۔ پس آپ کی شہادت پر ترقی اسلام کا خاتمہ ہو گیا۔ عہد امارت جناب امیر علیہ السلام میں صرف خانہ جنگیاں ہوئیں۔ اور بہت سے اسلامی نفوس حفاظ و اصحاب نے جام شہادت نوش کیا۔ کسی شاعر نے آپ کی منقبت میں یوں در افتائی کی ہے۔

نبی کی بہن کے تھے عثمان بیٹے ۛ ہو کیا اس سے بڑا کھر نجات غنیؓ کی

سب اسلاموں کی ہوئی دوسرے نفع بخش ایسی دولت غنی کی  
 ہوئی فوٹ اک۔ دوسری دیدی میٹی ڈ یہ دل میں بنی کے تھی وقت غنی کی  
 نئی نئے سفارت پر سکے کو بھیجا ڈ تولی ہاتھ اپنے سے حیت غنی کی  
 علی ان کے ہنزلف ہم اٹھ تھی سالی ڈ یہ بیطین سے تھی قرابت غنی کی  
 ہے اوراق تیاخ میں ثبت اب تک ڈ قجاعت علی غنی کی سفارت غنی کی

(دائمرۃ المصالح لا ہوتی)

مطاعن صحاب ثلاثہ پر مدلل بحث ہو چکی۔ آپ کے فضائل بشہادت کتاب (مسرد  
 کتب شیعہ ثابت کر دیئے گئے۔

اب ہم تھوڑا سا تذکرہ اس امر کا کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ جناب امیر علیہ السلام اور ان کے  
 اہل بیت کو صحاب ثلاثہ سے کہا تک محبت و پیار تھا۔ کہ زندگی میں تو ان سے خیر و شکر  
 رہے ان کی وفات کے بعد ان کے اسمائے گرامی پر اپنی اولاد کے نام رکھے۔ تاکہ  
 اگر ان کی صورتیں سامنے موجود نہیں ہیں۔ تو ان کے نام بچ کر ان کی یاد تازہ کرتے ہیں

### اصحاب ثلاثہ کے نام پر فرزندان علی کے نام

کتاب مغیرہ تواریخ و فقیہین سے ثابت ہے۔ کہ جناب امیر نے اپنے ایک صاحبزادہ کا  
 نام ابو بکر رکھا۔ جو لیلے بنت مسعود کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ ایک صاحبزادہ کا نام  
 عمر رکھا جو حبیبہ بنت ربیعہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ ایک کا نام عثمان رکھا  
 جو ام البنین بنت حرام بن خالد سے متولد ہوئے تھے۔ ایک صاحبزادی کا نام الممنون  
 زوجہ رسول خدا کے نام پر مسمون رکھا۔ دوسری دو صاحبزادیوں کے نام رقیۃ و ام کلثوم  
 رکھا جو رسول پاک کی دو صاحبزادیوں کے نام تھے۔ جو حضرت عثمان رضی کی زوجیت  
 میں آئی تھیں۔ ایسا ہی حضرت حسن نے ایک صاحبزادہ کا نام ابو بکر رکھا جو آپ کی منکوحہ  
 اہلبیت سے تھا۔ ایک کا نام عمر رکھا۔ جو آپ کی جاریہ (کنیز) کے شکم سے پیدا ہوا تھا۔ یہ دونوں  
 حضرت امام حسین کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ علی بن ابراہیم القیاس امام زین العابدین  
 نے بھی اپنے ایک فرزند کا نام عمر رکھا۔ اور حضرت امام موسیٰ کاظم نے بھی اپنے ایک  
 صاحبزادہ کا نام عمر رکھا۔ اور ایک کا نام ابو بکر رکھا حضرت امام رضا نے اپنی دختر کا نام عائشہ

رکھا۔ اور حضرت امام علی نقیؑ نے بھی اپنی نور چشمی کا یہی نام رکھا۔

اب شیعہ حضرات سے ہم دریافت کرتے ہیں کہ اگر جناب امیر علیہ السلام اور ان کے  
فرزند ان گرامی کو حضرات تلمذ اور ازواج مطہرات سے محبت و پیار نہ تھا۔ تو اپنی اولاد کے  
نام ان کے ناموں پر رکھیں رکھے قواعد کی بات ہے کہ قوت شدگان سے جو بزرگ  
واجب الاحترام اور ذی شرافت سمجھا جاتا ہے۔ اس کا نام تبرکاً اولاد کا رکھا جاتا ہے۔  
کوئی شخص دشمن کے نام پر اپنی اولاد کے نام نہیں رکھیگا۔ چنانچہ واقعہ کر بلا کو مدتیں گزر  
گئیں۔ لیکن اب تک کسی مسلمان نے اپنے فرزند کا نام یزید یا فخر نہیں رکھا۔ یہ ایک  
ایسی زبردست دلیل ہمارے ہاتھ میں فضیلت و عظمت اصحاب تلمذ ثابت کرنے کے لئے  
ہے۔ جس کا کوئی جواب شیعہ سے قیامت تک نہیں ہو سکتا۔ بس تمام نزاع کے فیصلہ  
کے لئے یہی ایک بات کافی ہے بشرطیکہ شیعہ صحابہ میں کوئی صاحب انصاف موجود ہو یہ  
اداسے دیکھ کر جاتا رہے گلہ دل کا۔ بوس اک نگاہ پہ طیار ہے فیصلہ دل کا۔

### لطیفہ

ہمارے ایک شیعہ دوست حکیم حمید علی نامی جہلم میں رہتے ہیں جو شیعوں کے  
لیڈر بنے ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ ہم نے ان کے سامنے اس امر کا تذکرہ کیا کہ جناب امیر  
علیہ السلام نے اپنے فرزندوں کے نام اصحاب ثلاثہ کے نام پر رکھیں رکھے۔ آپ تھوڑی دیر  
خاموش ہو کر کہنے لگے۔ کہ اس لئے ایسا کیا۔ تاکہ ان بیٹوں کے نام لیکر ہر وقت گالیاں  
دیا کریں۔ میں نے کہا۔ آپ تو خدا اللہ عالم الغیب تھے۔ اور آپ کو معلوم تھا کہ آپ کے  
نخت جگر امام حسینؑ کو نیز یلعون فخر بد بخت گئے ذریعہ تنہید کر گیا۔ اس لئے آپ کو اپنے  
بیٹوں کے نام یزید اور فخر رکھ دینے چاہئے تھے۔ تاکہ ان کو گالیاں دیکر دل کی بھڑاس  
نکالتے رہیں۔ نیز اگر یہی منطق درست ہے۔ تو اب آپ ہی اس کمی کو پورا کر دیں۔  
اپنے عزیزوں میں سے کسی کے نام یزید و فخر رکھا کر خوب تبر بازی کیا کریں بس  
آپ خاموش ہو گئے۔ افسوس یہ لوگ ان مقدس نفوس کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔ گالی گلیج  
کرنا مومنوں کی شان سے براصل بعید ہے۔ کافی عینی کی حدیث دیکھو منافق کی علامات  
میں سے ایک یہ علامت لکھی گئی ہے۔ اذ مخاصمہ فخر (جب جھگڑتا ہے فخر گوئی کرتا)  
جناب امیر علیہ السلام تو وہ پاک باطن تھے کہ اپنے دشمن قاتل ابن ملجم عین پر بھی رفیق و مدارا

کرنے کی سفارش فرمائی۔ جیسا کہ جلال العیون اردو جلد ۱ ص ۱۲۷ میں ہے۔  
 ”جناب امیر علیہ السلام نے اپنے قاتل کی امام حسنؑ سے سفارش کی۔ اور ارشاد کیا کہ اسے  
 کھانا پانی دو۔ اور اس کے پاؤں میں زنجیر نہ ڈالو۔ بلکہ اس کے ہمراہ رفیق و مددگار کرو۔ اور  
 جب میں ذیل کے رحلت کروں۔ اس پر ایک ضربت سے قصاص کرنا۔ اور جسم اس کا  
 آگ سے نہ جلانا۔ اور مشلہ نہ کرنا یعنی ہاتھ پاؤں مکان ناک اور جمجمہ اعضا اس کے  
 نہ کاٹنا۔ کہ جناب پیغمبرؐ نے فرمایا۔ مشلہ ہرگز نہ کرو۔ اگرچہ سگ و زندہ ہو۔ اور اگر میں اچھا  
 ہو گیا۔ سزاوار زیادہ ہوں۔ کہ اسے عنق کر دوں۔ اس لئے کہ ہم اہل بیت کرم و عفو و رحمت  
 میں۔ پھر تعجب ہے۔ کہ جنتید جیسے شیعہ آپ کی نسبت یہ خیال کریں۔ کہ اپنے بیٹوں کے  
 نام اصحاب کے نام پر اس لئے رکھے تھے۔ کہ ان کو گالیاں دیکر دل کے بخار نکالتے ہیں  
 جب زندہ گی میں تو ان کی رحمت سرائی کرتے رہے۔ وظایف لیتے رہے۔ غنائم سے حصہ منول  
 کرتے رہے۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ ان کو نیک مشورے دیتے رہے۔  
 اپنی سخت جگر حضرت عمرؓ کو کھنچ کر دی۔ تو ان کی وفات کے بعد گالیاں دینی کو نسی جو امر دی  
 ہے۔ خبر یہ ایک لطیفہ تھا جو درج کیا گیا فی الواقع اس کا جواب شیعہ کے پاس ہرگز نہیں ہے۔

## شیعہ سے چند سوالات

۱۔ ہم شیعہ اصحاب سے چند سوال کرتے ہیں۔ امید ہے۔ کہ کوئی صاحب جواب باصواب  
 سے مطلع کرینگے۔ اور اگر جواب نہ دیکیں۔ اور ہرگز نہیں دے سکتے۔ تو خدا را راہ راست  
 پر آجائیں۔ اور اصحاب رسولؐ کی بدگوئی سے باز آجائیں۔

۲۔ پہلا سوال یہی ہے۔ کہ اگر اصحاب ثلاثہ معاذ اللہ متناقض و کافر تھے۔ ان کو اہل بیت سے  
 بغض و عداوت تھی۔ تو جناب امیر علیہ السلام اور ان کے اہل بیت نے اپنی اولاد کے نام  
 ان کے ناموں پر کیوں رکھے۔

۳۔ اگر نفوذ باللہ وہ کافر و متناقض تھے تو رسولؐ پاک نے اپنی بیٹیوں کے ناطے ان کو  
 کیوں دیئے۔ انسان کی بیٹیاں اپنی زوجیت میں کیوں لیں۔ حالانکہ قرآن نے اس کو صریح  
 ممانعت کر دی ہے کہ کفار کو ناطے دیئے جائیں۔ یا ان سے لئے جائیں۔

۴۔ اگر معاذ اللہ وہ کافر و متناقض تھے۔ تو جناب امیر علیہ السلام نے اپنی بیٹی ام کلثومؑ کیوں



حضرت عمرؓ کو شجاع کر دی۔ اگر کہا جائے کہ انہوں نے جبراً چھین لی۔ تو آپ کی شجاعت و غیرت پر حریف آتا ہے۔ اگر رضامندی سے دی۔ تو ان کی افضلیت ثابت ہوتی ہے (۴) اگر وہ منافق دکانہ تھے۔ تو جناب رسولؐ ایک اور حضرت امیر نے ان سے لڑائی کیوں نہ کی۔ حالانکہ قرآن کا حکم ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ** اسے نبی کا قول اور منافقوں کے بہادری سمجھئے۔ اور **قَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ** قَاتِلُوا الْكُفَّارَ (اور کافروں سے قتل کیجئے۔ تاکہ فتنہ مٹ جائے۔ اور دین حق چھین نہ جائے)

(۵) جب بقول شیعہ اصحاب ثلثہ نے جناب امیر علیہ السلام سے خلافت چھین لی۔ خدک دیا۔ جناب سید کی سخت ہتک کی۔ جناب امیر علیہ السلام نے کیوں تلوار نہ اٹھائی اگر گھوڑے صبر کیا۔ تو پھر سوال ہوتا ہے۔ کہ امیر معاویہ سے کیوں جنگ کر کے صدمہ مسلمانوں کی جانیں تلف کرائیں۔ اور پھر صبر کا حکم تھا۔ تو حضرت امام حسینؑ نے کیوں یزید سے لڑ کر اپنی اور معصوم بچوں کی جانیں قربان کیں

(۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ثُمَّ لِيُجَاوِزْ فَتَاكُ الْاَقْلِيلَا** (منافق لوگ نبی کی ہمت میں زیادہ عرصہ ٹھہر نہیں سکیں گے) حالانکہ اصحاب ثلثہ زندگی میں جناب رسولؐ کے مصاحب خاص رہے۔ اور بعد وفات بھی ان کو ایسی مجاہدت دہم نشینی حاصل ہے۔ کہ دوبارہ آپ کے پہلو بہ پہلو سوئے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا۔

(۷) قرآن میں ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَقَّعُوا وَعَدَ اللَّهُ وَأَوْفَاكُمْ** (میں نے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ) تو جب بقول شیعہ اصحاب ثلثہ جناب رسولؐ اور جناب امیرؑ کے دشمن تھے۔ تو کیوں رسولؐ پاک نے ان کو دوست بنائے رکھا حتیٰ کہ سفر و حضر میں آپ کے رفیق رہے۔ اور پھر بعد وفات رسولؐ جناب امیر علیہ السلام کیوں ان سے یار نہ لگا گئے۔ اگر کہو کہ بے بس تھے۔ تو پھر وہاں سے ہجرت کیوں نہ کی۔ جو ایسے موقع پر فرض ہو جاتی ہے۔

(۸) قرآن میں ہے۔ **إِنَّا لَنَنْصُرُكُمْ سَلْمًا وَالْكَافِرِينَ اٰمَنُوا** (ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کو نصرت بخشنا کرتے ہیں) اگر اصحاب ثلثہ مومن نہ تھے۔ تو کیوں نصرت الٰہی شیعہ ان کے شامل حال رہی۔ قیصر و کسریٰ کی حکومت الٹ دی۔ ملک بھر میں سلطنت قائم ہو گئی۔ ہر ایک سرکر میں منظر و منصور ہوئے حتیٰ کہ خلافت بھی انہیں کو ملی۔

(۹) اگر خلافت صحاب ثلاثہ حق نہ تھی۔ تو حضرت شہر بانو بنت یزید جو دروغ خفاہار سے جو غنیمت میں مقتید ہو کر آئی تھی۔ اور حضرت عمرؓ نے امام حسینؓ کو دیدی تھی۔ آپ نے کیوں قبول کی۔ جبکہ یہ غنیمت درست اور حلال ہی نہ تھی۔ تو امام معصومؑ نے کیوں عطیہ نادرست اور ناجائز میں تصرف کیا۔ جو منافی عصمت ہے۔

(۱۰) جب ستمہ آتا بڑا خواب کا کام ہے۔ کہ ستمی مرد اور متوجہ عورت جب غسل کرتے ہیں۔ تو ہر ایک قطرہ کے ستر ستر فرشتے پیدا ہوتے ہیں۔ جو ان کے لئے قیامت تک استغفار کیا کرتے ہیں۔ تو ایک اہل بیت کیوں اس کا ثواب سے محروم رہے۔ کتب شیعہ کے ثابت ہے۔ کہ کسی امام نے ستمہ نہیں کیا۔

(۱۱) کتب شیعہ کے ثابت ہے۔ کہ علی المرتضیٰؑ کے تین فرزند جن کا نام ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ تھا۔ وہ بھی امام حسینؑ کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔ مریضوں میں ان کا نام کیوں ذکر نہیں کیا گیا۔ جبکہ وہ علی المرتضیٰؑ کے فرزند جناب سیدہ کے بطن سے تھے۔ اور اپنے بھائی جناب امام حسینؑ پر انہوں نے اپنی جانیں قربان کر دی تھیں۔

(۱۲) کتب شیعہ میں تصریح ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلامؑ نے قرآن جمع کر کے صحاب کو دکھلایا تھا۔ انہوں نے قبول نہ کیا۔ تو آپؑ نے کہا اب تم لوگ اس قرآن کو تاقیامت نہ دیکھو گے۔ وہ قرآن اس وقت کہاں ہے۔ اگر وہ ہدایت خلق کے لئے تھا۔ تو اس کے اتنا عرصہ گم رکھنے کی کیا وجہ ہے۔ اور ایسے قرآن سے مسلمانان عالم کو کیا فائدہ ہے اگر امام غائب علیہ السلامؑ نے اس کو چھپا رکھا ہے تو کیا وہ کتاب ہدایت چھپا رکھنے کے مجرم نہیں ہیں۔

کافی کتب میں تصریح ہے۔ کہ رسول پاکؐ کے فوت ہوتے ہی تمام صحاب سوائے تین چار کے اسلام سے پھر گئے۔ پھر بعثت رسولؐ اور نزول قرآن سے کیا فائدہ ہے۔ کیا خدا نے فرشتے ان تین چار آدمیوں کے لئے آتا بڑا سامان کیا۔ اور پھر سوال یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلامؑ صرف ان ہی تین چار بزرگوں کے اجراع سے خلیفہ ہوئے۔ تو آپ امیر المؤمنین نہیں کہلا سکتے۔ بلکہ آپ تو صرف ان تین چار کے امیر ہوئے۔

کیا کوئی شیعہ بزرگ ان چند سوالات کا کوئی معقول جواب دینگے ہیں تو امید نہیں ہے۔

سہم آہ گئے کسی موقعہ پر اولاد جناب امیر علیہ السلامؑ کا نقشہ اند شہداء کو لاکے آئندہ فرست دے سچ کر گئے۔

حاشق ہوئے ہیں یا رکے ہم کس اسید پر پڑ جزا و تار سا کوئی امید ہی نہیں  
اصحابِ ثلاثہ کے متعلق کافی بحث ہو چکی ہے۔ اب ہم ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ  
کا تذکرہ کرتے ہیں۔

### حضرت عائشہ صدیقہ

یوں تو حضرت شیعہ کی زبان طعن سے انسان تو کیا خدا اور رسولؐ کو بھی نہیں بچے لیکن  
اصحابِ ثلاثہ کے بعد زیادہ غیظ و غضب شیعہ اصحاب کو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے ہے  
اور آپ کے خلاف چند الزامات لگائے گئے ہیں جن کا جواب دینا فرض ہے۔  
پہلا طعن۔ قرآن میں ہے۔ وَقَدْ كَانَ فِي بَيْوتِكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ثُمَّ جَاءَ بِكِ الْكَافِرِ  
الْأَعْمَى (اپنے گھروں میں بیٹھی رہو۔ اور زمانہ جاہلیت کی طرح باہر نہ نکلا کرو) حضرت  
عائشہ نے اس حکم کی مخالفت کی۔ کہ معرکہ کا رزار میں نکل کر شریک جنگ ہوئیں جہاں تک  
ہزار ہا کی تعداد میں نامحرم اشخاص موجود تھے۔

جواب۔ نادان معترض جسکو تدبیر فی القرآن نصیب نہیں۔ آیات قرآن کے  
سننے کرتے وقت ہمیشہ ٹھوکر کھاتا ہے۔ کیا اس کا یہ معنی ہے۔ کہ گھر کی چار دیواری  
میں عمر بھر ایسی عجوبوں و عقیدوں میں۔ کہ گھر سے باہر نکلا کسی دینی ضرورت کے لئے بھی جائز  
نہ ہو۔ ہرگز نہیں۔ آنحضرتؐ سے ازدواج مطہرات کو حج و عمرہ کے لئے ساتھ لیا گیا کرتے تھے  
میکے جاتے۔ عبادتِ مرض۔ تعزیتِ قریبِ میت کی ممانعت نہ تھی۔ غزوات میں بھی  
ساتھ جانے کی اجازت تھی۔ پھر آیت سے مخالف کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ آیت  
کا معنی یہ ہے۔ کہ زمانہ جاہلیت میں جیسے عورتیں بے حجاب ہو کر زیورات اور زرق  
برق لباس پہنے بازوؤں میں پھرتی تھیں۔ اب اس طرح بے پردہ پھرنا جائز نہیں  
ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت سے اس کی تشریح ہوتی ہے۔ نِيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخْلَعُوا  
وَبَنَاتِكُمْ مِثْلَ الْمُؤْمِنِينَ يُذْنِبْنَ عَلَيْهِمْ مَنْ جَلَا بِيَهُنَّ ذَٰلِكُ أَذْنٰى اَنْ  
يُخَافَنَّ فَلَا يُوْذَنْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (اے نبیؐ اپنی عورتوں و بیٹیوں  
اور مومنوں کی عورتوں کو کھدیجئے کہ اپنے منہ پر چادر (نقاب) ڈال لیا کریں۔ یہ اس بات  
کے قریب تر ہے۔ کہ پہچانی جائیں۔ اور ایذا نہ اٹھائیں) حدیث میں ہے کہ اس آیت کے

نزول کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اِذْ نَزَّلْنَاكَ مِنْ الْجَبَلِ اَنْ تَخْشَعَ جَنْبَاكَ لِحَاجَتِكَ (اب تمہیں اجازت دی گئی ہے کہ اپنی حاجت کے لئے نکل سکو)

حضرت عائشہ صدیقہؓ چونکہ مظلوم خلیفہ عادل کے قصاص کے لئے سفر میں نکلنے پر مجبور ہوئی تھیں۔ اس لئے آپ کا یہ سفر جہاد۔ حج و عمرہ کے سفر کی طرح ایک نئی ضرورت تھی جس پر طعن نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ کے ساتھ آپ کے اقارب میں سے عبداللہ بن الزبیرؓ آپ کے حقیقی ہمشیر زادہ اور طلحہ بن عبداللہؓ آپ کے بہنوئی۔ ام کلثوم بنت ابوبکرؓ زبیر بن العوامؓ دوسرے بہنوئی۔ اسماء بنت ابوبکرؓ اور ان کی اولاد سب محرم تھے علاوہ انہیں آپ ام المومنین ہونے کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی ماں اور سب ان کے فرزند تھے۔ اس لئے آپ کے اس سفر پر معترض ہونا شیعہ کی سخت حماقت ہے۔ ابن قتیبہ اپنی تاریخ میں جو شیعہ کی معتمد علیہ ہے۔ رقمطراز ہے۔ کُنَّا بِالْمَدِينَةِ بِعِثَةِ عَلِيٍّ اَمْرًا اَنْ يَخْلَعَ لَهَا هَوْدَجٌ مِنْ حَدِيدٍ وَجُعِلَ فِيهَا مَوْضِعُ الدُّخُولِ وَالْخُرُوجِ فَخَرَجَتْ وَابْنَاءُ الطَّلْحَةِ وَالزُّبَيْرِ مَعَهَا (جب حضرت عائشہؓ کو بیت علی المرتضیٰؑ کی اطلاع ملی۔ حکم دیا کہ آپ کے لئے ایک آہنی کجاوہ بنایا جائے۔ اور اس میں داخل ہونے اور نکلنے کا راستہ رکھا جائے پس آپ نکلیں جبکہ طلحہ و زبیرؓ کے فرزند آپ کے ہمراہ تھے) اب بتلایئے۔ ایک اہم دینی ضرورت کے لئے اپنے محرموں کے ساتھ سفر کرنے پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ جب کہ پردہ کا بھی ہتھکڑیاں نہ تھیں کیا جائے۔

غالباً شیعہ صاحبان اہلسنت پر ایسے اعتراض کرنے کے وقت اپنے گھر سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ شیعہ کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ حضرت فاطمہ الزہراءؓ گھر سے باہر نکل کر حضرت عمرؓ سے دست و گریبان ہوئیں۔ فَاخْتَدَفَ بِلَا يَبْ عَمَّ وَجَدَ بَيْتَهَا اَيْتَهَا (جناب سیدہ نے عمرؓ کا گریبان پکڑ لیا۔ اور اپنی طرف گھینچا) کیا ایک پردہ نشین خاتون کو ایک نامحرم شخص سے یوں دست و گریبان ہونا جایز ہے۔ شیعہ یہ بات کہ بھی قائل ہیں کہ جناب سیدہ نے باغ فدک کے لئے دربار خلافت میں اصرار کیا کہ وہ غوغا کیا۔ یہ بھی شیعہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ غضب خلافت و دیگر حقوق پر جناب امیر علیہ السلام خاتونِ جنت کو سوار کر کے مہاجرین و انصار کے گھر بہ گھر پھرے کیا یہ باتیں



دوسرا طعن۔ حضرت عائشہؓ نے جناب امیر سے بغاوت کی اور جنگ کیا۔ حالانکہ خلیفہ کی بغاوت جائز نہیں۔ اور جرم کبیرہ ہے۔

**جواب۔** اسی قسم کا اعتراض جناب امیر علیہ السلام پر بھی عائد ہوتا ہے۔ کہ حکم **وَأَمَّا وَاجِبُهُ** اُمِّمًا تَهْتَمُ (رسولؐ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں) جب حضرت عائشہؓ نے حضرت علیؓ کی ماں تھیں۔ آپ کو ان سے جنگ کرنا ہرگز جائز نہ تھا۔ قرآن میں ہے **وَلَا تَقْتُلُوا نَفْسًا الَّتِي حَامِيَهَا** (ماں باپ کو اُن تک بھی نہ کہو)

حقیقت یہ ہے کہ یہ جنگ وجدل طرفین کی کسی بددستی پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ ہر دو فریق کی اجتہادی غلطی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے اور ان کے طرفدار حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے کے لئے ان کے قاتل امیر علیہ السلام سے مانگتے تھے۔ امیر علیہ السلام ان کے شرف و فخر کے اندیشہ سے ان کو حوالہ نہ کر سکے۔ دوسری طرف سے سمجھا گیا کہ شاید قتل عثمانؓ میں آپ کا بھی کچھ ہاتھ ہو۔ حالانکہ جناب امیر علیہ السلام اس الزام سے پاک تھے جس کا اظہار بار بار آپ بذریعہ خط و خطبات کرتے رہے۔ اسی طرح جناب امیر علیہ السلام اور ان کے معاونین نے خیال کیا کہ دوسرا فریق خلیفہ سے باغی ہو کر جنگ کرنا چاہتا ہے۔ طرفین سے مور کی جنگ ہوئی۔ بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ آخر کار صلح و صفائی ہوئی حضرت عائشہؓ نے اپنے کئے پر پشیمان ہوئیں۔ جناب امیر علیہ السلام نے ان کو بڑی عزت و تکریم سے گھر پہنچایا۔ اور دلی صفائی ہو گئی۔ اب اس بات پر طعن کرنا خود مورد طعن بنتا ہے۔ اعتراض ہر دو فریق پر یکساں عائد ہوتا ہے۔ خواہ وہ ایک فوج جو ابنا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے مومنوں کی ماں ہیں۔ آپ کو ہی یہ فضیلت حاصل ہے۔ کہ آپ کے حجرہ میں آپ کی گود میں حضورؐ کا وصال ہوا۔ آپ کی نسبت قرآن کریم میں آپ کی بیت کے متعلق آیات نازل ہوئیں۔ اور آپ کے تاذفین (طاغنین) کو عتاب (ہوا) پھر جو لوگ حضرت صدیقہؓ کی بدگوئی کرتے ہیں۔ وہ خدا اور رسولؐ سے دشمنی رکھتے

حاشیہ ص ۱۸۱ (۱) حق الیقین ص ۱۸۱ میں ہے۔ میں نے تمام قرآن جمع کیا۔ بعد اس کے تاظر و تنقید کا اہتمام کرنا تمام اہل مدینہ و رمان لوگوں کے گھر گیا جنہوں نے کراہ دین میں سعی و کوشش کی تھی۔ اور ان کو قسم دی۔ کہ میرے حق کی اعانت کریں۔ اور ان کو اپنی نصرت و اعانت کے لئے طلب کیا۔ اگر ان میں سے چار شخصوں کے سوا کسی نے میرا قول قبول نہ کیا۔ اور وہ چار شخص یہ ہیں سلمان و ابوذر و مقداد اور عمار (رضی اللہ عنہم)

ہیں۔ اَعَاذُكَ اللّٰهُ مِنْكَ۔

**تیسرا طعن**۔ حضرت عائشہؓ نے روضہ مطہرہ میں اپنے باپ اور حضرت عمرؓ کو دفن کر نیکی اجازت دی۔ حالانکہ اس مکان کی آپ اکیلی مالک نہ تھیں۔ تمام دشنام کا حق تھا۔  
**جواب**۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں ازواج مطہرات کو الگ الگ مکان دیکر ان کو ان کا مالک کر دیا ہوا تھا۔ چنانچہ یہ حجرہ جو دفن رسولؐ و خلفاء رسولؐ ہے۔ حضرت عائشہؓ کا حجرہ تھا جو ان کی ملکیت تھا۔ اس لئے ان کو اختیار تھا۔ کہ اپنے باپ اور حضرت عمرؓ کی وہاں مزارات کی اجازت دیں۔ اگر عائشہؓ کی ملکیت نہ تھی۔ تو حضرت امام حسنؓ نے اپنی فرار کئے لئے حضرت عائشہؓ سے کیوں اجازت طلب فرمائی۔  
 (یہ روایت کتب شیعہ میں موجود ہے) قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ حجرات زوجہ مطہرات کی ملکیت تھے۔ جہاں وہ بستی تھیں۔ قرآن میں ہے۔ **وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ** (تم اپنے مکانوں میں بیٹھی رہو) اگر بیوت ازواج کی ملکیت نہ ہوتے تو **فِي بُيُوتِ** الٰہی ہوتا۔ غرض یہ اعتراض نہ تو جناب امیر علیہ السلام نہ دیگر ائمہ اہل بیت کو سوجھا اب شیعہ ایسے بہرہ وہ اعتراضات اٹھانے لگے ہیں۔ ہم تو یہی کہہ چکے ہیں۔

کون سنتا ہے کہانی تیری امیر غلط و کیوں غل میں لئے پھرنا ہے طوطا غلط  
 اب ہم حضرت امیر معاویہؓ کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کو شیعہ صاحبان سخت مطعون کرتے ہیں

### حضرت امیر معاویہؓ

شیعہ صاحبان حضرت معاویہؓ کو بہت گوسستے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے جناب امیر علیہ السلام سے جنگ کی۔ اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے۔ کہ یہ ناگوار واقعہ طرفین کی اجتہادی رائے کی وجہ سے ہوا۔ وہ باہم جدی بھائی تھے۔ اصحاب رسولؐ تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کا تب وحی بھی تھے۔ حضورؐ کے سالابھی تھے۔ آپ کی شان میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ حضورؐ سے آپ نے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ پھر اس ایک واقعہ سے جس کا خاتمہ صلح پر ہوا۔ آپ کو بُرا کہنا۔ اپنے نامہ عمل کو سیاہ کرنا ہے۔ بھائیوں کے درمیان تنازعات ہوا کرتے ہیں۔ اور صلح و صفائی بھی ہو جیسا کرتی ہے۔ لیکن ایک اجنبی شخص کا حق نہیں ہے۔ کہ اس تنازعہ کی وجہ سے ایک کو بُرا بھلا کہے۔

حضرت یوسفؑ پر ان کے بھائیوں نے کس قدر مظالم توڑے۔ اور تکلیف دی تھی لیکن

آخر یوسفؑ نے ان کی خطا کو معاف کر دیا۔ باہم بغلیک ہو گئے۔ ایسا ہی یہ واقعہ ہے۔  
 دیکھنا یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اس بارہ میں کیا فتوے دیا ہے۔ ان کو مسلمان  
 اپنا بھائی قرار دیا ہے۔ یا کافر و منافق۔ اور ان کو لعن طعن کرنے کا حکم دیا ہے۔ یا اس سے منع  
 فرمایا ہے۔ سو آپ نے ایک گشتی چٹھی بدستخط خاص تحریر فرما کر مختلف بلاد و امصار میں  
 شائع کی تھی جو بیچ البلاغۃ مطبوعہ طہران ص ۲۲ میں ہے۔ درج ذیل کی جاتی ہے۔  
 جس سے امیر علیہ السلام کے خیالات کا پتہ ملتا ہے۔ جو امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت کی نیت  
 بعد واقعہ جنگ تھی۔ وَمِنْ كِتَابِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُتِبَتْ إِلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ بِقَضَائِهِ  
 مَا جَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَهْلِ صَفَيْنَ وَكَانَ بَدْءُ أَهْلِ بَنِي الْأَنْبِيَاءِ وَالْقَوْمِ مِنْ  
 أَهْلِ الشَّامِ وَالظَّاهِرِ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَغَوَّيْنَا فِي الْأِسْلَامِ وَاحِدًا وَلَا سَتْرَ لَنَا  
 هُمْ فِي الْإِيمَانِ بِاللهِ وَالْقُدْرَةِ بِسُؤْلِهِ وَلَا سَتْرَ لَنَا وَلَا سَتْرَ لَنَا وَاحِدًا  
 لَا مَا اخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ دَوْرِ عُمَانَ وَفَتْحِ بِلَادِهِ (ترجمہ حضرت علیؑ نے ایک مختصر  
 چٹھی کھمک مختلف بلاد و امصار میں مشتمل فرمائی۔ اس میں جنگ صفین کا واقعہ یوں درج تھا۔  
 کہ ہمارے معاملہ کی ابتداء یوں ہے۔ کہ ہماری اہل شام کی آپس میں جنگ چھڑ گئی، اور یہ  
 ظاہر ہے کہ ہم دونوں فرقہ کا ایک خدا اور ایک رسولؐ ہے۔ اور ہمارا اسلام میں  
 عدم بھی یکساں ہے۔ ہم ان سے دوبارہ اعتقادات توحید و رسالت پر نزاع نہیں  
 کیا کرتے۔ اور نہ اس بارہ میں وہ ہم سے کچھ زیادتی کے طالب ہیں۔ بات ایک ہی ہے  
 اختلاف صرف خون عثمانؓ کے متعلق تھا۔ حالانکہ ہم اس التزام سے بری ہیں)  
 حضرت امیر علیہ السلام کا یہ مکتوب امر متنازعہ کے متعلق ایک قاطع النزاع صریح  
 فیصلہ ہے کہ آپ نے اس میں بالوضوح تحریر فرمایا کہ ہمارا اہل شام (حضرت  
 معانیہ اور ان کے گروہ) کا اسلام اور ایمان کے بارہ میں کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔  
 وہی خدا اور رسولؐ ان کا ہے۔ جو ہمارا ہے۔ اور اسلام بھی ہر ایک فرقہ کا ایک  
 ہی ہے۔ اور اعتقادات میں بھی کوئی نزاع نہیں ہے۔ ہم ان کو توحید و رسالت  
 میں کامل الایمان سمجھتے ہیں۔ اور وہ ہم کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ ہمارا اور ان کا  
 صرف یہ اختلاف تھا کہ انہوں نے اپنے خیال میں حضرت عثمانؓ کے قتل کا ذمہ وار  
 میں قرار دیا۔ حالانکہ ہم اس التزام سے بالکل بری الذمہ ہیں۔

بتلائے ایسے صریح فیصلہ کے بعد حضرات شیعہ ہم سے کیا ثبوت چاہتے ہیں جناب  
امیر علیہ السلام جن سے جنگ ہوئی وہ تو تمام اسلامی عقائد میں امیر معاویہؓ کو اپنے جیسا پکا  
مسلمان سمجھتے ہیں۔ لیکن شیعہ صاحبان برخلاف فیصلہ جناب امیر ان کو منافق و کافر قرار  
دیتے ہیں۔ اب ناظرین خود ہی انصاف کریں کہ قول امیرؓ کو معتبر سمجھا جائے یا شیعہ کو  
ہر ایک منصف شخص اس مکتوب کے پڑھنے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کو ایسا ہی کامل  
الایمان سمجھیکا جیسے جناب امیر علیہ السلام ان کو سمجھتے تھے۔ ہاں جن کے دلوں پر خدا  
نے موہ کر دی ہے۔ وہ مجبور ہیں۔

اگر حضرت معاویہؓ کا ذہن فاسق و منافق ہوتے تو حضرت امام حسنؓ ہرگز ان کی بیعت  
نہ کرتے۔ بلکہ تلوار اٹھا کر ان سے مقابلہ کرتے جیسا کہ بعد میں امام حسینؓ نے یزید  
لعین سے مقابلہ کیا۔ اہل انصاف کے لئے اس قدر بحث اس بارہ میں کافی ہے۔ ہاں خدا  
کا کوئی علاج ہی نہیں۔

اب مطاعن کی بحث ختم ہو چکی فضائل صحابہ کرام کا ثبوت قرآن کریم اقوال ائمہ اہل بیت  
بحوالہ کتب معتبرہ شیعہ دیا جا چکا شیعہ کے عجیب و غریب حیرت انگیز سائل بھی بیان ہو چکے  
جن کو ناظرین پڑھ کر حیران رہینگے۔ کہ اس عجیب و غریب مذہب کی آخرا ابتداء کس طرح ہوئی  
اس لئے اب اس کے متعلق بھی کچھ تذکرہ کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین کی یہ حیرت رفع ہو جائے۔  
کتب تاریخ میں تصریح ہے کہ اس مذہب کا موجد عبداللہ بن سبا یہودی ہے

### عبداللہ بن سبا

یہ شخص ملک یمن (عُثْمَان) کا باشندہ تھا یہودی تھا۔ بعدہ بظاہر اسلام لایا لیکن اندر سے  
اسلام کا سخت دشمن تھا۔ یہ تخریب اسلام کی جتنی وجہ میں سرگرم تھا۔ اس اسلام لانے کی تحریک  
ہی یہ تھی کہ دوستوں کے بھیس میں دشمنی کر کے تاریخ طبری میں اس کا حال یوں لکھا  
ہے عبداللہؓ مدینہ میں مسلمان ہوا۔ تاکہ حضرت عثمانؓ سے اس کی کچھ عزت کریں۔ مگر حضرت  
عثمانؓ نے کچھ بھی اس کے حال پر توجہ نہ کی۔ اس لئے وہ بد نصیب انہی حضرت عثمانؓ کی  
غائبانہ برائیاں کرتا تھا۔ اس لئے مذہب رجعت کا ایجاد کیا ہے۔ (لمحضر ترجمہ تاریخ طبری  
باب اول)



شیعہ کی مستند کتاب الطواق المحاربتہ بحث امامت میں سید بن غفاریہ سے یہ روایت درج ہے  
 رَفَعَهُ قَالَ صَرَّاهُ لِقَوْمٍ يُتَّقُونَ الْبَاطِلُ  
 وَعَمَّا خَلَفَتْ عَلِيًّا وَقَالَتْ لَوْ لَا أَنَا  
 بِرَفْتِ أَتْلَفُ تَضْمُرُ مَا عَلِمُوا مَا جُنْدُوا  
 عَلَى ذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنِ سَبَّاهُ وَكَانَ  
 أَقْلَ مَنْ أَظْهَرَ ذَلِكَ فَقَالَ عَلِيٌّ أَعُوذُ  
 بِاللَّهِ مِنْ جَمْعِ مَا اللَّهُ وَخَمْرٍ وَخَمْرٍ  
 بِبِلَادِي وَادَّخَلَنِي الْمَسْجِدَ فَصَحَّ النَّبِيُّ  
 ثُمَّ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ وَجَعَلَ يَضْمُرُ  
 دُمُوعَهُ تَجَاوَزَ عَلَى لِحْيَتِهِ وَجَعَلَ يُظَرِّقُ  
 لِلْبَقَاعِ حَتَّى اجْتَمَعَ النَّاسُ ثُمَّ خَطَبَ  
 فَقَالَ مَا بَالُ قَوْمِيذْ كَسُورُونَ أَخَوِي  
 سُرَّسُولِ اللَّهِ وَزُرَّسِرِيهِ وَصَاحِبِيهِ  
 وَسَيِّدِي قُرَيْشِي وَابْنِي الْمُسْلِمِينَ وَ  
 أَنَا بَرِيءٌ قَمَا يَنْ كَسُورُونَ وَعَلَيْهِمْ عِقَابُ  
 صَحْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
 سَلَّمَ بِالْحَيْدِ وَالْوَكَاةِ وَالْحَيْدِ فِي أَهْلِ اللَّهِ  
 يَا أَهْلَ الْبَيْتِ وَيَهْدِيَانِ وَيَقْصِيَانِ وَ  
 يُعَاقِبَانِ لَا يَسِرْ سِرَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لَا يُحِبُّ النَّجَسُ مَا حَبَّالَهُمَا  
 سِرِّي عَمَّا فِي أَهْلِ اللَّهِ فَقَبَضَ وَهُوَ عَمَّا  
 رَاضٍ وَالْمُسْلِمُونَ رَاضُونَ قَمَا تَجَاوَزَانِي  
 أَهْلِي وَبَيْنَهُمَا سِرِّي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي حَيَاتِهِ وَبَعْدَ مَوْتِهِ  
 فَقَبَضَ عَلَى ذَلِكَ رَجَعَهُمَا اللَّهُ قَوْلَانِي

راوی کہتا ہے میں ایک گروہ کو بلا بخونین کی تحقیق  
 شان کرتے تھے میں نے حضرت علیؑ کو اطلاع دی۔  
 اور اگر کہا کہ اگر تم خفیہ طور سے ان لوگوں سے تفرق  
 نہ ہو۔ تو ان کو ایسا کرنے کی جرأت نہ ہو۔ عبد اللہ  
 بن سبہ پہلا شخص ہے جس نے اپنا خفیہ باطن ظاہر  
 کیا۔ حضرت علیؑ نے کہا میں ان لوگوں سے پناہ مانگتا ہوں  
 خدا بخونین پر رحمت کرے۔ پھر آپؑ میرا ہاتھ پکڑ کر  
 مسجد میں داخل کیا خود میسر پر چڑھے۔ پھر ابی سبہ ایک  
 مٹھی میں پکڑ لیا۔ اور وہ مفید تھی۔ آپؑ اس پر کہہ کر  
 پر گرے گئے۔ آپؑ مسجد کے مکانات رکھنے لگے  
 حتیٰ کہ لوگ جمع ہو گئے پھر خطبہ شروع کیا۔ کیا حال ہے  
 اس گروہ کا جو رسول اللہؐ کے دو بھائیوں۔ آپؑ کے دو  
 ذیروں آپؑ کے دیاروں و پیش کے دو سرداروں میلانوں  
 کے دو باپوں کا امانت سے ذکر کرتے ہیں میں ان کی  
 اس جرأت سے سبزا رہوں۔ اور میں انہیں بہت پر  
 سزا دوں گا۔ رسول خداؐ کے دو اصحاب تھے۔ جو چہرہ بہرہ  
 اور وفاداری سے احکام الہی کی تبلیغ کرتے تھے۔ ہر  
 دہی کرتے اور فصل خصوصیات کرتے اور مجرموں کو  
 سزا دیتے تھے۔ رسول خداؐ ان کی رائے کے برابر  
 کسی کی رائے نہ سمجھتے تھے۔ اور ان کی محبت کے برابر  
 کسی کی نفرت تصور نہ کرتے تھے کیونکہ آپؑ ان کو کارخانہ  
 مستند و مضبوط پایا آپؑ ان سے راضی گئے اور تمام مسلمانان  
 کے بھی چہرہ بہرہ اپنے کام و دستور حضرت کی جیسی ہمارے  
 آپؑ کی زندگی میں بجا نہ کیا اور آپؑ کی وفات کے بعد بھی آپؑ  
 کی پوری تبلیغ کی اسی بات پر دونوں کی وفات ہوئی۔

خَالِقُ الْحَبَّةِ وَبِئْسَ الْكُنْمَةُ لَا يُحْشَوْنَ إِلَّا  
مُسْتَوْفِي قَاضِي كَوْنِهِ لَا يُغْضَى إِلَّا شَفِي مُلْكِهِ  
وَجِهَهُمَا قَرِيبُهُ وَبَعْضُهُمَا مُرَدُّقُ -

اسی کتاب میں دوسری جگہ یوں لکھا ہے - کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا -  
لَعَنَ اللَّهُ مَنْ أَهْمَهُ لَهْمًا إِلَّا الْخَسَنَ الْجَمِيلُ  
وَسَيَكُنْ ذَلِكَ انْشَاءُ اللَّهِ ثُمَّ كُنْ سَلَامِي  
ابْنُ سَبَا فَسَيَكُنْ إِلَى الْمَدَائِنِ وَقَالَ لَا تَسْأَلُنِي  
فِي بَلَدٍ وَلَا أَكْبَدُ -

ان روایات سے ثابت ہوا کہ بعض عداوت صحابہ کا بیچ اسی یہودی عبد اللہ بن سبا کا ہوا  
ہوا ہے۔ اس نے اپنے ہم خیال آدمی پیدا کر لئے تھے۔ اور ان کو کہتا تھا کہ امیر علیہ السلام  
کا حقیقتاً مذہب یہی ہے۔ بظاہر تقیہ کر کے ان کی مدح سرائی کرتے ہیں سچا پنجہ اس امر کی  
تشکایت جناب امیر علیہ السلام تک پہنچی۔ تو آپ لا حول پڑھنے لگے۔ اور مسجد میں عام مجمع کے  
سامنے برسرِ ممبر ایک فصیح خطبہ پڑھ کر فضائلِ شیخین کا اعتراف فرمایا۔ کہ وہ رسول کے بھائی  
راست باز و یارانِ غار۔ سردارانِ قریش جملہ مسلمانوں کے روحانی باپ تھے۔ ان کے دشمنوں  
سے میں سخت بیزار اور انہیں سزا دیتے پر تیار ہوں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ شیخین نے  
رسول پاک کا پورے طور پر حق صحبت ادا کیا۔ اور تبلیغِ احکامِ الہی اور امر و معروف اور نہی  
منکر کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا حضور ان کی رائے کو ہر حالت میں ترجیح دیتے تھے۔ اور  
ان سے سب سے بڑھ کر محبت و پیار فرماتے تھے۔ حضور ان سے راضی و خوشنود ہو کر  
فوت ہوئے۔ اور کافہ المسلمین ان کے کارناموں پر خوش و خرم رہے۔ انہوں نے  
رسول پاک کی زندگی اور بعد وفات پورے طور پر اتباع کی۔ اور سرِ موسیٰ و سرِ النبی سے  
تجاوز نہ کیا۔ حتیٰ کہ اسی پر ان کی وفات ہو گئی۔ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے اس تبلیغ  
خطبہ میں بالآخر خلفیہ طور پر فرمایا۔ کہ جو شیخین سے محبت رکھے۔ وہی مومن کامل ہے۔ جو  
بد نصیب ان سے بغض و عناد رکھے۔ وہ خارج از اسلام کھلا کافر ہے۔  
کیا شیعہ صاحبان جناب امیر علیہ السلام کے اس صریح فیصلہ پر صا کر نیلے۔ یا اس کو  
بھی تقیہ نامرضیہ پر محمول کر نیلے۔

دوسری روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ نے اس نابکار ابن سبہ کو اس جرم پر کہ وہ لوگوں کو شیخین کی بدگونی کی تعلیم دیتا تھا ملک بدر فرما دیا۔ اور اس کے لئے یہ سزا تجویز کی کہ وہ مردود عمر بھر کسی ایک بستی میں رہنا نہ پائے تاکہ اپنی شر پھیلا سکے۔ بلکہ ہمیشہ در بدر مارا۔ پھر اگرے۔

ایک اور روایت کتب شیعہ سے بھی جاتی ہے جس سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ اس مذہب کا بانی درحقیقت وہی ابن سبہ ہے چنانچہ ایک شیعہ مجتہد فاضل استرآبدی اپنی تصنیف منہج المقال میں لکھتا ہے۔

فَاقْتَضَرُوا إِلَى عِبَارَةِ الْكُتُبِ ذَكَرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ سَبَا كَانَ يَكُونُ يَأْتِيَهُمْ وَذَوَاتِي عَلَيْهِمْ وَكَانَ يَقُولُ وَهُوَ عَلَى يَهُودِيَّتِهِ نَبِيُّ يُوْشَعَ وَصِيِّ مُوسَى يَا لَعْنُوكُمْ فَقَالَ بَعْدَ إِسْلَامِهِ بَعْدَ وَفَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عِلِّيٍّ مِثْلَ ذَلِكَ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ أَشْهَرَ بِالْقَوْلِ بِفَرْضِ إِمَامَةِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَجْمَعَ الْبَرَاءَةَ مِنْ أَعْدَائِهِ وَكَاشَفَ مُخَالَفَتِهِمْ وَأَلْفَمَهُمْ قَالِ مَنْ كَانَتْ الشَّيْعَةُ أَهْلَ الشَّيْخِ وَالرِّفْضِ مِنَ الْيَهُودِيَّةِ۔

عبارت کخی رکھو بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ عبد اللہ بن سبا یہودی تھا۔ سلام لایا اور علیؑ کا محبت بنا۔ وہ اپنے یہودیت کے زمانہ میں یوشع و صی موسیٰ کی نسبت غلو کرتا تھا۔ پھر اسلام کے بعد رسول خداؐ کے فوت ہو جانے پر علیؑ کے بارہ میں ایسا خیال رکھتا تھا۔ اور وہ پہلا شخص ہے جس نے فرضیت امامت علیؑ کا اعلان کیا۔ اور ان کے اعداء سے تبرک کیا۔ علیؑ کے مخالفین کو برا کہتا اور انکو کافر قرار دیتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفین شیعہ کہتے ہیں کہ تشیع اور رخص کی اصل بننا یہودیت پر ہے۔

اس روایت سے جو فاضل مصنف منہج المقال نے بحوالہ رجال کشی بیان کی ہے۔ سارا بجا نشا ہی پھوڑا ہوا۔ کہ عبد اللہ بن سبا ایک الی شیعہ تھا یہودیت کے وقت یوشع خلیفہ موسیٰ کی نسبت خایا نہ اعتقاد رکھتا تھا۔ اسلام کے بعد بعد وفات رسولؐ حضرت علیؑ کی نسبت ایسا غلو کرنے لگا۔ اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ امامت علیؑ (خلافت بلا فصل) کی فرضیت کا پہلا اعلان عبد اللہ بن سبا کی طرف سے ہوا۔ اور لعنت و تبرک سنت کا بھی وہی امام ہے۔ سب بات کا بھی اعتراف ہے کہ ان ہی وجوہات سے شیعہ کے مخالفین (اہل سنت)

کہتے ہیں کہ تشیع ورفض کا بانی موجود عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔ اور رفض و تشیع یہودیت کی ایک شاخ ہے) مبارک مبارک

کیا لطف جو غیر پر وہ کھولے فرجاد وہ جو سر پر چڑھ گئے بولے  
حضرات شیعہ کو جب کہا جائے کہ مذہب پاک شیعہ کا موجود عبداللہ یہودی ہے۔ وہ سخت  
گھبرا کر بڑا بھلا کہنے لگتے ہیں۔ ان حضرات کو روایت بالائے حضرت سے دل سے غور کرنا چاہئے۔  
بہر حال بقول شخصہ ساتھ انکار کے پردہ میں کچھ اقرار بھی ہے۔

شیعہ حضرات لاکھ چھپائش۔ حق ریزان جاری۔ اس امر کلیران کو اعتراف کرنا چاہئے کہ  
جیشک عبداللہ بن سبا یہودی نے مولات علیؑ کے بھیس میں حضرات شیخین سے بغض و عناد  
کی تعلیم خفیہ و علانیہ کی۔ جلا وطن کی سزا بھی پائی۔ جناب امیر علیہ السلام نے برسرِ مہر اس کو  
اور اس کی فدیہ کو چھٹکار بھی کی۔ لیکن جو ضرورت کا تخم بوجھا۔ اس نے اسخربار و رہنما تھا  
پہلے نقیہ کی صورت میں مریدان ابن سبا سب صحابہ کرتے رہے۔ اب علانیہ ہونے لگی  
اعاذنا اللہ منہ۔

## شیعہ کے مختلف فرقے

چونکہ بانی مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا کی اصل غرض تخریب اسلام اور مسلمانوں میں اتقاقی  
پیدا کرنا تھی۔ اس نے اپنے زمانہ جلا وطنی میں مختلف بلاد میں مختلف قسم کی تعلیم دی جنہیں  
کو یہ کہا کہ علیؑ خدا ہیں۔ انسان کی شکل میں دنیا میں آئے۔ بعض کو کہا کہ وہ نبی ہیں۔ وہی  
ان کے پاس آتی تھی۔ لیکن غلطی سے جبرائیلؑ محمدؐ کے پاس لے گیا تھا۔ بعض کو کہا کہ جی  
نبی ہیں۔ اور خلیفہ بلا فصل۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیعہ کے بے تعداد فرستے پیدا ہو گئے  
ان کی تفصیل تھے اثنا عشریہ و دیگر کتب مبسوط میں موجود ہے لیکن ہم نے چونکہ اسی قدر  
بیان کرنا ہے جس کا ثبوت کتب شیعہ میں موجود ہو۔ اس لئے ہم کل فرقہ کی تشریح کرنا  
ضروری نہیں سمجھتے۔ کتب شیعہ میں تصریح ہے کہ ایسے بھی شیعہ ہیں۔ کہ جو جناب امیر علیہ السلام  
کی الوہیت کے قابل ہیں بعض ان کی نبوت کے معتقد ہیں۔ اور زیادہ وہ ہیں۔ جو ان کو  
نبیؑ اور خلیفہ بلا فصل مانتے ہوئے ان کی تعریف میں وہ غلو کرتے ہیں۔ کہ رسول پاک  
سے بھی ان کو زیادہ فضیلت دیتے ہیں۔ بلکہ خدائی صفات سے ان کو متصف گردانتے ہیں  
حق الیقین اردو سنہ ۱۳۰۳ میں ہے کہ ان نیرنگواروں کے غرائب اسوال و محاسن صفات



اور حالات غیب کی خبر دینے اور تمام معجزوں کے سبب جو کہ ان کے سبب مشاہدہ کرتے تھے۔ غالبوں میں سے بعضوں کو ان کی پیغمبری کا اور بعضوں کو ان کی خدائی کا اعتقاد ہے۔

اسی کتاب کے ص ۱۱ میں ہے بعض غالبوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حق تعالیٰ نے ائمہ ہدیٰ کو پیدا کر کے خلقت عالم کو ان بزرگواروں پر چھوڑ دیا۔ پھر اس کتاب کے ص ۱۵ میں یوں لکھا ہے بعض غالبان شیعہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت رسول خدا صلعم اور ائمہ ہدیٰ میں حلول کیا ہے یا ان کے ساتھ متحد ہوا ہے۔ یا ان کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

نیز حق الیقین ص ۱۷ میں ہے بعض غالبوں کا یہ قول ہے کہ حضرت امیر حضرت رسول سے افضل تھے۔

حق الیقین کی ان روایات سے ثابت ہوا کہ شیعہ میں ایسا فرقہ بھی موجود ہے۔ جو جناب امیر علیہ السلام کو پیغمبر بلکہ خدا مانتے ہیں۔ ایک فرقہ کا اعتقاد ہے کہ امیر علیہ السلام بلکہ تمام اہل بیت مخلوق خدا کے جملہ امور کے کفیل ہیں۔ رزق دینا۔ نفع و نقصان پہنچانا۔ موت و حیات سب ان کے اختیار میں ہے۔ خدا نے صرف ان کو پیدا کیا ہے۔ پھر محفل ہو گیا اور خدائی کے کل اختیارات ائمہ اہل بیت کو مل گئے۔ ایک فرقہ اس امر کا معتقد ہے کہ خدا نے رسول اور حضرت علیؑ اور ائمہ اہل بیت میں حلول کیا ہے۔ اور ان سے متحد ہو گیا ہے۔ یا ان کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ ایک فرقہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جناب امیرؑ حضرت رسول سے افضل ہیں۔ حق الیقین میں تصریح ہے کہ یہ سب شیعہ اہل علیؑ میں اور ان کے اور دیگر ائمہ ہدیٰ کے معجزات اور صفات قدرت اور علم غیب کے مشاہدات کی وجہ سے ان کی الوہیت کے قائل ہو گئے ہیں بقول شخصہ

لے باوصیاء میں ہمہ آورہ تست

یہ ساری مہربانی یہودی یعنی صناعی (ابن سبار) کی ہے جس نے اس نئے نزلے مذہب کی ایجاد کر کے اپنی تاثیر صحبت اور تعلیم ظاہری و باطنی سے اپنے متبعان (شیعہ) میں یہ سپرٹ پیدا کی۔

اور سچ پچھو۔ تو بعض نہیں بلکہ تمام شیعہ جناب امیر علیہ السلام اور ائمہ اہل بیت کو اگر خدا نہیں تو ضرور خدا ضرور مانتے ہیں۔ کیونکہ کافی کلینی میں ایسی احادیث موجود ہیں کہ ائمہ

ہوئے۔ علم ماکان و مایکون رکھتے ہیں۔ مرنا جینا ان کے اختیار میں ہے۔ چاہے مریں۔  
چاہے زندہ رہیں۔ آسمان زمین و مافہا کا ان کو کلی علم ہے۔ حق الیقین صراط میں جناب  
ابیر علیہ السلام کا قول درج ہے۔ کہ بادل اور عدد برق نور و ظلمت ہوا اور پہاڑ اور دریا سب  
چاند سب کچھ میرے تابع حکم میں۔ اب بتائیے اخذ الی کی کوئی صفت باقی رہ جاتی ہے۔ غرض  
وہ تمام خیالات جو دوسرے فرقوں میں پائے جاتے ہیں۔ نثر و اما سیدہ۔ اثنا عشریہ کی کتب  
حدیث و تفسیر میں اس کی تصدیق موجود ہے۔

ہمارے ملک کے شیعہ کے اعتقادات غالی شیعوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔  
وہ اٹھتے۔ بیٹھتے۔ چلتے۔ پھرتے یا اللہ کہنے کے بجائے یا علیؑ کا ورد پکارتے ہیں۔  
اللہ مام علیکم کی بجائے انہوں نے مسلمانوں سے الگ جو سلام بنا لیا ہے۔ یا علیؑ اللہ  
اس سے ان کے اس عقیدہ کی کہ وہ حضرت علیؑ کو خدا سے کم نہیں سمجھتے۔ پوری تصدیق  
ہوتی ہے۔ اور آپ کی نبوت یا افضل النبی ہونے کا یقین تو رگ دریشہ میں سمایا ہوا ہے  
چنانچہ اشاذ ذیل ان کے اندرونی صحیح خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

(۱) عَلَا الْاَمِیْنُ فَجَاءَتْهَا عَلٰی حُجَّتِہَا نَبِیُّ جِبْرِیْلُ اَمِیْنٌ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ کَوْنِہِ  
(۲) جِبْرِیْلُ کہ آمد بزبانی یہجوں نہ کہ بیش محمد شد و مقصود علی بود کہ جبریل جو گاہ الہی سے آیا اور محمدؐ کا  
چونکہ شیعہ کے تمام فرقے اسی زبور و سٹی کے درس یافتہ ہیں۔ جو عبد اللہ بن سبا سے قائم کی۔  
اس لئے معتقدات میں ان کا متحد ہونا قدرتی اور لازمی بات ہے۔ غرض یہ سب کچھ ہر مانی اسی  
استاذ ازل (ابن سبار) کی ہے۔

ہر جنس و قمار کہ در راہ نمودے دارو نہ آخر اے باد صبا ایں ہمہ آور دہ تست  
خدا ہمیں ایسے مشرک نہ خیالات سے بچائے۔ اور تمام مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق  
بخشے۔ آمین خم آمین۔

## شیعہ کا ادعاۓ قدرت

شیعہ کہتے ہیں کہ ہمارا وجود قدیم سے ہے۔ تمام غیر شیعہ تھے۔ آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ  
سب شیعہ تھے۔ رسول پاکؐ بھی شیعہ تھے۔ سب میں ختم واداک بائید گریست۔ ان کو  
اتنی سمجھ نہیں کہ شیعہ خارجی کا وجود تو اس وقت سے ہے جب بقول ان کے منصب خلافت

ہوا جو گوشتیں زندہ کو مانتے۔ اور ایک حضرت علیؑ کو نہیں مانتے۔ وہ خارجی اور جو ایک حضرت علیؑ کو مانتے اور تین کو نہیں مانتے وہ شیعہ اور ماضی کہلاتے ہیں۔ پھر پہلے پیغمبروںؑ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ کا شیعہ ہونا چہ معنی دارد جب نہ حضرت علیؑ تھے نہ باقی یاران نبیؑ۔ اور حضرت رسولؐ پاک اگر شیعہ ہوتے تو تین یاروں کو ان کے دربار میں جگہ ہی کا یہ کو کہنتی۔ وہ رسولؐ کے شام و سحر کے رفیق۔ سفر و حضر کے ہم کھیل ہوتے۔ حضورؐ ان کو اپنی بیٹیاں نہ دیتے نہ ان کی بیٹیاں لیتے۔ یہ تو فیصلہ ہو گیا۔ کہ آپ شیعہ نہ تھے۔ ورنہ یہ تین بزرگواران یاران نبیؑ نہ کہلاتے۔ ہاں حضرت علیؑ بھی شیعہ نہ تھے۔ ورنہ ان کے شیرکار۔ ہمارے میں ان کے معیش و مددگار نہ رہتے۔ ان کے پیچھے نمازیں نہ پڑھتے۔ غنائم سے حصہ نہ لیتے۔ اپنے عزیزندوں کے نام ان کے ناموں پر نہ رکھتے۔ اپنی بیٹی ام کلثوم خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کو نکاح نہ کر دیتے۔ ان کی مدح و توصیف میں رطب اللسان نہ رہتے۔ غرض دربار و قصویٰ میں بھی دربار مصطفویٰ کی طرح شیعیت کو جگہ نہیں ملی بلکہ آپ جمع عام میں برسبر صحابہ رسولؐ کی تعریف کر کے شیعیت کی مذمت فرماتے رہے۔ ہر چند تلاش کرو شیعیت کا سراغ چلتا ہے۔ تو اسی ابن سبا سے جس کو جناب امیر علیہ السلام نے دھتکار کر مدینہ رسولؐ سے نکال دیا تھا۔ اور ملک ملک مارا مارا پھر تار ہا۔

اب ہم قرآن پاک کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کہ قرآن میں شیعیت کی نسبت کیا فیصلہ ہے شیعہ بڑا ناز کیا کرتے ہیں کہ ہمارا نام قرآن مجید میں بھی ہے۔ لیکن سنیوں کا نام نشان قرآن میں نہیں ملتا۔ یہ معلوم نہیں۔ کہ قرآن میں جہاں کہیں لفظ شیعہ لکھا ہے۔ اس سے مراد کفار اشرار ہیں اور بس۔ اور قرآن پاک کی ورق گردانی کریں۔ پھر شیعہ تفاسیر سے اس کا سمجھنے تلاش کریں۔ شاید شیعہ حضرات میں سے کسی کو سمجھ آ جائے۔ کہ یہ مخوس نام قرآن میں بیوقوفوں کی بجائے بدوں کے حق میں استعمال ہوا ہے۔

## لفظ شیعہ کی مذمت قرآن میں

(۱) اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْ اَهْلَهَا شِيْعًا (پارہ ۲۰ پاؤ ۱) یعنی فرعون نے زمین میں عروج کیا۔ اور شیعہ فرعونؑ رعیت کا نام ہے جس کا سرگروہ فرعونؑ ہے (شیعو مبارک)  
(۲) اِنَّ الْاِنْسَانَ كِرْهًا فَرَّغُوا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيْعًا كَانَتْ مِنْهُمْ فِيْ تَرْسِيٍّ (پارہ ۸ پاؤ ۲)

یعنی جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور ہو گئے شیعہ شیعہ لے میرے  
جیب تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

شیعہ کی مستند تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱ ص ۳۷۹ میں اس کا خلاصہ یہ لکھا ہے۔ کہ اس جگہ  
شیعہ شیعہ کا لفظ یہود اور نصاریٰ وغیرہ کفار پر استعمال ہوا ہے۔

(۳) قُلْ هُوَ الْعَزِيزُ عَلَىٰ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ قَوْلِكُمْ اَوْ مِّنْ اَرْضِكُمْ  
اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيْعًا (پارہ ۲، پاؤں ۳) یعنی اس بات پر قادر ہے کہ بھیجے تم پر عذاب اور پرے  
یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے۔ یا تم کو شیعہ شیعہ بنا کر آپس میں لڑائے یعنی ایسے  
عذاب میں اللہ تم کو خراب کرے۔ عمدۃ البیان جلد ۱ ص ۳۵۳ میں ہے۔ کہ یہاں شیعہ شیعہ  
کا لفظ خسروں۔ قتلہ بازوں اور فسادوں پر استعمال ہوا ہے۔

(۴) وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِيْنَهُمْ وَكَانُوا شِيْعًا (پارہ ۲، پاؤں ۲)  
یعنی اے لوگو نہ ہو تم ان شیعوں سے کہ جنہوں نے فرقہ فرقہ ہو کر اپنے دین کو برباد کر دیا  
عمدۃ البیان جلد ۳ ص ۳۸۱ میں لکھا ہے۔ کہ یہاں شیعہ شیعہ مشرکوں بہت پرستوں اور  
مخالفان دین۔ یہود۔ نصاریٰ وغیرہ کو کہا گیا ہے۔

(۵) وَلَقَدْ اٰمَرْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيْعِ الْاَوَّلِيْنَ وَمَا يَأْتِيْهِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهِ  
يَسْتَهْزِؤْنَ (پارہ ۲، پاؤں ۱) یعنی ہم بھیج چکے ہیں۔ اے رسول تجھ سے پہلے اگلے شیعوں  
میں اور نہیں آیا ان کے پاس کوئی رسول مگر کرتے رہے ان سے ٹھٹھے۔ عمدۃ البیان جلد ۱ ص ۳۸۱  
میں ہے۔ کہ اس آیت میں شیعہ ان لوگوں کو کہا گیا ہے۔ جو خدا کے پیغمبروں اور رسولوں  
کو ٹھٹھے محول کر نیا لے کا فر تھے۔

(۶) مَّا فَعَلُوْا بِاَشْيَاعِهِمْ اَتَمُّ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مِّنْ رَّبِّهٖ (یعنی ایسا کیا گیا اگلے شیعوں  
کے ساتھ بیشک وہ بد گمان اور تہمت کرنے والے تھے۔ عمدۃ البیان جلد ۳ ص ۳۹۱ میں ہے  
کہ یہاں شیعہ ان کافروں کو کہا گیا ہے۔ جو خانہ کعبہ گرانے آئے تھے۔ اور جن پر عذاب نازل ہوا)

(۷) وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا اَشْيَاعَكُمْ (پارہ ۲، پاؤں ۲) یعنی ہم نے ہلاک کیا ہے اگلے شیعوں  
کو۔ اشیاء جمع شیعہ کی ہے۔ عمدۃ البیان جلد ۳ ص ۳۸۱ میں ہے۔ یہاں شیعہ اگلے کافروں کو کہا گیا ہے  
(۸) فَوَسَّوْا بَيْنَكَ لَلْمُحْسِنِيْنَ وَالشَّيْطٰنِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَخْصُصْهُمْ مَّحُوْلٌ جَهَنَّمَ جَهَنَّمَ۔

(پارہ ۲، پاؤں ۲) یعنی تم نے تیرے رب کی کہ قیامت کو ہم ضرور حشر کریں گے ان کو شیطانوں



کے ساتھ پھر حاضر کرینگے۔ انہیں کو گردا گرد و درخ کے جب وہ نرا توڑوں کے بل جیکر  
 آئینگے ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَنِ عَذِيًّا (پھر ہم نکالیں گے  
 و درخ میں ڈالنے کو پہلے ان شیعوں سے جو ہوگا۔ ان میں سے بہت سخت خدا سے  
 کرش یعنی کفار و شیاطین سے جو بڑا کافر و نافرمان شیعہ ہوگا۔ پہلے ہم اس کو و درخ  
 میں ڈالینگے عمدۃ البیان جلد ۲ ص ۱۱۱ میں ہے۔ فرمایا اللہ عزوجل نے کہ ان شیعوں  
 میں سے جو بڑا کرش ہوگا پہلے ہم اس کو و درخ میں ڈالینگے۔

ان تمام آیات میں لفظ شیعہ کا اطلاق کفار۔ مشرکین۔ فتنہ باز۔ فسادیلوں۔ یہودیوں  
 کرش شیطان صفت گروہ پر ہوا ہے۔ پھر شیعہ خود ہی غور کریں۔ کہ کیا وہ اس لفظ کا مصداق  
 بنا جاتے ہیں۔ لفظ شیعہ پر ناز ہے۔ تو لیجئے ان آیات کا مصداق بنا گوارا کیجئے۔  
 آخر قرآن کے الفاظ تو ہیں۔ بقول شخص سے

کہے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے و درکی تو گواہ نہیں پڑاں سے نکلے ہوئے تو میں  
 ہاں دو آیات میں لفظ شیعہ کا اطلاق بظاہر اچھے معنے میں نظر آتا ہے جس سے شیعہ  
 اپنی قدامت پر استدلال بھی کیا کرتے ہیں۔

(۱) هَذَا آمِنْ شِيعَتِهِ وَ هَذَا آمِنْ عَدُوِّكَ (پارہ ۲۰ پاؤ ۲) یہ اس کے گروہ سے ہے  
 اور یہ اس کے دشمنوں سے (شیعہ کہتے ہیں۔ کہ یہاں شیعہ کا معنی دوست و رفیق ہے۔  
 جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے رفقاء کو بھی شیعہ کہا جاتا تھا۔ لیکن یہ  
 محض شیعہ کی تافہی اور عدم تدبیر فی القرآن کا نتیجہ ہے۔ وہ پہلا شخص گو حضرت مرسل  
 کے قبیلے بنی اسرائیل میں سے تھا مگر منافق و مشرک تھا۔ اور اسی گروہ میں سے تھا۔ جو  
 اس سے پہلے گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوئے تھے۔ بلکہ مفسرین فرماتے ہیں کہ اسی کا نام  
 سامری تھا۔ جو گوسالہ پرستوں کا استاد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے پہلے دن  
 بھی اسی شیعہ کو لفظ مجرمین میں شمار کیا۔ پھر دوسرے دن تو اس کی نسبت صاف صاف  
 فرما دیا۔ اِنَّكَ لَخَوِيٌّ مُّغْتَبَضٌ (یعنی تیرا ایک مفسدہ خواہ بظاہر گمراہ ہے پھر یہاں بھی لفظ شیعہ کا

دراگال ساری بیا آفتاب علی فلن الون لظہیر اللہ ص ۱۱۱ (موسیٰ نے کہا اے رب جہا تو نے مجھ پر فضل کیا پھر یہاں بھی  
 گنہگار دکھانے کا ارادہ ہو گا) یعنی بنی اسرائیل کے بعد ہر ایک کی نسبت سے یہ لفظ نکالتا گیا ہے۔ پھر یہاں بھی ذکر ہو گا۔  
 سے کا ضمیمہ فی اللہ ص ۱۱۱ خاتمہ کفر قبائلہ لظہیر اللہ ص ۱۱۱ میں مستقر حکم قال لک موسیٰ اِنَّكَ لَخَوِيٌّ  
 مُّغْتَبَضٌ (صبر کر موسیٰ اٹھا) اس شخص پر گھبرا ہوا راہ دیکھتا۔ اچانک وہی شخص نظر کرنا جسے کل مدد ملی تھی اس کو برا دیکھتا ہے۔  
 موسیٰ نے کہا تیرا ایک تو میرے گمراہ ہے) یہ وہی شیعہ تھا جسے پہلے روز ایکوا اشتغال دلا کر ایک آدمی مراد والا۔ دوسرے روز پھر بیطرح

اسے چلا دیا ہوا آپ کو اس نے کس لئے آیا تو اپنے اسے کہہ دیا۔ ہٹ جاؤ ورنہ ایک مفسدہ صریح گمراہ آدمی ہو گا

اچھے شخص پر نہیں۔ بلکہ مجھے شخص پر اطلاق ہوا ہے۔ یہ شخص موسیٰ کا دوست نادر و دشمن (دشمن) تھا جس کی وجہ سے آپ کو شہر چھوڑ کر مدین کی طرف بھاگ جانا پڑا۔ بڑی صعوبت سفر برداشت کرتے ہوئے۔ ایک نیک و شعیب کے ہاں جا کر پناہ لی۔ کئی سال اپنے وطن سے جلا وطن رہے۔ غرض اس آیت سے بھی شیعہ کا مدعا پورا نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی تردید ہوتی ہے۔

(۲) وَذِکْرَ مَنْ شَیْبَعْتَهُ لِأَبِیْہِمْ إِذْ جَاءَ رَبُّکَ بِقُلُوبِ سُلَیْمٍ اِذْ قَالَ لِرَبِّیْہِ وَ قَوْمِہِ مَاذَا اَنْتُمْ ذُنُوبُ (یعنی اس کے گردہ میں سے تھا ابراہیم جب کہ ابا رب اپنے کی طرف سلامت دل لیکر) شیعہ کہتے ہیں۔ کہ یہاں شعیب کا لفظ ابراہیم (بنیہبر پر اطلاق ہوا ہے) اور ابراہیم شیعہ تھے۔ لیکن یہ بھی ان کی خوش فہمی اور قرآن وانی کا نتیجہ ہے۔ معنی آیت کا یہ ہے کہ ابراہیم کا تو کہ قوم شیعہ (کفار) میں ہوا۔ جس سے نکل کر آپ اپنے رب کی طرف صاف دل ہو کر آگئے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ وہ خود شیعہ تھے۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ قوم شیعہ یعنی اس قوم سے نکل کر آپ ہدایت یافتہ ہو کر اپنے رب کے پاس آگئے۔ جو نوح کے مخالف گمراہ قوم چلی آتی تھی۔ اور نوح کے وعظ و نصیحت سے ان کو کچھ اثر نہ ہوا تھا۔ یہ اس آیت کی تصدیق ہے جس کا مضمون ہے کہ اسے رسول تجھ سے پہلے اگلے شیعوں میں بھی ہم رسول بھیج چکے ہیں۔ جو پیغمبروں کو ایذا پہنچاتے تھے۔

یہ دونوں آیات بھی پہلی آیات کی طرح شیعہ کے سخت مخالف ہیں۔ ہاں ان کی کچھ کافری ہے۔ مگر نہ ہوئے مفسرین سے آگاہ نہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سنیل کا قرآن میں کہیں ذکر ہی نہیں۔ اس لئے ہم فقط سنت کی

## قرآن میں لفظ سنت کی تشریح

(۱) سُنَّةَ اللّٰہِ فِی الدِّیْنِ خَلُوْمٌ قَبْلُ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا اَقْدَرُ وُسْرًا (عمدۃ البیان جلد ۳ ص ۱۰۷) میں ہے کہ سنت طریقہ اللہ کا ہے۔ جو چلا آیا ہے اگلے پیغمبروں میں۔ (۲) یُرِیْدُ اللّٰہُ لِيُثَبِّتَ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَیَقْبَلَ بِکُمْ سُنَنَ الدِّیْنِ مِنْ قَبْلِکُمْ وَتَبُوْبَ عَلَیْکُمْ (پارہ ۵ باب ۱) عمدۃ البیان جلد ۳ ص ۱۰۷ میں ہے۔ ہدایت کرے اللہ تم کو طریقہ ان لوگوں کے جو پہلے تم سے مثل ابراہیم اور اسمعیل کے گذرے۔

(۳) سُنَّةٌ مِّنْ أَمْرِ سَلَّمَ قَبْلَكَ مِثْقَىٰ سُلَيْمَانَ وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا (سنت طریقہ ان رسولوں کا ہے جو تجھ سے پہلے بھیجے گئے۔ اور نہ پائیگا تو میری سنت و دستور میں تفاوت یعنی سب رسولوں میں اسی طرح میری سنت کا طریقہ چلا آیا ہے عمدۃ البیان جلد ۲ ص ۲۸۵ میں ہے۔ طریقہ رکھنا ان رسولوں کا تحقیق بھیجا ہم نے ان کو تجھ سے پہلے پیغمبروں سے کہ جو کوئی پیغمبروں کو جھٹلاوے۔ تو ہم ہلاک کرتے ہیں اس کو۔ اور نہ پائیگا تو اسے محمدؐ واسطے اس سنت اور طریقہ ہمارے کے پھر جانا۔

(۴) سُنَّةُ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَكِنْ قَجَدَ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا (پاکہ ۲۷ پاؤں) عمدۃ البیان جلد ۳ ص ۲۸۵ میں ہے یعنی سنت طریقہ اللہ کا ہے۔ اس کو کوئی تغیر کرنے والا نہیں ہے۔

(۵) قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ (پاکہ ۱۳ پاؤں) گزر چکا طریقہ پہلے لوگوں کا۔

(۶) إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ (پاکہ ۱۵ پاؤں) عمدۃ البیان جلد ۲ ص ۲۸۵ میں ہے یعنی نبیؐ ان کو طریقہ خدا کا ہلاک کر نہیو الا اگلے لوگوں کو۔

(۷) سُنَّةُ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ (عمدۃ البیان جلد ۳ ص ۲۸۵ میں ہے۔ سنت طریقہ اللہ کا ہے۔ اس کے اگلے بندوں میں چلا آیا ہے۔

(۸) قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَنْتَهُوا أَيْغُفِرَ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ وَأَنْ تَعُوذُوا فَقَدْ جُعِلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ (کفار کو کہہ دیجئے اگر وہ باز آجائیں۔ ان کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اگر انہوں نے پھر وہی گناہ کیا۔ تو پہلوں کا طریقہ گزر چکا ہے۔ (یعنی خدا ان سے وہی لوگ کر چکا۔ جو پہلے سے اس کا دستور چلا آتا ہے)۔

(۹) فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّةَ الْأَوَّلِينَ فَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلنَّاسِ تَحْوِيلًا (یعنی وہ نہیں دیکھیں گے۔ مگر پہلوں کے طریقہ کو اور خدا کے طریقہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی)

ان تمام آیات قرآن میں لفظ سنت کی خدا یا رسولؐ کی طرف اضافت ہے پھر سنی اور اہل سنت وہ لوگ ہیں۔ جو سنت الرسولؐ کے پیرو ہیں۔ یہی رسولؐ اگر وہ مشیع السنۃ ہے۔ اسی کی تاکید رسولؐ پاک اور ائمہ ہدئے کرتے رہے۔ کہ سنت الرسولؐ کو کبھی نہ چھوڑنا۔ لیکن آج دعیان اسلام سے ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو جہالت سے لفظ سنت اور السنۃ پر تشخیر کرتے ہیں۔

ہم اس امر کا ثبوت کتب شیعہ سے دینا چاہتے ہیں۔ کہ رسول پاک اور ائمہ اہل بیت سنت الرسول کی اتباع کی ہدایت فرماتے رہے۔

## اتباع سنت کی تاکید

(۱) جلاء العیون اردو جلد ۱ ص ۲۷ میں ہے شیخ مفید و شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسول نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی۔ اور حضرت کو معلوم ہوا کہ اب زیادہ رحلت قریب ہے ہمیشہ خطبہا بے بلیغ فرماتے تھے۔ اور لوگوں کو اپنے احکام کی سختی اور اپنے بعد فقہ و فتنہ اُدارنے سے منع فرماتے اور ڈراتے تھے۔ اور وصیت فرماتے تھے۔ کہ میرے طریقہ اور سنت سے دست بردار نہ ہونا۔

(۲) کتاب مذکور جلد ۱ ص ۲۸ میں جناب امیر کی آخری وصیت کے الفاظ میں درج ہیں میری وصیت تم سے یہ ہے۔ کہ خرب بحداد نہ درگوار نہ لانا اور کسی چیز کو اس کی عبادت میں شریک نہ کرنا۔ اور سنت و طریقہ حضرت رسول کو ضایع نہ کرنا۔

(۳) پنج البلاغہ ص ۱۲۸ میں ہے میں تم کو دو چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔ ایک خدا کو واحد سمجھنا دوسری محمد کی سنت کو ضایع نہ کرنا۔

(۴) کتاب مذکور ص ۱۲۸ میں ہے۔ امام وہ ہے جو سنت نبی کا عامل ہو۔ اسی کتاب کے ص ۱۲۹ میں ہے۔ وہ امام قرآن و سنت پیغمبر کو زندہ کرے گا۔

(۵) فرسوع کانی جلد ۲ ص ۱۲۳ میں ہے فَمَنْ رَغِبَ عَنْ مَسْنَدِى فَلَيْسَ مِنِّى (جو شخص میری سنت سے روگردان ہو وہ مجھ سے نہیں ہے)۔

دیکھئے رسول پاک اور جناب امیر علیہ السلام نے جو وصیت بر وقت وفات فرمائی۔ وہ اتباع سنت الرسول ہے۔ امام کی تعریف ہی یہ بیان کی کہ جو سنت نبوی کا عامل ہو اور جو سنت پیغمبر کو زندہ کرے۔ پھر جو لوگ لفظ سنت یا اہل سنت پر تمسخر کرتے ہیں۔ وہ رسول پاک اور حضرت علی المرتضیٰ کے اقوال پاک کو جھٹلاتے ہیں۔ بیشک بقول رسول و ائمہ اہل بیت نہایت کتب شیعہ وہی فرقہ حقہ ناجی ہے۔ جو اہل سنت کہلاتا ہے۔ ہاں شیعہ کی سہری قرآن سے پڑھ چکے ہو۔ اور یہ کلمی لفظ شیعہ کا اطلاق قرآن میں جا بجا فرعون کی گردہ کفار و مشرکین۔ یہود و نصاریٰ پر ہوا ہے پھر تعجب ہے کہ شیعہ یہ کہتے ہوئے نہیں فرماتے کہ خبیث کا



ذکر تو قرآن میں ہے۔ لیکن اہل سنت کا قرآن میں امام دشنام تک نہیں۔ ٹھیک ہے سہ  
اول ہی سے بشر کو ہے غبت خلافت لیتا تھا کام نہ کا شکم قرین ف سے

## شیعوں کی احادیث

اس سے پہلے ہم کافی بحث کر آئے ہیں۔ کہ شیعوں کا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ اور اس  
قرآن جمع کردہ علیؑ پر ان کا ایمان ہے۔ وہ ابھی غار سے باہر نہیں نکلا۔ اور ظاہر ہے۔ تاثراتی  
از عراق آورده شود مارگزیدہ مردہ شود۔ لاکھوں شیعے اس قرآن کی انتظار میں مر گئے۔ اور کروڑوں  
آئندہ مرینگے۔ لیکن اس موبہ قرآن کا ملنا محال۔ اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ حدیث کا  
سراپا شیعہ کے ہاں کہاں تک پایا جاتا ہے ہم دلائل سے بیان کریں گے۔ کہ حدیث صحیح کی طرف  
سے بھی ان بیچاروں کو صاف جواب ہے۔ اول اس لئے کہ روایت حدیث ایسے ملے ہیں۔ کہ  
ان کے معنیوں پر اہل بیت کو اعتبار نہ تھا۔ انہوں نے ائمہ ہدے کو سخت کُست کہا۔  
ائمہ نے ان کو کوسا۔ کتب شیعہ میں تصریح ہے۔ کہ وہ عہد ائمہ ہدے پر جھوٹ باندھتے اور  
جھوٹی حدیثیں بنا بنا کر ان سے منسوب کیا کرتے تھے۔

## راویان حدیث

احادیث شیعہ کا بہت بڑا راوی زرارة بن اعین ہے۔ کتاب کافی کی ثلث احادیث اسی کی روایت  
سے ہیں۔ اور منجملہ مبشرین بالجنت ہے (دیکھو رجال کشی ص ۱۳۳) اس کی نسبت امام جعفر صادقؑ فرماتے  
ہیں *سَمِعْتُ اِمْرَاةً شَرَّاءَ مِّنْ اَيُّهَا مَوْلَايَ وَالتَّصَانُفِي (رجال کشی ص ۱۳۴)* یعنی زرارة یہود و نصاریٰ سے  
بھی بدتر ہے۔ یہ بھی فرمایا۔ *كَذَّبَ عَلٰی سَيِّدَا دَلَّهِ لَعَنَ اللّٰهُ مَرْاَسَةً (رجال کشی ص ۱۳۵)* خدا کی  
لعنت ہو زرارة پر اس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے۔ یہی زرارة صاحب ہیں۔ جنہوں نے  
حضرت امام محمد باقرؑ کو بڑھاپے علم کہا۔ جیسا کہ اصول کافی ص ۵۵ میں ہے۔ کہ زرارة کو امام  
ممدوح سے ایک مسئلہ میں تکرار ہو گئی۔ جب امامؑ نے زرارة کو اس پر تنبیہ کی۔ تو کہنے لگا  
شَيْخٌ لَا عِلْمَ لَهُ بِالْاَخْصُوْمَةِ (اس بڑھے کو خصومت کا علم نہیں ہے۔

رجال کشی کی بعض روایات میں یہ بھی ہے۔ کہ زرارة پر امامؑ نے اور امامؑ پر زرارة نے لعنت  
کی (معاذ اللہ) دوسرا راوی ابو بصیر ہے جس نے امام جعفر صادقؑ کو طماع بتایا جس پر کہنے

نے اس کے منہ میں پیشاب کر دیا۔ امام موسیٰ کاظم کے علم کو ناقص کہا (تفہیم ص ۱۷۸)  
 ایک اور راوی مختار بن ابی عبیدہ میں جن کی نسبت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: کَلَّا لَمْ تُحْتَسِبْ  
 یُکَذِّبْ عَلٰی عَلٰی بْنِ الْحُسَیْنِ (مختار امام زین العابدینؑ پر جھوٹ باندھا کرتا تھا یعنی ان کے  
 امام پر جھوٹی حدیثیں وضع کرتا تھا۔ ایک اور راوی حدیث حکم بن عتیہ ہے۔ زرارہ نے  
 امام جعفر صادقؑ سے کہا: کہ حکم بن عتیہ نے آپ کے والد سے یہ روایت کی ہے۔ کہ انہوں  
 نے فرمایا نماز مغرب مزدلفہ سے دس پڑھوے۔ اس پر امام صادقؑ نے تین بار قسم کھا کر فرمایا  
 مَا قَالَ ابْنِیْ هٰذَا اَطَّلَعْتُ عَلَی الْحَکَمِ بْنِ عَتِیْبَةَ عَلٰی ابْنِ عَلَیِّهِ السَّلَامِ (رجال کشی ص ۱۳)  
 (میرے باپ نے یہ ہرگز نہیں فرمایا۔ حکم بن عتیہ نے میرے والد پر جھوٹ باندھا ہے)۔  
 امام صادقؑ فرماتے ہیں: کَانَ لِلْحَسَنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَنْزٌ اَبَیْ یُکَذِّبُ عَلَیْهِ وَکَانَ  
 لِلْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَنْزٌ اَبَیْ یُکَذِّبُ عَلَیْهِ وَکَانَ الْحُتَّاسُ یُکَذِّبُ عَلٰی عَلٰی بْنِ  
 الْحُسَیْنِ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ وَکَانَ الْمِخْنَةُ بَيْنَ سَعِیْدٍ یُکَذِّبُ عَلٰی ابْنِیْ (رجال کشی ص ۱۷)  
 یعنی امام حسنؑ کے لئے ایک کذاب تھا جو ان پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ ایسا ہی ایک اذکذاب  
 تھا۔ جو امام حسینؑ پر جھوٹ باندھتا تھا۔ مختار امام زین العابدینؑ پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ اور  
 مغیرہ بن سعید میرے والد امام محمد باقرؑ پر جھوٹ باندھنے والے تھے) پھر بتائیے۔ جب  
 ایک ایک امام کے لئے ایک ایک شخص ایسا مقرر تھا جس کی ڈیوٹی امام والا مقام کی  
 جھوٹی حدیثیں وضع کر کے لوگوں میں شہر کرنے کی تھی۔ چنانچہ حسینؑ اور امام زین العابدینؑ  
 اور امام محمد باقرؑ تک حضرت صادقؑ نے ان کذابوں کی تشریح کر دی۔ تو پھر احادیث ضعیفہ کا اعتبار  
 کیا رہا۔

اور سنئے! امام ابو الحسن رضا علیہ السلام کذابین کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔  
 کَانَ بَنَاتُ یُکَذِّبُ عَلٰی عَلٰی بْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ قَاذِرَةُ اللّٰهُ حَرَّةُ الْحَدِیْدِ  
 وَکَانَ مَغِیْرَةُ ابْنِ سَعِیْدٍ یُکَذِّبُ عَلٰی ابْنِ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَاذِرَةُ اللّٰهُ حَرَّةُ الْحَدِیْدِ  
 وَکَانَ مُحَمَّدٌ ابْنُ بَشَّارٍ یُکَذِّبُ عَلٰی ابْنِ الْحُسَیْنِ مُؤَسِّی عَلَیْهِ السَّلَامُ قَاذِرَةُ اللّٰهُ  
 حَرَّةُ الْحَدِیْدِ وَکَانَ اَبُو الْخَطَّابِ یُکَذِّبُ عَلٰی ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَاذِرَةُ  
 اللّٰهِ حَرَّةُ الْحَدِیْدِ وَالَّذِیْ یُکَذِّبُ عَلٰی مُحَمَّدٍ ابْنِ فَاطِمَةَ (رجال کشی ص ۱۷)  
 یعنی بنان امام زین العابدینؑ پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ اسے گرم لوہے کا غدا چکھائے

نیرود بن سعید امام باقرؑ پر محمد بن بشیر موسیٰ رضی اللہ عنہما پر ابو الخطاب امام صادقؑ پر جھوٹ باندھا کرتے تھے۔ خدا ان کو گرم دہے گا عذاب چکھائے۔ ابو محمد پر محمد بن فرات جھوٹ باندھا کرتا ہے (دیکھئے) امام صادقؑ سے تو صرف امام باقرؑ تک ان پر جھوٹ باندھنے والوں کی فہرست دی تھی۔ لیکن امام رضاؑ نے اپنے زمانہ تک کے کذابوں کی تشریح کر دی۔ جو اپنے اپنے وقت کے امام کی طرف سے جھوٹی حدیثیں گھڑ کر لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔ پھر بقول شخصے سے ایں خانہ تمام آفتاب است

جب تمام روایات کی حالت یہ ہو کہ انہوں نے امام کرامؑ پر جھوٹ باندھتے۔ ان کی طرف سے جھوٹی حدیثیں وضع کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہو۔ تو پھر احادیث شیعہ کا کیا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایسی ایسی احادیث کتب شیعہ۔ کافی تہذیب تبصیر وغیرہ میں بھری ہیں جو کبھی عقل باور نہیں کر سکتی۔ کہ اللہ طاہرین نے ایسا فرمایا ہو۔ (کما مر تفصیل)

اب ناظرین خود ہی خیال فرمائیں۔ کہ قرآن تو پہلے ہی سے گم تھا۔ حدیث کا بھی اعتبار جاتا رہا۔ تو نہ مذہب شیعہ کی تمام بنیاد ہی متزلزل ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ سبائی کی مٹی کی گلدازی ہے۔ کہ جبکو زرارہ۔ ابو یوسف۔ مختار۔ یغوث۔ جیسے سرگرم مہمل گئے۔ جو کوئی نہ مچکے۔ امام کرامؑ کی طرف سے حدیثیں گھڑ کر سبائی مذہب کی ترویج کرتے تھے۔ چونکہ شیعہ مذہب میں تنقید رجال کا کوئی سامان نہیں۔ نہ اسناد کا اور نہ ترک پہنچنا ضروری ہے۔ روایت حدیث کے لئے راوی کا اتنا ہی فرض ہے۔ کہ کسی امام کے ذمے لگا کر روایت سکندر ش ہو جائے۔ اس لئے یہ طوفان بے تیزی برپا ہو گیا۔ تفسیر (جھوٹ) جزو ایمان سمجھا گیا۔ متد کی فضیلت کی حدیثیں بنائی گئیں۔ تعزیر داری باعث نجات تصور کیا گیا۔ توسل علیٰ ہذا۔

## روایت حدیث

شیعہ کے ہاں روایت حدیث کا بھی عجیب طریق ہے۔ الفاظ حدیث میں کمی بیشی کر لینے کا بھی اختیار دیا گیا ہے۔ اور جس حدیث کو بیٹے سے سنا ہو وہ باپ سے اور جو باپ سے سنی ہو۔ وہ بیٹے سے روایت ہو سکتی ہے۔ یہ بھی اختیار ہے کہ حدیث کے الفاظ یا دہ نہ ہوں تو اول و آخر اور میان کے کچھ الفاظ لکھ کر حدیث کی روایت کی جائے۔ ایسی کی کتاب میں

کوئی حدیث کبھی ہونی ملجائے۔ تو صاحب کتاب کی طرف سے بغیر ریافت کے روایت کر سکتے ہیں۔ اور جو شخص کوئی حدیث سچ جھوٹ روایت کر دے۔ اس کی روایت قبول کر لینا جائز ہے سچ ہو تو راوی کو ثواب ورنہ مروی حدیث کو گناہ ہوگا۔ یہ جملہ امور احادیث ذیل سے ثابت ہیں۔

(۱) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَسْمَعُ الْحَدِيثَ مِنْكَ فَأَزِيدُ وَأَنْقُصُ قَالَ إِنْ شِئْتَ مَعَانِيهِ فَلَا بَأْسَ بِهِ (اصول کافی ص ۱۷۷) محمد بن مسلم نے کہا میں نے امام جعفر سے ریافت کیا کہ جو حدیث میں نے آپ سے سنی ہو کیا مجھے اس میں کمی بیشی کرنے کا اختیار ہے۔ آپ نے کہا۔ اگر معانی مطلوب ہیں تو کچھ حرج نہیں۔

(۲) عَنْ أَبِي بصيرٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَسْمَعُ عَنْكَ أَشْرَؤَهُ عَنْ أَبِيكَ أَوْ أَسْمَعُهُ عَنْ أَشْرَؤِهِ عَنْكَ قَالَ سَوَاءٌ أَلَا أَلَا تَرَاهُ عَنْ أَبِي أَحَبُّ إِلَيَّ وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَحْمِلُ مَا سَمِعْتَ مِنِّي فَأَشْرَؤُهُ عَنْ أَبِي (اصول کافی ص ۱۷۷) امام بصیر نے امام جعفر سے کہا جو حدیث میں نے آپ سے سنی ہو۔ وہ آپ کے والد سے اور جو آپ کے باپ سے سنوں وہ آپ کے روایت کر سکتا ہوں۔ یا نہ۔ آپ نے کہا دونوں سے روایت کرنا کیساں ہے۔ مگر میرے والد سے روایت کرنا بہتر ہے۔

(۳) عَنْ ابْنِ مَجْشُوبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَحْمِلُنِي الْقَوْمُ فَيَسْمَعُونَ مِنِّي حَدِيثًا ثُمَّ قَاضِجُوهُ وَلَا أَقْوَى قَالَ قَاضِجُوا عَلَيْكُمْ مِنْ أَوْلِيهِمْ حَدِيثًا وَمِنْ وَسْطِهِ حَدِيثًا وَمِنْ آخِرِهِ حَدِيثًا (اصول کافی ص ۱۷۷) عبد اللہ نے امام جعفر سے کہا۔ میرے پاس لوگ حدیث سننے آتے ہیں۔ اور میں اپنا احادیث پر قادر نہیں ہو سکتا۔ آپ نے کہا ازل و آخر اور درمیان سے حدیث بیان کر دیا کرو۔

(۴) عَنْ أَحْمَدَ بْنِ عَمْرٍو الْحَمَلَالِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي الْحَسَنِ الرِّضَاءِ عَلَيْهِ السَّلَامُ جُلِّ مِنْهُ يَعْطِينِي الْكِتَابَ وَلَا يَقُولُ أَيْمَرُوكَ عَنِّي يَجُوزُنِي أَنْ أَشْرَؤِيكَ عَنْهُ قَالَ إِذَا عَلِمْتَ أَنَّ الْكِتَابَ لَكَ فَأَشْرَؤِهِ عَنْهُ (اصول کافی ص ۱۷۷) (احمد بن عمر حملا نے امام رضا سے پوچھا۔ ایک شخص نے میرے احباب کے کوئی کتاب ہی ہو



اور یہ نہ کہا ہو کہ مجھ سے روایت کر کیا مجھے اس سے روایت کرنے کا اختیار ہے یا نہ۔ آپ نے کہا کہ اگر تجھے معلوم ہے کہ کتاب اسی کی ہے۔ تو اس سے روایت کرنا جائز ہے۔  
 (۵) عَنْ أَبِي حَبِيبٍ قَالَ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا أَحَدٌ شَتَمَ مُحَمَّدًا فَيَتَّقِلُ فَقُلْتُ  
 إِيَّيَ الَّذِي حَدَّثَ تَكْمُرُ فَإِنْ كَانَ حَقًّا فَذَلِكُمْ قَرَانٌ كَانَتْ كَنْ يَأْخُذُ بِهِ (صہول کافی ص ۱۲۱)  
 امام جعفر نے کہا امیر علیہ السلام کا قول ہے کہ جب تم سے حدیث بیان کی گئی ہو۔  
 تم اس کے راوی تک اس کا اسناد پہنچا دو۔ اگر وہ حدیث سچی ہو۔ تو تمہیں ثواب  
 ہوگا۔ جہوئی ٹھہر تو اس کا گناہ بگردن راوی ہے۔)

اب دیکھئے! اسناد حدیث میں اس قدر بے پرواہی کرنا روا ہو تو حدیث کا کیا اعتبار  
 (صہول کافی ص ۱۲۱) میں رواۃ حدیث چار قسم کے بیان کئے گئے ہیں۔ (اول منافق۔ دوم  
 غلط صادق فی الوہم۔ سوم مصیب فی الروایۃ اور حدیث منسوخ۔ چہارم مصیب فی الروایۃ  
 اور حدیث غیر منسوخ۔ پھر جب منافق اور غلط اشخاص سے بھی روایت حدیث جائز  
 ہو تو حدیث کس طرح مستبرک ہو جائیگی۔ علاوہ انہیں چونکہ شیعہ مذہب میں تقیہ جائز بلکہ  
 باعث ثواب ہے۔ اس لئے یہ پتہ لگنا مشکل ہے کہ راوی نے حدیث کو سچے دل سے  
 سچ سمجھ کر بیان کیا ہے۔ یا کسی خوف یا مصلحت سے تقیہ جوٹ بکھریا ہے۔

### ایمہ اہل بیت پر جھوٹ کا الزام

ایک مسئلہ کے تین متعارض جواب۔ اہل بیت کے فتنے رواۃ حدیث شیعہ نے یہاں تک  
 بہتان باندھا ہے کہ انہوں نے ایک ہی مسئلہ کے متعلق تین مختلف اشخاص کو الگ الگ  
 مختلف و متعارض جواب دیئے ہیں جن میں سے ایک سچ ہو سکتا ہے باقی سب جھوٹ  
 چنانچہ احادیث ذیل سے جو صہول کافی ص ۱۲۱ میں درج ہیں۔ اس کا انکشاف ہوتا ہے۔  
 (۱) عَنْ مَيْمُونِ بْنِ إِدْرِيسَ قَالَ قُلْتُ لَأَبِي عَبْدِ اللَّهِ مَا بَأْسُ بِإِيَّائِي أَسْأَلُكَ عَنْ  
 الْمَسْئَلَةِ فَتَجِيبُنِي فِيهَا بِأَجْوَابٍ ثُمَّ تَجِيبُنِي فِي غَيْرِهَا فَتَجِيبُنِي فِيهَا بِجَوَابٍ  
 آخَرَ فَقَالَ إِنَّا نَجِيبُ النَّاسَ بِزِيَادَةٍ وَنَقْصَانٍ (مستودع خادم کہتا ہے میں نے  
 امام جعفر علیہ السلام سے کہا۔ کیا وجہ ہے کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں۔ اور  
 آپ مجھے اس کا جواب دیتے ہیں۔ پھر ایک دوسرا شخص آکر وہی مسئلہ پوچھتا ہے۔ اور

اس کو اس کے خلاف جواب دیتے ہیں۔ آپ نے کہا ہم لوگوں کو بڑا گھٹا کر جواب دیجیے  
 (۲) عَنْ نُسْرَةَ ابْنِ أَهْلِي عَنْ ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَأَجَابَنِي ثُمَّ  
 جَاءَهُ مَرَجُلٌ فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَأَجَابَهُ بِخِلَافِ مَا أَجَابَنِي ثُمَّ جَاءَهُ آخَرُ فَأَجَابَهُ  
 بِخِلَافِ مَا أَجَابَنِي وَأَجَابَ صَاحِبِي فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ قُلْتُ يَا ابْنَ نُسْرَةَ سَأَلْتُ  
 رَجُلَانِ مِنَ أَهْلِ لَهْرَاقِ مِنْ فِطْيَتِكُمْ قَدْ مَالَيْتُكُمَا قَا جَبْتُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا  
 بِخِلَافِ مَا أَجَبْتُمْ بِهِ صَاحِبِي فَقَالَ يَا نُسْرَةَ رَأَيْتَ هَذَا أَحْيَرُ لَنَا وَأَبْقَى لَنَا وَكَلِمٌ  
 وَكَلِمٌ أَجْمَعْتُمْ عَلَى أَمْرٍ وَاحِدٍ لَصَدَقْتُمْ النَّاسَ عَيْتَنَا وَكَانَ أَقْلٌ لِبَقَائِنَا وَ  
 بَقَاءٌ لَكُمْ ثُمَّ قَالَ قُلْتُ يَا ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ شَيْخُكُمْ لَوْ حَمَلْتُمْوَهُمْ عَلَى الْإِسْلَامِ  
 أَوْ عَلَى النَّاسِ لَمْضُواوَهُمْ يَفْرَحُونَ مِنْ خِلَافِكُمْ مُخْتَلِفِينَ قَالَ فَأَجَابَنِي بِمِثْلِ  
 جَوَابِ أَبِيهِ (زرارہ بن اعین کہتا ہے کہ میں نے امام یا قر علیہ السلام سے ایک مسئلہ  
 پوچھا جس کا جواب انہوں نے مجھے دیا۔ پھر دوسرے شخص نے اگر وہی مسئلہ ان سے  
 پوچھا۔ اس کو میرے برخلاف اور جواب دیا۔ پھر ایک تیسرے شخص آگیا۔ اور وہی مسئلہ  
 پوچھا۔ اس کو مجھ سے اور اس دوسرے شخص بھی مخالف جواب دیا۔ جب وہ دونوں چلے  
 گئے۔ تو میں نے پوچھا حضور یہ دونوں عراقی مرد آپ کے شیعہ ہیں جنہوں نے اگر ایک  
 ہی مسئلہ پوچھا۔ آپ نے دونوں کو مختلف جواب دیئے۔ آپ نے کہا۔ اے زرارہ  
 یہی بات ہمارے لئے بہتر ہے۔ اور ہماری اور تمہاری بقا کا باعث ہے۔ اگر تم ایک ہی  
 بات پر متفق ہو جاؤ تو لوگ ہمارے بارے میں تم کو سچا سمجھ لیں گے۔ اور یہ امر ہماری اور  
 تمہاری زندگی کے لئے مضر ہوگا۔ زرارہ کہتا ہے کہ میں نے جعفر علیہ السلام سے  
 عرض کی کہ یہ لوگ تمہارے (راسخ الاعتقاد) شیعہ ہیں۔ اگر تم ان کو نیزوں پر یا آگ  
 پر برا مگھتہ کرو۔ تو کبھی پیچھے نہ ہٹینگے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ سے یہ لوگ مختلف متعارض  
 جواب سن کر جاتے ہیں۔ پھر امام جعفر علیہ السلام نے بھی وہی جواب دیا۔ جو ان کے والد نے دیا  
 تھا۔ ناظرین غور کر سکتے ہیں۔ کہ ایسے معصومین کی نسبت کوئی یقین کر سکتا ہے۔ کہ وہ ایک ہی مسئلہ  
 میں تین ایسے شخص کو جو ان کے راسخ الاعتقاد مرید (شیعہ) ہوں تین مختلف متعارض جواب  
 دیں۔ (مثلاً ایک کو کہیں کہ یہ حیر حرام ہے۔ دوسرے کو کہیں حلال ہے۔ تیسرے کو کہیں نہ  
 حلال ہے نہ حرام) یقیناً ان تیغول میں سے ایک سچ ہوگا۔ دوسرے جھوٹ اور ایسا جھوٹ کہنا

موجب درازیئے عمر اور باعث بقائے حیات سمجھا جائے پاک لوگوں کے منہ کے کبھی جھوٹ نہیں نکل سکتا ان کا اس بات پر ایمان ہوتا ہے کہ الصِّدْقُ مُخْفِیُّ الْکَذِبِ خَلِکْتَ (راستی موجب نجات اور جھوٹ باعث ہلاکت) اگر بغرض محال ایمہ اہل بیت کا یہ حال تھا کہ راستی کی کوئی پابندی نہ تھی۔ بلکہ مصالحت وقت کے مطابق جھوٹ سچ کہہ دیتے تھے تو پھر ان کی احادیث کا کیا اعتبار ہو گا۔ اور وہ کیونکر قابل عمل ہونگی۔ جب ایک ہی مسئلہ میں دو مختلف احادیث ایک ہی راوی سے مروی ہوں۔ تو حکم اذا تعارضت احادیثہم ردوں پایہ اعتبار سے ساقط ہو جائیگی۔

## اہل السنۃ سے عداوت

ایک احادیث بھی از بس عجیب ہے۔ جو نہ اہل بیت انہما کہنا گیا ہے کہ ان کا فتوے ہے کہ اہل سنت کا قول کیسا ہی کتاب اللہ اور سنت الرسول کے مطابق کیوں نہ ہو وہ سب مخالفت ہی کرنا چاہئے۔ جیسا کہ صول کافی ص ۳۱ میں ہے قُلْتُ فَإِنْ كَانَ الْخَبْرَانِ مَعَكُمْ أَلَمْ تَهْتَبُوا مِنْ قَوْلِ سَادَاتِهِمَا الشَّقَاتِ عَنْكُمْ قَالَ يُنْظَرُ قَوْلُهُمَا وَاتَّقِ حُكْمَهُ حُكْمُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَخَالَفَ الْعَامَّةَ فَيُؤْخَذُ بِهِ وَيُتْرَكُ مُخَالَفَ حُكْمِهِ حُكْمُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ قَالَ جُعِلَتْ فِدَاكَ أَسَ ائْتِ مِنْ كَانَ الْخَبْرَانِ عَرَبًا مَعَهُمَا مِنْ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَجُعِلْنَا الْخَبْرَيْنِ مُوَافِقًا لِلْعَامَّةِ وَالْآخِرُ مُخَالَفًا لَكُمْ يَا بَنِي الْخَبْرَيْنِ يُؤْخَذُ قَالَ مَا خَالَفَ الْعَامَّةَ فَفِيهِ الرَّشَادُ فَقُلْتُ جُعِلَتْ فِدَاكَ فَإِنْ وَافَقَهُمَا الْخَبْرَانِ جَمِيعًا قَالَ يُنْظَرُ إِلَى مَا هُمْ أَكْبَلُ حُكْمًا لَهُمْ وَقَضَاهُمْ فَيُتْرَكُ وَيُؤْخَذُ بِالْآخِرِ (راوی نے امام جعفر علیہ السلام سے کہا کہ اگر دو حدیثیں آپ سے مشہور ہیں۔ اور ان کے راوی بھی ثقہ اشخاص ہیں۔ تو کس کو لیا جائے۔ کہا جس کا حکم کتاب اللہ و سنت الرسول کے مطابق ہو۔ اور عامہ (اہل سنت) کے مخالف ہو اس کو لیا جائے۔ اور جو کتاب و سنت کے مخالف ہو اس کو چھوڑ دیا جائے۔ راوی نے کہا۔ اگر دونوں حدیثیں کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں۔ اور ایک اہل سنت کے مطابق دوسری ان کے مخالف ہے۔ ہم کس کو لیں۔ کہا جو اہل سنت کے مخالف ہو اس کو لینا بھلائی ہے میں نے کہا۔ اگر دونوں حدیثیں اہل سنت کے قول کے مطابق ہوں۔ کہا پھر یہ دیکھا جائے۔ کہ ان میں سے

جس کی طرف ان کے حکام اور قاضیوں کا میلان ہے۔ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ اور دوسری پر عمل کیا جائے) جلسے غور ہے۔ کہ اہل بیت کو اہل سنت سے اس قدر دشمنی تھی۔ کہ اگر ان کا قول مطابق کتاب اللہ اور سنت الرسول بھی ہو۔ اور اسی کے مطابق ائمہ کی صلیت بھی ہو۔ تو پھر بھی حتی الامکان اس کی مخالفت ہی کرنا چاہئے۔ کھانا و حاشا۔ پاک لوگوں کی کسی سے مخالفت نہیں ہوتی۔ جہاں حق مل گیا۔ سر جھکا دیا۔ انظر الی ما قال لا الی من قال ایک سلم مقول ہے یہ سب کچھ سبائی کمیٹی کے ممبران کی گھڑت ہے۔ جو اسلام میں تفرق کی بنا ڈانے کے لئے ایسے ایسے خرافات نکھدینے لگے۔

نے فرودت حکم آمد نے اصول و شرم پاید ار خدا و از رسول  
اب ہم شیعہ کے بعض سیال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ منجملہ ان کے تقریر داری۔ ماتم۔  
سینہ کوئی اور مرثیہ خوانی کا مسئلہ ہے جس کو شیعہ نے باعث نجات سمجھ رکھا ہے۔

## تقریر و مرثیہ خوانی

واضح ہو کہ اسلام میں بدعات محرم کی رجا و اختراعات شیعہ سے ہے۔ جو سنت یند تازہ کرنے کے لئے سال بسال ماہ محرم میں کیجاتی ہیں۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ شیعیاں حسینؑ کیلئے نجات اخروی کے لئے اسقدر کافی ہے۔ کہ سال بھر میں ایک دفعہ غم حسینؑ میں سینہ کوئی کر لیں۔ مامی لوگ بغیر کسی پریش کے سیدھے جنت میں چلے جائینگے۔ اور ان سے نہیں لڑا جاتا۔ کہ تم نے دنیا میں نماز۔ روزہ۔ حج و زکوٰۃ وغیرہ فرائض ادا کئے ہیں یا نہ۔ شیعہ کا یہ مسئلہ عیسائیوں کے مسئلہ صلیب سے کم نہیں ہے۔ جیسا کہ انکا اعتقاد ہے۔ کہ مسیحؑ ہمارے تمام گناہوں کا کفارہ ہو چکے ہیں۔ اسی طرح حضرات شیعہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارے گناہوں کا کفارہ شہادت امام حسینؑ ہے۔ ہمارے لئے صرف اتنا ضروری ہے۔ کہ اس واقعہ کی یادگار میں مجلس ماتم قائم کر کے خوب روئیں اور پیٹیں۔ ہم بخشنے جائینگے۔ اور جنت ہمارے ہی لئے ہے۔ سنیوں کی کیا مجال کہ جنت کا نام بھی لے جائیں۔

ہم نے قرآن و حدیث اور دینی کتب کو چھان مارا۔ ہمیں اس مسئلہ کا کہیں کھوج نہیں مل سکا۔ شیعہ کی اپنی کتابیں بھی اس مسئلہ کی سخت مخالفت ہیں۔ پھر معلوم نہیں۔ کہ شیعہ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا ہے۔ ہم شیعہ بھائیوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ تقریر و مرثیہ خوانی کا شروع



کس پیغمبر یا امام سے ہوا۔ اگر کسی نبی یا امام یا صحابی نے اس کی ابتدا ثابت نہیں ہے۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ یہ سب کچھ بدعتِ محرمہ سے ہے۔ اور بس۔ اگر کہا جائے کہ واقعہ شہادتِ حسین سے بعد اس کی ایجاد کی ضرورت ہوئی۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ اس سے پیشتر بھی کئی بزرگانِ دین شہید ہوئے ہیں۔ پھر کیوں سلفِ صالحین نے ایسا نہیں کیا۔

جناب امیرِ علیہ السلام نہایت میدردی سے مسجدِ خاندہ خدایں شہید کئے گئے جنسین نے ان کے غم میں مجالسِ ماتم قائم نہیں کیں۔ پھر حضرت امام حسنؑ بھی نہرِ خورانی سے شہید کئے گئے۔ حضرت امام حسینؑ نے اپنے بڑے بھائی کے غم میں کبھی ماتم نہیں کیا۔ حضرت زین العابدینؑ نے محشرِ خیز واقعہ کر بلا اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ انہوں نے بھی ماتم نہیں کیا۔ نہ پیشے رونے کی رسم ادا کی ایسا ہی دیگر ائمہ عظام نے بھی کبھی تفریہ نہیں نکا ہے۔ پھر ان سے بڑھ کر کس شخص کو شہید کر بلا کا غم ہوگا۔ کہ بغیر سوانگ نکالنے کے تسکین نہیں ہو سکتی۔ اسلام میں پہلا سائیکہ عظیم خاتِ رسولؐ مقبول کا ہوا۔ مگر اہل بیتؑ نے یا صحابہؓ نے کبھی نوحہ۔ بکا اور مرثیہ خوانی اور سیدہ زہراؑ کی رسم ہونے نہ دی۔ پھر کیونکر کہا جائے۔ کہ یہ نئی بدعت باعثِ ثواب اور موجبِ نجات ہو سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جا بجا قرآن کریم میں مومنین کو صبر کی ترغیب دی ہے۔ اور مومنوں کی یہ صفت بیان فرمائی ہے۔ کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچ جائے۔ وہ صبر سے کام لیتے اور معاملہ خدا کے سپرد کر دیتے ہیں۔ وَكَثِيرٌ مِّنَ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ مِّصْيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ (اے رسولؐ ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیجئے۔ کہ جب انہیں کوئی دکھ درد پہنچتا ہے۔ کہتے ہیں ہم بھی خدا کے لئے ہیں۔ اور ہماری بارگشت اسی کی طرف ہے)

مسلمانوں کو ارشاد ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَأَنْتُمْ كَالْكَبِيرَةِ (اے ایمان والے! تم اپنے ایمان کے ساتھ صبر اور نماز کے وسیلہ سے مدد مانگو۔ اور یہ صبر و نماز بڑی شاق ہے) ہاں ان ڈرنے والوں پر جن کو اس بات کا یقین ہے۔ کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور وہ اسی کی طرف واپس جانے والے ہیں (پھر معلوم نہیں قرآن کے کس پارہ میں یہ آیت لکھی ہے۔ کہ کوئی واقعہ ہائیکہ (مصیبت)

پیش آجائے۔ تو سوانگ بنا کر خوب جزع فرزع کرو۔ کپڑے پھاڑو۔ رخسار سے طماچو۔  
سے لال کرو۔ سینہ کوٹ کوٹ کر لہو بہان کرو۔ شاید اس قرآن میں یہ حکم ہو۔ جو سترہ ہزار  
آیت کا ہے۔ اور جو ابھی کسی گوشہ زغار میں مدفون ہے۔ یہ قرآن تو آیات صبر کے پڑھے۔ اور  
کسی ایک جگہ بھی جزع فرزع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اصول کافی ص ۳۴ میں یہ حدیث بھی ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ كَلَّمَ الصَّبْرُ مِنَ الْإِيمَانِ  
بِمَنْزِلَةِ النَّاسِ مِنَ الْجَسَدِ فَإِذَا ذَهَبَ النَّاسُ ذَهَبَ الْجَسَدُ كَذَلِكَ إِذَا  
ذَهَبَ الصَّبْرُ ذَهَبَ الْإِيمَانُ (امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ صبر ایمان کے  
سر کے جا بجا ہے۔ جب سر کٹ جائے۔ توجہ دیکھا رہا ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی جب صبر  
چھوڑ دیا جائے۔ ایمان جاتا رہتا ہے) پھر جو لوگ برخلاف اس حدیث کے جزع فرزع  
کرتے اور روتے پیٹتے۔ سینہ کو پی کر کے بے صبری دکھاتے ہیں۔ بشہادت حضرت  
امام موصوف وہ بالکل بے ایمان ہیں۔ ایہ اہل بیت نے جزع فرزع سے یہاں تک  
منع فرمایا ہے۔ کہ مصیبت کے وقت رازوں پر ماتھ مارنا بھی موجب ضبط اعمال قرار  
دیا گیا ہے۔ جیسا کہ فروع کافی جلد ۳ میں درج ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ تَقَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَا أَحْبَابِ الْخَيْرِ (اب برخلاف اس کے جو لوگ  
منہ پر طماچے رسید کرنا اور پیہ کو پی کرنا موجب ثواب سمجھتے ہیں۔ وہ امام صادق ؑ کے قول کی  
تکذیب کرتے ہیں)

اس بارہ میں قول فیصل جناب امیر علیہ السلام کا ایک قول ہے۔ جو پنج البلاغہ ص ۵۵  
میں یوں درج ہے۔ وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَهُوَ يَكُونُ غَسْلَ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَجَمُّدُهُ بِأَنِّي أَنْتَ وَأَوْيَ قَدْ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا لَمْ  
يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النَّبِيِّ وَالْأَنْبِيَاءِ وَأَجْبَارُ السَّمَاءِ خَصِيصَتُكَ حَتَّى  
صِرْتَ مُسْكِبًا مِمَّنْ سَوَاءٌ وَتَحَمُّمَتِ حَتَّى صَارَ النَّاسُ فِيكَ سَوَاءً وَكَوْنُكَ  
أَنْتَ أَمْرٌ بِالصَّبْرِ وَتَهَيَّيْتُ عَنِ الْخُرْجِ لَا تُفْنِي نَاعِيكَ مَاءَ الشُّعُورِ۔  
(امیر علیہ السلام نے رسول پاک کے غسل اور تجہیز کے وقت فرمایا۔ میرے ماں باپ آپ  
پر فدا ہوں۔ آپ کی وفات سے وہ امور منقطع ہو گئے ہیں۔ جو کسی اور کی وفات سے نہ ہو  
سکتے تھے۔ وہ امور نبوت اور اسلامی دینی ہے۔ آپ ایسے خاص ہو گئے۔ کہ ماسوا سے

قطع کر دیا۔ اور آپ کا فیض ایسا عام ہوا کہ تمام لوگ اس سے یکساں مستفیض ہوئے۔ اگر آپ نے ہمیں صبر کرنے کا حکم اور جزع و فزع سے منع نہ کر دیا ہوتا۔ تو آج ہم آپ کی وفات پر اتنا روتے۔ کہ رطوبت بدن خشک ہو جاتی) دیکھئے! جناب امیر علیہ السلام کا ایسے دردناک موقعہ وفات رسول پر جزع و فزع چھوڑ کر صبر سے کام لیتا۔ اور اس کی وجہ رسول پاک کے امرا بصبر و نہی عن الجزع کو دلیل پیش کرنا اس امر کی فیصلہ کن دلیل ہے۔ کہ بعد الرسول اور کسی شخص کی وفات یا شہادت پر جزع و فزع کرنا اور صبر نہ کرنا ہرگز جایز نہیں ہے۔ کیونکہ وفات رسول سے بڑھ کر کوئی سخت صدمہ مسلمانوں کے لئے بالخصوص اصحاب و اہل بیت رسول کے لئے ہو نہیں سکتا۔ اور جیسا غم حضور علیہ السلام کی وفات سے حضرت علی المرتضیٰ کو تھا۔ کسی اور شخص کی وفات سے کسی غیر شخص کو نہیں ہو سکتا۔ پھر ایسے دردناک وقت میں جزع و فزع اور سینہ کوئی تو کجا آنسو بہانے تک کو بھی خلاف صبر تصور کر کے صبر و تحمل سے کام لیا گیا۔ تو پھر سید طرح کسی اور شخص کی وفات یا شہادت پر اس کے خلاف ردنا پٹینا اور سینہ زنی کرنا روا ہو سکتا ہے۔ یہ کسی ایسے دیہے شخص کا فیصلہ نہیں ہے۔ بلکہ جناب امیر علیہ السلام اور حضرت امام صادق علیہ السلام کے فیصلہ جات ہیں۔ جن پر شیعہ مذہب کی دار و مدار ہے اس لئے شیعہ کو ان کے سامنے تسلیم خم کرنے سے ہرگز چارہ نہیں ہو سکتا۔

گل و گل چیں کا گلہ بل خوش بچہ نہ کر نہ تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

**رسول پاک کی وصیت و بارہ ممانعت جزع و فزع**

اس بارہ میں ناظر فیصلہ آنحضرت کی آخری وصیت ہے جو بوقت وفات اپنے اپنی ہر گوشہ حضرت فاطمہ کو فرمائی۔ چنانچہ شیعہ کی معتبر کتاب جلاء العیون ارد و جلد اصلا میں لکھا ہے ”اے فاطمہ! داغ ہو کہ پیغمبر کے لئے گریبان چاک نہ کرنا چاہئے۔ اور بال نوچنے نہ چاہئیں۔ اور داؤد ملا نہ کہنا چاہئے۔ لیکن وہ کہنا جو تیرے باپ نے اپنے بیٹے ابراہیم کے مرنے میں کہا۔ کہ آنکھیں روتی ہیں۔ اور دل درد میں آتا ہے۔ اور میں نہیں کہتا ہوں کہ مجھ کو غصہ پروردگار ہو۔ اور اے ابراہیم میں تجھ پر اندوہناک ہوں۔“

نیز اسی کتاب کے صفحہ ۱۷ میں یوں لکھا ہے۔

آئین یا پوپ نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت رسولؐ نے وقت وفات جناب سیدہ سے کہا۔ اے فاطمہ جب میں مر جاؤں۔ اس وقت تو اپنے بال میری مفارقت سے نہ نوجنا۔ ادا اپنے گیسو پریشان نہ کرنا۔ اور داویلا نہ کہنا۔ اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا۔ اور نوحہ کرنے والوں کو نہ بلانا۔

اس سے زیادہ صریح فیصلہ ممانعت ماتم کے متعلق کیا ہو سکتا ہے۔ کہ حضورؐ اپنی پیاری بیٹی جناب سیدہ کو وصیت فرماتے ہیں۔ کہ میری وفات کا تم کو صدر عظیم ہو گا۔ لیکن جہاں کی طرح جزع و فزع مت کرنا۔ نہ سر پٹیاں نہ گریبان چاک کرنا۔ نہ داویلا کرنا نہ نوحہ کرنا نہ نوحہ گردوں کو گھروں میں داخل ہونے دینا۔ اگر یہ امور باعث ثواب ہوتے۔ تو حضورؐ علیہ السلام بجائے ممانعت کے جناب سیدہ کو اذن عام دیتے۔ کہ اپنے والد سرخار دہ عالم کا ماتم خوب زود شور سے کرنا۔ خود بھی سر پیٹ کر اور سینہ زنی کر کے قیامت برپا کرنا۔ اطراف سے نوحہ گردوں کو جمع کر کے خوب حق ماتم ادا کرنا۔ جب آپؐ نے ان امور سے سخت ممانعت فرمادی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ جملہ حرکات منسوخ ناجائز۔ داخل مصیبت ہیں۔ ان کے کرنے سے بجائے ثواب کے غلاب ہوتا ہے۔ بلکہ میت کو کھجوا یا زار موتی ہے۔ چنانچہ جلاء العیون ص ۱۱ میں ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے جو آخری وصیت اہل بیت و اصحاب کو فرمائی۔ اس میں یہ الفاظ بھی تھے۔

”پس تم لوگ فوج فوج اس گھر میں آنا۔ اور مجھ پر صلوات بھیجنا اور سلام کرنا۔ اور مجھ کو نالہ و فریاد و گریہ و زاری سے آزار نہ دینا۔“

ایک اور حدیث فروع کافی جلد ۱ ص ۱۲ میں یوں درج ہے۔

## امام جعفر صادقؑ کا فتوے کفر

حضرت امام جعفر صادقؑ نے ماتمیوں کے لئے فتوے کفر صادر فرمایا۔ ہے چنانچہ فروع کافی جلد ۱ ص ۱۲ میں ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِنَّ الصَّبْرَ وَالْبَلَاءَ يَسْتَبْقَانِ إِلَى الْمُؤْمِنِ قِيَامُ تَيْبِهِ الْبَلَاءُ وَهُوَ صَبْرٌ وَأَنَّ الْخُرْجَ وَالْبَلَاءَ يَسْتَبْقَانِ إِلَى الْكَافِرِ قِيَامُ تَيْبِهِ الْبَلَاءُ وَهُوَ جُرْعٌ (امام صادقؑ نے فرمایا۔ صبر اور مصیبت مومن کے پیش آتے ہیں۔ اسے مصیبت آجاتی ہے۔ اور وہ صبر کرتا ہے۔ اور کفر اسٹ اور مصیبت کا فر



کے پیش آتی ہے۔ اور اسے مصیبت آجاتی ہے۔ اور وہ جزع فزع کرنے لگتا ہے۔  
اس حدیث میں حضرت امامؑ نے مؤمن اور کافر کی شناخت یہ بتلائی ہے کہ مؤمن کو  
مصیبت آجائے۔ تو اس پر وہ صابر ہوتا ہے۔ لیکن جب کافر کو مصیبت پیش آجائے  
تو وہ جزع فزع کرنے لگتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں حدیث کا مطلب صاف یہ ہے  
کہ جو مصیبت پر صبر کرے وہ مؤمن ہے۔ اور جو جزع فزع کرے وہ کافر ہے۔

## جزع کی تعریف

جزع کی تعریف بھی حضرت امامؑ نے بتلا دی ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں ہے عَنْ جَعْفَرٍ  
عَنِ ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ قُلْتُ لَهُ مَا الْجَزَعُ قَالَ انْشَدَ الْجَزَعُ الصَّاحُ بِالْوَيْلِ وَالْعَوِيلِ  
وَلَطَمَ الْوَجْهَ وَالصَّدْرَ وَجَعَلَ الشَّعِيرَ مِنَ النَّوَاصِي وَمِنْ أَقَامَ النَّوَاصِي فَقَدْ  
تَلَكَ الصَّبْرَ وَأَخَذَ فِي غَيْرِ طَرِيقِهِ (جابر کہتا ہے میں نے حضرت صادقؑ سے پوچھا  
جزع کیا ہے۔ فرمایا انتہائی جزع ویل و عویل کی پکار کرنا۔ اور منہ پر ہلچے لگانا۔ سینہ زنی کرنا  
بال نوچنا ہے۔ اور جس شخص نے نوحہ (ماتم) کیا۔ اس نے صبر چھوڑ دیا۔ اور غیر شرع کام کیا)  
یہ بات الم نشرح ہے کہ ماتمی لوگ یہ جملہ حرکات ویل و عویل کیا کرتے۔ منہ پیٹنے۔ سینہ  
کو پیٹنے اور بال اکھڑتے اور نوحہ کرتے ہیں۔ اس لئے حسب فتوہ اے امام والا مقام یہ کافر ہی  
اور خلاف شرع کام کر رہے ہیں۔ کیا ماتمی لوگ ان صریح احادیث ائمہ اہل بیت کو بغور  
پڑھکر اس فعل خلاف شرع سے باز آئیں گے۔

ہم نے ممانعت ماتم پر قول خدا اور قول رسولؐ قول جناب امیرؑ اور اقوال امام جعفر  
صادقؑ پیش کر دیئے ہیں۔ کہ خدا و رسولؐ خدا نے صبر کا حکم دیا۔ اور جزع سے منع کیا  
ہے۔ اور جناب امیرؑ علیہ السلام نے اپنے قول و فعل سے اختیار صبر و ترک جزع کا فتوہ  
دیدیا ہے۔ پھر حضرت صادقؑ نے تو صریح الفاظ میں جزع کی تشریح فرما کر فتوے دیدیا  
ہے۔ کہ جزع فزع کرنے والے سب کافر ہیں۔ ایسا ہی جناب امام حسینؑ نے بھی اپنے عمل

جاء فی صفحہ ۳۱۴ ایہ بھی شیعہ کی مستند کتاب حدیث نورع کافی جلد ۲ ص ۱۱۱۔ کمال النبی عند الموت  
لِقَائِهِ لَا تَجْمَعُ عَلَى تَوَجُّهِهِ وَلَا تَشْرَحُ عَلَى شَعْرِهِ وَلَا تَنَادِي بِالْوَيْلِ وَلَا تَقْرَحُ عَلَى تَلَاكِهِ  
(رسولؐ نے فوت وقت دعا حضرت فاطمہؑ کو فرمایا میری وفات پر منہ نہ پیٹنا بال بکھیرنا اور ملا کرنا۔ اور نہ نوحہ کرنا)

سے بتا دیا کہ خواہ کیسی ہی مصیبت پیش آئے جس کو ہر ماہ سے نہ دینا چاہئے چنانچہ فرم فرما  
 کافی جلد اصلاح میں ہے۔ لَمَّا أَصِيبَ أُمَيَّرُ الْمُؤْمِنِينَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ تَعَالَى الْحَسَنُ  
 ابْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَهُوَ بِأَلَمَدِ اثْنِ فَلَئِمَّا قَرَأَ الْكِتَابَ قَالَ يَا لَهَا مِنْ  
 مُصِيبَةٍ مَا أَعْظَمَهَا مَعَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَالَ مَنْ أَصِيبَ  
 مِنْكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَلْيَنْدِرْ مَصَابَهُ فِي قَاتِلِهِ لَنْ تَصَابَ بِمُصِيبَةٍ أَعْظَمَ مِنْهَا  
 وَصَدَقَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ (جب جناب امیر کی شہادت کا واقعہ ہوا۔ حضرت  
 امام حسنؑ نے اپنے بھائی حضرت امام حسینؑ کو آپ کی وفات کی اطلاع بھیجی جب امام حسینؑ  
 نے خط پڑھا۔ فرماتے لگے کیسی بڑی مصیبت پیش آئی ہے۔ لیکن آنحضرتؐ نے فرمایا  
 ہے کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پیش آجائے۔ وہ میرے واقعہ ایکہ وفات کی مصیبت  
 کو یاد کرے۔ کیونکہ وفات رسولؐ سے بڑھ کر مسلمانوں کے لئے کوئی بڑی مصیبت نہ ہوگی۔  
 اور حضور علیہ السلام نے سچ فرمایا ہے) یعنی حضرت امام حسینؑ نے اس خبر و شخت اثر کو سن کر  
 نہ بھر جزع و فزع نہ کی۔ بلکہ جبر و تسکین کا کام لیا۔ اور یہ فرمایا کہ وفات رسولؐ سے بڑھ کر  
 بقول آنحضرتؐ مسلمانوں کے لئے کوئی مصیبت نہیں ہے۔ پھر جب اس پر بھی صبر کا حکم  
 ہے۔ تو پھر کس مصیبت پر بے صبری کرنا جائز ہو سکتا ہے۔

## امام حسینؑ کی آخری وصیت

شیعہ کی معتبر کتاب انارۃ البصائر جلد ۲۹ ص ۲۹ میں ہے کہ جناب سید الشہداء امام حسینؑ  
 نے کربلائے معلیٰ میں اپنی ہمشیرہ حضرت زینب علیہا السلام کو فرمایا کہ اے بہن جو میری حق تم پر  
 ہے۔ اسی کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ میری مصیبت مفارقت پر صبر کرو۔ پس جب میں مارا جاؤں  
 تو ہرگز نہ نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا اور گریہ بیان چاک نہ کرنا۔ کہ تم فاطمہ زہراؑ کی بیٹی ہو جیسا  
 انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا۔ اسی طرح تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا  
 اس سے زیادہ واضح دلائل اس امر کی کہ فہمدا کہ بلا کی مصیبت میں نہ پیٹنا سینہ نہ کوئی کرنا  
 ناجائز ہے۔ اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود سید الشہداء نے اپنی ہمشیرہ کو آخری وقت میں وصیت  
 فرمادی کہ میری شہادت پر جزع و فزع نہ کرنا۔ نہ نہ پیٹنا نہ بال نوچنا۔ نہ گریہ بیان چاک کرنا  
 بلکہ ایسا ہی صبر کرنا جیسا جناب سیدہ نے وفات رسولؐ پر صبر کیا۔ پھر جو لوگ اس کے خلاف

ماہر حسین میں اس قدر طوفان بے تیغی برپا کرتے ہیں کہ عورتیں مرد جمع ہو کر سیدہ کو ٹٹے منہ پیٹتے  
 آئے والے کی دو ہائی سے زمین ہلا دیتے ہیں۔ یہ سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کے حکم کی  
 نافرمانی کرتے اور خدا و رسولؐ کو ناراض کرتے ہیں۔ یہ نہ اپنی بھی اگر سمجھو تو پھر تم سے خدا سمجھے۔  
 فی زمانہ جو رواج ہو گیا ہے کہ مجلس ماتم میں جوان مرد اور جوان عورتیں زرق برق پوشاکیں پہنے  
 آنکھوں میں کاجل لگائے بالوں کو مسطر تیل لگا کر کشگی پٹی کئے ایک دوسرے کی دید بازی کے  
 لئے جمع ہو جاتے ہیں۔ اور راگ ممنوع میں ستر اور تال سے مرثیہ خوانی ہوتی اور سیدہ زنی کی  
 جاتی ہے۔ اور تعزیر پر نذر و نیاز جڑے گئے جاتے سجدے ہوئے عرضیاں گنداری جاتی  
 ہیں۔ یہ سب شرک و بدعت ہے۔ جس کی مخالفت نہ کتب اہل السنۃ بلکہ کتب اہل تشیع  
 میں بھی بالشریح لکھی ہے چنانچہ خلیعہ کی ایک نہایت معتبر تفسیر عمدۃ البیان مطبع یوسفی  
 دہلی کے صفحہ ۳۲ میں ذیل آیت **وَلَكِن لَّوْكَفِّرُنَّ خِزْيُنَهُمْ** لکھا ہے۔

یہ آیت حقیقت میں امام حسینؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اس واسطے کہ جو کچھ آیت میں ہے  
 وہ ان کے حل پر صادق آتا ہے۔ اور دوسرے شخص کو ہم ایسا نہیں کہتے ہیں۔ اور یہ معرکہ  
 حضرت کا بڑا معرکہ ہے۔ اور ردنازلانا ان کی مصیبت پر ثواب عظیم کھتا ہے۔ لیکن اکثر  
 آدمی محرم میں بدعت کر کے ثواب کو ضائع کرتے ہیں۔ باجے بجاتے اور بجواتے ہیں۔ اور مریخوں  
 میں جھوٹی روایتیں اپنی طرف سے ایجاد کر کے داخل کرتے ہیں۔ اور غلو اور تغویض کی دایگو  
 کو مجلسوں میں بیان کر کے لوگوں کے ایمان کو فاسد کرتے ہیں۔ اور جو راگ کہ شرع میں ممنوع  
 میں۔ اس میں مریخوں کو پڑھتے ہیں۔ اور عورتیں بلند آواز سے مریخوں کو پڑھتی ہیں۔ اور ناظم  
 ان کی آواز کو سنتے ہیں۔ ان امور میں مومنین کو اجتناب لازم ہے۔ اور تغویض پر محتاج  
 آدمی تو اپنی احتیاج کی باندھتے ہیں۔ اور یا کاغذ کی روٹی کتر کر باندھتے ہیں۔ اس مراد  
 سے کہ اگر میری آسودگی اور فراغت ہوئی۔ تو میں چاندی کی روٹی گھڑا کر تعزیر پر چڑھاؤں گا  
 اور بے اولاد آدمی کا غذا کٹر کا کتر کر تعزیر پر باندھتے ہیں۔ اس ارادہ سے کہ اگر  
 ہمارے بیٹا پیدا ہوگا۔ تو ہم چاندی کا لٹکا گھڑا کر تعزیر پر چڑھاؤں گے۔ اول کہ یہ  
 تصویر انسانی ہے۔ اور تصویر کے بنانے سے اجتناب لازم ہے۔ اور سوا اس کے حاجت  
 کا طلب کرنا مردگار سے چاہئے کہ وہ قاضی الحاجات ہے۔ نہ غیر اس کا یہاں حضرات  
 ائمہ معصومین علیہم السلام سے شفاعت کا چاہنا کہ خدا تعالیٰ ہماری حاجت بر لاوے اور

ان کے واسطے دعا مانگنا موجب قضا ہے حاجت اور باعث حصول مقصد ہے۔ جیسے کہ احادیث میں وارد ہوا ہے۔ اور بعض جہلاء تعزیر کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ طریق کفار و مشرکین کا ہے۔ اس سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ اور تعزیر اور علم پر زیارت کا پڑھنا نہ چاہیے۔ البتہ اگر کہ جہلاء مسئلے کی طرف متوجہ نہ کر کے حضرت امام حسینؑ کے روضہ کی نیت سے زیارت پڑھے تو مضائقہ نہیں ہے۔

دیکھئے سیدہ عمار علی جو ایک غالی شیعہ ہے۔ وہ بھی اپنی کتاب میں بدعات تعزیر کی سخت مذمت کرتا ہے کیا شیعہ ان بدعات سے باز آئیں گے۔

یہ ماتم بھی عجیب ہے کہ دھول بجا کر گشتہ بازی کی جاتی ہے۔ تعزیر کے ہمراہ شامان بازی کا جگڑا ہوتا ہے جو سودا پر ہنہ تعزیر کے آگے سلامی کرتی جاتی ہیں۔ دیدہ باز لوگ اس دلفریب منظر کو غنیمت سمجھ کر حظ اٹھاتے ہیں۔ کیا یہ یزیدی گروہ کے جشن کی نقالی نہیں ہے۔ جنہوں نے جناب امام حسینؑ کو شہید کر کے دھول ویلجے بجائے اور محفلہائے شادمانی قائم کیں۔ ہاں ہمیں یہ تو بتایا جائے کہ قاتلان حسینؑ کون لوگ تھے۔ یہی مفصلان شیعہ تھے جس پر ترتب شیعہ بالاتفاق شاہد ہیں۔

### قاتلان حسینؑ شیعہ تھے

شیعہ کی کتابوں میں بالصریح لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو اہل کوفہ نے جو شیعیا علی مولد و مسکن تھا۔ بے قہر و تاکید دی خطوط لکھ کر بلوایا آپ نے پہلے اپنے عم زاد بھائی حضرت امام مسلمؑ کو مدانہ کیا۔ ان کو معہ ان کے صغیر السن دو صاحبزادوں کے بڑی سیدہ سے شہید کیا گیا۔ پھر جب امام والا ہمام پہنچے آپ کو بھی انہی شیعوں نے جو آپ کی بیعت کر چکے تھے شہید کیا۔

### شیعیان کوفہ کی خط و کتابت

شیعہ کی مستند کتاب اخبار ماتم مطبوعہ راپور ص ۲۸ میں لکھا ہے۔ وَكَانَ أَهْلُ الْكُوفَةِ هَلَاكًا مُعَاوِيَةَ وَ عَفْرُوًا خَبَرُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاجْتَمَعَتِ الشَّيْعَةُ وَ كَلَّمُوا إِلَيْهِ نَعْرَسًا حَوْلًا يَا لِكُنَابِ مَعَ حَبِيبِ اللَّهِ بْنِ مَسْمُوحٍ وَ حَبِيبِ اللَّهِ بْنِ وَائِلٍ فَخَرَجَا مُسْرِعَيْنِ حَتَّى قَدِمَا عَلَى الْحُسَيْنِ بِمَكَّةَ لِعَشِيمٍ مَضَيْنِ مِنْ شَهْرِ رَجَبِ كَانِ



(جب امیر معاویہ کی خبر وفات اہل کوفہ کو پہنچی۔ اور امام حسین کی ہجرت مکہ کا حال معلوم ہوا تو تمام شیعہ نے مجتمع ہو کر بالاتفاق آپ کی طرف خط لکھا۔ اور عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن ابی رباح کے ہاتھ وہ خط روانہ کیا۔ یہ دونوں قاصد دوڑتے ہوئے مکہ معظمہ میں۔ اور ماہ رمضان کو امام صاحب کی خدمت میں جای پہنچے) یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا۔ کہ ایک دن میں چھ سو خطوط آپ کے پاس جای پہنچے۔ اور بالآخر ان خطوط کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔ چنانچہ کتاب مذکور کے صفحہ مذکورہ میں ہے۔ **قَوْرَدَ عَلَيْنَا فِي يَوْمٍ ذُو الْحِجَّةِ مِائَةُ كِتَابٍ وَتَوَافَتْ اَلْكَتُبُ حَتَّى اجْتَمَعَ جُنْدُكَ اَشْتَاعَشَرَ اَلْفِ كِتَابٍ** یعنی امام صاحب کے پاس متواتر خط شیعوں کے مختلف جگہ سے بارہ ہزار جمع ہو گئے۔ اور جنسی نسخہ روایت کیا ہے۔ **وَبَايَعَ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَمَةٌ بَعُودُ اَلْقَامِ اَهْلُ كُوفَةٍ عَلَى اَنْ يُخَالِفُوا مَنْ خَالَفَ وَكَسَالُوا مَنْ سَاَلَ** یعنی چالیس ہزار کوفہ کے شیعیان نے امام صاحب کی بیعت اس بات پر کی۔ کہ اگر وہ لڑینگے۔ تو ہم لڑینگے۔ اگر وہ صلح کریں۔ تو ہم صلح کریں ان کے تابع دارا و مطیع ہیں۔ آخر الامام صاحب نے مجبور ہو کر ان کی ہرزو کے مطابق خط روانہ کیا۔)

**فَعِنْدَا ذَٰلِكَ رَدَّ جَوَابَ كِتَابِهِمْ بِمَنْجَمٍ بِالْقَبُولِ وَبَعْدَ هَمٍّ بَسْمِ عَنِ الْوُصُولِ** (یعنی امام صاحب نے ان کے خطوط کا جواب مطابق ان کی دلی خواہش کے روانہ فرمایا۔ اور وعدہ بہت جلدی کوفہ میں تشریف فرما ہونے کا دیا۔ اور سفر کوفہ کا قصد مصمم امام صاحب کا ہوا) امام شیعہ کی معتبر کتاب خلاصۃ المصابیہ ص ۱۱۱ میں ہے۔ کہ جب امام حسین ظلم و عداوت کے مرتد مظہر رسول خدا صلعم سے جدا ہوئے۔ تیسری تاریخ شعبان کو مکہ معظمہ میں کوفیان پر دغا دینے والے علی الاصل حضرت کی خدمت میں بھیجے۔ بعض ناموں کا مضمون یہ تھا۔ **كَيْسَ عَلَيْنَا اِمَامٌ قَاتِلٌ لَعَلَّ لَكَ اَنْ يَجْعَلَكَ بَاكٍ عَلَى الْحَقِّ** یعنی اے حضرت ہم امام دیشنا نہیں رکھتے۔ جلدی تشریف لائے۔ شاید خدا حق کو ہمارے ہاتھ پر جاری کر دے اور شیش بن رشتی وغیرہ شیعہ نے بایں طرز خط لکھ کر روانہ کیا۔ **اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اَخْصَرَتْ اَلْجَنَاحُ وَابْتَعَثَ اَلرَّاهُءُ قَاتِلٌ لَمْ عَلَيْنَا اَلَا جُنْدٌ عَلَى جُنْدٍ وَالسَّلَامُ** (یعنی بعد حمد و صلوات کے تحقیق صحرا و بیابان سبزو و خوشی میں ہیں۔ اور درخت میوہ جات بارور ہیں۔ پس آپ ہماری طرف تشریف لائے۔ کہ فوج کثیر آپ کی نصرت و امداد کے لئے

ہوتا ہے۔ اور شب روز انتظار کرتے ہیں حج نیز کتاب مذکور صفحہ میں لکھا ہے۔  
 کہ جب امام علیہ السلام کو راستہ میں خبر شہادت امام مسلم بنی ہوئی۔ تو آپ نے تمام شکر  
 جمع کیا۔ اور فرمایا۔ وَقَدْ خَلَّ لَنَا شَيْعَتُنَا فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ فَلْيَنْصُرْ أَفْ فَلْيَنْصُرْ  
 فِي غَيْرِ حَرْجٍ لَيْسَ عَلَيْكَ مَا عَنِتُّهُ اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کو ذیل  
 و خوار کرتے دے شیعہ ہی لوگ تھے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا۔ کہ بیشک ہمیں ہمارے شیعہ  
 نے ہمارے خوار کیا۔ اور نصرت سے ہاتھ اٹھالیا۔ پس اب جو چاہے واپس چلا جائے۔  
 جو چاہے ہمارے ساتھ ہے جو چلا جائے اسے کچھ حرج نہیں ہوگا۔ اس کے آگے کچھ  
 ہے کہ امام صاحب سے یہ بات سنکر بہت سے دنیا پرست لوگ آپ سے علیحدہ ہو گئے  
 جو مدینہ کے آپ کے ساتھ آئے۔ انہوں نے شہادت پائی۔

امام علیہ السلام نے بعد نماز جو خطبہ پڑھا۔ اس میں یہ الفاظ تھے۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي  
 لَمَّا تَكَلَّمْتُ حَتَّى أَكْتَفِي كُتِبَ لَكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ كَارِهِينَ لِمَقْدَرِ مِثْلِي لَنَصْرُفْتُ عَنْكُمْ  
 (اے اہل کوفہ میں نہیں آیا۔ مگر جب تمہارے بہت نامے میری طالب کو پہنچے۔ اگر تم  
 عہد و پیمان پر ثابت ہو تو تازہ عہد کرو تا کہ مجھے اطمینان ہو۔ اور اگر تم میرے آگے  
 سے منکر ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہاں پھر لوٹ جاؤں الخ)

## شیعہ کا ایک خط

شیعہ کی مستند کتاب جلاء العیون جلد ۲ صفحہ ۳۱۱ میں ایک خط شیعہ کوفہ کا میں مضمون  
 سطور ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یہ نامہ سلیمان بن ضرر و سیب بن نجہ  
 و رفاعہ بن شداد و حبیب بن مطاہر اور جمیع شیعیان و موئین و مسلمین اہل کوفہ کی جانب  
 سے بخیریت امام حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہے۔ آپ پر سلام خدا ہو۔ اور  
 ہم اس نعمتہائے کاملہ خدا پر جو ہم پر ہیں۔ حمد کرتے ہیں۔ اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں  
 کہ اس نے آپ کے دشمن جبار و معاند کو کہ بغیر خدا مندی امت ان پر حاکم ہوا تھا۔  
 ہلاک کیا۔ اور وہ بجز وعدہ ان امت پر حاکم ہوا۔ اور ان کے اموال میں ناقص تصرف  
 کیا۔ اور نیکان امت کو قتل کیا۔ اور بد اطواروں کو نیکوں پر مسلط کیا۔ اور اموال  
 خدا کو مالداروں اور جباروں پر تقسیم کیا۔ خدا اسے نفرین کرے جس طرح قوم ثمود پر نفرین

کی۔ اور واضح یہ کہ اس وقت ہمارا کوئی امام پیشوا نہیں۔ پس آپ ہماری طرف توجہ کیجئے۔ اور ہمارے شہر میں قدم رخمہ فرمائیے کہ ہم سب آپ کے مطیع ہیں۔ شباب اللہ تعالیٰ کو آپ کی برکت سے ظاہر کرے۔ اور نعمان بن بشیر حاکم نہایت ذلیل و خوار دارالامارہ میں بیٹھا ہے۔ اور ہم جمعہ وعیدین کو وہاں پڑھتے نہیں جاتے ہیں۔ اور جب آپ کی خبر تشریف آوری کی ہم کو ملیگی۔ تو ہم اسے کوفہ سے نکال دینگے۔

دوسرا خط

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ یہ غرضہ شیعوں اور فردویوں و مخلصوں کی طرف سے حضرت امام حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔ ابابعد بہت جلد آپ اپنے دوستوں ہونو خواہوں کے پاس تشریف لائیے۔ کہ جمیع مردان ولایت منتظر قدم منیت لزوم ہیں۔ اور بغیر آپ کے دوسرے شخص کی طرف لوگوں کو رغبت نہیں۔ البتہ یہ تعجیل تمام ہم شتا قول کے پاس تشریف لائیے۔ والسلام۔

### امام حسین علیہ السلام کا جواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ یہ خط حسین بن علی کا موزون مسلمانوں شیعیان کی طرف ہے۔ ابابعد بہت قاصدوں اور بہت ماز خطوط آنے کے بعد جو تم نے مجھے خطا و سجد کے ساتھ بھیجا مجھے پہنچا۔ تمہارے سب خطوط سے مطلع ہوا۔ تم نے سب خطوط میں مجھے لکھا ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ آپ بہت جلدی تشریف لائیے۔ خدا آپ کی برکت سے ہم کو حق ہدایت کرے۔ واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے ہار و پسر عم و محل اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے لکھیں۔ کہ جو تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے۔ بشورہ و قلا رودانایان و اشرف و زریگان قوم لکھا ہے۔ اس وقت میں انشاء اللہ بہت جلدی تمہارے پاس چلا آؤں گا۔ میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں امام وہی ہے جو درمیان مردم بکتاب خدا حکم اور آیت قیام کرے۔ اور قدم جادۂ شریعت مقدسہ سے باہر نہ رکھے۔ اور لوگوں کو دین حق پرستقیم رکھے۔ (علاء العین علیہ السلام) اس تمام خط و کتابت کے پڑھنے سے واضح ہوتا ہے۔ کہ شیعیان کوفہ نے کس نسبت و سماجت سے اراد تمندانہ اور مخلصانہ خطوط لکھ کر امام علیہ السلام کو بلوایا۔ اور آخر اپنی

بلانے والے مخلص شیعوں نے آپ کو تیغ جفا سے شہید کیا۔ جیسا کہ جبار الیمول جلیلہ ص ۲۶ میں تصریح ہے۔

”پس بیس ہزار مردم عراقی نے امام حسینؑ سے بیعت کی تھی۔ خود انہوں نے شمشیر امام حسینؑ پر کھینچی۔ اور تلوار بیعت ہائے حسینؑ ان کی گردنوں میں تختی کہ امام حسینؑ کو شہید کیا۔“

اسی کتاب کے صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے کہ امامؑ نے شیعیان کو فہ کو میدان کربلا میں کہا۔ کہ تم نے مجھے طلب کیا۔ اور اٹھارہ ہفت کے دم بھرے۔ اور اب میری جان کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ اور حالانکہ میری طرف سے کوئی ایک بیوفائی کی بات یہ نسبت تمہارے واقعہ نہیں ہوئی۔

### ماتم حسینؑ کی ابتدا

کتب شیعہ میں اس امر کی بھی تصریح ہے۔ کہ امامؑ مظلوم کو شہید کر دینے کے بعد ماتم حسینؑ کرنے والے بھی وہی آپ کے قاتل شیعہ غداران کو فہ کہتے۔ چنانچہ شیعہ کی معتبر کتاب اخبار ماتم حسینؑ میں ہے کہ جب امام صاحب شہید ہو گئے۔ تو آل کو فہ وغیرہ نے اس قدر ماتم کیا کہ کسی کو ضبط کرنے کی تاب نہ رہی **وَجَعَلَ أَهْلُ الْكُوفَةِ يَتَوَخَّوْنَ وَبَيَّكُونُ** تب ابن حسینؑ نے فرمایا۔ **فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بِصَوْتٍ خَفِيفٍ أَيْبَكُونْ مِنْ أَجَلِنَا فَمِنْ ذَلِكَ لَمْ يَمُتْ أَحَدٌ** یعنی جب شیعیان کو فہ نے ماتم رہا کیا تو فرمایا زین العابدینؑ نے باریک آواز سے اب تم لوگ روتے اور چلائے ہو ہمارے لئے۔ یہ تو بتاؤ کہ ہمیں ذبح کس نے کیا۔ (یعنی تم ہی تو ہمارے قاتل ہو۔ پھر نے چلائے کا کیا معنی)

اسی کتاب کے صفحہ ۱۱ میں ہے۔ کہ حضرت ام کلثومؑ نے اہل کو فہ کو مخاطب کر کے فرمایا **لَمَّا رَأَتْ كَلْبُومَ أَطْلَعَتْ سَاءَ سَهَابٍ مِنَ الْحَبْلِ وَكَانَتْ لَمْ يَأْتِهَا أَهْلُ الْكُوفَةِ فَهَلَّلْنَا بِرَجَائِكُمْ وَتَبَكُّيْنَا فِئَاءَكُمْ فَلَمَّا كَرِهَ بَيْنُنَا وَبَيْنَكُمْ اللَّهُ يَوْمَ الْفَضْلِ الْقَضَايَا**۔ (یعنی مائی صاحبہ ام کلثومؑ نے محل سے اپنا سر نکال کر فرمایا۔ کہ چپ رہو اے کو فہ تمہارے مردوں نے ہمیں قتل کیا۔ اور تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں۔ عجب ہے ہر ذریعہ قیامت ہمارے اور تمہارے درمیان خدا خود فیصلہ کرے گا۔ اور بدکرداروں کو جہنم میں داخل کرے گا)



اخبار ماتم صلیٰ میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین نے فرمایا۔ اَيُّهَا النَّاسُ تَأَشَّدُوا تَكْفُرَ  
 شَيْءًا هَلْ تَعْلَمُونَ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ اِنِّ اَبْنِي وَحَدَّ عُمُوْكَ (یعنی اسے گروہ موصولہ مضم ہے  
 رورنگار کی ملو سچ کہو۔ جو میں کہتا ہوں۔ کہ تم نے کس قدر خطا میرے والد زین العابدین کے نام تحریر  
 کی تھی۔ پھر تم نے میرے باپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور ظلم و ستم پر کمر باندھ لی۔

### حضرت زینبؓ کا خطبہ

اخبار ماتم صلیٰ میں ہے۔ کہ حضرت زینبؓ نے جب اہل کوفہ کا رونام پٹینا دیکھا۔ تو اپنے ایک  
 طبیب بڑھا۔ جس میں ان بیوفار شیعہوں کا تکان حسینؑ کو بددعا کی گئی۔  
 اَلَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰی اَبْنِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ الْطَيِّبِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَيَا اَهْلَ الْكُوفَةِ  
 تَكْبُرُونَ وَتَحْبَبُونَ اِيَّيْ وَاللّٰهُ فَاَبْكُوا كَثِيْرًا وَاصْحَكُوا اَقْلِيْلًا (یعنی فرمایا مانی صاحبہؓ  
 حمد و صلوة کے کہ اسے اہل کوفہ اب ماتم روتے اور رقت کرتے ہو۔ اللہ کی قسم روتے  
 ہر دم بہت اور تھوڑے ہنسو (یعنی ہمیشہ روتے پٹتے رہو۔ اور ہنسی کبھی تمہارے نصیب  
 ہو) کسی پنجابی شاعر نے مانی صاحبہ کے خطبہ کا مضمون پنجابی شعروں میں حسب ذیل کیا ہے)

### مانی صاحبہؓ کی بددعا

خاطر کارن اہل البیتاں گھولیاں خوب زبانوں  
 مرغیہ پڑھدے ڈھول و جاندے ہے ہے شوجھایا  
 کہیا شور گکارا لو کو دچ کتا ندے آوے  
 دین و نیدے اندر دالم عزت ہے تساوہی  
 بی بی کہیا چپ کرتاں دساں حقیقت ساری  
 واہ سبحان اللہ کیا مطلب بی بی کھول سنایا  
 پڑاں درد رسول اللہؐ تے جد اشان سوایا  
 جس نے خبراں صبراں لیاں سائوں کھول نہایاں  
 شالار و مدے پٹدے جاوے سارے اس جہاں  
 رورہ حشر تک وقت تساواں اینویں رب لنگہاں

جس دن ماتم قائم کیتا کو فیاں بے ایماناں  
 گھولیاں باہرین دین الائے ماتم سخت اٹھایا  
 حسین امام حسینؑ ولیدی شن کے ایچہ فراوے  
 ماتم والیاں بول الایا سن توں سیت زادی  
 تم دیر تیرے داکرے رورہ زار و زار کیا  
 شن کے سخن ہو بے جاوہ ساکت بی بی نے فرمایا  
 اس تعریف کراں اس رمبی جس نے ملک کسایا  
 جس نے سچیاں خبراں رختیں نظر کر دھلایا  
 کرب و عار خداوند اگے سچے دلوں بجانوں  
 خوشی تانوں کدے نہ ہو کو نارب کدے ہساو

پہلی دعا قبول مانی دی کہیتی پاک اپنی  
چڑھدے سال ایہ ماتم کروے رب تمہیں ان دورے  
نیکوین تک سال اول ہے اندر گمراہی  
دل صبح تہک امام مکرم سخت کروے

## پہلا ماتمی زید ہے

اخبار ماتم میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ سب سے اول ماتم زید بن عتید کے گھر ہوا۔ اس لئے ماتم گویا  
زید کی سنت ہے۔ باقی سب ماتمی اس کے متبع ہیں۔ چنانچہ اخبار ماتم ص ۹۶ میں ہے  
لَمَّا جَلَسْنَا بَيْنَ يَزِيدَ رَأَى لَنَا وَالْطَّفَنَاءَ وَأَمَرَ بِأَهْلِ بَيْتِ الْحُسَيْنِ أَنْ يَتَوَكَّفُوا  
دَاخِرَ الدَّارِ فَكَثُرَ دَخَلُ النَّسْوَةِ ذَا سَرَّ يَزِيدَ لَمْ يَبْقَ مِنْ آلِ مَعَاوِيَةَ وَارِثٌ  
سُفْيَانُ أَحَدُ الْأَسْتَبْقَاءِ بَا لِنُكَارِ وَالصُّرَّاحِ وَالنِّكَاةِ عَلَى الْحُسَيْنِ وَ  
خَرَجَتْ هُنْدٌ حَتَّى شَفَّتِ السُّرُورَ وَهِيَ حَاسِرَةٌ فَقَالَتْ يَا يَزِيدُ مَرَّاسُ  
بُنْ قَاطِطَةٍ مَقْصُودِكَ عَلَى فَنَاءِ بَابِي فَوَقَفَ إِلَيْهَا يَزِيدٌ نَفْطًا هَا وَقَالَ كَعَم  
كَأَعُولِي عَلَيْمَ يَا هُنْدُ وَأَلْعَيْنَ مَا عَلَيْهِنَّ مِنَ الثِّيَابِ وَالْحُلِيِّ وَأَقَمْنَ  
الْمَآثِمَ عَلَيْهِنَ ثَلَاثَ أَيَّامٍ وَجَعَلَ أَهْلُ الْكُوفَةِ يَتَوَخَّوْنَ أَنْ يَكُونُوا فَقَالَتْ  
تَرَيْتَ مَا هَذَا الْبُكَاءُ فَقَالُوا كَا جَلِ أَخِيكَ وَاسْتَأْذِنَتْ إِلَى النَّاسِ سَأَلُوهُ  
فَسَلَّتِ الْكَافِرَاتُ قَامَرُ تَعَدَّتِ الْأَفْئَاتُ فَقَالَتْ الْحَمْدُ لِلَّهِ الْهَم

(جب اہل بیت زید کے سامنے لائے گئے۔ بڑی نرمی اللہ مہربانی سے پیش آیا۔ اور  
اہل بیت کے لئے حکم کیا۔ کہ میرے گھر داخل کئے جائیں۔ جب مستورات زید کے گھر  
داخل ہوئیں۔ بنو سفیان کی تمام عورتیں روئے پیچھے لگیں۔ اور امام حسینؑ پر نوحہ شروع  
کروا۔ ہندہ زوجہ زید پر وہ پھاڑ کر برہنہ بدن باہر نکل پڑی۔ اور کہنے لگی۔ اے زید  
کیا جگر گوشہ فاطمہؑ (حسینؑ) کا سرمہ بارک نیزہ پر تانا جو امیر کے گھر کے دروازہ پر  
رکھا ہوا ہے۔ زید اپنی عورت کے پاس کود کر گیا۔ اور اس کو کپڑوں سے ڈھانچا۔ اور  
کہا ہاں۔ تم اسپر ماتم کرو۔ کپڑے اور زیور اس پر اتار پھینکو۔ اور تین دن صاف ماتم کچھ  
رکھو۔ اس پر اہل کوڈ ماتم کرنے اور رونے پٹینے لگے۔ تو حضرت زینبؑ (ہمیشہ امام  
حسینؑ) نے کہا۔ یہ شور و فغاں کیسا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ تمہارے بھائی کا ماتم ہے  
بی بی صاحبہ نے کہا۔ چپ چاپ کرو۔ گھر چال چپ کر لئے گئے۔ اور شور بند ہوا۔ تو آپ

فصیح و بیخ خطبہ پڑھنے لگیں۔ (جس میں بددعا لگی گئی)

شیعہ عند کریں کہ وہ ماتم کرتے ہیں کس کی اشباح کرتے ہیں۔ اور پہلا ماتمی کو شیخ ہے اور کس کے گھر سے پہلے یہ رسم شروع ہوئی۔ جب شیعہ کی معتبر کتاب تصریح ہے کہ ماتم کو ہوا ان کا پہلا امام یزید عنید ہے۔ تو ان کو شرم کرنا چاہئے کہ کس کی تقلید کر رہے ہیں ایک شاعر نے کیسا عبرت آموز مضمون اس کے متعلق نظم میں بیان کیا ہے۔

### نظم اردو

ابن حیدر کو تھا کوفہ میں بلایا کس نے  
سچ کہو جھوٹا نہ کہنا کہڑ لایا کس نے  
دشت پر کرب و بلا میں تھا لٹایا کس نے  
نور زہرا کی شعاؤں کو بجھایا کس نے  
آتش جو روجھا سے تھا جلایا کس نے  
قتل کر رتبہ اسلام گھٹایا کس نے  
سچ کہو خون پیغمبر کا بہایا کس نے  
بہتی ندیوں سے تھا پھر بار سٹایا کس نے  
خیمہ کو کرب و بلا میں تھا جلایا کس نے  
دشت پر خار میں لی لوٹ لوٹایا کس نے  
حیف اس عہد محبت کو بجھایا کس نے  
دردِ خاک بسر ان کو بھرایا کس نے  
لکھ کے خط مکہ سے تھا انکو بلایا کس نے  
خاک اور دھوپ ہیں تھا انکو گرایا کس نے  
روش نورانی پہ تھا لکھو اور ڈرایا کس نے  
پے پے لکڑی کو تھا ان پہ چلایا کس نے  
بیچ پاؤں کے گرا ان کو روندنایا کس نے  
ہے جو ان کی مقبر کل کتب میں لکھا ہوا  
قلب کے کوڑھی تھے وہ اور بددعا تھے وہ سدا

بے ادب کون تھا اور ظلم کیا کیا کس نے  
کس نے خط بھیجے ذرا دیکھو کتاب میں اپنی  
آل سرور کے دولاڑے پہ چلا کر خنجر  
وہ حسین ابن علی تخت جگر پاک نبی  
تھا جو گلزار محمد کا وہ تازہ پودا  
فخر اسلام کو بل یوسف ثانی کو دیا  
قتل احمد تھا وہ لاریب جو تھا قتل حسین  
کس نے تشنوں پہ کیا بند تھا پانی پینا  
خانہ زہرا کے جلانے کی ہے تہمت کن پر  
حضرت فاطمہ زہرا کے جگر کی دولت  
ایک کو ایک سے دعوئے تھا محبت بزرگ  
ابن تہامہ جو تھیں پر وہ شبہاں امام  
کھر میں بیٹھے تھے بہ آرام جو مردان خدا  
پر جبریل کے سایہ میں جو رہتے تھے سدا  
ہو گیا تیروں سے مچھلنی تھا وہ جسم الہی  
بوسہ گاہ پاک محمد تھے جو انور شفتین  
دوش سرور پر سواری تھے جو کرتے رہتے  
یہ تھا شیطان علی کا سبک سب جو روحا  
دیکھ لو تم کوفہ کے وہ جلد شیطان علی

چلتے سب خطوات پر جن کے متبادر حسینؑ روتے ہیں اور سینہ کوئی سے نہیں ملنے دڑا  
کام انکا ہے یہی ابا اور اجداد سے چل بیٹے اس جہاں سے کرتے یہ آہ و بکا

## ایک اور دلیل

ماتم کے ناجائز ہونے پر ایک اور روشن دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم پارہ ۲ میں ہے  
وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْسِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ (یعنی جو لوگ خدا کی راہ میں شہید  
ہوں۔ ان کو مردے مت کہو) نیز پارہ ۴ میں ہے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي  
سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا (یعنی جو خدا کی راہ میں شہید ہو جائیں۔ ان کی نسبت مردے  
ہونے کا گمان بھی نہ کرو) پھر سید الشہداء کو مردہ قرار دیکر ان کا ماتم کرنا قرآن پاک  
کی ان آیات کی تکذیب کرنا ہے۔ تعزیر کے عدم جواز پر ایک اور دلیل یہ ہے کہ  
کتاب من لا یحضرہ الفقیہ ص ۱۱۵ میں ہے۔ مَن جَدَّدَ قَبْرًا أَوْ مَثَلًا مَثَلًا فَفَسَدٌ  
خَرِجَ عَنْ الْأَسْلَاحِ (یعنی جس شخص نے کسی قبر کی تجدید کی یا اس کی مثال بنائی۔ وہ  
اسلام سے خارج ہو گیا) جب بحکم حدیث قبر کی تجدید یا اس کی مثال بنانا بھی کفر ہے۔  
تو پھر تعزیر بنانا بطریق اولیٰ موجب ضلالت ہوا۔

## شیعہ کا استدلال

جب قرآن و حدیث اور کتب شیعہ پیٹنے اور سینہ کوئی کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اور  
شیعہ کو اس کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ تو بقول الغرض فی بَشَرَاتِ الْخَشْيَةِ  
(ڈوبنے کو تنکے کا سہارا) وہ عجیب مصحفیہ غمزہ لایں پیش کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔  
ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو جب بشارتِ فرزند کی دی گئی۔ فَصَلَّتْ  
وَجْهَهَا (اس نے منہ پر ہاتھ رسید کیا) اس سے پیٹنے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ کوئی ان  
عقل کے اندھوں سے پوچھے کہ فرزند پیدا ہونے کی بشارت ملنے پر لوگ خوشی کیا کرتے  
ہیں۔ یا ماتم۔ دوسری جگہ بیوی صاحبہ کے ہنسنے کا بھی ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔  
کہ ماتم کا ایک طریق ہنسا کو دنا بھی ہے۔ یہ آفریں باد بریں عقل و بریں دانش تو  
سب لوگ جانتے ہیں کہ عورتوں کا قاعدہ ہے کہ جب وہ بات کرنے لگی ہیں۔ منہ پر



تھو رکھ لیتی ہیں۔ اسی دستور کے مطابق بیوی صاحبہ نے منہ پر ڈاکھ رکھا۔ حالانکہ  
 آپ کو اس بشارت کے ملنے سے کمال مسرت تھی۔ اور وہی قلبی مسرت ان کے ہنسنے  
 باعث ہو سکتی ہے۔ لیکن شیعہ کی خوش فہمی قابلِ داد ہے۔ کہ اس سے جو آرماتم پر  
 دست استدلال کیا جاتا ہے۔

## دوسری دلیل

شیعہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام فراقِ یوسف میں بہت روئے  
 جناحہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **وَأَبْيَضْتُ عَيْنَاكَ مِنْ الْحُزْنِ وَهُوَ كَظِيمٌ**  
 یعقوب علیہ السلام کی دونوں آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں۔ اور ان کو بہت سوجھا  
 معلوم نہیں کہ اس آیت میں روئے پٹینے کا کس لفظ سے استدلال کیا جاتا ہے  
 اور کس لفظ کا معنی رونا پٹینا لیا جاتا ہے۔ یہ آیت ان کی دلیل نہیں۔ بلکہ ان کی  
 صریح تردید ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت یعقوب کو یوسف کے فراق کا  
 اس قدر سوجھا و غم تھا۔ کہ غم کی وجہ سے انکا دماغ کمزور ہو کر بصارت جاتی رہی تھی  
 اور شیعہ کا خیال صحیح ہو۔ **تَوَيَّنَ الْحُزْنَ** کی جگہ **مِنَ الْبُكَاءِ** و **الصَّراخِ** ہونا چاہئے  
 چاہا لاکہ آیت میں ایسا نہیں ہے۔ اگر رونا پٹینا بصارت کے زوال کا باعث  
 ہوتا۔ تو آج دنیا کے کل مائمی شیعہ جو زیادہ نہیں تو سال میں ایک دفعہ تو اس قدر  
 بٹھا کرتے ہیں۔ کہ نوہ محشر برپا ہو جاتا ہے۔ تمام اندھے نظر آتے۔ حالانکہ ہم نے  
 کوئی مائمی ماتم کیوں سے انڑھا ہوا ہوا نہیں دیکھا۔ یہ اس امر کا صریح ثبوت ہے۔ کہ  
 مائمی لوگوں کے دلوں میں سوجھا و غم کا ذرہ بھی وجود نہیں ہے۔ ان کا یہ گریہ و بکا انکی  
 سینہ کو بی و ظمانچہ زنی صرف چاول پلاؤ ٹر خانے کی خاطر ہے۔ اور بس۔ اگر  
 شیعہ لوگ اس موقع پر دیگ نہ بچایا کریں۔ تو مجلس ماتم میں اُٹو بولا کریں۔ صرف  
 بولاؤ زردہ کی خاطر میراثی تقلند راور سلی وغیرہ ماتم حسین کے بہانہ سے جمع ہوجاتے  
 ہیں۔ اور مجلس کی رونق ہو جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ کارنامہ نیرید کو اس شان و شوکت سے ہمیشہ تازہ کیا جاتا  
 ہے۔ کہ روح نیرید کو اس سے کمال خوشی ہوتی ہوگی۔ اور یوں تو ذاکروں۔ مشربہ خوانوں  
 پر نیرید علیہ ما علیہ کا ایسا احسان عظیم ہے۔ کہ اس کا شکر یہ ان سے ادا ہونا محال ہے

اگر نیکو عین یہ کر قوت نہ کرتا۔ تو ان گھڑ گداؤں کو کون پوچھتا۔ ماہ محرم ان لوگوں کے لئے  
گویا ماہ عید ہوتا ہے۔ پہلے کے تیاریاں شروع کر دیتے ہیں۔ بیاضیں لئے رات بھر مشغول  
یا دیکھا کرتے ہیں۔ صلیق سنوارتے۔ منہ بناتے اور تال سر کچالتے رہتے ہیں۔ اور ماہ محرم  
شہور ہو جاتا۔ اور ان پر چاندی پرستے لگی۔ جا بجا ان کی آؤ کھجکت ہوئے لگتی ہے۔ روٹیاں مفت  
کی ملتی ہیں۔ اور روپے پیسے الگ۔ ان کو تو خرید۔ کہ نام کی ماہ بہا شیرینی دینی چاہئے اور  
اس کے نام کا سجدہ کرنا چاہئے۔

غرض کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ ماتم کی رسم کس پیغمبر یا کس امام یا ولی کی ایجاد ہے۔ اگر  
یہ ماتم باعث ثواب ہوتا۔ تو ایسے مصومین اس سے محروم نہ رہتے۔ جب کسی امام نے ایسا  
تہمیں کیا۔ تو اس کو شیطانی ایجاد سمجھنا چاہئے۔ خدا کرے۔ شیعہ حضرات اس بدعت سیئہ سے  
باز آجائیں۔ اور سال بسال سوانگ بنا کر توہین اہل بیت کرنے سے اجتناب کریں  
واللہ ہو البہادی۔

اب ہم ان اختلافی مسائل پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ جو ہمارے اور شیعہ کے مابین  
متنازعہ فیہ ہیں۔ اور شیعہ کی کتابوں سے ہی ان کے خلاف استدلال کریں گے۔

## بعض اختلافی مسائل

چونکہ شیعہ گوہر ایک امر میں اہل سنت والجماعت کی مخالفت کا حکم ہے۔ چنانچہ پہلے یہ حد  
نقل ہو چکی ہے کہ اگر اہل سنت کا قول مطابق کتاب اللہ بھی ہو۔ تو بھی حتی الوسع ان کی  
مخالفت کرنا چاہئے۔ اس لئے معاملات میں عبادات میں ہر ایک بات میں شیعہ اپنی  
ٹوٹیر حدیث کی مسجد دنیا سے الگ ہی بنانا چاہتے ہیں۔ ہم ہاتھ باز دھکر نماز پڑھتے ہیں۔  
تو وہ کھولکر ہم چار تکبیر نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ تو پانچ پڑھتے ہیں۔ ہم وضو میں پاؤں کو  
دھوتے ہیں۔ اور نہ مسح کرتے ہیں ہم سلام مسنون السلام علیکم کہتے ہیں۔ تو بجائے  
اس کے یا علی عدد پکارتے ہیں۔ ہم لبوں کے بال کٹاتے اور ڈاڑھی بقدر قبضہ رکھتے  
ہیں۔ تو وہ موچھیں بڑھاتے اور ڈاڑھی چٹ کر دیتے ہیں۔ ہم مساجد میں نماز کے لئے  
جاستے ہیں۔ تو وہ دارہ میں بیٹھ کر بھنگ رگڑتے اور حقہ بٹھراتے ہیں۔ اس لئے ہم  
ان چند اختلافات پر تبصرہ کرتے ہوئے شیعہ کی کتابوں سے ان کو ان کی غلطی کا قائل

کرنا چاہتے ہیں۔ والہ التوفیق۔

## پہلا مسئلہ (نماز درست بستر)

شیعہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہاتھ باندھ کر پڑھنے سے نماز ہوتی ہی نہیں۔ اس لئے اس مسئلہ پر عقلی اور نقلی بحث کر کے قرآن و حدیث اور کتب شیعہ سے استدلال کر کے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ کوئی مؤمنند اس کو بڑھکراہ راست پر آجائے۔ واللہ الموفق

## عقلی دلیل

نماز عجز و نیاز کا نام ہے۔ اس میں جلسہ۔ قعدہ۔ قیام۔ رکوع و سجود وغیرہ جملہ حرکات و سکنات اظہار عجز و انکسار کے لئے کئے جاتے ہیں۔ اور غایت درجہ تذلل اور تعضیر مطلوب ہے۔ ان حکیم میں ہے۔ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ بیشک نجات اُن مومنوں کے لئے ہے۔ جو اپنی نماز میں خضوع و خشوع کرتے ہیں (دوسری جگہ ہے۔ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ) خدا کی حضور میں ادب و انکسار سے کھڑے ہو) غرض نماز میں اصل مقصود یہ ہے۔ کہ انسان اپنے معبود کے سامنے سودا نہ کھڑا ہو کر ذات کبرائی کی غطیت و جلال کا احترام کرتے ہوئے زبان کے ارکان سے اپنی عاجزی۔ انکساری۔ خاکساری کا اظہار کرے۔ تاکہ دیا رحمت باری جوش میں آکر اس کی سیہ کاریوں اور گناہ گاریوں کو دھو ڈالے۔ اور اس کے نامہ اعمال میں نیکی اور ثواب لکھا جائے۔

ہر ایک آدمی عقل سمجھ سکتا ہے۔ کہ طریق عجز و نیاز یہی ہے۔ کہ دست بستہ کھڑے ہو کر اپنے رب العباد کے سامنے عرض و معروض کیا جائے۔ ہاتھ کھول کر اکر کر کھڑا ہو جائے۔ اگر طریق ادب نہیں ہے۔ تم دیکھتے ہو معمولی انسانوں حکام و امراء کے سامنے بھی پیش ہو کر ہاتھ باندھ کر عرض کیا کرتے ہیں۔ ہر ایک شاہی دربار کا یہی رٹن ہے۔ کہ غلام و خدمتگار اور پیشکار و ماں دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ کوئی چھوٹا بڑے یا واجب التعظیم بزرگ کو خط لکھنا شروع کرے۔ تو یوں لکھنا شروع کرتا ہے۔ کہ دست بستہ سلام کے بعد یوں عرض ہے۔ کوئی قاصد کسی بزرگ کی طرف بھیجا جائے۔ تو کہا جاتا ہے۔ کہ میری طرف سے ہاتھ باندھ کر عرض کرنا۔ پھر جب اعلیٰ سرکار

احکم احکامین کے دربار میں دینی و دنیوی برکات حاصل کرنے کی تمنا میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگیں۔ تو عرفاد اصطلاحاً و شرعاً طریق ادب یہی ہے۔ کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں۔ یہ کوئی طریق ادب نہیں ہے۔ کہ ہاتھ کھولے ہوئے اگر کھڑے ہو جائیں۔ بلکہ یہ حد و وجہ کی گستاخی ہوگی۔ خضوع و خشوع اور قنوت اسی میں متصور ہے۔ کہ نماز ہاتھ باندھ کر پڑھیں۔ ہاتھ کھولے ہوئے اگر کھڑے ہو کر سلیوٹ کرنا نصائے کی آیت ہے۔ اسلامی طریق اس سے جدا گانہ ہوتا چاہئے۔

### نقلی دلائل

پہلی دلیل۔ قرآن میں ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَأْ (خدا کی نماز ہاتھ باندھ کر پڑھ) نحر کا معنی کتب لغت میں ہاتھ باندھنے کا بھی ہے۔ چنانچہ علم لغت کی سب سے بڑی مستند اور متداول کتاب قاموس جلد ۱ ص ۳۳ میں باب الراف فصل النون میں ہے تَحْمَلُ الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ اِنْ تَصَبَّ وَتَهَلَّ صَدْرَكَ اَوْ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ (نماز میں نحر کا معنی یہ ہے۔ کہ سینہ قلبہ رو سیدھا کر کے یا دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر کھڑا ہو) علم لغت سب کے لئے یکسان حجت ہے۔ اور اس سے کسی کو انحرار کی گنجائش نہیں ہے۔ آیت فصل میں چونکہ نماز پڑھنا صاف قرینہ موجود ہے۔ اس لئے یہاں نحر کا معنی یہی ہے۔ کہ داہنا ہاتھ بائیں پر رکھ کر ہاتھ باندھے ہوئے نماز پڑھو امام فخر الدین رازی رحمہ نے تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۱۲ میں آیت مذکور کی تفسیر میں جناب مدنیہ العلم حضرت علی المرتضیٰ کا قول یوں نقل کیا ہے۔ والاشہد وضعها علی النحر علی عادة الخاشع الخاضع (والنحر کا اشہد اور انظر معنی یہی ہے۔ کہ سینہ ہر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے۔ جیسے کہ خضوع و خضوع کا طریق ہے) ایسا ہی تقاسیر و منشور معالم التنزیل تیسرے المقیاس حسینی وغیرہ اور کتب حدیث بخاری۔ ترمذی۔ دارقطنی وغیرہ میں حضرت علیؑ اور ابن عباسؓ اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام کی روایات سے یہی معنی لکھا گیا ہے۔ پھر ایسی جرح اور صاف آیت کے ہوتے ہوئے دوسری کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی

دوسری دلیل۔ حضرت موسیٰؑ جب کوہ طور پر خدا کے حضور میں پیش ہوئے۔ تو جوتیاں اتار کر نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ اور طریق ادب بھی بتایا گیا۔ اور ارشاد ہوا۔



وَاحْتَمَمُ اَيْنِكَ جَنَّا حَلَكٌ مِنَ الرَّهْبِ (اور باندھ طرف اپنی اپنے ہاتھ  
 ادب دنیا زسے) اس واقعہ کا قرآن کریم میں دو جگہ ذکر ہے۔ سورہ یوسف اور  
 طہ میں۔ سورہ طہ میں نماز پڑھنے کا یوں ارشاد ہے۔ فَلَمَّا اَتَاهَا يَا مُوسَى  
 اِنِّى اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى وَاَنَا اخْتَرْتُكَ  
 فَاسْمَعْ لِمَا يُوحَى اِنِّى اَنَا اللّٰهُ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِىْ وَاَقِمِ الصَّلَاةَ  
 لِذِكْرِىْ (پھر جب موسیٰ اس آگ کے پاس آئے۔ تو آواز آئی۔ اے موسیٰ میں  
 میں تیرا رب ہوں۔ جوتیاں اتار دے۔ تو ایک پاک وادی میں ہے۔ میں نے  
 تجھے چن لیا۔ تو سن جو وحی کی جاتی ہے۔ میں ہی خدا ہوں۔ میرے سوا کوئی دوسرا  
 معبود نہیں ہے۔ میری ہی عبادت کر اور میری یاد کے لئے نماز پڑھ)

دوسرے موقع پر سورہ قصص میں اسی واقعہ کا بیان ہوا ہے۔ جہاں عصا ڈالنے  
 گریباں میں ہاتھ ڈالنے اور اس کے منور ہو کر نکلنے کا بھی ذکر ہے۔ اسی جگہ  
 وَاَضْمَمُ الْيَدَ الْيُمْنٰی اِلَیْهِمْ مِّمَّا يَكْفُرُوْنَ۔ چونکہ بعض آیات بعض کی تفسیر ہوتی ہیں۔ اس لئے  
 اگرچہ اس جگہ اقم الصلوٰۃ مذکور نہیں ہے۔ لیکن حکم گویا وہی حکم یہاں بھی موجود ہے  
 اور یہاں نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ ضم ایک چیز کو دوسری چیز کے  
 ساتھ جمع کرنے کو کہتے ہیں۔ جناح کا معنی ہاتھ ہے۔ جو اس جس ہونے کی وجہ سے واحد  
 اور جمع پر اطلاق ہوتا ہے۔ راءب کا معنی عاجزی کا ہے معنی آیت وَاَضْمَمُ الْيَدَ الْيُمْنٰی  
 ہے۔ کہ اپنے جسم سے اپنا ہاتھ ضم کرے عاجزانہ شکل بنا کر۔ اس سے ہاتھ کے ضم کرنے  
 اور ناجزائے صورت دکھانے کا تو صریح حکم ثابت ہوتا ہے۔ یہ امر کہ واسطے ہاتھ کو بائیں  
 لئے اور یا ندھنا چاہئے۔ سو چونکہ داہنا بائیں سے افضل ہے۔ اس لئے بحکم یَدِ الْعُلَیَّیَا  
 خَلْفَ مَنْ يَدِ السُّفْلٰی (اوپر کا ہاتھ نچلے سے بہتر ہوتا ہے)۔ واسطے کو اوپر اور بائیں  
 کو نیچے رکھنا بھی ثابت ہو گیا۔ وهو المقصود۔

چونکہ قرآن کریم میں دو جگہ صریح حکم موجود ہے کہ نماز ہاتھ باندھ کر پڑھی جائے۔ اور

۱۔ سورہ کوثر میں نحر سے مراد قربانی لینا اس لئے درست نہیں ہے۔ کہ قربانی کا حکم میں نے طیبین ہوا  
 جیسا کہ سورہ بقرہ مدنی میں لفظ وَالْقَدِّیْ اور سورہ حج مدنی میں مَنَّسُکَا کے لفظ سے اس کا حکم ہوا  
 لیکن سورہ کوثر لکی ہے۔ قربانی کے حکم سے پہلے وصال تک میں دینار نماز نازل ہو چکی تھی۔ ۱۲

عقل کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اس لئے مزید لائل کی چداں ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ضدی  
 خصم (شیعہ) کے لئے ان کی کتابوں سے بھی استدلال کی ضرورت ہے۔

تیسری دلیل۔ شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ۱ ص ۱۹ میں ہے۔ عَنْ شُرَاهِمَةَ قَالَ  
 إِذَا قَامَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي الصَّلَاةِ جَمَعَتْ بَيْنَ قَدَمَيْهَا وَلَا تَفْرُجُ بَيْنَهُمَا وَتُحِمْ  
 يَدَيْهَا إِلَى صَدْرِهَا لِمَا كَانَ ثَدْيُهَا (زرارہ سے روایت ہے۔ کہا جب عورت  
 نماز میں کھڑی ہو۔ اپنے دونوں پاؤں ملا کر رکھے۔ اور ان میں فاصلہ نہ ہو۔ اور دونوں  
 ہاتھ سینہ پر پستانوں کی جگہ باندھ لے) بعینہ یہی روایت علی الشرائع ص ۱۲۵ اور تہذیب  
 الاحکام جلد ۱ ص ۱۶۱ میں موجود ہے۔ پھر جب عورت کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا صحیح حکم  
 کتب شیعہ میں موجود ہے۔ تو مرد کیوں ہاتھ کھول کر نماز پڑھیں۔ کیا صرف عورتوں کیلئے  
 نماز میں تذلل و انحسار کا حکم ہے۔ اور مردوں کے لئے ان کو کر نماز میں فرعونیت دکھانا مطلب  
 ہے۔ کیا شیعہ اس کا کچھ جواب دے سکتے ہیں۔ احکام قرآن مردوں اور عورتوں کیلئے عبادت  
 میں یکساں ہیں۔ پھر کس قرآنی دلیل سے عورت کو ہاتھ باندھ کر اور مرد کو کھول کر نماز پڑھنا  
 ثابت ہے۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔

چوتھی دلیل۔ شیعہ کی کتابوں سے ثابت ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام حضرت ابوبکرؓ  
 کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ شیعہ کی معتبر کتاب لمعة البیضاء ص ۱۱۱ میں تصریح  
 ہے۔ تو اس وقت ناممکن ہے۔ کہ جناب امیرؓ نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی ہو۔ جب دیگر  
 امور میں بقول شیعہ تقیہ سے اوقات بسر کرتے تھے۔ تو اقتداء ابوبکرؓ میں بھی ایسا  
 ہی کرتے ہونگے۔ پھر شیعہ کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ لوگ قیامت تک تقیہ پر  
 مامور ہیں۔ شیعہ کی معتبر کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کتاب الصلوٰۃ میں لکھا ہے۔ کہ شیعہ  
 کو چاہئے۔ کہ اہل سنت والجماعہ کے پیچھے تقیہ کر کے نماز پڑھیں۔ اس سے ان کو  
 بچیں گنا زیادہ نواب ملتا ہے۔ تو بالضرور پھر جو لوگ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ وہ  
 نواب تقیہ سے محروم رہتے ہیں۔

### استدلال شیعہ

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ قرآن میں لکھا ہے۔ وَالطَّيِّبَاتُ قَاتِلُ كُنَّ قَدْ عَلِمَ صَلَواتُہ  
 وَتَبَیْہُکَ (پرندے صاف باندھے عبادت خدا کرتے ہیں۔ خدا ہر ایک کی نماز و تسبیح

جو جانتا ہے) اور ظاہر ہے کہ پرندے ہاتھ کھول کر عبادت کرتے ہیں۔ اس لئے ہیں  
بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا چاہئے۔

## جواب

انسان اشرف المخلوقات ہو کر پرندوں کی اتباع کرے۔ یہ از بس عجیب بات ہے  
جو انسانی عبادت میں ضرور تیز ہونا چاہئے۔ خدا ان بے تیزوں کو ہدایت کرنے  
کیسی بے مکی ہانکتے ہیں۔ پرندے تو اپنے بازوؤں کو ہلاتے ہیں۔ پھر شعیلوں کو بھی  
بازو ہلاتے رہنا چاہئے۔ پرندے جدھر منہ آئے اڑتے جاتے ہیں۔ قبلہ کے  
پابند نہیں۔ لیکن انسان قبلہ کا پابند ہے۔ اور ہمیں ایک جگہ کھڑا رہنے کا حکم ہے  
وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ (یعنی عجز و انکسار سے یکجا کھڑے ہو کر نماز گزارو) غرض  
انسان ہو کر لای عقل حیوانات چرند و پرند پر اپنے آپ کو قیاس کرنا۔ ذوی العقول کے  
بے زیبا نہیں ہے۔ نہ یہ کوئی دلیل ہے۔ بلکہ مضحکہ اطفال ہے شیعہ کی دلائل کا  
کیا کہنا۔

دوسری دلیل۔ دوسری دلیل شیعہ کی یہ ہے کہ صلوٰۃ الخوف میں مسلمانوں کو حکم ہے  
وَلَا تُحِکُّمُ وَلَا حِدْرَهُمْ وَأَسْلَحَتْهُمْ (اپنے ہتھیاروں کو پکڑ رکھا کریں) یہ  
اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہاتھ کھولے ہوئے ہوں۔ ہاتھ باندھ کر ہتھیار کس  
طرح پکڑے جاسکتے ہیں۔

## جواب

اول تو نماز خوف پر دوسری نماز کا قیاس نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ حالت مجبوری ہوتی ہے  
اس لئے ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ کر ایک فرقہ لڑنے کو چلا جاتا ہے۔ دوسری  
جماعت اگر نماز پڑھتی ہے۔ پھر پہلی جماعت اگر بقیۃ نماز پڑھ لیتی ہے۔ لیکن  
صلوٰۃ امن میں ایک رکعت پڑھ کر کوئی ایسا عمل کریں۔ تو نماز باطل ہو جاتی ہے  
دوم شیعہ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ سپاہی ہاتھوں میں ہتھیار پکڑے نہیں  
رکھتے۔ بلکہ اکثر ہتھیار جسم سے بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور عہد رسالت میں تو  
ہتھیار ہی اسی قسم کے تھے۔ جو جسم سے بندھے ہوئے ہوتے تھے۔ تلوار کمر سے  
بندھی ہوتی تھی۔ تیرتر کش (جھولا) میں پڑے ہوئے جسم سے پیوست ہوتے تھے۔

ایسی صورت میں ہاتھ باندھ کر غازی نماز بھی پڑھ سکتے تھے۔ اور وَلْيَاْخُذْ وَلْيَاْخُذْ کہہ کر  
 قَدْ اَسْلَمْتُمْ (تھیں یا پکڑ رکھنے) کی تعمیل بھی ہو جاتی تھی۔ شیعہ کو ایسا استدلال کرتے  
 سے شرم آنا چاہئے۔ مگر کیا کریں۔ الغریق یتثبت بالحشیش (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا  
 ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔

تیسری دلیل۔ شیعہ ایک یہ دلیل پیش کیا کرتے ہیں کہ امام مالکؒ کے نزدیک ہاتھ  
 کھول کر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

### جواب

یہ بھی شیعہ کا ایک دھوکہ ہے۔ حقیقت میں امام مالکؒ مجتہد مذہب نہیں۔ بلکہ ایک اور  
 صاحب مالک بن عقیلہ (شیعی) ہیں۔ جنہوں نے اس مسئلہ پر بہت زور دیا۔ شیعہ ہم نامی کی  
 وجہ سے اس مسئلہ کو امام مالکؒ کی طرف منسوب کر بیٹھتے ہیں۔ امام مالکؒ کی مشہور و متداول  
 کتاب موطا امام مالکؒ موجود ہے۔ اس میں وضع الیدین احمد ہما علی الاخریٰ حدیث  
 موجود ہے۔ امام موصوف بھی نماز میں ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ علاوہ ازیں ہم نام ممدوح  
 کے مقلد نہیں ہیں۔ کہ قول امام ہم پر حجت ہو سکے۔ یہ سب بوئے دلائل ہیں۔ شیعہ کو چیلنج  
 دیا جاتا ہے کہ ہماری کتب صحاح و مقبر کتب فقہ سے ایما اہل بیت۔ حضرت علیؑ امام حسنؑ  
 امام حسینؑ کا مذہب ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ثابت کر دیں۔ بلکہ وہ اپنی کتابوں کے بھی  
 ثابت نہیں کر سکتے۔ ہم نے قرآن و حدیث و کتب شیعہ سے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا  
 ثبوت پیش کر دیا ہے۔ کیا شیعہ حضرات کے کوئی صاحب انصاف ہے۔ جو صدر چھوڑ کر  
 راہ راست پر آجائے۔

### مسئلہ تکبیرات جنازہ

چونکہ تکبیرات جنازہ دوسری نماز کی رکعات کی بجائے ہیں۔ اور کوئی فرضہ نماز چار رکعات کے  
 زیادہ نہیں۔ اس لئے شیعہ کا پانچ تکبیر جنازہ کا قائل ہونا قول بلا دلیل ہے ہم اس سے  
 پہلے قروع کافی جلد ۴ کتاب الروضہ مستند سے ایک طویل حدیث لکھ چکے ہیں جس کا مفہوم  
 یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے عہد میں بھی وہی امور قائم رکھے۔ جو خلفائے ثلاثہ نے  
 عہد میں نافذ تھے۔ نہ فدک و نہ افاطہ کو دے سکے۔ نہ متبرکی حلت کا فتوے جاری کیا۔  
 نہ نماز تراویح موقوف کر سکے۔ نہ پانچ تکبیرات جنازہ پر اس کے پھر حجب جناب ممدوح اپنے



وقت میں دستور پانچ تکبیر جنازہ پڑھتے پڑھاتے رہے۔ تو اب شیعہ اس کے خلاف کرنے کے کس طرح جواز ہو سکتے ہیں۔

دوم شیعہ کی مستند کتاب فروغ کافی جلد ۱ ص ۹۱ میں ایک حدیث ہے جس میں تصریح ہے کہ آنحضرتؐ پہلے جب منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت تھی پانچ تکبیر پڑھا کرتے تھے۔ لیکن جب منافقین کا جنازہ پڑھنے کی ممانعت ہو گئی۔ تو پھر چار تکبیر ہی پڑھا کرتے تھے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ إِذَا صَلَّى عَلَى مَيِّتٍ كَبَّرَ وَتَشَهَّدَ ثُمَّ كَبَّرَ ثُمَّ صَلَّى عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَدَعَا شَرَّ كَبَّرَ وَدَعَا لِلْمُؤْمِنِينَ ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ وَدَعَا لِمَيِّتٍ ثُمَّ كَبَّرَ وَانْصَرَفَ فَلَمَّا نَهَاكَ اللَّهُ عَنِ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ كَبَّرَ وَتَشَهَّدَ ثُمَّ كَبَّرَ وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّينَ وَدَعَا لِلْمُؤْمِنِينَ ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ وَانْصَرَفَ وَلَمْ يَدْعُ لِمَيِّتٍ (ترجمہ۔ ام سلمہ سے روایت ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ آنحضرتؐ جب میت پر نماز جنازہ پڑھتے تھے تکبیر کہتے۔ اور کلمہ شہادت پڑھتے۔ پھر تکبیر کہتے۔ پھر انبیاء پر درود پڑھتے۔ اور دعا کرتے۔ پھر تکبیر پڑھتے۔ اور مومنوں کے لئے دعا کرتے پھر جو بھی تکبیر کہتے اور میت کے لئے دعا کرتے پھر تکبیر کہتے۔ اور فارغ ہو جاتے تھے اور میت کے لئے دعا نہ پڑھتے تھے) بعینہ ہی حدیث من لا یحضرہ الفقیہ ص ۱۰۱ اور علل الشرائع ص ۱۳۱ میں بھی موجود ہے۔

اس حدیث سے جو جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ بالقریح ثابت ہوا۔ کہ پانچ تکبیر نماز جنازہ کا عمل رسولؐ ابتداء میں تھا جب تک منافقین پر بھی جنازہ پڑھا کرتے تھے۔ لیکن آخری عمل جب منافقین پر نماز پڑھنے کی ممانعت ہو گئی۔ یہی تھا کہ چار تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ آخری فعل رسولؐ ہی قابل حجت ہوا کرتا ہے۔ اس سے زیادہ صاف زبردست دلیل کیا ہو سکتی ہے جو شیعہ کی اپنی مستند کتاب کافی کلینی وغیرہ سے بروایت صادقؑ چار تکبیر نماز جنازہ کا ثبوت پیش کروا گیا ہے۔ کیا اب بھی شیعہ صد سے باز آئیں گے۔

ہماری کتابوں میں یوں تصریح ہے صَلَّی جِبْرِیلُ عَلَیْ آدَمَ وَلِکَبَّرَ عَلَیْہِ اَرْبَعًا

پھر یہ منافقین پر نماز جنازہ کی ممانعت کی حالت میں تھی۔ تو ان نماز پڑھنے کے لئے چار تکبیریں ہی پڑھنے کی اجازت تھی۔ پھر یہ منافقین پر نماز جنازہ کی ممانعت ہو گئی۔ تو پھر چار تکبیریں ہی پڑھنے کی اجازت تھی۔ پھر یہ منافقین پر نماز جنازہ کی ممانعت ہو گئی۔ تو پھر چار تکبیریں ہی پڑھنے کی اجازت تھی۔

(دارقطنی) آدمؑ پر جبرئیلؑ نے موعہ ملائکہ کے نماز جنازہ پڑھی۔ اور چار تکبیریں کہیں۔ اسی کتاب دارقطنی جلد ۱ صفحہ ۱۹۱ میں حضرت انسؓ کی روایت سے ایک حدیث ہے کہ حضرت آدمؑ پر چار تکبیریں پڑھی گئیں۔ رسول پاکؐ کے جنازہ پر بھی چار تکبیریں پڑھی گئیں حضرت نے جنازہ ابوبکرؓ پر بھی پڑھی۔ جنازہ عمرؓ پر حضرت حسنؓ نے حضرت علیؓ پر۔ امام حسینؓ نے حضرت حسنؓ پر چار تکبیریں پڑھی ہیں۔

اہل سنت و الجماعہ کی جملہ کتب حدیث و فقہ میں تصریح ہے کہ آخری عمل رسول پاکؐ کا جنازہ تجاشی کے بعد چار تکبیر نماز جنازہ پر ہی رہا۔

جب کتب معبرہ فریقین سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا۔ کہ آخری عمل آنحضرتؐ کا چار تکبیر نماز جنازہ پر ہی رہا۔ تو اب شیعہ کو اپنی ضد چھوڑ دینا چاہیے۔ واللہ بہا ہادی۔

### غیسر مسئلہ (پاؤں کا مسح)

ہر مذہب کے مسلمان وضو میں پاؤں دھونا فرض سمجھتے ہیں۔ لیکن شیعہ عقل و نقل کے خلاف پاؤں کو دھونے کی بجائے مسح کی فرضیت کے قائل ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ منہ ماتہ جن پر نجاست پڑنے کا بہت کم احتمال ہوتا ہے۔ تو دھوئے جائیں۔ لیکن پاؤں جن سے زمین پر ملتے ہیں۔ اور جن کے پلید ہوئے کا زیادہ احتمال ہے۔ ان پر مسح کر لینا کافی سمجھا جائے۔ جو اعضاء کھلے رہتے ہیں۔ مثلاً منہ ہاتھ پاؤں چونکہ گرد و غبار پاک و پلید اڑ کر ان پر پڑا کرتا ہے۔ اور پیل کپیل جم جاتی ہے۔ اس لئے شارع علیہ السلام نے صفائی بدن کے لئے ان کا دھونا فرض قرار دیا ہے۔ لیکن سر چونکہ ہر وقت ڈھکا رہتا ہے اور جملہ اعضاء سے بلند تر ہے۔ اس کی نجاست کا احتمال کم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تبرید و مانع کے لئے اس کا مسح کر لینا کافی سمجھا گیا ہے۔ لیکن شیعہ چونکہ عقل کے دشمن ہیں۔ اور دیگر مسلمانوں سے خلاف کرنا ان کا شیوہ ہے۔ پاؤں کو دھونے کے بجائے ان پر مسح کر لیا کرتے ہیں۔ اور پھر اس پر بھی اطمینان نہیں ہو سکتا۔ پہلے دھویا کرتے ہیں۔ پھر بعد وضو مسح بھی کر لیا کرتے ہیں۔ (یا للعجب) خدا نے قرآن میں سب سے اول منہ دھونے کا حکم دیا ہے۔ لیکن شیعہ کا طرز عمل خلاف قرآن یہ ہے کہ منہ دھونے سے اول پاؤں دھویا

لے وضو کی فرضیت اس لئے ہے کہ اعضاء وضو دھونے سے دماغ کو فرحت ہوتی ہے۔ کھاسل دور ہو جاتا ہے اور انسان غرض و خرم کھڑا ہو کر بارگاہِ ایزدی میں اپنا عرض و حال کہنے قابل ہو جاتا ہے۔ یہ طبی قاعدہ ہے کہ اطراف (ہاتھ پاؤں) دھونا باعث تفریح طبع اور دفع تجاسل ہوتا ہے۔ جب کسی کو بخار ہو تو طبی علاج یہی ہو کہ اس کو شہید کر لیا جائے۔ جس سے بخارات دور ہو کر صحت عود کر لے۔ پھر یہ غرض تب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ منہ ہاتھ کے ساتھ پاؤں

یہ وضو کا اصل ہے۔ پاؤں کی صفائی کا اصل ہے۔ یہ قاعدہ ہے کہ اطراف (ہاتھ پاؤں) دھونا باعث تفریح طبع اور دفع تجاسل ہوتا ہے۔ جب کسی کو بخار ہو تو طبی علاج یہی ہو کہ اس کو شہید کر لیا جائے۔ جس سے بخارات دور ہو کر صحت عود کر لے۔ پھر یہ غرض تب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ منہ ہاتھ کے ساتھ پاؤں

کرتے ہیں۔

## کافی کلینی کی حدیث

اس کے متعلق بھی فروع کافی جلد اول سے ایک حدیث پیش کی جاتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے۔ **وَاِنْ تَرَيْتُمْ مَسَّكُمْ مَاءُ اَسَاكٍ فَتَيَّ تَغْسِلْ بِرَجْلَيْكَ فَاُمْسِكْهُمَا سَلَّتْ حَتَّى اَخْلِلَ رِجْلَيْكَ** (امام صادق نے فرمایا۔ اگر سر کا مسح کرنا بھول جائے۔ اور پہلے پاؤں کو دھو ڈالے۔ تو سر کا مسح کر لے۔ اور بعد ازاں پاؤں دھو لے) اس حدیث سے بالضرر ثابت ہے۔ کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے اس لئے جناب امام نے فرمایا کہ اگر مسح سر کو بھول کر پہلے غلطی سے پاؤں دھوئے جائیں۔ تو پھر ایسا کرنا چاہیے۔ کہ سر کا مسح کر لیا جائے۔ اور ترتیب کی درستی کے لئے پھر دوبارہ پاؤں دھوئے جائیں۔ اگر پاؤں کا دھونا فرض نہیں تھا۔ بلکہ از الہ نجاست منظور تھا۔ جیسا کہ شیعہ کہا کرتے ہیں۔ تو پہلے دھونے سے از الہ نجاست تو ہو چکا تھا۔ مسح سر کرنے کے بعد مکرر پاؤں دھونے کا حکم کیوں دیا جاتا۔ اس حدیث کا کوئی جواب شیعہ نہیں دے سکتے۔ اور یہ حدیث فضائل شیعہ ہمارے پاس ایک زبردست حربہ ہے جس سے ان کے تمام استدلال پر پانی پھر جاتا ہے۔

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے نہ جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے  
فی الواقعہ کافی تمام مسائل کے تصفیہ کے لئے کافی ودافی ہے ہاں انصاف شرط ہے  
صدقہ کوئی علاج ہی نہیں۔

## دارھی چٹ موچھیں دراز

ابن کل شیعہ بیان علیؑ کا نشان امتیاز یہ ہے۔ کہ دارھی چٹ اور موچھیں دراز ہوتی ہیں۔ پس اسی حکم سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ جس کی دارھی سنون ہو۔ اور شوارب (موچھیں) کٹی ہوئی ہوں۔ اس کو شیعہ حضرات غیظ و غضب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے کتب شیعہ سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنا ضروری ہے۔ تاکہ انہیں دیکھ کر اپنی حالت پر افسوس ہو۔ اور آئندہ اس سے باز آجائیں۔

(۱) شیعہ کی مستند کتاب حدیث من لایحضرہ الفقیہ میں ہے۔ **قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اُخْفُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا النَّحَى وَلَا تَشَبِهُوا بِالْيَهُودِ** (رسول پاکؐ نے فرمایا کہ۔

موحی کٹاؤ اور ڈھکی رکھو۔ اور یہودیوں سے مشابہت پیدا نہ کرو) (۲) قمرع کافی جلد ۲ ص ۱۱۱ میں ہے۔ عَنْ بَقِصَ أَخِيهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ۱۲  
 فِي نَدْوَى الْحَيَّةِ قَالَ تَقْبِضُ يَدَكَ وَتَحْجَرُ مَا فَضَّلَ (امام صادق ۲ سے بعض اصحاب) نے  
 دائرہ کی مقدار کا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ بقدر قبضہ رکھو۔ اور اس سے زائد کا ٹی  
 (۳) اسی کتاب کے صفحہ مذکور میں ہے عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَخِيهِ أَبِي الْحَسَنِ  
 عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ قِصِّ الشَّوَابِ بَاقِي السَّنَةِ قَالَ نَعَمْ (علی  
 بن جعفر نے اپنے بھائی ابوالحسن سے روایت کی ہے کہ ان سے دریافت ہوا کیا  
 موحیوں کا کٹنا سنت ہے۔ کہا ہاں بیشک) (۴) پھر اسی کتاب کے ص ۱۱۱ میں ہے  
 عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ۱۲ لَا يَطْوِيَنَّ أَحَدُكُمْ شَارِبَهُ  
 فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَتَخَذُ كَفْخَبَاءَ يُسَارِطُهُ (امام صادق ۲ سے روایت ہے کہ رسول  
 پاک نے فرمایا۔ کوئی شخص تم میں سے موحیوں کو نہ بڑھائے۔ کیونکہ ان سے شیطان  
 خیمہ بناتا ہے۔ جو اس کے پردہ کا کام دے) (۵) اصول کافی ص ۱۱۱ میں ہے  
 يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَبَاجِدًا مَرْدَانًا قَالَ فَقَالَ لَهُ أَقْوَامٌ حَلَقُوا اللَّحْيَ وَقَتَلُوا الشَّوَابَ  
 (جناب امیر علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ مردان کا شکر کون ہے۔ فرمایا وہ ایک قوم تھی۔ جو  
 دائرہ کی چٹ کر لے کر اور موحیوں کو تار دیتے تھے۔ ان کی صورتیں سب ہو گئیں)  
 شیعہ غور کریں۔ حدیث نمبر ۱۱ میں موحیوں کو کھانے کا صاف حکم ہے۔ اور کہ  
 جو ایسا نہیں کرتے وہ یہودیوں سے مشابہ بنتے ہیں۔ حدیث نمبر ۲ میں دائرہ کی مقدار  
 بتائی گئی ہے۔ کہ بقدر قبضہ اس کا رکھنا ضروری ہے۔ حدیث نمبر ۳ میں موحیوں کو کٹنا  
 سنت نبوی قرار دیا گیا ہے۔ اور حدیث نمبر ۴ میں تو موحیوں کو کٹانی کی ایسی تاکید کی گئی ہے  
 کہ رسول نے فرمایا ایسی موحیوں کو شیطان کے خیمہ کے کام آتی ہیں جن سے وہ پردہ بناتا ہے  
 حدیث نمبر ۵ میں دائرہ کی چٹ اور موحیوں کے لٹکے کا حکم بتایا گیا ہے۔  
 جو حضرات شیعہ۔ ان احادیث کے خلاف دائرہ کی چٹ اور موحیوں کے لٹکے کا حکم بتایا  
 ہوئے ہیں۔ وہ ان احادیث کی رو سے یہودی صفت سنت نبوی کے منکر شیطان کے

لہ جات القلب جلد ۳ ص ۱۱۱ میں ہے۔ از سبھاۃ ابراہیم است شارب راگفتن دریش را بلند  
 داشتن (موحیوں کو کٹنا اور دائرہ کی چٹا کر رکھنا سنت ابراہیم سے ہے)



مددگار ہیں۔ کہاں ہیں وہ شیعہ مجال جو کہا کرتے ہیں۔ کہ لمبی مویں مولیٰ علیؑ کے شاہ پر ہیں۔ اور اس لئے ہم سنت علیؑ کے عامل ہیں۔ اگر تمہاری کتابیں سچی ہیں۔ اور تمہارے امام صادقؑ اور رسولؑ پاک کا قہر سچا ہے۔ تو یہ لوگ سنت الشیطان کے عامل اور یہ وہ صفت خدا و رسولؑ کے نافرمان ہیں۔ خدا ان کو ہدایت کرے۔  
غضب تو یہ ہے کہ شیعہ علماء ابھی وارطھی چٹ مویں دراز نظر آتے ہیں۔ اور گویا وہ اس کو شعار اسلام سمجھتے ہیں۔ ایسے علماء سے خدا کی پناہ! جو ضلوفافضلوا کے مصداق ہیں۔

## بھنگ اور شراب

ہر حنفی شراب کی حرمت نص قرآن سے ثابت ہے۔ اور طحٰن خنزیر و شراب حرمت میں برابر ہیں۔ لیکن شیعہ حضرات سے بہت سے یہ فقیر شراب کے علاوی ہوئے ہیں۔ اور ان کو شیرازہ سمجھ کر استعمال کرتے ہیں۔ مریدان خوش اعتقاد کہتے ہیں کہ ہمارے مرشد جی کے پاس شراب کی بوتل لاؤ۔ تو وہ دھواں اور شراباں اُٹھو رہے ہیں۔ بہت سے صوفی شرابی پیرنڈرونیاز میں بھی شراب کی بوتل کی فرمائش کیا کرتے ہیں۔ اور بھنگ تو ملنگان مولیٰ علیؑ کا صبح و شام کا وظیفہ ہوتا ہے۔ ادھر بھنگ رگڑتے ہیں۔ ادھر بزرگان دین کو لعنت و تبرا لکھ کر نامہ اعمال سیاہ کرتے ہیں۔ کوئی منع کرے۔ تو کہا کرتے ہیں۔ کہ ان ملکاتوں کو کیا بھنگ بھنگ اور چرس کے نشہ میں کیسی معرفت کی باتیں سوچتی اور عالم ملکوت کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لئے قرآن میں چند سائل شراب و بھنگ کے متعلق ہم شیعہ کی مقبر کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔ شاید کسی کو ہدایت ہو جائے۔ شیعہ کی مستند کتاب فروع کافی جلد ۲ میں ص ۱۷۱ سے ص ۱۷۲ تک شراب کی خباثتوں شراب خمر کی برائیوں کا مفصل تذکرہ ہے چونکہ عربی احادیث میں۔ اس لئے ہم صرف شیعہ کی مستند تفسیر عمدة البیان مصنف سید عار علی نقشبندی سے ایک عبارت لکھتے ہیں۔ جو جامع و مانع ہے۔ اور ان تمام احادیث کا نیچوڑ ہے۔ اہل ارد و خوان اصحاب اس کو پڑھ کر مستفید ہو سکتے ہیں۔ وہ ہونا۔

جناب صادقؑ نے فرمایا ہے کہ پیئے والا شراب کا اگر پیار ہو۔ تو اس کو پیچھے کو نہ جاؤ اور اگر مر جائے۔ تو اس کے جنازہ پر مت جاؤ۔ اور اگر حاضر ہو۔ تو اس کو زکوٰۃ مت دو اور اگر عورت کو واسطے نکاح کے چاہے۔ تو نکاح اس سے مت کرو۔ اور جو شخص کہ اپنی

دختر کا نکاح کسی شرابی سے کرے۔ تو اس نے گویا اپنی بیٹی کو دوزخ میں ڈالا ہے۔ اور فرمایا جناب رسول خداؐ نے کہ جو کوئی شرابی کو ایک لقمہ کھانے کو دیوے۔ یا ایک گھونٹ پانی کا دیوے۔ تو البتہ متعین کرے گا۔ خدا اوپر اس کے قبر میں سانپ اور بچھو کہ طول ان کے دندان کا ایک سو دس گز کا ہو۔ اور کھلایا جائیگا قیامت کے روز دوزخیوں کے زخموں کا پانی۔ اور جو کوئی حاجت روانی کرے شرابی کی۔ گویا اس نے ایک ہزار موئن کو قتل کیا ہے یا خانہ کعبہ کو ستر مرتبہ ڈھایا۔ اور جو کوئی سلام کرے۔ اس پر تو لعنت کریں گے اس پر ستر ہزار قرشتے۔ اور لعنت کی ہے خدا نے شراب پینے والے کو۔ اور اس کے سچوڑنے والے کو اور اس کے پلانے والے کو اور اس کے اٹھانے والے کو۔ اور جس کے پاس لے جائے اس کو۔ اور تنہا الخالین میں لکھا ہے کہ فرمایا جناب رسول خداؐ نے کہ جو کوئی ایک لقمہ بھنگ کا کھائے۔ یا سہارے کہ گویا اس نے خانہ کعبہ کو ستر بار ڈھایا۔ اور جو کوئی خانہ کعبہ کو ایک بار ڈھائے۔ تو ایسا ہے کہ گویا اس نے ستر پیغمبروں کو قتل کیا۔ اور قرآن میں جو شجرہ ملعونہ ہے۔ مراد اس سے بھنگ کا درخت ہے۔ (تفسیر عمدة البیان مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی جلد ۱ ص ۲۲۷)

اب بھنگ اور شراب کی فضیلت آپؐ نے شیعہ کی مستند تفسیر سے سن لی ہے۔ آپؐ غور کریں کہ کتنے بھنگی اور شرابی مولیٰ علیؑ کے ملنگ اور پیر فقیر نکلتے ہیں۔ جو شیعہ صاحبان کے قبلہ کو کعبہ اور شیعہ مذہب کے رکن اعظم اور محمد علیہؐ سمجھتے جاتے ہیں۔ پھر کیوں نہ کہا جائے کہ اس مذہب میں روحانیت مطلق نہیں ہے۔ ورنہ ان لوگوں کو ایسے محرمات کے علانیہ استعمال سے کچھ خوف ہو۔

## ترک صلوٰۃ

اگرچہ نماز عباد الدین اور اسلام کا اعلیٰ رکن ہے۔ اور مسلمان دکان میں بابہ الامتیاز ہی نماز سمجھی جاتی ہے۔ لیکن شیعہ صاحبان نماز سے ایسے لاپرواہ ہیں کہ گویا اس کی فرضیت کے قائل ہی نہیں۔ یہی نہیں کہ خود تارک صلوٰۃ ہیں۔ بلکہ نماز پڑھنے والوں پر سخر کرتے اور بھتییاں اڑاتے ہیں۔ دعوئے سے کہا جاتا ہے کہ ہمارے ملک کے شیعہ میں سے فیصدی شاید دو شخص بشکل مل سکیں۔ جو پانچ وقت نماز قائم کرتے ہوں۔ باقی سب بے نماز یا نماز میں سخت سست نظر آئیں گے۔ بلکہ شیعہ کا ایک فرقہ جو اپنے آپ کو مولیٰ علیؑ

کے لنگ کھلاتے اور عوام ان کو خدا رسیدہ اولیاء تصور کرتے ہیں۔ اور وارہ پڑھکر ہر وقت بھنگ رگڑا کرتے اور کبواس کیا کرتے ہیں۔ یہ لوگ ننگ دھڑنگ دھوئی باندھے علی علی پکارتے پھرتے ہیں۔ انہوں نے تو نماز کا عمر بھر کبھی نام ہی نہیں لیا بلکہ جس شخص کو نماز پڑھتا ہوا دیکھ لیں۔ اس سے ٹھٹھا کرتے اور سخت نفرت سے دیکھتے ہیں۔ ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ بخشش نماز میں نہیں۔ بلکہ حبِ حنین میں ہے اور محفلِ حنین میں ماتم کرنا اور نوہ کرنا ہزار نماز سے افضل ہے۔ حالانکہ شیعہ کی معتبر کتاب فروع کا فی جلد احسن میں ہے۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ تَامِرُكَ الصَّلَاةُ سَاکَا فِرْعَوْنَ غَيْرَ عَلِيٍّ (امام جعفر صادق کا قول ہے کہ تارک الصلوٰۃ کا فرمطابق ہے) پھر سمجھ لینا چاہئے کہ یہ عجبانِ سنیں اور مولے علیؑ کے لنگ تارک الصلوٰۃ بفتوٰ کے امام جعفرؑ کا فرمطابق ہیں۔

اب ہم تارک الصلوٰۃ کی فضیلت میں شیعہ کی ایک معتبر کتاب تحفۃ العوام جلد اول سے ایک نظم نقل کر دیں۔ تاکہ پڑھنے والوں کو محبت ہو۔

### نظم اردو

تو خُونِ اس نے اپنا کیا بے چھری  
تو گویا کہ خُونِ اکِ نبی کا کیا  
تو کہے کو اس شخص نے ڈھا دیا  
تو ایسا ہے جیسا کہ اس شخص نے  
کیا گن کہے میں اے ہوشیار  
بیاں کیا کروں اس کے حالات کا  
یہ تو نے جو کی ترک میری نماز  
غضب کا ہوا اب سزاوار تو  
خدا اور اپنے لئے کر طلب  
کہیں اور رہ جا کے اے بد عمل  
سبک اور ضائع کرے جو نماز  
بہت دور ہے حق کی رحمت سے وہ

نماز ایک جس شخص نے ترک کی  
اگر وہ نمازوں کا تارک ہوا  
ہوئی تین وقتوں کی جس سے قضا  
دیا چار وقتوں کو گر ہاتھ سے  
زنا اپنی ماور سے ہفتاد بار  
جو تارک ہوا بیخ اوقات کا  
نہ اس کو کرتا ہے یوں بے نیاز  
ہوا میری طاعت سے بیزار تو  
بہت میں بھی بیزار ہوں تجھ سے اب  
میرے آسمان وزمین سے نکل  
یہ ارشاد کرتے ہیں شاہِ حجاز  
نہیں مجھ سے اور میری امت سے وہ

یہ توشیح کی کتابی باتیں ہیں۔ لیکن عملی حالت سخت قابل افسوس ہے۔ جہاں کہیں شیعوں کی آبادی ہے۔ مساجد و بزرگ۔ دارے آباد ہیں۔ ہم نے دو جلسے مناظرہ کے دیکھے۔ ایک گندیال ضلع میا نوالی۔ دوسرا چک بلی خان تحصیل گوجر خان میں۔ ظہر کی نماز کا وقت میدان مناظرہ میں ہوا۔ تمام مسلمانوں نے نماز باجماعت پڑھی۔ مگر شیعہ کے علماء اور مقتدی سب یوں ہی کھڑے رہے۔ کسی ایک استغفار نے بھی نماز ادا نہ کی۔ لیکن شیعہ کو تکلیف نماز برداشت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ صرف متعہ جیسا کار ثواب کرنے سے امام حسنؑ۔ امام حسینؑ۔ علی المرتضیٰؑ۔ رسول پاکؐ کا درجہ مل جاتا ہے۔ عید غدیر کا ہی شیعہ کے ہاں (۱۸ ذی الحجہ) روز ایسا شہرک آجاتا ہے۔ کہ شیعیان علیؑ کے اس روز تمام صغیرہ و کبیرہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور نوینہ رگان اعمال کو حکم ہوتا ہے۔ کہ شیعیان علیؑ اور عثمانؓ اہل بیت کے گناہ تین روز تک نہ لکھو۔ یعنی انھارہویں سے بیسویں تک (تحفۃ العوام جلد ۲ ص ۱۶۱)

## سید جنتی سے

شیعہ کا یہ بھی اعتقاد ہے۔ کہ اولاد سادات کے لئے توجبت واجب ہو چکی ہے۔ سید عبادت کرنے نہ کرے کیسے ہی جہنم کبیرہ کا مرتکب ہو جنت ہاتھ سے نہ جائیگی۔ گویا ان کو رب العزۃ سے جنت کا ٹھیکہ مل چکا ہے۔ زنا کرے۔ چوری کرے۔ واردات قتل و دہشتی کا مجرم بنے۔ دوزخ کی آگ سید حرام ہے۔ اور جنت الفردوس کا وہ واحد مالک ہے۔ یہ اعتقاد عوام ہی کا نہیں۔ بلکہ اخص ان خواص شیعہ بھی خطہ رکھتے ہیں۔ لیکن ہم کتب شیعہ سے یہ سلسلہ بحوالہ احادیث بیان کر کے ان کی اس غلط فہمی کو رفع کرتے ہیں۔

فروع کافی جلد ۲ کتاب الروضہ ص ۹۹ میں ہے عَنْ رِبِّ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الصَّافِي قَالَ يَا بَنِي هَاشِمٍ يَا بَنِي مُطَلِبٍ إِنَّ سَأَلَ سَوْلاً اللَّهُ رَكِبَكُمْ وَإِنَّ شَفِيقَكُمْ وَإِنَّ لِي عَمَلِي وَلِكُلِّ مَا جُلَّ مِنْكُمْ عَمَلَهُ لَا تَقُولُوا إِنَّ مُحَمَّدًا مِّنَّا وَسَنَدُ خَلْقٍ مِّنْ خَلْقِهِ فَلَا وَاللَّهِ مَا أَوْلِيَانِي مِنْكُمْ وَلَا مِنْ غَيْرِكُمْ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَلِبِ إِلَّا الْمُتَّقُونَ (ترجمہ۔ امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ رسول خدا صفا پر کھڑے ہو کر فرماتے تھے۔ اے بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب میں خدا کا رسول



ہوں۔ اور تم شفقت کرنے والا ہوں۔ لیکن میرے عمل میرے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہونگے۔ یہ نہ کہنا کہ محمدؐ تم میں سے ہیں۔ اور اس لئے ہم ان کی جگہ جنت میں جائیں گے بخدا میرے دوست تم سے یا اور لوگوں سے وہی لوگ ہیں۔ جو متقی ہیں میرے پیار میں یہ تو حضورؐ کا اپنے تمام قبیلہ بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب سے اعلان ہے کہ میری قرابت کا تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس گمراہی میں نہ رہنا کہ میرے طفیل تم مجھے جاؤ گے بلکہ اپنے اپنے اعمال کام آئیں گے۔ اور میرے دوست تو وہی لوگ ہیں۔ جو نیک اعمال کرتے اور خدا سے ڈرتے ہیں۔ ہاشمی ہوں یا غیر ہاشمی۔

اب حضورؐ کا وہ فرمان سنئے۔ جو آپؐ نے مرض الموت میں اپنی دختر بلند اختر فاطمہ الزہراءؑ کے خطاب میں فرمایا چنانچہ حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۷ میں لکھا ہے۔  
 اے فاطمہ عمل کن و طاعت بجا آ۔ کہ بدو ن عمل من فائدہ ہو تو تو ائمہ مجتہدین۔  
 اے فاطمہ نیک عمل کرنا اور عبادت الہی سے غافل نہ ہونا کہ نیک اعمال کے بغیر میری قرابت سے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکیگا۔

کیا سیدوں کا رتبہ جگر گوشت رسولؐ نہ برابر بتول سے زیادہ ہے کہ ان کو تو یہ ارشاد ہو کہ بدو ن اعمال صالح قرابت رسولؐ کوئی فائدہ نہ دیگی۔ اور یہ لوگ جنہوں نے نسبت سے اپنی حسب و نسب کھودی ہوئی ہے۔ اور تیلی کشمیری بہ سید ہونے کے دعویدار ہیں۔ اس امر کی امید رکھ سکتے ہیں کہ چوری۔ زنا قتل و غارت کرتے ہیں۔ قیامت کو جنت کا پروانہ مل جائیگا۔ کلاً وحاشا۔

نوحؑ کے بیٹے کو جو بنی کا فرزند بنی کا پوتا تھا۔ رسولؐ کی فرزند نے کوئی فائدہ نہ بخشا۔ رسولؐ (نوحؑ) نے التجا بھی کی۔ اِنَّا اَنْبِیْ مِنْ اَهْلِی (یا اللہ میرا بیٹا میری اہل ہے۔ اسے نجات دیجیے) لیکن دوبار (یزدی سے تنبیہ کے ساتھ جواب ملا کہ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِکَ اِنَّہٗ عَلٰی صَاحِبٍ (یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے۔ اس کے اعمال اچھے نہیں)

پھر آج کل کے مشتبہ سید اتنی دد کی نسبت سے کس طرح توقع کر سکتے ہیں کہ بدو ن عمل صالح جنت کے مالک ہو جائیں گے۔ ائمہ عظام بھی ایسے شیعوں سے یزیری ظاہر کرتے ہیں۔ جو اعمال بد کر کے امید رکھتے ہیں کہ صرف محبت الہیت ہمارے لئے کافی

وسیلہ ہے ہم قیامت کو سیدھے جنت میں چلے جائیں گے۔

اصول کافی ص ۳۱۱ میں ہے۔ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ يَا جَابِرُ  
 أَيْتَنِي مَنْ يَحْمِلُ الشَّيْءَ أَنْ يَقُولَ حُجِّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَوَاللَّهِ مَا شِيعَتُنَا  
 إِلَّا مِنْ أَعْيَانِ اللَّهِ وَأَعْلَانِهِ وَمَا كُنَّا نَعْرِفُكَ يَا جَابِرُ إِلَّا بِالْتَوَاضِعِ وَ  
 التَّخَضُّعِ وَالْإِمَانَةِ وَكَثْرَةِ ذِكْرِ اللَّهِ وَالصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ وَالْبِرِّ بِالْوَالِدَيْنِ  
 وَالتَّعَاهُدِ لِلْجِيرَانِ مِنَ الْفُقَرَاءِ وَأَهْلِ الْمَسْكِنَةِ وَالْغَارِمِينَ وَالْإِيْتَامَ  
 وَصِدْقَ الْحَدِيثِ وَتِلَاوَةَ الْقُرْآنِ وَكَفَّ الْأَلْسُنَ مِنَ النَّاسِ الْأَمِنْ خَيْرٌ  
 وَكَانُوا أَمَنَاءَ عَشَائِرِهِمْ فِي الْأَشْيَاءِ قَالَ جَابِرُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ مَا  
 تَعْرِفُ الْيَوْمَ أَحَدًا بِطَبَاةِ الصِّفَةِ فَقَالَ يَا جَابِرُ لَا تَذْهَبَنَّ بِكَ  
 الْمَذَاهِبُ حَسِبَ الرَّحْلُ أَنْ يَقُولَ أَحَبَّ عَلَيَّ وَأَوْلَا لَنَا ثُمَّ لَا يَكُونُ  
 مَعَ ذَلِكَ فَعَلَا فُلُو قَالَ إِنِّي أَحَبُّ رَسُولِ اللَّهِ فَمَسُورُ اللَّهِ خَيْرٌ مِنْ  
 عَلِيٍّ خَيْرٌ لَا يَتَّبِعُ سِيرَتَهُ وَلَا يَحْمِلُ بِصِفَتِهِ لَا يَنْفَعُهُ حُبُّهُ إِلَّا كَشَيْئِكَ  
 فَأَتَقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ مَا عِنْدَ اللَّهِ لَيْسَ بَيْنَ اللَّهِ وَبَيْنَ أَحَدٍ قَرَابَةٌ  
 أَحَبُّ الْعِبَادِ إِلَى اللَّهِ أَتْقَاهُمْ وَاعْلَمَهُمْ بِطَاعَتِهِ (ترجمہ: جابر نے  
 امام باقر سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اے جابر! شیعہ بن بھی نہیں کہ  
 کہہ دیا جائے کہ ہم محب اہل بیت ہیں۔ بخدا ہمارے شیعہ وہی لوگ ہیں۔ جو خدا  
 سے ڈرتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ شیعہ کی پہچان عجز و نیاز اور امانت  
 اور یاد الہی ہے۔ اور نماز و روزہ اور ماں باپ سے بھلائی کرنا۔ اپنے پیڑھوں  
 کی اطاعت کرنا۔ جو غریب و مسکین۔ قرضدار و یتیم ہوں۔ سچ بولنا۔ قرآن پاک کی تلاوت  
 کرنا۔ اور لوگوں کی بدگوئی سے اپنی زبان کو روکنا ہے۔ اور کہ وہ بڑے امین ہوں  
 اپنے قبائل میں۔ جابر نے کہا اے فرزند رسول! اس صفت کے شیعہ آجکل نظر نہیں  
 آتے۔ آپ نے فرمایا۔ اے جابر! ہم نہ کسی پابندی سے پہچانہیں سکتے۔ شخص گمان  
 کرتا ہے کہ میں محب علی و اہل بیت ہوں۔ پھر ان کے طریقہ پر نہیں چلتا۔ اگر وہ  
 شخص کہے کہ میں محب رسول ہوں۔ اور رسول علی سے بہتر ہیں۔ پھر رسول کی سیرت  
 کی اتباع نہ کرے۔ نہ نیک عمل کرے۔ تو یہ محبت اسے نفع نہ دیگی۔ خدا سے دور۔

اور یہ سمجھو کہ خدائے پاک کی کسی شخص سے قرابت نہیں ہے۔ خدا کو وہی لوگ پسند  
ہیں۔ جو بڑے متقی اور عبادت گزار ہیں)

دیکھو اس حدیث میں امام والا مقام نے سچے شیعہوں کی شناخت کا معیار بتا  
دیا ہے۔ کہ جو شکر المزاج و متواضع اور امین ہوں۔ یاد الہی میں ہمیشہ مشغول رہیں  
نماز۔ روزہ کے سخت پابند ہوں۔ ماں باپ کے فرمانبردار۔ اپنے غریب پڑوسیوں کی  
امداد سے دریغ نہ کریں۔ سچ بولیں۔ تلامذت قرآن ان کا وظیفہ ہو۔ کسی کی بدگویی نہ  
کریں۔ حضرت امام نے کھوکھو فرما دیا۔ کہ تراجمت علی و اہل بیت کا ادعا کوئی فائدہ  
نہیں دے سکتا۔ جبکہ اعمالِ نیرید کے سے ہوں۔ یہ بھی فرمایا کہ رسول پاک کا درجہ علیؑ سے  
بھی بلند تر ہے۔ کوئی شخص یہ کہہ دے۔ کہ میں محبت رسول ہوں۔ لیکن اس کے اعمال  
کفار کے سے ہوں۔ تو حب رسول اسے کیا فائدہ دیگی۔ جناب مروج نے یہ بھی بتا  
دیا۔ کہ کنشش تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ خدا کی کسی سے کوئی قرابت نہیں ہے۔ اسکو  
وہی لوگ پسند ہیں۔ جو متقی اور عابد ہوں۔

اب شیعہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ کہ ان میں اوصاف بالا سے کوئی ایک صفت  
بھی پائی جاتی ہے۔ اتقا و روح تو کجا۔ نماز و روزہ کا تو کبھی نام بھی نہیں لیا۔ سچ تو کیا  
بولیں گے۔ تقیہ (جھوٹ) عبادت سمجھ رکھی ہے۔ بدگویی کا یہ حال ہے۔ کہ شام صبح  
اصحاب و ازواج رسول پر لعنت و تبرا زبان پر جاری رہتا ہے۔ تلامذت قرآن کی  
بجائے سرتال سے مرثیہ خوانی میں مصروف رہتے ہیں۔ جو سراسر توہین اہل بیت  
ہے۔ کیا ان لوگوں کو دعائے حب علی و جنین کچھ فائدہ دے سکتا ہے۔ کلام حاشا

ایں خیال است و محال است و جنوں

یہ لوگ قیامت میں امام حسینؑ نہیں بلکہ نیرید کے گروہ میں اٹھیں گے۔ کیونکہ ان کے اعمال  
و اعمال سب کے سب وہی ہیں۔ جو نیرید اور اس کے اتباع کے تھے۔ سید گیری کی  
کام نہ کیلگی۔ جبکہ اعمال درست نہ ہوں۔

خدا جانے روافض کا بُرا انجام کیا ہوگا  
خدا کے پاک بند و شوہر کہتے ہیں دنیا میں

بُرا ہوگا بُرا ہوگا بُرا ہوگا بُرا ہوگا  
قیامت میں خدائے پاک بس ان کے خفا ہوگا

جڑا کہتے نبی کے دوستوں کو اور اقباء کو  
نبی کی بیویوں کو گالیاں دینا جھکیا ہے  
جڑا کہتے ہیں حضرت غوث اعظم کو یہ بدباطن  
زبان پر ہے سدا و نیا میں ان کی دردِ لعنت کا  
پیمبر میں ہمارے رحمۃ اللہ جالیں یا رو  
نبی کے تخت دشمن ہیں جو دشمن میں صحتی کے  
عقیدت مومن کو ہے خدا کے پاک بندوں کے  
بڑا کہتا جو نامعقول حضرت کے خلیفوں کو  
رسول پاک کی ازواج کو ہیں جو بڑا کہتے  
عجب بے باک کچھ ہم نے ہے فرقہ رافضی کا  
جو اہل بیت کی توہین کرتے ہیں سب اجلاس  
محرم میں نکلتے سوانگ بھر کر حینہ اقص میں  
مسلمان ہو کے یہ بدعات کرنا ہے بہت ناشائستہ  
نہ سکھائی کبھی اسلام نے بدعات میں ایسی  
علم اور تعزیر دلدلی نئی بدعات ہیں ساری  
قلندرز و قوم کچھ ماتم سنیں کرتے ہیں  
عمر گندی بڑائی میں اور بڑائی کی کمانی میں  
وہ کیسی نامبارک اور ہوگی ناسزا مجلس  
وہ نام پاک لینے کے نہ یہ ناپاک ہیں لائق  
پڑھو قرآن اور ارواح کو بخشویے یہ نیکی  
اسی سے خوش ہوں اہل بیت اور خیرہ اسرار  
ابھی کہ ہدایت اپنے بندوں کو ز فضل خود  
دیو اب ختم کر دو نظم پر تاثیر اپنی کو

خفا ان سے یقیناً شافع روز جزا ہوگا  
مسلمان کب بھلا ایسا یہ بندہ بے حیا ہوگا  
مگر حضرت کے والا شان کا نقصان کیا ہوگا  
قیامت میں نگلے میں طوق لعنت کا پڑا ہوگا  
انہیں پیارا وہی ہوگا جو لعنت کے بچا ہوگا  
جو مومن ہے سدا دل سے صحابہ کا فدا ہوگا  
جو بدخواہ انجلا ہے بندہ وہ دوزخ میں پڑا ہوگا  
بھلا کہا اس کے خوش یار و علی المرتضیٰ ہوگا  
نہ خوش ان کے کبھی روح بتول فاطمہ ہوگا  
نہ کوئی پاک بندہ سر سے ان کی تجبا ہوگا  
یزیدی فوج نے ایسا نہیں ہرگز کیا ہوگا  
تماشا رام لیلکا نہ ایسا دلربا ہوگا  
کبھی راضی نہ ان بدعات کے تانے ہوگا  
یہ شیطانی طریقہ ہے وہی موجد بنا ہوگا  
رسوم شرک میں یہ سب نہ کچھ ان میں بھلا ہوگا  
نہ کیوں خوش پھر بھلا روح شہید کلام ہوگا  
عمر میں اپنی استخا نہیں ہرگز کیا ہوگا  
کہ شال جس میں یہ پیر از خیانت طایفہ ہوگا  
نہ اس ماتم کا تم کو دوستو کچھ فائدہ ہوگا  
اسی سے خوش خدا اور سرور ہر دور ہوگا  
یقیناً فائدہ یار و ہمیں اس کے بڑا ہوگا  
بھڑتیری ہدایت کے نہ کوئی راہنما ہوگا  
اتر ہوگا اسے دل درد سے جس کا بھرا ہوگا

(از تازیانہ کسنت)

اختلافی مسائل پر ہم بحث کر چکے ہیں۔ اور کتب شیعہ کے حواجرات سے اپنا مدعا ثابت



کیا جا چکا ہے۔ امید ہے کہ اہل انصاف ناظرین کی اس سے تسلی ہو جائیگی۔ اسلام کے تمام فرقوں سے نرا لے عقائد شیعہ کے ہیں۔ جو عقل و نقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل تسلیم ہیں۔

شیعہ صاحبان بغض خلفاء ثلاثہ کی وجہ سے عقل بھی کھو چکے ہیں۔ اور ان کو سمجھ نہیں آتی۔ کہ یہ سبائی مذہب کہا تک اسلامی عقائد کی نقیض ہے۔

**نقشہ اسلام حسب عقائد شیعہ**

اس بات کو مخالفین اسلام بھی مانتے ہیں۔ کہ اسلام نے تھوڑے عرصے میں ایسی حیرت انگیز ترقی کی۔ کہ اقطاع الارض میں اس کی روشنی پھیل گئی۔ اور جس سینیہ میں نور اسلام پر تو فتن ہوئے پھر اس میں ظلمت کفر کا لونا محال تھا۔ اور یہی صداقت اسلام کی ایک نشانی دلیل ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ شیعہ صاحبان اسلام کے دعویدار ہو کر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہاجیہ اسلام (فداہ ابی و امی) کی تبلیغی جد و جہد اور خدا کی پاک کلام قرآن کی تعلیم کا صرف یہ نتیجہ ہوا۔ کہ سچے مسلمان رسول پاک کے کتبہ کے لوگوں کے علاوہ صرف تین شخص ابوذر۔ مقداد۔ سلمان فارسی پیدا ہوئے۔ جو آخری دم تک اسلام ثابت قدم رہے۔ باقی تمام مسلمان جن کی تعداد لاکھوں کی تھی۔ پرانے نام مسلمان تھے۔ جو رسول پاک کی وفات کے بعد یک لخت اسلام سے پھر گئے۔ اور اٹے خاندان نبوت کے جانی دشمن بن بیٹے۔ اس کے متعلق شیعہ کی معتبر کتب کے حوالے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

(۱) فروغ کافی جلد ۲ کتاب التروضعہ ص ۱۵ میں ہے۔

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ أَهْلَ يَدَّةٍ بَعْدَ النَّبِيِّ مِثْلَ ثَلَاثَةِ فُقُلَتْ وَمِنْ الثَّلَاثَةِ فَقَالَ الْمُقَدَّادِيُّ وَالْأَمُودِيُّ وَأَبُو ذَرٍّ الْفَخْرِيُّ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ (امام محمد باقر سے روایت ہے۔ فرمایا رسول خدا کی وفات کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے صرف تین مسلمان رہ گئے۔ راوی نے پوچھا۔ وہ کون؟ کہا مقداد۔ ابوذر اور سلمان فارسی)

(۲) حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۱ میں ہے۔ بسند معتبر از حضرت صادق ع روایت کردہ کہ مردم ہلاک شدند بعد از حضرت رسول مگر سلمان و ابوذر و مقداد (ترجمہ۔ امام صادق ع سے بسند معتبر روایت ہے کہ جناب رسول مکی وفات کے بعد سب لوگ ہلاک ہو گئے مگر وہ تین ہو گئے)

صرف مسلمان اور ابوذر و مقداد مسلمان رہ گئے) ایسا ہی شیعہ کی دوسری کتابوں میں ہے اور یہ عقیدہ متفقہ ہے۔ اس لئے زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ مسلمان کیسے تھے؟

### مسلمان و مقداد کی ایمانی حالت

حیات القلوب جلد ۲ ص ۶۲ میں مسلمان و مقداد کی ایمان کی کیفیت عجیب لکھی ہے۔ کہ ایک کی حالت کی دوسرے کو خبر ہو۔ تو وہ فوراً کافر ہو جاتے۔ عبارت یوں ہے در کتاب اختصار بسند مقبرہ حضرت صادقؑ روایت کردہ است کہ حضرت رسولؐ فرمود کہ اے مسلمان اگر عرضِ علم ترا بر مقداد ہر آئینہ کافر میشود (ترجمہ کتاب اختصار میں مقبرہ بسند سے امام صادقؑ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے مسلمان اگر تیرا علم مقداد پر پیش کیا جائے تو ضرور وہ کافر ہو جائے) اس کے بعد یوں لکھا ہے پس فرمود اے مقداد اگر عرض کنند صبر ترا بر مسلمان ہر آئینہ کافر میشود (پھر جناب رسولؐ نے فرمایا۔ اے مقداد اگر تہارا صبر مسلمان پر پیش کیا جائے۔ تو ضرور وہ کافر ہو جائے)

### کیا خوب مسلمانی ہے

کہ مسلمان کے علم کی اطلاع مقداد کو ملے۔ تو وہ کافر ہو جائے اور مقداد کے صبر کی مسلمان کو خبر ملے تو وہ بھی کافر ہو جائے۔ خلاصہ یہ کہ ہادے اسلام نے ایسے مشکل ترین مسلمان پیدا کئے تھے۔ جو بعد وفات رسولؐ مسلمان رہے۔ ان میں سے بھی دو ایسے ڈھلے تھے۔ کہ ایک کی حالت پر دوسرا مطلع ہو جائے۔ تو اسلام کو خیر باد کہہ دے۔ اب صرف ابوذر مسلمان رہ گئے۔ اس سے تو نہ صرف رسولؐ اور قرآن پاک ہی پر بلکہ خدا کے پاک پر بھی حرف آتا ہے کہ اتنا بڑا کارخانہ اسلام قائم ہوا۔ رسولؐ بھی خاتم الانبیاء مبعوث ہوئے۔ اور حسب فرمان و مَا اَمْرُ مَسْلُکِکَ اِلَّا کَاثِمَةٌ لِّنَا اِنْ (ہم نے آپؐ کو ساری دنیا کا رسول بنا کر بھیجا ہے) رسولؐ بھی سارے جہان جن و انس کی ہدایت کے لئے اور نتیجہ اس تمام کارگزاری کا یہ ہوا۔ کہ صرف ایک مسلمان پیدا ہوا۔ کیا کوئی شخص شیعہ کا یہ عقیدہ درست مانکر مخالفین اسلام کے سامنے ایک منٹ کے لئے بھی کھڑا ہو کر

حداقت اسلام پر بحث کر سکتا ہے۔ وقت ایسے بُرے عقیدے پر مسلمانوں غور کرو۔  
اور پھر غور کرو۔

## شیعہ سے ایک سوال

شیعہ برائے مہربانی ہمیں یہ بتائیں۔ کہ ان برائے نام مسلمانوں نے جنکو تم معاذ اللہ کافر و مرتد کہتے ہو۔ تو اسلام کی وہ خدایات کیں کہ ملک کے ملک فتح کر کے زیر نگین اسلام کئے۔ لاکھوں کروڑوں نفوس کو مسلمان کر کے ان کو کلمہ توحید پڑھایا۔ ہزاروں مساجد تعمیر کرائیں۔ قرآن کی جمع و ترتیب میں اس قدر اہتمام کیا۔ کہ اصلی قرآن جو تازل ہوا تھا۔ یکجا جمع کر کے سورتوں۔ آیات کی ترتیب دی۔ اعراب لکھائے سینکڑوں حافظ تیار کئے گئے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن تمہارے ان مخلص و خالص مسلمانوں ابوذر مقداد۔ سلمان فارسی نے کون کون سی خدایات اسلام کیں۔ کن کن کفار کو مسلمان کیا۔ کون کون سے ملک فتح کئے۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے۔ تو یہی بتلایا جائے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کی انہوں نے کونسی امداد کی کیا اس تازک وقت میں ان کی امداد کو پہنچے۔ جبکہ بقول فاسد تمہارے آپ کے نگلیے میں رسی ڈال کر پکڑ گھسیٹ کر بیعت ابو بکرؓ کے لئے جارہے تھے۔ یا ان کی خلافت جو چھین لی گئی تھی۔ ان کو واپس دلانی۔ یا فتنہ جو بزعم تمہارے حق نہ رہا تھا۔ چھین لیا تھا۔ واپس دلایا۔ غرض کون سا ایسا کارنامہ ان تین سچے اور سچے مسلمانوں کا پیش کیا جائے۔ جس سے ان کی قدر و منزلت ظاہر ہو سکے۔ اگر ان تمام امور کے ایک بھی انہوں نے نہیں کیا۔ تو ان کی مسلمانی سے اسلام یا علیٰ لہ تعالیٰ کو کیا نفع ان سے تو وہ برائے نام مسلمان ہی اچھے رہے۔ جنہوں نے ملک کے ملک فتح کر کے اعلیٰ کلمہ حق کیا۔ قیصر و کسرنے کے تخت اُٹ کر رسول خدا کی پیشینگوئیوں کو پورا کیا۔ اور گرفتار و ظالیف و بیکراہل بیت کو مال مال کر دیا۔ اس ہی بتاؤ کہ حضرت مولیٰ علیؑ نے ہی بعد وفات رسولؐ کو نسا ایسا کار نمایاں کیا۔ جس پر اسلام و مسلمانوں کو فخر ہو سکے۔ اپنے عہد حکومت میں کتنے کفار کو تہ تیغ کر کے وسعت ممالک اسلام کی۔ ہم تو جہان تک تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرتے ہیں۔ یہی پتہ ملتا ہے کہ آپ کے وقت میں مسلمانوں پر تلوا چلی۔ ہزاروں جلیل القدر صحابی جن میں سینکڑوں حفاظ

قرآن تھے۔ شہید ہوئے۔ آپ کا عام زمانہ خانہ جنگیوں میں ہی گذرا۔ اور خدمت قرآن کا تو یہ حال ہے کہ قرآن جمع کر کے کہیں ایسا غائب قلم کیا۔ کہ شیعوں کی نظروں سے بھی اوجھل ہے۔ اگر ان چند برائے نام مسلمانوں (خلفائے ثلاثہ) کا وجود مسعود نہ ہوتا۔ تو دنیا میں آج ایک بھی مسلمان کلمہ توحید پڑھنے والا نظر نہ آتا۔ دنیائے اسلام ان نفوسِ مقدسہ (خلفائے ثلاثہ) کی تاقیامت گردیدہ احسان ہے۔ جنہوں نے اپنی جانوں پر مصائب برداشت کر کے اسلام کو شرق سے غرب۔ جنوب سے شمال تک پھیلا دیا۔ تاہم ایزدی ان کے شامل حال تھی۔ اور فتح و نصرت ان کے پاؤں چومتی تھی۔ آؤ کچھ ہوش کرو۔ کفرانِ نعمت نہ کرو۔ اگر حضرت عمرؓ نہ ہوتے تو آج ایک سید بھی جو اولادِ حسینؑ بطنِ حضرت شہر بانو سے پیدا ہوئے۔ صفحہ دہر پر نہ ہوتے۔

### شیعیانِ علیؑ

اب ہم شیعیانِ علیؑ سے مخاطب ہوتے ہیں۔ ذرہ تم ہی بتاؤ کہ تم نے اسلام یا ائمہ اہل بیت کی کیا کچھ ادراکی۔ اپنے عہد میں حضرت علیؑ لڑتے تھے۔ تمہارا ہی روزِ روتے رہے ائمہ اہل بیت اپنے وقت میں تمہارے شاکی رہے۔ تم نے ہی جناب امیرؑ کو کوفہ، جامِ شہادت پلایا۔ تم نے ہی حضرت سلم بن عقیلؓ کو کوفہ میں بلا کر معصیۃ السنہ بچوں کے فوج کیا۔ تم نے ہی سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کو خطوطِ عقیدت لکھ کر دھوکہ و فریب سے بلوا کر مع بال سچے کر بلا میں شہید کیا۔ کیا کوئی ایسا کارنامہ پیش کر سکتے ہو۔ جو حسابات کا ثبوت ہو کہ تم نے اسلام یا ائمہ عظام کو کبھی کچھ فائدہ پہنچایا۔ جناب امیر علیہ السلام کے ان خطابات نے جو بیج البلاغۃ میں بکثرت میں تمہاری ایمانی حالت اور عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔ نمونہ ہم آپ کا ایک خطبہ نیز گنوا ترجمہ بیج البلاغۃ درج ذیل کرتے ہیں۔ جو اس کے صحت میں ہے۔

### خطبہ امیر علیہ السلام اپنے شیعوں کی مذمت میں

جو امر کہ گذر گیا۔ اور جو فعلِ مقدرا اور شخص کر دیا ہے۔ میں اس پر خدا کی حمد کرتا ہوں اور اس امر بھی اس کی تحمید و تقدیس کرتا ہوں۔ کہ مجھے آپ کے ساتھ مبتلا کیا۔ اے میرے حکم کی اطاعت نہ کرنے والے اور میری دعوت کو قبول نہ کرنے والے



اور میری دعوت کو قبول نہ کرنے والے گروہ اگر تمہیں محاربہ دشمن سے ہدایت  
 دیتی ہے۔ تو تم ہو و لعل اور ہو و ہوس میں مشغول ہو جاتے ہو۔ اور تمہیں  
 ساتھ لیکو دشمن سے جنگ کی جاتی ہے۔ تو مقابلے میں ضعیف و سست  
 ہو جاتے ہو۔ اگر لوگ اپنے امام کے پاس جمع ہوں۔ تو تم میں تفرقہ پڑ جاتا  
 ہے۔ اور اگر کسی مشقت و محنت کی طرف بلانیوالی آواز کو قبول بھی کرتے ہو۔  
 تو پھر بہت جلدی حجت قہقری کر جاتے ہو۔ تمہارے دشمن کے لئے  
 کوئی مربی باقی نہ رہے۔ وہ جہاد جو تمہارے ذمے واجب ہے۔ اس میں  
 نصرت حاصل کرنے کے لئے جس چیز کا تم انتظار کر رہے ہو۔ وہ تمہاری موت  
 اور ذلت ہے۔ تم جہاد اور نصرت میں سستی اور کالی سے کام لے رہے ہو۔  
 اس کا انجام تو موت اور خواری ہے۔ قسم خدا کی اگر میرا روز موعود (موت) آج  
 اور بیشک وہ ضرور آئیگا۔ تو وہ ایسی حالت میں میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ  
 اندازی کرے گا۔ کہ میں تمہاری مصاحبت کے لئے دشمن ہو گیا۔ اور تمہارے سبب  
 سے کسی قسم کی قوت و شوکت مجھے حاصل نہ ہوگی۔ تم میری زندگی تک مجھ سے  
 برکت نہ رہو گے۔ مجھے دشمن سمجھو گے۔ اور تمہارے سبب سے میں صاحب  
 شکت نہ ہو گا۔ خدا کے بند کیا دین میں اتنی بندش کی قوت نہیں۔ کہ تمہیں ایک  
 جگہ جمع کر دے۔ کیا تمہیں اپنے اشرار و اقرآن کو بھی دیکھ کر حمیت اور غیرت  
 نہیں آتی۔ جو تمہیں (مدافعت دشمن کے لئے) تیز و طرار کرے۔ کیا یہ مقام نصیحت  
 نہیں۔ کہ معاویہ نہایت ہی سفیہ سمگاردوں کو بلاتا ہے۔ اور وہ بغیر کسی قسم کے حسد  
 و انعام و بخشش کے اس کی متابعت کرتے ہیں۔ اور میں تمہیں انعام اور احسان  
 کے ٹکڑوں کی طرف بلاتا ہوں۔ حالانکہ تم اہل اسلام کے خلف ہو۔ معقول و سزاؤں  
 کی اولاد ہو۔ مگر پھر بھی مجھ سے متفرق ہوتے ہو اور برابر مجھ سے اختلاف  
 کئے جاتے ہو۔ میرا کوئی حکم تمہارے لئے ایسا کوئی صادر نہیں ہوا جو موجب  
 خوشنودی ہو۔ اور تم اس پر رضامند ہو جاؤ۔ اور نہ کوئی ایسی چیز جو باعث غفلت  
 ہو۔ اور تم اس پر اجتماع کر لو۔ میرا کوئی امر و نہی خواہ تمہیں پسند ہو یا ناپسند مگر  
 اس سے لامحالہ انحراف کرو گے۔ اور یاد رکھو کہ بہترین شیاء جس کی ملاقات

کا چھشتیاق ہے۔ میری نزدیک موت ہے، کیونکہ میں اس کے سبب سے  
تمہاری بیجا مخالفتوں سے نجات پا کر بہشت برین کی سیر کر رہا ہوں۔ میں نے تمہیں  
کتاب خدا کا سبق دیا۔ تمہاری تعلیم میں محبت و برادر کے ساتھ ابتدا کی تمہیں اس  
چیز کو پہنچا دیا۔ جس کا تم انکار کرتے تھے۔ جس سے تم جاہل تھے۔ میں نے تمہیں  
وہ چیز (شراب، معارف دینیہ، پاوی) جسے تم اپنے لبوں سے دور رکھتے تھے۔ جو  
تمہیں ناگوار خاطر تھی۔

اس خطبہ اور پچوٹم دیگر خطبات سے پتہ ملتا ہے کہ جناب امیر اپنے وقت کے  
شیعوں سے کس قدر ناانگھے تھے۔ کہ ان کی مصاحبت پر موت کو ترجیح دیتے تھے  
وہ انکا کوئی حکم نہ مانتے تھے۔ اور ہر ایک کام میں نافرمانی کرتے تھے۔ ان کے  
وعظ و تذکیر کی ان کے دلوں پر مطلق تاثیر نہ ہوتی تھی۔ اور نہ انعام و اکرام ہی سے  
ان کے سنگین دل موم ہوتے تھے۔

### شیعہ کا امام حسنؑ سے سلوک

صفحہ ۲۶۶

جو سلوک شیعہ حضرات نے حضرت امام حسنؑ سے کیا۔ اس کا ذکر جلالہ العیون جلد ۱  
میں امام محمد صحرانی نے زبانی یوں ہے۔

یہ لوگ دعوے کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں۔ اور میرا ارادہ قتل کیا۔ میرا مال لوٹ لیا  
بخدا سوگند اگر میں معاویہ سے عہد لوں۔ اور اپنا خون حفظ کروں۔ اور اپنے اہل و  
عیال میں امن ہو جاؤں۔ اس سے پہلے کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں۔

اسی کتاب کے صفحہ ۲۶۷ میں ایک شیعہ کی گستاخی کا حال یوں درج ہے :-  
شیخ کشتی نے بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسنؑ  
اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ ناگاہ ایک سوار آیا کہ اے سفیان بن ابی الیاس  
کہتے تھے۔ اس نے کہا السلام علیک اے ذیل کنندہ مسلمانان۔

اسی کتاب کے صفحہ ۲۶۸ میں لکھا ہے کہ جب آنجناب نے معاویہ سے صلح کا ارادہ  
کیا۔ تو شیعوں نے چراغ پار ہو کر یہ حرکت کی۔ پس سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور  
کہا۔ (معاذ اللہ) یہ شخص مثل پدر کافر ہو گیا ہے۔ یہ کہہ کر بلوہ کیا۔ اور سب  
امام حسنؑ لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جائے نماز حضرت کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی۔ اور

رواد و دش مبارک سے آماری۔ یہ تو حضرت امام حسینؑ کے بڑے بھائی سے دعویٰ کرنا  
حبیب حسینؑ سلوک ہے۔

## امام حسینؑ سے سلوک

خود سیدالشہداء جناب امام حسینؑ سے تو وفاداری کی حد کر دی صاحب جلال ابوہریرہ  
جلد ۱ ص ۲۹۹ میں یوں رقمطراز ہے:-

پس میں ہزار مراد عراقی نے امام حسینؑ سے بیعت کی۔ اور جنہوں نے بیعت کی تھی۔ خود  
انہوں نے تمثیل امام حسینؑ پر کھینچی۔ اور ہنوہر بیعت ہائے امام حسینؑ ان کی گردنوں میں  
تھی کہ امام حسینؑ کو شہید کیا۔

اس سے پہلے ہم اخبار اہل اہل کے حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ شیعہ صاحبان نے ہی  
نہایت بیدردی و بیرحمی سے حضرت امام حسینؑ کو ذلت کر بایں بھوکا پیاسا معہ مال  
بچوں کے شہید کیا۔ مستورات کو بے ستر کیا۔ سر امام حسینؑ کو نیزہ پر چڑھا کر یزید کے پاس  
لے گئے۔ اور وہاں جا کر ماتم حسینؑ برپا کر دیا۔ شیعہ کی فیملی بھی شریک ماتم ہوئی۔ یزید  
عنید کے خاص حکم اور مہندہ زوجہ یزید کے اہتمام سے یزید پلید کے گھر میں دن  
ماتم ہوتا رہا۔

یہ ہیں ان ماتموں کے کروتوت۔ خدا بچائے اگر خدا نخواستہ آج کوئی مخالف اسلام  
اسلام پر حملہ کر دے۔ اور پاؤ زردہ پچا کر ماتموں کے سامنے رکھ دے۔ تو یہ تحبان  
حسینؑ جو صرف چادلوں کے ماتمی ہیں۔ بیت اللہ کعبہ پاک پر گولیاں چلانے سے کبھی بچ  
نہ کریں۔ جب اس وقت یہ حالت تھی کہ ائمہ عظام کی مقدس صورتیں ان کے سامنے  
تھیں۔ اور مؤثر و پرورد الفاطمی ان کو وعظ سنائے جاتے تھے۔ اور ان کے  
پتھر دلوں میں ذرہ تاثیر نہ ہوتی تھی۔ (جیسے کہ خطبات امیر لکھے جا چکے ہیں) تو  
اب سینکڑوں سال کے بعد ان حضرات نے کیا محبت اسلام دکھائی ہے۔

## بعد کے شیعہ

یہ تو زمانہ خیر القرون کے شیعہ کا حال ہے۔ بعد کے شیعہ کی نسبت کتاب  
اصول کافی ص ۲۶۹ میں لکھا ہے۔ وَكَانَتْ الشَّيْعَةُ قَبْلَ أَنْ يَكُونَ أَبُو جَعْفَرٍ  
وَهُمْ لَا يَغْفِرُونَ مَنَابِسَ حُجَّتِهِمْ وَحَلَّاهُمْ وَحَرَّمَاهُمْ (حضرت امام باقرؑ سے

پہلے شیعوں کی یہ حالت تھی۔ کہ وہ احکام حج سے محض نا بلند تھے۔ اور حلال و حرام کی انہیں کوئی تمیز نہ تھی۔ امام باقرؑ نے انہیں احکام حج بتلائے۔ اور حلال و حرام کا بیان کیا۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ امام باقرؑ سے پہلے کے شیعہ کفار جاہلیت کی طرح احکام حج سے نا بلند اور حلال و حرام کی بھی تمیز نہ رکھتے تھے۔ امام باقرؑ نے ان کو حلال و حرام کی تعلیم دی۔ اور ضروری احکام سکھائے۔

### شیعہ کی تعداد حضرت صادقؑ کی وقت

اب شیعیت کی ترقی کا زمانہ یسوعی شیعہ کے نزدیک ان کے مذہب کی ترویج حضرت امام جعفر صادقؑ کے وقت میں ہوئی۔ بلکہ شیعہ صاحبان اس مذہب کو منسوب ہی امام ممدوح کی طرف کرتے ہیں۔ لیکن آپؑ نے جو اپنے وقت کے شیعوں کی حالت بتائی ہے۔ وہ سخت مایوس کن تھی۔ اصول کافی ص ۹۷ میں ہے۔

عَنْ ابْنِ سَبَّابٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لَأَنْبِيَّ بَصِيرَ  
أَمَّا وَاللَّهِ لَوْ أَنَّ أَجْدَادَكُمْ ذَلَكُمُ الْمُؤْمِنِينَ يَكْتُمُونَ حَدِيثِي مَا اسْتَغْلَبَتْ  
أَنْ أَكْتُمُ كَهْمُ حَدِيثِي (راوی کہتا ہے کہ امام صادقؑ ابو بصیر سے فرماتے  
لگے۔ اگر میں تم میں سے تین مومن بھی ایسے دیکھوں۔ جو میری حدیث کو مخفی رکھیں  
تو میں یہ کبھی روانہ رکھوں۔ کہ میں ان سے اپنی حدیث چھپا رکھوں)

اس حدیث سے ثابت ہے۔ کہ جناب صادقؑ کے عہد میں جو بقول شیعیت کی ترقی کا زمانہ تھا۔ یہ حالت تھی۔ کہ جناب امام ہمامؑ کو ایسے تین شیعہ بھی نظر نہ آتے تھے۔ جو خالص الایمان اور قابل اعتماد ہوں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپؑ سچی بات کسی کو نہ بتا سکتے تھے۔ بلکہ ایک سوال کے تین تین مختلف و متعارض جواب دیکر دفع الوقتی کرتے تھے۔ اسی صفحہ پر دوسری حدیث یوں ہے :-

عَنْ سَدِّ بْنِ الْبَصِيرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ لَهُ وَاللَّهِ مَا  
يَسْعَاكَ الْفَقْرُ فَقَالَ لِمَ يَا سَدِّ بْنُ الْبَصِيرِ قُلْتُ لِكُنْزٍ مَوْلَاكَ وَشَيْعَتِكَ  
وَأَنْصَارِكَ وَاللَّهِ لَوْ كَانَتْ لِي مِثْرَةُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا لَكَ مِنَ الشَّيْعَةِ  
وَالْأَنْصَارِ وَالْمَوْلَايَ مَا خَلَعَ فِيهِ تَيْمٌ وَلَا عِدِيٌّ فَقَالَ . . . . .



يَا سَدِيرُ وَكَمْ عَسَى أَنْ يَكُونُوا قُلْتُ مِائَةَ أَلْفٍ قَالَ مِائَةَ أَلْفٍ قُلْتُ  
لَعَمْرُؤِ مِائَتِي أَلْفٍ فَقَالَ مِائَتِي أَلْفٍ قُلْتُ نَعَمْ وَنَصِفَ الدُّنْيَا قَالَ  
فَسَكَتَ عَنِّي خُمٌ قَالَ يَهْفُ عَلَيْكَ أَنْ تَبْلُغَ مَعَنَا إِلَى يَسْبُحُ قُلْتُ نَعَمْ  
فَأَمَرَ الْحَمَامَ وَبَعَلَ أَنْ يُسَرَّ جَانِبَ دَرْتٍ فَرَكِبْتُ الْحَمَامَ فَقَالَ يَا  
سَدِيرُ تَرَى أَنْ تَوَقِّرَ فِي يَأْخُضَارٍ قُلْتُ أَلْبَعْلُ أَرَأَيْتَ وَأَسْبَلُ قَالَ  
الْحَمَامُ أَرَأَيْتَ فِي فَرَكْتُ فَرَكْتُ فَرَكْتُ الْحَمَامَ وَرَكِبْتُ أَلْبَعْلُ فَمَضَيْنَا فِي  
الضَّلُوعِ فَقَالَ يَا سَدِيرُ أُنْزِلْ بِنَا نَصَلِّي ثُمَّ قَالَ هَذِهِ أَرْضُ سَبْعَةٍ  
لَا يَجُوزُ الضَّلُوعُ فِيهَا فِيمَا كَانِي أَرْضِ حَمْرَاءَ وَنَظَرَ إِلَى عَلَامَةٍ بِرُغْيٍ  
جَدًّا فَقَالَ وَاللَّهِ يَا سَدِيرُ لَوْ كَانَتْ فِي سَبْعَةٍ بَعْدَ هَذِهِ الْجَدِّ مَا  
وَسَعْنِي الْقَعُودُ وَتَوَلَّيْنَا وَهَلَيْنَا فَلَمَّا فَرَغْنَا مِنَ الضَّلُوعِ عَطِيفْتُ إِلَى  
الْجَدِّ إِذْ فَعَدَّ ذُنُوبَهَا إِذَا هِيَ سَبْعَةُ عَشَرَ (سدير صبری سے روایت ہے۔  
کہا میں امام صادق کے پاس گیا۔ اور ان کو کہا۔ بخدا آپ کو اب بیٹھ نہیں رہا  
چلے۔ فرمایا کیوں۔ میں نے کہا۔ اس لئے کہ آپ کے پاس غلام اور شیعیہ اور  
مددگار کثرت سے ہیں۔ بخدا اگر جناب امیر کے پاس اتنے آدمی ہوتے۔ جتنے  
آپ کے پاس شیعیے۔ مددگار اور غلام ہیں۔ تو بنو تیم و عدی خلافت نہ کرتے آپ  
نے کہا سدير کتنے ہونے چاہئیں۔ میں نے کہا ایک لاکھ۔ امام نے کہا۔ ایک  
لاکھ میں کہا ہاں۔ اور دو لاکھ نام نے کہا اور دو لاکھ میں نے کہا ہاں۔ بلکہ نصف دنیا۔ پھر آپ  
خاموش ہو گئے۔ پھر کہا کیا تجھے گنجائش ہے۔ کہ میرے ساتھ باہر چلو میں نے  
کہا ہاں۔ آپ نے گدھے اور خچر کو کسے کا حکم دیا۔ میں جلدی گدھے پر سوار ہو گیا  
فرمایا۔ سدير مجھے گدھا دے سکتے ہو۔ میں نے کہا خچر کی سواری اچھی اور تیز رفتار  
ہوتی ہے۔ فرمایا گدھے کی سواری ہلکی ہوتی ہے۔ میں اتر کر خچر پر سوار ہو گیا۔  
آپ گدھے پر سوار ہو گئے۔ ہم جلدیئے۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ امام نے فرمایا سدير  
اتر نماز پڑھ لیں۔ پھر کہنے لگے۔ یہ شور زمین ہے۔ یہاں نماز نہیں ہو سکتی  
پھر ہم ایک مَرُخ مٹی کی زمین میں گئے۔ اور آپ نے ایک لڑکا دیکھا۔ جو  
پھریں چار رہا تھا۔ امام نے فرما دئے۔ اگر میرے پاس ان بھڑوں جتنے بھی شیعیہ ہوں

تو بیٹھ نہ رہوں۔ (جنگ کے لئے اٹھوں) میرے آکر نماز پڑھی جب نماز سے  
خارج ہوئے۔ تو میں نے ان بھڑوں کا شمار کیا۔ تو ان کی تعداد سترہ تھی  
اب آپ غور کریں۔ کہ جہاں شیعہ کی تعداد لاکھ دو لاکھ بلکہ نصف دنیا سمجھی جاتی  
تھی۔ وہاں خالص مخلص شیعہ صرف سترہ تھے۔ اور زمانہ بھی صاحب المذہب  
امام محمد باقرؑ کا تھا۔ وہاں آجکل کے شیعہ کی کہانی حالت کا کیا ٹھکانہ۔ یہ سب  
دوم۔ میرا سی۔ قلندر رستلی۔ کنجر جو شیعہ بلکہ محرم میں رونق افروز مجلس ماتم ہوا  
کرتے ہیں۔ یہ سب چاولوں کے شیعہ ہیں۔ اگر منتظران مجالس عزاء ایک سال  
چاول پکانے بند کر دیں۔ تو دیکھیں۔ کتنے شیعہ ان علیؑ سینہ کوئی کے لئے جمع  
ہوتے ہیں۔

### امام مہدیؑ کے نہ ظاہر ہونے کا سبب

چونکہ کتب شیعہ میں تصریح ہے کہ امام غائب علیہ السلام اس وقت تشریف  
لائیں گے۔ جب ان کے مخلص شیعوں کی تعداد تین سو تک پہنچ جائیگی جو ان کے  
باڈھی گاڈھوں گے۔ اور احادیث اسلام سے ان کی تکمیل کرینگے۔ باوجودیکہ علیہ  
شیعیت کی تعداد اس وقت ہزاروں بلکہ لاکھوں تک پہنچی ہوئی ہے مگر حقیقت  
یہی ہے۔ کہ سب برائے نام چاولوں کے شیعہ ہیں۔ اگر نچے شیعہ ہوتے۔ تو کجے  
امام علیہ السلام تشریف لے آتے۔

### امامؑ کے ظہور کا وقت ہے

چونکہ اس وقت شیعوں پر سخت اعتراض ہو رہا ہے کہ ان کا قرآن جمع کر دہ علیؑ  
کہیں نظر نہیں آتا۔ اس کے متعلق مطالبہ برطانیہ ہو رہا ہے کہ شیعہ کہیں سے وہ  
قرآن پیدا کریں۔ ورنہ ان کی کوئی مسلمانی نہیں۔ جبکہ ان کے ہاتھ میں کتاب  
آسمانی نہیں۔ نتیجہ پچار سے سخت پریشان ہیں۔ کچھ جواب بن نہیں سکتا۔  
شیعوں کا عقیدہ ہے کہ وہ قرآن صاحب الامر حضرت امام مہدیؑ کے پاس  
موجود ہے۔ اور شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ امامؑ بمعہ اپنے فرزندوں کے ایک غائب  
ملک میں حکمرانی کر رہے ہیں۔

شیعوں کے قبلہ و کعبہ علامہ سید علی الحائری لاہوری کی ایک مصنفہ کتاب "المقصود"

میں بہت سی حکایات درج ہیں کہ لوگوں نے وہاں جا کر آپ کی زیارت بھی کی  
چنانچہ اسی کتاب کے صفحہ ۲۵ سے صفحہ ۳۱ تک ایک قصہ لکھا ہوا ہے کہ چند کس  
دریائی سفر کرتے ہوئے اس ملک میں جا پہنچے۔ اور وہاں پانچ بڑے بڑے شہر  
دیکھے۔ جو امام کے فرزندان کے زیر حکومت تھے۔ ان میں سے بعض شہروں کا  
طول و عرض دو ماہ کا رستہ بعض کا چار ماہ کا رستہ ہے۔ وہاں بڑے بڑے  
شہر اور تجارت کی منڈیاں دیکھی گئیں۔ اور عجیب و غریب باغات و جنات تھیں  
الانہار شاہدہ میں آئے۔ ان لوگوں نے امام کی زیارت بھی کی۔ اور اسلام تازہ ہوا  
(معلوم نہیں کہ اتنی بڑی آبادی جغرافیہ والوں کی آنکھوں سے آج تک کیوں  
منہی ہے۔ جنہوں نے زمین کا چپہ چپہ پیمائش کر کے جغرافیہ دنیا تیار کیا ہے۔  
یہ سب داستانیں فرضی۔ بوستان خیالی یا شیخ حلی کی گیتوں سے زیادہ وقعت  
نہیں رکھتیں) بہر حال اگر امام اتنی بڑی سلطنت سے مالک دنیا کے کسی  
حصہ میں رہتے ہیں۔ اور آپ گاہے گاہے اپنے خواص شیعہ کو ملتے بھی رہتے  
ہیں۔ جیسا کہ حاشی کی کتاب غایۃ المقصود میں ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ اس وقت  
کے شیعہ اس نعمت (زیارت امام) سے بالکل محروم ہیں۔ اس کی وجہ سوائے اس کے  
کچھ نہیں ہو سکتی کہ یہ سب حلو مانڈے اور چاولوں کے شیعہ ہیں۔ حلی شیعیت  
کی ان میں بوتک نہیں ہے۔ ورنہ اگر اس وقت دنیا میں کوئی ایک بھی سچا شیعہ موجود  
ہوتا۔ تو اس ارٹے وقت میں حضرت امام ضرور ان کی دستگیری کرتے۔ اور حلی  
قرآن اگر اس وقت ظاہر نہیں کیا جاسکتا۔ تو اس کی نقل ہی کر اگر کسی خاص شیعہ  
کی معرفت دنیا میں بھیج دیتے۔ تاکہ شیعہ بیچارے وہ قرآن دکھا کر سرخروئی حاصل  
کرتے۔

### ایک عجیب حکایت

اسی کتاب غایۃ المقصود کے صفحہ میں ایک عجیب حکایت لکھی ہے۔ جو قاضی  
نور اللہ شومتری کی مجالس المؤمنین سے نقل کی گئی ہے۔ کہ ایک اجل فاضل اہلسنت  
جو علامہ حلی کے استادوں میں سے تھا۔ اس نے مذہب شیعہ امامیہ کے روس  
ایک مبسوط کتاب لکھی تھی۔ اور وہ کتاب مختلف مجالس میں سننا کر شیعہ کو بھلاتا

تھا۔ اور اس خوف سے کہ کوئی شیعہ اس کی تردید نہ کر دے کسی شیعہ عالم کے ہاتھ میں وہ کتاب نہ دیتا تھا۔ شیخ حلی ہمیشہ اس کو کشمش میں رہتے تھے کہ وہ کتاب ہاتھ آئے۔ تاکہ اس کی تردید کی جائے۔ ایک روز استادوی شاگردی کا وسیلہ پیش کر کے کتاب عاریتاً دینے کی استدعا کی۔ استاد نے کہا کہ صرف ایک رات کے لئے کتاب دے سکتا ہوں۔ شیخ نے اس کو بھی غنیمت سمجھا۔ اور کتاب لے لی اور اپنے گھر میں لے گئے۔ تاکہ کچھ نہ کچھ رات میں نقل کر لیں۔ جب لکھنے لگے۔ تو نیند نے غلبہ کیا اور سو گئے۔ جناب مہدی علیہ السلام نمودار ہو گئے۔ اور شیخ کو فرمانے لگے۔ کہ کتاب مجھے دید۔ اور تم سو رہو۔ جب شیخ نیند سے جا گئے۔ تو دیکھا کہ کتاب ساری لکھی ہوئی موجود ہے۔ حالانکہ وہ کتاب ایک سال سے کم عرصہ میں نہ لکھی جاسکتی تھی۔ یہ حکایت فارسی میں ہے۔ میں نے سہولیت ناظرین کے لئے اس کا ترجمہ بحسنہ اردو میں لکھ دیا ہے۔ جو چاہے اصل کتاب دیکھ سکتا ہے۔ اس قسم کی حکایات عجیب و غریب اس لئے وضع کی گئی ہیں۔ کہ شیعوں کا اس بات پر اعتقاد جارہے۔ کہ ضرور امام مہدیؑ اس وقت موجود ہیں۔ اور کبھی کبھی خاص لوگوں کو ان کی زیارت ہو جایا کرتی ہے۔

میں کہتا ہوں۔ کہ اگر یہ باتیں درست ہیں۔ تو اس وقت شیعیان علی علیہ السلام کو کشمش نہیں کرتے۔ کہ ملکہ شب بیداری کریں۔ اور مناجاتیں کر کے امام کی زیارت سے مستفید ہوں۔ اور سنت و خورشاد سے عرض و معروض کریں۔ کہ حضرت جی اس وقت بڑا آزادی کا وقت ہے۔ آپ ظہور فرمائیں۔ تو کوئی شخص آپ کا بال بیٹھا بھی نہیں کر سکتا۔ اور لاکھوں کی تعداد میں لکھ بندگان بھی ہیں۔ آپ کی امداد میں موجود ہوں گے۔ تشریف لا کر شیعیت کی اشاعت فرمائیں۔ اور اگر خود تشریف نہیں لاسکتے۔ تو قرآن تو ہمیں مرحمت فرما دیں۔ تاکہ مخالفین کو دکھا کر ہم سرخروئی حاصل کریں۔ اور مخالفین کے قرآن کے ہر نکتہ میں۔ شیعوں کے قبیلہ و کعبہ سرکار شریعتدار ہی اپنی روحانی کشمش سے حضرت امام کو ملا لیں۔ یا لکھنؤ کے بڑے بڑے مجتہدین شیعہ ہی کوئی جیلہ کریں۔ اور انہیں تو ایران کے بڑے بڑے مجتہد پویش مشائخ شیعہ ہی جلد و جہاد کریں۔ اگر ایسا نہیں



کر سکتے۔ اور گز نہیں ہو سکتا۔ تو روز روشن کی طرح واضح ہو جائیگا۔ کہ اس وقت ان نہاروں لاکھوں شیعہوں میں خالص مخلص صلی شیعہ ایک بھی نہیں۔ شیعہ اکوشش کر دے۔ اپنے سے یہ دھتکہ دور کرو۔ ورنہ ان عقائد شیعہ سے باز آ جاؤ۔ صند چھوڑ دو۔ آخر مرنا ہے۔ اور خدا کے ہاں جواب دینا ہے۔ بزرگان دین کی سب و شتم سے باز آ جاؤ۔ اسی قرآن کے کامل و مکمل ہونے کے قائل ہو جاؤ۔ طریق اہل سنت اختیار کر کے مسلمان کے سوا دھتکہ میں مل جاؤ۔ تاکہ نجات حاصل ہو و ما علینا الا البلاغ۔

ہمارا کام کہہ دینا تھا یا رو۔ جو تم مختار مانو یا نہ مانو کتاب بہت طویل ہو گئی ہے۔ اب ختم کرتا ہوں۔ اور صدق دل سے درگاہ الہ العالمین میں دعا کرتا ہوں کہ میری اس ناچیز تحریر کو قبول عامہ کا شرف عطا ہو۔ اور قیامت میں میری مغفرت کا وسیلہ ہو۔ آمین ثم آمین یہ کتاب ان تاپاک حملوں کی مدافعت میں ایک زبردست حربہ ثابت ہو۔ اور مسلمان بھائی اس کو پڑھ کر فائدہ اٹھائیں۔ اللھم اغفر لی ولوالدتی ولاستاذی وجميع المؤمنين والمؤمنات۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔  
ڈاکٹر۔ خاکسار ابوالفضل محمد کرم الدین عفا عنہ دیر متوطن بھیں  
تحصیل چکوال ضلع جہلم۔ پنجاب۔ ۲۸ اگست ۱۹۲۵ء

## فتوے تکفیر و فتنہ

از حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

رد افض جو صحابہ و ازواج رسول اللہ کو علانیہ گالیاں دیتے اور لعنت و تبرأ و بد زبان رکھتے۔ اور قرآن کریم کا انکار کرتے ہیں۔ بلاشبہ کافر ہیں۔ ان کی تکفیر کے فتاوے علمائے ہند و پنجاب ہی سے نہیں۔ بلکہ علمائے حین یقین سے صادر ہو چکے ہیں۔ لیکن ذیل میں ہم صرف چند بزرگان اسلام اہل بلطن کی وہ تحریرات درج کرتے ہیں۔ جو انہوں نے رد افض کی تکفیر کے متعلق لکھی ہیں۔ سب سے پہلے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

کے دو مکتوب لکھے جاتے ہیں۔

ص ۱۱۲

### از مکتوبات مترجمہ اردو

یقینی طور پر تصور فرمائیں کہ بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت سے زیادہ مؤثر ہے۔ اور تمام بدعتی فرقوں میں بدتر اس گروہ کے لوگ ہیں۔ جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحاب کے ساتھ نفیض رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ان کا نام کفار رکھتا ہے۔ لِيَقْطَعَ بِهِمُ الْكَلَامَ۔ قرآن اور شریعت کی تبلیغ صحاب نے ہی کی ہے۔ اگر ان پر عین لگائیں۔ تو قرآن اور شریعت بطعن آتا ہے۔ قرآن کو حضرت عثمانؓ نے جمع کیا ہے۔ اگر حضرت عثمانؓ مطعون ہیں۔ تو قرآن مجید بھی مطعون ہے۔ حق تعالیٰ ان زندقوں کے ایسے اعتقاد سے بچائے۔ مخالفت اور جھگڑے جو صحاب اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان واقع ہو گئے ہیں نفی خواہشوں پر محمول نہیں ہیں۔ کیونکہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ان کے نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا۔ اور آمارہ پن سے آزاد ہو گیا تھا۔ اس قدر جانتا ہوں کہ حضرت امیر اسبارہ میں حق پر تھے۔ ان کے مخالف خطا پر۔ لیکن یہ خطا اجتہادی ہے۔ فسق کی حد تک نہیں پہنچاتی۔ بلکہ اس قسم کی خطا میں ملامت کی مجال نہیں۔ کیونکہ خطا کر نیا لے کو بھی ایک درجہ ثواب کا حاصل ہے۔ اور بخت یزید صحاب سے نہیں ہے۔ اس کی بدبختی میں کسی کو کلام نہیں۔ جو کام اس بدبخت نے کیا ہے۔ کوئی کافر بھی نہیں کرتا۔ اہلسنت والجماعت میں سے بعض علماء نے اس کی لعنت کرنے میں جو توقف کیا ہے۔ تو اس لحاظ سے نہیں کہ وہ اس سے راضی ہیں۔ بلکہ اس کے رجوع اور توبہ کے احتمال پر ہے۔

### مکتوب عدد ۵

تہتر فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ شریعت کی تابعداری کا مدعی ہے۔ اور اپنی نجات کا دعوے کرتا ہے۔ لیکن وہ دلیل جو پیغمبر صادق علیہ السلام نے ان متعدد فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجیہ کی تمیز کے لئے بیان فرمائی ہے۔ یہ ہے۔ الَّذِینَ هُمْ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِیْ یعنی۔۔۔۔۔ فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں۔ جو اس طریق پر ہوں۔ جس پر میں اور میرے صحاب ہیں۔

اصحاب کا ذکر صاحب فرماتے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے کافی ہونے کے باوجود اس مقام میں اسی واسطے ہو سکتا ہے کہ تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ طریق بعینہ صحاب کا طریق ہے۔ اور نجات کا راستہ صرف ان کے طریق سے وابستہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ پس رسول اللہ کی اطاعت عین حق کی اطاعت ہے۔ اور ان کی مخالفت بعینہ حق تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے خلاف تصور کیا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کے حال کی خبر دی ہے۔ اور ان پر کفر کا حکم لگایا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ يَفِزَ تَوَابِيْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِٗ وَيَقُوْلُوْنَ نُوْمِنُ بِبَعْضٍ وَنُكْفَرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقًّا (ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان فرق ڈالیں اور کہتے ہیں کہ بعض کے ساتھ ہم ایمان لاتے ہیں۔ اور بعض کے ہم انکار کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان راستہ اختیار کر لیں۔ یہی لوگ پکے کافر ہیں)

پس مذکورہ بالا صورت میں صحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طریق و تابعداری کے برخلاف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کا دعویٰ کرنا باطل اور جھوٹا ہے۔ بلکہ حقیقت میں وہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عین نافرمانی ہے۔ پس اس مخالف طریق میں نجات کی کیا مجال۔ وَبِحَسْبُوْنَ اَتَتْهُمْ عَلٰی شَنَئٍ ۚ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْكَافِرُ بُوْنَ (اور گمان کرتے ہیں یہ کہ وہ اوپر کسی چیز کے ہیں۔ خبردار تحقیق وہی جھوٹے ہیں۔) ان کے حال کے موافق ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ فرقہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کو لازم کیڑا ہے۔ اس سنت و جماعت ہی میں۔ خدا تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور فرمائے۔ پس یہی لوگ فرقہ ناجیہ ہیں۔ کیونکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحاب کو طعنہ لگانے والے ان کی اتباع سے محروم ہیں۔ جیسے کہ ضیوع حاجہ اور معتزلہ جو مذہب تیار کرتے ہیں۔ انھاریں دھل بن عطار امام حسن بصری رحمہ اللہ کے مخالف

میں سے تھے۔ جو ایمان اور کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرنے کے باعث امام سے جدا ہو گیا۔ اور امام صاحب نے اس کے حق میں فرمایا۔ اَعْتَذِلْ عَنَّا (ہم سے جدا ہو گیا) اسی طرح باقی فرقوں کو خیال کرو۔ مَا اَمَّنَ بِرَسُولِ اللّٰهِ مَنْ كَفَرَ بِقُرْبَانِ اَصْحَابِهِ (جس نے اصحاب کی تعظیم نہیں کی۔ وہ رسول اللہ پر ایمان نہیں لایا) کیونکہ انکا حسد ان کے صاحب کے حد تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس برے اعتقاد سے بچائے۔ اور نیز جو احکام قرآن و حدیث سے ہم تک پہنچے ہیں۔ وہ انہی کی نقل کے وسیلے سے ہیں۔ جب یہ مطعون ہوں گے۔ تو ان کی نقل بھی مطعون ہوگی۔ کیونکہ نقل ایسی نہیں کہ بعض کے سوا بعض کے ساتھ مخصوص ہو۔ بلکہ سب کے سب عدل اور صدق اور تبلیغ میں برابر ہیں۔ پس ان میں سے کسی کا طعن دین کے طعن کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔ اگر طعن لگانے والے یہ کہیں۔ کہ ہم بھی اصحاب کی متابعت کرتے ہیں۔ یہ لازم نہیں۔ کہ ہم سب اصحاب کے تابع ہوں۔ بلکہ ان کی راؤں کے تضاد ہونے اور مذہبوں کے اختلاف کے باعث سب کی تابعداری ممکن نہیں۔ تو اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں۔ کہ بعض کی متابعت اس وقت فائدہ مند ہو سکتی ہے جبکہ بعض کا انکار ان کے ساتھ شامل نہ ہو۔ ورنہ بعض کا انکار کرنے سے بعض کی متابعت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضرت امیر نے خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عزت و تعظیم کی ہے۔ اور ان کو اقتدار کے فائق جانکر ان سے بیعت کی ہے پس خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا انکار کرنا اور جناب امیر کی متابعت کا دعویٰ کرنا محض افتراء ہے۔ بلکہ یہ انکا درحقیقت حضرت امیر کا انکار ہے۔ اور ان کے اقوال و افعال کا صریح رد ہے۔ اور تقبیہ کے احتمال کو حضرت اسد اللہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلل دینا بڑی بیوقوفی ہے۔ عقل صحیح ہرگز اس کو جائز نہیں سمجھتی۔ کہ حضرت اسد اللہ باوجود کمال معرفت و شجاعت کے خلفائے ثلاثہ کے بغض کو تیس سال تک پوشیدہ رکھیں۔ اور ان کے برخلاف کچھ ظاہر نہ کریں۔ اور منافقانہ صحبت ان کے ساتھ رکھیں۔ والا کہ کسی ادنیٰ مسلمان سے اس قسم کا نفاق متصور نہیں ہو سکتا۔ اس فعل کی بُرائی کو معلوم کرنا چاہئے۔ کہ حضرت امیر کے حق میں تقبیہ جائز بھی سمجھا جائے



تو وہ تعظیم و توقیر جو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے ثلاثہ کی کرتے تھے۔ اور ابتدا کے انتہا تک ان کو بزرگ جانتے رہے ہیں۔ اس کا کیا جواب دینے وہاں تقیہ کی گنجائش نہیں۔ حق امر کی تبلیغ میں علیہ الصلوٰۃ والسلام پر واجب ہے۔ وہاں تقیہ کو دخل دینا زمانہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ الْمُؤْمِنُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَإِن كُنْتَ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ كُتِبَ اللَّهُ لَكَ إِحْسَانٌ مِّنَ النَّاسِ** (اے میرے رسول جو کچھ تجھ پر تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کو پہنچا دے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا۔ تو رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے بچا بیگا)

کفار کہا کرتے تھے کہ محمدؐ اس وحی کو جو اس کے موافق ہو ظاہر کر دیتا ہے۔ اور جو اس کے مخالف ہو۔ اس کو ظاہر نہیں کرتا۔ اور اس کو پوشیدہ رکھتا ہے۔ اور یہ ثابت ہے کہ نبی کو خطا پر مقرر رکھنا جائز نہیں۔ ورنہ اس کی شریعت میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ پس جب خلفائے ثلاثہ کی تعظیم و توقیر کے خلاف آنحضرتؐ سے ظاہر نہیں ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ ان کی تعظیم خطا اور زوال سے محفوظ تھی۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں۔ اور ان کے اعتراض کا جواب ذرا صاف طور پر لکھتے ہیں۔ کہ تمام اصحاب کی متابعت دین کے اصول کے متعلق لازم ہے۔ اور ہرگز اختلاف نہیں رکھتے۔ اگر اختلاف ہے۔ تو فروغ میں ہے۔ اور جو ان میں سے بعض کو طعن کرتا ہے۔ وہ سب کی متابعت سے محروم ہے۔ ہر چند ان کا کلمہ شفعی ہے۔ مگر دین کے بزرگواروں کے انکار کی بدبختی اختلاف میں ڈال دیتی ہے۔ اور اتفاق سے باہر نکال دیتی ہے۔ بلکہ قائل کا انکار اس کے اقوال کے انکار تک پہنچا دیتا ہے۔ اور نیز شریعت کے پہنچانے والے سب اصحاب ہی ہیں۔ جیسے کہ ذکر ہو چکا۔ کیونکہ سب کے سب اصحاب عادل تھے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ شریعت ہم تک پہنچائی ہے۔ اور ایسے ہی قرآن بھی ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لیکر جمع کیا گیا ہے۔ پس بعض کا انکار منکر کے مادہ میں ثابت ہے۔ پھر کس طرح نجات اور خلاصی کی امید ہے ؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **أَن تَوْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَن يَفْعَلْ ذَلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ**

إِلَى أَشَدِّ الْعَذَابِ (کیا تم بعض کتاب سے ایمان لاتے ہو۔ اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ پس جو شخص تم میں سے ایسا کرتے ہیں۔ ان کی جزا سولہ کئے اس کے اور کیا ہے۔ کہ دنیا میں خوار و ذلیل ہوں۔ اور آخرت میں سخت عذاب کی طرف کھینچے جائیں۔ یا ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ قرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جمع کیا ہوا ہے بلکہ درحقیقت جامع القرآن حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ جمع قرآن کے سوا ہے۔ پس سوچنا چاہئے۔ کہ ان بزرگواروں کا انکار درحقیقت قرآن کا انکار ہے۔ (نعوذ باللہ)

ایک شخص نے شیعہ کے ایک مجتہد سے سوال کیا کہ قرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جمع کیا ہوا ہے۔ آپ کا اس قرآن کے حق میں کیا اعتقاد ہے۔ اس نے کہا میں اس کے انکار میں مصلحت نہیں دیکھتا۔ کہ اس کے انکار سے تمام دین دھم برہم ہو جاتا ہے۔ دیگر عاقل آدمی ہرگز قرار نہیں دیتا کہ آنحضرت کے صحابہ حضور کی رحلت کے دن ۳۳ ہزار صحابہ حاضر تھے۔ جنہوں نے صنادیدِ نبوت سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ اتنے صحابہ کا گراہی پر اجتماع ہونا محال ہے۔ حالانکہ حضور نے فرمایا ہے۔ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ (امتی من عنیہ)

## فتوے تکفیر و افض

(از دربار گولڑہ شریف)

روافض کے کفر کا فتوے جب درگاہ غوث اعظم حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز سے صادر ہو چکا ہے۔ جیسا کہ غنیۃ الطالبین ص ۹۷ میں برایتِ مخافین جیل و حضرت انس رضی اللہ عنہما یاسی طور حدیث منقول ہے۔ سَبَّحْنِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَكْفُرُونَ أَصْحَابِي فَلَا تَحْلِسُوا لَهُمْ وَلَا تَشْكُرُوهُمْ وَلَا تَوَاكُلُوهُمْ وَلَا تَنَاجَوْهُمْ وَلَا تَصَلُّوا عَلَيْهِمْ وَلَا تَقَامِعُوهُمْ (آخر ذریعہ میں ایک قوم ہوگی جو میرے صحابہ کی تکفیر شان کریں گے پس تم ان کی مجلس میں بیٹھو نہ ان کے ملکر بیٹھو نہ ان سے کشتہ بندی کرو۔ نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو نہ ان کے ملکر نماز پڑھو) اس کے غوثِ وقت حضرت قبلہ عالم خواجہ پیر علی شاہ

صاحب مظلوم سجادہ نشین گولڑہ شریف سے بھی ہی توقع ہو سکتی تھی کہ اپنے جدا مجد کی طرح و افض کی تکفیر کا فتوے صادر کریں۔ لیکن رافضی لوگ لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالتے اور کہا کرتے ہیں کہ جناب پیر صاحب ممدوح شیدہ کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور ان کو کفر کا حکم نہیں دیتے۔ خاکسار نے ایک خاص عریضہ کے ذریعہ صاحب مظلوم سے اس بارہ میں استفسار کیا جس کے جواب میں جناب ممدوح کے حکم سے ایک معزز و مقدر خاص حضوری جناب خان بہادر مولوی شیر محمد خان صاحب لاہوری نے ایک فتوے کی نقل بھیجی۔ جو دوبارہ تکفیر و افض دربار گولڑہ شریف سے صادر ہو چکا ہے۔ وہ وہنا

### ترجمہ

### السؤال

(۱) قاذف سیدۃ النساء حضرت عائشہ العقیقہ  
العلیاء (۲) منکر صحابہ بیت خلیفۃ الحق والصلوٰۃ  
حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہما (۳) منکر بن الخطاب  
رضی اللہ عنہما (۴) منکر بنات رسول کرم  
صلی اللہ علیہ وسلم سوائے فاطمۃ الزہراء  
رضی اللہ عنہا (۵) محرف و منکر قرآن مجید  
سات شخصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۶) بازو اندہ  
مردم از دین اسلام کافر است یا نہ۔ از سیاط  
مکمل و استنکاح و اشتقاق طریق الفت و  
محبت بوسے پیوند و آمد و شد و راجع اس  
شان کردن و مقبولیت و رشاد و بہادری و صاحب  
شان و موافقت و خاریت بطریق مراعات  
و صداقت چہ حکم دارد؟ و ہر کس یا چند شخص طرح  
صداقت و محبت و ملازمت و موالات و صداقت  
جائز یا نہ از میان شافعی اطمینان قلب فرماید و السلام

حضرت عائشہ صدیقہ کو ذوق کرنیوالا حضرت  
ابوبکر و عمر کو صاحب رسول سمجھنے والا۔ رسول اکرم  
کی دوسری بیٹیوں کو سوائے فاطمۃ الزہراء کے نہ ماننے  
والا۔ قرآن موجود کا منکر اور اس کو محرف کہنے والا۔  
لوگوں کو دین حق (طریق الہدایت و الجماعۃ) سے  
ہٹانے والا کافر ہے یا نہ۔ ایسے شخص سے شریعت بڑی  
نہاج کرنا اس سے دوستی اور بارانہ کا ٹھکانا۔ ایسے  
انتخاب کے غرضوں کی قبولیت۔ خداوی و غنی میں  
ان سے شرکت۔ ان سے ملکر کھانا اور پینا بطور  
دوستی بھائی بندی جائز ہے یا نہ؟  
اور جو شخص ایسے شخص سے محبت و پیار  
کرے۔ اس سے برتاؤ اور سلوک جائز ہے  
یا نہ؟

جواب شافعی دیکر پوری تسلی فرمائیں۔

یہ تحریر بخطی خان بہادر مولوی شیر محمد خان صاحب مصنف کے پاس موجود ہے جو چاہے دیکھ لے تو

## الجواب

شخصی یا فرقہ پرک اور فاش در سوال مذکور  
شده۔ خارج از دائرہ اسلام است یا چنان  
شخص یا فرقہ ضالہ باقتضائے المحبت لله  
والبعض لله اختلاف و ارتباط ممنوع است  
سایہ شیخین عند الجہور کافر است و محرف  
و منکر کلام مجید از دائرہ اسلام خارج  
قاف ام المؤمنین رضی اللہ عنہما نیز  
شکر قرآن مجید است و الباقی کذا تک  
موالات و مصافحت باچنین اشخاص  
قطعی ممنوع است۔

حررہ غلام محمد خطیب جامع مسجد حکیم قبلہ عالم  
(از گولڑہ شریف)

## ترجمہ

جس شخص یا فرقہ میں یہ اوصاف ہوں۔ جو  
سوال میں مذکور ہیں۔ وہ دائرہ اسلام سے  
خارج ہے۔ ایسے شخص یا گمراہ فرقہ حسب  
اقتضائے المحبت لله ولبعض لله اختلاف  
اور راہ در رسم رکھنا منع ہے۔ شیخین کو برا  
کہنے والا جہور المسلمین کے نزدیک کافر  
ہے۔ اور قرآن کریم کا شکر اور تحریف کفر  
بھی مسلمانی سے خارج ہے۔ باقی امور کا  
بھی یہی جواب ہے۔ ایسے اشخاص سے برتاؤ  
کرنا اور اتحاد رکھنا بالکل ممنوع ہے۔

## حضرت امام جعفر صادق کا فتوے

اصول کافی ص ۵۵ میں ہے عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لا تصحبوا  
اَهْلَ الْبِدَاعِ وَلَا تَجَالِسُوهُمْ وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا اَعْيُنُ النَّاسِ كَوَاجِدٍ مِّنْهُمْ قَالَ رَوَاهُ  
اللَّهُ الْأَمْرُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ وَفَرَّقَ بَيْنَهُ (امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ فرمایا  
بدعتی لوگوں کی صحبت نہ کرو۔ اور نہ ان سے ملکر بیٹھو۔ ورنہ لوگوں میں تم انہیں  
جیسے ہو جاؤ گے۔ رسول پاک نے فرمایا ہے۔ آدمی اپنے دوست کے دین پر موتا  
ہے) جناب امام نے اس حدیث میں اہل بدعت سے برتاؤ کرتے ان سے دوستی  
سپا کرنے۔ ان سے ملکر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ روافض  
جن کا بھنگ و شراب و طیفہ ترک مصلوۃ شیوہ اور بزرگان دین کو برا بھلا کہنا  
پیشہ ہے۔ اہل بدعت ہیں۔ اس لئے حسب فتوے حضرت امام ہمام ان سے  
مسلمانوں کو بائیکاٹ کر دینا چاہئے۔ ورنہ حکیم حدیث ہذا وہ بھی انہیں جیسے سمجھے  
جائیں گے۔



دوسری حدیث۔ رسول کافی ص ۵۵ میں ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
 قَالَ مَنْ قَعَكَ عِنْدَ سَيِّئٍ كَذِبًا وَاللَّهُ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ (جو شخص ایسے لوگوں  
 کے پاس نشست و برخاست کرے۔ جو خدا کے دوستوں کو سب کیا کریں۔ وہ خدا کا  
 سخت نافرمان ہے) اس حدیث میں امام ممدوح سب سے شخص کے پاس بیٹھنے سے  
 منع فرماتے ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ روافض نہ صرف سب خلفاء ثلاثہ ہی کرتے ہیں۔  
 بلکہ سب اہل بیت سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ جناب امیر علیہ السلام کی سب  
 کرنے کو بوقت ضرورت جائز سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان سے بڑاؤ کرنے والا امام  
 صادق کا نافرمان بنے تحقیق بالا سے ثابت ہو گیا۔ کہ روافض کی تکفیر قرآن و  
 حدیث اور اقوال ائمہ اہل بیت اور فتوے علماء ظاہر و باطن کے رو سے ثابت  
 ان سے کسی قسم کا بڑاؤ کرنا۔ خدا و رسول کی نافرمانی میں داخل ہے۔ ان کے بالکل  
 قطع تعلق کرنا چاہئے۔ ان سے ملکر کھانے میں۔ نشست و برخاست رکھنے  
 نا طے رشتے کرنے۔ ان سے محبت و الفت۔ راہ و رسم رکھنے۔ ان کے جنازوں  
 میں شامل ہونے۔ ان سے ملکر نماز پڑھنے و دیگر تعلقات قائم رکھنے سے سخت  
 ممانعت ہے۔ مسلمانوں کو اس پر عمل پیرا ہو کر اپنے دین و ایمان کو بچانا چاہئے  
 زمانہ بڑا برفتن ہے۔ نجات اسی صورت میں ہے۔ کہ سواد اعظم مسلمانوں کے  
 بڑے گروہ کی جماعت سے علیحدگی نہ ہو۔ ورنہ دین و ایمان کی خیر نہیں ہے۔  
 وما علينا الا البلاغ۔ و آخذ عوانا ان انھن ذلھ رب العالمین والصلوٰۃ  
 والسلام علی سید المرسلین وآلہ واصحابہ وعباد اللہ الصالحین  
 خاک۔ محمد کریم الدین عفا عنہ۔ تنوین بھی تحصیل چکوال ضلع جہلم  
 صفر ۱۳۲۵ھ ستمبر ۱۹۲۵ء

## قرآن کا معجزہ

کوئی شیعہ حافظ نہیں ہو سکتا

قرآن کریم کا دعویٰ ہے۔ کہ لَا يَسْمَعُ الْإِنْسَانُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (اس کو ناپاک  
 لوگ سن بھی نہیں کر سکتے) یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کے سینوں میں جاوین

قرآن (خلفاء ثلاثہ) کا بغض بھرا ہوا ہے۔ ان میں خدا کی پاک کتاب کا نقش خم نہیں  
 سکتا۔ قرآن پاک کا یہ مجوزہ مانا ہوا ہے۔ کہ شیعہ میں کوئی حافظ قرآن نہیں ہو سکتا  
 بارہا اہل سنت کی طرف سے اعلان ہو چکا ہے۔ اور انعامی اشتہار بھی شائع ہو چکے  
 ہیں۔ کہ شیعہ میں سے کوئی مرد میدان ایسا نکلے۔ کہ جو اہل سنت کے اس دعوے کو بال  
 کر سکے۔ لیکن کبھی کسی شیعہ کو اس کی جرأت نہیں ہو سکی۔ یوں تو گھر بچکر عوام میں  
 شیعہ صاحبان پر ڈینگ مار دیا کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں بہت سے حافظ موجد  
 ہیں۔ لیکن شیعہ تین کے واحد آئین رسالہ اصلاح ملت جلد ۲۲ ماہ جمادی الاخری  
 ۱۳۳۳ھ ص ۳۲۲ میں ایک مضمون بعنوان شیعہ حافظ قرآن شائع ہوا ہے۔  
 جس نے دھول کا پول ظاہر کر دیا ہے۔ اس مضمون میں ایڑی چوٹی کا زور مار کر  
 تمام شیعہ دنیا کی مردم شماری پر سرسری نظر کرتے ہوئے تین اشخاص کا نام نکھا گیا  
 ہے۔ جن کی نسبت حافظ قرآن ہونے کا دعوے کیا گیا ہے۔ وہ نام یہ ہیں۔  
 حافظ مولوی فیاض حسین میرٹھی۔ حافظ میر کاظم ساکن ننگینہ ضلع بجنور۔ حافظ  
 مولوی کفایت حسین پشادری۔ یہ بات مسلم ہے کہ طول و عرض ہندو پنجاب میں یہاں  
 لاکھوں کی تعداد میں شیعہ آباد ہیں۔ ان میں اگر بفرض محال تین شخص حافظ ہوں بھی  
 تو حکم التاؤد کا بعد وہ اہل سنت کے دعوے کی تردید نہیں ہو سکتی بفضل خدا اہل سنت  
 و جماعت میں لاکھوں کی تعداد سے حافظ قرآن اس وقت موجود ہیں۔ پھر شیعہ کیلئے  
 ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ ان کا رسالہ اصلاح بہت مبالغہ سے کام لیتا ہوا بھی حزن  
 تین کی تعداد لکھ سکا ہے۔ لیکن یہ بھی اصلاح کے ایڈیٹر صاحب کا تفسیر (جھوٹ)  
 ہے کیونکہ ان تین میں سے آخری نام کفایت حسین کو ہم خود جانتے ہیں چکوال کے  
 ایک جلسہ میں اس کو چیلنج دیا گیا تھا۔ کہ میدان میں نکلا اہل سنت و جماعت کے مقابلہ  
 میں ایک پارہ قرآن مجید سنا دے۔ لیکن کفایت حسین کو ہرگز اس کی جرأت نہ  
 ہوئی۔ اور وہ را تورات و عاں سے بھاگ گیا۔ پھر جب بلی خان تحصیل گوجران  
 ضلع راولپنڈی میں بھی یہی شخص شیعہوں نے علماء اہل سنت سے مناظرہ کے لئے  
 بلوایا۔ لیکن کھڑے ہو کر آیت کا ایک آدھ ہی ٹکڑا پڑھا وہ بھی غلط۔ کہ جب  
 تو کیا پس الا فی کیا یا مبین۔ کو لاہ طہا یا جس غلط پڑھا۔ تو کہنے پر ایسا

شرمندہ ہوا کہ فوراً ممبر سے اتر کر بھاگ گیا۔ اس کے متعلق اشتہار شائع ہو چکا ہے۔ جس کی کوئی تردید شیعہ نہیں کر سکے۔ اس لئے اصلاح کی پیش کردہ فہرست تھی جب ایک کی نسبت یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ وہ ہرگز حافظ قرآن نہیں ہے تو باقی دو کا بھی یہی حال سمجھئے۔ یہ صداقت مذہب اہل سنت و الجماعت اور بطالت مذہب شیعہ کے لئے ایک زبردست دلیل ہے۔ کہ سنی لاکھوں حافظ قرآن موجود ہیں۔ لیکن شیعہ میں سے کوئی ایک بھی حافظ نہیں ہے۔ اس کے متعلق ہمارے درست غلام یسین تلہ گنگ نے مدت سے ایک انعامی اشتہار جاری کیا ہوا ہے جس کا ابھی تک کوئی عملی جواب نہیں دیا گیا۔ جو درج ذیل کیا جاتا ہے:-

## انعامی اشتہار

ہر خاص و عام کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ اگر کوئی حافظ کلام اللہ کا شیعہ مذہب میں ہو جائے۔ یا موجود ہو۔ تو اس کو مبلغ ۵۰۰ روپیہ انعام دیا جائیگا۔ بشرطیکہ وہ شیعہ صحابہ ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ و الزبیرؓ رضی اللہ عنہم کا منکر ہو۔ کیونکہ جو شخص صحابہ ثلاثہ نہ کا منکر ہوتا ہے۔ وہ کبھی کلام اللہ کا حافظ نہیں ہو سکتا۔ بار بار تجربہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ چونکہ کتب معتبرہ طرفین سے یہ ثابت ہے۔ کہ حضرات شیعہ کا ایمان اس قرآن پر نہیں ہے۔ اس واسطے کوئی شیعہ کلام الہی کا حافظ ہو نہیں سکتا۔ اگر یہ بات غلط ہے۔ تو کوئی شیعہ مرد میدان بنکر دکھاوے۔ ورنہ ایسے باطل مذہب سے توبہ کرے۔ (فقہ مثلاً) عقلمند شیعوں کے واسطے یہ صحابہ ثلاثہ نہ کا ایک روشن معجزہ ہے امید ہے کہ وہ جلد ہی توبہ کر کے نجات دارین حاصل کرینگے۔ یہ اشتہار متواتر سا ہوا سال سے شائع ہو رہا ہے۔ مگر کوئی شیعہ حافظ کلام اللہ اب تک پیدا نہیں ہوا اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ ہوگا۔

تھما

المثلث

شیخ حاجی غلام یسین سوداگر تلہ گنگ ضلع اٹک

## تصحیح

تمام اسلامی فرقوں کا ایمان ہے کہ قرآن شریف جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و  
صحابہ وسلم پر اُتر اُتھا۔ وہی ہمارے ہاتھوں میں اب تک موجود ہے۔ اور اُسی ترتیب  
میں ہے جس میں کہ حضور صلعم نے صحابہ کرام کو یاد کرایا تھا۔ لیکن برعکس اس کے  
شیعوں کا اعتقاد ہے کہ اس میں بہت کم کی کمی بیشی۔ تحریف و تبدیلی ہوئی ہے۔  
چنانچہ ان کی نہایت ہی معتبر کتاب اصول کافی ص ۱۷۱ میں ہشام بن سالم امام جعفر  
صادق سے روایت کرتے ہیں کہ جو قرآن جبرائیل علیہ السلام حضور پر لیکر آئے  
تھے۔ اس میں سترہ ہزار آیتیں تھیں۔ (یعنی موجودہ قرآن سے تین گنا) اس طرح  
اصول کافی میں یہ بھی مرقوم ہے کہ مصحف فاطمہ قرآن مجید سے سہ گنا ہے۔ اور  
اس میں قرآن مجید کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔ شیعوں کی ایک اور بڑی پایہ  
کی کتاب احتجاج مطبوعہ ایران کے ص ۱۱۱ سے ص ۱۱۲ تک میں تحریف قرآن  
ثابت کی گئی ہے۔ موجودہ قیصرے اس سے بھی دو قدم آگے بڑھے ہیں۔ چنانچہ  
ان کے مولوی احمد علی امرتسری نے اپنے رسالہ "انصاف" میں دعویٰ کیا ہے کہ  
اس قرآن مجید میں نحو غلطیاں ہیں۔ اور یہ کہ وہ بھی اس جیسا قرآن بنا سکتا ہے۔  
یہ رسالہ مولوی حایری لاہوری کا مصدقہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ شیعوں کا ایمان  
قرآن شریف پر نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ یہ آداب بات ہے کہ وہ تقیہ (جھوٹ) سے  
کام لیکر جس کا ان کے ہاں بڑا ثواب ہے۔ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی غرض سے یہ  
کہیں کہ وہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہاں ان کا ایمان اس قرآن پر ہوگا۔ جو  
بقول شیعہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ نے کم کر دیا تھا۔ اور اب تک اسے امام غایب چھپا  
بیٹھے ہیں۔ (نیک منشور) پیشتر اس کے کہ شیعہ تقیہ سے ایمان بالقرآن کا  
دعوے کریں۔ ان کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی مندرجہ بالا اور دیگر معتبر کتب کو  
جن میں تحریف قرآن ثابت کی گئی ہے۔ دیاستانی دکھادیں۔ یا دیرا بڑ درویش۔  
والسلام علی من اتبع الهدی

(از اشتہار خواجہ غلام حسین صاحب ملکہ گنگلی)





## تصیّدۂ تاریخیہ

از جناب ابوالفتح مولوی محمد فیض الحسن صاحب (مولوی فاضل ہمشیر زادہ حضرت مصنف)

عجب دھوم دنیا میں اس کی مچی ہے  
دلائل زبردست حجت قوی ہے  
ہر اک سطر اک موتیوں کی لڑی ہے  
تصانیف شیعہ سے تائید بھی ہے  
کہ جو حجۃ اللہ نے تصدیق کی ہے  
جو مقبول قول جناب علیؑ ہے  
لکھی میں علیؑ کی سند بھی لکھی ہے  
مسائل کی شیعہ کے تشریح کی ہے  
کہیں نقل از حملہ حیدری ہے  
کہ شیعہ کی ساری بضاعت یہی ہے  
روافض کے مذہب کی قلعی کھلی ہے  
کہ حیرت میں مخلوق سگر پڑی ہے  
جو بنیاد اسلام و ایمان کی ہے  
بہت کچھ ہوئی اس میں بیشی کی ہے  
کتاب خدا غلام جا وھری ہے  
ابھی ہاتھ شیعہ کا اس سے تہی ہے  
تقیہ تو بس اک عبادت بڑی ہے  
کہے سچ جو ایمان نہ اس میں ذری ہے  
سند بس تقیہ ہی ایمان کی ہے  
جو ظاہر ہے اسکو ذلت بڑی ہے  
کبھی حق کی بات ظاہر نہ کی ہے  
کہ یہ امر ہی باعث زندگی ہے

یہ تصنیف کیسی نرالی چھپی ہے  
عبارت ہے شستہ مضامین اعلیٰ  
ہر اک ورق گویا کہ ورق طلا ہے  
ہے اثبات دعویٰ زقرآن و سنت  
روایات کافی کلینی ہیں اس میں  
ہو دج انج البلاء کے خطے  
عبارات تہذیب اور لایحضر اس میں  
حیات القلوب اور جلاء الیغیوں کے  
کہیں پر ہیں حق الیقین کے حوالے  
اسی قسم کی مستند میں کتابیں  
لکھے ہیں بہت ایسے رنگین مسائل  
مسائل کا شیعہ کے کیا کہنا یا رو  
زقرآن پر ہے روافض کا ایمان  
وہ کہتے ہیں صلی یہ قرآن نہیں ہے  
بغل میں ہے ہندی کے شیعہ کا قرآن  
جو آئینکے حضرت تو لائینگے قرآن  
تقیہ پہ بنیاد مذہب ہے ساری  
ہے پٹکا وہ دیندار جو جھوٹ بولے  
ہیں نو حصے ہیں کے تقیہ میں مضمحل  
جو حق کو چھپائے ملے اسکو غل  
ایمہ کی عمریں تقیہ میں گزریں  
ہر اک کو الگ مسئلہ تھے بتاتے

ایک یہ بہتان ہیں یہ سہرا سر  
 نہ بولیں کبھی جھوٹ گر جان جائے  
 عجب مسئلہ ہے روافض کا متعہ  
 کرے مرد یا زن جو اکہار متعہ  
 لیے ایک متعہ سے درجہ حسینی  
 جو سہ بار متعہ کرے وہ علی ہے  
 کریں مرد و زن جبکہ غسل جنابت  
 قیامت تک کرتے تسبیح ہیں وہ  
 نہ کچھ فرق متعہ میں ہے اور زنا میں  
 گواہ کی ضرورت نہ خطبہ کی حاجت  
 کرے مرد ستر سے اک دن میں متعہ  
 اسی قسم کے سینکڑوں میں سائل  
 غرض یہ کتاب ایسی جامع چھپی ہے  
 پوری شیعی دنیا میں پھیلے اس سے  
 مصنف جو اک فاضل بے بدل ہیں  
 وہ میں شیر اسلام اک مرد غازی  
 ہے شیعی دنیا کی جرات بھلا کیا  
 جو میدان میں میرزا جی تھے ہمارے  
 شہداء اللہ دوبار ہمارے ہیں ایسے  
 جو احمد علی کندیاں میں تھا ہمارا  
 غرض ہر مخالف پہ دہشت ہے ایسی  
 میں یا الہی سلامت ہمیشہ  
 مبارک نیا تحفہ ہوسنیوں کو  
 کہوں اس کو گوہر کہ لعل بدخشاں  
 درم چند دیکر حسد یدو یہ موتی  
 تدبیر کیا سال تَضیف میں حب  
 لکھو بے سرباک مصرع یہ سالم

کہ حق گوئی و صفت نبی و ولی ہے  
 کہ سچ بولنا کار ہر متقی ہے  
 وہ کہتے ہیں اس میں فضیلت بڑی ہے  
 تو حنبت کی راہ اس میں سید علی ہے  
 دوبارہ فضیلت حسن کی ملی ہے  
 کرے چار پورے تو خاصا نبی ہے  
 فرشتے ہوں ستر جو بوند اک گری ہے  
 ثواب اہل متعہ کو لٹکا بھی ہے  
 زنا کو ہی متعہ سے تعبیر دی ہے  
 فقط مٹھی بھر غلہ ہی کھنٹی ہے  
 مجاز اس کی بیشک زن رافضی ہے  
 رسالہ میں تفصیل جن کی لکھی ہے  
 کہ رض اور بدعت کی ہستی مٹی ہے  
 روافض کے ہاں صفت ماتم بھی ہے  
 فضیلت کی مخلوق قایل بھی ہے  
 کہ سن نام دشمن کی جاں کا پتی ہے  
 یہاں قادیانی کی جاں پر بنی ہے  
 تو امت کی ہستی ہی کیا رہ گئی ہے  
 کہ پھر سامنے آنے سے توبہ کی ہے  
 تو لاہور میں کا پتا حائری ہے  
 کہ سنتے ہی نام ان کو آئی غشی ہے  
 یہ اسلاموں کی دعا ہر گھڑی ہے  
 یہ اک شمس یا بدر یا شتری ہے  
 نہ تعریف ہو سکتی اس کی کبھی ہے  
 کہ بس قایدہ کی یہ سودا گری ہے  
 نہ افیق نے غیب سے پوچھنی ہے  
 کہ شیعہ کے گھر صفت ماتم کچھ ہے

# طلوع آفتاب ہدایت

از چوہری ذکا اللہ صاحب کمال ایم اے ایل ایل بی دین جہلم

الحمد کہ ہوں یہ کھلا نور حق کا باب  
بدعت کے جنگلوں میں تھے لٹال سارے گم  
آنکھیں گردہ کفر کی چندھیا کے رہ گئیں  
مات سے مرث چکی حق و باطل میں تھی تیز  
تھی اک فریب اشک غمش چشم بزم  
حق سے غزا تھی اصل میں جس کا غمز تھا نام  
سازش تھی دشمنان رسول انام کی  
شیر خدا کے عشق و محبت کو چن لیا  
سوچا نہ کچھ بھی شیفہ گمان حسین نے  
تقریبے خون سے تیز تر لے جو کی  
اس پر غضب سمجھے یہی ہے وہ راہ رشد  
پوچھے تو ان سے کوئی کہ لائے بھی تھے بھی  
عثمان کتب تھے انہیں مثل علی عسری  
کب تھا عقیدہ ابن علی کا کہو کہ تھے  
کب مرتبہ میں شیر خدا کو کہا کہ سہ ہے  
وہ فاطمہ کی آنکھ کے نلکے سہ ہے مدام  
میٹھی چھری تھی شیعہ و سنی کا تفرقہ

یعنی ہوا طلوع ہدایت کا آفتاب  
چھایا غضب کا جن پہ تھا تاریک ترحاب  
چھٹا سحاب سے کہیں دیکھا چوہری  
انکھ لے تھے ایک صدف اور درنا ب  
تھا اک طلسم پوش با آہ سینہ تاب  
دھوکا تھا اک محبت ادلا دبو تراب  
اسلام کی جہان میں مٹی کو پس خراب  
جس جام پر سرور سے تھے مستی شباب  
اعدائے دین کے ہوئے مستی میں ہر کاب  
دینے لگے وہ اس ہی عمارت کی تریاب  
تاکید جس پر چلنے کی تھے کر گئے قیاب  
کب پیرین شکوہ صدیق یا خطاب  
کب احترام عاکشہ سے ان کو اجتناب  
ناتانہ انکھ دجی کے معنی سے بہر یاب  
ہمپایہ حبیب خداوند ذوالعقاب  
مسرور از شراب ثنا خواستہ صحاب  
اعدائے دین کا جس سے جگر دیا کباب



افسوس عاشقان علی بے خبر ہے  
عاشق تھے کور کور و ماغول لئے کر دیا  
وہ کم غلام زلف امامت میں ہو گئے  
کرنے لگے وہ یاس میں پھر سینہ کو بیاں  
حق تھا جنہیں پسند وہ کرتے تھے آہ آہ  
لب پر دعا تھی سوز جگر سے یہ ہر گھڑی  
آئی نذا کے خیمے نوید سرور خیر  
دیکھ آسماں سے نور کا دریا اکمنٹ ڈپڑا  
حق دیر کی جو چہرہ حق پر پڑی ہوئی  
چشم بشر نے دیکھ لیا نور حق کا منہ  
ساتی کی چشم مست نے غمزہ سے کہہ دیا  
رشد اور بقی میں ہوئی آخر عیاں تمیز  
فعل ہمیر اور ہے بدعت ہے اور چہر  
رسم عزا کا دہر سے مٹنے کو نام ہے  
ناقص ہے چشم شہرہ کیسا دیکھتی نہیں  
دیکھا جو جلوہ حق کا جناب و تیر نے  
فیض علوم باطن و ظاہر سے کر دئے  
فکر بلند اور مضامین شانگاہ  
حق جو حق پرست کو ان کا مطالبہ  
رندان لم بزل کے لئے جام جانفروز  
ہے فلسفی کے واسطے اک کا ان فلسفہ  
صدر جہاد بے حق آگاہ و حق پرست  
بسل کی ہے دعا کہ تو فسق کرو گار

مستور اصل میں تھی قبا ہی پس حجاب  
رسم عزا سے کور ترین دیدہ پر آب  
ان چٹوں سے کئے نکل تھی کئی تاب  
دشمن کو اک نوید تھی آواز تو اب داب  
صدیف و صد رنج کہ اعدا میں کامیاب  
دکھلائے گمراہوں کو الہی رہ صواب  
اے حق پرست فرقہ دعا سے یہ مستجاب  
مشابہت ماہ تاب و چرباب و شیش تاب  
یلٹی ہے آفتاب حقیقت نے دیکھا  
سیسی نہیں ہے کہتے ہیں جس کو خوش آب  
زندہ ہے خلافت یا وقت ہے ناب  
راہ عذابت ہے تو وہ ہے رہ تو اب  
ہوئے نہیں میں ایک پلاس اور نجاب  
ہنگام خیر میں نجات و ف و ر باب  
ہستی پر آفتاب کی ہے حجت آفتاب  
اسکا ہے آفتاب ایت لب لباب  
یاسم یہ دیدہ زیب و رہا ہے مشتتاب  
حق میں کو دلپس ہے بے حد و حساب  
بہتر ز سیر ملک لشک و فراسیاب  
جو بایں حق کے لئے خود حق کا شباب  
اور منطق کے واسطے برہان لاجواب  
روشن تر آفتاب سے تم نے لکھی کتاب  
پہل لائے حسب تہیت و ہفتان کشاب

سب سے بڑا

مقیم ہے

چالیس شعر جاتے چہلم عزا کا ہے

صد شکر بند ہے ہوا بدقتوں کا باب

فہرست کے لئے

# غلط نامہ کتاب آفتاب ہدایت (۲۴) فیض و بدعت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱	مرادۃ	مرادۃ	۸۳	۱۹	کی روئے	کی روئے
۴	۲	ابو ذر	ابو ذر	۸۵	۱۳	میں الشیاء	میں الشیاء
۵	۳	وسلمان	وسلمان	۹۰	۶	سما سؤل	سما سؤل
۵	۹	اللہم الی	اللہم والی	۹۱	۹	یسلمی	یسلمی
۸	۱۶	یہودیوں نے	یہودیوں نے	۹۲	۲	نقی	نقی
۹	۱	ہمد رہے	ہمد رہے	۹۸	۱۳	از ہرج	از ہرج
۱۱	۱	ہشام	ہشام	۱۰۰	۲۳	پنجتا	پنجتا
۱۲	۲	سبعۃ	سبعۃ	۱۰۱	۱۵	نہر الفصاحۃ	نہر الفصاحۃ
۱۳	۹	نحشوہم	نحشوہم	۱۰۲	۱	لہذا اصل	لہذا اصل
۱۵	۱۸	کانت	کانت	۱۰۳	۷	نہر الفصاحۃ	نہر الفصاحۃ
۱۸	۱۳	نمغ	نمغ	۱۰۴	۹	یضوہا	یضوہا
۲۶	۶	لمصحف	لمصحف	۱۰۶	۱۷	حضر	حضر
۲۸	۱۵	اشقرو	اشقرو	۱۰۸	۱۳	پاسیان	پاسیان
۲۹	۱۲	من مافع	من مافع	۱۱۱	۷	سوتے ہیں	سوتے ہیں
۳۳	۲۰	انہوں نے	انہوں نے	۱۱۳	۲۳	فی امر	فی امر
۳۹	۱۶	الشتری	الشتری	۱۱۴	۲۳	مثله	مثله
۵۲	۸	بن	بن	۱۱۵	۲۵	فہمت	فہمت
۵۳	۱۱	طونی	طونی	۱۱۶	۸	حضرت علی	حضرت علی
۵۴	۱۱	والمروۃ	والمروۃ	۱۱۷	۲	یبت علی	یبت علی
۵۷	۲۳	الحلی	الحلی	۱۱۸	۱۳	ان تعند	ان تعند
۵۸	۱	اختلاف	اختلاف	۱۱۹	۱۸	وشیعۃ	وشیعۃ
۵۹	۲	وشیعۃ	وشیعۃ	۱۲۳	۵	واما رسول	واما رسول
۶۱	۱۳	الا یعدنہم	الا یعدنہم	۱۲۴	۱۸	فولک	فولک
۶۳	۱۷	احسان کرد	احسان کرد	۱۲۵	۷	مستادل کتاب	مستادل کتاب
۶۴	۷	مباحات	مباحات	۱۲۶	۷	وسا ضوا	وسا ضوا
۶۶	۱	تیری کے	تیری زبان کے	۱۲۷	۲۱	دوسروں کے	دوسروں کے
۶۷	۱۸	چو ابوبکر	چو ابوبکر	۱۲۸	۲۳	ابلیس کے	ابلیس کے
۶۸	۱۹	دو حجازہ	دو حجازہ	۱۲۹	۷	کردند	کردند
۶۹	۲۱	دو حجازہ	دو حجازہ	۱۳۰	۱۹	دین امین	دین امین
۷۲	۷	اورو	اورو	۱۳۱	۶	فعل الحکم	فعل الحکم
۷۴	۱۵	تجلہا	تجلہا	۱۳۲	۳	چوتھی دلیل	چوتھی دلیل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۲	۱۳	ان چار دلائل	ان پانچ دلائل	۲۳۹	۱۳	نافق حنظلہ	نافق حنظلہ
۱۵۱	۱۴	دو ہزار دینار	ایک ہزار دینار	"	۱۸	لنا	لنا
۱۵۹	۱۵	زمین کو	زمین کو	۲۵۶	۵	۹۱۹ء	۹۱۹ء
۱۶۷	۲۵	اِنَّ التَّوَسَّعَةَ	اِنَّ التَّوَسَّعَةَ	۲۶۰	۱۵	غزوہ حدیبیہ	غزوہ حدیبیہ
۱۶۹	۲	دُھاب	دُھاب	۲۶۲	۸	عَدِیَّا	عَدِیَّا
۱۷۰	۱۳	عالم یرتفعہ	عالم یرتفعہ	۲۶۷	۱۷	بَنَ کَرَّ	بَنَ کَرَّ
۱۷۹	۱۶	تَنَادِج	تَنَادِج	۲۷۱	۱۶	نہر الفصاحت	نہر الفصاحت
۱۸۰	۲	اصحابنا	اصحابنا	۲۷۲	۲۱	فِدَاکَ	فِدَاکَ
"	۱۵	بن عمر	بن عمر	۲۷۷	۶	امیر علیہ السلام	امیر علیہ السلام
۱۸۵	۱۳	الی ما یصیر	الی ما یصیر	۲۷۸	۱	مرینہ میں دن	مرینہ میں دن
"	۱۸	وما یکون	وما یکون	۲۸۱	۱۲	تَوَلَّی کَی	تَوَلَّی کَی
۱۹۳	۲۱	عن اسحاق	عن اسحاق	۲۸۸	۸	صَفِیِّیْنَ	صَفِیِّیْنَ
"	۷	لِلرَّضَا	لِلرَّضَا	۲۹۰	۲۰	لَا حَبَّ	لَا حَبَّ
۱۹۵	۲۳	عَلٰی بَنَاتِ	عَلٰی بَنَاتِ	۲۹۱	۵	لَعَنَ	لَعَنَ
۱۹۶	۸	لَا شَیْءَ	لَا شَیْءَ	"	۹	بعض وعداوت	بعض وعداوت
"	۲۲	لعمری ائت	لعمری ائت	۳۰۶	۲۱	شِمَّ یَحْبِثُکَ	شِمَّ یَحْبِثُکَ
"	۲۵	غسالہ	غسالہ	۳۰۸	۱۷	وَقَضَّاهُمْ	وَقَضَّاهُمْ
۱۹۸	۲۱	الہفت کو	الہفت کو	۳۱۲	۱۱	پھر کس طرح	پھر کس طرح
۲۰۲	۳	الرحس	الرحس	۳۱۶	۱۹	احتیاج کی	احتیاج کی
۲۰۴	۲۰	ماخون منہیہ	ماخون منہیہ	۳۲۳	۲۱	روش نورانی	روش نورانی
۲۰۵	۱۳	وَيُسَمَّرُ	وَيُسَمَّرُ	۳۳۷	۱۰	یتخذہ	یتخذہ
۲۰۶	۱۱	رَقَّتْ	رَقَّتْ	۳۴۵	۱۷	برای میں اور	برای میں اور
۲۲۲	۲	ایلترا للثناء	ایلترا للثناء	۳۵۶		نوی ان	نوی ان
۲۳۱	۱	لم یوحف	لم یوحف				
۲۳۲	۲۳	مغزولی نہ کیا	مغزولی نہ کیا				
۲۳۵	۱۵	ان العلماء	ان العلماء				
۲۳۶	۱۲	جن آیات کے	جن آیات کے				
۲۳۸	۲۲	عز ذکرہ	عز ذکرہ				
۲۳۹	۳	حضرت فاطمہ	حضرت فاطمہ				
۲۴۷	۱۱	موجودگی	موجودگی				
۲۴۸	"	آکھڑیں طعن کا جواب سہواً کا تب سے	آکھڑیں طعن کا جواب سہواً کا تب سے				
		کر رکھا گیا ہے۔	کر رکھا گیا ہے۔				

نفس بعض جگہ آیت انزل انیک کے  
بعد سہو کا تب سے من تر یک رو گیا  
ناظرین درست کر لیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ

# مناظرات ثلاثہ

مباحثہ میمنہ و مینہ  
 مناظرہ منصوبہ  
 مناظرہ حاکم جاری

اون مباحثات کی صحیح رویداد جو فرقہ واریت سے ہوئے  
 فرقت

شیخ اسلام ابو الفضل مولانا مولوی کرم الدین صاحب  
 رئیس بھین ضلع جہلم  
 صاحب و عہد مسلمانی



## بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَى الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ ۝ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ وَسَلَّمَ  
 الَّذِیْنَ اَصْطَفٰی ۝ اَمَّا بَعْدُ ۝ پس وضع رکوع اولی الالبصار ہو کر آجکل الحاد و بیدینی کا زور ہے۔  
 مذہب کی طرف سے بے نیاز ہو کر لوگ اپنی اپنی خواہشات کے پیرو ہو رہے ہیں۔ نہ کسی بڑے کا ادب  
 و تعظیم نہ چھوٹے پر رحم و شفقت ہے۔ ہر ایک شخص انا و لا غیر کی تادم بھور رہا ہے۔ روزہ، نماز،  
 حج، زکوٰۃ وغیرہ فرائض اسلام کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور مذہب کو مانع ترقی اور باعث  
 افتداس مسلمانان ظاہر کیا جاتا ہے۔ نماز اور نمازیوں پر پھیتیاں اڑتی ہیں۔ ڈاڑھیوں کے خلاف جہاد  
 ہو رہا ہے جس شخص نے شہاد اسلام ڈاڑھی رکھی ہو اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ سکریٹیشن ٹیل ڈاڑھی بھر  
 اور کیا کیا خطاب ملتے ہیں۔ یہ تو نئی روشنی والے انگریزی دان طبقہ کا حال ہے۔

جو لوگ ابھی مذہب سے اس قدر بیگانہ نہیں ہوئے وہ بھی مَذْهَبِیْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ  
 وَلَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَکُمْ مَصْلٰحٌ ہو رہے ہیں۔ مذہب حق اہل السنۃ والجماعۃ اور متقدمین کو تقویم پانچ  
 سبک بکھ چھوڑ رہے اور نئے نئے مذاہب کی تلاش میں سرگردان ہیں۔ کوئی شخص روح حق کے مذہب  
 کو اسلئے پسند کر رہا ہے کہ ان میں نماز و روزہ کی پابندی نہیں نجات کے لئے یہی کافی ہے کہ سال  
 میں ایک دفعہ محرم میں ماتم حسین میں سینہ کوئی کریں اور کائے دے۔ وادبلا۔ کائے حسین کر بلا۔  
 کے نعرے لگائے جائیں پس انکے لئے جنت کے دروازے کھل گئے۔ عبادات بدنی یا مالی کی  
 انہیں کیا ضرورت۔ جیسا بھول کی طرح امام حسین کی شہادت انکے نام گناہوں کا کفارہ ہے۔  
 پس جھٹی ہوئی۔ یہ لوگ عبارت بھی سمجھتے ہیں تو سلف صالحین اصحاب و ازواج رسول کی سبقت  
 اور نیز لعنت و تبرائے جاگئے سوتے۔ اٹھتے بیٹھتے۔ گتے موتے کرتے رہنا یہ لعنتی ہونا اپنے لئے  
 باعث فخر سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ آیۃ اُولَٰئِكَ نِلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَنِلَعَنَهُمُ اللّٰہُ عَمَلُونَ  
 ہمارے ہی حق میں نازل ہوئی ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ تو لعنت سے اس قدر نا آشنا ہیں کہ مزید  
 کی لعنت میں بھی توقف کرتے ہیں۔ ماشاء اللہ ہم ہیں کہ ہمارا دامن وظیفہ لعنت و تبرائے سچا لقمہ

طعام کھائیں تو بھی بسم اللہ کی جگہ لعنت ہے۔ راستے پر چلتے ہوئے قدم اٹھائیں تو بھی وظیفہ لعنت کسی مجلس میں جائیں تو اونچی زبان سے نہ بھی دل میں لعنت ہی لعنت بس رہا ہے۔ مرینگے تو خاتمہ لعنت پر پہنچا۔ قبر میں بھی داخل ہوتے وقت لعنت۔ لعنت کی رٹ ہوگی سقیامت میں حشر بھی لعنت پر پہنچا۔ غرض اس فرقہ کیلئے لعنت کا طوق طرہ امتیاز اور ایک اعزازی نشان ہے۔ مبارک! مبارک!!۔

کوئی شخص مادر و پدر آزاد ہو کر تقلید آئینہ دین سے کوسہل بھاگتے ہیں۔ وہ اس لیے لگام بائشتر بے جبار دینا پسند کرتے ہیں۔ یہ سیاق نہیں بلکہ تقلیدین آئینہ کرام کو برا بھلا کہتے انکو بدعتی اور کیا کہا لگتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی ترقی کر کے آئینہ مجتہدین کی بدگوئی کرتے اور برا جانتے ہیں۔ اولیاء اللہ کی شان میں ناشائستہ الفاظ استعمال کرتے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھی دل میں نہیں رکھتے۔ کہتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے جیسے ہی بشر تھے۔ زیادہ سے زیادہ انکو برا بھلا کا رتبہ دے لو۔ ان کے علم غیب کا قائل ہونا کفر ہے۔ اور یا رسول اللہ کہنا سرسرفراش۔ (استغفر اللہ)۔

اس فرقہ کو اہل حدیث یا دوسرے الفاظ میں غیر متقلدین اور وہابی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے خاص جدوجہد کر کے بہت سے بھولے بھالے اشخاص کو اپنا ہم نواؤں ہنجیال بنالیا ہے۔ اور دن رات اسی فکر میں رہتے ہیں کہ تمام مسلمان انہی کی طرح گستاخ بے ادب اور آزاد ہو کر تقلید سے متنفر ہو جائیں اور ہر ایک اپنے آپ کو مجتہد تصور کر لے۔

رفتہ رفتہ اس فرقہ نے ترقی کر کے اپنی اتنی جماعت بنائی ہوئی ہے کہ جلسے جلوس کرتے۔ وعظ و تبلیغ میں سرگرم رہتے بحث و مناظرہ کے اکھاڑے قائم کرتے رہتے ہیں۔ بول تو انکا ہر ایک فرد جھگڑالو اور مبلغ کی ڈیوٹی ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے لیکن پنجاب میں انکے بڑے ابو الوفاء مولوی ثناء اللہ امرتسری۔ اور مولوی ابراہیم سیالکوٹی ہیں انکو یہ اپنا امام اور پیشوا دیکھ کر انکے فتوے پر چلتے۔ انکی ہر ایک ادب پر قربان ہوتے۔ اپنے وقت کا مجتہد اعظم قرار دیتے ہیں۔

مولوی ابو الوفاء کو سردار الحدیث اور شیر پنجاب کا لقب اپنی قوم (دہاتیوں) سے ملا ہوا ہے۔ مرزا یوں سے انکے اکثر مناظرے ہو کرتے ہیں۔ آریہ۔ عیسائیوں سے بھی کبھی کبھی جالچلتے ہیں۔ رفتہ رفتہ انکی بہت طرحی اور احاطہ کرام کو بھی چیلنج کرنے لگے کہ آؤ کسی جو جرات ہے تو ہم سے مناظرہ کرے۔ ہمارے حنفی بھائی بچے ایسے لاپرواہ ہیں کہ وہ کبھی اس سے من نہیں ہوتے۔ دیکھتے دیکھتے بیکار کی تعداد میں انکے بھائی ان سے علیحدہ ہو کر اس جدید فرقہ (دہاتیہ) میں جاسکتے ہیں۔ انکو کچھ پرواہ ہی نہیں ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین حق کا خود محافظ ہے اس لیے کچھ ایسے سامان پیدا کر دے

کہ اخاف سے انکی نگر ہو گئی۔ دو موقعوں پر شیر پنجاب کا مقابلہ خاکسار سے ہوا۔ اول میرپور میں  
پھر جبکہ رجا دی ضلع گجرات میں۔ ہر دو معرکوں میں شیر پنجاب کو ایسی ذلت آمیز شکست ہوئی  
کہ باہر ہوا قرار جاتا رہا۔ سب کو معلوم ہو گیا کہ شیر پنجاب شیرستان نہیں بلکہ شیر قالین میں۔ اور  
اخاف کے مقابل میں تو انکو گیدڑ کہہ دینا بالکل موزوں ہے۔ حضرت ابوالوفاء کی میرپور میں تو گیت  
بہی کر گویا وہابی سی ہزبان حال کہہ رہے تھے۔

ہائے سمجھے تھے جسے شیر وہ گیدڑ نکلا

اُس زمانہ میں اخبار الفقیہ نے اپنے مضمون میں وہابیوں کے حسب حال یہ مصرع موزوں قرار دیا تھا۔  
پھر جبکہ رجا دی کے مباحثہ میں تو شیر پنجاب نے ایسا حوصلہ مارا کہ علی الاعلان بھرے مجمع  
میں آئندہ کے لئے خاکسار کے ساتھ مباحثہ کرنے سے توہ کی۔ اور ابھی تک اپنی اس توبہ النصوح  
پر قائم ہیں۔ جزاء اللہ خیر الجزاء۔ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ۔

آئینچہ دانا کند کند ناداں یک بعد از سزا و رسوائی  
خیر جناب ابوالوفاء صاحبؒ تو خاکسار کے مقابلہ میں آنے سے قسم کھالی لیکن منصور پور ضلع ہوشیارپور  
میں ایک سنہ وصال مولوی محمد یوسف نام چیمبر تر نکلی۔ وہ خم ٹھونک کر میر سے مقابلہ میں آئے۔  
لیکن ایسی مار کھالی کہ بھر گویا کان لھر یکن ہو گئے۔ پھر کہیں انکا نام تک نہیں سنا گیا۔  
ان مباحثات کی روئداد چھپی تھی لیکن اسید وقت مانتوں ہاتھ نکل گئی۔ چنانچہ بہت سا جفا  
کے احرار پر دوسرے مناظرات کی تفصیل بالترتیب درج کیجاتی ہے تاکہ آئندہ بھی حنفی مناظرین  
اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

پہلے مباحثہ میرپور۔ پھر مباحثہ جبکہ رجا دی۔ بعدہ مناظرہ منصور پور لکھا جائے گا۔  
وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ لِلصَّوَابِ + وَرَالَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمُنَاقِبُ +

حرفہ  
خاکسار ابوالفضل محمد کرم الدین غنی از بھین۔ تحصیل جکوال ضلع جہلم

# مباحثہ میرپور

موضوع بحث  
رقعہ ناجیہ  
غیر ناجی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادران اسلام کو معلوم ہے کہ کسی زمانہ میں ہندو پنجاب میں دہائی ضعی کی بحث کا پرجا تھا۔ بحث و مباحثہ رسالہ بازی کی کثرت تھی۔ جا بجا آئین بالجہ رفع یدین وغیرہ مسائل کے جھگڑے تھے لیکن فقہ و دہائیت کا زور گھٹنا گیا حتیٰ کہ وہ پختہ تھے۔ سر رائٹ جھگڑا لیتا وغیرہ میں تمہیں دہانے کی وجہ سے کان لہو کیا ہو گئی اور قصہ تمام ہو گیا۔

لیکن بانیہ جہاں میں جہاں شہر و ضلع میں احناف کرام کی آبادی ہے چند افراد خاص شہر میں ایسے موجود ہیں جو اپنے آپ کو ائمہ دین کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ علوم و دینیہ سے بالکل نا بلہ ہیں لیکن مولوی ابو الوفا رحمہ اللہ صاحب امر تسری و مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی ان کے مائے ناز ہیں۔ ان کو یہ اپنا مقتدا و مذہب سمجھتے ہیں اور باوجود انکا تعلیم دین ہر دو اصحاب کی تقلید کو بایزض سمجھتے ہیں۔ اور ان کے قول کو وحی من المسلمین یہ لوگ یہاں مدت سے سالانہ جلسے کیا کرتے تھے جن میں مولوی صاحبان مذکورہ کے علاوہ اور بھی چند مولوی آکر غلط کرتے اور اپنے مذہب کی ترویج آپس سمجھتے ہیں کہ دوسرے فرخوں کو برا بھلا کہا جائے۔ چنانچہ ہر ایک جلسہ میں بالاتزام اولیا کرام اور ائمہ عظام کو کوٹنا اور خفیوں کے دل دکھانا جلسہ کی اہم اغراض سمجھا جاتا تھا۔ اسلئے یہاں کے مسلمانان اہل السنۃ والجماعۃ احناف کو اس بات کی ضرورت تھی کہ ان کے جواب میں ادھر سے بھی جلسہ کیا جا کر ان کے بجا محلوں کا جواب متانت اور نرمی سے دیا جائے۔

نیلید یہ سمجھ جائیں اور اُسے دن کا فتنہ تمام ہو جائے۔ چنانچہ پہلا جلسہ خاف کرام کا سنہ ۱۹۱۹ء میں لڑی و ہوم دام اور شان و شوکت سے ہوا جس نے ان کے جلسوں کو ناظر کیا۔ اس جلسہ میں صداقت مذہب ضعی اور ترویج مذہب مخالفین کا فرض عمدگی سے ادا کیا گیا۔ اس جلسہ کی عظیم الشان کامیابی و یکم ہر ائمہ دین اصحاب دل میں شرمائے گئے اور انکو فکروا سنگیر ہوئی کہ اگر خفیوں نے اس طرح جلسے جاری کیے تو ہماری زندگی تمام ہو جائیگی۔ بعد ازاں بالکل غیبت و نابود ہو جائیگے۔ انہوں نے اپنے جلسہ ۱۹۱۹ء میں اہل سنت و اہل فتنہ خلف الامام تقلید علم غیب نظر احتیاطی وغیرہ کو بحث قرار دیکر علماء و احناف کو دعوت دی کہ وہ جلسہ میں اکرم و وقت میں جہت کریں۔ ادھر سے بعنوان علماء غیر مقلدین کو دعوت مباحثہ ایک



ہستہ ارشاد کر کے انکو چیلنج دیگیا کہ تحقیق حق منظور ہے تو فروعی مسائل کو چھوڑ کر اصل الماصول مسئلہ میں  
کہہ دو ورنہ فرق میں سے خدا و رسول خدا کے بتائے ہوئے معیار کے روتے کو تسار فریق سچا اور کونسا جھوٹا ہے باقا  
گنہگار کریں اور اسکے لئے جلسہ میں نہیں علیحدہ دن مقرر کریں لیکن علماء غیر مقلدین کو اس بقاعدہ مباحثہ کا  
وصلہ تو نہ ہوا حسب معمول جلسہ میں ان ترانیاں مانگنی شروع کیں کہ اؤ اشتہار دینے والے کہاں ہیں مباحثہ  
کے لئے کیوں نہیں نکلتے۔ اتفاق سے وہاں ایک غیر مشہور مولوی حسین محمد نامی امام طین نمبر ۲۱ بیٹھے تھے  
وہی انکے دامنگیر ہو گئے اور ایسے پلٹے کہ مولوی ابو الوفا کو بھیجا چھوڑنا حال ہو گیا۔ لیکن چونکہ حسین محمد  
بالکل ساوہ مزاج تھے اسلئے مولوی ابو الوفا کا وہ منہ بند نہ کر سکے۔

الحديث کے اس جلسہ کے بعد ہمارے جلسہ کا وقت تھا لیکن ان دنوں ملک میں کچھ نشور و شر پہاڑ چاٹنی  
وجہ سے جلسہ نہ ہو سکا اور نہ ہم الحديث کا یہ فرضہ اتار سکے۔

۱۹۲۱ء میں پھر الحديث کا جلسہ ہم سے پہلے قرار پایا کہ ہمیں پھر انہوں نے اچھی طرح سے دل کے بخار نکالے  
تو ہمیں اولیاء کرام و ائمہ عظام تو اسکا بائیں ہاتھ کا کرتے۔ دل کو کھرا بھلا کہا اور جلسہ میں ہمیں لٹکار  
رہے کہ مباحثہ کے لئے نکلو لیکن چونکہ ان دنوں خاکسار سیرکڑی انجمن حنفیہ حیل کے گھر میں ایک نام ہو گیا تھا  
اسلئے حاضری سے محذور رہا اور اصحاب الحديث کے فرضہ سے سبکدوش نہ ہو سکا جہاں دفعہ علیٰ الحديث  
یہ بھی کہہ گئے کہ آپ تو نہیں آئے ہم تمہارے جلسہ میں حذر و گجائنگے اور تمہارے بحث کرنے کے آخر کار ۹-۱۰-۱۱ اپریل  
کو ہمارا دوسرا سالانہ عظیم الشان جلسہ ہو جائیگا۔ یہ خطاب بھر کے شاہیر فضلاء و تشریف لائے۔ اس جلسہ میں  
علاوہ موا عطا حسنہ کے مخالفین کے اس تمام فرضہ کی جو ہمارے ذمے دو سال سے واجب الادا تھا یہاں  
کر دی گئی۔ قرآن و حدیث سے ثابت کیا گیا کہ خدا کے فضل سے مقلدین ہی وہ مسلمان ہیں جو دائرہ اسلام  
کے مرکز (کعبۃ اللہ) میں داخل ہیں۔ انہی کے وہاں چار مصلیٰ بچے ہیں۔ غیر مقلدین کو وہاں رہائش تو  
کیا باطلہ عقیدہ و خیل ہونا بھی منظور ہے۔ اسلئے خدا کے بتائے ہوئے معیار کے روتے ہم ناجی اور  
غیر مقلدین غیر ناجی ہیں۔ اس جلسہ میں وہ تمام کھیلیں جو سالہا سال سے مولانا ابو الوفا و شعا و شہ رضا  
لوگوں کو مخاطب دینے کیلئے دکھا کر اپنی صداقت ثابت کیا کرتے تھے ایک بیک دکھلا کر ثابت کیا گیا  
کہ مولوی صاحب کے یہ سب دلائل نکتے اور بازیچہ طفلان ہیں۔ ان خود ساختہ کھیلوں سے تو انکے قریب  
کی بنیاد پختہ ہو چکی بجائے جڑ سے اکھڑتی ہے۔ غرض تروید ایسی بے زور ہوئی کہ دنیا کو اس صلیت علیہم  
ہو گئی اور الحديثوں کے گھر نام نہاں ہو گیا۔ بہر حال مولوی صاحب کو تار دے گئے۔ آدمی دوڑائے گئے  
لیکن وہ نہ پہنچ سکے۔ آخر کار جب ہم اور ہمارے سارے مولوی صاحبان گھر چلے گئے تو یہ تصویر چھاپ گئی کہ

میر پور میں جا کر ایک جلسہ کر کے اور وہاں مباحثہ کا اظہار جمائیں اور دعوت مباحثہ بھی دیدیں۔  
 شائع کیا گیا۔ اس میں بڑے زور سے ہمیں دعوت مباحثہ دی اور مولانا روحی صاحب اور خاکسا الو فضل  
 محمد کرم الدین و سیر کو بصریح اسامیٰ خطاب کر کے لکھا گیا کہ اگر وہ میدان ہندو جلسہ میں آکر مباحثہ کرو۔ اور  
 یہاں تک جسارت سے کام لیا گیا کہ ہماری آمد و رفت کا خرچہ وغیرہ بھی اپنے ذمے لینا تجویز کیا گیا۔ یہاں تک  
 کا خیال تھا کہ اتنے دور دراز سفر پر کوہستانی علاقہ میں کون آئیگا۔ بالخصوص انکو معلوم تھا کہ خاکسا  
 زمیندار ہے اور اس وقت فصلوں کی برداشت کا وقت ہوئیے باعث زمینداروں کو دیکھن کیلئے بھی  
 باہر نکلنے کا کہاں فرصت، مفت میں فلاح قادیان کی فتح کا ڈھکناج جائیگا نہ ہینگ تگے نہ ہنگاوی۔  
 اور الواقع میر سے لکھے بڑا بڑا وقت تھا میر پور خانے میں میر اسینکروں روپوں کا نقصان تھا لیکن  
 اجابے اصرار کیا کہ جب قوم کی طرف سے اور ایک برگزیدہ مقدس بزرگ حضرت پیر صاحب علی پوری مدظلہ کی  
 جانب سے ایسے جلسہ میں فاضل اسلامی کا خطاب حاصل کر چکے ہوں تو ان تمام تکالیف خرچہ و خرچہ کو  
 برداشت کر کے بھی مخالفین کا تعاقب ضرور کرنا چاہئے تاکہ انکی حجت نہ رہے۔ خاکسا جہلم گیا اور یہاں  
 بعنوان ”مباحثہ منظور“ ۲۹ اپریل کو ہشت تہار شائع کرویا گیا جس میں سرکاری المجددیت میر پور کو نوٹس  
 دیا گیا کہ دعوت منظور ہے۔ ۲ مئی التوا کو حاضر ہو جاؤں گا اور مناسب شرائط پر مباحثہ کیا جائے  
 اس روز درہنہ تہار سے مخالفین کے چھکے چھوڑا دئے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ اب بھیجا نہیں جھوٹا پیٹے  
 ایسی سے ٹال مٹال رکھے جیسے سچے گئے اور جہلم میں شہور کیا گیا کہ مباحثہ نہ ہوگا۔ ایسی ہیئت کے علماء کے بعد پھر  
 ہفتہ تک سب میر پور پہنچ گئے۔ اور ۲ مئی صبح کو جہلم سے میر پور کے دو آدمی لے دیا۔

**جہلم سے ہماری واپسی**  
 مولانا مولوی خیر شاہ صاحب میر واعظ الاسلام امرتسر مفتی گندوز  
 جہلم آئے تھے۔ وہ اسی روز پنجے شام یہاں سے بذریعہ ٹرک روانہ ہوئے  
 اور سوال اثریت ہیں شب بائیں ہوئے۔ ۲ مئی التوا کو علی الصباح خاکسا معا اپنے معزز ہمراہیان کے  
 جن میں مولوی فیروز امین صاحب امام جامع مسجد خانساں۔ ملک محمد صاحب بھیکہ دار جہلم۔ میاں  
 اصغر علی صاحب امام مسجد ملاں۔ میاں فضل کریم صاحب ندگر۔ دیابو امام الدین صاحب چوہدری  
 موجدین صاحب میاں کریم بخش کے اساتذہ قابل ذکر ہیں۔ سواری ٹانگہ ہائے جہلم سے میر پور کو  
 ہو۔ دیانگ ٹانگے پر گئے پکشتی کے ذریعہ دیا کو جو کر کیا۔ آگے سواریاں لگئی ہوئی تھیں۔ راستہ میں خانقاہ  
 میاں محمد صاحب مرحوم اور حضرت غازی خاں صاحب کراچی پیر الہیہ پر فاتحہ خوانی کی اور برکت حاصل کی۔ یہاں قاضی  
 امرتسری بھی شامل ہو گئے۔ پستی کی گھن منزل طے کی۔ کالہ بلاہ سے آگے بڑھے تو شہر میر پور نظر آیا۔ وہیں

فاسلم باقی تھا کہ مسلمانان میرپور فضلہ اخلاف کے استقبال کے لئے آہم نچے۔

## استقبال فضلہ

مسلمانان میرپور نے محبت و عقیدت کا اظہار کیا۔ دودھ شیرینی ساتھ لائے

دودھ شیرین پلایا گیا۔ اور شیرینی کھلائی گئی۔ شہر کے نزدیک پہنچے تو ایک لشکر سا نظر آیا۔ جینے مسلمانوں کا جلوس تھا جو علماء اخلاف کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ اس جلوس کے ساتھ ہم شہر میں داخل ہوئے۔ سارا جلوس لا اِلهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اللّٰهُ اَكْبَرُ کے نعرے لگاتا ہوا اس مقام کے پاس سے گذرا جہاں الحدیث کا جلسہ تھا۔ جلوس کے نعروں کی آواز سنکر الحمدیشوں کے دل پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ جلسہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جلسہ گاہ خالی میدان بڑا تھا۔ وہاں سے گذر کر ہم بازار میں داخل ہوئے۔ تمام اہل ہندو پٹری محبت سے پیش آئے ہر ایک کی زبان پر یہ کلمہ جاری تھا کہ سستی آگئے ہیں اب وہابی بھاگے نہیں ایک وسیع مکان میں آتا رہا گیا۔ یہیں علمائے الحدیث سے خط و کتابت شروع کی

## علمائے غیر مقلدین سے خط و کتابت

مباحثہ کا وقت و مکان مقرر کرنے اور شرط بحث طے کر نیکی لئے

علمائے غیر مقلدین کو لکھا گیا اور اسے جو جواب موصول ہوئے ان سے کچھ گہری صورت نظر آئی چنانچہ انہوں نے دوسری جگہ میں بحث مجھے۔ ثالث مقرر کرنے اور حفظ امن کی ذمہ داری لینے سے انکھڑ کیا۔ آخر کار بعد چندین خط و کتابت کے جو مئی ۱۲ بجے سے شروع ہو کر رات تک جاری رہی اور پھر ۳ بجے صبح کو بھی نامہ و پیام جاری رہا۔ چنانچہ حسب نوبت اشتہار خود . . . . . ”تا بخاندانہش باید بایزد“ آگئے مگر جلسہ گاہ میں جانا منظور نہ کیا اور مباحثہ کے لئے ۲ بجے کا وقت مقرر کیا گیا۔ اور ثالث ایک ہندو معزز وکیل لالہ جوتی رام صاحب مقرر کئے گئے اور بحث ”قرقرہ ناجیہ“ قرار پایا۔

## میدان مباحثہ کو دانگی

بعد ازاں غلام غلام علی صاحب نے میدان مباحثہ کی طرف کوچ کیا۔ اس وقت مسلمانوں کا بہت بڑا جلوس جو ہزاروں کی تعداد میں تھا ہمارے ساتھ تھا۔ جب یہ جلوس بازار سے گذرا تو تمام بازار اس سے اس سنگین آمد و رفت بھر پور تھا جو وقت ہم مطاس بھاری جلوس کے میدان مباحثہ (جلسہ گاہ الحدیث) میں پہنچے تو دیکھا کہ علمائے غیر مقلدین میں چند اشخاص کے وہاں بیٹھے ہیں اس قدر خالق خدا کو دیکھ کر وہ ہم گئے اور ایسے دلہشت زدہ ہوئے کہ ان کے چہروں کی رونق اڑ گئی۔

## نشت نگاہ قلعین

جلسہ گاہ میں جانب غریب الحدیث کا شیخ بنایا ہوا تھا۔ اسپر مینز اور تین کرسیاں لگائیں۔ وسط میں مولانا ابوالوفار شہناز احمد صاحب اور دائیں بائیں مولانا مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور مولوی محمد صاحب جوناگڑھی بیٹھے ہوئے تھے اسکے مقابلہ میں کچھ فاضل پر جانب شرق ہمارے لئے شیخ بنایا گیا تھا۔ مینز لگا ہوا تھا۔ اور تین کرسیاں رکھی گئیں۔ درمیان کی کرسی پر







یعنی مدینہ ایک بہٹی ہے جو خبیث کو اڑا دیتی اور پاک کو باقی رہنے دیتی ہے۔ دوسری حدیث ہے۔  
 علی نقاب المدینۃ ملائکہ لا یدخلہا الطاعون ولا الدجال (ترجمہ) مدینہ کی گلیوں  
 پر ملائکہ کا پرہ لگا ہوا ہے وہاں و بار اور دجال کو بھی دخل نہیں ہو سکتا۔ اس طرح مگر معظمہ کی بہترین  
 زمین ہونیکامثوت اس حدیث سے ہے۔ واللہ انک لخیار رضی اللہ و احب ارض اللہ الی اللہ  
 یعنی اے مکہ! تو خدا کی سب زمیںوں سے خدا کی پسندیدہ زمین ہے۔ پھر حسب دلائل بالارض مقدس  
 بیت المقدس کی زمین یا مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی سر زمین کے رہنے والے ہی۔ صائین ناجید فرقہ قرار دیکے  
 جاسکتے ہیں جو اسلام کا اصل گھر ہے چونکہ اسکے وارث ہم ہیں اسلئے ہم ہی ناجی ہیں۔ دوسری دلیل

اس حدیث سے ہے۔ اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار (ابن ماجہ) (ترجمہ)  
 تم بڑی جماعت کے تابع ہو جاؤ کیونکہ جو اس سے الگ ہوا وہ آگ میں گرے گا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بڑی جماعت  
 ہم ہیں یا آپ۔ اس مجلس کو دیکھئے۔ تمام لشکر کا لشکر ہمارے بھائیوں کا یہاں جمع ہے۔ آپ آئے ہیں  
 تک بھی نہیں۔ اور دنیا کے مسلمانوں کو دیکھ لو۔ ہند۔ سندھ۔ سمرقند۔ بخارا۔ کابل۔ روم۔ شام۔ عراق  
 و عجم میں ہمارے بھائی مقلد ہی بستے ہیں پھر اس بڑی جماعت کے تابعدار ناجی اور دوسرے غیر ناجی ہوں گے۔  
 ابو الوفاء مولوی شہار اللہ صاحب نے اپنی تفسیر شریعی کی اور فرماتے لکے کہ  
**مولانا ابو الوفاء کی تقریر** فریق مخالف کی تقریر صرف زبانی ہے اصل بات وہ ہے جو میں بیان کرتا

ہوں۔ حدیث میں ہے۔ ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین و سبعین ملۃ و تفرق امتی علی ثلاث  
 و سبعین ملۃ کلہم فی النار الا امۃ واحده قالوا من ہی یا رسول اللہ۔ قال ما انا علیہ و اصحابی  
 اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے تفرق فرماتے ہو جانے اور انہیں سے ایک کا ناجی ہونا  
 بیان فرمایا ہے اور اسکی پہچان یہ کہ جو میرا دیر سے اصحاب کا مذہب ہے، رسول اللہ اور انکے اصحاب مقلد رہتے  
 نہ اسوقت یہ چار مذہب پیدا ہو گئے تھے۔ اسلئے انکا وہی مذہب تھا جو ہمارا مذہب ہے، اور ہم ناجی ہیں۔ ایت  
 جواب یہ دیا کہ ارض مقدسہ پر تو حکومت یزید کی بھی ہو چکی ہے اور اسوقت وہاں برطانیہ کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔  
 حدیث پیش کردہ کا یہ جواب دیا گیا کہ یہ سیاسیات کے متعلق ہے یعنی پولیٹیکل امور میں بڑی جماعت کا تابع ہونا  
 چاہئے دینی امور میں مولوی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ہم قدیم سے ہیں مقلدین اجنبی پیدا ہوئے جب تک کہ اربعہ پیدا ہوئے۔

اسکے جواب الجواب میں کہا گیا کہ حدیث ما انا علیہ و اصحابی والی مولانا نے ساری  
**جواب الجواب** نہیں پڑھی یہ ابو داؤد کی حدیث ہے اور ما انا علیہ و اصحابی سے آگے وہی انجائے  
 لکھا ہوا ہے یعنی یہ کون لوگ ہیں جو بڑی جماعت رکھتے ہیں۔ اس سے مطلب صاف ہو گیا رسول خدا اور اصحاب

کا وہی مذہب تھا جو مسلمانوں کے سوا اور عظیم بڑی جماعت کا مذہب ہے اور یزید یا کسی اور ظالم کا چند روزہ کبھی قبضہ ہو جاوے تو وہ وراثت نہیں بلکہ غاصبانہ عارضی قبضہ سمجھا جائیگا۔ آیت میں بے شکاً کا لفظ صاف ہے جس کا یہ معنی ہے کہ عباد صالحین کو یزیدین وراثتاً و یثقی سے انہوں نے ابد الابد تک اس کا حکم رہنا ہے۔ چند روزہ مخالف حکومت کا ایجاد یہ ہوگی۔ یزید نے قبضہ تو کیا لیکن فی القیور وہاں سے دیکھنے دیکھنے کی حکومت کا استیصال کیا گیا اور شوکت و بھٹکار کے سکے نصیب میں اور کچھ نہیں ہے اور حدیث اتباع السوۃ والا عظم میں اگر پولٹیکل معاملات اور دنیوی امور میں بڑی جماعت کے اتباع کا حکم ہے اور دینی امور میں نہیں۔ تو حدیث میں من شدن مثلاً فی النار کے وعید کا کیا معنی۔ یہ وعید تو اسی صورت میں ہے کہ دینی امور میں اتباع نہ کی جائے۔ علاوہ ازیں دوسری حدیثوں سے بھی ثابت ہے کہ دینی امور میں ہی اتباع مراد ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الشيطان ذئب الانسان كذئب الغنم ياخذ الشاة والقاصية والناحية وياكم والشعاب وعليكم بالجماعة والعامة (مشكوة) یعنی شیطان انسانوں کا بھیڑیا ہے جیسے کہ بکریوں کا بھیڑیا ہے وہ بچہ چری ہوئی ریوڑ سے دور رہ جائیگا اور کٹا کر بکری کا شکار کرے گا۔ تم تقویٰ نہ کرنا۔ بڑی جماعت عامۃ الناس کے تابع ہو جانا۔ دوسری حدیث من فارق الجماعة فمات برا فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه (البداء) یعنی جو شخص جماعت سے بے وفائی کرے یا رشتہ بھی دور ہو گیا اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے اتار دی۔ پہلی حدیث میں شیطان کا حملہ اور دوسری میں اسلام سے نکل جانا۔ صاف دلالت کرتے ہیں کہ دنیوی کاموں میں نہیں بلکہ دینی امور میں جماعت کی اتباع مراد ہے۔ دنیوی کاموں میں گمراہ کرنا شیطان کا کام نہیں بلکہ اس کا علم ہمیشہ دینی امور کے متعلق ہوتا ہے اور دنیوی کاموں میں جماعت سے الگ رہنے والا اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ یہ بات کہ اصحاب مقلد نہ تھے درست نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ہر معاملہ میں آپ کے قول و فعل کی تقلید ہوتی تھی۔ اصحاب کے زمانہ میں عوام الناس اصحاب رسول کے آثار کی اتباع کرتے تھے پھر تابعین کی بھراؤ اور بعد ان کے فوجین کو واضح کر دیا اور ان کی تقلید ہونے لگی۔ خاکسار نے اپنی تقریر میں یہ لکھا کہ آیت پیش کردہ

سے کہا جائیگا کہ آجکل ابن سعود وہاں کا حاکم ہے۔ جو باقی ہے نہیں استدلال صحیح نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اول تو ابن سعود خود کو حنبلی (مقلد) بیان کرتا ہے اور ترک تقلید کو برا قرار دیتا ہے۔ دوم اگر وہ غیر مقلد ہے کچھ جہانی ہی سمجھا جائے تو اس کا قبضہ بھی غاصبانہ عارضی تصور کیا جائیگا۔ کچھ سال انتظار کرو وراثتاً مراد اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو اسکے پیشوا محمد بن عبدالوہاب کا یزید کا ہوا تھا۔ خدا کے وعدے پر ہے اور یہ بھی کہ واعلیٰ لھم ان یکیدنی متیناً۔ آخر وہاں کی حکومت ہمارے ہی بھائیوں کی ہوگی۔ جیسا کہ قرآن کی پیشگوئی ہے۔ ۱۲۰

کا اپنے کوئی جواب نہیں دیا۔ یا تو آیت کے مقابلہ میں کوئی آیت پیش کرتے کہ ارض مقدسہ کے وارث صاحبین نہیں بلکہ طالبین بھی ہو سکتے ہیں۔ یا آیت کا معنی کچھ اور کریں۔

وہی الجماعۃ کے متعلق آپ نے یہ جرح کی کہ بڑی جماعت کہاں سے نکالتے ہو۔ الجماعۃ سے یہ مفہوم نہیں نکلتا۔ آیت میں معنی الصالحین کا آپ نے یہ کیا کہ اس سے مراد حکومت کی صلاحیت اور جنگی قابلیت ہے۔

مولانا ابوالوفاء اس وقت کچھ ایسے بدحواس ہو گئے کہ یزید کی

## حضرت امام حسین کی توہین اور یزید کی تعریف

مرح سرانی شروع کر دی اور امام حسین علیہ السلام کی توہین پر کمر باندھ لی۔ بڑی بے باکی سے کہنے لگے کہ یزید میں حکومت کی صلاحیت تھی اور وہ جنگی قابلیت رکھتا تھا اسلئے وہ صالحین میں داخل تھا امام حسین حکومت کی صلاحیت نہ رکھتے تھے اور جنگی قابلیت بھی نہ رکھتے تھے اسلئے اول الذکر کامیاب دوم ناکامیاب ہے۔ اس موقع پر آپ کو مسئلہ خلافت بھی بھول گیا۔ آپ فرمانے لگے کہ انگریزوں میں حکومت کرنے کی صلاحیت ہے اسلئے وہ صالحین اور ارض مقدس کی سلطنت تک سہی ہیں۔

## مسئلہ خلافت

مسلمانوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ ہندوہ خواہ انگریز مملکت کی جس میں قابلیت ہو وہی سربراہ بنے گا۔ مصداق ہو سکتا ہے۔ اور ارض مقدس پر حکومت کر نیکی قابل۔ حدیث اتبعوا السواد الاعظم کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔ اس موقع پر لالہ دیوانچند صاحب نے مولوی ابوالوفاء سے یہ سوال کیا کہ آپ کسی تفسیر سے صاحبین کا معنی یہ دکھادیں کہ صلاحیت حکومت یا جنگی قابلیت مراد ہو اور خاکسار سے یہ سوال کیا دھی الجماعۃ کا معنی بڑی جماعت آپ کچھ نہیں دکھادیں مولوی ابوالوفاء صاحبین کا معنی کسی تفسیر سے نہ دکھلا سکے۔

میں نے اپنی تقریر میں مولوی صاحب کے اس نزلے کے کیرف حاضرین کو توجہ دلائی

## میری تقریر

کہ آج تک کسی فرد بشر کو ہندوہ یا مسلمان یہ کہنے کی جرات نہیں ہوئی کہ یزید علیہ اللعنة صالح تھا اور حضرت امام حسین (معاذ اللہ) غیر صالح تھے جس شخص نے آل رسول کو ظلم کی تلوار سے بیگناہ قتل کر کے لعنت ابدیہ حاصل کی ہو۔ ایک مولوی شیخ پر کھڑا ہو کر اتنے بڑے مجمع میں اسکی قابلیت کا اعتراف کرتے اور اسکی طرح سرانی کرے اور سردار جو انان بہشت را کب دوش رسول مقبول امام حسین کو ناقابل اور غیر صالح قرار دے کہ سقد غضب کی بات ہے۔ اسوقت مجمع میں بڑا جوش پیدا ہو گیا۔ اور ہندو مسلمان حاضرین کو مولوی صاحب کی طرف سے نفرت پیدا ہو گئی۔ دھی الجماعۃ کی تشریح خاکسار نے دوسری حدیث اتبعوا السواد الاعظم سے کر کے لالہ دیوانچند صاحب

کی تسلی کر دی۔ اور اس علمی قاعدہ کی رو سے کہ مطلق کا مرجع کامل ہوتا ہے۔ الجماعۃ کا لفظ مطلق ہے کامل مفہوم بشری جماعت مراد ہوگی۔

اسکے بعد مولانا ابوالوفا وکانزور تقریر گھٹ گیا۔ اور نا طاقہ بند ہو گیا۔ کچھ اور صراحت اور صراحت کی بے تکلیف مانگنے لگے۔ ایک دفعہ ایک من گھڑت شعر شنی بھی پڑھا

روم کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ دین حق را چار مذہب سناختند و رخنہ در دین بنی انداختند  
خاکسائے زور سے کہا کہ یہ تمہارا خانہ ساز شعر ہے۔ اگر شنی مولانا روم سے دکھا دو۔ تو ایک شور و پیہ  
انعام دیتا ہوں۔ چونکہ یہ شعر شنی کا گز نہیں تھا۔ مولانا کی جملہ سازی تھی اس لئے آپ کو ایسی سخت نندا  
ہوئی کہ ایک عالم کے لئے حریف کے سامنے ایک جھوٹا دعویٰ کر کے عہدہ برآمد ہونا موت سے بھی بدتر ہے  
یہ مطالبہ بار کیا گیا۔ لیکن شیر خاں نے گروں نہ اٹھائی نہ لب ہلا سکے۔ ایسا ہی صالحین کا من گھڑت  
سنے کسی تغیر سے دکھانے سے عاجز رہ گئے۔ اس کا بھی بارہ مطالبہ ہوتا رہا۔

مولانا ابوالوفا کے اس دعویٰ کے جواب میں کہ ہم پرانے ہیں  
بشنوار نجدی از یاران نجد

آگیا جو یاران نجد کے جد امجد ہیں۔ اور عرض کیا گیا کہ آپ کی پیدائش تو میان عبدالوہاب نجدی کے  
وقت سے ہے جس نے مکہ معظمہ میں سیکڑوں حاجی حافظ شہید کئے۔ مدینہ منورہ میں پہونچ کر بیت  
مزار پاک اوکھڑا دئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر بھی دست نڈازی کا ارادہ کیا۔  
نا کام رہا۔ اور اسکو آخر کار ذیل کر کے قتل کر دیا گیا۔ یہ صاحب بارہویں صدی کے اخیر میں ہوئے ہیں۔ آپ کا گروہ  
عبدالوہاب کا پیرو ہو کر پہلے وہابی کہلاتا رہا۔ جب اسکے کرتوت بیان کر کے لوگوں نے شرم دلائی تو آپ نے محمدی  
کہلا کر شروع کیا۔ اس پر بھی ثابت قدم نہ رہے پھر محمد کہلائے۔ یہ بھی چھوڑ کر اب مجددیت کہلاتے ہیں۔ یہ  
تیرے وعدہ کو بہت جلد جو قیام ہے نہ قرار ہے۔ معلوم نہیں اسکے بعد کیا کیا چولا بدلیں گے۔ پھر توجہ ہے کہ  
ہم جو پیروان ملتہ صنیفہ اور مذہب عالم اعظم کے متبعین ہونے کی وجہ امتداد سے حقی کہلاتے ہیں اور کہلا  
ہوئے لہذا چور کو تو ال کو ڈالئے یہ کہا جاتا ہے کہ تم تھے ہوا پریم پڑئے۔ یا للجب۔ مولانا ابوالوفا شہید  
کہنے لگے کہ وہ تو تمہارا بھائی حبیبی تھا ہمارا اس سے کیا تعلق؟ اسکے متعلق شامی کا حوالہ دیا۔ حالانکہ وہاں لکھا  
ہے اتباعہ ینتقلون الی احمد الحبیل۔ یعنی اسکے پیروان جھوٹا مدعا حبیبی ہونیکا کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی  
کہ یہ عجیب ہے کہ اسکا تعلق تم سے ہے اور وہابی آپ کہلا لیں۔ چنانچہ پہلے پہل یہ بھی آپ کہا کرتے تھے۔ یہ  
سنی کہتے ہیں رحمان والا جو اسکو نہ مانے وہ شیطان والا۔ یہ بھی کہا گیا کہ وہ حبیبی نہیں کہلاتے ہونگے جیسا



مولانا ابراہیم صاحب چلم میں جنی کہلاتے رہے اور آخری وقت میں مولوی محمد حسین صاحب آپ کے استاذ الخدیوہ  
 جنی کہلاتے تھے مولوی ابراہیم صاحب نے فرمایا غلط۔ حالانکہ چلم کی جماعت اس امر کی شاہ عدل موجود ہے  
 کہ آپ ایک عرصہ جنی کہلاتے رہے جنفیوں کے پیچھے بلانے میں مدین وغیرہ نمازیں پڑھتے رہے۔ مولوی صاحب اپنے  
 استاذ کی یہ تعریف کی کہ وہ چال باز تھے انکی چال تھی کہ تم لوگوں کو اس طرح اپنے دام میں پھنسا دیں۔ اور دھرتے  
 کہا گیا کہ یزید کی وہ تعریف اور اپنے استاذ کی یہ توہین کہ وہ چال باز اور دھوکا باز تھے۔ اگر استاذ ایسے تھے تو  
 شاگرد شیعہ کا کیا کہنا۔ پھر آپ انکو استاذ ماننے سے بھی انکاری ہوئے لگے۔ غرض اپنے کوئی بات بھی بن پر  
 اور کافر کا یہ کیفیت میں جواب ہو کر قال ہو گئے کہ اگر صاحب قلعہ رسول اور تابعین مقلد اصحاب تھے تو ہم بھی مقلد ہیں۔  
 یعنی کہا کہ یہی تعلیم مولیکے لئے ہم آئے تھے۔ مولانا روحی صاحب دیکھنا نہ ہو گیا کہ لحدیث کو بھی تعلیم بغیر چارہ  
 نہیں جب بخاری وغیرہ مصنفین کتب حدیث مقلد ہیں۔ تمام مفسرین مقلد تو آپ کو بغیر تعلیم کیا چارہ۔

آخری تقریر میری تھی کہ میں خلاصہ بتا گیا کہ (۱) مولوی صاحبیات ولقد کتبنا الایہ کے جواب کے عا جزی ہے۔  
 (۲) صاحبین کا سن گھڑت معنے کر کے کسی تفسیر سے ثابت ذکر کر کے (۳) شنی کا شکر کہ کچھ نہ دکھلا سکے (۴) پھر  
 تو کعبہ اللہ کے گرد پیچھے ہیں پانچواں مسئلے ومان نہیں دکھاسکے (۵) امام حسین علیہ السلام کی توہین اور یزید کی  
 تعریف کر کے اپنے ذمہ دہبتہ لے لیا۔ (۶) اپنے استاذ کو چال باز کہہ کر مضحکہ اڑایا (۷) اتباع السواد الاعظم  
 حدیث کا کوئی جواب نہ پیش کر سکے۔ جواب حاضرین مولوی صاحب کی بے بسی کا اندازہ کر سکتے ہیں اور تمام حاضرین  
 ہند و مسلم کے دل آپ سے متنفر اور میرے طرف جھکے ہوئے ہیں اور صاحب صدر اور انکے پیروں اور جملہ حاضرین کے  
 سب حال قال سے ہمیں ڈگری دیتے ہیں۔ تو نتیجہ ظاہر ہے کہ ہم جیتے اور ہائے۔ ذلک فضل اللہ یؤتی من یشاء  
 بس جلسہ برخاست ہوا۔ ہمیں مبارکبادیں ملنے لگیں اور لحدیث علماء بغلیں جھانکنے لگے۔ خاکسار کے  
 گلے میں بھو لوں مار پھنساے گئے اور بسواری جھوٹاں بہت بڑے جلسوں کے ساتھ جو ہندو مسلمانوں پر مشتمل تھا  
 بازار میں پھرایا گیا۔ ہندو مسلمان مبارکباد اور آفرین و تحسین کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ ہم بازار میں گشت لگاتے ہوئے  
 اُس جگہ پہنچے جہاں انجن حنفیہ میر پور کا جلسہ ہونا تھا۔ اُن ٹھیکر چرخا کس کے علاوہ باقی علماء فضلہ کو بھول کر  
 پہنچ گئے اور مبارکبادیں ملنے لگیں اور حافظ اللہ رکھا صاف خان سیالکوٹی نے فتح کا مہر اسنادیا۔

ان۔ ایک بات میں لکھنا بھول گیا ہوں کہ مولوی صاحب نے اپنی تقریر غنیۃ الطاہرین  
 الی عبارت پڑھ کر کہا تھا کہ جنفی ہر حیرت میں داخل ہیں عبارت پر پڑھی گئی۔

واما الحنفیۃ ہذا اصحاب بحذقہ النعمان بن ثابت علی ما ذکرہ البرہوقی فی کتاب الشجرۃ کما  
 اور حنفیہ وہ اصحاب حنفیہ ہیں جیسا کہ برہوقی نے کتاب الشجرہ میں لکھا ہے۔ سو اس وقت غنیۃ الطاہرین مبارک

پس موجود نہ تھی۔ جسے ایک کتاب بازار سے منگو کر رکھی ہے جو شیخ عبدالحی بن سلیم بن الدین (میرزا محمد) نے  
 مطبع اسلامپور میں چھپوائی ہے ہمیں فقیر عبادت اس طرح لگی ہے لیکن ایک دوسرے نسخہ جو مولوی فقیر محمد  
 صاحب مرحوم کے کتب خانہ سے ملا ہے اور جو نسخہ انیس مطبع اُمید لاہور میں چھپی ہے اس میں ہر بعض  
 اصحاب ابی حنیفہ درج ہے پھر سارے حنفیوں کے ذمے مرجعہ ہو گیا الزام لگانا بہت بڑی ہجائی ہے  
 یہ تو بعض حنفیوں کی نسبت لکھا گیا ہے اور وہ بھی مصنف کتاب غنیۃ الطالبین اپنی طرف سے نہیں بلکہ ربہوتی نام  
 مصنف شجرہ کا یہ قول درج کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اسے ہجرت حنفیوں کو بدنام کرنے کے لئے کہا تھا کہ  
 جلسہ سازی سے کام لیا کرتے ہیں حنفیوں میں سے کوئی بعض ایسا کہتا ہے تو وہ ایسا ہی ہو گا جیسا کسی وقت  
 مولوی ابراہیم صاحب حنفی کہلاتے رہے اور مولوی محمد حسین صاحب ہالوی بھی حنفی کہلاتے رہے ایسے بعض نامعلوم  
 مرجعہ ہونا اصناف کے ذمہ کوئی دہمہ نہیں لگا سکتا، ائمہ کبریا! الحدیث بھائیوں کو ایسی جلسہ سازی کرتے وقت نہ  
 خوف خدا ہوتا ہے اور نہ اس بات کا خیال کہ جب یہ خیانت ظاہر ہو جائیگی تو کس قدر زلفت ہوگی۔ مولانا ابوالوفاء نے تو  
 مشنوی کا شعر بنا کر مجلس میں سنایا اور سارا زلفت حاصل کی۔ اس کے بھائی عبدالحی نے بعض کا لفظ اٹھا کر لوگوں کو  
 مغالطہ میں ڈالا بھلا ایسے لوگوں کے کسی قول و فعل کا بھی کوئی اعتبار ہو سکتا ہے۔ چلے پاس پر پائے مطبع  
 کی کتاب موجود ہے جو صاحب چلے دیکھ سکتا ہے اور یہ بات خاص غلو کے لائق ہے کہ جناب غوث پاک رحم  
 خود مقلد امام محمد حنبلی تھے پھر غیر مقلدانہ کیا استدلال کر سکتے ہیں اگر اچھا اعتقاد غوث پاک پر ہے  
 تو مقلد بنائیں سے تہمید ستان قسمت را چہ سود از بہر کامل۔ علاوہ ازیں غنیۃ الطالبین مطبوعہ مطبعہ اسلامپور  
 میں محمد رفیع فرقا کو روغن کے فرقوں میں شمار کیا گیا ہے حالانکہ فرقہ الحدیث کے لوگ ایک عرصہ تک محدثی  
 بہانتے رہے۔ کیا آپ اس تمجید پر حضرت غوث پاک آپ کو روغن کا عطا فرماتے ہیں راضی ہوں گے۔ مبارک۔  
 سے ہم الزام انکو دیتے تھے قصود اپنا مکمل آریک

## انجمن حنفیہ میرپور کا جلسہ

انجمن حنفیہ میرپور کا جلسہ یکم شنبہ کو منعقد ہوا بعد نماز ظہر شروع ہو کر بجے تک رہا۔ اور سہ ماہی کو بجے رات کے بجے  
 تک۔ اور سہ ماہی کو دن اور رات وعظ و بیان ہوتے رہے۔ بان وعظوں میں مسلمانوں کے علاوہ کثرت سے ہندو صاحبان  
 حاضر ہو کر بڑی توجہ سے وعظ سنتے رہے۔ آخری دن لاہور جاتی رام صاحب جو ہمارے ثالث بنے تھے مولانا ابوالوفاء  
 صاحب کیلئے تشریف لائے اور دعا کی تھی میر میرضامین مباحثہ کی توضیح اور عقائد الحدیث کی تردید بھی بڑی  
 توجہ سے سنتے رہے۔ مولانا مولوی خیر شاہ صاحب میر وعظ الاسلام ائمہ سری کے مختلف وعظ ہوتے تھے

اس کے وعظ کے ایسے شہسوار ہو گئے تھے کہ گھنٹوں وعظ سنگرمی سیری نہ ہوتی تھی۔ کرامات اولیاء و مسئلہ علم کے متعلق اپنے قرآن و حدیث کے ایسے ثبوت پیش کئے کہ لوگوں کے دلوں پر نقش ہو گئے۔ علاوہ ازیں مولانا مولوی عبداللہ صاحب لدڑوی اور ان کے شاگرد مولوی حیات علی صاحب (مولوی فاضل) کے بھی بڑے بڑے مولانا کے مسئلہ تقلید اور فضائل امام والا مقام کے متعلق ایسے دلائل دئے کہ سنیوں والے عیش و عشرت کر رہے تھے۔ ہر مئی رات کے بعد جلسہ فتم ہوا اور انجمن حقیقہ میرپور باناتا عہدہ بنائی گئی مولوی عبداللہ صاحب پرزید اور میاں پیر بخش صاحب کٹرری مولوی کریم الہی صاحب جوائنٹ سکریٹری اور میاں مختار مجید صاحب محاسب اور بہت سے ممبر منتخب ہوئے۔

**میرپور رزائی** ادنیٰ علی الصبح میرپور سے ہر دوشنبہ ایک جھوٹاں جیس مولانا مولوی خیر شاہ صاحب کو سوار کیا گیا اور باقی گھوڑے حاضر کئے گئے اور پھر ہارادار اسٹاف سوار ہو کر یوں مسلمان میرپور ہائے ساتھ وکیل تک آئے۔ اولاً نالو واداع کی گئی۔ دلیا ناک گھوڑے آئے اور پھر بسواری ٹانڈا کے ہم جلسہ پہنچے رات کو یہاں مولوی خیر شاہ صاحب کٹرری در وعظ ہوا جہلم کی بہت سی مخلوق وعظ سنے کیلئے جمع تھی۔ میرپور کے مسلمانوں نے جس خلاص و محبت کا ثبوت دیا یہی کا حقد تھا۔

**شکر مسلمانان میرپور** ہماری خاطر و مدارات کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا گیا تھا مباحثہ کی کامیابی کی جھنڈا لگوانا خوشی حاصل ہوئی وہ گویا اپنے جاموں میں کچھ نہ سماتے تھے اگرچہ یہ سب سامان ایک ایک بڑھکر سنائیش و تعریف کے قابل ہیں لیکن اس موقع پر چند ان احوال کا جنہوں نے اس موقع پر اپنے دینی جلسہ کو کامیاب بنائیکے خاص خدمات انجام دی ہیں اس قدر ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اول۔ مولانا مولوی عبداللہ صاحب ایک عالم باعمل ہیں جن کا وجود اس پہاڑی ناک میں غنیمت ہے آپ ایک متوجہ عالم ہونے کے باوجود باعقاد اور دلیر شخص ہیں بہت سی مخلوق اس فیض حاصل کر رہی ہے اللہ تعالیٰ ایسے وجود کو دیر تک سلامت رکھے۔ میاں پیر بخش صاحب کٹرری ایک نالو واداع اور باسوخ قابل شخص ہیں انجمن کیلئے گویا روح رواں ہیں اور مسلمانان شہر کا ان پر اور اعتماد ہے اور میرپور کیلئے شخاص کے وجود سے انجمن اپنے مقاصد و اغراض میں پوری کامیابی حاصل کرے گی۔ ایک شخص میاں کرم الدین معزز مہربان کہن میں ہے۔ اسلامی کاموں میں جو پیشہ راہ رجائفتانی اس شخص نے دکھائی ہے وہ اس کی حد تک ایسے ہی اشخاص کے وجود سے ایسے اسلامی کام چل سکتے ہیں جو جان و مال سے دینی خدمات کیلئے حاضر اس طرح ایک شخص میاں مختار مجید صاحب انجمن ہیں یہ ایک قابل اور سرگرم کن انجمن ہیں۔ انہوں نے اس موقع پر بڑی جدوجہد اور رجائفتانی دکھائی اور میرپور میاں اور پنج وغیرہ جمع کر کے جلسہ گاہ کی ریخت بڑائی اور میرپور



انجن کی خدمات بہت کچھ ترقی حاصل کرے گی۔ علیٰ مذاہباں کے ایک نوجوان حوالدار راجہ سلطان خاصا  
 گنڈاپور میں۔ یہ ایام جلسہ میں ہر وقت باوردی کمر بستہ رہ کر کچا آوری خدمات میں مصروف ہے اور خاصاً متبعہ  
 پر جو نال اور گھوڑے ہوتا کرنا انہی کی قابلیت کا نتیجہ تھا۔ خدا ایسے خاندانی شخص کی عمر وادارے اور انجن  
 کی خدمات کی ہمیشہ توفیق ہو۔ ایسا ہی منشی ولایت علی خان صاحب میجر سنگر کپہنی نے مالی و جسمانی خدمات  
 دکھا کر اپنے اسلامی جوش کا ثبوت دیا۔ میاں عبدالکریم رنگریزا انجن کے ایک سرگرم ممبر ہیں سارے کام چھوڑ کر  
 انجن کی خدمت میں لگے رہے۔ یہ جہلم میں ہمارے لینے کے لئے آئے تھے۔ جزاء اللہ ایسا ہی میاں غوثی محمد  
 داس خیل صاحبان سرگرمی دکھائی۔ ایک موصالح حافظ عبدالکریم صاحب انجن کے سرگرم اور معزز ممبر ہیں  
 انہوں نے معقول چندہ سے انجن کی مدد کی اور آئندہ بھی جدوجہد پر کمر بستہ ہیں۔ مولوی کریم الہی صاحب جٹ  
 سکریٹری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ موضوع بھین میں میرے لینے کے لئے گئے اور پھر امرتسر سیا لکوٹ تاک  
 مولوی صاحبان کی تلاش میں پھرتے رہے خدا انکو جزا دے۔ چوہدری فضل الہی صاحب ذیلدا کی خدمت  
 خاصا قابل ذکر ہیں۔ ان نظام سواری اور دیگر امور میں آپنے خاص حصہ لیا۔ قاضی محمد جان صاحب گروہ  
 سکھ تھانان کا جو بھی انجن کے لئے خدمت ہے۔ بہترین انجن کی امداد میں مصروف رہا۔ حافظ محمد صاحب  
 ساکن سوال شریف کی کوشش بھی سجد تفریق کے قابل ہے۔ مولوی کریم الہی صاحب کی طرح یہ بھی لاہور  
 امرتسر تک مولوی صاحبان کو لینے کے لئے گئے اور واپسی کے وقت جہلم تک پہلے ساتھ آئے۔ ایسا ہی  
 اور بہت ممبران انجن کی جگہ اس وقت نام یاد نہیں ہیں کارکردگی تفریق کے قابل ہے۔ جن صاحبان  
 انجن کی مالی و بدنی امداد کی خدا تعالیٰ انکو اجر جزیل عطا فرمائیگا۔ علامہ میر لود کے جملہ مسلمانوں کو انجن  
 خاص ہمدردی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ کسی وقت یہ انجن خاص کامیاب ہوگی۔

**میر لود کے اس سفر** انا انصافی ہوگی اگر اس موقع پر میر لود کے اہل ہندو صاحبان کا شکریہ ادا نہ  
 کر سکا جائے۔ یہ لوگ بڑے مبصر اور اہل الرائے ثابت ہوئے ہیں۔ ایسے مددگار

میں ہمیشہ یہ لوگ خاص حصہ لیا کرتے ہیں اور فتح و شکست کا نتیجہ نکالتے اور بلا دور عایت رائے دیتے ہیں۔ تمام  
 ہندو اسکھ تار یہ صاحبان کو ہماری کامیابی پر سچی خوشی حاصل ہوئی اور انہوں نے ہماری خاص عزت کر کے اپنی  
 عزت کا نقش ہائے دل میں بٹھایا۔ مباحثہ کے روز وکانیں بند کر کے دامن بھیک فریقین کی گفتگو سنتے  
 ہے اور ایام جلسہ میں ہمارے جلسہ میں اگر بڑے خلوص سے وعظ سنتے رہے۔ بلکہ آخری دن  
 رات کا اجلاس صرف ہندو صاحبان کی درخواست پر کیا گیا تھا جس میں ۱۲ بجے رات تک یہ  
 لوگ وعظ سنتے رہے۔



**معزز و کلام** میر پور بار کو فخر ہے جہاں لالہ جونی رام صاحب جیسے قابل وکیل موجود ہیں۔ آپ نے مجلس کی ڈیوٹی کو ایسے حسن طریق پر پورا کیا جس سے انکی تعریف کرنے پر ہم مجبور ہیں۔ باوجودیکہ

مجھے چوسات ہزار شخص خاص کا تھا آپ نے ایسا انتظام کیا کہ بالکل کوئی بدمعنی نہ ہوئی۔ ہم انکا خاص شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اسید طرح سے لالہ دیوانچند صاحب پلیڈر و لالہ مسنت رام صاحب مباحثہ کے روز و ناں موجود رہے۔ لالہ دیوانچند صاحب تو نوٹ بھی کرتے رہے اور فریقین سے مناسب اہانت بھی کئے۔

اور پھر ہمارے جلسہ و عظیم شریک ہوتے رہے۔ ہم ان سب صاحبان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ سید لال شاہجہاں اور شیخ..... صاحب میر پور کے دو لائق مسلمان وکیل ہیں انہوں نے بھی انجمن کی پوری امداد کی اور مہانوں کی خاطر مدد رانت میں پورا حصہ لیتے رہے۔ ہم انکے بھی مشکوہ ہیں۔

**شکر مولے** بالآخر میں صد قدل سے اپنے مولے کریم کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے محض اپنے فضل و کرم اپنے اس ناچیز بندہ کو توفیق عطا فرما کر اہل باطل پر غلبہ دیا اور حق کو فتح عظیم اور باطل کو

شرمناک شکست دی۔ اور تعزیم کی تشاور و تذلل من تشاء یبیک ان الخیر انک علی کل شئی قذیر کا مصیون پورا ہوا۔ وَاَخِرُ دَعْوَانِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

خاکسار ابو الفضل محمد کرم الدین دبیر (غازی اسلام) از بچین تحصیل جہاں خلیع جہلم۔ امی ۱۳۹۹ھ

## خطوط و مضامین کا جواب

حضرات نامورین کو علم ہو گا کہ سہ ماہی ۱۹۲۰ء کو ایک مباحثہ بمقام میر پور ریاست جنوں جنینوں اور لہجہ جنوں کا نسبت فرقہ ناجیہ ہوا تھا۔ جنینوں کی طرف سے خاکسار اور لہجہ جنوں کی جانب سے شیر پنجاب بول نامولوی شہداء اللہ قریشی مناظر تھے اس مباحثہ میں لہجہ جنوں کو سخت شرمناک شکست ہوئی اور شیر پنجاب کو ایسی بڑی زک ملی کہ انکی ساری شہی گری ہو گئی اور انکی شہرت خاک میں لگ گئی جنینوں کی فتح کا تقارہ چار سو عالم میں بچ گیا اور اخبارات و رسائل کے ذریعہ ہندو پنجاب کے گوشہ گوشہ میں یہ آواز پھیل گئی۔ اس واقعہ نے جماعت اہل بیت میں سخت بلبل ڈال دی اور وہ ایسے گہرائے کہ جا بجا پہنچ گئے۔ ہر چند اخبارات میں سلسلہ مضامین شروع کیا اور مختلف قسم کے راگ الاپنے شروع کئے۔ لیکن زخم کچھ ایسا کاری لگا تھا کہ کیسے طرح بھی اسکی مرہم پٹی نہ ہو سکتی تھی۔ بہتے من و عن صحیح واقعات بخت محقر سے رسالہ کی شکل میں چھاپہ سے جس نے دہلی اور بھی نمک چھڑکا۔ بس پھر تو ایسی سخت آگ لگی کہ بجھنے میں ہی نہیں آتی۔ مولانا شہداء اللہ خوند دولت

عالم سکتے ہیں لیکن انکے نفس ناطقہ حضرت نور محمد امیر تسری اور خلیفہ ارشد میاں رشید چلیبی نے مضامین کی بہرہ رشرع کر دی۔ اخباری مضامین پر یہی قناعت نہ ہوئی۔ اول الذکر نے زبرد و ارتداد چھٹیاں چھپوا کر شائع کرنی شروع کیں چنانچہ تین زبرد شائع ہو چکے ہیں اور معلوم نہیں ابھی کیا کچھ کرنا باقی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہہ جاتے ہیں کہ مقتضار وقت بحث مباحثہ کا نہیں ہے نہ ایسے خرخشے ملک کو پسند ہیں مگر ہمیں رہنا نہیں جاتا اسلئے مجبوراً ہمیں ان خطوط و مضامین کے جواب میں قلم اٹھانا پڑا۔ جو بالاختصار عرض ہے مباحثہ مذکور میں ایک اچھپا ہوا کی بات یہ بھی ہوئی کہ ہماری پیش کردہ آیت وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَوْفَّاءَ يَرِثُهَا الْعُقَرَاءُ الْحَقُونَ کے جواب سے عابر ہو کر مولانا نثار راہبر فرماتے لگے کہ ارض پاک مالکن مقدمہ پر حکومت کا کوئی مسلمانوں کا ہی ٹھیکہ نہیں ہے بلکہ جس میں ملک گیری کی ملامت اور جنگی استعداد ہو۔ وہاں کا حاکم ہو سکتا ہے۔ ہندو و عیسائی و غیرہ۔ یہ بھی فرمایا کہ یزید میں یہ قابلیت و صلاحیت تھی اور وہ صالحوں کا مصداق تھا اسلئے وہ مکہ و مدینہ کا حاکم بنا اور امام حسین اس قابلیت و صلاحیت سے معرکتھے وہ بحالات ناما کی قتل ہو گئے۔ جہلم کے کسی نامہ نگار نے جو مباحثہ میں موجود تھا یہ خبر اخبارات میں شائع کر دی جب پرنسپل اخبارات نے متعجب ہو کر حضرت ابو الوفاء کو زبرد و دلائی کہ وہ اصل حقیقت اطلاع میں آئے ایسا کہا یا نہیں۔ لیکن چونکہ یہ بات ہزاروں کے مجمع میں کہی گئی تھی اسلئے مولانا ابو الوفاء کو اس سے انکار کی گنجائش نہ تھی خود تو خاموش رہے لیکن نفس ناطقہ حضرت نور محمد امیر تسری کو یہ ٹھیکہ دیا گیا کہ وہ انکی کسی جیلہ سے صفائی کر دیں۔

اپنے مضامین بھی لکھے اور چھٹیاں بھی شائع کیں پہلی چھٹی میں تو آپ نے ان باتوں کی نسبت جو حضرت ابو الوفاء نے یزید کی تقریف اور امام حسین علیہ السلام کی توہین کے متعلق بیان ہوئیں بالکل سکوت اختیار فرمایا شاید مسوقت تک کوئی تاویل سوج میں نہ آئی تھی چنانچہ چھٹی مذکور کے اخیر میں لکھا کہ ”آپ نے مولوی ثناء اللہ صاحب کی نسبت یزید و غیرہ کا قصہ لکھا ہے اسکی بابت میں پھر سوال کروں گا۔“ لیکن مضمون اخبار کیل و آفتاب میں آپ بالکل انکاری ہو گئے کہ مولوی صاحب نے ہرگز ایسا نہیں کہا۔ چھٹی نمبر ۲۰۳ میں پھر اس سے سکوت اختیار کیا لیکن آپ بھائی زبرد و مولانا ابو الوفاء کے خلیفہ رشید نے اپنے اہل مضمون میں جو اہل اہلحدیث مورخہ سہ ماہی میں شائع کر دیا بالکل بھانڈا اچھوڑ دیا اور اس بات کا اعتراف کر لیا۔ چنانچہ ملک کالم ۲ میں حرج ہے۔ جو سینٹ آپ کے پیش کی ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ملک گیری کی صلاحیت رکھیں گے خدا نخواستہ انکی حکومت ہوگا۔ تاہم کچھ دنیا بھی شہادت دیتی ہے کہ جو قوم جنگی قناعت رکھتی ہے وہ غالباً رہتی ہے۔ یہی بات نامہ نگار نے کہی تھی کہ مولوی صاحب نے حال ہی میں منہ حکومت کی

علاجیت رکھنے والے اور جنگی قابلیت کے مالک کر کے یہ فرمایا تھا کہ چونکہ یزید میں یہ دو باتیں تھیں اسلئے وہ  
 صالح تھا حکومت کا ملک ہوا۔ اور امام حسین علیہ السلام ان باتوں سے محروم تھے اسلئے وہ غیر صالح  
 ناکام رہے اور قتل ہوئے نیز انگریزوں میں یہ صلاحیت اسلئے وہ اناکن مقدمہ پر حکومت اہل راور  
 ترک یہ استدعا نہیں رکھتے وہ یہاں کی حکومت کا اہل ہیں کیا اب بھی ایڈیٹر اخبار کو بیل و افتاب کو  
 اسکے سامنے میں تامل ہوگا کہ مولوی صاحب نے مسلمانوں کا لیڈر اور خلافت کیٹی کارکن ہو کر ایسے بُرے  
 خیالات کا اظہار سر مجلس کیا جبکہ انکا اخبار اور نامہ نگار کھلے لفظوں میں انکا اعتراف کر رہے ہیں۔  
 اور مولوی صاحب خود بدولت اس سے ساکت ہیں مولوی نور محمد صاحب اب بتائیں کہ اچکا اخبارات  
 میں یہ لکھنا کہ ”خالک جلد کور میں اقتدار سے اخیر تک شریک تھا اسلئے میں عافیت کہتا ہوں کہ یہ سب  
 باتیں جھوٹ محض بہتان ہیں کیا آپ فرما سکتے ہیں کہ میاں عبدالرشید شریک جلسہ نہ تھے اور انہوں نے  
 بھی یہ جھوٹ محض بہتان لکھ دیا ہے۔“

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے  
 مولوی نور محمد صاحب براہ مہربانی یہ بھی بتائیں کہ صاحبین کا یہ انوکھا معنے مولوی صاحب کسی تفسیر دکھانے  
 جیسا کہ بارہا اسکا مطالبہ کیا تھا بالخصوص ایک غیر مذہبی لہ دیو انجند صاحب پیڈر نے جنکو آپ نے پہلے ثالث بھی  
 منظور کیا تھا اسکا مطالبہ مولوی صاحب سے کیا تھا کہ آپ صاحبین کا یہ معنے کسی تفسیر دکھلائیں جبکہ آپ نے انکے اور انہیں  
 دیکھتے تو سب بات کو آپ انکی کامیابی کی دلیل سمجھیں گے شکست کی اسکا فیصلہ آپ ہی سنا دیں میں انکو یہ بھی یاد کروں  
 کہ مولانا ابوالوفائے کس جرات اور چالاکی سے سر اسکا اس ایکٹھی شمس دین حق راچار مذہب سنا خندہ رخنہ دیں بنی خندہ  
 رخنہ گھر کر مولانا روم کے ذمہ بہتان باندھنا انکی شتمی کا یہ شعر ہے اچھے پھر میں نے مطالبہ کیا تھا کہ  
 آپ شتمی میں جو ہمارے پاس موجود ہے یہ شعر دکھادیں اور سورہ پیمہ انجام بھی لیں کیا مولانا ابوالوفائے یہ شعر دکھلا دیا تھا  
 یا نہ اگر نہ دکھلایا تھا اور قیامت تک نہیں دکھلا سکتے تو کیا یہ بھی آپ انکی کامیابی سمجھتے ہیں یا کیا اسکے فیصلہ  
 کے لئے بھی آپ ہی کو حکم کرتے ہیں۔

اسکے بعد ہم یہ کہنے کا بھی حق رکھتے ہیں کہ جن گواہان کی فہرست آپ نے پہلی نمبر میں درج فرمائی ہے  
 ہم انکو کید و نکر و دست سمجھیں جب آپ بھی پہلی کتابوں اور تفسیروں کی نسبت ایسے افتراء باندھتے پڑاؤں  
 تو فرمائی فہرست لکھ دینا یا لکھ لینا آپ نے کیا مشکل ہے اگر آپ سچے ہیں اور آپ کو اپنی کامیابی کا  
 یقین ہے تو آپ لالہ رحمتی رام صاحب پلیڈر صدر علیہ السلام لہ دیو انجند صاحب ولا اسد رام صاحب  
 پلیڈر ان کی شہادت جنکو آپ نے خاص امتیاز سے بٹھایا تھا اور اول الذکر کے پاس مولوی ابراہیم صاحب حٹہ



شرع ہونے سے پہلے کچھ سرگوشی کر چکے تھے بھی ایسے تھے پیش کریں کہ مولوی شہداء اللہ صاحب نے یہ بھی وہ تقریریں  
اور امام حسین علیہ السلام کی وہ توہین نہ کی تھی۔ اور انگریزوں کا استحقاق حکومت، امان منہ مقدسہ شہادت  
نہ کیا تھا۔ اور کہ صاحبین کا من گھڑت معنی کسی تفسیر سے دکھلا دیا تھا۔ تو بس آپ جیتے اور ہم مائے  
یہ نہیں تو آپ ان تینوں اصحاب کے نتیجہ بھی لکھا دیں کہ مولوی شہداء اللہ صاحب اس بحث میں غالب ہے تھوڑے  
خانہ بحث پر انکی وہی عزت یا کم و بیش کی گئی تھی جو خاکسار کی ہوئی تھی تو بھی آپ غالب اور ہم مغلوب۔  
اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو مولوی نور محمد صاحب اب خاموشی اختیار کریں جو ہذا تھا ہو گیا۔ اب مفت  
کی سرحدی اور شور و شغب کیا فائدہ جب شیر پنجاب خود شگے ہوئے ہیں تو آپ انکی طرف سے ناحق جھوٹی  
تہمیں اٹھا کر اپنی بے اعتباری کیوں کرتے ہیں لیکن مولوی نور محمد صاحب سے نہیں پہلے بھی قدیم سے دسبات  
کا ٹھیکہ لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایک مطبوعہ اشتہار میں جو اس وقت میرے سامنے دھر لایا جو حکیم ابو تراب  
عبد الحق صاحب امرتسری نے شائع کیا اور نونویہ خاندان کی بھی اسپر میں ہیں یوں دیکھو۔ "نور محمد شہزادہ  
بے علم و اعظم کے نام سے جھوٹے خواب دربارہ صحت تغیر ثنائی شائع کر کے عام مسلمانوں کو صلحہ کا ذہن  
کی خریداری کا شوق دلا کر تا۔" (مولوی نور محمد صاحب خزانہ ہوں یہ الفاظ آپ کے ایک لطیف حدیث بھائی کی طرف  
آپ کے لئے فضیلت کا قصہ ہے مبارک ہو)۔

مولوی نور محمد صاحب چٹھی نمبر ایس اسدلال حضرت آیت اللہ ان الارضین یزعمون عبادی الصالحون  
سے ہونا بتلا یا ہے لیکن آپ کے بھائی رفیع میاں حدیث اشیعوا الشواذ الاعظم سے اسدلال لایا بھی  
بیان کرتے ہیں۔ دیگر احادیث لیادرا لا یمان الی المدینۃ کما تاذر الحیۃ الی حوہا وغیرہ جو پیش کی گئیں  
اور جو روایت میں فصیح ہیں۔ ان سے ہر دو صاحب معاکرت ہیں۔

چٹھی نمبر ایس مولوی نور محمد لکھتے ہیں کہ آیت کا جواب مولوی شہداء اللہ صاحب نے یہ دیا تھا کہ کئی وقت  
از من مقدسہ سید عیسا یثول کا قبضہ نہ چکا ہے اور اچھل انگریزوں کا ہے پھر یہ بھی صاحبین ماننے چاہئیں  
(یزید کی حکومت کا جو کہ مولوی صاحب نے کیا تھا اسکا ذکر کرنا شاید آپ خلاف مصلحت سمجھتے ہیں) اسکا جواب  
یہ دیا گیا تھا کہ ایسے عارفی اور غاصبانہ قبضے قابل لحاظ نہیں۔ بہت میں میر تھا کہ لفظ اسبات کی دلیل  
کہ از من مقدسہ پر داٹا نہ اور مالکانہ قبضہ صالح اور ناجی ہونے کی دلیل ہے اور ایسا قبضہ عیسا یثول یا  
یزید کا نہ تھا۔ وہ چند روزہ دخل تھا جب کا جد میں اتنی سال ہو گیا۔ اور عباد صالحون کا قبضہ بطور وراثت  
نسل اللہ نسل چلا آیا ہے اور قیامت تک رہیگا۔ بس اسکے بعد حضرت ابو الوفاء کی ترکی تمام ہو گئی تھی۔  
اور پھر انکو یہ مجبوری پیش آگئی تھی کہ صاحبین کا معنی غلط من گھڑت حکومت کی صلاحیت اور جلی قادی



رکھنے والے کرتے پڑے۔ اور اسی بنیاد پر بزرگ کی تعریف اور حضرت امام حسین کی توثیق اور ہندو عیسائیوں کا استحقاق بیان کرنے کی ضرورت پڑی۔

ما انا علیہ اکتفیہ" الحمد للہ مناظرے حدیث ما انا علیہ واقصا کی سے استدلال پیش کیا۔ (اصحابی) تو تاخیر تک حنفی مناظرے اسکا جواب نہ دیا۔ چھٹی نمبر ۲ میں تحریر کرتے ہیں کہ میں خود مباہلہ میں شریک تھا میں نے آپ کے منہ سے اس سوال کا کوئی جواب نہ سنا۔ مولانا اپنے اور کیا سنا؟ میرے خیال میں آپ شیر پنجاب کی حالت دہون دیکھ کر بحرِ خیالت میں غرق ہو رہے تھے یا تالابِ گشتِ انصر میں غوطے کھا رہے تھے کہ آپ کو کوئی بات بھی سنائی نہ دیتی تھی۔ آپ مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ اسکا جواب کیا دیا تھا۔ جناب میں اس کے جواب میں سنن ابوداؤد و ترمذی میں لیکر دکھایا گیا تھا کہ یہ حدیث ابوداؤد کی ہے اور سنی تشریح حدیث کے آخری لفظ میں موجود ہے جسکو مولانا ابوالوفاء عبدالمطرب کر گئے یعنی ساتھ ہی لکھا ہوا ہے۔

وہی الجماعۃ یعنی ما انا علیہ و اصحابی کے مصداق وہ لوگ سمجھ جائینگے جو بڑی جماعت رکھتے ہیں اور چونکہ اس وقت بڑی جماعت مقلدین کثیرہم کی ہے جسکے مقابلہ میں غیر مقلد آٹے میں نمک بھی نہیں اٹلے اس حدیث کی زد سے ہم ناجی اور آپ غیر ناجی ہیں۔ اسکا جواب مولانا نے یہ دیا تھا کہ یہاں الجماعۃ ہے بڑی جماعت کہاں تکلاتے ہو۔ اسکے متعلق لارڈ لٹون پھر صاحب نے بھی مجھ سے سوال کیا تھا جب اسکا جواب یہ دیا گیا تھا کہ اتبعوا السواد الاعظم اور حدیث و علی کرموا الجماعۃ والعامۃ اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ جماعت سے مراد بڑی جماعت ہے۔ نیز یہ کہ الجماعۃ کا لفظ مطلق ہے جس سے مفہوم کامل مراد ہے اور وہ بڑی جماعت ہے۔ اسکے بعد پھر مولانا ابوالوفاء کا نقطہ بند ہو گیا اور چوں تک کی اور حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث باطل غرقوں کے خلاف ایسی حجت ہے جسکا جواب قیامت تک نہیں ہو سکتا مولانا نے اسکے جواب میں چار سو کر مباہلہ میں یہ کہا تھا کہ یہ حکم سیاسی امیر کے متعلق ہے لیکن جب رویدادیں منشدن منشدن فی المنار کا وعید دکھا کر ثابت کیا گیا کہ یہ حکم دینی امور کے لئے ہے تو مثالی فرقہ سے کوئی جواب نہیں سکا اس پر مولوی نور محمد نے ایک کج بحثی کی چال شروع کی۔

مولوی نور محمد مولانا ثناء اللہ کے ترجمان ہو کر اپنے جملہ خطوط و مضامین میں یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا رسول اللہ اور آپ کے اصحاب حنفی تھے۔

شافعی وغیرہ اگر نہیں تھے تو تم کس طرح کہتے ہوئے۔ واہ کیا کہنا کیسا محققل سوال ہے اس سوال کی مثالی فرقہ جاموں میں بھولا نہیں سکتا۔ اہل بصیرت نزدیک اس سوال سے بڑھ کر کوئی بیوقوفی کا حال ہو نہیں سکتا۔ اسکی مثالی توجہ یہ ہے کہ کوئی صاحب مولوی ثناء اللہ اور ان کے متبعین کو کہے کہ

چونکہ آپ والد ماجد اور جد امجد ثنائی نہ تھے کیونکہ اُس وقت مولوی شمار اللہ پیدا نہ ہوئے تھے اس لئے  
 مولوی شمار اللہ جھوٹے اُنکے پتیر و ثنائی کہاں والے بھی بھوٹے ہیں۔ یا کوئی عیسائی یا موسائی ایک ہی  
 کو کہے کہ چونکہ عیسے و موسے محمدی نہ تھے اس لئے مسلمان جھوٹے انکا مذہب بھی جھوٹا ہے۔ بندہ خدا  
 چھٹا تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کا منہ اس کا تعلیق تھا یا عدم تعلیق۔ اگر  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام نے تعلیق اور اجتہاد کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تو مقدمہ سچے  
 اگر مطلق العنانی کی تعلیم دی تو غیر مقدمہ سچے۔ سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیق پسند تھی یا نہ حیرت پر آیت  
 شَرَّ أَدْوِيَّةٍ النَّيْكَ۔ اِنْ اَقْبَعُ مَلَّةٌ اَبْرَاجِيُو حَيْفَا۔ اِسْتَبْنِ اَبْ كُو حِي جِي جِي ہے کہ آپ ابراہیم خلیل  
 کی اتباع (تعلیق) فرمائیں۔ اگر خدا کو تعلیق پسند نہ ہوتی تو حضور علیہ السلام کو ابراہیم خلیل کی اتباع کا  
 حکم نہ ہوتا۔ دوم اگر ائمہ دین کی تعلیق بارگاہ بیزوی میں پسند نہ ہوتی تو اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ  
 کے ساتھ وَاَوَّلِ الْاَمْرِ مِنْكُمْ نہ ہوتا۔ خدا و رسول کی اطاعت کے ساتھ ہی ادلی الامر کی اطاعت  
 (تعلیق رائیہ) کا صریح حکم اس بات کی چمکتی ہوئی دلیل ہے کہ خدا و رسول خدا کے نزدیک تعلیق رائیہ میں  
 مسلمانوں کے ایمان کا ایک جزو ہے۔ پھر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذ بن جبل کو  
 بن کثیر بھیجا تو آپ سے دریافت کیا گیا تھا کہ تم فصل مقدمات کے وقت کن امور کو مد نظر رکھو گے۔  
 تو انہوں نے عرض کیا۔ پہلے کتاب اللہ کے مطابق حکم دوں گا۔ اس میں نہ ملے گا تو سنت رسول سے  
 تسک کروں گا۔ وہاں سے بھی سند نہ ملی تو اپنے اجتہاد و بفضل مقدمات کروں گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 نے یہ فرما کر معاذ کی داد دی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَہٗ رَسُوْلَہٗ بِمَا یَرْضٰی بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ  
 یہ حدیث ترمذی، ابو داؤد، دارمی میں موجود ہے جو اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ مجتہد کو اجتہاد کی اجازت  
 ہے اور وہ مسلمانوں کو اس کی تعلیق بغیر چارہ نہیں۔ اگر صرف عمل بالحدیث کرنا مطلوب ہوتا تو معاذ کو  
 یہ حکم ہوتا کہ اگر مسئلہ کتاب و حدیث میں نہ ملے تو ہمارے فیرواوی بھیجا کر دریافت کر لینا۔ آپ نے فرما دیا کہ تم  
 مجتہد ہو۔ اپنے اجتہاد پر فتویٰ دے سکتے ہو اور تمہارا حکم اہل بین پر ناطق سمجھا جائیگا انکو تمہاری تعلیق بغیر چارہ  
 مولوی نور محمد نے خط نمبر ۱۸ میں ہمارا جواب جو روٹھا وہیں دھوا جماعت کے متعلق درج تھا۔  
 پڑھ کر وہی زبان سے تسلیم کر لیا کہ مباحث میں یہ کہا گیا تھا لیکن اسکے متعلق عوام کو  
 مناظرینے کا عجیب و غریب شکاک نظر آ رہا ہے کہ اس جواب کا ملخص تو یہ ہے کہ اصحاب رسول امکا مذہب  
 وہی تھا جو ابھیل خفیوں کے۔ سو او غلط کہا ہے اور وہ بھی غلطی تھی پھر امتی کون ہوئے اور رسول کون  
 اور تابع کون اور متبع کون ہوئے۔ ملخصاً۔ میں کہتا ہوں کہ وہی حضرت نور محمد نور علی نور ہی ہیں

سہ جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔

حدیث تہتر فرقے والی جو روایا وہیں درج ہے اور جسکو مولوی نور محمد نے خط نمبر سہ میں حرف بہ حرف نقل کیا ہے اسکا مطلب ایک اسنادی فہم کا وہی بھی ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کے وقت کو کوئی اختلاف نہ تھا لیکن آپکو علم اولیں و آخرین حاصل تھا اور آپکو معلوم تھا کہ کسی وقت مسلمانوں کے بہت فرقے ہو جائیں گے۔ اُس زمانہ کی نسبت آپنے مسلمانوں کو راجح بتادی کہ تم اس فرقے کے پیچھے ہو جانا جو سوادِ عظیم بڑی جماعت رکھتے ہیں کیونکہ وہی راجح پر ہوں گے اور میرے اور میرے اصحاب کے سوا کسی پر چلنے والے بلا ریب وہی لوگ ہوں گے جو سوادِ عظیم بڑی جماعت میں ہوں گے۔ اب آپ حدیث کا مفہوم اور لفظ و یکہ ذکر ذرا پھر اپنے سوال کو دوہرائیں۔ اور حاقلیں سے اسکی داد لیں۔ ظاہر ہے کہ اسوقت بے تعداد فرقے ہو گئے ہیں اور اسوقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بتات ہوئے معیار کے روئے وہی فرقہ ناجیہ ہے جو سوادِ عظیم رکھتا ہے جس حضور علیہ السلام صحابہ کرام کے وقت یہ تہتر فرقے تھے۔ نہ اسوقت یہ تلاش کریں کہ ضرورت تھی کہ بڑی جماعت کس طرف سے۔

**کیا صحابہ نقل تھے یا غیر نقل** | مباحثہ میں یہ بتایا گیا تھا کہ اصحابِ اولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کرتے تھے اور خلفاء راشدین کے عہد میں انکی تقلید

ہوتی تھی اور یہ تقلید اسوقت سے لیکر ایک چلی آتی ہے۔ اسلئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ رسولِ پاک اور اصحابِ مذہب پر مسلمانوں کا یہی سوادِ عظیم بڑی جماعت (مقلدین) کی ہے جو تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور جو اماکن مقدسہ کے حاکم اور ارضِ پاک مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں رائش رکھتے ہیں اور جنکے چار حصے کعبۃ اللہ کے گرد بچے ہوئے ہیں۔ حضرات غیر مقلدین کو ہرگز دہاں کی رائش نصیب نہیں اور نہ کوئی باظہار عقیدہ خود دہاں داخل ہو سکتا ہے چنانچہ مولانا دیر حسین صاحب بلوچی دہاں آج کو گئے توفیق کر دئے گئے حتیٰ کہ توہر کی (انکا تو بدنامہ مطبع میرہ مکہ معظمہ میں چھپا ہوا اب تک ہندوستان میں موجود ہے) جس سے ثابت ہے کہ اماکن مقدسہ کے رہنے والے مسلمان شہادتِ خدا اور رسولِ خدا ناجی ہیں اور چونکہ انکا اور ہمارا اسلام ایک ہے اسلئے ہم ناجی اور بچے اسلام والے ہیں اور آپ غیر ناجی ہیں۔

**وہابیوں نے قبلہ لٹ لیا** | معزز اخبارِ میندار میں اندنوں ایک مضمون (جسکی سرفی پہلے قبلہ کو وہابیوں نے لٹ لیا) چھپا ہے۔ اس موقع پر اسکا شائع کر دینا بے محل نہ ہوگا۔

کیونکہ مولانا ابوالوفاء نے اثناءِ بحث میں فرمایا تھا کہ انڈیز و نکو اماکن مقدسہ پر فتحِ حقینوں نے دلوائی۔ اس مضمون میں جو زمیندار اور خراجدار ہیں انکے میں چھپا ہے درج ہے :-



”وسطوب میں حامل ایک زبردست امارت ہے جسکے فرمانروا امیر ابن رشید کے قتل کی انصوفیا کی فر  
پچھلے دنوں بعض انگریزی اخباروں میں چھپی تھی۔ خدا نے قتل امیر مقتول کو اپنی جوار رحمت میں جگہ  
دے۔ لندن ٹائمز اپنی ایڈیٹری کی اشاعت میں امیر مغفور کے واقعہ قتل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ  
دوران جنگ میں ابن رشید ترکوں کا حلیف تھا اور امیر ابن سعود جو فرقہ وادیہ کے امیر ہیں دول  
معدہ کی طرف داری میں اس سے برسر پیکار تھے۔ ابن رشید کا خاندان کئی نسلوں سے قاتل کے  
خنجر کا شکار ہوتا چلا آیا ہے۔ اور اب شاید بھڑا ایک طفل شیر خوار کے ابن رشید کی نسل بالکل برباد ہو  
سے نہ رہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ نائزکایہ حاشیہ طول و عرض بند میں پوری طرح سے اشاعت پذیر ہو جاوے۔  
ہند کے وہ برطانوی مذہب متعلیٰ انگلیوں میں لفظ وادی سستے ہی خون اتر آتا ہے اسے بغور پڑھیں تو تب  
اس خاکدان ہند میں تفریح کا دشمن سمجھا جاتا ہے۔ اور لفظ وادی سے انگریزوں کو اس قدر چڑھے کہ جب  
انگریزوں سے ملیں تو اپنے آپ کو الہدیت ظاہر کرتے ہیں۔ انگریزوں نے بھی انکی اشتک سٹوٹی اس حکم  
کے اجراء سے کر دی ہے کہ کسی جھلے آدمی کو وادی کہہ کر اسکی دل آزاری نہ کیا جائے۔ اسلئے کہ یہ لفظ قرآن و  
بغوات کا مراد ہے۔ مقام شکر ہے کہ جناب شیخ نجد (ابن سعود نجدی) نے جنگ میں برطانیہ کا ساتھ  
دیکر ان تمام پرانے کینوں کو جو وادیوں کی طرف سے انگریزوں کے سینوں میں ترپ رہے تھے میٹھا یا  
اور انگریزوں پر ثابت کر دیا کہ وادی ہلال کا جہاد ہی نہیں بلکہ صلیب کا جہاد بھی کر سکتے ہیں۔ اور  
اسلئے ان سے بدگمان ہونا درست نہیں ہو سکتا۔ جناب شیخ نجد اور ملک الحجاز دونوں کے لئے  
ہماری سرکار کے خزانہ سے بیش قرار وظائف کا اجراء ہو گیا ہے۔ چنانچہ دارالعوام میں مشر پام کو  
جواب دیتے ہوئے مشر مارورف نے ایک ہفتہ ہوا بیان کیا تھا کہ فرمانروایان نجد و حجاز کو سرکاری  
وظائف دئے جانے کا مسئلہ زیر غور ہے۔ اب جبکہ خام حرمین شریفین شریف حسین پاشا کی طرح  
مرکز وادی قوت کے خائندہ اعلیٰ امیر ابن سعود بھی انگریزوں کے وظیفہ خوار ہو چکے ہیں۔ لفظ وادی کا  
استعمال ہندوستان میں قابل اعتراض نہ سمجھا جائیگا۔ کیونکہ اب اس سے بغوات کی بو بھلی گئی  
اس معنوں کا جواب مولانا ابوالوفار نے جو لکھا ہے وہ بہت عجیب ہے۔ نہ تو یاران نجد سے  
بیگانگت اور بے تعلقی ظاہر کرتے ہیں اور نہ بالکل اتحاد اور بیگانگت۔ چنانچہ لکھا ہے کہ۔  
الہدیت کو وادیوں سے خاص تعلق نہیں۔ الا اتنا جتنا دیوبندیوں سے۔ حالانکہ الہدیت کا منہج  
و معز و ہی نجد و شیخ نجد ہے۔ جسکی بیگانگت سے عار اور بیگانگت دشوار ہے۔

یہ اسوقت کا معنہ ہے جب دیوبند ارضی ہوتے تھے۔ لیکن اب دیوبندیوں کے ہر دلاور ابن سعود کے گیت گاتے ہیں۔



دو گوند رنج و ملال است جان مجنون! بڑا سے صحبت لیلے و فرقت۔ لیلے  
 کہتے مولانا ابوالوفاء انگریز مل کو اماکن مقدسہ کا قبضہ دلانے میں حقیقوں کا ماتھ ہے یا اسکے  
 برادران مذہب یا ران نجد کا شاید یہی وجہ ہوگی کہ مولانا نے شیخ ابن سعود کی کارگذاری کو پسندیدگی کی نگاہ سے  
 دیکھتے ہوئے مباحثہ میں اس بات کو بڑے فخر سے کہا تھا کہ اس وقت مکہ و مدینہ میں برٹش جھنڈا لہرا رہا ہے نیز آپ  
 یہ بھی فرمایا تھا کہ اماکن مقدسہ کی حکومت کا ٹھیکہ مسلمانوں ہی کے لئے نہیں ہے ہندو اور انگریز بھی اس کا  
 استحقاق رکھتے ہیں اور صاحبِ جنتوش۔ یہ تو جہاد متروکہ تھا میں پھر اپنے اصلی مقصد کی طرف دو کرتا ہوں۔

اس بات کی تشریح میں کہ تقلید کتب سے تفرج ہوئی اور عوام پر نظام کے زمانہ میں تقلید تھی یا نہ اجناد الخدیث مورخہ  
 نہ اسی مسئلہ میں ایک مضمون رسالہ القاسم سے اجناد الخدیث کے حنفیت اسلام شائع ہو چکا ہے چنانچہ اسکے جواب میں ایڈیٹر  
 الخدیث نے ماتھ پاؤں ملتے ہیں لیکن اس کی تردید نہیں کر سکے۔ یہاں اس مضمون کا کچھ اقتباس درج کر دینا مناسب  
 تھا کہ صحابہ کرام کا مذہب معلوم ہو جائے۔ وہو ہذا:-

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس عہد کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس  
 اصولِ خدا کی پاسداری کی اور اسے اپنی حکومت کا ایک قانون بنا کر تمام اشخاص (تقلید شخصی، خلیفہ) کو ضروری قرار  
 دیا۔ (ازالۃ الخلفاء مقصد دوم ص ۱۸) اور اسکے متعلق روایات ذیل مقرر فرمائی (۱) کوئی شخص بجز اسکے جسکو خلیفہ متو  
 کرے حدیث کی روایت کا مجاز نہیں (۲) نئی وہی شخص دیکھا جسکو خلیفہ اجازت دے اسکے سوا کوئی عالم  
 فقہی دینے کا مجاز نہ ہوگا (۳) ان روایتیں کے سوا جسکو حکومت مقرر کیا ہے کوئی دوسرا دیکھنے کا مجاز نہیں  
 (۴) خلیفہ کے فتوے کے سوا کسی کے فتوے پر عمل نہ کیا جائے حضرت صدیق اکبرؓ کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ نے بھی  
 اسی قانون کو معروضات مذکورہ ضروری قرار دیا اور مسلمانوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ ان دونوں خلفائوں میں  
 کثرت سے وہ مقدس اصحاب تھے جنکی آنکھوں کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کا شرف حاصل تھا  
 اور کانوں کو اقوالِ شریفہ کی عزت۔ جسکے دل الفرائض کی روشنی سے منور ہو کر اسلامی آبادی کے لئے  
 بدر کامل بن کر چکے اور جسکو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی حقیقی نے مشعل راہ قرار دیکر دنیا کے لئے  
 اسوۂ حسنہ ٹھہرایا۔ یہ وہ بابرکت صداقت مآب حضرات تھے جسکو کسی قہارِ جبار کی مملوت و جبروت مرکا تھیم  
 ایک پنج بھی نہیں ہٹا سکی۔ اور نہ کوئی انرا درباؤ کی چمکا تلوار کی تیز دراغلی زبان کو سچائی سے روک سکی۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مقابلہ میں وہ کیسی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے لیکن حضرت صدیق  
 اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے اس حکم (تقلید شخصی) کی تمام نے تمیل کی اور بلا خلاف باتفاق سب اس حکم کے نگرے  
 سر جھکا دیا۔ اور اس طرح سے تمام صحابہ کا جراح اور حضراتِ شیعین کا یہ حکم مسلمان کو یہ یقین دلانا ہے کہ تقلید شخصی

اسلام کا عظیم الشان اصول جس کے لئے اہل اسلام خدا اور رسول خدا کی طاعت کا امر میں (القاسم جہادی الثانی مستم - ص ۱۸)۔  
 اس مضمون کے اسبات کا فیصلہ ہو گیا کہ ما اَنَا عَلِيٌّ وَاصْحَابِي کے مصداق کون لوگ ہیں۔ جب تقلید شخصی حضرت  
 شیخین کا طریق عمل اور ان کا بنایا ہوا دستور العمل ہے تو اس طریق پر چلنے والے لامحالہ ناجی اور ان کے خلاف  
 چلنے والے غیر ناجی ہوں گے۔

اس مضمون کا جواب ایڈیٹر المحدث نے جو دیا اس کا لب لباب یہ ہے کہ یہ انتظام سیاسی مختل  
 دینی اور مذہبی نہ تھا۔ اور کہ خلیفہ مجاہد نہیں مانا جاتا۔ بلکہ حضرات شیخین کے یہ احکام ایسے ہی تھے جیسے  
 سلطان العظم نے شیخ الاسلام کو محکمہ شرعی کا صدر مقرر کر دیا ہو ہے تقلید شخصی سے اس کو کیا تعلق۔

سویہ جواب جعفر نکمہ اور بودا ہے ناخرین اس کا خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جہنم کے راہزین بالخصوص  
 حضرات شیخین کو باقی سلاطین پر قیاس کرنا اور ان کے احکام کو سیاسی محض قرار دینا دینی نہ سمجھنا اور ظلمتِ رائی  
 کو مجتہد نہ ماننا کفر جسارت اور دلیری ہے۔ کیوں بھائی المحدث کہلاتے ہو۔ حدیث عَلَیْکُمْ سُنَّتِی  
 وَسُنَّتُ الْخَلْفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ اور صحابی کا التجوم یا تیم اقتدا سیکر اھتدٰ بھتدٰ آپ کو یاد نہیں۔  
 پھر کس طرح کہتے ہو کہ خلیفہ اہل و دوم کے یہ حکم سیاسی تھے۔ دینی نہ تھے اور ان کی تعمیل ضروری نہیں۔ ہر کس  
 ونا کس کو حدیث کی روایت سے روکنا اور ایک ہی شخص کو اسپر امور کرنا خلیفہ کے فتنے کے سوا  
 کیسے فتنے پر عمل نہ کرنا۔ یہ امور سیاسی ہیں یا دینی۔ اب تقلید شخصی کے متعلق ہم کافی بحث کر چکے ہیں۔

دوسرا سوال مولوی نور محمد کا یہ ہے کہ غنیہ میں حنفیہ مذکور مر جیہ لکھا گیا ہے یہ عرض  
**غنیۃ الطالبین** ہے کہ اس میں بھی ہمارے یاران نجد نے بڑی سخت چالاک کی اور جھلسا زنی سے  
 کام لیا ہے۔ غنیہ کی اصل عبارت میں بعض اصحاب ابی حنیفہ درج ہے کہ برہوتی نے بعض حنفیہ مذکور  
 مر جیہ کیا ہے۔ لیکن یاران نجد نے بعض کا لفظ سرے سے اڑا ہی دیا اور تمام حنفیہ مذکور مر جیہ کہنے لگے۔  
 پہلا جو حضرات لفظ صاحبین کا معنی از خود گھڑ کر اورد کا اور بنا دیئے کی۔ اور فرضی شعر بنا کر فتویٰ مولانا  
 روم پر اقرار پاندھنے کی قابلیت رکھتے ہیں وہ بعض کا لفظ اڑا کر اپنا اوسیدہ کر چکی کیوں قدر نہیں سمجھتے  
 حقیقت یہ کہ غنیۃ الطالبین شیخ عبدالحی بن شیخ محی الدین لاہوری جو لائق باب کا قابلِ فرزند  
 منسوب غیر مقلد ہے۔ اپنے مطبع اسلام آباد میں چھپوائی ہے جس میں یہ تحریف کی گئی ہے کہ بعض  
 اصحاب ابی حنیفہ کی بجائے اصحاب ابی حنیفہ لکھ کر حنفیہ کرام کو ملے جانے کی بے سو کو شش  
 کی ہے۔ حالانکہ دیگر مطابع کی چھپی ہوئی تمام کتابوں میں بعض کا لفظ صاف لکھا ہوا ہے۔ اس وقت  
 ایک پرانی غنیۃ الطالبین جو شمس اع میں مطبع امید لاہور میں چھپی ہے میرے سامنے موجود ہے میں بھی یہی

اور ایک غنیۃ الطاہرین مہترجہ مطبع نوکلشور کی چھپی ہوئی بھی سیر سامنے رکھی ہے کہیں بھی سیر طر ہے۔

اب یہ بات کہ حنفیوں میں سے کوئی شخص مرجیہ ہو اس سے تمام حنفیوں پر کس طرح الزام آسکتا ہے حالانکہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کے اساتذہ و شیوخ میں سے بہت سے اصحاب جنسے امام ممدوح نے روایت کی ہے۔

حسب ذیل مرجیہ تھے۔ (۱) ایوب بن عاذہ الکوفی مرجیہ۔ دیکھو تقریب التہذیب (۲) سالم بن عجلان الانقیس مرجیہ (تقریب ص ۱۳۱) قیس بن سلح مرجیہ (تقریب ص ۱۳۱) (۳) شہاب بن سواد المدائنی مرجیہ (تقریب ص ۱۳۱) (۴) عبد الحمید بن عبد الرحمن ابو یحییٰ الحمالی مرجیہ (تقریب ص ۱۳۱) (۵) عمرو بن مرۃ الحلی مرجیہ (تقریب ص ۱۳۱) (۶) ورقان بن عمر مرجیہ (تقریب ص ۱۳۱) (۷) فلاو بن یحییٰ مرجیہ (تقریب ص ۱۳۱) (۸) بشر بن محمد مغنیانی مرجیہ (تقریب ص ۱۳۱) و ثلاث عشرۃ کاملۃ۔

جناب من! اگر امام بخاری علیہ الرحمۃ کے اس قدر اساتذہ کے مرجیہ ہونے اور پھر ان سے روایت کرنے سے امام ممدوح پر کوئی طعن نہیں ہے تو پھر اگر امام عظیم کے شاگردوں سے کوئی نامعلوم بعض حصہ ہو جائے تو اس سے امام صاحب اور حنفیوں پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے اور پھر ممکن ہے کہ ایسے بعض کو بھی کسی تبصرے نے عداوت یا لکھ دیا ہو جیسا کہ ہمارے مکرّم دوست مولانا ابو الوفاء باوجود الحمد و یت کا نفرنس کا سکرٹری اور اخبار الحمد و یت کا ایڈیٹر اور جہلی الحمد و یتوں کا قبلہ و کعبہ ہونیکے بعض الحمد و یت کیطرت سے معتزلی شیخ جہمی وغیرہ وغیرہ معزز القاب حاصل کر چکے ہیں جیسا کہ رسالہ مباحثہ حقانی ثنائی ص ۱۲ پر بہت سے رسالجات کی فہرست لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ ”ان رسالوں میں بڑے زور سے ثابت کیا گیا ہے کہ ایڈیٹر الحمد و یت معتزلی جہمی ہے اور دائرہ الحمد و یت خارج ہے پھر اسی رسالہ کے ص ۱۳ میں درج ہے کہ ان رسالوں کے دیکھنے والا پورا یقین کرتا ہے کہ ایڈیٹر مذکور کا مذہب کثکولی نیجریہ، مرزائیت، جہمیت و اعتزال کا مجموعہ ہے۔“

کیا ایموالی نسلوں کے لوگ ان رسالوں کی بناء پر مولانا ممدوح کے ایسے القاب دیکھ کر متو لگا سکیں گے کہ کل الحمد و یت معتزلی نیجریہ جہمی وغیرہ ہوتے ہیں۔ اگر نہیں تو پھر اصحاب یحییٰ کے بعض کو اگر کسی معاشرے میں طر لکھ دیا جیسے حضرت ابو الوفاء کو ان کے معاصرین لکھ رہے ہیں تو حنفیوں کے ذمے کیا الزام عائد ہو سکتا ہے۔

ہاں۔ قابل غور امر یہ ہے کہ حضرت غوث پاک خود کسی امام کے مقلد تھے یا فیر مقلد تھے یا فیر مسلم ہے کہ آپ جنابلی المذہب مقلد تھے۔ چنانچہ اسی کتاب غنیۃ الطاہرین میں لکھا ہے الامام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی رحمۃ اللہ علیہم اما تہنا اللہ علی مذہبہ اصالہ و فرغنا

و حشر نافی ذمہ (ترجمہ) حضرت امام احمد رضا ہمارے امام ہیں۔ خدا ہمیں ان کے مذہب پر اصول و فروع میں غوث کرے۔ اور قیامت کے دن اسی گروہ بین امام میں ہمارا حشر ہو گیا مولوی نور محمد اور ان کے بھتیجاں غیر مقلدین میں مسئلہ میں بھی حضرت غوث پاک کے فتوے کو منظور کریں گے۔ حالانکہ خط نمبر ۳۴ میں آپ حضرت غوث پاک کو حکم مان لینا منظور کرتے ہیں۔ اگر آپ بھی یہیں تو بغیر چون چلے کے اعلان کر دیں۔ ورنہ یہ بات سچی ہوگی کہ غوث پاک کے نام سے آپ لوگ کہتے ہیں۔

**مباحثہ کی دستاویز** میرے خیال میں اب مولوی نور محمد صاحب کے سوالات کے جوابات شافی ہو چکے ہیں۔ اب ہم ان کے اور ان کے بھائی بدر رشید میاں کی درخواست مباحثہ شافی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ رشید میاں اخبار الحدیث مورخہ ۱۷ مئی ۱۳۸۵ پر سیر نام کھلی چٹھی لکھتے ہیں کہ اب الحدیث آپ سے کئی فیصلہ کرنا عوام مصمم کر چکے ہیں۔ آئے ہم آپ کے باضابطہ و مفصل بحث کریں جسکی صورت یہ ہے کہ خاص جہلم میں تحریری بحث کریں۔ مصنف بھی ہو۔ وغیرہ۔ ملخصاً۔

مولوی نور محمد رقم طراز ہیں۔ ہم آپ کو اطلاع دیتے ہیں کہ گورنامہ کا مقتضا مباحثات و مناظر نہیں ہے۔ لیکن بغرض رفع غلطی اپنے بھائیوں کے ہم تیار ہیں کہ آپ سے باقاعدہ مباحثہ کریں۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ تقریری بحث کیوں گذر گئے کہ تحریری بحث کی خواہش ہے۔ اور اگر جہلم کا بمقام مباحثہ کے لئے موزوں تھا تو پہلے میرپور میں اکھاڑا جانے سے کیا مطلب تھا۔ اور آپ کا کئی فیصلہ اور باقاعدہ بحث کے لئے عدم مصمم ہونا تو پہلے آپ کے ارادہ سے مباحثہ کے میدان میں کیوں کود پڑے۔ اور اس وقت تقریر مصنف وغیرہ کا کیوں خیال نہیں رہا۔ اگر آپ بلاتاری میرپور میں مباحثہ کیئے گئے اور وہاں تقریری بحث کے کہے ہر میت محل کی لٹا اسکا خمیازہ اب بھگتنا چاہئے۔ نیز میں پوچھتا ہوں کہ اگر آپ جیتے ہوئے ہیں۔ اور آپ کے پاس شہادتیں بھی ہیں تو پھر دوبارہ بحث کی کیوں ضرورت ہے۔ کیا جیتے ہوئے بھی پھر حریف کو مقابلہ کے لئے لٹکا دیتے ہیں؟ آپ ہربانی سے صاف بتائے کہ پہلی بحث میں آپ اپنی شکست اور ہماری فتح کے قائل ہیں یا نہ۔ اگر آپ کے خیال میں شکست آپ کو نہیں۔ ہمیں ملی ہے تو پھر دوبارہ مباحثہ پر کیوں زور دیتے ہیں۔ اگر آپ اپنی شکست کے قائل ہیں تو پھر شیر پنجاب کے علاوہ اور کونسا فیل پنجاب میدان میں لانا چاہتے ہیں۔ جن پر آپ کو پورا پورا جھروسہ ہوگا۔ شیر پنجاب تو گرچہ ان کے ساتھی بھی ملے گئے۔ اب ان سے دوبارہ مباحثہ کی کہیں تو فرصت نہیں ہے۔ کیونکہ گروے ہوئے کو گرانہ۔ یا مرے ہوئے کو مارنا کوئی مردانگی کی بات نہیں ہے۔ نیز حضرت ابوالوفاءؑ اس لئے بھی مباحثہ مفید نہیں کہ پرانے الحدیث انکو الحدیث سے خارج سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ایڈیٹر اخبار الہدیت والہما اعتر



جو پرائے الحمد شیعہ ہیں سے مولانا ابو الوفا کے کلاس فیلو اور معاصر ہیں۔ اخبار مذکورہ مورخہ یکم جون ۱۹۰۷ء پر قطر ازبیں کہ "مولانا سید مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی و مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی امرتسر نے لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ جماع امت و قیاس مجتہد کو دلیل شرعی نہیں مانتے جو کسی الحمدیث کا مذہب نہیں۔" پھر ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں کہ "ہیں افسوس آتا ہے جہلم اور میرپور کے الحمدیثوں پر جنہوں نے ناحق مولوی ثناء اللہ کو مباحثہ کے لئے بلایا۔ جو خود الحمدیث نہیں اور مہذب قناد علی الحمدیث وہ احناف الہیثیوں سے خارج ہے۔" (دیکھو اور بعض غزنویہ و وابستہ الارض مغربہ) اب جبکہ مولوی صاحب کو ان کے بزرگ الحمدیث ہی نہیں سمجھتے تو ان سے مباحثہ کرنے سے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ مولوی انور محمد صاحب بے صبر کریں۔ کامیکو مفت کی دو مائی بچا رکھی ہے۔ ہاں۔ فرقہ الہیثی جبکہ کو خواہ مخواہ دوبارہ بحث کا شوق ہو تو بشرط ذیل پر مباحثہ ہو سکتا ہے۔

(۱) آپ ہمارے کل اخراجات سفر جو میرپور کے سفر میں ہوئے جنکی فہرست ہم دیکھ چکے ہیں اور جنکا وعدہ آپ کے پاس ہے اور اگر دیں (۲) اپنی شکست اور ہماری فتح کا تحریری اقرار کریں (۳) کسی نئے مناظر کو جسکو الہیثی مانتے ہو اور جنکو آپ لوگ مولوی ثناء اللہ پر فضیلت دیتے ہوں اور پبلک کو بھی تسلیم ہو مباحثہ کے لئے نامزد کریں۔ پھر انشاء اللہ آپ ہمیں مباحثہ کے لئے تیار پائیں گے۔

**خلافت** اخیر پر یہ بھی عرض کر دوں کہ مولانا ثناء اللہ اور حاجی محمد ابراہیم اور ان کے قبیح الہیثی ہرگز خلیفۃ المسلمین (سلطان العظمیٰ) کی خلافت کے قائل نہیں۔ (بوجہ ذیل ۱) مولانا ثناء اللہ نے بمقام میرٹھ یہاں تک کہ کما مقامات مقدسہ پر حکومت کا ٹھیکہ مسلمانوں کا نہیں۔ ہندو و انگریز بھی وہاں کی حکومت کے حقدار ہیں (۲) مولانا ابراہیم نے بجائے اتحاد پیدا کرنے کے گاؤں کشی کا سلسلہ جھیر کر اہل ہندو کے جذبات کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ جہلم میں بھی وعظ کر گئے ہیں (۳) مولانا ابراہیم سیالکوٹ کا نفرنس میں شامل نہیں ہوئے (۴) مولانا ثناء اللہ نے کشمیری کانفرنس میں مولوی عطاء اللہ کو خلافت کے وعظ سے روکنا چاہا۔ مولوی عطاء اللہ نے صدقہ وقت سے مقابلہ میں انکی نصیحت کو نہ مانا۔ اور سر اجلاس انکی دہتیاں اڑائیں مولانا کی اپنی تقریر ترکوں کی مذمت میں تھی۔ (۵) حال ہی میں شیخ ابن سعود دہلی انکے ہم مذہب کے انگریزوں کی طرف سے لڑکرا بن رشید کو شہید کیا (۶) اہل حدیثوں کے دل میں مدینہ منورہ کی ہرگز وقعت نہیں وہاں جاکر روضہ اطہر کی زیارت کو شرک سمجھتے ہیں (۷) ہندو کر بلائے ملتے۔ بخت اشرف میں زیارت کے لئے جانا گناہ سمجھتے ہیں۔ (۸) الحمدیثوں کو ہرگز خلافت پر اعتقاد نہیں۔ (۹) نظام انکی شمولیت صرف یہودی پر مبنی ہے۔ مولانا خود فرما چکے ہیں کہ ہم خفیوں کو چھٹنے کے لئے ایسی چابازیاں کیا کرتے ہیں۔ مسلمانو!

ان چالبازیوں سے بچتے رہنا۔ والسلام۔

مرافقہ ابو الفضل محمد کرم الدین دبیر۔ از بھین تحصیل جکوال ضلع جہلم

قبضہ درج غازی اسلام لانا محمد کرم الدین صاحب دبیر بھین

چار سو میں غلطی ہے غازی سے اسلام کا  
زخم کاری لگ گیا ہے غازی سے اسلام کا  
آنکے سر پر نقش پا ہے غازی سے اسلام کا  
دار دست بختا ہے غازی سے اسلام کا  
بوحیضہ رہتا ہے غازی سے اسلام کا  
حق خدا باطل جڈ ہے غازی سے اسلام کا  
ایک دو یا تہڑا ہے غازی سے اسلام کا  
کیا ہی عالی حوصلہ ہے غازی سے اسلام کا  
جان قربان دل فقہ ہے غازی سے اسلام کا  
کیا لقب تکمیل ہے غازی سے اسلام کا  
فتح کا ڈنکا بجا ہے غازی سے اسلام کا  
واہ کیا درج و نصاب ہے غازی سے اسلام کا

واہ کیسا دہر ہے غازی سے اسلام کا  
ضرب سے تیغ زباں سے سر کشا مغرور کا  
نام کے شیروں کی شیریں لکھی اب خاک میں  
تیغ خالد کی طرح سیف زباں ہے کارگر  
شب چراغ بزم ملت حاضے شرع متیں  
طرز استدلال اظہار مطالب کے لئے  
وقت نظیر زبانی تھی روانی اس طرح  
مرحبا صدم حیا کانوں میں آتی تھی صدا  
جس نے حق سے کر دیا باطل کو ان میں جڈ  
پیر کامل کی توجہ سے دبیر نے نظیر  
شاہ جماعت کی حمایت باطنی کے زور سے  
کان میں آتی صدا باقی بکا رہے عاقل

از جناب فیضیاب مولانا دبیر سید

میر پور کی بحث میں حق کا تار اہو گیا  
دوستو! اس سرک میں آتشکار اہو گیا  
چیت گرا سیکر ان میں جیب بے سہارا اہو گیا  
قدرت حق کا عجب روشن نظارہ ہو گیا  
اہل باطل کو سرا سرب خسارہ ہو گیا  
شادناں اسبات پر عالم ہے سہارا ہو گیا  
ناصر و حامی خدا خود ہے ہمارا ہو گیا

حنیثیت کی فتح کا ڈنکا جہاں میں بج گیا  
جاء حق ذہن الباطل کا وہ مضمون پاک  
ناز تھے جس پہنوں پر کرتے ہیں اہل حدیث  
خیر کہلاتے تھے کل جو کج گیدڑ بن گئے  
جہیز فرقہ کا یار ہو گیا جہنڈا بلند  
حنفیوں کی فتح کا ہے غلطی چار و نظریہ  
کیوں نہ الحق یقول ہے ولا یقولی دبیر

ضلع گجرات

# مناظرہ چک جادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موضع چک جادی ضلع گجرات پنجاب میں ۳۰ ویں اپریل ۱۹۷۷ء کو غیر متقلدین کا ایک جلسہ فرمایا جس میں احناف کو مسئلہ تقلید شخصی پر مناظرہ کا چیلنج دیا گیا۔ غیر متقلدین کی اس دعوت سباحۂ کواحناف نے قبول کیا۔ اور جناب مولانا محمود صاحب کجوسی نے منظوری مباحثہ کی اطلاع متقلین جلسہ کو بھیج دی۔ غیر متقلدین نے جلسہ گاہ چک جادی میں زرارہ یکہ ایک مسجد اساتبان بھی کھرا کر دیا۔ جو شہرہ پورہ آگے سے چلنے سے چھلنی ہو گیا۔ اور بائیان جلسہ نے انکے سوراخوں کو پھٹے پڑنے چھینٹوں سے بند کیا۔ جنہوں نے اساتبان کی بد صورتی میں اور بھی احناف کو دیا۔ اور پھر احناف گرام نے انکے بالمقابل موضع ڈاہہ میں اپنے جلسہ کا انتظام کیا۔ اور خوشنما شامیانہ لگا کر جلسہ گاہ کی آرائش کی۔ اور جو ترو بنا کر ارد گرد کر سیاں پھائی گئیں۔ اور وسط میں میز لگا کر دو کر سیاں صدر اور دو عظیمین کے لئے لگا دی گئیں غیر متقلدین نے اشتہار میں جہانوں کے کھانا کھانے کے لئے ایک سو روپیہ فیس کا آرڈر دیدیا۔ لیکن مسلمانان موضع ڈاہہ نے سیر و نجات سے آنیوالے خاص و عام جہانوں کے لئے وسیع پیمانے پر مفت کھانے کا انتظام کر دیا۔ غیر متقلدین کے اشتہار میں جن علما کے نام لکھے تھے ان میں مولوی شہداء احمد انٹرنی اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی خاص الخاص تھے۔ مولوی ابراہیم صاحب تو نہ پہنچ سکے۔ لیکن مولوی شہداء احمد صاحب ۳۰ اپریل کو تشریف لائے جگہ ہر کاب انکے دیگر بھائی مولوی محمد جونا گڑھی مولوی عبدالرحمن دہلوی۔ مولوی نوز محمد جمیلانی بھی تھے اور اسکے علاوہ مولوی عبدالحی سارکن چک جادی جلسہ ہذا کے بانی مہمان پہلے سے وکل موجود تھے۔ حضرات احناف نے مولوی شہداء احمد صاحب کے مقابلہ کے لئے مولوی صاحب کے پرانے حریف غازی اسلام مولانا مولوی محمد کرم الدین صاحب دبیر رئیس جبین ضلع جہلم۔ اور مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب امام جامع مسجد گوہر قالہ کو بلوایا تھا۔ اور علاوہ مدد و حین حسب ذیل حنفی فضلا بھی رونق افروز ہو گئے تھے۔ مولانا مولوی غلام احمد صاحب (ڈوگے ضلع گجرات) مولانا مولوی شیخ عبدالمد صاحب (ننگے ضلع گجرات) مولوی عتیق اللہ صاحب

مولوی فاضل۔ مولانا مولوی محمد مسعود صاحب چونکہ ضلع سیالکوٹ۔ مولانا مولوی نظام الدین صاحب تلمیذی وزیر آبادی۔ مولانا محمود صاحب فاضل گنجوی۔ مولوی فضل کریم صاحب مولوی فاضل (مدرس عربی اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ) مولوی ذوالرحم صاحب مولوی فاضل (مدرس عربی اسلامیہ ہائی سکول) مولوی سلطان احمد صاحب۔ مولوی محمد چرخ صاحب (دھکڑ گجرات) مولوی حافظ نور عالم صاحب (پک پک گجرات) مولوی حافظ نور محمد صاحب انام صاحب مسجد جہلم۔ مولانا مولوی غلام رسول صاحب (اسٹریٹ گجرات) مولانا ولی اللہ صاحب (ایضاً) مولوی حافظ سید محمد صاحب (سہول شریفینا) مولوی محمد خلیل صاحب (چونترہ جہلم) مولوی حافظ جان محمد صاحب بلال (گجرات) مولوی محمد ابراہیم صاحب (مدرس عربی اسلامیہ ہائی سکول گجرات) مولوی غوث محمد شاہ صاحب (پک عبد الحلق جہلم) مولوی حافظ فضل الہی صاحب (گوتھ تالہ گجرات) مولوی محمد صدیق صاحب زمیندار ابھری ضلع گجرات مولوی کرم الہی صاحب جلسہ اور مناظرہ دیکھنے کے لئے بے تعداد مسلمان پہنچ چکے تھے جسکی تعداد ہزاروں کی تھی۔

## پہلے دن کی کارروائی

اسی تاریخ کو غیر مقلدین اپنے جلسہ اور دفنی علماء نے اپنے جلسہ میں عطف شروع کئے۔ تمام مخلوق احفاد کے جلسہ میں بھی چلی آئی۔ ہر طرف چننا شاخص دہاں رہ گئے۔ اور انکا جلسہ بہت چھیک پڑ گیا۔ علماء احفاد میں سے سلطان ابو العزیز مولانا محمود گنجوی۔ مولانا مولوی محمد مسعود صاحب۔ مولانا مولوی نظام الدین صاحب ملتان اور مولوی محمد صدیق صاحب نے نوبت پر نوبت تردید دہائیہ میں مذہب دست و عطف کئے۔

## دوسرے دن کی کارروائی

ادوات کی خط و کتابت سے شرٹ ٹیڈجٹ سیقدر طے ہو گئی تھیں اور بغیر شرٹ ٹیڈجٹ کا تصفیہ مناظرہ کے وقت قرار پایا تھا۔ احفاد جانب سے فاضل ملتان غیر مقلدین کے جلسہ میں انعام حاصل کر چکے تھے سویرے جا پہنچے کیونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کل کے جلسہ میں سراجلاس فرمایا تھا کہ اگر ملتان ثابت کر دے کہ میں نے جا بجانے یا عورتوں کے گلے کے جواز کا فتوے دیا ہے تو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔ ملتان صاحب نے مولوی صاحب موصوف کے اخبار المجددیت جس میں یہ فتوے شائع کئے تھے۔ جا کر انکے سامنے پیش کر دیئے۔ مولوی صاحب بغلیں چپا نکلے گئے اور سخت متحیر ہوئے کہ کس طرح جان چھوڑا میں اتنے فضلاء احفاد بے تعداد مسلمانوں کی معیت میں حریف کے جلسہ میں جا پہنچے اور داخلہ کی وقت وہ بٹے تکسیر ہر چار طرف سے ایسے بلند ہوئے کہ غیر مقلدین کے دل و حل گئے۔ اور باقاعدہ مناظرہ شروع کیا گیا۔



# تقلید شخصی

مسئلہ تقلید شخصی کے متعلق سباحہ کے لئے دوسرے جناب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مولوی فاضل کو جو ازالہ پیش ہوئے۔ اس میں مولوی شہزاد صاحب نے بطور مدعی اور مولوی صاحب موصوف نے بطور متعرض تقریر کرنی تھی۔ اول تو مولوی شہزاد صاحب اپنے دعوے کی کوئی نقیبن ہی نہ کر سکے۔ پھر مولانا عبدالعزیز صاحب نے اختلاف احادیث کے متعلق دو واقعات کو بطور مثال پیش کر کے کہا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی دفعہ حج کیا۔ ایک ہی واقعہ کے متعلق ایسا اختلاف پایا جاتا ہے کہ کسی حدیث سے حضور کا اس حج میں سفر ہونا دوسری میں قارن تیسری میں متمتع ہونا پایا جاتا ہے۔ اور یہ ایسا اختلاف کہ سوا سے مجتہد کے اسکے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا کہ اصلیت کیا تھی۔ دوم حضور نے ایک دفعہ نماز کو سو ادا فرمائی۔ اسکے متعلق بھی احادیث مختلف ہیں۔ کسی سے پایا جاتا ہے کہ آپ نے ایک کوع کیا کسی سے دو اور کسی سے تین رکوع کرنا ثابت ہوتا ہے۔ پھر جب احادیث کے اختلاف کی یہ حالت ہو تو بغیر تقلید آئمہ مجتہد کے طرح کام چل سکتا ہے۔ مولوی شہزاد صاحب ایسے چکرائے کہ اسکا کوئی جواب نہ بن سکا اور دوسرا دوسر کی باتوں میں وقت ٹالتے رہے۔ اور پھر یہ کہہ بیٹھے کہ حنفیوں میں کنجریاں اور دوم میرا ہی بھی ہو سکتے ہیں۔ اسکا جواب مولانا نے یہ دیا کہ احناف کیلئے تو کوئی کچھ لیل اور میرا سیول کو نہیں مل سکتی۔ کیونکہ گانا بجانا جو انکا پیشہ ہے اسکی حرمت کا فتوہ دیتے ہیں البتہ یہ احسان آپ نے آپر کیا کہ باجا بجانا اجرت اور بلا اجرت جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور ایسا ہی گانا بجانا جائز کر دیا۔ اسلئے بقول شاعر سے

زنا

منظور ہے کہ سیم تنوں کا وصال ہو ۛ مذہب وہ چاہے کہ غمار بھی حلال ہو  
اس لیے شہدان بازار می آپ کی ذات پر حسب قدر نافرین بجائے کہ آپ نے گانا بجانا جائز کر کے  
ان کو ہمیشہ کے لئے گردیدہ احسان بنالیا۔ ایسا ہی دوم۔ میرا سی۔ مولوی صاحب کسی طرح اسکے  
متعلق اپنی صفائی نہ کر سکے۔ اور پہلاک نے تاب لیا۔ کہ فاضل حنفی کی فاضلانہ بحث نے غیر مفید  
مولوی کا نا طعہ بند کر دیا ہے۔

اسکے بعد فرقہ ناجیب کی بحث شروع ہوئی۔ اس میں حنفی مدعی اور غیر مقلد متعرض  
فرقہ ناجیب سے تھے۔ پہلے سے غازی اسلام مولانا مولوی کریم الدین صاحب  
رئیس مجلس مصلح چلہ کھر شہ بوئے جنگو دیکھتے ہی شبیر پنجاب کی روح کا پیٹے لگی۔ کیونکہ اس سے پہلے  
تیسرے پور میں آپ سے دو دفعہ شکست اٹھائی تھیں۔

مولانا نے فرمایا کہ چونکہ مقابل المجدیث ہیں۔ اسلئے احادیث کے ذریعہ اس امر کا فیصلہ کیا جائیگا کہ فریقین میں سے کونسا فریق ناجی اور کونسا فریق غیر ناجی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے اَتَّبِعُوا السَّوَادَ لَا عَظَمَ فَإِنَّهُ مَنْ شَدَّ شَدَّ فِي النَّارِ (بڑے گروہ کے تابع رہنا جو جہنم سے الگ ہوا۔ جہنم میں گرا) اب دیکھنا ہے کہ مسلمانوں میں بڑا گروہ مقلدین کا ہے یا غیر مقلدین کا۔ دنیا کے مسلمانوں کا شمار کیا جائے تو وہ چالیس کروڑ سے زائد ہیں جن میں دو کروڑ بمشکل دوسرے فرقے ہوں گے باقی سب ہمارے بھائی مقلدین ائمہ مجتہدین ہیں۔ چونکہ دنیا کے اسلام میں بڑا گروہ ہمارا ہی ہے۔ اسلئے بحکم حدیث ہم ناجی اور فریق ثانی غیر ناجی ہیں۔ اور اگر دنیا کی آبادی سے قطع نظر کر کے یہاں کے حاضرین پر ہی نظر ڈالی جائے تو سو اڑھائی سے دو سو اڑھائی چاند اشخاص کے باقی سب ہمارے حنفی مقلد بھائی بیٹھے ہیں۔ مولوی صاحب نے حاضرین سے استدعا کی کہ اس امر کے ثبوت کیلئے کہ ہم دونوں میں سے کس فریق کی تعداد یہاں زیادہ ہے۔ حنفی اپنے ہاتھ بلند کریں۔ اتنا اشارہ ہی کرنا تھا کہ مجلس بھر کے ہاتھ ہزاروں کی تعداد میں بلند ہو گئے۔ صرف چند ہاتھ میچے رکے رہے جو مولوی صاحب غیر مقلد کے گروہ پیش معدوے چند بیٹھے تھے۔ مولوی شمس الدین صاحب یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرائے اور صدر جلسہ کو کہنے لگے کہ آپ نے ایسا کیوں ہونے دیا۔ صدر نے کہا کہ حاضرین کو خاموشی کی ہدایت تھی۔ کوئی بولا نہیں۔ صرف ہاتھ اٹھ گئے ہیں۔ آپ گھبرائے کیوں ہیں۔ اگر آپ کو بھی قدرتی طور پر جماعت کے ذریعہ ایسا کرشمہ دکھادیں

ایں سعادت ضرور بازو نبھست تا نہ بخشہ خدا سے بخشندہ

غرض یہ منظر بہت عجیب تھا۔ حضیوں کے ہاتھ کیا اٹھے گویا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی صداقت کا جھنڈا بلند ہو گیا۔ اس واقعہ نے مولوی شمس الدین صاحب کو ایسا مبہوت کر دیا کہ آخر تک ہوش نہ سنبھال سکے۔ پھر مولانا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے اِنَّ الدِّينَ لَيَاذُرُ لِي الْحِجَابَ حَتَّى تَارِدَ الْحَبْلُ اِلَى حُجْرَتِي (دین سمٹ کر حجاز کی طرف چلا جائیگا۔ جیسے سانپ اپنی بل کی طرف چلا جاتا ہے۔) اس سے معلوم ہو کہ دین حق کا اصلی مرکز کہ معظمہ و مدینہ منورہ ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ دین کے باشندگان کا کیا دین ہے۔ اگر وہ دینی ہیں۔ شیعہ ہیں۔ مرزائی ہیں تو یہ لوگ سچے اور ہم جھوٹے۔ اگر وہ صرف مقلدین ائمہ مجتہدین رہتے ہیں تو ہم سچے۔ ہمارا مذہب سچا۔ ہم ناجی اور ناجی غیر ناجی ہیں۔ مولانا نے کہا کہ ہمارے چار مصلیٰ بیت اللہ کے ارد گرد بیٹھے ہیں۔ تمہارا اگر پانچواں مصلیٰ بھی وہاں ہوتا تو کتنا

ورنہ جب خدا کے گھر میں آپ کو جگہ نہیں ملتی تو یقیناً تم راہ حق سے بھٹکے ہوئے ہو۔ اس پر ان قاضی کو  
 سکر مولوی صاحب کی بدحواسی کی انتہا نہ رہی۔ ایک دفعہ بدحواسی میں کہہ دیا کہ ہمارا بھی مصطفیٰ وَاٰخِرُ  
 نَبَاِ الدُّنْيَا ہے۔ اور ہر سے کہا گیا کہ بے شک آپ کا مصطفیٰ تو دُعا  
 بچھا ہوا ہے۔ مگر قسمتی سے وہاں آپ کو بیٹھنا نصیب نہیں ہے۔ اگر حرم پاک میں جا کر آپ  
 قدم رکھیں تو قید ہو جائیں۔ پھر جہاں سے اسلام پیدا ہوا۔ جہاں پر اسلام کی انتہا ہو گئی۔  
 وہاں آپ کا گندہ ہی محال ہے۔ تو پھر رائدہ دنگاہ کا کوئی حق نہیں کہ وہ صلوات کا دعویٰ کرے۔  
 یہ ایسی کھلی کھلی باتیں ہیں جو حاضرین کے دلوں میں گھر کرتی جاتی تھیں اور جگہ کوئی جواب  
 نہ تھا اور نہ مولوی صاحب جواب دے سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مارے خجالت کے مولوی صاحب کا چہرہ  
 زرد ہو گیا۔ منہ پر ہوا سیاں اڑنے لگیں۔ دم خشک ہو گیا۔ منہ میں پانی کے گھونٹ ڈالتے۔ مگر  
 شکیں دل نہ ہوتی۔ اسی بدحواسی میں مولوی شہداء اللہ صاحب نے کہہ دیا کہ عنقریب وہابیوں کا قبضہ  
 مکہ شریف میں ہوگا۔

آخر یہ مجلس آپ نے بلند آواز سے اپنا عجز مان کر کہہ دیا کہ میں آئندہ مولوی کریم  
 صاحب سے تقریری بحث کا نام نہ لوں گا۔ وہابیوں کی ذلت کی حد ہو گئی۔  
 اور حنفیوں کی فتح کا غلغلہ بلند ہوا۔ نعرہ مائے تکبیر حنفیوں کو مبارک کے آواز سے جلسہ گاہ  
 گونج اٹھی۔ مناظرہ دس بجے دن سے شروع ہو کر بارہ بجے ختم ہو گیا۔ یہ بات زبانِ زورِ عام ہو گئی۔  
 کہ مولوی شہداء اللہ صاحب نے اُردمان لی۔ اور آئندہ کے لئے غازی اسلام سے مقابلہ کرتے  
 نائب ہو گئے۔ سچ ہے الْحَقُّ يَكْلُوْهُوْا لَا يُخْلُوْا۔

سے قبل اسکے جب مولوی محمد کریم الدین صاحب نے کہا کہ وہابی حق پر نہیں تو اسلئے جواب میں مولوی صاحب نے  
 کہا کہ ہم وہابی نہیں۔ حنفیوں نے ہکود وہابی کہا۔ جیسے عبدالرحمن کو کوئی گھسیٹا کہہ دے۔ اب اپنی وہابی وہابی بن گئے۔  
 اس وقت مولوی شہداء اللہ کی عجب حالت تھی۔ سچ ہے۔ ”دروغکو را حافظ بنائند۔“

خدا مان اسلام  
 سید ثابت علی شاہ گیلانی حنفی چشتی ساکن مہرپور  
 و برکت علی شاہ نمبر دار و سفید پوش ساکن ٹونگ

موضوع  
فرقہ ناجیہ  
تعلیم شخصی

# مناظرہ منصور پور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

منصور پور متصل کیریاں ضلع ہوشیار پور میں ۲۲ ۲۳ جون ۱۹۰۷ء کو مابین فرقہ غیر مقلدین و  
احناف مناظرہ ہوا۔ احناف کی طرف سے امام المناظرین حضرت مولانا مولوی محمد کرم الدین صاحب کسب پور ضلع  
جہلم مناظر تھے۔ اور غیر مقلدین نے آپ کے مقابلہ کے لئے اپنے بڑے بڑے مناظر وں کے پاس آدمی دوڑا  
تا رہی ویسے مگر کسی نے حامی نہ بھری۔ آخر ایک نو آموز نوجوان مولوی محمد یوسف خاں پوری کو جو اپنے زعم  
میں رستم ہند بنا ہوا تھا پیش کیا۔ حمایت کے لئے چندیشائیل بزرگ علماء غیر مقلدین جو امرتسر و روپڑی  
ضلع امرتسر وغیرہ سے آئے ہوئے تھے۔ غیر مقلد مناظر کے گرد و پیش بٹھلائے گئے۔ بنگلہ صائیں دیوان محمد  
(منصور پور میں یہ اجتماع ہوا۔) از وہام کثیر تھا۔ مولانا محمد کرم الدین صاحب اکیلے تشریف لائے تھے  
اتفاق سے مولانا محمد نواب الدین صاحب سکوہی بھی اس علاقہ میں آئے ہوئے تھے پہونچ گئے۔  
اور مولانا مولوی غلام مصطفیٰ صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ دوسوہمہ بھی آگئے جو جنفی مناظر صاحب  
پاس نشست فرما تھے۔ ۲۲ جون کو پہلے اجلاس میں فرقہ ناجیہ اور دوسرے میں تعلیم شخصی موضوع  
بحث تھی جنفی جلیل القدر مناظر کے مقابلہ میں ایک نو آموز لڑکے (محمد یوسف) کا پیش کرنا غیر مقلدین کی  
فایت و جب کی کمزوری تھی۔ خیر قہر و دلش ہر جان و دلش۔ غیر مقلدین کا نوجوان مناظر بانپنا کانپنا  
کھڑا ہوا۔ چند غیر متعلق آیات و احادیث کا سہارا لیکر کچھ خال غلوں کی اور یہ ثابت کرنے کی بے سود  
کوشش کی کہ ہم بھی فرقہ ناجیہ میں داخل ہیں۔ غیر مقلد مناظر کچھ ایسا بے حواس ہو رہا تھا کہ جولوہ ظاہر سے  
نکالتا یا عبارت پڑھتا غلط ہوتی تھی۔ ٹوکے پر اسے سخت شرمندگی اٹھانی پڑتی تھی کچھ بد ہنسی کے الفاظ  
بھی نکل جاتے تھے جسے سراسر اجلاس معافی مانگنی پڑتی تھی۔ اس کے بعد شیر اسلام جنفی مناظر کی باری آئی۔  
جب وہ کراک کر اٹھے تو وہابیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ آپ نے قرآن و حدیث کی دلائل قاطعہ اور برہین  
قاہرہ سے ثابت کیا کہ خدا و رسول کے بتائے ہوئے معیار کے رو سے مقلدین اکبر و راجہ کا سودا و اعظم ہی  
فرقہ ناجیہ ہے جنہیں اکابر علمائے محدثین و مفسرین اولیاء کرام و صوفیاء عظام ہونگدے ہیں۔ آپ نے  
حوالہ جات کتب مستندہ سے ثابت کیا کہ حضرت امام بخاری و دیگر جامعین کتب حدیث صحاح ستہ وغیرہ



بھی سب مقلد تھے۔ جنگی تقلید غیر مقلدین کو کرنی پڑتی ہے۔

الغرض اس اجلاس میں احناف کو شاندار فتح اور غیر مقلدین کو سخت شکست نصیب ہوئی۔ اور حاضرین پر روشن ہو گیا کہ جدید فرقہ تارکین تقلید نے مسلمانوں کے سوا اور عظیم جماعت حقہ مقلدین آئمہ مجتہدین سے علیحدگی اختیار کر کے اپنے کو کسی کام کا رہنے نہ دیا۔ انہی کے مین و برکت فرقہ مزائیت۔ چکرالایتیہ۔ نیچریت کا وجود ظہور میں آیا۔ دوسرے اجلاس میں فاضل مناظر حنفی نے ہارتہ آیات قرآن پاک اور احادیث صحیحہ پیش کر کے مسئلہ وجوب تقلید شخصی کو ایسی وضاحت ثابت کیا کہ تمام حاضرین جلسہ عیش عیش کرائے۔ مخالفین کے منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ آخری تقریر میں آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی (جن کا احترام فرقہ غیر مقلدین کے دلوں میں بھی تھا) کی کتاب التلخیص سے وہ عبارت پڑھ کر سنائی جس میں تصریح ہے کہ اس زمانہ میں عام مسلمانان ہندوستان کے لئے سوائے تقلید کے چارہ نہیں اور جس نے تقلید چھوڑ دی اس نے شریعت کا جوا اپنے کندھے سے اتار دیا۔ حضرت شاہ صاحب کے اس قطعی فیصلہ نے غیر مقلدین کے رہے سبھ ہوش بھی اڑا دیئے۔ حاضرین نے فرمائے مسرت اور غلغلہ و تحسین و آفرین پر اجلاس احناف کی عظیم الشان فتح پر اختتام پذیر ہوا۔ ۲۳۔ جون کو مسئلہ فاتحہ خلف الامام اور عدم جواز امامت غیر مقلدین پر بحث ہوئی تھی۔ مگر غیر مقلدین کے دلوں پر کچھ ایسی دہشت طاری ہوئی کہ انہوں نے بالکل حوصلہ ہار دیا۔ اور مقدمہ و تاخر موضوع کا ہر ماہ لیکر بحث سے فراری ہو گئے۔ غیر مقلدین تو گاؤں چھوڑ کر غلیں جھاکتے ہوئے جلسہ ایسے اور حضرت مولانا مولوی محمد کرم الدین صاحب اور مولانا مولوی محمد انوار الدین صاحب کے پرزور وعظاؤں اور مات منصور پرور میں ہوتے رہے۔ جن سے مسلمانان حد و ہر محظوظ ہوئے۔ حنفی بھائیوں کو یہ عظیم الشان فتح مبارک ہو۔

خاکسار۔ فضل احمد امام مسجد کبیر یاں ضلع ہوشیار پور ۲۴ جون ۱۹۲۵ء بمقام خود

نہایت خور وہ غیر مقلدین کی جیلہ سازی اور روافض سے طلب اہلاد

مناظرہ منصور پور (ضلع ہوشیار پور) میں احناف کے مقابلہ میں خانبوری غیر مقلدین کو جو شرمناک شکست ہوئی اسکا مفصل ذکر اسلامی اخبارات روزنامہ سیاست لاہور الفقیہ امرتسر وغیرہ اور اشتہارات میں چھپ چکا ہے۔ غیر مقلدین کو اپنی ذلت چھپانے کے لئے سوائے اسکے چارہ کار نظر آیا

کہ چند بہت پوری شیعہ صاحبان سے ایک اشتہار دلوادیا کہ غیر مقلدین کو شکست نہیں بلکہ فتح ہوئی، اس سے بھی تسلی نہ ہوئی تو پھر مولوی عبدالغنی برادر کلان مولوی محمد یوسف (مناظر) نے اپنی طرف سے اسی مضمون کا اشتہار شائع کر کے اپنے نہایت خوزوہ بھائی کی صفائی کرنا چاہی۔ اس سے بھی اطمینان نہ ہوا تو مولوی فضل احمد امام سجدہ مکیریاں کو (جسکی طرف سے حقیقت کی فتح اور دہائیت کی شکست کا اشتہار چھپا تھا) دیکھی گئی کہ تمہنے ہمدردانی۔ ریشائیل (ڈاڑھی والے) لکھا ہے۔ ہم تم پر فوجداری و تحو کر چکے (اسکے ثبوت میں فضل احمد کا مسئلہ کارڈ ہمارے پاس موجود ہے) اس نے فوجداری سے ڈر کر انکو ایک معذرت نامہ لکھ دیا کہ میں ایسے الفاظ نہیں لکھے مجھے یہ نہیں دستخط کر لئے گئے ہیں۔ (حالانکہ اشتہار بتماہ فضل احمد کے ماتھے کا لکھا ہوا ہے) غیر مقلدین کی مسقدر پریشان حالی اور افزائشی اس امر کی تین دلیل ہے کہ بیچاروں کو اس ذلت آمیز شکست کی وجہ سے کچھ ایسا زخم کاری لگا کہ اسکی مرہم پٹی ہوتا محال ہے۔ ”رض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی“۔ ہمیں بھی غیر مقلدین کی اس بیچارگی اور بیقراری پر افسوس ہے، مگر انہوں نے پہلے کیوں نہ سوچا کہ ایک طفل مکتب کو میدان میں لاکھڑا کیا۔ غیر مقلد مناظر کی حالت قابل دیدنی۔ اسپر کچھ ایسا رعب طاری تھا کہ ایک لفظ بھی منہ سے صحیح نہ نکلتا تھا۔ کیوں نہ ہو۔

گلس راجہ طاقت کہ باشا ہباز بہیجا در آید شود کینہ ساز

ہمیں سخت افسوس ہے کہ غیر مقلدین نے شیعوں سے اشتہار دلو کر اپنی ذلت کو المذاہف کر دیا۔ وہ خود جو چاہتے لکھتے مگر دشمنان اصحاب و ازواج رسول منکرین قرآن لقمہ باز شیعوں امداد نہ لیتے۔ غیر مقلدین نے شہادت اخوان شیعہ کا اشتہار دلو کر اس حقیقت کا انکشاف کر دیا کہ غیر مقلدین اور شیعہ کا چولی و اس کا ساتھ ہے اور مسائل و عقائد میں باہم کامل اتحاد رکھتے ہیں۔

ترک تعلیم کی برکت ہے یہ رفض و الحاد بغض اسلام ہے دونوں کی فقط اصل ہر دو

ہم پہلے اشتہار شیعہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ قولہ شیعہ کسی صداقت واقعی کا چھپا نا کسبیط بھی

جائز نہیں۔ لہذا ہم بغیر کم و کاست اصل واقعات پر کرتے ہیں۔ اقوال شیعہ اور اظہار صداقت۔

”ایں خیال است و محال است و جنوں“ شیعہ مذہب کا گمنان شہادت پر مجبور ہیں (۱) انکم

علی دین من کتمہ اعزہ اللہ اللہ و من اذا عہ اذلہ اللہ (اصول کافی ص ۲۱) من

اذا ع علیہنا حد یتنا سلبہ اللہ الا یمان (اصول کافی ص ۲۱) یعنی شیعہ کو حق چھپانے سے

عزت اور ظاہر کرنے سے ذلت ہوتی ہے اور کہ اشاعت حق کرنے سے ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

علماء اہل تشیعہ مذہب میں تفتیہ (جو مراد کذب ہے) بہت بڑا کار ثواب ہے (۱) (لادین لمن لا تقیۃ لہ ولا ایمان لمن لا تقیۃ لہ) رسول کا تقیہ یعنی جو تفتیہ نہ کرے (جھوٹ نہ بولے) وہ ہے دین اور بے ایمان ہے۔ (۲) تسعة اعشار الدین فی التقیۃ۔ دین کے نو حصے تقیۃ (جھوٹ) ہیں ہیں۔

پھر جن اصحاب کو مذہب یا یہ ہدایت دیکھی ہو کہ کبھی اہل با حق نہ کرنا ورنہ ذلت ہوگی۔ اُنکے کسی قول و اقرار کی کیا وقعت اور انکی شہادت کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ پیارے غیر مقلدین نے مشیخہ کو اپنی برادری قرار دیکر خواجہ کا گواہینہ لگا۔ اہل حق (احناف) کے خلاف شاہد عدل کے طور پر پیش کر کے اپنی ذلت چھپانے کی کوشش کی اور اُنکے سر امر خلاف واقعہ میان کو شہادت حقہ تعبیر کر کے بڑی شد و مد سے اشتہار دلوا دیا اور اپنے حرف سے اُسکو برقی پریس امرت سر میں (جہاں اپنا اشتہار چھپوایا) طبع کرانے کی ناحق رحمت اٹھائی ہے

کون سنتا ہے کہانی تیری ادیار غلط کیوں بغل میں لئے پھرتا ہے یہ طواغیظ ایک ایسا واقعہ جسکے سینکڑوں بیزار دل گواہ موجود ہوں اور جسکی شہرت ملک بھر میں پہنچ چکی ہو۔ چند اُترا غیر نکتہ خیرا۔ جھنڈ و فتویٰ جھوٹی شہادت سے کب چھپ سکتا ہے۔ قولہ۔ مناظرہ پہلے لکیریاں میں مقرر ہوا تھا۔ احناف پھر گئے۔ تفرقات ملت پر فریقین کا اقرار ہو چکا تھا۔ اور مناظرہ تحریری ہونا قرار پایا تھا۔ مگر حضی عالم نے انکار کر دیا۔ اقول۔ شرائط نامہ جو ہر دو مناظرین کی خط و کتابت کے طے ہوا۔ اس میں ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے۔ پھر مہت پوری تفتیہ باز کس ثبوت پر یہ بے کلی ہانک رہے ہیں۔ ”مدعی سنت گواہ چست“۔ قولہ۔ المحدث جماعت کے ساتھ ہمیں تازہ رنج ہے۔ چار پانچ سال کا عرصہ ہوا کہ ان سے مناظرہ ہوا تھا۔ اقول۔ چار پانچ سال کا عرصہ شیعوں کی اصطلاح میں تازہ بات ہوتی ہے۔ خوب۔ مگر یہ تو بتائیں کہ حنفی مناظرہ (راقم الحروف) سے تو آپکو کوئی رنج نہیں جس نے متعدد مناظروں میں شیعوں کی وہ خبر لی کہ اب کسی مشیخ مناظرہ کو سامنے آنیکا جو صلا نہیں پڑتا۔ تازہ بات ہے کہ ۱۵-۱۶۔ اگست کو الگوں تحصیل قصور میں مناظرہ قرار پایا تھا۔ شیعوں کو جب خاکسار کی آمد کا پتہ ملا تو انکے مناظر صاف انکاری ہو گئے۔ سچا یہ شیعیان الگوں کب میں نہیں دکھاسکتے علاوہ ازیں میری تصانیف آفتاب ہدایت وغیرہ نے تو شیعی دنیا میں تزلزل ڈال دیا ہے۔ کیا تمہارے غیر مقلد مناظر نے بھی رد مشیخہ میں کوئی رسالہ (دورقہ ہی ہی) اشائع کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ مہت پوری شیعوں نے اپنے مشہور مخالف (حنفی مناظر) کی مخالفت میں غیر مقلدین کا ساتھ دیا۔

۴۱  
 کہند، مجلس با مجلس سپردار و کبوتر با کبوتر باز با باز  
 قولہ۔ المحدث مناظر نے سات آیات اور تین احادیث اپنے ناجی ہونے کے ثبوت میں  
 پڑ ہیں جنہیں صاف لفظ نجات موجود تھا۔ چنانچہ آیت اول **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ**  
**عَلَىٰ تِجَارَةٍ تَخْذِكُمْ عَنْ آلِ بَيْتِكُمْ**۔ مولوی کرم الدین کسی آیت یا حدیث کا جواب دیکھے۔  
 اقول۔ کسی آیت یا حدیث میں لفظ نجات کے پایا جانے سے المحدثوں کی نجات کا کیا ثبوت؟ اور  
 آیت متذکرہ کو مسئلہ متنازعہ سے کیا تعلق؟ ان شیعہ حضرات تو قرآن سے شیعہ مذہب کی صداقت کا  
 ثبوت ان آیات سے دیا کرتے ہیں جہاں لفظ شیعہ آجائے۔ خواہ وہ مشرکین اور کفار کے حق میں ہی کیوں نہ  
 (۱) **إِنَّ الَّذِينَ فَتَرُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا كَانَتْ مِنْهُمْ فِي تَشْيِئِهِ (۲) لَنْتَرَكْتُمْ تَوَكُّعًا**  
**مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَهْلَهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَنِ عِتِيًّا**۔ پھر انکی اصطلاح میں کسی آیت میں لفظ  
 نجات آگیا تو غیر مقلد ناجی ہو گئے۔ یہ بریں عقل و دانش مبادیہ گریست۔ قولہ۔ دوسرے وقت  
 میں مولوی کرم الدین نے بارہ آیات پڑ ہیں جنہیں سے آیت اول **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا**  
**اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ**۔ و دیگر۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا**  
**مَعَ الصَّادِقِينَ** وغیرہ۔ مولوی محمد یوسف نے کہا کہ یہ آیات اطاعت اور اتباع پر دلالت  
 کرتی ہیں تقلید کا ان میں نام تک نہیں۔ اقول۔ شاہان شیعہ! آخر کچھ تو کہہ ہی دیا۔ والحق  
 ما استفدت به الاعلاء۔ یہ تو منہ مان لیا کہ حقیقی مناظر نے بارہ آیات سے اطاعت اولی الامر  
 (۳) **مُتَّبِعِينَ** اقتداء طریق صادقین و اتباع سبیل المؤمنین کا ثبوت پیش کر دیا۔ غیر مقلد نے صرف  
 یہ جواب دیا کہ ان آیات میں لفظ تقلید کا نہیں بلکہ اطاعت و اتباع کا ہے۔ واہ۔ کیا خوب  
 جواب ہے۔ مہید ہے کہ سجدہ المحدث غیر مقلد مناظر کی اس نکتہ آفرینی کی ضرور داد دیتے۔ یہ کچھ  
 نہ کہہ دیا کہ آیات میں **أئِمَّة** مجتہدین کے نام نہیں ہیں اسلئے تقلید ناجائز ہے۔ پھر تو ہمارا بھی حق  
 ہے کہ غیر مقلدین سے مطالبہ کریں کہ کسی ایک آیت میں المحدث کا لفظ دکھائیں نیز غزوہ  
 نبویؐ پھر غزوہ بدری غیر مقلدین کے ناجی ہونیکا ثبوت بنصرہ اسماء و حسین قرآن سے دکھائیں۔  
 عقل بڑی یا بھنیس۔ اتباع و اطاعت کو مفہوم تقلید سے الگ سمجھنا محمد یوسف ایسے مناظرین  
 کا کمال ہے۔ پس حد کر دی۔ قولہ۔ مولوی کرم الدین نے آخری تقریر میں اپنے سامعین پر اثر ڈالنے  
 کے لئے مشہور مقلدین کی فہرست پڑھنا شروع کر دی کہ غیر مقلدین میں کوئی ولی اللہ نہیں ہوا مقلدین  
 ہی ولی اللہ اور بزرگ ہوئے۔ حتیٰ کہ اولیاء کا منقلد ہونا بھی بیان کیا۔ اقول۔ پھر اسکا جواب غیر مقلد



مناظر نے کیا دیا۔ اسوقت غیر مقلدین کی حالت قابل دیدہ تھی جب دلائل سے بیان کیا گیا کہ جملہ محدثین حتیٰ کہ امام بخاری اور امام مسلم رحمہما علیہما بن ماجہ وغیرہ جامعین صحاح ستہ سب مقلد تھے اور نیز تمام ائمہ مفسرین اور اولیاء اللہ کا مقلد ہونا ثابت کیا گیا۔ اور غیر مقلدین سے مطالبہ کیا کہ تم بھی کوئی ایک آواز نام پیش کرو جو دل اسدا ناگیا ہو۔ اور غیر مقلد ہو۔ کوئی نظر نہ بچا۔ کوئی ہی ہی غیر مقلدین ایسے بہوت ہوئے کہ صدائے برخواست۔ اور انبیاء کو غیر مقلد سمجھنا ہی الجھڑی کا کام ہے۔ ایسا ہے تو قرآن سے آیت **وَأَن تَعْلَمَ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ** اور **أَذَلَّتْ الْذَنِينَ هَذَا يَهْدِي اللَّهُ فَبِهِدْ لَهْمَا فَتَنَ** اور **أَن تَعْلَمَ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ** اور **أَذَلَّتْ الْذَنِينَ** صادقین مومنین کی جماعت سے علودگی ہی منظور ہے تو نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنا بھی چھوڑ دو۔ جس میں جماعت نعم علیہم (صادقین و مومنین) کے طریق کی ہدایت کی دعا کی جاتی ہے۔ قولہ۔ مولوی کرم الدین نے تقلید کی تعریف نہ کی۔ **أَقُولُ** شیعہ! اگر دل میں کچھ لورا میاں ہے تو کھلت کہنا۔ کیا حنفی مناظر نے آیا مستلقہ قصۃ خضر و موسیٰ پڑھ کر تعریف تقلید اور اس کے وجوب پر روضی ذکر غیر مقلدین کو بہوت نہ کر دیا تھا۔ **أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ شَيْبَانٌ** قولہ۔ محمد یوسف نے کہا کہ میرا صاحب کی گیارہویں مشرک دیتے ہیں۔ اس پر شو جگیا۔ پھر محمد یوسف نے کہا کہ اسی پر بحث کرو گیارہویں دینا شرک ہے۔ **أَقُولُ**۔ تفتہ باز شیعہ نے میاں محمد یوسف کی اس حالت کو کیوں بیان نہ کیا جبکہ اس لفظ کے منہ سے نکلتے وقت مجلس مشتعل ہونے پر غیر مقلد مناظر کو جان کے لالے پڑ جانیکا اندیشہ ہو گیا تھا ہاں۔ ذرا وہی کلمات بتا دیئے ہوتے جو مولوی نواب الدین صاحب نے ہنٹر وکھا کر اخیر مذہب غیر مقلد مناظر کے حق میں استعمال کئے تھے۔ اور سر مجلس اس نے توبہ کر کے جان بچائی تھی۔ شیعہ ان مہت پور تفتہ پر عمل پیرا ہوتے اور صداقت کا خون کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یوسف نے کہا تھا کہ گیارہویں دینا شرک ہے۔ اسی مسئلہ پر بحث کرو۔ کیا ہی صداقت ہے جس کے اظہار کے لئے شیعہ ان مہت پور کھڑے ہوئے ہیں۔ کیوں نہ ہوئے کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جو اب ملائم تفتہ پہنے کیا تھا ہیں ثواب کا قولہ۔ دوسرے روز مولوی محمد یوسف صاحب نے کہا کہ اول وقت میں مسئلہ اقتدار پر اور دوسرے وقت میں مسئلہ فاتحہ خلف الامام پر بحث ہوگی۔ مولوی کرم الدین صاحب نے ملے۔ **أَقُولُ** بشرطاً طے شدہ میں مولوی محمد یوسف نے اپنے قلم سے مسئلہ تقلید کے بعد مسئلہ فاتحہ خلف الامام رکھا اور اس کے بعد مسئلہ اقتدار کو جگہ دی گئی۔ پھر اسکے خلاف اب یہ نئی ترتیب قائم کر نیکانکو کیا حق تھا اور یہ انکی طرف سے مناظرہ سے فرار تھا یا نہ؟ **الضاف! الضاف! الضاف!** قولہ۔ چوہدری عبدالکریم صاحب مدنی نے

کہا کہ میں جانتا ہوں کہ مولوی کرم الدین صاحب کا منشا و محض یہ ہے کہ آخری تقریر میں اودھ اور  
کی باتیں لگا کر مجلس پر اپنا اثر ڈالیں جیسا کہ آپ نے کل کیا۔ اقول۔ بہت پوری اخوان شیعہ  
اٹھے تو تھے اپنے برادر میاں یوسف کی حمایت کے لئے۔ لیکن اس سخن پر میں دیر وزہ بحث کا نتیجہ  
لکھ کر خانپوری غیر مقلدین کی شکست اور احناف کی فتح پر فخر کر دی کہ صدر صاحب نے سراجاں کہدیا  
کہ کل آخری تقریر میں حنفی مناظر نے مجلس پر اپنا پورا اثر ڈال دیا۔ کہیں آج بھی ایسا ہی نہ کریں  
کیا لطف جو غیر پردہ کھولے جاوودہ جو سر پر چڑھ کے بولے

شیعہ برادری کی اس شہادت اور صدر صاحب کے اس ریاکار کے بعد بھی خانپوری غیر مقلدین کہہ سکتے  
ہیں کہ مناظر کا جو اثر پچھلے روز مجلس لیکر اٹھی وہ احناف کے حق میں نہیں بلکہ غیر مقلدین کے حق میں تھا  
یہ صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے کہ خوشبو انہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے۔

قولہ۔ مولوی کرم الدین صاحب صدر صاحب کو الہدیت کی اعانت کا اتہام لگا یا اقول بیشک  
چوہدری عبدالکیم صاحب کو چونکہ وہ خانپوری الہدیت کے صدر انجمن ہیں اور اسی لئے انہوں نے  
انکی صدارت منظور کی تھی۔ انکی رعایت منظور تھی۔ جسکو حنفی مناظر کے علاوہ ساری مجلس نے محسوس کیا  
بلکہ انکے ایک بھائی بھی مجلس میں اس بارہ میں اُن سے جھگڑتے رہے لیکن وہ کیا کرتے مناظر تو الہدیت  
نے کرنا تھا جب ہر بات میں وہ فیمل ہوتے تو صدر صاحب کیا بد کر سکتے تھے۔ قولہ۔ صدر صاحب  
نے کہا کہ اگر میں ثالث ہوتا تو کل ہی الہدیت کے حق میں فیصلہ لکھ دیتا۔ اقول۔ یہاں پھر شیعہ  
اخران نے تفتیہ کا ثواب حاصل کیا ہے۔ صدر صاحب ہرگز ایسا نہیں کہا۔ یہ انہیں بالکل اتہام ہے  
بلکہ واقعہ یہ ہے کہ دوسرے روز صبح جب احناف میدان مناظرہ میں آئے اور ابھی غیر مقلدین آئے  
تھے تو احناف نے چوہدری صاحب کو کہا کہ غیر مقلدین کیوں لمبیٹ ہیں۔ کیا آئیگے بھی یا نہ؟ تو چوہدری  
صاحب نے فرمایا کہ کل جو انکی گت تھی ہے (یعنی جو ذلت مناظرہ میں ہمیں حاصل ہوئی ہے) اسید نہیں کہ  
آج آئیں اور بھی متعدد دشمن اس سے گفتگو میں انہوں نے احناف کی فتح اور غیر مقلدین کی شکست کا  
صاف الفاظ میں اظہار کیا۔

لہ شیعہ نے اودھ و نقیہ آخری تقریر میں حنفی مناظر کی کتاب انصاف مولفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی عبارت ذیل پر ہر سناٹا کیا کہ انکا  
جس غیر مقلدین کی آنکھیں کھول دیں اور ہمارے من کو معلوم ہو گیا کہ اچھل بندہ دستان میں کہ تقلید اہم عظیم گویا ترک شریعت اسلام جہاد حق  
جب جاہل آدمی مہتمم کے ممالک اور ماوراء النہر کے شہروں میں ہو۔ اور کوئی عالم شافعی اور مالکی اور حنبلی ان کو تو اپنے جہاد کہ تقلید اہم  
اور مقلدین کہ سناوے اور حرام ہے کہ نہ بنایا ملامت باہر نکالے کیونکہ اس صورت میں شریعت کا پھندا پڑی گا تو ان کا کمال کیا رہے گا اور انکا

# اشتراغیر مقلدین

غیر مقلدین کے اشتہار میں بھی تقریباً یہی باتیں ہیں جنکی تردید اور پوچھکی ہے۔  
اشتراغیر مقلدین کی ایک خصوصیت یہ کہ اشتہار کے عنوان کو انہوں نے

سیاہ مٹی لباس پہنا کر اپنی ذلت کا اشتیادی نشان دکھایا ہے۔ غالباً شیعہ اخوان کی سنت کے  
عالم بنے ہیں مضمون میں بھی سطر ۱۵ میں "فیا آسفی" کا لفظ لکھا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اسبقدر پر اکتفا  
نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ شیعہ برادری سے ملکر کسی امام بارہ میں جائیں اور حصول ذلت پر ماتم کریں اور خوب  
زور زور سے منہ پٹیں۔ اور سینہ کو بی کریں اور "فیا آسفی" پر ان الفاظ کا اضافہ کر لیں۔ "واویلاہ!  
واویلاہ! یا اے حسین کر بلا" شاید دل کو کچھ شکنیں ہو سکے۔ مولے اسکے کوئی علاج نہیں ہے۔

غیر مقلد کہتے ہیں کہ ہم مناظرہ کرنا نہیں چاہتے تھے۔ منصور پوری احباب کے اور پر مناظرہ کرنا پڑا۔  
اقول۔ غالباً شیعہ برادری کی صحبت کا اثر ہے کہ آپ بھی نفیہ سے کام لینے لگے۔ بتائیے پہلے  
کس ذیق نے ۱۹ مسائل والا اشتہار لکھ کر دنیا بھر کے احناف کو بالعموم اور اپنے علاقہ کے احناف  
کو بالخصوص مناظرہ کا چیلنج دیا تھا۔ پھر یہ کہنا کہ ہم مناظرہ کرنا نہیں چاہتے تھے کیا یہ ایک سیاہ جھوٹ  
نہیں ہے؟ قولہ۔ اس طرح ہم نہیں چاہتے تھے کی اپنی فتح کا اشتہار دیں۔ اقول۔ آپ کی فتح ہوتی  
تو ضرور اشتہار دینے میں سبقت کرتے۔ لیکن جب میدان میں ذلت اٹھا کر گئے تو اشتہار کیسے دیتے۔  
چونکہ فتح احناف کی ہوئی۔ انہوں نے اشتہار دیا۔ پھر آپ مجبوراً اٹھ پاؤں مارنے لگے۔ مگر جب سب  
حیلے کا رت گئے۔ نہ جبار المجہدیت نے کچھ امداد کی۔ نہ المجہدیت علماء ہی ہم فدا ہوئے تو شیعیان کے آستانہ  
پر نا صیہ فرسائی کی کہ تم ہی حق برادری ادا کرو۔ مگر انکا اشتہار بھی شکست کا اعلان کر رہا ہے قولہ  
یہ سننے میں آیا ہے کہ منصور پوری احناف پھر مناظرہ کے لئے آمادہ ہیں۔ اقول۔ احناف منصور پور  
جب خدا کے فضل سے پہلے ہی مناظرہ میں منظرہ منصور رہے ہیں تو انکو دوبارہ مناظرہ کی کیا ضرورت  
ہاں۔ اپنی شکست کا داغ و مونچکے لئے مکرر مناظرہ کے شائق ہوں تو بسم اللہ۔ اپنے کسی مسلم مشہور  
مناظر کو تیار کریں۔ یوسف کی قابلیت تو الم نشرح ہو چکی۔ اس سے مکرر مناظرہ مرے ہوئے کو مارنا ہے  
اگر کسی المجہدیت مشہور مناظر نے آپکی حامی بھری تو ہمیں در بیع نہ ہو گا۔ اب مناظرہ پنجاب کے صد مقام  
لاہور میں ہونا چاہئے۔ جرات ہے تو میدان میں آؤ۔

چونکہ مولوی محمد یوسف نے ۱۹ مسائل اشتہار میں لکھ کر احناف کو مباختہ کا چیلنج دیا ہے  
اس لئے ذیل میں چند مسائل غیر مقلدین بکوالہ کتب لکھے جاتے ہیں۔ "عو عن معاویہ  
مکہ نہ ارد۔



## تعاہد و عہد غیر مقلدین

اغیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ خدا جھوٹ بولنے پر قادر ہے (صیانت الایمان)  
مولفہ شہود الحق شاگرد مولوی نذیر حسین (دہلوی) ۳۔ انکا عقیدہ ہے کہ خدا اقا

عش پر بیٹھا ہے۔ کرسی چر چر کرتی ہے۔ (رسالہ الاحوالہ فصل نہم مولفہ نواب صدیق حسن خان بھوپالوی)  
۴۔ انکا اعتقاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اسبقہ تعظیم ہے جسقدر بڑے بھائی کی (تقویہ الایمان)  
۵۔ مولفہ مولوی سہیل ۴۔ یہ کہ ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا۔ نبی ہو یا رسول۔ اللہ کی شان کے آگے چام سے  
بھی ذلیل ہیں۔ (کتاب التوحید ص ۵)۔ یہ کہ نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا خیال  
آنا بیل اور گدھے کے خیال سے بھی برا ہے (صراط مستقیم ص ۴)۔ یہ کہ جو شخص انبیاء و اولیاء کو  
پکارے اور انکو سفارشی سمجھے۔ گو انکو اللہ کا نبی اور مخلوق ہی سمجھے شرک میں وہ ابوجہل کے برابر ہے۔  
(تقویہ الایمان ص ۱)۔ یہ کہ جو شخص کسی ولی بزرگ کے نام سے کوئی جانور ذبح کرے وہ سوڑ جیسا حرام  
اور زنج کرنا والا ملعون ہے (تقویہ الایمان ص ۲)۔ ان کے پیشوا عبد الوہاب کا قول ہے کہ میری  
لاٹھی محمد سے بہتر ہے (معاذ اللہ) (ادع بلزہن ص ۱)۔ اور یہ کہ روضہ نبی بڑا بت ہے مجھے قدرت  
ہو تو اسے گرا دوں (ادع بلزہن ص ۱)۔ انکا اعتقاد ہے کہ انبیاء و اولیاء تابع اور ناکارے ہیں (تقویہ الایمان)  
اغیر مقلدوں کے نزدیک بڑے آدمی کا بول و براز گتے کا لعاب اور رینڈ اور خون حیض اور گورتن خنزیر  
پلید ہے۔ انکے ماسوا میں خلاف ہے اور اصل طہارت ہے (در ہیئہ شوکانی) گویا انکے نزدیک گتے کا  
موت۔ گھوڑے۔ خچر بندر۔ بچہ۔ بھیل۔ یا۔ بلی۔ بٹیر و شیر و حیوانات کا بول و براز۔ چربی۔ خون۔ مٹی۔ شراب  
وغیرہ سب چیزیں پاک ہیں۔ ۱۲۔ انکے نزدیک پانی ذلیل ہو یا کثیر نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں  
ہوتا۔ جب تک رنگ و مزہ نہ بدلے (در ہیئہ ص ۲) تو گویا ایک بوتل پانی میں چار قطرے پتیاں  
یا شراب یا مٹی وغیرہ کے پڑ جائیں اور اس سے رنگ و بو اور مزہ میں فرق نہ پڑے تو غیر مقلد اسکو  
استعمال کر سکتا ہے ۱۳۔ اغیر مقلدوں کے مذہب میں پانی قلعتین (دو سنگیزہ) کے برابر ہو تو تجارت  
پڑنے سے ناپاک نہیں بلکہ حاجب تک کوئی صفت نہ بدلے (گویا جس گنوٹ میں کتنا بٹایا سوڑ  
پڑ جائے۔ اگر اوصاف ثلاثہ سے کوئی نہ بدلے تو اغیر مقلدین اسکا پانی پینے اور وضو کے لئے استعمال  
کر سکتے ہیں) ۱۴۔ انکے مذہب میں بڑی عمر و لامل و خواہ ڈاڑھی ہو گھٹا ہو بڑی عمر و ملی عورت کا  
دودھ پی سکتا ہے (چرخ خوش) (در ہیئہ ص ۱)۔ ۱۵۔ انکے نزدیک اگر امام جنبی ہو۔ یا کپڑا پلید ہو۔  
یا کوئی فرض چھوٹ گیا ہو۔ یا وضو ٹوٹ گیا ہو۔ تو صرف امام کی نماز فاسد ہوگی۔ معتقدین کی نماز کو  
کچھ غفل نہ ہوگا (فتح المفیت ص ۱)۔ انکے نزدیک محض علیہ الصلوٰۃ والسلام حیات النبی نہیں۔



بلکہ کر مٹی ہو گئے ہیں (تقریر الایمان) ۱۷۔ انکے نزدیک شادیوں میں گانا پانا جائز ہے بجا ہا ہا جرت و ہلا جرت جائز ہے (اجارہ مجریث ۲، رمضان ۱۳۲۳ھ) ۱۸۔ انکے نزدیک وظیفہ یا رسول اللہ شرک و بدعت ہے ہر قسم کا ۱۹۔ انکے مذہب میں رضا کی بابت کی منکوحہ عورت پسر رضیع پر حلال ہے (اجارہ مجریث ۱۸، فروری ۱۳۲۳ھ) ۲۰۔ انکے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار مبارک سفر کر کے دیکھنا ایسا گناہ ہے جیسا کہ بغل کا دیکھنا (مراد مستقیم جلد)۔

پھر ایسے حالات میں جو اصحاب غیر مقلدین کی امامت اور انکی اقتدار میں نماز پڑھنے کے متعلق استفسار کرتے ہیں وہ خود سوچ لیں کہ ایسی طہارت اور ایسے عقائد کا امام کے پیچھے نماز کیسے جائز ہو سکتی ہے۔ ہذا۔ والسلام۔

سابقہ  
حاکم ابوالفضل محمد کرم الدین عفی عنہ از رحین۔ فیصل چکوال ضلع حلیم

پیر ظہور صاحب کی تبلیغ  
پیر ظہور صاحب نے اپنے ایک رسالہ میں جس میں چند گیت لکھے ہوئے تھے۔ ایک فتویٰ لکھا تھا۔ کہ قائلین ہمارے بلا اشتہار کا فرہیں۔ چونکہ یہ ایک بہت بڑا حملہ ان بزرگان دین خاندان چشتیہ و غیرہ کے خلاف تھا اچھو از سماع کے قائل ہیں، اسلئے اس کی تردید میں ہم نے ایک مختصر رسالہ موسوم بر ہدایت الاصفیاء رشتہ کیا، جس میں ہدایہ اور شریفانہ لہجہ میں پیر صاحب کو مخاطب کر کے تفہیم کی گئی کہ آپ اپنے اسے خود اور بلا دلیل فتویٰ سے رجوع کر کے بندگان دین سے جنگی بلا و جہر دل آزاری کی گئی ہے، معافی مانگ لیں، چنانچہ علماء اپنے اپنے ایسے یہود و فتویٰ پر خط تنسیخ بھیج کر نو ایڈیشن رسالہ مذکورہ سے وہ فتویٰ نکال ہی دیا لیکن پھر بڑی دیدہ دلیری اور شجاعت سے ظہوری جنتری میں ہماری نہایت شوقیانہ اور غیر مہذبانہ الفاظ استعمال کر کے اپنی شرافت کا ثبوت دیا، اول اس میں یہ ڈینگ لگائی گئی کہ ہم نے اس کی تردید میں ایک رسالہ لکھ دیا ہے جس پر پانچوں علماء کے دستخط ہیں، لیکن جب وہ تردیدی رسالہ موسوم ظہور حقیقت منصفہ ظہور میں آیا تو ہمارے تعجب کی کوئی انتہاء نہ رہی کہ پیر صاحب بالقباس رسالہ کی شاعت کیلئے ایک معمولی حیثیت کے گناہم شخص مولوی محمد حسین نامی کے منت کش ہوئے ہیں۔ اگر قابلیت کلیہ حال تھا تو پہلے بزرگان دین کے خلاف فتویٰ تکفیر لکھنے کی کیوں جرأت کی، پیر صاحب نے طباعت رسالہ کے بعد ہمارے بعض اجاب کے خط و کتابت کر کے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ اب آئندہ کیلئے اس سلسلہ کو ترک کیا

جائے، لیکن آپ کے اخیر مولوی محمد حسین نے، میں جو بیچ مناظرہ بھی دیدیا ہے اور جو الفاظ ہماری نسبت اس  
 رسالہ میں استعمال کئے گئے ہیں۔ وہ ہرگز قابلِ برداشت نہیں ہیں معلوم نہیں کہ اس مچھول الحال ملا کو  
 ہمارے ساتھ کب خدا واسطہ کا ٹیڑھا، کہ بقول شخصے، تم کون ہو ہم خواہ مخواہ، ہم سے الجھنا پسند کیا  
 ہے۔ بہر حال ہم ایسے گمنام کم حیثیت شخص سے مناظرہ نہ کیا اس سے مخاطب ہونے میں بھی اپنی ہتک سمجھتے  
 ہیں۔ البتہ سچی کو بیچ کرتے ہیں کہ بیشک پہلے سے ہیں، اور کسی ایسی جگہ میں جو آپ کے حلقہ اثر سے خارج  
 ہو کھلے میدان میں ہم سے اس مسئلہ میں مناظرہ کر لیں، اور اگر خود بدولت اسکے اہل نہیں ہیں، کو کسی  
 مشہور مولوی کو جس کو دنیا چانتی ہو میدان میں اپنے ہمراہ لائیں، ہم جانتے ہیں کہ تصنیف سالہ صرف  
 اس ننگر الحال پر اسے نام مولوی کا کام نہیں بلکہ کوئی معشوق ہے اس پر وہ نگاری میں پس پر وہ  
 کوئی چھپے رستم مولوی صاحب کے کام کرتے ہے ہیں، انکو پر وہ سے نکال کر میدان میں لانا چاہیے۔  
 رسالہ میں کیا کچھ ہے، ہر ایک ذی علم اسکو پڑھ کر سمجھ سکتا ہے، کہ ہمارے دلائل کی کوئی تردید نہیں کی  
 جاسکتی، بلکہ تصنیف سالہ بہانہ کب بے بس ہوا ہے، کہ نجات المؤمنین النور بارک اللہ اور النور علیہ  
 کے آیات سے استدلال کیا گیا ہے اور دھرتیا سینرل سے تفسیر حسینی کا انتخاب کیا گیا ہے جس سے شیعہ حضرات  
 بھی ہنسک کیا کرتے ہیں، واہ چرخوش، اور بجائے پان سو علماء کے فرضی طور پر اکثر ایسے حضرات کے نام لکھتے  
 ہیں جو مدت سے اس دنیا بے ثبات سے رخصت ہو چکے ہیں، اہل مولانا قطبی شاہ صاحب کی ہنرمندی دکھائی  
 گئی ہے، مولانا ممدوح سے چکوال میں ملاقات ہوئی، تو وہ صاف فرماتے لگے کہ ہم نے ہرگز سالہ نہیں  
 دیکھا، اسکی تصدیق کی ہے، یہ ایک بہت بڑی جھلساوی ہے، جو ہر ظہور سے عمل میں آئی ہے  
 وقفس علیٰ هذا، بہر حال ہم نہایت بے صبری سے منتظر رہیں گے، کہ کس وقت پیر صاحب  
 میدان میں نکلتے ہیں، نئی الحال ہم ان کی شاعرانہ قابلیت اور فطری داوی اغلاط کو نظر  
 نہیں کرتے، جو ہرجی سے معمولی بنگالی اشعار میں سرزد ہوئے ہیں، البتہ میدان میں جلوہ آرا  
 ہونے پر یہ سب حقیقت بے نقاب ہو جائیگی۔ والسلام۔

راق  
 خاکسار۔ ابو الفضل۔ محمد کرم الدین عفی عنہ بھیجیں تحصیل حوال  
 ضلع جہلم۔ مورخہ ۲۲ جون ۱۹۳۲ء

# مسلک دبیر پر مخرفین کے پیدا

## کیے گئے شبہات کا ازالہ

کیا مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے

دیوبندی مسلک قبول کر لیا تھا؟

مولف: میثم عباس قادری رضوی

مناظر اسلام ابو الفضل مولانا کرم الدین دبیر 1853ء میں بھیں مضافات جہلم میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ساری زندگی باطل فرقوں (وہابی، شیعہ، مرزائی، چکڑالوی وغیرہ) کی تردید کرتے گزری۔ باطل فرقوں کے رد میں متعدد تصانیف لکھیں جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔ آفتاب ہدایت، تازیانہ عبرت، مناظرات ثلاثہ، صداقت مذہب نعمانی، پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ، السیف المسلول، تازیانہ سنت اور فیض باری وغیرہ۔

مولانا کرم الدین دبیرؒ کی وفات 1946ء میں ہوئی۔ مولانا کی وفات کے بعد ان کے بیٹے قاضی مظہر حسین دیوبندی نے یہ مشہور کر دیا کہ مولانا کرم الدین دبیر نے اپنا مسلک تبدیل کر کے دیوبندی مسلک اختیار کر لیا تھا۔ حالانکہ یہ بات سراسر خلاف واقعہ اور جھوٹ پر مبنی ہے۔ اس تحریر میں دیوبندیوں کے اس جھوٹ کا پول کھولا جائے گا۔

## مولانا کریم الدین دبیر کے متعلق ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کے دو جھوٹ

کذاب زماں ڈاکٹر خالد محمود مانچسٹروی دیوبندی نے مولانا کریم الدین دبیر کے متعلق یہاں تک لکھ دیا کہ

”آپ سیدھے دیوبند پہنچے اور اکابر دیوبند کی خدمت میں حاضری دی اور اپنے بیٹوں کو تعلیم کے لیے ان کے سپرد کیا“ (مطالعہ بریلویت جلد 4 صفحہ 357 مطبوعہ دارالمعارف اردو بازار لاہور)

اس عبارت میں خالد محمود دیوبندی کذاب نے دو جھوٹ بولے ہیں کہ

(1) مولانا کریم الدین دبیر دیوبند پہنچے اور اکابر دیوبند سے ملاقات کی۔

(2) اپنے بیٹوں کو تعلیم کے لیے ان کے سپرد کیا۔

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کذاب کے پہلے جھوٹ کا رد مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے بھی کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ

”یہاں علامہ صاحب دامت برکاتہم کو تسامح ہوا ہے کیونکہ مولانا کریم الدین دبیر دارالعلوم دیوبند نہیں جا سکے تھے اور نہ ہی آپ کی ملاقات مولانا حسین احمد مدنی سے ہوئی تھی“ (احوال دبیر صفحہ 67 ناشر گوشہ علم H-1-182 وپڈا ناؤن لاہور)

لیکن اس کتاب کے دوسرے جھوٹ کے متعلق لب کشائی نہ کی جس میں خالد محمود دیوبندی نے بیٹوں کا لفظ لکھا کیونکہ دوسرے بیٹے کا ذکر تو مولانا کریم الدین دبیر کے مسلک کے بارے میں سب سے پہلے جھوٹ بولنے والے شخص قاضی مظہر حسین دیوبندی نے بھی نہیں کیا۔

چاہیے تو یہ تھا کہ قاضی مظہر حسین دیوبندی و ہمنوا مولانا کریم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تحریر پیش کرتے جس میں ان کی یہ وضاحت ہوتی کہ میں نے اپنا مسلک اہلسنت وجماعت تبدیل کر کے دیوبندی مسلک کو قبول کر لیا ہے۔ لیکن قاضی مظہر حسین دیوبندی اور مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی یہ تحریر پیش نہ کر سکے۔ مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے ”احوال دبیر“ کے باب سوم بنام ”مولانا کریم الدین دبیر کا ابتدائی مسلک و مشرب“ میں مولانا کریم الدین دبیر کو اپنا ہم مسلک ثابت کرنے کے لیے دجل و فریب سے کام لیا ہے۔ جس کی تفصیل آپ اگلے صفحات میں ملاحظہ کریں گے۔



## مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ کو دیوبندی قرار دینے کی وجوہات:

”مولانا کرم الدین دیر نے اپنے دور میں مرزائیت، رافضیت اور وہابیت سمیت دیگر موجود قوتوں کی سرکوبی کی۔ مرزائیت کے رد میں وہ تاریخی کارنامہ سرانجام دیا کہ مرزا قادیانی کو اس کے آقا یا نفعتم (یعنی انگریز) کی عدالت میں بھی ذلیل و رسوا کیا اور امت ابن سہا یہودی (یعنی شیعہ) کا بھی زیروست علمی محاکمہ ”آفتاب ہدایت“ ”السیف المسلول“ ”فیض جاری در رد قریہ داری“ وغیرہ کی صورت میں کیا چونکہ مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ کی یہ خدمات تاریخ میں منہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں اس لیے مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ کے بیٹے قاضی مظہر حسین دیوبندی نے ان کی وفات کے بعد بغیر کسی ثبوت کے مولانا کرم الدین دیر کو دیوبندی مشہور کر دیا جو کہ سراسر جھوٹ اور کذب بیانی پر مشتمل ہے یہ کوئی نئی بات نہیں وہابی دیوبندی اس سے پہلے بھی یہ اہل سنت کے کئی بزرگوں کو اپنے کھاتے میں ڈال چکے ہیں انکی کچھ مثالیں ذیل میں درج کی جا رہی ہیں وہ ملاحظہ کریں۔

### مثال 1:

حضرت علامہ مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے اپنی کتاب ”وسیلہ جلیلہ“ میں محمد بن عبد الوہاب اور مولوی اسماعیل دہلوی قاتل کا خوب رد کیا ہے میرے پاس یہ کتاب مطبع مصطفائی واقع محمود نگر لکھنؤ کی شائع کردہ ہے جسے صفحات کی تعداد 184 ہے اس کے علاوہ حضرت مولانا وکیل احمد سکندر پوری علیہ الرحمۃ نے امام الوہاب یہ ہند مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ”ایضاع الحق“ کا رد بھی بنام ”اصباح الحق الصریح“ لکھا۔ لیکن 2011 میں پیر جی ستب خانہ محلہ گوبند گڑھ غنی نمبر 8 مکان نمبر C/36 کالج روڈ گوجرانوالہ سے دیوبندیوں نے حضرت مولانا حکیم وکیل احمد سکندر پوری رحمۃ اللہ علیہ کی غیر مقلدین کے رد میں لکھی گئی کتاب ”نصرۃ المجتہدین“ شائع کی ہے جس کے پتھل پر ان کے نام گرامی کے ساتھ ”ناصر الملتہ والدین“ کا لقب اور رحمۃ اللہ علیہ کے دعائیہ کلمات کی علامت، ”بھی لکھی گئی ہے۔ مزید لطف کی بات یہ ہے کہ اسی کتاب ”نصرۃ المجتہدین“ کے صفحہ 222 تا 227 تک مسئلہ بدعت میں دیوبندی وہابی موقف کا رد موجود ہے۔ اس کا ردوائی کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ناواقف لوگ جب ان کی یہ کتاب دیکھیں تو وہ یہی سمجھیں کہ یہ کسی دیوبندی عالم کی تصنیف ہے۔

### مثال نمبر 2:

مولوی نور محمد مظاہری دیوبندی کی کتاب تکفیری افسانے جو کہ ”بریلوی فتوے“ کے نام سے بھی لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔ کچھ عرصہ قبل دیوبندیوں نے پھر اس کا نام تبدیل کر کے ”رضا خانیوں کی کفر سازیاں“ کے نام

سے تحفظ نظریات دیوبند کا دیوبند کراچی سے اضافہ جات کے ساتھ شائع کیا اس کتاب کے صفحہ 258 پر علمائے دیوبند کی فہرست میں "حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی" کا نام بھی شامل ہے جبکہ حضرت مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے علمائے دیوبند کی گستاخانہ عبارات کے رد میں لکھی گئی کتاب "محاسن الحرمین" کی تائید کرتے ہوئے اس پر تقریظ لکھی۔ شیخ الدلائل حضرت مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی نے امام المناظرین حامی سنت ماحی بدعت حضرت علامہ مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ کی کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" (جو کہ مولوی رشید احمد گنگوہی، دیوبندی و مولوی خلیل احمد اٹکھوی دیوبندی کے رد میں لکھی گئی ہے) پر بھی تقریظ لکھی ہے اسکے علاوہ حضرت مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی نے میلاد شریف کے اثبات میں "الدر المنظم" کتاب بھی لکھی تھی لیکن ان حقائق کے باوجود بھی دیوبندیوں نے ان کو علمائے دیوبند میں شمار کیا۔

### مثال نمبر 3:

مولوی نور محمد مظاہری کی اسی کتاب "رضا خانیوں کی کفر سازیاں" کے صفحہ 158 پر فاتح عیسائیت حضرت علامہ مولانا مولانا رحمت اللہ کیرانوی کو بھی علمائے دیوبند میں شمار کیا گیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام المناظرین فاتح مذاہب باطلہ حامی سنت ماحی بدعت حضرت علامہ مولانا غلام دستگیر قصوری کی کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" پر تقریظ لکھی ہے اس تقریظ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "میں صاحب مولوی رشید کو رشید سمجھتا تھا مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے جس طرف آئے اس طرف ایسا تعصب برتا کہ اس میں ان کی تقریر اور تحریر دیکھنے سے رومٹا کھڑا ہوتا ہے" (تقدیس الوکیل صفحہ 415 ناشر نوری کتب خانہ داتا دربار مارکیٹ لاہور) ان کی رد عیسائیت میں لکھی گئی دو کتب "ابجاز عیسوی" اور "اظہار الحق" کو بھی دیوبندیوں کے ادارہ اسلامیات 190 انارکلی لاہور نے شائع بھی کیا ہے۔ تاکہ وہ دنیا کو دھوکہ دے سکیں کہ رد عیسائیت میں یہ عظیم کارنامہ دیوبندی عالم نے سرانجام دیا ہے۔

### مثال نمبر 4:

حضرت علامہ مولانا آل حسن مہبانی رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہابیوں کے رد میں "تنقیح العبادات" نامی کتاب لکھی جس میں اہل سنت اور وہابیہ کے اختلافی مسائل میں وہابیہ کا رد کیا لیکن دیوبندیوں کے نام نہاد PHD "محقق" خالد محمود مانجھڑوی نے مولانا آل حسن مہبانی رضوی کی رد عیسائیت میں لکھی گئی "کتاب الاستفسار" شائع

کروائی اور اس کے شروع میں مقدمہ کے اندر ان کے مسلک کے بارے میں مغالطہ دینا چاہا اور خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے ”تنقیح العبادات“ کے متعلق یہ ذکر ہی کرنا گوارہ نہ کیا کہ مولانا آل حسن نے اس میں اسماعیل دہلوی اور سید احمد کار دیکھا ہے۔

### مثال نمبر 5:

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے اپنی کتاب ”سیف چشتیائی“ مطبوعہ مطبع مصطفائی کے صفحہ 97، 98 پر دیوبندیوں کے بزرگ محمد بن عبد الوہاب کو مسئلہ کذاب، اسود غنسی اور مرزا قادیانی کی صف میں شمار کیا ہے نیز اپنی ایک اور کتاب میں اسماعیل دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں کہ ”الحاصل بتوں اور کاطلین کے ارواح میں فرق واضح ہے اور امتیاز غالب ہے پس جو آیات بتوں کے متعلق وارد ہیں ان کو انبیاء و اولیاء صلوٰات اللہ وسلامہ علیہم پر حمل کرنا یہ قرآن مجید کی تحریف ہے جو فتح تحریف ہے اور یہ دین کی بہت بڑی تخریب ہے جیسا کہ تقویۃ الایمان کی عبارتوں میں ہے“ (”اعلاء کلمۃ اللہ“ صفحہ 113 بارہم 1985 مقام اشاعت گولڑا شریف ضلع راولپنڈی) لیکن اس کے باوجود دیوبندی انہیں اپنا ہم مسلک لکھتے ہیں جیسا کہ اکبر شاہ بخاری دیوبندی کی کتاب ”تذکرہ مشائخ دیوبند اور دیگر کتب دیوبندیہ۔“

### مثال نمبر 6:

امام المناظرین فاتح مذاہب باطلہ حضرت علامہ مولانا غلام دہگنہ قصوری کو غیر مقلد و ہابیوں نے اپنے علماء میں شمار کیا ہے مولوی محمد مقتدی اثری عمری نے ایک کتاب بنام ”تذکرہ المناظرین“ مرتب کی ہے فہرست تذکرہ المناظرین حصہ اول (ب) میں صفحہ 4 پر اور کتاب کی جلد اول کے صفحہ 217 تا 219 حضرت مولانا غلام دہگنہ قصوری کا ذکر موجود ہے یہ کتاب غیر مقلد و ہابی علماء کی مصدقہ ہے جن میں مولوی رئیس ندوی شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ بنارس انڈیا اور غیر مقلدوں کے مشہور مورخ اہل حق بھی نمایاں ہیں اس کے علاوہ مشہور و ہابی مولوی صفی الرحمن مبارکپوری نے بھی اپنی کتاب میں مولانا غلام دہگنہ قصور علیہ الرحمۃ کو اہل حدیث علماء میں شمار کیا ہے مولوی صفی الرحمن مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں کہ ”مولانا غلام دہگنہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ موصوف بھی قادیانی فتنے کا مقابلہ کرنے والوں کی صف اول میں تھے آپ کا شمار پنجاب کے ممتاز علمائے اہل حدیث میں ہوتا تھا (قادیانیت اپنے سینے میں صفحہ 253 ناشر مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور) مولانا غلام دہگنہ قصوری نے غیر مقلد

وہابیوں کے خلاف کتابیں لکھیں جن میں ”ابحاث فرید کوٹ“ نصرتہ الایرانی جواب الاشہار“ اور ”رد کفریت“ وغیرہ۔ نامی کتابیں شامل ہیں اسکے باوجود غیر مقلد وہابی علماء کا انہیں اپنے کھاتے میں ڈالنا بے شری و بے حیائی ہے۔

قارئین کرام کے سامنے یہ 6 مثالیں بیان کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ باطل فرقوں کی یہ روش صرف مولانا کرم الدین دبیر کے بارے میں ہی نہیں بلکہ مندرجہ بالا ذکر کردہ علماء اہلسنت کو بھی انہوں نے اپنے غم میں شمار کرنے کی کوشش کی ہے اختصار کے پیش نظر صرف 6 امثلہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں ورنہ تو ایسی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

**مولانا کرم الدین دبیر کے نزدیک دیوبندی اکابرین کا فر و مرتد اور مشرکین سے بڑھ کر گستاخ ہیں:**

☆ امام المناظرین فاتح دیوبندیت شیر پیچہ اہلسنت مولانا شمس علی خان لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”الصوارم الہندیہ“ پر مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر ان الفاظ میں موجود ہے ملاحظہ کریں۔

”باسمہ سبحہ حسام الحرمین میں جو کچھ لکھا ہے عین حق ہے۔ دیوبندی جن کے سرگروہ خلیل احمد و رشید احمد ہیں نجدی گروہ معتین محمد بن عبد الوہاب نجدی سے بھی زیادہ خطرناک ہیں کیوں کہ نجدی تو پہلے ہی مسلمانان مقلدین سے الگ تھلگ ہو گئے۔ مسلمانوں کو ان کے عقاید خبیثہ سے آگاہی ہو گئی اور ان سے بختاب ہو گئے لیکن دیوبندی حنفی وہابی منافق مسلمانوں سے شیر و شکر جو کر گویا حلوے میں زہر ملا کر ان کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اعاذ باللہ منہم اور اب تو ابن سعود نجدی کے مداح بن کر عملاً مسلمانوں سے انہوں نے علیحدگی اختیار کر لی ہے بہر حال نجدیوں اور دیوبندیوں کے دلوں میں خدا اور رسول خدا کی کچھ عظمت نہیں ہے امکان کذب باری کے قائل ہو کر انہوں نے تو بین باری تعالیٰ کے جرم کا ارتکاب کیا۔ حضور ﷺ کی تنقیص شان میں مشرکین سے بھی بڑھ گئے۔ حضور ﷺ کا علم معاذ اللہ حیوانات اور جانین کی طرح اور شیطان کے علم سے کم بتایا۔ میلاد النبی کو کھنکھیا کے سوا کچھ سے تشبیہ دی اور میلاد کرنے والوں کو مشرک کہا۔ آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولده والناس اجمعین اور چوں کہ ان لوگوں کے دلوں میں حب رسول ﷺ کا ذرہ بھی موجود نہیں اس لیے یہ خارج از اسلام اور کافر ہیں۔ جب کہ علمائے حرمین و شریفین یہ



میں مفصل فتویٰ ان کی نسبت صادر ہو چکا ہے والسلام خاکسار ابوالفضل محمد کرم الدین عفا اللہ عنہ از ہمیں تحصیل چکوال ضلع جہلم۔“

الجواب صحیح احمد دین واعظ الاسلام از بادستہائی ضلع جہلم

الجواب صحیح محمد فیض الحسن عفا عنہ (مولوی فاضل) مدرس عربی گورنمنٹ ہائی اسکول چکوال ضلع جہلم

(الصورم الہندیہ صفحہ 69، 70 مطبوعہ النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

مولانا کرم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ کی اس تقریظ پر تبصرہ کی ضرورت نہیں انصاف کی نظر سے پڑھنے والے پر روز روشن کی طرح واضح ہو گا کہ مولانا کرم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی اکابرین کی گستاخیوں سے متصف تھے اور ان کو کافر و مرتد سمجھتے تھے حتیٰ کہ انہیں تمام فتنوں سے بڑھ کر فتنہ سمجھتے تھے اور زندگی بھر مولانا کرم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ اسی موقف پر قائم رہے۔

☆ مولانا کرم الدین دیر کے نزدیک امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کے قائل دیوبندی گستاخ ہیں:

مولانا کرم الدین دیر اپنی کتاب ”صداقت مذہب نعمانی“ میں عقائد و عملیات وہابیہ کے تحت لکھتے ہیں ”وہابیوں کا مذہب ہے کہ خداوند کریم جھوٹ بولنے پر قادر ہے“ (معاذ اللہ) (حیاتیہ الایمان ص 5 مولف شبود الحق شاگرد مولوی نذیر حسین دہلوی) (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 17 مطبع سراج المطابع جہلم)

قارئین کرام! یہی عقیدہ دیوبندیوں کا بھی ہے جیسا کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے یک روزہ صفحہ فارسی صفحہ 17 (مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان) مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ صفحہ 210، 211 اور صفحہ 227 (مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب، دکان نمبر 2 اردو بازار کراچی)

مولوی محمود الحسن دیوبندی نے ”الجدد المقتل“ صفحہ 132، صفحہ 146 میں (مطبوعہ مکتبۃ الشیخ 445/3 بہادر آباد کراچی 5) تیرہ شخص دیوبندی نے ”تذکرۃ الخلیل“ صفحہ 132، صفحہ 146 میں (مطبوعہ مکتبۃ الشیخ 445/3 بہادر آباد کراچی 5)

مولوی سرفراز خان صفدر لکھنؤوی دیوبندی نے ”تنقید متین“ صفحہ 172 (مطبوعہ انجمن اسلامیہ گلکھڑ گوجرانوالہ طبع) مولوی خالد محمود مانچستری دیوبندی نے ”مطالعہ بریلویت“ جلد اول صفحہ 334 (مطبوعہ دارالمعارف اردو بازار لاہور) اور مولوی محمود عالم صفدر ناکڑوی دیوبندی نے ”انوار اللہ صفدر“ جلد دوم صفحہ 374 (مطبوعہ اتحاد اہل

السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا) میں امکان کذب باری تعالیٰ کو درست تسلیم کیا ہے۔ لہذا امکان کذب کے قائل دیوبندی مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمہ کے نزدیک گستاخ ثابت ہوئے۔

**مولانا کریم الدین دبیر کی طرف سے مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی گستاخانہ عبارت کا رد:**

☆ مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے صداقت مذہب نعمانی میں مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی گستاخی ان الفاظ میں نقل کی ہے۔

”یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے علم غیب کی کیا خصوصیت ہے ایسا علم غیب تو زید عمر مکر بلکہ ہر لڑکے اور بچوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے (حفظ الایمان مولفہ اشرف علی صفحہ 7)“ (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 18 مطبع سراج المطابع جہلم)

**مولانا کریم الدین دبیر کی طرف سے مولوی خلیل احمد امیٹھوی و مولوی رشید احمد گنگوہی کا رد:**

☆ مولانا کریم الدین دبیر مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد امیٹھوی کی مشترکہ کفریہ عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کا علم ملک الموت و شیطان العین سے بھی کم ہے جو اس کے خلاف کرے وہ مشرک ہے (براین قاطعہ صفحہ 76، 77) (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 18، 19 مطبع سراج المطابع جہلم)

**خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری کی کتاب ”دیوبندیوں کے عقائد کا کچا چٹھا“ پر مولانا کریم الدین دبیر کی تصدیق:**

☆ خلیفہ اعلیٰ حضرت ابوالبرکات علامہ سید احمد قادری علیہ الرحمہ نے دیوبندیوں کے گستاخانہ عقائد کے رد میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام ”دیوبندیوں کے عقائد کا مختصر کچا چٹھا“ ہے اس رسالے کے آخر میں دیگر علماء کے ساتھ مولانا کریم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق بھی موجود ہے۔ جس میں مولانا کریم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھا ہے کہ ”محمد کریم الدین عفا عنہ متوطن ہمیں ضلع جہلم“ (دیوبندیوں کے عقائد کا کچا چٹھا صفحہ 14 مطبوعہ مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور رسالہ نمبر 13)

”اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ غار میں جو اسرار حضور انور مشاہدہ فرما رہے تھے ان کے مشاہدہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی شریک فرمایا اور آنکھوں کو دست مبارک سے مس فرمایا تو سب کچھ نظر آنے لگا پھر آپ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ بے شک تو صدیق ہے جب حضور علیہ السلام کے دست مبارک نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے چہرہ کو منور فرمایا اور کشف اسرار غیبیہ ہوا تو پھر اس چہرہ کو نابود و زخ سے کیا خطرہ جبکہ ایک رومال دست مال جو انس کو عنایت ہوا تھا آگ میں ڈالتے تو پہلے سے زیادہ صاف و شفاف نظر آنے لگتا۔ اور آگ اس کو نہ جلا سکتی بلکہ اور جلا بخشتی تھی پھر دست مبارک کی برکت سے جو کشف اسرار غیبیہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہو گیا پھر وہ عطیہ عظمیٰ اس سے کون چھین سکتا تھا بے شک صدیق اکبر کو کلید اسرار غیبی بہ صلہ رفاقت غار عطا ہوئی علاوہ ازیں یہ حدیث اس بات میں نص ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بہ صلہ خدمات سفر ہجرت و مصاحبت غار لقب صدیق رضی اللہ عنہ یا راگاہ رسالت مآب سے عطا ہوا تھا جس کی شہادت کتب شیعہ صراحت سے دے رہی ہیں۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ

اِنَّ سَعَادَاتِ بَزْدَر بَار وَنِيسَتِ ثَانَهُ نَخْشَدُ خَدَائِ نَخْشَدُهُ

اسی مضمون کی حدیث فروغ کافی ص ۱۲۳ میں اور حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۴۲ میں درج ہے اگر ان میں مصنفین نے حسب عادت کس قدر نیش زنی کی ہے لیکن واقعہ جوں کا توں نقل کر دینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔“ (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۷۷، ۷۸ مطبوعہ کریکری سٹیم پریس لاہور)

**اہلسنت و جماعت حنفی بریلوی کی صداقت پر مولانا کریم الدین دیر کی زبردست دلیل جس کے جواب سے وہابی دیوبندی قیامت تک عاجز رہیں گے:**

مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمہ ۱۹۲۰ میں مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد سے ہونے والے مناظرہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اتبعوا السواد الاعظم اور حدیث و علیکم بالجماعة والعامہ اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ جماعت سے بڑی جماعت ہے نیز یہ کہ الجماعۃ کاللفظ مطلق ہے جس سے مفہوم کامل مراد ہے اور وہ بڑی جماعت ہے اس کے بعد پھر مولانا ابوالوفاء کا ناطقہ بند ہو گیا اور چوں تک نہ کی اور حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث باطل فرقوں کے خلاف ایسی حجت ہے جس کا جواب قیامت تک نہیں ہو سکتا۔“

(مناظرت ثلاثہ صفحہ ۲۲ مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

اسی میں ایک جگہ فرماتے ہیں

”رسول خدا اور اصحاب رسول خدا کا اسی مذہب تھا جو مسلمانوں کے سوا اہل عظیم بڑی جماعت کا مذہب ہے۔“

(مناظرات ثلاثہ صفحہ ۱۱۰، ۱۱۱ مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

مناظرات ثلاثہ میں پاک جگہ مزید فرماتے ہیں کہ ”اس وقت رسول خدا ﷺ کے بتائے معیار کی رو سے وہی فرقہ ناجیہ ہے جو سوا اہل عظیم رکھتا ہے وہیں۔“

(مناظرات ثلاثہ صفحہ ۲۲ مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

قارئین کرام ”مناظرات ثلاثہ“ مولانا کرم الدین دہیر کے تین مناظروں کی زبردست یاد دہانی ہے جو ۱۹۴۰ء، ۱۹۴۳ء اور ۱۹۲۹ء میں ہوئے جن کو ترتیب دے کر ۱۹۳۲ء میں شائع کیا گیا۔ اور ان کی اشاعت کے وقت دیوبندیوں کے نزدیک بھی مولانا کرم الدین دہیر علیہ الرحمہ اہلسنت وجماعت خفی منکلف تھے۔ مندرجہ بالا تینوں اقتباسات کو ملاحظہ کرنے کے بعد کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ مولانا کرم الدین دہیر علیہ الرحمہ اپنے بیان کردہ دلائل کے خلاف سوا اہل عظیم کو چھوڑ کر اہلسنت کے مقابل ایک مختصر گروہ یعنی فرقہ دیوبندیہ کا مسلک اختیار کر لیں؟ ہرگز نہیں کوئی عاقل شخص اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

## مولانا کرم الدین دہیر تقویۃ الایمان کے فتویٰ کی رو سے مشرک:

مولانا کرم الدین دہیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ

مولوی غلام محی الدین صاحب دیالوی جو میرے محرم راز دوست ہیں اور یہ دوبارہ تصنیف ان ہی کے اصرار سے اشاعت پذیر ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔“ (تازیانہ عبرت صفحہ ۲۸۵ ناشر قاضی محمد کرم الدین دہیر اکیڈمی پاکستان) اس کے علاوہ مولانا کرم الدین دہیر علیہ الرحمہ ”صداقت مذہب نعمانی“ میں لکھتے ہیں کہ

”میاں بیر بخش صاحب سیکرٹری ایک قوی ہمت اور بڑے مستعد کن ہیں جو خلوص دل سے انجمن کے کاموں میں جاں توڑ سعی کرتے ہیں ان کے سال بھر خاکسار کے پاس محبت و ارادت کے خط پہنچتے رہے ایسے نیک طینت شخص کا وجود انجمن کے لیے از بس قیمتی ہے خدا ان کو اس کا اجر بخشے۔“

(صداقت مذہب نعمانی صفحہ ۱۶ مطبع سراج المطابع جہلم)



میاں پیر بخش صاحب کے بارے میں مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے اپنی مرتبہ کتاب مناظرات ثلاثہ میں بھی لکھا ہے کہ

”میاں پیر بخش صاحب سیکرٹری ایک باخلاص اور بارسوخ قابل شخص ہیں انجمن کے لیے گویا روح رواں ہیں اور مسلمانان شہر کا ان پر پورا اعتماد ہے امید ہے ایسے اشخاص کے وجود سے انجمن اپنے مقاصد و اغراض میں پوری کامیابی حاصل کرے گی۔“ (مناظرات ثلاثہ صفحہ ۱۶ مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

میاں پیر بخش صاحب کو مولانا کریم الدین مسلمان قرار دے کر ان کے لیے جزا کی دعا کر رہے ہیں۔  
(صدائت مذہب نعمانی صفحہ ۱۶ مطبع سراج المطابع جہلم)

جبکہ امام الوہابہ مولوی اسماعیل دہلوی نے ”تقویۃ الایمان“ میں لکھا ہے کہ  
”کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالغلام رکھتا ہے کوئی علی بخش کوئی حسین بخش کوئی پیر بخش کوئی مدار بخش کوئی سالار بخش کوئی غلام محی الدین کوئی غلام معین الدین اور ان کے چینی کے لیے کوئی کس کے نام کی چوٹی رکھتا ہے کوئی کس کے نام کی بدھی پہناتا ہے کوئی کس کے نام کے کپڑے پہناتا ہے کوئی کس کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے کوئی کس کے نام کے جانور کرتا ہے کوئی مشکل کے وقت دوہائی دیتا ہے کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے غرضیکہ جو کچھ ہندو کرتے ہیں سو وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان انبیاء اور اولیاء اور اماموں اور شہیدوں سے اور فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں اور دعویٰ مسلمانی کا کیے جاتے ہیں سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ سچ فرمایا اللہ صاحب نے سورہ یوسف میں

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ

”اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں“ یعنی اکثر لوگ جو دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں۔

(تقویۃ الایمان صفحہ ۲۳، ۲۴، ۲۶ مطبوعہ سعودیہ)

تقویۃ الایمان کے اس اقتباس کی روشنی میں ثابت ہوا کہ دیوبندی وہابی عقیدہ کے مطابق مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمہ میاں پیر بخش، امام بخش اور غلام محی الدین دیالوی صاحب کو مسلمان تسلیم کر کے تقویۃ الایمان کے فتویٰ کی رو سے مشرک ٹھہرے کیونکہ تقویۃ الایمان کے فتویٰ کی رو سے یہ نام صریح شرک ہے۔

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی بھی تقویۃ الایمان کے فتویٰ کی زد میں:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے بھی تازیانہ عبرت کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ

”مولانا غلام محی الدین دیالوی رحمۃ اللہ“

(تازیانہ عبرت صفحہ ۵۳ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

صحیح نقل کا التزام کیا گیا ہے صحیح نام غلام محی الدین دیالوی ہے غالباً کتابت کی غلطی سے غلام کی جگہ غلامی لکھا گیا ہے۔

سلفی صاحب نے بھی غلام محی الدین دیالوی صاحب کو رحمۃ اللہ کہہ ان مسلمان تسلیم کر لیا لیکن سلفی صاحب خود تقویۃ الایمان کے فتویٰ کی رو سے مشرک کو مسلمان سمجھ کر خود بھی اسی زد میں آ گئے۔

مولانا کرم الدین دبیر کی طرف سے مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی کے موقف کی تردید:

مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی نے اپنی کتاب ”ازالۃ الریب“ میں لکھا ہے

”دور نہیں بلکہ مدینہ طیبہ اور معمولی منافقوں کو ہی نہیں بلکہ ان منافقوں کو جن کا نفاق حد کمال کو پہنچا ہوا تھا اور جو نفاق پر اڑے ہوئے اور بغند تھے ان کو بھی جناب نبی کریم ﷺ نہیں جانتے تھے ان کا علم بھی بس صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تھا۔“

(ازالۃ الریب صفحہ ۳۰ ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

لیکن مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی کے موقف کے برعکس مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم پاک کے بارے میں فرماتے ہیں

”علام الغیوب اپنے پاک رسول ﷺ کو ان کی بات بات کی اطلاع ہر وقت برابر پہنچا دیتے تھے۔“

(السیف المسلول صفحہ ۷۷ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منافقین کا علم حاصل تھا جبکہ سرفراز گکھڑوی دیوبندی صاحب اس کے انکاری ہیں۔

## مولانا کرم الدین دبیر کی طرف سے مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کی تردید:

مولانا کرم الدین دبیر فرماتے ہیں کہ

”خاتم الانبیاء ختم الرسل کی تعریفات جو آنحضرت ﷺ (فداک روحی یا رسول اللہ) کے مبارک اور

پیارے نام کے ساتھ گزشتہ تیرہ سو برس میں استعمال ہوتی رہی ہیں۔ ان کے مٹانے کی کوشش کی جائے گی۔“  
(تازیانہ عبرت صفحہ 130 ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

مولانا کرم الدین دبیر کی اس عبارت سے مولوی قاسم نانوتوی کی کتاب ”تحدیر الناس“ کی صریح تردید ہوتی ہے۔ جس میں ختم نبوت کی اکابر اسلام کے موقف کے برخلاف نئی تعبیر اختیار کی گئی۔ اس کی کچھ تفصیل ملاحظہ کریں۔ مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی نے اپنی کتاب ”تحدیر الناس“ میں لکھا ہے کہ

”سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ ﷺ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ ﷺ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا۔ کہ تقدیم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولكن رسول الله وخاتم النبیین فرمانا اس صوت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کیسے اور اس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیجیے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی“ (تحدیر الناس صفحہ 4، 5 ناشر دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

اپنی اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے مولوی قاسم نانوتوی نے لکھا ہے کہ  
”خاتم النبیین کے معنی سطح نظر والوں کے نزدیک تو یہی ہیں کہ زمانہ نبوی ﷺ و گزشتہ انبیاء کے زمانے سے آخر کا ہے۔ اور اب کوئی نبی نہیں آئے گا مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس میں (خاتم النبیین) کی نہ تو کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی بڑائی ہے۔“ (انوار النجوم ترجمہ قاسم العلوم صفحہ 55 مطبوعہ ناشران قرآن اردو بازار لاہور)

خاتم النبیین کے یہ معنی جو مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی نے بیان کیے ہیں تیرہ صدیوں سے کسی مسلمان نے نہیں کیے۔ اس کے بعد قاسم نانوتوی نے ختم نبوت کے بارے میں مزید لکھا ہے

”بالفرض آپ ﷺ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ ﷺ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔“ (تحدیر الناس صفحہ 18 ناشر دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

تخدير الناس میں ہی ایک جگہ مولوی قاسم نانوتوی نے لکھا کہ  
 ”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نئی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“  
 (تخدير الناس صفحہ 34)

قاسم نانوتوی کی مندرجہ بالا تمام عبارات سے ختم نبوت کے ایک نئے معنی تراشے گئے ہیں جو کہ خلاف  
 اسلام ہیں۔ اپنی اس نئی بات کا اقرار مولوی قاسم نانوتوی کو بھی ہے ملاحظہ کیجئے۔ نانوتوی صاحب لکھتے ہیں کہ ”میں  
 نے بھی ایک نئی بات کہی تو کیا ہوا۔“ (تخدير الناس صفحہ 47 ناشر دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

مولانا کریم الدین دیرعلیہ الرحمہ پر مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی منظور نعمانی کا بدعتی  
 ہونے کا فتویٰ:

دہلیہ نجدیہ کے حرمین شریفین پر قبضے سے پہلے مکہ شریف میں چاروں فقہی مذاہب کے مصلے تھے مولوی  
 رشید احمد گنگوہی نے ان مصلوں کو بدعت قرار دیتے ہوئے لکھا کہ  
 ”چار مصلے جو مکہ معظمہ میں مقرر کئے ہیں لاریب یہ امر زبوں ہے۔“

(سبیل الرشاد صفحہ ۳۲ مطبوعہ در مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۲ ہجری)

اس کے کچھ سطر بعد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں کہ  
 ”یہ تفرقہ انداز دین حضرات مجتہدین سے نہ علمائے متقدمین سے بلکہ کسی وقت میں سلطنت میں کسی امر  
 واجد سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اس کو کوئی اہل علم اہل حق پسند نہیں کرتا پس یہ طعن نہ علمائے حق مذاہب اربعہ پر  
 بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرتکب اس بدعت کے ہوئے۔“

(سبیل الرشاد صفحہ ۳۳ مطبوعہ در مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۲ ہجری)

مولوی رشید احمد گنگوہی کی اس عبارت کا دفاع کرتے ہوئے مولوی منظور نعمانی دیوبندی نے ”سیف  
 فی“ میں لکھا ہے کہ

”علماء سلف نے پہلے ہی سے اس فعل کو کچھ اچھی نظر سے نہیں دیکھا ہے۔“

(سیف یمانی صفحہ ۹۱ ناشر مدنی کتب خانہ نور مارکیٹ اردو بازار گوجرانوالہ)

اس کے اگلے صفحے پر منظور نعمانی صاحب ”منہ الخالق حاشیہ بحر الرائق“ سے ایک اقتباس نقل کر کے لکھتے ہیں



”دیکھا جناب نے کہ کتنے ائمہ مذاہب اربعہ نے اس فعل کی مذمت کی ہے اور کن سلف صالحین سے حضرت مرحوم گنگوہی کا دامن وابستہ ہے۔“

(سیف یمانی صفحہ ۹۲ ناشر مدنی کتب خانہ نور مارکیٹ اردو بازار گوجرانوالہ)

یعنی مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی منظور نعمانی دیوبندی صاحبان کے نزدیک حرمین شریف میں قائم مصلیٰ بدعت تھے لہذا جو اس کو اچھا کہے وہ خود بدعتی ثابت ہوا

مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمۃ آفتاب ہدایت طبع اول کے صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳ پر اپنی ایک نظم لکھتے ہیں جس کا عنوان ہے ”چار یار“ اس نظم کے شروع میں مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں

چار کے عدد سے بس حق تعالیٰ کو ہے پیار  
ہیں حبیب کبریا کے برگزیدہ چار یار  
اس کے بعد چار کے اعداد کے متعلق کچھ اشعار نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کعبۃ اللہ میں بچھے چاروں مصلیٰ ہیں ضرور  
خانوادھے بھی طریقت کے ہیں پُرانوار چار

(آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۱۸۲، ۱۸۳ مطبوعہ کریپی سٹیم پریس لاہور)

اس کے علاوہ مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد وہابی کے ساتھ مناظرہ کے دوران مولانا کریم الدین دبیر نے کہا تھا کہ ”ہمارے چار مصلیٰ بیت اللہ کے ارد گرد بچھے ہیں تمہارا اگر پانچواں مصلیٰ بھی وہاں ہو تو دکھا دو۔“

(مناظرات ثلاثہ صفحہ ۳۵ مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

معلوم ہوا کہ مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمۃ کعبۃ اللہ میں بچھے چار مصلیوں کی تحسین کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی منظور نعمانی صاحب اسے بدعت قرار دے کر مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمۃ اور جمہور مقلدین کو بدعتی ٹھہراتے ہیں۔

## ضروری نوٹ

”سیف یمانی“ میں چار مصلیوں کی مذمت ثابت کرنے کے لیے مولوی منظور نعمانی دیوبندی نے ”منہج الخالق“ سے جو عبارت نقل کی اس کا رد کرتے ہوئے اجل العلماء سلطان المناظرین حضرت علامہ مولانا جمل سنبھلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ صاحب سیف یمانی نے ”منہج الخالق“ کے حوالہ سے ایک عبارت نقل کی جس کے

الفاظ متحہ الخالق سے نہیں ملتے یہ تو دہائیہ کی عادت ہی ہے کہ ان کے نقول منقول عنہ کے مطابق نہیں ہوا کرتے کچھ نہ کچھ تراش خراش کر ہی لیتے ہیں پھر ترجمہ اپنی نقل کی ہوئی عبارات کے مطابق نہیں عبارت میں ”عن بعض مشائخنا“ اس کے ترجمے میں حنفیہ کا ایک لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا لفظ ”انکار“ کا ترجمہ کیا ”ندامت کی“ اور اس سے بڑھ کر آپ کی عربی دانی کا پورا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ منہ خمسين و خمسمائة کا ترجمہ ۵۵۵ لکھا جس شخص کی قابلیت کا یہ حال ہو کہ وہ عدد کا ترجمہ بھی نہ کر سکے وہ مصنف بنے مسائل دین میں قلم اٹھائے سبحان اللہ ماشاء اللہ پھر جو عبارت بحر کی نقل کی اس میں چار مصلوٰں کا کہاں ذکر ہے اور اہل مذاہب مختلفہ کا بیان کہاں ہے محض مغالطہ کے لئے عبارت لکھ دی یا نادان کو خود اس کی تمیز نہ ہوئی کہ وہاں وہ مسئلہ ہی نہیں ہے تکرار جماعت کا مسئلہ ہے وہ بھی محلہ کے متعلق۔ چنانچہ خود صاحب متحہ الخالق ”ردالمحتار“ میں علامہ سند کی اس عبارت پر یہ اشکال وارد کرتے ہیں۔

لکن يشكل عليه ان نحو المسجد المكي او المدني ليس له جماعة مغلومون فلا يصدق عليه انه مسجد محلة بل هو كمسجد شارع و قد مر انه لا كراهة في تكرار الجماعة فيه جماعاً، فليتا مل هذا (ردالمحتار ص ۳۸۸)

”لیکن اس پر یہ اشکال وارد کیا جاتا ہے کہ مسجد مکہ و مدینہ اور ان کی طرح جو مسجدیں ہوں ان کے لئے نمازی معین نہیں ہیں پس ان پر مسجد محلہ کی تعریف صادق ہی نہیں آئے گی بلکہ وہ شارع عام کی مساجد کی طرح ہیں اور یہ گزر چکا کہ شارع عام کی مسجد میں تکرار جماعت بالاجماع مکروہ نہیں۔“

اب یہاں مصنف سیف یمانی کے جہالات دیکھیے  
ایک تو یہ کہ عبارت وہ لکھی جس کو مسئلہ مجوشہ سے تعلق نہیں اس میں ایک دوسرے مسئلہ تکرار جماعت کا بیان ہے

دوسرے یہ کہ اس مسئلہ میں بھی اس عبارت پر اشکال وارد کیا گیا کمال بے بھری ہے عبارت نقل کر دی اور اشکال نظر نہ آیا۔

تیسرے یہ کہ عبارت بعینہ نقل نہیں کی نقل اصل سے مختلف ہے۔

چوتھے یہ کہ اپنی ہی نقل کی ہوئی عبارت کا ترجمہ صحیح نہ ہو سکا۔

یہ مسئلہ علامہ ابن عابدین نے ”ردالمحتار“ میں لکھا تھا مگر مغرور بے علم کو نہ ملا اب میں وہ عبارت نقل کرتا ہوں۔

ولو كان لكل مذهب امام كما في زماننا فالافضل بالموافق سواء تقدم او  
تاخر على ما استحسنته عامة المسلمين و عمل به جمهور المؤمنين من اهل الحرمين  
والقدس و مصر والشام ولا عبرة بمن شذ منهم (رد المحتار ص ۳۹۶)

”اگر ہر ایک مذہب کے لئے امام ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہے تو افضل اپنے موافق کے ساتھ عمل  
کرنا ہے خواہ وہ پہلے پڑھے یا پیچھے جیسا کہ اس کو تمام مسلمانوں نے مستحسن جانا اور سارے مومنین نے اس کے  
ساتھ عمل کیا ان میں اہل حرمین بھی ہیں اور اہل بیت المقدس و مصر و شام بھی اور جو کوئی ان سے جدا ہو اس کا کچھ  
اعتبار نہیں۔“

دیکھیے یہ عبارت ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ اگر ہر مذہب کے جدا جدا امام ہوں جیسا کہ ہمارے زمانہ  
میں ہے یعنی خفی شافعی مالکی حنبلی ہر مذہب کے امام حرم شریف میں متعین ہیں ان کے مصلے مقرر ہیں اس صورت میں  
موافق کی اقتداء یعنی خفی کو خفی کی شافعی کو شافعی کی افضل ہے اور تمام عالم اسلام نے اس کو مستحسن جانا اور اس پر عمل کیا  
یہ مسئلہ کتاب میں موجود تھا مگر وہابی کو نظر نہ آیا اور اس نے صاحب رسالہ عقائد و ہابیہ پر اپنے جمل سے اعتراض کیے۔

(رد سیف یمنی صفحہ ۲۲۰ تا ۲۲۲ ناشر ادارہ غوثیہ رضویہ کرم پارک مصری شاد لاہور)

مولوی محمود عالم صفدر اکاڑوی دیوبندی نے بھی انوار است صفدر جلد دوم مطبوعہ سرگودھا میں چار مصلوں کی  
تحسین کی ہے۔

**مولانا کرم الدین دبیر کا عقیدہ کہ حضور کا سایہ نہ تھا:**

☆ مولانا کرم الدین دبیر نے ”تازیانہ عبرت“ میں لکھا ہے کہ  
اسی لطافت کے باعث آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا (تازیانہ عبرت صفحہ ۱۷۰ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر  
ایڈمی پاکستان)

جب کہ اس کے برخلاف مولوی سرفراز گلکھڑوی دیوبندی نے اپنی کتاب ”تنقید متین“ میں لکھا ہے کہ  
اصل میں آپ ﷺ کا سایہ نہ ہونے کا مسئلہ شیعہ کا ہے

(تنقید متین صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲ ناشر انجمن اسلامیہ گلکھڑ ضلع گوجرانوالہ طبع اول ۱۹۷۶)

سرفراز گلکھڑوی کے بقول فاتح شیعیت مولانا کرم الدین دبیر کا عقیدہ بھی شیعہ کے عقیدہ کے موافق

تھا۔ (استغفر اللہ)

انبیاء اور اولیاء کو اختیارات حاصل ہوتے ہیں مولانا کرم الدین دبیر کا عقیدہ:

☆ مولانا کرم الدین دبیر کتاب ”تازیانہ عبرت“ میں لکھتے ہیں کہ جب وہ لاہور میں تھے تو انارکلی میں ایک مجذوب فقیر انہیں ملے۔ جنہوں نے مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے بتائے بغیر ان کے لاہور آنے کی وجہ اور قادیانیوں کے خلاف مقدمہ میں فتح حاصل ہونے کی خوشخبری دی اور نبی کی طاقت کے بارے میں فرمایا جسے مولانا کرم الدین دبیر نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ

”نبی اللہ کو یہ طاقت بخش دی جاتی ہے کہ زمین و آسمان اس کا کہنا مانتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے دیر یا کو کہا کہ پھٹ جا پھٹ گیا پھر جب اس میں فرعون داخل ہوا تو کہا مل جا ایسا ہی ہوا۔ دشمن تباہ اور نبی اللہ صبح اپنے رفقاء کے صحیح و سلامت پار ہو گیا۔ مرزا کو اگر طاقت ہو تو تمہارے دل پر قابو حاصل کر لے اس وقت وہ سخت تکلیف میں ہے۔“

(تازیانہ عبرت صفحہ 287 ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

اگر یہ عقیدہ مولانا کرم الدین دبیر کے عقیدہ کے مطابق کفر و شرک یا بدعت ہوتا تو مولانا اس مجذوب کی اصلاح کرتے۔ ثابت ہوا کہ ان کا اپنا عقیدہ بھی یہی تھا۔ کیونکہ اختیارات کے بارے میں خود مولانا کرم الدین دبیر فرماتے ہیں کہ

”قرآن شہادت دیتا ہے کہ احیاء موتی کا معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ اور وہ مردوں کو خدا اذن سے زندہ کرتے تھے۔“

(تازیانہ عبرت صفحہ 188 ناشر قاضی محمد کرم الدین اکیڈمی پاکستان)

اس سے ثابت ہوا کہ مولانا کرم الدین دبیر اس کے قائل تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزات میں اختیارات حاصل تھے۔

مولانا کرم الدین دبیر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کرامت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

”بھلا یہ تو بتانا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تو دریائے نیل کو رقعہ لکھ بھیجا تھا اور دریائے گردن اطاعت خلیفۃ المومنین کے فرمان کے سامنے رکھ دی تھی۔ آپ کی کہنا تو معمولی انسانوں (ان حکام نے جن کی جوتیوں میں آپ کو کھڑا رہنا نصیب ہوا) بھی نہ مانا۔ آپ نے پانی مانگا اور نہ ملا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھتے ہوئے منبر پر کھڑے ہو کر ساریہ کو جب وہ کفار میں گھر گیا تھا پکارا ”یا ساریہ الجبل“ اور وہ ان کی



آواز سنکڑوں کو سوں پر ساریہ کے کانوں میں جا پہنچی اور اس نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کرنے پر پہاڑ کی آڑ لے لی اور کفار کے ہاتھ سے بچ گیا۔ لیکن مرزا کے مخلص مرید عبداللطیف کے کانوں میں آپ کی ندادیا رکامل میں ہرگز نہ پہنچی تاکہ اس کی جان بچ جاتی۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ ان صحابہ کرام سے آپ افضل ہیں۔“ (تازیانہ عبرت صفحہ 183 مطبوعہ قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامات مرزا قادیانی کے سامنے بیان کرنے کا مقصد یہی تھا کہ ان کو اختیارات حاصل تھے تو انہوں نے کرامات دکھائیں اگر تمہیں بھی اختیار حاصل ہے تو اپنی طاقت ظاہر کر۔

**حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سے مولانا کرم الدین دبیر کا استدلال:**

مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

”ہاں مرزا جی صحابہ کرام کا درجہ تو بہت بلند تر ہے ان کا ذکر کر رہے ہیں۔ دیگر اولیائے کرام کی کرامات بھی آپ کو معلوم ہی ہیں۔ حضرت ابراہیم ادہم کا بھی آپ نے قصہ مشنوی مولانا روم میں پڑھا ہے کہ آپ نے اپنی سوزن دریا میں پھینک کر مچھلیوں کو جب پکارا تو

سوزن دریا اے ماہی اللہ

سوزن دریا اے ماہی

سوزن دریا اے ماہی

کہ بگچہ لے شیخ سوزن دریا اے

ذرا آپ بھی تو کبھی ایک آدھ ہی خارق عادت کرامت دکھا دیتے۔ لیکن آپ کے پاس تو بخدا دعویٰ ہی

دعویٰ ہے“ (تازیانہ عبرت صفحہ 183، 184 ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت عمر فاروق اور حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اختیارات مرزا قادیانی کے سامنے بیان کرنے کا یہی مقصد تھا کہ ان کو اختیارات حاصل تھے۔ اگر تمہیں بھی اختیار حاصل ہے تو اپنی طاقت کو ظاہر کرو۔ اگر مولانا کرم الدین دبیر کا یہ اعتقاد نہ ہوتا تو وہ ان واقعات کو مرزا قادیانی کے سامنے پیش نہ کرتے۔ کیونکہ دیوبندی وہابی عقیدہ کے مطابق معجزہ اور کرامت میں بندہ بالکل بے اختیار ہوتا ہے جیسا کہ یہ ہندویوں وہابیوں کے امام مولوی اسماعیل دہلوی قاتل نے انبیاء و اولیاء کے اختیارات کے بارے میں لکھا ہے کہ

”کس کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے اور نہ اسکی طاقت دکھتے ہیں“ (تقویۃ الایمان صفحہ 53 المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور) اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھا ہے کہ

”جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا بھتا نہیں“ (تقویۃ الایمان صفحہ 68 المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور) اور دیوبندیوں کے محدث اعظم مولوی سرفراز گلکھڑوی دیوبندی نے بھی معجزہ کے بارے میں لکھا ہے کہ

”نبی کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا“ (راہ ہدایت صفحہ 17 ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ) اس کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے بارے میں لکھا ہے کہ

”اگرچہ ان معجزات کا صدور تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ہوا تھا مگر ان کا ان میں کسب اور اختیار کچھ نہ تھا“ (راہ ہدایت صفحہ 70 ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

**مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے ممدوح حضرت علامہ زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی مولوی کی نظر میں:**

مولانا کرم الدین دبیر نے حضرت علامہ زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”الدر السنیہ“ کا اشتہار اپنی کتب ”آفتاب ہدایت“ اور ”مناظرات ثلاثہ“ کے آخر میں دیا جس میں آپ لکھتے ہیں کہ

”الدر السنیہ حضرت علامہ زینی دحلان مفتی مکہ معظمہ کی بے نظیر کتاب ہے جس کا عام مسلمانوں کے دینی فائدہ کے لیے اردو میں ترجمہ چھاپا گیا۔ تردید و ہابیہ میں اس سے بہتر کتاب کم دیکھنے میں آئی ہوگی۔“

مولانا کرم الدین دبیر تو حضرت علامہ زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اور ان کی کتاب کو تردید و ہابیہ میں بہترین کتاب قرار دے رہے ہیں جب کہ دوسری طرف دیوبندی علماء کے وکیل صفائی مولوی پروفیسر فیروز الدین روجی دیوبندی نے اپنی کتاب ”آئینہ صداقت“ میں حضرت علامہ سید زینی دحلان مکی کے خلاف جو الفاظ استعمال کیے ہیں وہ ملاحظہ کریں۔ پروفیسر فیروز الدین روجی نے لکھا ہے کہ

”شامی کے بعد احمد زینی دحلان المتوفی 1306ھ/ 1886ء کا نمبر آتا ہے جس نے اس جماعت کو سب سے زیادہ بدنام کیا ہے۔ اس شخص کو تو اس جماعت سے خدا واسطے کا پیر رہا ہے اور اس نے وہ وہ اتہامات اور الزامات اس جماعت پر لگائے ہیں کہ اللہ اکبر! اور وہ کتابیں لکھی ہیں کہ قلم کا سینہ شق ہوتا ہے اور دامن تہذیب گرد آلود ہو جاتا ہے۔ اس کی دو کتابیں اس سلسلہ میں خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ (1) ”خلاصۃ الکلام فی امراء البلد الحرام“ (2) ”الدر السنیہ“۔ ان دو کتابوں میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے“ (آئینہ صداقت صفحہ 54 ناشر اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور)“

اس کے چند سطر بعد لکھا ہے

”بریلوی جماعت بطور سند کے احمد زینی دحلان کو پیش کرتی ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے جتنی کتابیں لکھی ہیں اس میں زینی دحلان کا ضرور حوالہ دیا جاتا ہے۔“

(آئینہ صداقت صفحہ 55 ناشر اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور)

اس عبارت کے بعد سید زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مزید لکھا ہے کہ  
”احمد زینی دحلان کی حقیقت بھی سینے یہ شخص حکومت کا تنخواہ دار ایجنٹ تھا اور اس کے حکم و اشارہ پر سب کچھ لکھتا تھا۔ چونکہ مفتی مکہ تھا اس لیے خوب کھل کر کھیلنے کے مواقع حاصل تھے۔“

(آئینہ صداقت صفحہ 55 ناشر اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور)

مولوی فیروز الدین روجی کے مندرجہ بالا اقتباسات سے بخوبی عیاں ہو رہا ہے کہ روجی صاحب کو حضرت سید احمد زینی دحلان کی طرف سے دیوبندیوں کے بزرگ محمد بن عبد الوہاب کی امت یعنی وہابیوں کی تردید کرنے پر بہت صدمہ ہے جس سے وہ مرغِ نمل کی طرح تڑپ رہے ہیں۔

**مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے رجوع کی رٹ لگانے والے دیوبندیوں سے ایک سوال:**

اب مولانا کرم الدین دبیر کے رجوع کی رٹ لگانے والے دیوبندی علماء سے سوال ہے کہ کیا غیر مقلد وہابی نجدی فرقہ کی تردید کے متعلق بھی مولانا کرم الدین دبیر کا کوئی رجوع آپ کو مل سکا یا نہیں؟ اگر نہیں ملا تو قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کی باقیات میں تلاش کیجیے ہو سکتا ہے کہ قاضی مظہر صاحب نے گھر کر کہیں سنبھال رکھا ہو۔ مصروفیات کے سبب پیش نہ کر سکے ہوں جیسا کہ اپنے والد گرامی مولانا کرم الدین دبیر کی نماز جنازہ میں شامل اپنے بھائی ضیاء الدین صاحب سے مولانا کرم الدین دبیر کی نماز جنازہ کے متعلق یہ معلومات نہ حاصل کر سکے کہ ان کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی حالانکہ مولانا کرم الدین دبیر کی وفات 1946ء اور ان کی نماز جنازہ میں شامل ان کے صاحبزادے ضیاء الدین صاحب کی وفات 1975ء میں ہوئی اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

**وہابی نجدی فرقہ کا رد مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کے قلم سے:**

☆ اب وہ عبارات ملاحظہ کریں جن میں مولانا کرم الدین دبیر نے وہابی فرقہ کا رد کیا ہے۔

**مولانا کرم الدین دبیر کی طرف سے وہابیت کی تردید**

”صداقت مذہب نعمانی“ میں ایک جلسہ کی روداد میں لکھتے ہیں

”خاکسار نے اپنے وقت میں وہابیت کی دلائل قاطعہ سے تردید کی“

(صداقت مذہب نعمانی صفحہ 15 مطبوعہ سراج المطابع جہلم)

☆ مولانا کریم الدین دبیر کے نزدیک بھی وہابیوں کے عقائد کفر جلی کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں اس کے بعد مولانا کریم الدین دبیر لکھتے ہیں کہ

”خاکسار نے مولوی نظام الدین صاحب ملتانی کا اشتہار حرف بحرف پڑھ کر حاضرین کو سنایا جس میں وہابیوں کے عقائد کی جو کفر جلی کی حد تک پہنچے ہیں تفصیل بیان کی گئی ہے وہابیوں کے یہ انوکھے مسائل سن کر حاضرین سخت متحیر ہوئے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی نسبت سخت نفرت پیدا ہوئی۔ یہ عقائد مع کچھ مزید تفصیل کے ہم اخیر میں ہدیہ ناظرین کریں گے (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 15 مطبوعہ سراج المطابع، جہلم)

اس اقتباس سے بھی بخوبی معلوم ہوا کہ مولانا کریم الدین دبیر وہابیوں کے عقائد کو کفر یہ سمجھتے تھے اس کی تفصیل مولانا کریم الدین دبیر نے صداقت مذہب نعمانی کے آخر میں درج کی ہے جس میں عقائد و عملیات وہابیہ کے عنوان میں مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی اشرف علی تھانوی و مولوی خلیل احمد انڈھوی کے کفر یہ عقائد کا رد بھی کیا گیا ہے۔

☆ مولانا کریم الدین کے نزدیک وہابیت مرزائیت چکڑالوہیت رفض وغیرہ فتنے اسلام کے لیے خطرہ ہیں

☆ مولانا کریم الدین دبیر اپنی کتاب ”آفتاب ہدایت“ کے صفحہ 1 پر لکھتے ہیں کہ

”فرقہ حقہ اہلسنت والجماعہ کی خاموشی سے فائدہ اٹھا کر تحریر و تقریر پر ذریعہ مرزائیت رفض وغیرہ کی وہ پھیلائی جا رہی ہے اور ڈر ہے کہ یہی رفتار رہی تو کسی وقت اسلام کا اصلی خوبصورت چہرہ بالکل مسخ ہو کر رفض و بدعت، مرزائیت، نجریہ، وہابیت، چکڑالوہیت وغیرہ کی منحوس شکل اختیار کر لے گا (خدا ایسا نہ کرے)“ (آفتاب ہدایت صفحہ 1 مطبوعہ کریکیم ٹیمپریس لاہور)

☆ مولانا کریم الدین دبیر کے نزدیک دیوبندی وہابی فرقہ بد باطن اور خمیث ہے

☆ مولانا کریم الدین دبیر میاں محمد بخش صاحب کھڑی شریف کی کتاب ”یوستان قلندری“ پر تقریباً لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

ہوئے ہیں گمراہ وہی تو آخر جو قید مذہب کو چھوڑ بیٹھے  
کوئی ہے چکڑالوی وہابی کوئی وہ مرزائی نجری ہے



(خوستان قلندری صفحہ 172 مطبوعہ چوہدری بکڈ پو بین بازار وینہ ضلع جہلم)

ہوا اک فرقہ پیدا کچھ دنوں سے  
جو بد باطن خبیث و بد زبان ہے  
وہ کہتے ہیں لا مذہب وہابی  
بڑا گمراہ گردہ نجدیاں ہے

(ہدایت المسلمین صفحہ 174 مطبوعہ نظامت اوقاف مظفر آباد آزاد کشمیر)

حرمین شریفین میں وہابیوں کے ظلم و ستم کی کہانی مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی زبانی  
اس کے 17 اشعار کے بعد مولانا کرم الدینؒ نے لکھا ہے کہ

مدینہ اور مکہ میں انہوں نے  
کئے جو ظلم ذکر ان کا یہاں ہے  
ہزاروں حافظ اور حاجی نمازی  
کیے واپس قتل یا رو ڈالا ماں  
کوئی ساجد کوئی راکع کھڑا تھا  
کوئی تحلیل اور تسبیح خواں ہے  
چلائی ظلم کی تلوار سب پر  
ہوا بے وجہ قتل مومنوں ہے  
لکھا ہے اس رسالہ میں یہ قصہ  
سنائی درد کی سب داستاں ہے  
کرے حرمین میں جو ظلم ایسے  
بتاؤ اس میں پھر ایماں کہاں ہے  
میاں نجدی کے ادنیٰ تھے یہ کروت  
جو اس فرقہ کا اک پیر مغاں ہے

ہے نکلی نجد سے اڈل یہ آفت  
 پھر آپچی یہ در ہندوستان ہے  
 بنی شاخیں بہت ہیں ان کی یارو  
 ٹرد سب کا مگر نجدی میاں ہے  
 کوئی مرزائی کوئی نیچری ہے  
 کوئی چکوالوی اہل القرآن ہے  
 مچایا دین میں فتنہ انہوں نے  
 پڑا اک شور سا اندر جہاں  
 یہ ہے اک نسخہ رحیم شیطین  
 یہ رو مذہب وہابیوں ہے

(ہدایت المسلمین صفحہ 174، 175)

مطبوعہ نظامت اوقاف مظفر آباد آزاد کشمیر

☆ مولانا کرم الدین دبیر اپنی کتاب ”صداقت مذہب نعمانی“ میں وہابیوں کے مظالم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”خاکسار نے وہابیت کی ابتدا محمد بن عبد الوہاب نجدی کا خروج، دین اسلام کی تخریب، روضہ نبوی ﷺ کے گرانے کا قصد، مسلمانوں کا قتل عام وغیرہ واقعات کا مفصل تذکرہ کیا“ (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 9 مطبع سراج المطابع جہلم مطبوعہ 1921)

امام الوہابیہ محمد بن عبد الوہاب کا رد مولانا کرم الدین دبیر کے قلم سے:

مولانا کرم الدین دبیر کے نزدیک حرمین شریفین پر وارثانہ قبضہ صرف اہلسنت و جماعت مقلدین کا رہا ہے

مولانا کرم الدین دبیر نے اپنی کتاب ”آفتاب ہدایت“ میں ایک اعتراض کے جواب میں محمد بن عبد الوہاب اور اس کے پیروکاروں کا شدید رد کیا ہے ذیل میں اعتراض و جواب مکمل ملاحظہ کریں۔

سوال: اس موقعہ پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ اس سرزمین پر ایک دفعہ یزید بھی حکومت کر چکا ہے اور تھوڑا عرصہ ہوا ہے بوساطت شریف حسین، نصاریٰ کا بھی عمل و دخل رہا ہے اور اب اس سرزمین پر وہابیوں کا قبضہ ہو گیا ہے پھر آیت سے صداقت مذہب حق اہلسنت والجماعت کس طرح ہو سکتی ہے؟

جواب: یہ اعتراض آیت کے الفاظ پاک پر غور نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اگر مخالف کو قرآن میں تذہب کرنا نصیب ہو تو ہرگز ایسے بے ہودہ اعتراض کی اسے جرأت نہ ہو۔ آیت میں برٹ کا لفظ موجود ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس سرزمین پاک پر وارثانہ قبضہ صالح بندوں کا ہوگا اگر کوئی فاسق فاجر یا بد مذہب شخص یا قوم تھوڑے دنوں کے لیے وہاں غاصبانہ قبضہ کر کے حکومت کرے اور کچھ دنوں بعد وہاں سے دھتکار کر نکال دیا جائے تو وہ برٹ کا مصداق ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یزید کا غاصبانہ قبضہ گنتی کے دن رہا پھر اس کا ایسا استحصال ہوا کہ دنیا میں لعنت کے سوا اس کا نصیب نہ رہا۔ شریف حسین نے اگر نصاریٰ کو دخل رکھا تو اس کا بھی وہی حشر ہوا جو یزید کا ہوا تھا (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 82، 83 مطبوعہ کرمی شمیم پریس لاہور)

مولانا کرم الدین دبیر کا ایمان ہے کہ وہابی پھر حرمین شریفین سے ذلت و خواری سے نکال دیے جائیں گے

مولانا کرم الدین دبیر لکھتے ہیں کہ

”وہابی پہلے بھی کچھ عرصہ وہاں حکومت کر چکے ہیں پھر ان کا نام و نشان مٹ گیا اب جو انہوں نے وہاں دخل حاصل کیا ہے میرا ایمان ہے کہ یہ بھی چند روزہ بات ہے وہاں سے یہ لوگ بھی اسی ذلت و خواری سے نکال دیے جائیں گے۔ وارثانہ اور مالکانہ قبضہ اس سرزمین پر ہمیشہ مسلمانان اہلسنت والجماعت مقلدین کا رہا ہے اور رہے گا کیونکہ قرآن سچا ہے اور خدا کے وعدوں میں ہرگز تخلف نہیں ہو سکتا اس پاک زمین پر عرصہ دراز تک ترکوں کی حکومت رہی جو خالص سنی حنفی تھے انہوں نے ارض پاک کا احترام رکھا اور حرمین شریفین کے خادم رہے خدا نے چاہا تو پھر بھی اس پاک زمین کی خدمت انہی کے سپرد ہوگی۔ (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 83 مطبوعہ کرمی شمیم پریس لاہور)

حرمین شریفین پر اہلسنت و جماعت کے قبضہ کی عقلی دلیل

مولانا کرم الدین دبیر لکھتے ہیں کہ

## عقلی دلیل:

اس امر کی دلیل کہ ارض پاک، بیت المقدس، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ میں سوائے مسلمانانِ اہلسنت والجماعت مقلدین ائمہ کرام کے دوسرا کوئی فرقہ حکومت نہیں کر سکتا یہ ہے کہ چونکہ ان مقامات مقدسہ میں بہت سے انبیاء عظام کے مرقد ہیں لہذا وہاں کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ میں ڈینی چاہیے جو تمام انبیاء کی یکساں عزت کرتا ہو۔ سوائے لوگ مسلمانانِ اہلسنت ہی ہیں جو تمام انبیاء سے ایمان رکھتے ہیں اور سب کا ان کے دلوں میں یکساں احترام ہے برخلاف اس کے یہود کے دلوں حضرت عیسیٰ اور محمد عربی ﷺ کی عزت نہیں ہے نصاریٰ بھی رسولِ آخر الزماں ﷺ کے دشمن ہیں اس لیے اراضی مقدسہ میں حکومت کے قابل نہیں ہیں پھر مدینہ منورہ میں حضرت رسول پاک ﷺ کے روضہ اطہر میں آپ ﷺ کے دو خادم صدیق و فاروق پہلو بہ پہلو سوئے ہیں اگر شیعہ کو وہاں دسترس ملے تو ان دونوں اصحاب کے مزارات کی بے حرمتی کرنے سے دریغ نہ کریں۔ وہابی قابو یافتہ ہوں تو چونکہ ان کے دلوں میں روضہ نبوی ﷺ کا احترام نہیں بلکہ ان کے ایک بزرگ کا قول ہے کہ هَذَا صَنِمُ أَكْبَرُ وَلَوْ أَقْدِرُ عَلَيْهِ لَهَذَا مَنَّةُ (یہ بڑا بہت ہے اگر مجھے قدرت ہو تو اسے گرا دوں)۔ علاوہ ازیں باقی مزارات مقدسہ کی بھی ان کے دل میں عظمت و حرمت نہیں ہے اور بس چلے تو سب کی بے حرمتی کرنے سے دریغ نہ کریں اس لیے ان مقدس مقامات کی خدمت و حکومت کے قابل کوئی دوسری قوم کوئی دوسرا فرقہ قدرتاً ہو نہیں سکتا۔ (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 82 تا 84 مطبوعہ کرمی سٹیٹم پریس لاہور)

☆ مولانا کرم الدین دبیر نے مولوی ثناء اللہ امرتسری وہابی کو کہا کہ ”آپ کی پیدائش تو میاں عبدالوہاب نجدی کے وقت سے ہے جس نے مکہ معظمہ میں سینکڑوں حاجی حافظ شہید کیے۔ مدینہ منورہ میں پہنچ کر بہت سے مزار پاک اکھڑا دیئے اور آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس پر بھی دست اندازی کا ارادہ کیا تا کہ کام رہا اور اس کو آخر کار دلیل کر کے قتل کر دیا گیا۔ یہ صاحب بارہویں صدی کے اخیر میں ہوئے ہیں“ (مناظرات ثلاثہ صفحہ 13 تا 14 مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

## ابن سعود نجدی کا رد مولانا کرم الدین دبیر کے قلم سے

مولانا کرم الدین دبیر ”مناظرات ثلاثہ“ کے حاشیہ میں بھی ایک جگہ ابن سعود کا رد کرتے ہوئے لکھتے



”اگر وہ غیر مقلد آپ کا بھائی ہی سمجھا جائے تو اس کا قبضہ بھی غاصبانہ عارضی تصور کیا جائے گا۔ کچھ سال انتظار کرو انشاء اللہ اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو اس کے پیشوا محمد بن عبدالوہاب کا یا یزید کا ہوا تھا۔ خدا کے وعدے سچے ہیں اور یہ بھی کہ **وَأَمْلِيْ لَهُمْ اِنَّا كٰفِيْدِيْ مَعِيْنَ** ۵ آخر وہاں کی حکومت ہمارے ہی بھائیوں کو ملے گی جیسا کہ قرآن کی پیشنگوئی ہے۔“ 12 منہ

(مناظرات ثلاثہ صفحہ 11 مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

مولانا کریم الدین دبیر نے محمد بن عبدالوہاب کا شدید رد کیا جیسا کہ ان کی تصنیفات کے اقتباسات سے بخوبی ظاہر ہو رہا ہے جبکہ موجودہ دیوبندی محمد بن عبدالوہاب کو بزرگ مانتے ہیں اس موقف کو ملاحظہ کرنے کے لئے مولوی منظور نعمانی دیوبندی کی کتاب ”محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق“ اور مولوی ضیاء الرحمان فاروقی دیوبندی کی کتاب ”فیصل اک روشن ستارہ“ کا مطالعہ کریں۔

## وہابیوں نے قبلہ لوٹ لیا

مولانا کریم الدین دبیر نے غیر مقلد وہابی نجدی فرقہ کے متعلق ایک سرخی ”وہابیوں نے قبلہ لوٹ لیا“ دے کر ماہنامہ زمیندار سے ایک صفحہ پر محیط اقتباس نقل کیا ہے۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے ذیل میں اس کے چند اقتباسات آپ کے سامنے نقل کیے جا رہے ہیں۔ ملاحظہ کریں

## ابن سعود وہابی کی انگریز نوازی

امیر ابن رشید کے متعلق ”زمیندار“ میں لکھا ہے کہ

”امیر ابن سعود جو فرقہ وہابیہ کے امیر ہیں دُولِ متحدہ کی طرفداری میں اس سے برسرِ پیکار تھے“ (مناظرات ثلاثہ صفحہ 25 مطبوعہ مسلم پریس لاہور) یعنی ابن سعود دُولِ متحدہ یعنی برطانیہ کی خاطر امیر ابن رشید سے لڑ رہے تھے۔

اس کے بعد مولانا کریم الدین دبیر زمیندار اخبار سے ہی ابن سعود نجدی کا جنگ میں انگریزوں کا ساتھ دینے کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ ابن سعود نے

”انگریزوں پر ثابت کر دیا کہ وہابی ہلال کا جہاد ہی نہیں بلکہ صلیب کا جہاد بھی کر سکتے ہیں اور اس لیے ان سے بدگمان ہونا درست نہیں ہو سکتا۔ جناب شیخ نجد اور ملک الحجاز دونوں کے لیے ہماری سرکار کے خزانے سے بیش

قرار و وظائف کا اجراء ہونے والا ہے چنانچہ دارالعوام میں مسٹر پارمر کو جواب دیتے ہوئے مسٹر ہارورڈ نے ایک جملہ بیان کیا تھا کہ فرمانروایان نجد و حجاز کو سرکاری وظائف دیئے جانے کا مسئلہ زیر غور ہے۔ اب جب کہ خادمِ حرمین شریفین حسین پاشا کی طرح مرکز و ہائی قوت کے نمائندہ اعلیٰ امیر ابن سعود بھی انگریزوں کے وظیفہ خواہ بن چکے ہیں۔“ (مناظرات ثلاثہ صفحہ 25 مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

### مکہ و مدینہ پر انگریزوں کے قبضہ کی وجہ و ہایمان نجد ہیں

اس کے بعد مولانا کریم الدین دبیر لکھتے ہیں کہ

”الہند بیٹ کا منہج و مخزن وہی نجد اور شیخ نجد ہے۔ جس کی یگانگت سے عمار اور بیگانگت دشوار ہے۔

دو گونہ رنج و ملال است جانِ مجنون را  
بلائے صحبت لیلیٰ و فرقت لیلیٰ

کہیے مولانا ابوالوفاء انگریزوں کو اماکن مقدسہ کا قبضہ دلانے میں حنیفوں کا ہاتھ ہے یا آپ کے برادرانِ مذہب یارانِ نجد کا۔ شاید یہی وجہ ہوگی کہ مولانا نے شیخ ابن سعود کی کارگزاری کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے مباحث میں اس بات کو بڑے فخر سے کہا تھا کہ اس وقت مکہ و مدینہ میں برٹش جھنڈا لہرا رہا ہے۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اماکن مقدسہ کی حکومت کا ٹھیکہ مسلمانوں ہی کے لیے نہیں ہے ہندو اور انگریز بھی اس کا استحقاق رکھتے ہیں۔ (مناظرات ثلاثہ صفحہ 25، 26 مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

### امام الوہابیہ ہند مولوی اسماعیل دہلوی کا رد مولانا کریم الدین دبیر کے قلم سے:

(1) مولانا کریم الدین دبیر نے کتاب ”صد اقبیت مذہب نعمانی“ میں مولوی اسماعیل دہلوی کے کفریات الفاظ میں نقل کیے ہیں۔

مولانا لکھتے ہیں

”وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی تعظیم صرف اسی قدر ہے جیسے بڑے بھائی کی“ (تقویۃ الایمان صفحہ 60 مولوی اسماعیل شہید)

وہابیوں کا یہ بھی عقیدہ کفر ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا نبی ہو یا رسول، اللہ کی شان کے آگے ہمارے بھی ذلیل ہیں (تقویۃ الایمان صفحہ 14 سطر 15 موافقہ مولوی اسماعیل مذکور) وہابیوں کا یہ بھی فاسد عقیدہ ہے کہ

آنحضور ﷺ حیات النبی نہیں بلکہ مرکز میں مل گئے (تقویۃ الایمان صفحہ 60 سطر 20)۔۔۔۔۔ انکار یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی علیہ السلام کو علم غیب خدا کا دیا ہوا بھی ماننا برابر ہے (کتاب مذکور ص ۲۷ و تقویۃ الایمان ص ۲۶) متعصب یہ بھی کہتے ہیں کہ نماز میں آنحضور ﷺ کی ذات اقدس کا خیال آنا بیل اور گدھے سے بھی بدتر ہے۔ (صراط مستقیم مؤلفہ اسماعیل شہید صفحہ 93)۔۔۔۔۔ وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء ناجیز اور ناکارے ہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ 29 سطر 18) تمام انبیاء اس کے رو برو ایک ذرہ ناجیز سے بھی کم تر ہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ 55 سطر 18)

وہابی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کچھ قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ سنتے ہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ 23-39) ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ کی نظیر اور نبی پیدا ہونا ممکن ہے اور یا رسول اللہ کہنا شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ 31, 32) (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 18 مطبع سراج المطابع جہلم) مندرجہ بالا تمام عبارات مولانا کرم الدین دیر نے مولوی اسماعیل دہلوی سے نقل کی ہیں اور ان کو کفر یہ بھی کہا ہے اور انہی عبارات کا رد انہوں نے ”مناظرات ثلاثہ“ میں بھی کیا ہے۔ مولانا کرم الدین دیر کی طرف سے مولوی اسماعیل دہلوی کا مزید رد ملاحظہ کریں

”وہ کہتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے جیسے ہی بشر تھے زیادہ سے زیادہ ان کو بڑے بھائی کا رتبہ دے لو ان کے علم غیب کا قائل ہونا کفر ہے اور یا رسول اللہ کہنا شرک“ (استغفر اللہ) (مناظرات ثلاثہ صفحہ 3 مطبوعہ مسلم پریس لاہور) یہ اقتباس بھی دیوبندیوں کے عین اسلام تقویۃ الایمان کے رد میں ہے۔

مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی کی طرف سے مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ پر جاہل ہونے کا فتویٰ:

مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ نے ”آفتاب ہدایت“ میں لکھا ہے کہ یہ مسلم امر ہے کہ دین کا کوئی امر ایسا باقی نہیں ہے کہ قرآن میں مذکور نہ ہو اللہ تعالیٰ نے بالصراحت فرما دیا ہے۔

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ  
(آج تمہارا دین کامل و مکمل ہو گیا ہے) (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۲۵۹، ۲۶۰ مطبوعہ کریبی شمیم پریس لاہور)

جبکہ مولوی سرفراز کان صفدر گلکھڑوی دیوبندی نے اس کے خلاف اپنی کتاب اظہار العیب میں لکھا

ہے کہ

”ہر چیز قرآن کریم میں بیان نہیں کی گئی۔“

(اظہار العیب صفحہ ۲۸ ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

اس کے کچھ سطر بعد گلکھڑوی صاحب نے لکھا کہ

”یہ اتنا جاہلانہ نظریہ ہے کہ اس پر ہر عقلمند متعجب ہے“

(اظہار العیب صفحہ ۲۸ ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

یعنی مولوی سرفراز گلکھڑوی دیوبندی کے نزدیک مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمہ کا نظریہ جاہلانہ ہے اس نظریہ کی تردید میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ”الدولۃ المکیہ“ کی ”نظر خاص“ پر عربی میں حاشیہ لکھا جس کا نام ”انباء الحیٰ ابن کلامہ المصنوع تیان لکل شئی ۱۳۲۶ھ“ اور بڑے سائز کے ۲۷۲ صفحات پر مشتمل ہے الحمد للہ اس کا ترجمہ بنام ”قرآن ہر شے کا بیان“ مکتبہ اعلیٰ حضرت داتا دربار مارکیٹ لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

**حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب اور مولانا کریم الدین دبیر ”دارالعلوم“ دیوبند کے فتویٰ کی زد میں:**

مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمہ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”حضرت حاجی صوفی سید جماعت علی شاہ صاحب دام برکاتہم کا ۲۶ مئی کو ہزار ہا آدمیوں کے رویہ و شاہی مسجد میں پیش گوئی کرنا کہ مرزا بہت جلدی عذاب سے ہلاک ہوگا اور اس کے بعد چار دن کو تمام مخالف علماء کی موجودگی پر ہی یوں ناگہانی مہلک اور عذاب دہ بیماری میں مبتلا ہو کر مر جانا یہ ایسے واقعات ہیں جو مرنے والے کے برخلاف اس امر کا پیش کر رہے ہیں کہ وہ مفتری علی اللہ تھا

(تازیانہ عبرت صفحہ ۲۹۳ قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

مندرجہ بالا اقتباس میں مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمہ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کی مرزا قاریانی کی موت کے متعلق کی جانے والی پیش گوئی کو درست تسلیم کیا ہے۔ دوسری طرف قاضی مظہر حسین دیوبندی



کی ماور علمی ”دارالعلوم“ دیوبند (جہاں انہوں نے قریباً دو سال سے کچھ کم علم حاصل کیا) سے ایک فتویٰ جاری ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ

”نئی دہلی (آن لائن) دارالعلوم دیوبند نے ایک فتویٰ جاری کیا ہے جس کے مطابق پیش گوئی کرنا منع ہے ایسا کرنے والوں کی چالیس روز تک عبادت قبول نہیں ہوتی اور یہ عمل غیر شرعی ہے“

(روزنامہ جنگ ۱۸ جنوری ۲۰۱۱ء)

اس بات پر تفصیلی بحث پھر کبھی کریں گے کہ دیوبندیوں و ہابیوں کے امام سید احمد اور علمائے دیوبند کے نام نہاد شیخ اشفیر مولوی احمد علی لاہوری وغیرہ صاحبان جو پیش گوئیاں کرتے تھے اس فتویٰ کی روشنی میں ان کے بارے میں کیا خیال ہے سر دست مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب پیش گوئی کر کے اور مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمہ اس کو درست تسلیم کر کے ”دارالعلوم دیوبند“ کے فتویٰ کی زد میں آ گئے ہیں سلفی صاحب سے استفسار ہے کہ اس فتویٰ کی روشنی میں مندرجہ بالا دونوں حضرات کے بارے میں حکم شرعی واضح فرمائیں۔

**مولانا کریم الدین دیر دیوبندی مسلک قبول نہیں کیا تھا ایک غیر جانبدار شہادت:**

مولانا عبدالعزیز نقشبندی مرتضائی کا مولانا کریم الدین دیر کے متعلق اقتباس نقل کرنے سے پہلے ان کے مسلک کے متعلق بھی کچھ وضاحت پیش ہے جس میں مولانا عبدالعزیز نقشبندی مرتضائی لکھتے ہیں کہ

”ہم بریلوی نہیں ہیں اور نہ ہی بریلوی کوئی مذہب ہے ہم سنی حنفی نقشبندی مجددی مرتضائی ہیں ہم سے مخاطب ہوتا ہو تو براہ راست میدان میں آیا کرو تمہارا ہم کو بریلویوں میں شامل کرنا دانی ہے ہم نے بریلی دیکھی بھی نہیں اگر بریلویوں سے تمہاری مراد مولانا مولوی احمد رضا خان علیہ الرحمہ کے شاگرد ہیں تو بھی غلط ہے کیونکہ ہم ان کے شاگردوں سے نہیں ہیں بلکہ کئی ایک مسائل میں ہمارا ان سے اختلاف ہے ہم نے دیوبندیوں کے مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور دیوبند وغیرہ میں تعلیم پائی ہے اور وہیں سے بدعتیہ کی ضلالت اور بزرگان دین سے کینہ کی شامت لے کر آئے تھے مگر کسی مرد خدا کی نظر عنایت سے نجات پائی (الحمد للہ) (روح الدیان لرحمہم العداوان صفحہ ۴) باہتمام تنظیم علماء مرتضائیہ دارالشریعت پیر صاحب قلعہ والے عثمان گنج لاہور)

مولانا غلام مرتضیٰ نقشبندی صاحب کے مسلک کی وضاحت خود ان کی تحریر سے ہی ہوگئی اب آئیے اور ذیل میں ان کی تحریروں پر ملاحظہ کریں جس میں انہوں نے مولانا عبدالحق قصوری اور مولانا کریم الدین دیر کے مسلک کی وضاحت کی ہے لکھتے ہیں کہ

"سید عبدالحق موصوف مسئلہ حیات اولیاء استمداد و نداء کے بھی قائل تھے دیکھو اخبار النقیہ امرت سرخریہ 122 اپریل 1922 افسوس آج اس بزرگ کی اولاد دیوبندیہ کا شکار ہو چکی ہے کتاب آفتاب صداقت مصنفہ قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوں جو دیوبندیوں کے رو میں ہے اور اس میں دیوبندیوں پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا ہے اس پر بھی سید عبدالحق شاہ صاحب کے تصدیقی دستخط ہیں اسی طرح مولانا کریم الدین صاحب سکند بھٹن نسل جہلم کی اولاد بھی دیوبندی ہو گئی ہے موخر الذکر کے خلف الرشید نے تو یہ غضب کیا ہے کہ اپنے والد بزرگوں کی تصنیفات میں وسعت اندازی کرنے سے بھی باز نہیں آئے مولانا کریم الدین علیہ الرحمہ نے اپنی آفتاب ہدایت انتساب طبع اول کے وقت حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری علیہ الرحمہ کے نام نامی سے کیا تھا مگر مولانا مرحوم کے صاحبزادہ مظہر حسین نے اپنی قلم سے یہ انتساب طبع ثالث کے وقت مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد بنام سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کر دیا ہے اور نیچے اپنے والد مولانا کریم الدین علیہ الرحمہ کا نام لکھ دیا مگر سوال یہ ہے کہ صاحبزادہ صاحب عالم برزخ میں مولانا مرحوم کے پاس گئے یا مولانا مرحوم دنیا میں آ کے دستخط کر گئے یہ ہر دو امر محال ہیں پس ثابت ہوا کہ یہ مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد صاحبزادہ صاحب کی طرف سے اپنے والد بزرگوار پر کذب صریح اور صریح افتراء بہتان ہے صاحبزادہ نے لکھا ہے کہ مولانا مرحوم آخر عمر میں دیوبندی ہو گئے تھے اور اکابر دیوبند سے حسن عقیدت ہو گئی تھی اور مولوی حسین احمد مدنی سے بذریعہ درخواست بیعت کی درخواست کی جواب آیا کہ "آپ اپنے سابق شیخ کے تلقین کردہ وظیفہ پر عمل کریں اسکے بعد جلد ہی آپ کا انتقال ہو گیا وغیرہ یہ جو کچھ صاحبزادہ صاحب نے لکھا ہے ایسا سفید جھوٹ ہے جس کی تردید کی ضرورت نہیں فقیر کے پیر و مرشد حضرت خواجہ عالم پیر نور محمد فانی الرسول اور مولانا کریم الدین مرحوم اور مولانا معوان حسین رام پوری مولانا محمود مجنوی انجمن معین الاسلام اور انجمن دائرۃ الاصلاح لاہور وغیرہ کے جلسوں میں رافضیت، وہابیت، دیوبندیہ، مرزاہیت کی تردید سالہا سال فرماتے رہے آخر عمر تک ملاقاتیں ہوئیں دیوبندی عقیدہ سے آپ کو کلی نفرت تھی آپ کے صاحبزادہ صاحب اگر سچے ہیں تو آپ کے عقیدہ کی تبدیلی پر آپ کی کوئی تحریر پیش کریں ورنہ یہ ان کا افتراء اپنے والد ماجد پر کذب صریح ہے ہمارے پاس مولانا مرحوم کے تحریری ثبوت موجود ہیں (روح الدیان لرحم العددان صفحہ 15، 16 تنظیم علمائے مرتضائیہ ربار شریف پیر صاحب قلع والے 2 عثمان بیگلارہور)"

قارئین کرام! مولانا غلام مرتضیٰ نقشبندی مرتضائی کے نقل کردہ اقتباس سے بھی ثابت ہوا کہ مولانا کریم الدین دہر آخری عمر تک اہل نہت و جماعت کے ساتھ منسلک رہے انہوں نے دیوبندی مسلک قبول نہیں کیا تھا

## مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کی کتاب میں مزید دواغلاط کی نشاندہی:

(1) سلفی دیوبندی صاحب نے ”احوال دیر“ کے صفحہ 298 پر مولوی انور شاہ کشمیری کی کتاب کا نام لکھا ہے ”تہذیر الاخوان فی تحقیق الربوانی الہندوستان“ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب مولوی انور شاہ کشمیری صاحب دیوبندی کی نہیں ہے بلکہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب کی ہے ملاحظہ ہو ملفوظات محدث کشمیری صفحہ ۱۵۰ (ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک نوار و ملتان)

(2) مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے ”احوال دیر“ کے صفحہ 55 پر میاں محمد بخش صاحب کھڑی شریف کی کتاب ”ہدایت المسلمین کا نام“ ”ہدیت المسلمین“ غلط لکھا ہے اور غالباً یہ شیعہ مولوی سید عارف نقوی کی انہی تقلید کا نتیجہ ہے جن نے اعتقادات امامیہ کے شروع میں مولانا کرم الدین کے مسلک کے سلسلہ میں قاضی مظہر حسین دیوبندی کا رد کیا ہے اور ”ہدایت المسلمین“ پر مولانا کرم الدین دیر کی لکھی گئی تقریظ میں سے کچھ اشعار نقل کیے ہیں سلفی دیوبندی نے یہ چالاکی کی کہ دہائیوں کے خلاف لکھے یہ اشعار شیعہ کا حوالہ دیے بغیر ”احوال دیر“ کے صفحہ 55 پر نقل کیے ان اشعار کے بعد شیعہ مولوی نے جو تبصرہ کیا تھا وہ الگ صفحہ 63 پر نقل کر کے اپنے ہمیں اس کا رد کیا۔

## مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کے تضادات:

ذیل میں دروغلو اور حافظ نباشد کے صحیح مصداق مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب کے تضادات ملاحظہ کریں۔

(1) مولوی عبد الجبار سلفی نے لکھا ہے کہ

”مولانا کرم الدین دیر کوئی فکری یا نظریاتی بریلوی نہ تھے“

(احوال دیر صفحہ 65 ناشر گروہ علم H1-182 واپڈا ٹاؤن لاہور)

جبکہ اسی کتاب کے صفحہ 66 پر مولوی عبد الجبار سلفی نے کذاب زمانہ امام المحر فیض الد محمد محمود مانچسٹروی دیوبندی کی کتاب مطالعہ بریلویت سے ایک اقتباس نقل کیا ہے جس کا متعلقہ حصہ ملاحظہ کریں۔ مولوی عبد الجبار سلفی نے لکھا ہے کہ

پروفیسر علامہ خالد محمود مدظلہ حضرت مولانا کرم الدین دبیر کا عنوان قائم کر کے رقم طراز ہیں یہ پنجاب میں بریلوی مسلک کا ستون تھے اور ایک بڑے درجے کے عالم تھے۔

(احوال دبیر صفحہ 66 ناشر گوشہ علم H1-182 وایڈٹاؤن لاہور)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ پہلے سلفی دیوبندی صاحب نے لکھا کہ مولانا کرم الدین دبیر نظریاتی بریلوی نہ تھے جبکہ اس کے اگلے صفحہ پر ہی یہ اقتباس نقل کیا (جس کا ایک حصہ میں نے اوپر نقل کیا) اور اس حصے سے مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے کوئی اختلاف بھی نہیں کیا اور دیوبندیوں کے امام مولوی سرفراز گکھڑوی نے اپنی کتاب ”تفریح الخواطر“ میں لکھا ہے کہ

”جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں نقل کرتا ہے اور اس کے کسی حصے سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے۔“

(تفریح الخواطر صفحہ 79 مطبوعہ صفدریہ نزد در سے نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

یہاں عبد الجبار سلفی صاحب نے مولوی خالد محمود دیوبندی کے اقتباس کے اس حصے سے اختلاف نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ سلفی دیوبندی اس معاملے پر دو موقف رکھتے ہیں پہلا یہ کہ مولانا کرم الدین دبیر نظریاتی یا فکری بریلوی نہ تھے اور سلفی صاحب کا بیک وقت دوسرا موقف یہ ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر مسلک اہلسنت وجماعت بریلوی کے ستون تھے۔ باللعجب

قارئین کرام سے انصاف کی اپیل ہے کہ ایک صفحہ پر لکھنا کہ مولانا کرم الدین دبیر نظریاتی بریلوی نہ تھے اور اگلے ہی صفحہ پر ان کو مسلک بریلوی کا ستون تسلیم کر لینا یہ تضاد بیانی نہیں تو کیا ہے؟

سلفی صاحب کے پہلے موقف کی تردید قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے بھی کی ہے جس میں وہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ”آپ کا تعلق عموماً بریلوی علماء سے تھا اور آپ کو انہی کے جلسوں میں مدعو کیا جاتا تھا (تاریخ عبرت مقدمہ صفحہ ۴۳ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

### عبد الجبار سلفی دیوبندی سے ایک سوال:

سلفی صاحب بتائیے قاضی مظہر حسین صاحب کے بقول مولانا کریم الدین دبیر کا تعلق علماء بریلی سے تھا اور انہی کے جلسوں میں ان کو بلایا جاتا تھا علماء دیوبندی تکفیر تک کے وہ قائل تھے لیکن اس کے باوجود بھی وہ نظریاتی بریلوی نہیں تھے؟ دراصل یہ سلفی صاحب کے دماغی خلل کا واضح ثبوت ہے۔



## تضاد بیانی نمبر 2:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے اپنی کتاب ”احوال دبیر“ میں لکھا ہے کہ

”سیف الملوک کے مولف محمد بخش کھڑی شریف (متوفی 1911ء) نے ایک کتاب بنام ہدیہ

مسلمین لکھی تھی اس کتاب پر مولانا کریم الدین دبیر کی تقریظ ہے چنانچہ اس تقریظ میں بھی آپ نے علمائے

ہمسنت دیوبند کے خلاف یہ اشعار لکھے ہیں

ہوا	اک	فرقہ	پیدا	کچھ	دنوں	سے
جو	بد	باطن	خمیشت	اور	بد زبان	ہے
وہ		کہلاتے	ہیں	لانڈھب		دہائی
بڑا		گمراہ	گروہ	نجدیاں		ہے
میاں	مٹھو	ہیں	بختے	اپنے	منہ	
بنا	فرعون	ہر	اک	بے	سماں	ہے

(ہدیہ المسلمین صفحہ 122) (احوال دبیر صفحہ 55)

یہاں تصحیح نقل کا التزام کیا گیا ہے کتاب کا صحیح نام ”ہدایت المسلمین“ ہے۔

ان اشعار میں ”مولانا کریم الدین دبیر“ نے وہابی کا لفظ استعمال کیا اور سلفی دیوبندی صاحب نے تسلیم کیا

کہ اس کے مصداق دیوبندی ہیں

اب آگے آئیے اور تضاد ملاحظہ کریں جس میں مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے اپنے ہی نظریہ کی

تخلیط کر دی۔

عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے لکھا ہے کہ

”مولانا مرحوم وہابی سے غیر مقلدیت مراد لیتے تھے نہ کہ علمائے اہلسنت دیوبند“

(احوال دبیر صفحہ 78)

قارئین کرام! یہ صریح تضاد نہیں کہ ایک جگہ مولانا کریم الدین دبیر نے لفظ وہابی استعمال کیا تو عبد الجبار

سلفی نے لکھا کہ اس سے مراد دیوبندی ہیں جبکہ دوسری طرف چند ہی صفحات بعد اس کی تقلید کرتے ہوئے لکھ دیا

کہ مولانا کریم الدین دبیر وہابی سے غیر مقلد مراد لیتے تھے اگر یہ تضاد بیانی نہیں تو پھر تضاد بیانی کس بلا کا نام ہے؟

## قرآنی حکم کے مطابق جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت مولوی عبدالبجارسلفی دیوبندی کے جھوٹ:

جھوٹ بولنے والے شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ

لَعَنَ اللَّهُ عَلَى الْكَذِبِينَ (پارہ ۳ آل عمران ۶۱)

یعنی ”لعنت کریں اللہ کی ان پر کہ جو جھوٹے ہیں۔“

(ترجمہ دیوبندی شیخ الہند مولوی محمود الحسن)

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ جھوٹ بولنے والے شخص کے متعلق تازیانہ عبرت میں لکھتے ہیں کہ  
”شریف انسان کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتے۔“

(تازیانہ عبرت صفحہ ۵۷ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

لیکن سلفی صاحب نے حکم قرآنی کو پس پشت ڈال کر ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولے۔

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد مدنی کانگریس کے بقول جس تحریر میں  
ایک جھوٹ ثابت ہو وہ تمام ساقط الاعتبار اور جعلی ہوتی ہے:

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام اور مولوی عبدالبجارسلفی کے مددگار مولوی حسین احمد مدنی ناٹھوی دیوبندی  
نے جھوٹ کے متعلق ”کشف حقیقت“ نامی کتاب میں لکھا ہے کہ

”تمام عدالتوں اور قوانین کا مسلمہ اصول ہے کہ اگر کسی دستاویز یا تمسک اور تحریر میں ایک جھوٹ بھی قطعی  
طور پر ثابت ہو جاتا ہے تو پوری دستاویز اور تمسک اور تحریر ساقط الاعتبار اور جعلی قرار دی جاتی ہے اور مالک تمسک کو  
جلسہ ساز اور مجرم قرار دیکر سخت سزا سمجھتے ہیں یہی نہیں کہ جھوٹ کا قطعی ثبوت ہی اس کا باعث ہوتا ہے بلکہ اگر اشتباہ بھی  
کسی تمسک وغیرہ میں پڑ جاتا ہے تو تمام تمسک مشتبہ ہو جاتا ہے (کشف حقیقت صفحہ ۱۴ طابع و ناشر محمد وحید الدین  
قاسمی دفتر جمعیت علماء ہند دہلی)

مولوی عبدالبجارسلفی کے مددگار مولوی حسین احمد مدنی کے اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ جس کی تحریر میں  
ایک جھوٹ ثابت ہو وہ تمام تحریری ساقط الاعتبار اور جعلی قرار دے دی جاتی ہے۔

مولوی حسین احمد مدنی کانگریس نے اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھا ہے کہ

"حسب قاعدہ ایک ہی دروغ تمام دستاویز کے جعلی اور اکڑوبہ ہونے کے لیے کافی ہے" (کشف حقیقت صفحہ 3 طالع و ناشر محمد وحید الدین قاسمی دفتر جمعیت علماء ہند دہلی) ذیل میں مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب کے جھوٹ اور خیانتیں نقل کی جا رہی ہیں جس سے حسب تصریح حسین احمد مدنی کانگریسی دیوبندی سلفی صاحب کی تحریر ساقط الاعتبار ٹھہرائی ہے۔

یوں تو مولانا کریم الدین دیر کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ دیوبندی ہو گئے تھے یہ بذات خود سب سے بڑا جھوٹ ہے اس جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے سلفی صاحب کو مزید جھوٹ بولنے پڑے۔ جن میں سے چند جھوٹ ذیل میں ملاحظہ کریں۔

### مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کا جھوٹ نمبر 1:

سلفی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ

"اہل السنۃ والجماعت کا دیوبند مکتبہ فکر قطعاً کوئی نیا فرقہ یا جماعت نہ تھی (احوال دیر صفحہ 51 ناشر ہاشم علم 182 واپڈاناؤن لاہور)

تنقید:

تاریخین کرام: یہ مولوی عبد الجبار سلفی کا وہ شرمناک جھوٹ ہے جس کی جتنی بھی مذہب کا جائے کم ہے کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ فرقہ دیوبند یہ ایک نیا فرقہ ہے جس کے بانی کا نام مولوی اسماعیل دہلوی ہے جس نے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیا شیخ مولوی اسماعیل دہلوی صاحب مع اپنی ذریت کے الگ ہو گئے۔ یہ ذریت بھی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی جن میں سے ایک گروہ کو غیر مقلد وہابی اور دوسرے گروہ کو مقلد وہابی یعنی دیوبندی کہا جاتا ہے۔ سلفی دیوبندی کے اس جھوٹ کا مختصر رد ملاحظہ کریں۔

### مولوی اسماعیل دہلوی صاحب فرقہ دیوبند یہ وہابیہ کے بانی:

مرزا حیرت ویلیوی مولوی اسماعیل دہلوی کے بارے میں لکھتا ہے کہ

"مولوی اسماعیل جو ہندوستان میں فرقہ موعدیہ کا بانی ہے" (حیات طیبہ صفحہ 310 مطبوعہ اسلامی

اکادمی اردو بازار لاہور صفحہ 266 مطبوعہ ادارہ ترجمان السنہ 17 ایک روڈ لاہور)

.. اس میں صراحتاً تسلیم کیا گیا ہے کہ وہابی دیوبندی فرقہ کا بانی مولوی اسماعیل دہلوی ہے کیونکہ وہابی دیوبندی خود کو موحد کہلاتے ہیں اور غیر مقلد وہابی مقلد وہابی یعنی دیوبندی عقیدہ بھی ایک ہیں جیسا کہ دیوبندیوں کے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے لکھا ہے کہ "عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں" (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ 62 مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب دکان نمبر 2 اردو بازار لاہور) مرزا حیرت دہلوی کی نقل کردہ عبارت میں "فرقہ موعود یہ" کا لفظ ہے جس سے اس بات کا مکمل ثبوت ملتا ہے کہ عقیدہ خود کو تو حید کے ٹھیکیدار کہلوانے والے فرقہ کا ہندوستان میں بانی مولوی اسماعیل دہلوی ہے اور یہ حقیقت تو سب کو معلوم ہے کہ عقیدہ غیر مقلد وہابی و مقلد وہابی یعنی دیوبندی ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔

### ضروری نوٹ:

حیات طیبہ کے مستند ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ دیوبندیوں کے نام نہاد "شیخ الاسلام" مولوی حسین احمد مدنی نے اس کتاب کی طرف مراجعت کرنے کا کہا ہے جس سے کم از کم یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس میں کوئی جھوٹ ہوتا تو مولوی حسین احمد مدنی صاحب کے نزدیک یہ کتاب ساقط الاعتبار اور جعلی قرار پاتی۔

یہ الگ بحث ہے کہ مولوی حسین احمد مدنی صاحب نے اپنی کتاب شہاب ثاقب میں خود جھوٹ اور جعل و فریب سے کام لیا ہے ملاحظہ ہو رد شہاب ثاقب از مولانا اجل سنبھلی ناشر ادارہ غوثیہ رضویہ کریم پارک موبی شاہ لاہور۔

### دیوبندیت کی ابتدا مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی سے:

مولوی انور شاہ کشمیری کے صاحبزادے مولوی انظر شاہ، کشمیری دیوبندی نے لکھا ہے کہ "اکابر دیوبندی جن کی ابتداء میرے خیال میں سید الانام مولانا قاسم صاحب اور فقیہ اکبر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے ہے" (ماہنامہ البلاغ کراچی صفحہ 48 ذی الحجہ 1388ھ)

اس کے بعد مزید لکھا ہے کہ

"دیوبندیت کی ابتدا حضرت شاہ دلی اللہ سے کرنے کی بجائے مذکورہ بالا دو عظیم انسانوں سے کرتا ہوں" (ماہنامہ البلاغ کراچی صفحہ 48 ذی الحجہ 1388ھ) مولوی انظر شاہ کے اقتباسات سے بھی یہی معلوم ہوا کہ دیوبندی ایک نیا فرقہ ہے جس کی ابتداء مولوی اسماعیل دہلوی اور باقاعدہ تنظیم مولوی رشید گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی وغیرہ سے ہے۔



## تقویت الایمان کی وجہ سے مسلمانان ہندو پاک دو گروہوں میں بٹ گئے احمد رضا بجنوری دیوبندی کا اعتراف:

مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی نے تقویۃ الایمان کے بارے میں لکھا ہے کہ

"افسوس ہے کہ اس کتاب کی وجہ سے مسلمان ہندو پاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فیصدی حنفی الملک ہیں دو گروہ میں بٹ گئے ایسے اختلافات کی نظیر دنیاۓ اسلام کے کسی خطے میں بھی ایک اہم اور ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں" (انوار الباری جلد 13 مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ مدینہ) یعنی جب مولوی اسماعیل دہلوی نے ہم اہلسنت کے خلاف تقویۃ الایمان کتاب لکھی سخت انتشار ہوا ثابت ہوا کہ تقویۃ الایمان کے مولف نے اس کتاب میں مسلمانان اہلسنت کو کافر و مشرک قرار دیا تھا نتیجہ ان کا الگ فرقہ قائم ہو گیا جو آگے چل کر غیر مقلد و حابانی اور مقلد و حابانی یعنی دیوبندی فرقہ میں تقسیم ہو گیا۔

بسمیٰ میں جب کسی دیوبندی کا کسی مسجد میں نماز پڑھنا معلوم ہوتا تو اسے پاک کرایا جاتا تھا مولوی زکریا دیوبندی کا اقرار:

دیوبندی جماعت کے شیخ الحدیث مولوی زکریا نے لکھا ہے کہ

"38ھ میں جب حضرت سہارنپوری قدس سرہ تین سو خدام کے ساتھ حج میں تشریف لے جا رہے تھے یہ تا کارہ بھی ہمرکاب تھا تو اہل بسمیٰ کے شرعی اور فسادی مخالفین کے خوف سے حضرت کو مع قافلہ کے بسمیٰ سے دس میل دور ایک قبرستان میں ٹھہرایا گیا تھا اور وہاں خیمے لگائے گئے علماء دیوبند کا بسمیٰ میں علی الاعلان جانا کسی قدر دشوار تھا اس سے ظاہر ہے کہ بسمیٰ کی کسی مسجد میں کسی معروف دیوبندی کا نماز پڑھ لینا معلوم ہو جاتا تو اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا" (جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات از مولوی زکریا دیوبندی شیخ الحدیث ناشر مکتبہ خلیل یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور) قارئین اس اقتباس کا غور سے پڑھیں اس کا حرف حرف یہ بتا رہا ہے کہ دیوبندی فرقہ ایک نیا فرقہ ہے جہی تو مسلمان اس کے مخالف تھے یہ آج سے قریباً 100 سال پہلے کا واقعہ ہے جسے دیوبندی شیخ الحدیث نے نقل کیا ہے مسلمانان اہلسنت دیوبندی فرقہ کے عقائد باطلہ کی وجہ سے ان کے مخالف تھے لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا دیوبندی اپنی منافقانہ چال کی وجہ سے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے رہے کیونکہ یہ اپنے عوام کے سامنے اپنے کفریہ عقائد واضح نہیں کرتے کہ کہیں وہ ہماری حقیقت

سے آگاہ نہ ہو جائیں مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد وہابی نے اہلسنت و جماعت بریلوی کو قدیم تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "امرتسری میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے اسی سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی خفی خیال کیا جاتا ہے" (شمع تو حید صفحہ 53 مطبوعہ مکتبہ عزیز یہ جامع مسجد قدس اہلحدیث والگراں چوک لاہور) اس کے بعد پنجاب کی مجموعی صورتحال کے بارے میں مولوی جعفر تھانی کا یہ بیان بھی ملاحظہ کر لیا جائے جس میں "تھانیسری صاحب" لکھتے ہیں کہ "جب میں ہندوستان سے روانہ ہوا تھا سارے پنجاب میں وہابی عقیدے کے دس مسلمان بھی نہ تھے لیکن اب دیکھتا ہوں کہ پنجاب کا کوئی شہر قصبہ اور گاؤں اب نہیں جس میں چوتھائی حصہ وہابی نہ ہوں جو امام محمد اسماعیل شہید کے مقصد ہیں" (کالا پانی صفحہ 113 ناشر طارق اکیڈمی فیصل آباد) تھانیسری صاحب آج سے کم و بیش 140 سال پہلے کی حالت بیان کر رہے ہیں۔

### دیوبندیت کو گنگوہی و نانوتوی صاحبان نے بطور دین قائم کیا:

تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث مولوی زکریا کاندھلوی صاحب کہتے ہیں کہ "ہمارے اکابر حضرت گنگوہی و حضرت نانوتویؒ نے جو دین قائم کیا تھا اس کو مضبوطی سے تمام لوگ" (صحبت با اولیاء صفحہ 125 مطبوعہ ایچی ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی)

ان حوالہ جات سے بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ دیوبندی فرقہ ایک نیا فرقہ ہے۔

بلکہ خود مولوی عبدالجبار سلفی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ "ضلع جہلم اور چکوال کے خطوں میں مسلک دیوبند کا کوئی عالم دین نہیں تھا" (احوال دبیر صفحہ 59 ناشر گوشہ علم H1-182 واپڈ ناوان لاہور) یہاں مولوی عبدالجبار سلفی نے خود تسلیم کر لیا کہ مولانا کریم الدین دبیر کے دور میں جہلم اور چکوال میں دیوبندی عالم نہیں تھا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دیوبندی ایک نیا فرقہ ہے اسلام کو ہندوستان میں آئے کئی صدیاں گزر گئیں لیکن جہلم میں کوئی دیوبندی عالم چودھویں صدی میں بھی موجود نہیں۔

مسلمان اہلسنت تو پہلے سے یہاں موجود ہیں اس لیے سلفی دیوبندی صاحب یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہاں اسلام کا تعارف ہی نہیں تھا (اس لیے کوئی دیوبندی عالم یہاں موجود نہیں تھا) لہذا مولوی عبدالجبار سلفی کی اپنی تحریر سے بھی یہ بات ثابت ہو گئی کہ دیوبندی فرقہ ایک نیا فرقہ ہے۔

## مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کا جھوٹ نمبر 2:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے لکھا ہے کہ

”حضرت مولانا کریم الدینؒ کی تصانیف میں کسی ایک جگہ بھی مولانا احمد رضا خان کا نام نہیں آیا“

(احوال دیر صفحہ 57)

اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھا کہ

”نہ کبھی آپؒ نے مولانا احمد رضا خان صاحب کا اپنی تصنیف میں ذکر کیا“ (احوال دیر صفحہ 65)

یہ مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب کا صریح جھوٹ ہے کیونکہ مولانا کریم الدین دیرؒ نے اپنی تصنیف ”پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ“ کے صفحہ 9 پر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی کا تذکرہ کیا ہے۔ جس میں مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ

## فاضل بریلوی کا فتویٰ:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ نے اپنی کتاب ”رد الرفضہ“ میں صاف طور پر یہ درج فرمایا ہے

”بالجملہ رافضیوں ہمزائیوں کے باب میں حکم یقینی اور قطعی اجماع ہے کہ وہ علی العموم کفار و مرتد ہیں ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ داخل زنا ہے معاذ اللہ عورت سنی اور مرد رافضی ہو یہ تو قہر الہی ہے“ (پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ صفحہ 9 مطبوعہ سہیلی پرنٹنگ پریس لاہور)

اور اس کتاب کے صفحہ 11 پر اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان کی تقریظ موجود ہے ان کے نام گرامی کے آگے بریکٹوں میں مولانا کریم الدین دیرؒ نے لکھا ہے (جانشین و خلف اکبر حضرت امین مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی)

اس کے باوجود مولوی عبد الجبار سلفی صاحب یہ کہنا کہ مولانا کریم الدین دیرؒ نے اپنی کسی تصنیف میں اعلیٰ حضرت کا ذکر نہیں کیا صریح جھوٹ اور اعلیٰ حضرت سے بغض کی دلیل ہے

## ضروری نوٹ:

میں نے مولوی عبد الجبار سلفی سے بذریعہ فون یہ دریافت کیا کہ جس وقت آپؒ نے ”احوال دیر“ کتاب لکھی تھی تو کیا اس وقت ”پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ“ آپ کے پاس موجود تھی تو جواب ملا کہ ”ہاں موجود تھی“ اس بات کی سلفی صاحب سے تصدیق کی جاسکتی ہے۔

☆ مولانا کریم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کا مولوی محمد فاضل غیر مقلد کے ساتھ مسئلہ نور پر تحریری مناظرہ ہوا جب بات حکم تک پہنچی تو مولانا کریم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام تجویز کیا لیکن مولوی فاضل غیر مقلد وہابی نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا۔ ("نور" صفحہ 12، 13 تا تنظیم نو جوان اہلسنت بھائی گیت لاہور و شخصیات جہلم صفحہ 80 مصنف انجم سلطان شہباز صاحب مطبوعہ بک کارنر جہلم)

### جھوٹ نمبر 3:

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے صاحب اپنی کتاب میں ایک اور جھوٹ یہ بولا کہ "مولانا کریم الدین کی تصانیف میں کسی ایک جگہ بھی مولانا احمد رضا خان کا نام نہیں آیا اور نہ اس زمانہ کے کسی تکفیری مولوی صاحب کا حوالہ ملتا ہے" (احوال دبیر صفحہ 58، 59)

### ضروری نوٹ:

علماء اہلسنت علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات کی وجہ سے ان کو کافر قرار دیتے ہیں دیوبندی ان گستاخیوں سے اعلان برأت کرنے کی بجائے انہیں تکفیری مولوی کہتے ہیں۔

یہ بھی سلفی دیوبندی کا سراسر جھوٹ ہے کیونکہ مولانا کریم الدین دبیر کی کتاب "صداقت مذہب نعمانی" کے صفحہ پر اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مولانا محمد شریف کوٹلوی کا ذکر خیر ان الفاظ میں کیا ہے مولانا کریم الدین دبیر لکھتے ہیں کہ

"مولانا مولوی محمد شریف صاحب کوٹلوی (سیالکوٹ) کا وعظ بھی وجوب تقلید پر تھا آپ نے بھی اس مسئلہ کو جیسا کہ چاہے دلائل قاطعہ سے ثابت کیا اور متعدد ایسی احادیث پیش کیں جن میں تعارض و اختلاف ہے اور ان سب پر عمل ہونا مشکل ہے پھر جب تک کسی امام کی تقلید نہ کی جائے صرف احادیث سے مسائل کا استخراج ہو ایک کام نہیں ہے مولوی صاحب کی تقریر نہایت مدلل تھی لیکن افسوس کہنگی وقت کے باعث مضمون ختم نہ ہوا۔" (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 7، 8 مطبوعہ مطبع سراج المطابع جہلم)

اس کے علاوہ مولانا کریم الدین دبیر کی کتاب "پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ" کے آخر میں اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے حمزہ الاسلام مولانا حامد رضا خان، خلیفہ اعلیٰ حضرت مصنف بہار شریعت مولانا امجد علی اعظمی



صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا دیدار علی شاہ الوری، شیر بیخہ اہلسنت مولانا حشمت علی خان لکھنوی، مفتی عبدالحفیظ قادری، مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں، مولانا امام الدین کوٹلی لوہاراں، مولانا ابوالنور محمد بشیر از کوٹلی لوہاراں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ذکر ہے۔

سوائے مولانا ابوالنور بشیر مفتی عبدالحفیظ قادری کے تقریباً سب اعلیٰ حضرت کے خلفاء تھے اور دیوبندیوں کو ان کی گستاخانہ و کفریہ عبارات کی وجہ سے مندرجہ بالا تمام علماء کافر و مرتد سمجھتے تھے۔

☆ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی کتاب ”السیف المسلول“ کے آخر میں مولانا محمد شریف کوٹلی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ بھی شامل ہے۔

☆ نیز پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا سید ابوالبرکات سید احمد قادری کے دیوبندیوں کے کفریہ عقائد کے رد میں لکھے گئے رسالے بنام ”دیوبندیوں کے عقائد کا مختصر کچا چٹھا“ کے آخر میں مولانا کرم الدین دبیر کی تصدیق شامل ہے۔

☆ شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ کے تحریر کردہ رسالہ بنام ”تنویر النجیہ“ کے آخر میں بھی مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ موجود ہے۔

مولانا کرم الدین دبیر کی کتب میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کا ذکر خیر بھی موجود ہے جیسا کہ آفتاب ہدایت کا اقسام حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے نام کیا اس کے علاوہ ”صداقت مذہب نعمانی“ میں لکھتے ہیں ”حضرت اقدس پیر جماعت علی شاہ صاحب مدظلہم (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 3 مطبع سراج المطابع جہلم) اور دوسری کتاب میں لکھتے ہیں حضرت صوفی سید جماعت علی شاہ صاحب دام برکاتہم (تازیانہ عبرت صفحہ ۲۹۳ قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

☆ اور حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب علمائے دیوبند کی تکفیر کے قائل تھے جیسا کہ ”ملفوظات محدث کشمیری“ میں پیر صاحب کے بارے مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب نے کہا ہے کہ ”انہوں نے ہم پر فتویٰ تکفیر کا دیا ہے“

(ملفوظات محدث کشمیری صفحہ ۲۳۲ ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان)

اس کے علاوہ پیر جماعت علی شاہ صاحب ”حسام الحرمین“ کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”حام الحرمین کے فتاویٰ حق ہیں اور اہل اسلام کو ان کا ماننا اور ان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے جو شخص ان کو تسلیم نہیں کرتا وہ راہ حق سے دور ہے۔ حضرت سول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان مبارک میں جو شخص عہد آسہوا بھی گستاخی کرے اور آپ کی ادنیٰ توہین و تنقیص کا تقریر یا تحریر امر کتب ہو وہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے جو شخص اس کا فرار و بے ایمان کو مسلمان سمجھتا ہو وہ بھی اسی کا حکم رکھتا ہے اہانتہ الانیسا کفر عقائد کا صریح مسئلہ ہے۔ اور رضا بالکفر بھی کفر ہے جیسا کہ کتب اسلامیہ میں باتفاق جمہور علمائے متقدمین و متاخرین مرقوم ہے اس لیے ان اشخاص سے جو کہ حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا دیگر حضرات انبیاء اکرام علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی اہانتہ کریں نفرت و بیزاری ضروری و لازمی ہے الرافق جماعت علی عنافہ بقلم خود اعلیٰ پور سید اس ضلع سیالکوٹ پنجاب (الصوارم البندیہ صفحہ ۵۵ النوریہ رضویہ پبلیشنگ کمپنی کچا رشید روڈ بلال گلج لاہور)

مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمۃ ”تازیانہ عبرت“ میں ”چند مقدس نفوس“ کی سرخی دے کر لکھتے ہیں۔

”چند ایک مقدس ستیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی وفات کے بعد ان کے جنازہ کی عزت اور معیت کا

احترام کیا گیا۔“

پھر اس کے بعد نمبر ۹ کے تحت حضرت مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”مولانا مولوی غلام قادر صاحب مرحوم کا جنازہ جب شہر لاہور میں اٹھایا گیا تو ہجوم خلافت اس قدر تھا کہ نماز جنازہ باہر پیرید میں پڑھی گئی کارخانوں کے مزدوروں نے اس روز مزدوری موقوف کر کے شمولیت جنازہ کی (تازیانہ عبرت صفحہ ۲۸۹ ناشر قاضی محمد کریم الدین دیر اکیڈمی پاکستان)

مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمۃ نے حضرت مولانا غلام قادر بھیروی علیہ الرحمۃ کو مقدس نفوس میں شمار کیا اور مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ فرقیہائے باطلہ و ہابیہ دیوبندیہ مرزائیہ رافضیہ کے شدید مخالف تھے مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اسلام کی آٹھویں کتاب“ میں مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر میں مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تحقیق الفتویٰ کا فتویٰ نقل کیا ہے اور اس کے علاوہ تقویۃ الایمان کی دیگر عبارات کا بھی شدید رد کیا ہے۔ ان کی کتب کا مجموعہ ”اسلام کی اکتائیس“ کے نام سے دستیاب ہے اس کے صفحہ ۳۶۸ پر فرقہ دیوبندیہ کا ابطال کیا گیا ہے اور صفحہ ۳۷۷ پر دیوبندیہ و ہابیہ کے عقیدہ امکان کذب کا رد کیا گیا ہے۔

ان حقائق کے باوجود بھی مولوی عبدالحجاز سلفی کا یہ کہنا کہ دیوبندیوں کو کافر کہنے والے کسی عالم کا تذکرہ

ان کی کسی کتاب میں موجود نہیں۔ سراسر جھوٹ ہے۔

## جھوٹ نمبر 4:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے اعلیٰ حضرت پر بہتان باندھتے ہوئے لکھا ہے کہ ”مظلوم بے گناہ اکابر علمائے دین پر تکفیر کا شوق پورا کرنے والے خان صاحب“ (احوال دہر صفحہ 52 ناشر گوشہ علم 1-1-184ء ایڈٹاؤن لاہور)

یہاں بھی مولوی عبد الجبار سلفی نے اعلیٰ حضرت پر بہتان باندھ کر لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈالا ہے۔ قاتل غور بات ہے کہ انبیاء کے علم غیب منکر خود اعلیٰ حضرت کے دل کی کیفیت کو جاننے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے سامنے جب دیوبندی اکابرین کی کفریہ عبارات آئیں تو آپ نے دیوبندی اکابرین کو خطوط لکھے کہ ان عبارات سے توبہ کریں۔ لیکن انہوں نے نہ توبہ کرنی تھی نہ کی۔ اس کے بعد دیوبندی اکابرین پر حکم شرعی لگانا اعلیٰ حضرت کا فرض تھا جیسا کہ دیوبندی مناظر مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری نے لکھا ہے کہ

”اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خان صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے“ (اشد العذاب صفحہ 17 مشمولہ احتساب قادیانیت جلد 10 صفحہ 259 ناشر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضور باغ روڈ ملتان)

مزید تفصیل کے لیے ”حسام الحرمین“ ”راد المہند“ ”رد شہاب ثاقب“ ”روسیف میانی“ ”تحقیقات“ ”وقعات السان“ ”اواخر السان“ ”قہر واجد دیان“ وغیرہ کتب علماء اہلسنت ملاحظہ کریں۔

فرمایئے سلفی صاحب! اب کیا فرماتے ہیں؟ اعلیٰ حضرت نے اگر کسی کی تکفیر کی ہے تو اس کے کفر کی وجہ سے کی ہے اگر ہمت ہے تو دلائل شرعیہ کی روشنی میں ثابت کریں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اکابر دیوبند کی تکفیر شوق کی بنا پر کی۔

## جھوٹ نمبر 5:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے جھوٹ بولتے ہوئے خود کو اہلسنت قرار دیتے ہوئے لکھا کہ ”اس مناظرے میں اللہ تعالیٰ نے اہل سنت والجماعت کو کامیابی سے ہمکنار فرمایا“

(احوال دہر صفحہ 56)

حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے کیونکہ مولوی سلفی دیوبندی کے مسئلہ ماہ نامہ شمس الاسلام بھیرہ محرم الحرام 1356ھ مطابق اپریل 1937ء جلد نمبر 3 صفحہ 35، 36 کی فائل اس کی تردید کر رہی ہے اس شمارہ میں درج

ہے کہ اس مناظرہ میں مولوی منظور نعمانی شیریشہ اہلسنت کے مقابل لا جواب ہو گیا اور ان کے دلائل کا جواب نہ دے سکا۔ اس لیے دیوبندیوں کو فاتح قرار دینا سراسر جھوٹ و فریب کاری ہے۔

## جھوٹ نمبر 6:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے جھوٹ بولتے ہوئے لکھا ہے کہ  
 ”ہر مصنف اپنی کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں ضرور کہیں نہ کہیں کمی بیشی کرتا ہے۔“

(احوال دیر صفحہ 78 ناشر گوشہ علم 1-H-182 واپڈاناؤن لاہور)

یہ مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب کا سراسر جھوٹ ہے کہ ہر مصنف اپنی کتاب میں ”ضرور“ کمی بیشی کرتا ہے۔ میرا مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی سے صرف اتنا مطالبہ ہے کہ دلائل کے ساتھ ثابت کرے کہ (1) مولانا کرم الدین نے اپنی ہر کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں کمی بیشی کی (2) یہ بھی ثابت کرے کہ قاضی مظہر حسین دیوبندی نے اپنی کتاب کے ہر دوسرے ایڈیشن میں ضرور کمی بیشی کی (3) اور یہ بھی بیان کرے کہ اپنی تحریر کردہ کتب کے ہر دوسرے ایڈیشن میں ”جناب“ نے خود بھی ضرور کمی بیشی کی ہے۔

جناب سے استدعا ہے کہ میرے ان مطالبات کو پورا کریں تاکہ آپ کی اس بات کی سچائی ثابت ہو سکے بصورت دیگر اگر ”ہر مصنف“ کی کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں ”ضرور کہیں نہ کہیں کمی بیشی“ ثابت نہ کر سکیں تو اپنا کذاب ہونا تسلیم کر لیں۔

## ایک سوال:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے لکھا ہے کہ ”تحقیق و تدقیق میں ہر بات حرف آخر نہیں ہوتی“

(احوال دیر صفحہ 78 ناشر گوشہ علم 1-H-182 واپڈاناؤن لاہور)

جناب کی اس تحریر کی روشنی میں میرا یہ سوال ہے کہ کیا مولانا کرم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی بابت جناب کی تحقیق حرف آخر ہے یا نہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو یہ آپ کی مندرجہ بالا بات کی تکذیب ہے اور اگر کہیں کہ میری تحقیق حرف آخر نہیں تو جناب اس کو منوانے پر ہند کیوں ہیں؟

**قاضی مظہر دیوبندی کے بیٹے قاضی ظہورالحسین دیوبندی سے ایک مطالبہ:**

قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے مولانا کرم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”تاریخ نہ عبرت“ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ”حضرت مدنی کا غائبانہ فیض پہنچتا ہے“

(مقدمہ تاریخ نہ عبرت صفحہ 45 مطبوعہ قاضی محمد کرم الدین دیر اکیڈمی پاکستان)



قاضی ظہور حسین دیوبندی صاحب سے مطالبہ ہے کہ دیوبندیوں کے عین اسلام ”تقویۃ الایمان“ کی روشنی میں اس بات کو درست ثابت کریں اور اگر نہ کر سکے تو یہ جھوٹ بولنے والے قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کے بارے میں حکم شرعی واضح کریں؟

## جھوٹ نمبر 7:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے احوال دیر میں آفتاب ہدایت سے وہابی کالفظ نکالے جانے کے متعلق لکھا کہ

”آفتاب ہدایت طبع دوم میں حضرت دیر نے خود ہی اکثر مقامات سے یہ لفظ حذف کر دیا تھا“

(احوال دیر صفحہ ۷۸ ناشر گوشہ علم 1-H-182 واپڈا ٹاؤن لاہور)

قارئین کرام! آفتاب ہدایت طبع اول میں جن مقامات پر وہابی کالفظ موجود تھا اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔  
آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 1 پر ”وہابیت“ لکھا ہے۔

آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 82 سوال کے اندر ”وہابیوں“ لکھا ہے۔

آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 83 دو جگہ ”وہابی“ لکھا ہے۔

آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 372 مولانا حسن فیضی کی منظوم تقریظیں ”وہابی“ کالفظ موجود ہے۔

قاضی مظہر حسین دیوبندی کے زیر اہتمام آفتاب ہدایت کے شائع ہونے والے ایڈیشنوں سے صرف صفحہ 1 پر وہابیت کالفظ موجود نہیں باقی مقامات پر ابھی بھی موجود ہے لہذا سلفی دیوبندی صاحب کا یہ کہنا کہ لفظ وہابی آفتاب ہدایت کے ”اکثر“ مقامات سے مولانا کریم الدین دیر نے خود حذف کیا تھا سراسر جھوٹ ثابت ہوا۔ یہاں بھی وہی صورت پیش آئی کہ قاضی مظہر حسین صاحب نے آفتاب ہدایت کے اپنے زیر اہتمام شائع ہونے والے نسخہ میں صفحہ ۲۰۵ پر تو یزید ملعون کو یزید فاسق سے بدل دیا جبکہ اسی ایڈیشن کے صفحہ ۲۸۴ پر یزید کے بارے میں لفظ ملعون ابھی بھی موجود ہے۔

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی سلفی کی خیانتیں:

## خیانت نمبر 1:

سلفی دیوبندی نے لکھا ہے کہ

حضرت مولانا کریم الدین دیرؒ کی تصانیف میں کسی ایک جگہ بھی مولانا احمد رضا خان کا نام نہیں

آیا (احوال دیر صفحہ 58)

اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھا ہے کہ

”نہ کبھی آپ نے مولانا احمد رضا خان صاحب کا اپنی تصنیف میں ذکر کیا“ (احوال دبیر صفحہ 65)

حالانکہ مولانا کرم الدین دبیر صاحب نے اپنی کتاب ”پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ“ کے صفحہ 9 اور 11 پر علیحضرت کا ذکر کیا ہے جس کی تفصیل ”مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کے جھوٹ نمبر 1“ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

سلفی دیوبندی کی چالاکي ملاحظہ کریں کہ چونکہ اس کتاب ”پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ“ میں اعلیٰ حضرت کا ذکر موجود تھا اس لئے سلفی دیوبندی نے اس کتاب پر تبصرہ ”تذکار بگوئے“ سے نقل کیا کیونکہ اس میں اعلیٰ حضرت کا ذکر نہیں تھا۔ جب کہ مولانا کرم الدین دبیر کی یہ کتاب سلفی صاحب کے پاس موجود تھی۔ صرف اعلیٰ حضرت کے بغض میں اصل کتاب کو نظر انداز کر کے دوسری کتاب سے تبصرہ نقل کیا۔ تاکہ یہ جھوٹ بھی بولا جاسکے کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ کا تذکرہ مولانا کرم الدین دبیر کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔

## خیانت نمبر 2:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے ”احوال دبیر“ میں مولانا کرم الدین دبیر کی کتاب ”مناظرات ثلاثہ“ پر جو تبصرہ کیا ہے وہ ملاحظہ کریں سلفی دیوبندی لکھتا ہے کہ ”اس میں تین مناظروں کی روئداد ہے (1) مباحثہ میر پور (2) مناظرہ منصور پور (3) مناظرہ چک رجا دی (گجرات) تفصیل آگے آئے گی یہ کتاب مسلم پریس لاہور سے چھپی تھی۔“ (احوال دبیر صفحہ 174، 175)

اس کے علاوہ مناظرات ثلاثہ پر مزید تبصرہ ”احوال دبیر“ کے صفحہ 214 تا 224 تک کیا لیکن کہیں بھی یہ ذکر نہ کیا کہ ”مناظرات ثلاثہ“ میں مولانا کرم الدین دبیر نے مولوی اسماعیل دہلوی کی تردید بھی کی ہے جو کہ ”مناظرات ثلاثہ“ صفحہ 3، 45، 46 پر ہے دیگر غیر مقلدین کے ساتھ اسماعیل دہلوی کی دو کتب تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم کی عبارات اور مولوی غلام احمد اٹھوی دیوبندی کے نام سے شائع شدہ کتاب ”براہین قاطعہ“ کا بھی مولانا کرم الدین دبیر نے نام لے کر رو کیا ہے لیکن مولوی عبد الجبار سلفی نے اس کا ذکر نہ کر کے یہاں بھی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ سلفی صاحب یہ ذکر کر دیتے تو ان کے لیے مزید مشکل ہو جاتی کیونکہ ان کے لیے الصوارم البندیہ پر لکھی تقریظ پہلے ہی گھلے کا کاٹنا بن چکی ہے وان کے گھلے سے نکل نہیں پار ہی۔

### خیانت نمبر 3:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے ”احوال دیر“ میں مولانا کرم الدین دیرگی کتاب ”صداقت مذہب نعمانی“ پر تبصرہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ

”اس رسالہ میں مولانا کرم الدین نے خفی مذہب کی حقانیت کے پر زور دلائل دیئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ بموجب حدیث رسول ﷺ اتبعوا السواد الاعظم من شد شد فی النار اسی مذہب کی پیروی باعث نجات ہے اس رسالہ میں حضرات اہل حدیث (باصلاح جدید) کے عجیب و غریب مسائل کی فہرست بھی موجود ہے“ (احوال دیر صفحہ 174)

اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے بھی سلفی دیوبندی صاحب نے خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ سلفی دیوبندی نے صرف یہ لکھا ہے کہ ”اس رسالہ میں حضرات اہل حدیث (باصلاح جدید) کے عجیب و غریب مسائل کی فہرست بھی موجود ہے“ حالانکہ ”صداقت مذہب نعمانی“ کے صفحہ 17 پر ”عقائد و عملیات وہابیہ“ کے ضمن میں مولانا کرم الدین دیر نے دیوبندیوں کے عقیدہ امکان کذب کا رد کیا ہے اس کتاب کے صفحہ 18 پر اسماعیل دبلوی کی کتاب تقویۃ الایمان و مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب حفظ الایمان کی کفریہ عبارات کا رد موجود ہے اور صفحہ 19 پر براہین قاطعہ کی خرافات کا رد بھی موجود ہے لیکن مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے بددیانتی کرتے ہوئے ان کا ذکر ہی کرنا گوارہ نہ کیا۔ یہ ہے ان دیوبندیوں کی دیانت۔

### خیانت نمبر 4:

مولوی عبد الجبار سلفی صاحب نے ”الصواعق المہندیہ“ سے مولانا کرم الدین دیرگی تقریظ نقل کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے۔ ذیل میں مولانا کرم الدین دیرگی تقریظ کا وہ حصہ ملاحظہ کریں جو مولوی عبد الجبار سلفی نے نقل کیا ہے۔

”دیوبندی جنہ کے سرگروہ خلیل احمد و رشید احمد ہیں نجدی گروہ محمد بن عبد الوہاب سے بھی زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ نجدی تو پہلے ہی مسلمانان مقلدین سے الگ ہو گئے مسلمانوں کو ان کے عقائد خبیثہ سے آگاہی ہو گئی لیکن دیوبندی وہابی نما خفی مسلمانوں سے شیر و شکر ہو کر گویا حلوے میں زہر ملا کر ان کو ہلاک کر رہے ہیں اس لیے یہ خارج از اسلام اور کافر ہیں جیسا کہ علمائے حرمین شریفین کا ملل و مفصل فتویٰ ان کی نسبت صادر ہو چکا ہے“

(والسلام خاکسار ابوالفضل محمد کرم الدین عفا اللہ عنہ از بھیس چکوال جہلم)

مولوی عبدالبجبار سلفی نے مولانا کریم الدین دبیر کا فتویٰ نقل کرنے میں بھی یہودیانہ تحریف سے کام لیا ہے اور کہیں بھی یہ اشارہ نہیں دیا کہ موصوف نے کہیں کوئی عبارت چھوڑی ہے۔

مولانا کریم الدین کی تقریظ میں شروع کے یہ الفاظ ”باسمہ سبحانہ حسام الحرمین میں جو کچھ لکھا ہے عین حق ہے“ مولوی عبدالبجبار سلفی دیوبندی نے کوابریانی کی طرح ہضم کر لیے اور بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو نقل نہ کیا۔

مولانا کریم الدین دبیر کی تقریظ یہاں تک نقل کی ”گویا حلوے میں زہر ملا کر ان کو ہلاک کر رہے ہیں“ اس کے بعد درمیان سے قریباً 8 سطریں چھوڑ کر آخری دو سطریں نقل کیں۔ اب ذیل میں وہ سطرین نقل کی جارہی ہیں جن میں مولانا کریم الدین دبیر نے دیوبندیوں کا شدید رد کیا اور مولوی عبدالبجبار سلفی دیوبندی نے خیانت کرتے ہوئے انہیں نقل نہیں کیا ملاحظہ کریں۔

”اعاذنا اللہ منہم“ اور اب تو ابن سعود نجدی کے مداح بن کر عملاً مسلمانوں سے انہوں نے علیحدگی اختیار کر لی ہے بہر حال نجدیوں اور دیوبندیوں کے دلوں میں خدا اور رسول خدا کی کچھ عظمت نہیں سے امکان کذب باری کے قائل ہو کر انہوں نے تو جن باری تعالیٰ کے جرم کا ارتکاب کیا ہے حضور ﷺ کی تنقیص شان میں مشرکین سے بھی بڑھ گئے۔ حضور ﷺ کا علم معاذ اللہ حیوانات اور جانین کی طرح اور شیطان کے علم سے کم بتایا۔ میلاد النبی کو کنھیا کے سوانگ سے تشبیہ دی اور میلاد کرنے والوں کو مشرک کہا آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے لایوم من احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولده والناس اجمعین اور چونکہ ان لوگوں کے دلوں میں حب رسول ﷺ کا ذرہ بھی موجود نہیں“

(الصوارم الہندیہ صفحہ 70 مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی کچا رشید روڈ بلال گنج لاہور)

اس حصہ میں چونکہ مولانا کریم الدین دبیر نے دیوبندیوں کو مشرکوں سے بھی بڑھ کر قرار دیا اور کہا کہ ان کے دل میں حب رسول ﷺ کا ذرہ بھی موجود نہیں شاید اسی لیے مولوی عبدالبجبار سلفی دیوبندی نے خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے انہیں نقل نہیں کیا اللہ تعالیٰ ایسے بددیانت لوگوں کے شر سے بچائے آمین۔

### سلفی دیوبندی کی خیانت نمبر 5:

دیوبندیوں نے مولانا کریم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی ترویید مرزاہیت میں لکھی گئی لاجواب کتاب ”تاریخ عبرت“ شائع کی۔ اس کتاب کے حواشی مولوی عبدالبجبار سلفی دیوبندی نے لکھے ہیں۔



مولانا کرم الدین دبیر نے ”تازیانہ عبرت“ میں مرزائیوں کا ایک اعتراض نقل کیا کہ ”جسم خاکی کا گزر کزہ آتش سے ناممکن ہے کیونکہ آگ جلاتی اور خاکی جسم جل جاتا ہے۔“ (تازیانہ عبرت صفحہ 171 مطبوعہ قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

اس اعتراض کے مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد جوابات دیے جن میں سے ایک جواب یہ بھی تھا کہ ”پیغمبر علیہ السلام نور تھے لہذا جاء کلمہ من اللہ نور و کتاب مبین پھر آگ نور کو جلا سکے؟“ (تازیانہ عبرت صفحہ 172 مطبوعہ قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

اس اقتباس پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں یہ بالکل واضح ہے کہ یہاں مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نبی پاک علیہ السلام کے نور ہونے سے مراد نور حسی جسمانی ہے۔ کیونکہ یہاں اعتراض ہی جسم اطہر کے متعلق ہے۔ یہاں مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کی فنکاری ملاحظہ کیجئے کہ اس اظہر من الشمس عبارت پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”نور ہدایت مراد ہے۔“

(حاشیہ تازیانہ عبرت از عبد الجبار سلفی دیوبندی صفحہ 172)

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے اپنی فنکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس عبارت کے حاشیہ میں خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے قارئین کو گمراہ کرنے کی کوشش کی اور لکھا کہ اس سے نور ہدایت مراد ہے۔ حالانکہ یہ منہوم مولانا کرم الدین دبیر کی عبارت کے سیاق و سباق کے بالکل خلاف ہے اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر نے ”تازیانہ عبرت“ میں ”لطاقت جسم رسول“ کے ضمن میں لکھا ہے کہ ”اسی لطافت کے باعث آپ کا سایہ نہ تھا“ (تازیانہ عبرت صفحہ 170 ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

بالکل واضح ہو گیا کہ مولانا کرم الدین دبیر کی عبارت پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے مولوی عبد الجبار سلفی نے خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ ہم اہلسنت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہدایت ہونے کے ساتھ نور حسی جسمانی ہونے کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔

**مولانا کرم الدین دبیر کو دیوبندی ثابت کرنے کے لیے پیش کی گئی تلخیصات کا رد:**

مولانا کرم الدین دبیر کو دیوبندی ثابت کرنے کے لئے مولوی عبد الجبار سلفی نے جن تلخیصات کو پیش کیا ہے ذیل میں ان پر مختصر تبصرہ کیا جا رہا ہے۔

## اعتراض نمبر 1:

احوال دبیر میں عبد الجبار سلفی دیوبندی نے قاضی مظہر حسین دیوبندی کے حوالے سے لکھا ہے خلاصہ یہ ہے کہ مولوی محمود الحسن دیوبندی کے بھتیجے راشد عثمانی دیوبندی کی تقریر مولانا کرم الدین دبیر نے اپنی مسجد میں کروائی تھی اور انہی کے ہاتھ مولانا کرم الدین دبیر نے دارالعلوم دیوبند کے لیے چندہ بھجوایا تھا۔

جواب: فریق مخالف کے مقابل لا جواب ہو کر اس کے مقابلے کے لیے جعلی کتابیں گھڑ لینے والے دیوبندی علماء کی مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی تیار کردہ رسید کے ذریعے مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے یہ دعویٰ کیا کہ مولانا کرم الدین دبیر نے دیوبند میں چندہ بھجوایا جو کہ قطعاً قابل اعتبار نہیں۔

## پہلی بات:

یہ بات سراسر جھوٹ ہے کہ

1- مولوی راشد عثمانی دیوبندی کی تقریر مولانا کرم الدین دبیر نے اپنی مسجد میں کروائی تھی کیونکہ جب مولانا کرم الدین اکابرین دیوبند کو کافر مرتد اور مشرکوں سے بڑھ کر جانتے تھے تو ان کی تقریر اپنی مسجد میں کیوں کر کر سکتے ہیں؟

## دوسری بات:

قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے اپنی کتاب خارجی فتنہ جلد اول میں ایک مشہور سنی واعظ مولانا محمد اکرم شاہ المعروف قطبی شاہ صاحب سے متعلق دیوبندی اخبار الانجم کے ایڈیٹر مولوی عبدالشکور لکھنوی صاحب نے درخواست کی تھی کہ

”ناچیز مدیر الانجم نے اپنے آخری سفر پنجاب میں مولوی صاحب موصوف سے درخواست کی تھی کہ اپنے تبلیغی دوروں کے حالات الانجم کے لیے بھیج دیا کریں۔“

(خارجی فتنہ صفحہ ۵۴۱ ناشر تحریک خدام اہل سنت چکوال ضلع جہلم)

مولانا اکرم شاہ صاحب المعروف قطبی شاہ صاحب وہی ہیں جنہوں نے مناظرہ سلاں والی میں اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے ساتھ تھے کیا عبدالشکور لکھنوی صاحب کی درخواست سے یہ نتیجہ نکالنا درست ہے کہ لکھنوی صاحب نے بریلوی مسلک قبول کر لیا تھا اس لیے ایک بریلوی عالم سے درخواست کی کہ اپنے دوروں کے

حالات انہم میں بھیج دیا کریں؟ اگر سلفی صاحب جواب دیں کہ یہ استدلال درست نہیں تو پھر خود کیوں اس طرح کے لغو استدلال کے ذریعے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

### تیسری بات:

ذیل میں دیوبندیوں کی چند جعل سازیاں ملاحظہ کریں۔

### دیوبندیوں کی جعل سازی کا پہلا ثبوت:

قاضی مظہر حسین دیوبندی دجال زمانہ مولوی حسین احمد مدنی صاحب کے وظیفہ میں ہے اور حسین احمد مدنی صاحب نے اپنی کتاب ”شہاب ثاقب“ میں اعلیٰ حضرت کے رو کے لیے دو کتابیں اپنے جی سے گھڑ کر اعلیٰ حضرت کے سامنے پیش کیں۔ ذیل میں مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی کا دجل و فریب ملاحظہ کریں جس میں مدنی صاحب نے جھوٹ بولتے ہوئے لکھا ہے کہ

”جناب شاہ حمزہ مارہروی مرحوم خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور صفحہ پندرہ میں ارقام فرماتے ہیں وہ علم غیب صفت خاص ہی رب العزت کی جو عالم الغیبؑ و الشہادت ہے جو شخص رسول خدا ﷺ کو عالم الغیب کہے وہ بے دین ہے اس واسطے کہ آپ کو بذریعہ وحی کے امور مخفیہ معلوم ہوتا جسے غیب کہنا گمراہی ہے اور جمیع مخلوقات نعوذ باللہ عالم الغیب ہے“ (شہاب ثاقب طبع اول) اس کے بعد مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی ایک اور جعلی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ

”علاوہ ازیں جناب بندہ درہم و دینار کے داوا یعنی مولوی رضا علی خان صاحب ہدایۃ الاسلام مطبوعہ صادق سینا پور صفحہ 30 میں فرماتے ہیں حضور سید عالم ﷺ کو علم غیب بالواسطہ تھا یعنی بذریعہ وحی کے تعیناً معلوم ہوتا تھا یہ اعلیٰ قدر مراتب سب کو حاصل ہے اور علم غیب مطلق وبالذات کا اعتقاد رکھنا مضی الی الکفر ہے اور نص قطعی کے خلاف اس میں تاویل اور ایر پھیر کرنا بے دین کا کام ہے“ (شہاب ثاقب طبع اول)

یہ وہ دو کتابیں ہیں جو قاضی مظہر حسین کے پیرو مرشد مولوی حسین احمد مدنی نے اعلیٰ حضرت کے مقابل لا جواب ہو کر گھڑیں حالانکہ ان کتب کا کہیں بھی وجود نہیں اس لیے یہ نتیجہ نکالنا چنداں مشکل نہیں کہ جس کا پیرو مرشد وہ کتابیں گھڑ سکتا ہے وہ خود درو روپے دے کر اپنے والد کے نام رسید کیوں نہیں بنا سکتا؟ ان دو جعلی کتابوں کو مولوی حکیم زکی اللہ فاضل دیوبند نے اپنی ”کتاب دافع البہتان عن عباد الرحمن“ مطبوعہ دلی پرنٹنگ پریس دہلی کے صفحہ

12 پر بلا حوالہ سیف النبی اہلسنت کے مقابل پیش کیا اس کے علاوہ ایک اور جعلی کتاب ”تختہ المقلدین“ سے مولوی فاضل دیوبندی نے ”پاگلوں کی کہانی“ مطبوعہ مکتبہ القاسم مسلم آباد دلا مار ناؤن لاہور کے صفحہ 67 پر اور مولوی ابونافع دیوبندی نے ”رضا خانیوں کی کفر سازیاں“ مطبوعہ تحفظ نظریات دیوبند اکادمی کراچی کے صفحہ 132 کے حاشیہ میں ہمارے خلاف بطور حوالہ پیش کیا۔

اگر کسی دیوبندی میں ہمت ہے تو ان کتابوں کا وجود ثابت کرے شہاب ثاقب میں موجود ان دو کتابوں کے جعلی ہونے کا اقرار مولوی مفتی تقی عثمانی دیوبندی نے بھی کیا ہے ملاحظہ ہو (نقوش رؤفگان صفحہ 399 مطبوعہ کراچی) لہذا قاضی مظہر حسین دیوبندی کے تمام بیانات نامعتبر ٹھہرتے ہیں۔

### ضروری نوٹ

ہو سکتا ہے کہ مولوی عبد الجبار سلفی صاحب یہ عذر پیش کریں کہ شہاب ثاقب میں درج دو جعلی حوالہ جات سیف النبی کے حوالہ سے لکھے گئے ہیں تو جواباً عرض ہے کہ شہاب ثاقب کے پہلے ایڈیشن میں ان حوالہ جات کو سیف النبی کے بغیر نقل کیا گیا ہے بعد والے ایڈیشن میں سیف النبی کا حوالہ نقل کیا گیا ہے لہذا یہ عذر قابل قبول نہیں۔

### دیوبندیوں کی جعل سازی کا دوسرا ثبوت:

تقریباً 2 سال پہلے لاہور سے دیوبندیوں کے ایک رسالے بنام ”راہ سنت“ کے ایڈیٹر مولوی حماد دیوبندی اینڈ کمپنی نے اعلیٰ حضرت کا ایک رسالہ ”نطق الھلال“ شائع کیا ہے یہ رسالہ مکتبہ سعیدیہ جامعہ قادریہ رضویہ مصطفیٰ آباد سرگودھا روڈ فیصل آباد سے شائع ہوا تھا جس کے کل صفحات 47 تھے لیکن اب اسے دیوبندیوں نے شائع کیا تو اس کے 32 صفحے غائب کر دیے اور شروع میں جہاں 12 ربیع الاول لکھا تھا وہاں 8 کر دیا یوں دیوبندیوں نے اپنے ذوق تحریف کی تسکین کی۔ جب فقیر نے ان کی اس ذلیل حرکت پر ان کا رد کیا تو جواباً انہوں نے کہا کہ یہ بریلویوں نے خود چھپوائی ہے حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے۔ 15 صفحات پر مشتمل تحریف شدہ نطق الھلال قطعاً اہلسنت نے شائع نہیں کی اس بات کی تصدیق مکتبہ سعیدیہ جامعہ قادریہ رضویہ مصطفیٰ آباد سرگودھا روڈ فیصل آباد سے کی جاسکتی ہے۔ اگر اس تحریف سے دیوبندی انکاری ہوں تو وہ حلفیہ بیان دیں کہ اگر تحریف کی شرمناک اس کاروائی میں دیوبندی کسی بھی طرح ملوث ہوں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوئی اور اللہ تعالیٰ ان کا حشر



فرعون و حامان کے ساتھ کرے۔ جو فرقہ اپنے مخالف کو نچا دکھانے کے لیے اس طرح کی جعل سازیاں کر سکتا ہے اس پر کب کسی کو اعتماد ہو سکتا ہے؟ ان کی جعل سازیوں اور تحریفات پر بندہ کا مستقل مضمون بنام عنوان ”دیوبندی خود بدلتے نہیں کتابوں کو بدل دیتے ہیں“ مجلہ ”کلمہ حق“ لاہور اور دو ماہی ”مسک“ بمبئی (انڈیا) اہلسنت میں بیک وقت شائع ہو رہا ہے جس کی 7 اقساط شائع ہو چکی ہیں۔

### دیوبندیوں کی جعل سازی کا تیسرا ثبوت:

دیوبندیوں کے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے حضور نبی کریم ﷺ پر جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ

آپ نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو بھائی کہو (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ 214 مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب دکان نمبر 2 اردو بازار کراچی) قارئین کرام یہ حضور ﷺ پر زرا بہتان ہے آج تک دیوبندی ایسی کوئی حدیث نہیں پیش کر سکے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ مجھ کو بھائی کہو جس فرقہ کے پیشوا حضور ﷺ پر جھوٹ بولنے سے نہ شرمائیں وہ اگر مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ کے متعلق جھوٹ گھڑ دیں تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔

### دیوبندیوں کی جعل سازی کا چوتھا ثبوت:

مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی نے مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کے نمبرہ مولوی طاہر احمد قاسمی کے بارے میں لکھا ہے کہ

”مرتب صاحب نے مسلمانوں کو دجل و فریب میں ڈالنے کے عجیب عجیب پہلو اختیار فرمائے ہیں۔ اگرچہ موصوف کی زندگی کا یہ واقعہ کوئی نادر واقعہ نہیں ہے لیست باول قارودۃ کسرت فی الاسلام بلکہ یہ موصوف کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔“

(کشف حقیقت صفحہ 14 طالع و ناشر محمد وحید الدین قاسمی دفتر جمعیت علماء ہند دہلی)

یعنی مولوی طاہر احمد قاسمی دیوبندی کے لیے دجل و فریب کرنا بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ دیوبندیوں کے دجل و فریب کے متعلق بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں لیکن ابھی صرف ان 4 مثالوں پر ہی اکتفا کرتے ہوں جس سے عاقل کو یہ اندازہ کرنے میں چنداں دشواری نہیں ہوگی کہ دیوبندی فرقہ کو دجل و فریب میں مہارت تامہ حاصل ہے اس لیے ان کی بات کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

دوسری پر لطف بات یہ ہے کہ بقول قاضی مظہر دیوبندی و عبد الجبار سلفی دیوبندی مولانا کرم الدین دہیر نے دیوبند کے لیے چندہ دیا ہم تو اس بات کو نہیں مانتے یہ بالکل غلط اور بکواس ہے لیکن سوال یہ ہے کہ مسجد یا مدرسہ میں چندہ دینے سے ہم مسلک ہونا لازم ہوتا ہے تو پھر فتاویٰ رشیدیہ سے سوال مع جواب ملاحظہ کیجئے۔

سوال: شیعہ یا ہندو یا نصاریٰ یا یہود مسجد بناوے یا اس کی مرمت کرے یا چندہ وغیرہ میں شریک ہو تو یہ جائز ہے یا نہیں فقط

جواب: اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے مسجد ان لوگوں کی بنائی ہوئی بجکم مسجد ہے اگر یہ لوگ مسجد میں روپیہ لگانا ثواب جانتے تو ان کا موقف درست ہے ایسے ہی اوپر کی عمارت میں شریک ہوں تب بھی درست ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رشیدیہ صفحہ 523 مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب وکان نمبر 2 اردو بازار کراچی)

اب میرا سوال یہ ہے کہ اگر آپ کے بقول مولانا کرم الدین دہیر نے دیوبند میں چندہ بھجوا یا تھا کیونکہ وہ دیوبندی ہو گئے تھے لہذا ہندو شیعہ وغیرہ جو اگر دیوبندیوں کے عبادت خانے میں چندہ دیں تو کیا چندہ دیتے ہی یہ دیوبندی ہو جائیں گے؟ جو جواب بھی دیں معقول ہو یا ہم متعارض نہ ہو کیونکہ مولانا کرم الدین دہیر کے نزدیک بھی دیوبندی ان کے ہم مسلک نہیں اور شیعہ وغیرہ کے نزدیک بھی دیوبندی ان کے ہم مسلک نہیں۔ بینو

**دارالعلوم دیوبند میں چندہ دینے کے لیے مذہب و ملت کی کوئی قید نہیں ہے:**

مولوی محبوب رضوی دیوبندی نے ”تاریخ دارالعلوم دیوبند“ میں لکھا ہے کہ

”چندے کی نسبت دارالعلوم کا شروع سے طے شدہ اصول یہ رہا ہے کہ اس میں نہ تو چندے کے لیے کوئی لازمی مقدار مقرر کی گئی ہے نہ مذہب و ملت کی تخصیص روا رکھی گئی ہے چندے کی اس دفعہ کے الفاظ یہ ہیں ”چندے کی مقدار مقرر نہیں ہے اور نہ خصوصیات مذہب و ملت ہے“ (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند جلد اول صفحہ 152 ناشر میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ جلد اول کراچی)

یہی عبارت اس کتاب کی جلد اول صفحہ 194 پر بھی درج ہے لیکن اس میں اتنا زائد ہے کہ ”دارالعلوم کی رودادوں میں جا بجا اہل ہنود اور دوسرے غیر مسلم چندہ دہندگان کے نام درج ہیں اور یہ سلسلہ شروع سے لے کر اب تک جاری ہے اس کے علاوہ دارالعلوم کے ابتدائی سالوں میں فارسی و ریاضی کے درجات میں مسلمان بچوں کے دوئ بدہش ہندو بچوں کی تعلیم کا سلسلہ ایک عرصے تک جاری رہا ہے۔“

(مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند جلد اول صفحہ 194 ناشر میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی)

سلفی صاحب سے گزارش ہے کہ ادھر بھی توجہ کریں اور دیوبندیوں میں چندہ دینے والے ہندوؤں اور ہندو بچوں کو بھی دیوبندی قرار دے ڈالیں کیونکہ آپ کی تحریر سے تو یہی ثابت ہو رہا ہے کہ دارالعلوم دیوبندی میں چندہ صرف دیوبندی دیتے ہیں کیونکہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو جناب اس جعلی رسید کو قطعاً مولانا کرم الدین دبیر کے مسلک کی تبدیلی کے لیے بطور دلیل یا شاہد پیش نہ کرتے۔

### مولوی عبد الجبار سلفی سے ایک سوال:

جیسا کہ ”مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند“ کے حوالے سے آپ نے پڑھا کہ دیوبندیوں میں ہندوؤں کے بچے بھی پڑھتے تھے اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی ہندو بچہ دیوبندیوں میں تعلیم حاصل کرے اور اس کا والد دیوبندیوں میں چندہ جمع کروائے تو کیا اس بات سے اس بچے کے والد کا دیوبندی ہونا ثابت ہو جائے گا؟ یا اس کی طرف سے کوئی وضاحت درکار ہوگی کہ میں ہندو مذہب کو چھوڑ کر دیوبندی مسلک قبول کرتا ہوں؟ اگر مسلک کی وضاحت درکار ہے تو یہ اصول مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ کے بارے میں کیوں یاد نہیں؟

### اعتراض نمبر 2:

مولوی عبد الجبار سلفی نے قاضی مظہر حسین دیوبندی کے حوالے سے دوسری دلیل یہ دی کہ مولوی اعجاز علی دیوبندی اور مولانا کرم الدین دبیر کے درمیان خط و کتابت ہوتی رہی ہے۔

### جواب: پہلی بات:

☆ اگر بالفرض یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو جائے کہ مولانا کرم الدین دبیر اور مولوی اعجاز علی دیوبندی کے درمیان خط و کتابت ہوتی رہی ہے تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر نے دیوبندی مسلک قبول کر لیا تھا؟ اگر اسی خط کتابت کی وجہ سے آپ کے اصول کے مطابق ہم یہ کہیں کہ مولوی اعجاز علی دیوبندی نے بریلوی مسلک قبول کر لیا تھا تو کیا آپ دیوبندی حضرات اسے درست تسلیم کر لیں گے؟ یقیناً نہیں بلکہ یوں چلائیں گے کہ ان خطوط میں مسلک تبدیل کرنے والی بات کا ذکر نہیں ہے اس لیے یہ بات درست نہیں یعنی ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مولانا کرم الدین کی تحریر سے ہرگز اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے دیوبندی مسلک قبول کیا تھا اس لیے بشرط صحت بھی ان خطوط سے استدلال کرنا درست نہیں۔

## سلفی دیوبندی صاحب سے چند استفسارات:

مفتی محمد حسین نعیمی صاحب کی وفات پر قاری محمد حنیف جالندھری دیوبندی نے ایک تعزیتی خط لکھا جس کا عکس کتاب "مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد حسین نعیمی اشرفی مرتب عبدالحق ظفر چشتی کے صفحہ 113 پر دیکھا جاسکتا ہے اس خط میں قاری حنیف جالندھری دیوبندی نے ان کو اپنا خدمت تک لکھا ہے تو کیا اس خط کی روشنی میں یہ کہنا درست ہے کہ قاری حنیف جالندھری دیوبندی صاحب نے بریلوی مسلک قبول کر لیا ہے؟ سعودی سلطان عبدالعزیز کے درمیان خط و کتابت ہوئی جس کو دیوبندیوں کے امام مولوی سرفراز گلکھڑوی دیوبندی کے صاحبزادے مولوی عبدالحق خان بشیر دیوبندی نے مرتب کیا اور "حق چار یار اکیڈمی مدرسہ حیات النبی محلہ حیات النبی گجرات" کی طرف سے شائع کیا گیا کیا اس خط و کتابت کی بنا پر طرفین میں سے کسی ایک کے بارے میں یہ کہنا درست ہے کہ انہوں نے دوسرے فریق کا مسلک اختیار کر لیا ہے؟

☆ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے حرمت زناغ کے مسئلہ پر رشید گنگوہی کو خط لکھا جو اب گنگوہی صاحب نے بھی خط لکھا جو کہ رسالہ "دفع زنج زناغ" میں شامل ہے کیا اس بنا پر یہ دعویٰ کرنا درست ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے بریلوی مسلک قبول کر لیا تھا؟

یقیناً آپ کا جواب نہ میں ہوگا تو پھر بالفرض یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو بھی جائے کہ مولانا کرم الدین دبیر اور مولوی اعجاز علی دیوبندی کے درمیان خط و کتابت رہی تو اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے اپنا مسلک تبدیل کر لیا ہے الغرض یہ بات نہایت بچکانہ اور بے وقوفانہ ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر کو ان لغویات کے سہارے دیوبندی ثابت کیا جائے۔

دیوبندیوں کے پاس مولانا کرم الدین دبیر کی کوئی ایسی تحریر موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت کر سکیں کہ مولانا کرم الدین دبیر نے اپنا مسلک تبدیل کر لیا تھا اگر مولانا کے ہاتھ کا لکھا کوئی ثبوت ہوتا تو یہ ضرور پیش کرتے۔

چونکہ ایسے کسی بھی ثبوت سے یہ جہی دامن ہیں اس لیے اس طرح کی لغو باتوں سے یہ اپنے دل کو بہا رہے ہیں اور ویسے بھی علماء اہلسنت کو اپنے کھاتے میں ڈالنا دیوبندیوں کے لیے کوئی نئی بات نہیں۔ اس کی کچھ تفصیل ابتدا میں بیان ہو چکی ہے۔



## مولانا کرم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ کے اہلسنت وجماعت (بریلوی) ہونے کا ثبوت دیوبندیوں کے قلم سے:

دیوبندیوں کے مفتی اعظم مولوی زرولی خان آف کراچی کے زیر اہتمام ایک کتاب بنام ”فیضانِ دیوبند“ شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کے بارے میں مفتی زرولی خان دیوبندی نے لکھا ہے کہ ”یہ ایک جامع اور مفید تالیف ہے جسے بڑے عمدہ انداز میں مرتب کیا ہے جو کہ یقیناً اہلسنت و دیوبندی مکتب فکر کے تمام افراد کے لیے ایک انمول تحفہ ہے۔ ہم خلوص دل سے علامہ قادری صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔“ (فیضانِ دیوبند صفحہ 21 ناشر شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عربیہ، احسن العلوم گلشن اقبال بلاک نمبر 2 کراچی)

مفتی زرولی کی پسندیدہ کتاب میں مولانا کرم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ”مولوی کرم الدین دیر بریلوی آف بھیس ضلع جہلم موجودہ چکوال نے اپنی زندگی مسلک بریلوی کی خدمت کی ہے لیکن ان کے صاحبزادہ فاضل جلیل وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین فاضل دارالعلوم دیوبند آف چکوال نے فرمایا کہ میرے والد محترم مسلک دیوبندی تھے کیونکہ انہوں نے مجھے دینی تعلیم کے لیے دیوبند میں تعلیم دلوانے کے لیے ایک خط بنام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھ کر کہا کہ یہ میرا خط حضرت شیخ مدنی کو دے دینا اور دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مناظرہ سلاوالی ضلع سرگودھا میرے والد محترم کے عقائد میں تبدیلی آگئی تھی اس لحاظ سے وہ مسلک دیوبندی ہو گئے تھے۔ حالانکہ مندرجہ بالا دونوں باتیں بالکل غیر حقیقت اور غیر معتبر ہیں اور دیوبندی ہونے کی ہرگز تائید اور تصدیق نہیں کر ہیں کیونکہ مولانا محمد کرم الدین صاحب آف جہلم کی اپنی کوئی ایک بھی تحریر نہیں ملتی کہ میں دیوبندی ہوں بریلوی نہیں ہوں اور مناظرہ سلاوالی کے بعد بھی مولوی محمد کرم الدین صاحب آف بھیس کی کوئی تحریر ایسی ہرگز سامنے نہیں آئی کہ جس میں انہوں نے فرمایا ہو میں مناظرہ سلاوالی کے بعد بریلوی عقائد چھوڑ کر خفی دیوبندی ہو گیا ہوں اور مولوی کرم الدین صاحب آف بھیس کا کوئی فتویٰ اور کوئی تحریر بریلی علماء کے خلاف ہرگز نہیں ہے بلکہ ائمہ الحرمین شریفین اور علمائے اہلسنت و دیوبند کے خلاف فتویٰ پر دستخط اور تائید و تصدیق البتہ ضرور ہے غرضیکہ مولوی محمد کرم الدین دیر بریلوی صاحب آف بھیس کے پختہ بریلوی ہونے کی تائید و تصدیق خوب ملتی ہے جیسا کہ انہوں نے سعودی حکومت کے خلاف بریلی شریف سے جاری ہونے والا فتویٰ بنام ”التواء الحج“ پر ان کی تائید و تصدیق اور دستخط موجود ہیں جس کی انہوں نے

زندگی بھر تری دید نہیں کی اور مولوی محمد کرم الدین صاحب آف بھیس کو بریلوی علماء نے اپنے اکابر میں شمار کیا ہے۔“  
(فیضان دیوبند صفحہ 38 ناشر شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن بلاک نمبر 3 کراچی)  
اس کے بعد اس کتاب میں مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی حضور شیر بیشہ اہل سنت کی کتاب  
”الصوارم الہندیہ“ پر لکھی گئی تقریظ کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

کتاب ”فیضان دیوبند“ کے صفحہ 379 پر بھی مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کو بریلوی کہا گیا ہے اور  
مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کا کچھ حصہ نقل کیا ہے ذیل میں ”فیضان دیوبند“ کتاب سے اقتباس  
ملاحظہ کریں جس میں لکھا ہے کہ

مولوی محمد کرم الدین دبیر بریلوی ساکن بھیس ضلع جہلم موجودہ چکوال نے اپنے بریلوی مولویوں کے  
کہنے پر آئمہ الحرمین شریفین کے خلاف دل آزار فتویٰ پر دستخط کیے اور بریلوی فتویٰ کی خوب تائید اور تصدیق فرمائی  
کہ جب تک ابن سعود کی حکومت قائم ہے اس وقت تک مسلمانوں پر حج ضروری نہیں ہے یعنی کہ یہ فتویٰ جاری کر دیا  
کہ ----- ابن سعود نا مسعود علیہ ماعلیہ کے تمام مسلمانوں پر حج واجب نہیں اور التواء حج ضروری  
(ہے)۔۔۔۔۔ ابن سعود کا اخراج حجاز مقدس سے واجب ہے اور اس کی بہترین تدبیر یہی ہے کہ جب تک ابن  
سعود کے ناپاک قدم سے ارض مقدس پاک نہ ہو جائے حج ملتوی کر دیا جائے الاثم محمد کرم الدین عفا عنہ نزہیل  
بلدہ بھیس من مضافات جہلم ہفلم تنویر الحج لمن یجوز التواء الحج صفحہ 32، 1345 ہجری باہتمام مولوی محمد ابراہیم  
رضا بریلوی بار اول مطبع اہلسنت والجماعت واقع آستانہ عالیہ رضویہ بریلی“ (فیضان دیوبند صفحہ  
379، 380 مطبوعہ شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال بلاک نمبر 2 کراچی)

اس عبارت پر تبصرہ کی ضرورت نہیں یہاں بالکل واضح الفاظ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ مولانا کرم الدین  
دبیر علیہ الرحمہ اہلسنت و جماعت بریلوی مسلک کے ساتھ تعلق رکھتے تھے ان کو دیوبندی کہنا درست نہیں۔

مولانا کرم الدین دبیر کے مسلک کی تبدیلی کی بابت دیوبندی علماء کا قاضی مظہر حسین  
دیوبندی پر عدم اعتماد:

مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”تازیانہ عبرت“ کے مقدمہ میں قاضی مظہر حسین دیوبندی  
نے بھی لکھا ہے کہ

”بعض متبعین دیوبند علماء نے بھی میرے بیان پر اعتقاد نہیں کیا اور یہ طعن دہرایا کہ مولانا کرم الدین صاحب نے 15 ذالحجہ 1355 میں دیوبندی مناظرہ میں بریلوی علماء کی طرف سے صدارت کی تھی بے شک یہ واقعات صحیح ہیں“ (مقدمہ تازیانہ عبرت صفحہ 45۔ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

یہ تمام دلائل پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ قاضی مظہر حسین دیوبندی اور مولوی عید الجبار سلفی دیوبندی جھوٹے ہیں۔

مولانا کرم الدین دبیر کی کتاب آفتاب ہدایت دیوبندیوں کی طرف سے میں دس تحریفات:

قاضی مظہر حسین دیوبندی کا آفتاب ہدایت میں تحریف کرنے کا واضح اقرار:

قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے ”آفتاب ہدایت“ کے مقدمہ میں اپنی جانب سے تحریف کرنے کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”متن میں کہیں کہیں معمولی حذف و ترمیم بھی ہوئی“ (آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ 15 ناشر مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپر بازار چکوال ضلع جہلم)

قاضی مظہر حسین دیوبندی کی جانب سے اس اقرار سے یہ واضح ہو گیا کہ آفتاب ہدایت میں ”جناب موصوف“ نے اپنی دست اندازیاں کی ہیں۔

مولوی سرفراز گلکھڑوی دیوبندی صاحب کا دوزخا پین:

آفتاب ہدایت پر قاضی مظہر حسین دیوبندی نے جو مقدمہ لکھا اس کی تعریف کرتے ہوئے مولوی سرفراز گلکھڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”اس کا مفید اور معلومات افزا مقدمہ مولف مرحوم کے فرزند ارجمند ہمارے مخلص بزرگ اور شیخ العرب العجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے قلم جن گو کا تحریر کردہ ہے جس میں بہت سے مخفی گوشے اجاگر کر کے پیش کیے گئے ہیں“ (آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ 5 ناشر مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپر بازار چکوال ضلع جہلم) اس مقدمہ میں قاضی صاحب نے اقرار کیا

ہے کہ انہوں نے متن میں کہیں کہیں معمولی حذف و ترمیم بھی کی ہے اصل کو ہی رہنے دیں سرفراز گلکھڑوی صاحب نے اس بات کا رد نہیں کیا حالانکہ یہی سرفراز گلکھڑوی دیوبندی صاحب اپنی کتاب ”تسکین الصدور“ میں ”تقویۃ الایمان“ کے متن میں ناشر کی جانب سے کی گئی تحریف کے متعلق لکھتے ہیں کہ

”اب ولی محمد اینڈ سنز تاجران اردو بازار پاکستان چوک کراچی نے جو نسخہ طبع کرایا ہے اس میں یہ عبارت ہی بدل دی ہے اللہ تعالیٰ خاتین سے بچائے ان کو اس کا تو حق تھا کہ وہ اس عبارت کو برقرار رکھ کر حاشیہ پر دلائل سے اس کی تردید کرتے جو ایک علمی خدمت سمجھی جاتی لیکن عبارت ہی کو اڑا دینا پرلے درجے کی علمی خیانت ہے“ (تسکین الصدور صفحہ 409 مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں قاضی مظہر صاحب کی اصلاح کیوں نہ کی گئی کہ جناب من! مصنف کی کتاب میں کسی دوسرے شخص کی جانب سے کمی بیشی کرنا پرلے درجے کی علمی خیانت ہے۔ شاید اس لیے کہ قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں لہذا ان کے لیے یہ پرلے درجے کی علمی خیانت کرنا روا سمجھی جائے گی۔

قارئین کرام! اب آئیے اور قاضی مظہر حسین صاحب کی جانب سے کی جانے والی کچھ تحریفات کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

## تحریف نمبر 1:

مولانا کریم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ”آفتاب ہدایت“ کا انتساب پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کے ساتھ کیا تھا۔ لیکن قاضی مظہر حسین دیوبندی نے اس کو بدل کر اس کا انتساب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیا تاکہ یہ جھوٹ آسانی سے بولا جاسکے کہ مولانا کریم الدین دبیر دیوبندی ہو گئے تھے اس لیے انہوں نے پیر جماعت علی شاہ صاحب کے نام انتساب کو نکال دیا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ”تازیانہ عبرت“ طبع دوم ۱۹۳۲ء میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کے متعلق لکھتے ہیں ”حضرت حاجی صوفی سید جماعت علی شاہ صاحب دام برکاتہم (تازیانہ عبرت صفحہ ۲۹۳ ناشر قاضی محمد کریم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان) اس کے علاوہ مناظر استخلاص میں مولانا کریم الدین دبیر پیر جماعت علی شاہ صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ



”برگزیدہ اور مقدس بزرگ حضرت پیر صاحب علی پوری مدظلہ“ (مناظرات خلاۃ صفحہ ۷ مطبوعہ مسلم پریس لاہور) مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ صداقت مذہب نعمانی میں بھی لکھتے ہیں کہ ”حضرت اقدس پیر جماعت علی شاہ صاحب مدظلہم“ (صداقت مذہب نعمانی صفحہ ۳ مطبع سراج الطالیع جہلم) ان اقتباسات سے مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کے بارے میں عقیدت کا پتہ چلتا ہے سوال یہ ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے باقی کتب میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کا نام کیوں باقی رہنے دیا؟

### تحریف نمبر 2:

کتاب آفتاب ہدایت میں اسلام کے دشمن فرقوں میں وہابیت کو بھی شامل کیا گیا ہے لیکن بعد میں شائع ہونے والے ایڈیشنوں میں سے قاضی مظہر حسین دیوبندی نے وہابیت کے لفظ کو نکال کر یہودیوں کے پیرو کار ہونے کا ثبوت دیا۔ لطف یہ کہ اس محرف ایڈیشن میں اگلے صفحات پر وہابی کا لفظ اب بھی موجود ہے جو کہ قاضی مظہر حسین صاحب کی دستکاری سے محفوظ رہا اس لیے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کتاب کے شروع سے وہابیت کا لفظ نکال دیا جائے لیکن اگلے صفحات پر وہابیت کا نام لے کر کیا گیا رو باقی رکھا جائے؟

### تحریف نمبر 3:

مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ آفتاب ہدایت طبع اول میں حرمین شریفین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”وارثانہ اور ماکانہ قبضہ اس سرزمین پر ہمیشہ مسلمانان اہل سنت والجماعت مقلدین کا رہا ہے اور رہے گا (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 83 مطبوعہ کرمی سٹیم پریس لاہور) لیکن قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے غیر مقلدوں کی دلجوئی کے لیے آفتاب ہدایت میں تحریف کرتے ہو مسلمانان اہلسنت والجماعت کے ساتھ مقلدین کا لفظ اڑا دیا کیونکہ دیوبندی فرقہ کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب نے وہابیہ کے شیخ الکل فی الکل مولوی نذیر حسین دہلوی کے بارے میں لکھا کہ

”ان کو مردود اور خارج اہل سنت کہنا بھی سخت بے جا ہے عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں“ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ 62 محمد علی کارخانہ اسلامی کتب دکان نمبر 2 اردو بازار کراچی)

مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد بھی لکھتے ہیں کہ

”چونکہ ان دونوں شاخوں کا مخرج ایک ہی تھا یعنی شاہ ولی اللہ صاحبؒ اس لیے سوائے مسئلہ تقلید کے تردید رسوم شریک میں دونوں شاخیں ایک دوسرے کے موافق اور موید ہیں“

(فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ 414، 415 مطبوعہ ادارہ ترجمان السنہ ایک روڈ لاہور)

مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب اور مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کے حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ عقیدہ غیر مقلد و مقلد ایک ہی ہیں یعنی ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔

اس لیے قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے اپنے غیر مقلد بھائیوں کی دلجوئی کے لیے مقلدین کا لفظ نکال دیا کہ غیر مقلد بھی دیوبندی حضرات کے ہم عقیدہ اور ہم مخرج بھائی ہیں۔

### تحریف نمبر 4:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ ”آفتاب ہدایت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علوم اولین و آخرین و ماکان و مایکون سے آگاہ مانتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”قصہ تراشنے والوں نے اپنے مطلب کی بات تو واضح کر لی لیکن یہ نہیں سوچا کہ اس سے رسول پاک پر الزام آتا ہے کہ آپ باوجود علوم اولین و آخرین کے عالم ہونے اور ماکان و مایکون سے آگاہ ہونے ذالقرنی کا معنی کا معنی بھی نہ سمجھ سکے پھر اللہ تعالیٰ پر یہ الزام آتا ہے۔

اس نے باوجود اس قول پاک کے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ (ہم نے قرآن کو ذکر کے لیے بہت سہل کر دیا ہے) یہ حکم ایسے معصم کے طور پر فرمایا کہ اس کا معنی صاحب الوحی سمجھ سکے نہ وحی ہی کی سمجھ میں آیا اور اس کے متعلق بلاوجہ نبی علیہ السلام کو اس قدر تردد کرنا پڑا“

(آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 231 مطبوعہ کرمی سٹیم پریس لاہور)

قارئین کرام! اس اقتباس سے بالکل واضح ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علوم اولین و آخرین و ماکان و مایکون کا عالم سمجھتے تھے چونکہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت دیوبندیوں کی دھرم پشتک تقویۃ الایمان کے خلاف تھی اس لیے قاضی مظہر صاحب نے اس نقل کردہ اقتباس (میں سے وہ حصہ جس میں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم ماکان و مایکون لکھا ہے) کو یوں بدلا ”آپ باوجود علوم اولین و آخرین کے عالم ہونے اور ”حسب زعم شیعہ ماکان و مایکون“ سے آگاہ ہونے کے ذالقرنی کا معنی بھی نہ سمجھ سکے“ (آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ 238 ناشر مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چیمبر بازار

چند اہل ضلع جہلم) قارئین کرام آپ نے قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کی فنکاری ملاحظہ کی کہ انہوں نے بیان دیا کہ یوں سے پہلے ”حسب ذمہ شیعہ“ کے الفاظ لکھ دیئے۔ تاکہ یہ گمان بھی نہ ہو سکے کہ مولانا کرم الدین دبیر حضور علیہ السلام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے علم ماکان و مایکون کے اثبات کا عقیدہ رکھتے تھے اس کا ثبوت قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کے اقراری بیان سے ملاحظہ کیجئے جس میں قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ ”سلطانوالی ضلع سرگودھا علماء دیوبند نے علماء بریلی کے مابین آنحضرت ﷺ کے لیے ”علم غیب کلی ماکان و مایکون“ کے موضوع پر ایک معرکتہ الآراء مناظرہ ہوں جس میں مولانا مرحوم علماء بریلی کی طرف سے صدر مقرر ہوئے“ (آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ 21 ناشر مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپر بازار چکوال ضلع جہلم) قارئین کرام! قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کے اس بیان سے بھی ثابت ہوا کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ حضور مایہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کلی ماکان و مایکون کے قائل تھے اگر آپ کا یہ موقف نہ ہوتا تو آپ قطعاً مناظرہ میں شامل نہ ہوتے۔ اہلسنت بریلی کی طرف صدر مناظرہ نہ بننے پس ثابت ہو گیا کہ آفتاب ہدایت میں حسب ذمہ شیعہ کے لفظ شامل کر کے قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے تحریف لفظی کا ارتکاب کیا ہے۔

### تحریف نمبر 5:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ آفتاب ہدایت میں یزید کے متعلق اہلسنت کا موقف بیان کرتے ہوئے ملعون لکھتے ہیں کہ اہلسنت ”اس ملعون کو کبھی خلیفہ تسلیم نہیں کرتے“ (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 198 مطبوعہ کرمی سٹیم پریس لاہور) جبکہ قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے اس عبارت کو یوں بدل دیا کہ اہل سنت تو ”اس فاسق کو کبھی خلیفہ تسلیم نہیں کرتے“ (آفتاب ہدایت صفحہ 205 ناشر مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپر بازار چکوال ضلع جہلم) یعنی یزید ملعون کی جگہ یزید فاسق کر دیا۔ حالانکہ آفتاب ہدایت طبع اول کے صفحہ 280 پر بھی ”یزید ملعون“ لکھا ہے جو کہ آفتاب ہدایت طبع ہشتم کے صفحہ 284 پر بھی برقرار ہے۔ لہذا اس جگہ قاضی صاحب لفظ ملعون کو تبدیل کرنا بھول گئے ہیں۔ جس طرح آفتاب ہدایت کے باقی مقامات سے وہابی کالفاظ نکال سکے۔

### تحریف نمبر 6:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ نے آفتاب ہدایت میں وہابیوں کا رد کرتے ہوئے بیت المقدس مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے متعلق نقل کیا کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”ان مقامات مقدسہ میں بہت سے انبیاء عظام کے مرقد ہیں اور وہاں کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ میں رکھی چاہیے۔“ (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 83 مطبوعہ کرمی سٹیم پریس لاہور)

قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے اس عبارت کو یوں بدلا۔

ان مقامات مقدسہ میں بہت سے اولیاء اللہ کے مرقد ہیں (آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ 100 ناشر مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل چیپٹر بازار چکوال ضلع جہلم)

مندرجہ بالا نقل کردہ فقرے میں ”بہت سے انبیائے عظام کے مرقد ہیں“ کی جگہ ”بہت سے اولیاء اللہ کے مرقد ہیں“ کر دیا گیا ہے یعنی انبیائے عظام کو بدل کر اولیائے کرام کر دیا ہے۔ (علیہم السلام ورحمہم اللہ تعالیٰ)

### تحریف نمبر 7:

اس کے بعد مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے اسی سلسلہ میں لکھا کہ ”وہاں کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ دینی چاہیے جو تمام انبیاء کی یکساں عزت کرتا ہو“

(آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 83 مطبوعہ کریکٹیو سٹیم پریس لاہور)

لیکن قاضی مظہر حسین صاحب دیوبندی نے اس عبارت کو یوں بدل دیا کہ

”وہاں کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ دینی چاہیے جو تمام کی یکساں عزت کرتا ہو“

(آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ 100 ناشر مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چیپٹر بازار چکوال ضلع جہلم)

اس مندرجہ بالا عبارت میں سے بھی قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے ”انبیاء“ کا لفظ نکال کر

تحریف لفظی کا ارتکاب کیا۔

### تحریف نمبر 8:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے ”آفتاب ہدایت“ طبع اول میں صفحہ 288 سے 289 تک

حضرت امیر معاویہ کے متعلق لکھے ہیں اس کے آخر میں لکھتے ہیں کہ ”اہل انصاف کے لیے اس قدر بحث اس بارہ

میں کافی ہے ہاں شد کا کوئی علاج نہیں“ اب مطاعن کی بحث ختم ہو چکی فضائل صحابہ کرام کا ثبوت قرآن کریم اقوال

ائمہ اہل بیت بحوالہ کتب معتبرہ شیعہ دیا جا چکا شیعہ کے عجیب و غریب حیرت انگیز مسائل بھی بیان ہو چکے جن کو

ناظرین پڑھ کر حیران ہوں گے کہ اس عجیب و غریب مذہب کی آخر ابتداء کس طرح ہوئی اس لیے اب اس کے

متعلق بھی کچھ تذکرہ کر دیا جاتا ہے تاکہ ناظرین کی یہ حیرت دفع ہو جائے کتب تاریخ میں تصریح ہے کہ اس مذہب

کا موجد عبد اللہ بن سبا یہودی ہے“ (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 289 مطبوعہ کریکٹیو سٹیم پریس لاہور)



قارئین نے ملاحظہ کیا کہ مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ حضرت سید محمد معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مضمون کو تکمیل کر کے اگلی سطور میں عبداللہ بن سباء یہودی بانی شیعہ مذہب کے حالات بیان فرمانا شروع کرتے ہیں لیکن آفتاب ہدایت کے طبع ہشتم میں قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے صفحہ 292 تا 297 تک ایک مضمون اخبار انجم مورخہ 7 ستمبر 1934 سے نقل کیا ہے مضمون شروع کرنے سے پہلے قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ ”حضرت معاویہ کے فضائل کے متعلق اخبار انجم لکھنؤ مورخہ 7 ستمبر 1934ء سے ایک مضمون بدیع ناظرین کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو جمع اصحاب رسول کی محبت و عقیدت عطا فرمائیں“ اسی کے حاشیہ میں قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب دیوبندی اخبار ”انجم“ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ”یہ اخبار بمرستی حضرت مولانا عبدالشکور صاحب ان کے صاحب زادگان کے زیر ادا رت لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے جس کو اہل سنت والجماعت کا واحد آرگن کہنا چاہیے جو اہل تشیع کے درجنوں جرائد و رسائل کا اکیلا ڈٹ کر مقابلہ کر رہا ہے اس کے علمی محققانہ مضامین قابل داد ہیں ہر ایک ذی علم سنی مسلمان کے گھر ہونا چاہیے۔ 12

(آفتاب ہدایت صفحہ 292 طبع ہشتم مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپر بازار پکوال ضلع جہلم)

قارئین کرام! یہاں قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کی فنکاری ملاحظہ کیجئے کہ مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ کی کتاب کے متن میں بلا وضاحت 6 صفحات شامل کر دیے اور اس کے نیچے حاشیہ لکھا۔ حاشیہ اس انداز میں لکھا گیا ہے کہ پڑھنے والا یہ سمجھے کہ حاشیہ میں مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی کو حضرت اور دیوبندی ”اخبار انجم“ کو ہر سنی گھرانے کی ضرورت مولانا کرم الدین دیر نے قرار دیا ہے۔ خود لکھا کیونکہ حاشیہ یا مضمون کے شروع میں اس کی کچھ بھی وضاحت نہیں قاضی صاحب کی اس فنکاری کا ثبوت بھی ان کی اپنی تحریر سے ہی ملاحظہ ہو کہ قاضی صاحب نے اس کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ”بعض مقامات پر حسب ضرورت راقم الحروف نے مختلف حواشی کا اضافہ کیا ہے اور وہاں فرق کے لیے اپنا نام بھی ظاہر کر دیا ہے“

(آفتاب ہدایت مقدمہ صفحہ 15 ناشر مکتبہ رشیدیہ پکوال)

اس کے بعد مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں کہ مندرجہ بالا سطور میں جو قاضی مظہر صاحب کی تحریف بیان کی گئی ہے وہ ان کی اپنی کاروائی ہے۔

## تحریف نمبر 9:

مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ نے ”آفتاب ہدایت“ طبع اول میں ماتم کے جواز میں شیعہ کی پیش کردہ دوسری دلیل کا جواب نقل کرنے کے بعد لکھا کہ ”واللہ عوا لہا وی“

(آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۳۲ مطبوعہ کریکٹیو سٹیم پریس لاہور)

لیکن آفتاب ہدایت طبع ہشتم سے یہ کلمات بھی نکال دیے گئے ہیں۔

## تحریف نمبر 10:

آفتاب ہدایت طبع ہشتم میں قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے صفحہ 335 تا 337 کی پہلی سطر تک ایک مضمون اخبار النجم کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کی ابتدا ”ما تم حسین کے متعلق مفصل بحث ہو چکی“ صفحہ 335 سے..... منقول از کر بلا نمبر النجم لکھنؤ محرم الحرام 1356ء“ صفحہ 337 تک ہے۔ یہ مضمون بھی قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کے ذوق تحریف کا آئینہ دار ہے کیونکہ متن اور حاشیہ میں کسی قسم کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی کہ یہ مضمون کتاب کے متن میں شامل کیا ہے۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ قاضی مظہر دیوبندی صاحب نے اپنے والد گرامی کی کتابوں میں تحریفات کی ہیں۔

قارئین کرام! آپ کے سامنے یہ دس تحریفات پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو یہ اندازہ کرنے میں مشکل نہ ہو کہ قاضی مظہر و ہمو اس طرح ایسی ذلیل حرکات کر کے مولانا کریم الدین دہلوی کو اپنے کھاتے میں ڈالنا چاہ رہے ہیں لیکن پھر بھی ناکام ہیں اور ناکام ہی رہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

## قاضی ظہورالحسین دیوبندی اور مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی سے ایک مطالبہ:

تحریفات کے جواب میں مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے کہا کہ یہ تبدیلیاں خود مولانا کریم الدین دہلوی مرحوم نے کی ہیں لہذا مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی وغیرہ سے یہ گزارش ہے کہ آفتاب ہدایت کا ایسا نسخہ پیش کریں جو مولانا کریم الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں ان کے اہتمام سے شائع ہوا ہو اور اس میں پیر جماعت علی شہ صاحب کے نام انتساب اور لفظ و ہایت سمیت باقی 8 تحریفات بھی موجود ہوں۔ تاکہ آپ کے دعویٰ کی صداقت ہم پر واضح ہو ہو بصورت دیگر تسلیم کے بغیر گزارہ ہوتا نظر نہیں آتا۔

مولانا کریم الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”السيف المسلول“ کی نئی اشاعت میں مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کی شرمناک تحریفات:

## تحریف نمبر 11

مولانا کریم الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”السيف المسلول“ میں لکھا کہ ”یہ آیت پاک ہمارے ہاتھ فرقہ جات باطلہ شیعہ مرزائی، وہابی، چکڑالوی، وغیرہ کے خلاف زبردست جہت ہے کہ وہ ہرگز عباد صالحین میں شمار نہیں ہو سکتے۔“

(السيف المسلول صفحہ ۳۲ رفیق عام پریس لاہور سن اشاعت ۱۴۲۹ھ)

اس اقتباس میں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے شیعہ مرزائی اور چکڑالوی کے ساتھ ساتھ وہابی فرقہ کو بھی باطل فرقہ جات میں شمار کیا ہے لیکن ابھی اکتوبر 2011 میں قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کے صاحبزادے قاضی ظہورالحسین اظہر دیوبندی صاحب اور قاضی مظہر حسین دیوبندی کی قائم کردہ تحریک کے رہنما مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی صاحب کے اہتمام سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے جس میں یہ عبارت یوں درج کی گئی ہے ملاحظہ کریں۔

”یہ آیت پاک ہمارے ہات دیگر فرقہ جات باطلہ، شیعہ مرزائی اور چکڑالوی وغیرہ کے خلاف زبردست حجت ہے کہ وہ عباد صالحوں میں شمار نہیں ہو سکتے۔“

(السیف المسلول صفحہ ۶۲ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

اس اقتباس میں تین جگہ دست اندازی کی گئی ہے۔

- 1- ”دیگر“ کا لفظ اپنی طرف سے شامل کیا گیا ہے حالانکہ اصل کتاب میں موجود نہیں ہے۔
- 2- مرزائی کے بعد لفظ ”اور“ شامل کیا گیا ہے۔ یہ بھی اصل کتاب میں موجود نہیں ہے۔
- 3- وہابی کا لفظ ہی نکال دیا گیا ہے۔

## تحریف نمبر 12

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ سعودی وہابیوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ

”سعودیوں کا تسلط مالکانہ اور وارثانہ نہیں بلکہ عارضی اور غاصبانہ ہے جیسا کہ یزید کو بھی کچھ دن ملا تھا وہ

بھی مٹ گیا یہ بھی مٹ جائیں گے“ (السیف المسلول صفحہ ۳۲ رفیق عام پریس لاہور سن اشاعت ۱۹۳۹) اس اقتباس کو بھی مولوی عبدالجبار سلفی صاحب نے نکال کر یہودیانہ تحریف سے کام لیا ہے بتائیے سلفی صاحب! کیا ایسے وحل و فریب سے ہی اپنی حقانیت ثابت کی جاتی ہے؟

کیا ان تحریفات کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا کہ یہ بھی مولانا کرم الدین دبیر نے خود کی ہیں۔

## اعتراض نمبر 3:

”احوال دبیر“ میں مولانا کرم الدین دبیر کے مسلک تبدیل کرنے کی وجہ یہ بیان کی گئی کی مناظرہ

سنا تو امی میں دیوبندیوں کو فتح ہوئی اور اس میں مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی کاپی پلٹ گئی۔

جواب: اس اقتباس میں مولوی عبد الجبار سلفی نے لکھا ہے کہ سلا نوالی کے مناظرہ میں دیوبندیوں کو فتح ہوئی حالانکہ یہ سب جھوٹ ہے کیونکہ مولوی عبد الجبار سلفی نے اپنے معتمد مولانا ظہور احمد بگویی کے بارے میں لکھا ہے کہ ”مولانا بگویی مرحوم عظمت صحابہ کے حوالے سے بڑے حساس بزرگ تھے ردِ شیعیت پر پر آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ کاش آج ہمارے اندر بھی وہی علمی ذوق ہے اور دینی ولولہ ہوتا تو رفض و بدعت کے جراثیم پھیل نہ سکتے“ (احوال دیر صفحہ 189، 190)

مزید اسی کتاب صفحہ 189، 190، 73 پر بھی ”حضرت مولانا ظہور احمد بگویی“ لکھا ہے۔

مولوی عبد الجبار سلفی کے معتمد مولانا ظہور احمد بگویی کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والے رسالے ”شمس الاسلام“ سے مناظرہ سلا نوالی میں دیوبندیوں کی شکست کا ثبوت:

اب آئیے اور مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کے معتمد مولانا ظہور احمد بگویی کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والے ”شمس الاسلام“ (بھیرہ) سے مناظرہ سلا نوالی کی مختصر روداد ملاحظہ کریں ماہنامہ ”شمس الاسلام“ لکھا ہے کہ ”یوں تو حضرت غریب نواز شمس سیال رحمۃ اللہ علیہ کے انوار تاباں سے ایک عالم منور ہوا رہا ہے لیکن ضلع سرگودھا میں تو (بوجہ مرکز ہونے کے) کوئی ایسا تنفس نہ ہوگا جو اس درگاہ سے وابستہ نہ ہو بالعموم مسلمانانِ ضلع ہذا راسخ العقیدہ خفی ہیں لیکن بد قسمتی سے کچھ عرصہ سے ایک موضع چک منگلا والا میں مولوی حسین علی صاحب کا ایک خاص مرید منور الدین اقامت گزریں ہوا اس نے یہاں ایک فتنہ برپا کر دیا اس کا اپنے حیر کی طرح یہ فتویٰ ہے کہ جو شخص یا رسول اللہ کہے یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا قائل ہو وہ کافر مشرک ہے اُس کی عورت اُس پر حرام ہو جاتی ہے اور بدوں طلاق حاصل کرنے کے دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔“

اس فتویٰ کا نتیجہ یہ ہوا بھائی بھائی سے بیٹا باپ سے بیڑا ہونے لگا اور سخت فساد پیدا ہو گیا۔ اس فساد کی شکایت مسلمانوں کی طرف سے حضرت خواجہ حافظ قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف کی خدمت میں پہنچی۔ کیونکہ جناب مدوح کے دل میں اسلام کا درد تھا۔ آپ نے اعلاءِ کلمۃ الحق کے لیے اپنی جان و مال کو وقف کر رکھا تھا۔ آپ یہ خبر سن کر بے تاب ہو گئے مولوی منور الدین کو کہلا بھیجا کہ ایسے عقائد فاسدہ کی تردید سے باز آ جائے جو باعثِ تفریق بین المسلمین ہو رہے ہیں۔ لیکن منور الدین کے دل پر اس نصیحت کا اثر مطلق نہ ہوا لہذا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا اور مناظرہ کا چیلنج بھیج دیا۔



جناب والا نے دعوت مناظرہ کو قبول فرمایا اور ایک تاریخ مقرر کر کے خود مع ایک جماعت جید علماء کے موقع پر پہنچ گئے۔ منور الدین کو بلایا گیا لیکن اُس کو میدان میں آنے کی جرات نہ ہو سکی متواتر تین روز جناب والا وہاں تشریف فرما رہے اور علماء کرام کے وعظ و بیان ہوتے رہے لیکن منور الدین نے میدان میں نہ آنا تھا نہ آیا۔

کچھ دن تو یہ فتنہ مدہم ہو گیا لیکن منور الدین اندر ہی اندر آتش فساد بھڑکا رہا ان دنوں حضرت سجادہ نشین صاحب اتفاق اس طرف تشریف لے گئے تو منور الدین کی مسجد میں جا کر نماز گزاری اس کے مقتدیوں نے عرض کی کہ آپ ہمارے مولوی سے مسئلہ علم غیب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ تبادلہ خیالات فرمائیں تاکہ ہم بھی مستفیض ہو سکیں۔ آپ نے عالمانہ انداز میں منور الدین سے کچھ گفتگو کی جس کو سن کر وہ مبہوت ہو گیا اور کہا کہ میں اپنے علماء کو بلا کر آپ سے مناظرہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے منظور فرمایا۔ چنانچہ 15 ذی الحجہ 1355ھ مطابق 27 فروری 1937ء کو بمقام سلا نوالی متصل ڈسٹرکٹ بورڈ سکول ایک کھلے میدان میں ہر دو فریق کا اجتماع ہوا۔ دونوں طرف سے علماء تعداد کثیر میں جمع ہوئے۔ اہل سنت کی طرف سے حضرت سجادہ نشین صاحب مدظلہ العالی اور آپ کے برادر محترم جناب صاحبزادہ حافظ غلام فخر الدین صاحب کے علاوہ مولانا مولوی حشمت علی صاحب، مولانا سردار احمد صاحب، مولانا سید احمد صاحب ناظم حزب الاحناف لاہور، مولانا قطب الدین تھٹکوی صاحب، مولانا قیصر قطبی شاہ صاحب ملتان، مولانا غلام محمود صاحب ساکن پیلان، مولانا محمد بخش صاحب تونسوی، مولانا محمد کرم الدین صاحب رئیس بھٹس ضلع جہلم، مولانا ظہور احمد بگوی امیر حزب الانصار بمبیرہ، مولانا محمد الدین صاحب مدرس دارالعلوم الاسلامیہ سیال شریف، جناب مولانا محمد حسین صاحب سجادہ نشین مردہ شریف، جناب پیر سید محمد غوث صاحب سجادہ نشین علاؤل شریف کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

دوسری طرف سے منور الدین کے علاوہ مولوی حسین علی صاحب واں بھجروی، مولوی محمد منظور صاحب سنبھلی، مولوی عبدالحنان صاحب لاہور، مولوی شمس الدین صاحب پنڈی گھیب، مولوی فضل کریم صاحب ساکن بندیل کے نام ہمیں معلوم ہو سکے ہیں۔ مناظرہ دو روز چار چار گھنٹے جاری رہا۔ اہل سنت کی طرف سے مولانا مولوی حشمت علی صاحب مناظر اور مولانا کرم الدین صاحب رئیس بھٹس صدر تھے دوسری طرف سے مولوی محمد منظور صاحب سنبھلی مناظر اور مولوی عبدالحنان صاحب صدر تھے۔ وقت مناظرہ کی ابتدائی تقاریر کے لیے چندہ چندہ منٹ اور دوسری تقریروں کے لیے دس دس منٹ تھے۔ اہل سنت کا دعویٰ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے ابتدائے آخرینش عالم سے لے کر تانبہائے قیامت اہل جنت کے جنت میں اور اہل دوزخ کے دوزخ

میں داخل ہونے تک کے حالات سے آگاہ فرمادیا تھا۔ دوسرا فریق اس کا منکر تھا اور ان کا دعویٰ تھا کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے وہ کافر ہے۔ مناظر اہل سنت فاضل بریلوی نے اپنے دعویٰ کو براہین قاہرہ، قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر اور اقوال بزرگان دین سے اس صفائی سے ثابت کیا کہ حاضرین عیش و عشرت کراٹھے۔

مولوی منظور صاحب نے اس کی تردید کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن اپنے مقصد میں ناکام رہے۔ حاضرین فاضل بریلوی کی فصیح و بلیغ تقریر اور قابلیت علمی دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

مولانا حشمت علی صاحب کی طرف سے قریباً پچاس دلائل ایسے پیش کیے گئے جن کا کوئی معقول جواب مولوی محمد منظور صاحب نہ دے سکے جو آخری تقریروں میں مولانا صاحب گن کر بتا دیئے۔ غرض اس مناظرہ میں علماء اہل حق کو فتح عظیم اور فریق مخالف کو شرمناک شکست ہوئی اور اس فتنہ کا بالکل استحصال ہو گیا۔

اثنائے مناظرہ میں کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آیا اور جلسہ نہایت صبر وسکون سے انجام پذیر ہوا۔ سب انسپکٹر صاحب پولیس مع گاؤں موجود تھے ان کا انتظام قابل تعریف تھا۔ مناظرہ کے اختتام کے بعد مشہور واعظین مولانا پیر قطبی شاہ صاحب اور مولانا مولوی قطب الدین صاحب جھنگوی کے وعظ مسجد میں ہوئے جنہوں نے تبلیغ حق کا فرض ادا کر کے مسلمانوں کو مسائل سے اچھی طرح آگاہ کیا (ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ محرم الحرام 1356ھ مطابق اپریل 1937ء جلد نمبر 8 شمارہ نمبر 4 صفحہ 35، 36)

اس روداد مناظرہ سے معلوم ہوا کہ

- 1- مسئلہ علم غیب رسول کے قائل کو مولوی منور الدین دیوبندی نے کافر کہا۔
- 2- اس کی وجہ سے علاقہ میں سخت فساد پیدا ہو گیا۔
- 3- حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے مولوی منور الدین دیوبندی کی سرزنش کی کہ اس کے عقائد فاسدہ کی وجہ سے تفریق بین المسلمین ہو رہی ہے۔
- 4- اقول مولوی منور الدین دیوبندی نے مناظرہ کا چیلنج دیا۔
- 5- حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی نے اس کی مسجد میں جا کر اسے لا جواب کیا۔
- 6- مناظرہ سلاٹوالی میں مولانا حشمت علی لکھنوی علیہ الرحمہ نے اپنے دعویٰ کو براہین قاہرہ، قرآن وحدیث وغیرہ سے ثابت کیا جس سے حاضرین عیش و عشرت کراٹھے۔
- 7- مولوی منظور نعمانی دیوبندی صاحب مولانا حشمت علی خان لکھنوی علیہ الرحمہ کے پیش کردہ 50 کے قریب دلائل کا جواب دینے سے عاجز رہے۔

8- اس مناظرہ میں علمائے اہل سنت و جماعت حنفی بریلوی کو فتح نصیب ہوئی اور دیوبندیوں کو شرمناک شکست ہوئی۔

9- اشائے مناظرہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا۔ نہایت صبر و سکون سے مناظرہ ہوا۔

روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مناظرہ سلا نوالی میں دیوبندیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا منظور نعمانی دیوبندی کی ذلت و شکست کی وجہ سے مولانا کرم الدین دیر دیوبندیوں کے معتقد ہوئے؟ بالکل نہیں کوئی عاقل اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ ثابت ہوا کہ یہ مفروضہ ہی غلط ہے کہ مولانا کرم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مسلک تبدیل کر لیا تھا۔

### ضروری نوٹ

یہ یاد رہے کہ مسئلہ علم غیب پر شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی لکھنوی علیہ الرحمہ کے مولوی منظور نعمانی کے ساتھ مسئلہ علم غیب کے متعلق اس مناظرہ کے علاوہ بھی دو مناظرے ہوئے جن کی تفصیل ملاحظہ کرنے کے لیے کتاب ”فیصلہ کن مناظرے“ مرتب محمد نعیم اللہ خان (مطبوعہ فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموٹکے) ملاحظہ کریں جس میں صفحہ 11 تا صفحہ 121 تک ”مناظرہ سنبھل“ کی روداد ہے جس میں شیر بیشہ اہل سنت نے مسئلہ علم غیب کے متعلق مولوی منظور نعمانی پر 150 قاہر سوالات کیے جن کا مولوی منظور نعمانی دیوبندی صاحب جواب نہ دے سکے۔ اسی مجموعہ کے صفحہ 169 تا 307 تک ”مناظرہ ادروی“ کی روداد ہے۔ اس مناظرہ میں بھی مولوی منظور نعمانی کو شکست ہوئی۔ ان شواہد سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مولوی منظور نعمانی کو مناظرہ سلا نوالی میں شکست اور شیر بیشہ اہل سنت کو فتح نصیب ہوئی الحمد للہ۔

### مناظرہ سلا نوالی دیوبندیوں کی شکست پر مولانا ظہور احمد بگوی کی تصدیق:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب کے معتقد مولانا ظہور احمد بگوی نے ”محاکمہ“ کے عنوان سے مناظرہ سلا نوالی کے متعلق لکھا ہے کہ

”سلا نوالی کے مناظرہ کے متعلق ایک مراسلہ ماہ اپریل کے جریدہ میں شائع ہوا تھا اس کے متعلق بعض اصحاب کی طرف سے کئی استفسارات موصول ہوئے جن کا مفصل جواب ذیلنا غیر ضروری سمجھتے ہوئے شمس الاسلام کی پالیسی کے متعلق اعلان کیا جاتا ہے کہ اہل سنت کے اختلافی مسائل کو شائع کرنا اس کے مقاصد میں شامل نہیں

شمس الاسلام کے اجراء کا واحد مقصد رفض و بدعت اور مرزائیت کی تردید ہے جن مسائل پر اہل سنت باہم جھگڑ رہے ہوں ان کی تائید یا تردید ہمارے مقاصد میں شامل نہیں۔ ایسے مسائل میں سے علم غیب کا مسئلہ مسلمانوں میں افتراق کا باعث بن رہا ہے۔ مولوی حسین علی صاحب ساکن واں پتھر اس ضلع میانوالی اور ان کے مقلدین جمہور اہلسنت کی روش سے علیحدگی اختیار کر کے تکفیر مسلمین کا بے پناہ حربہ استعمال کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ماکان و مایکون کے قائلین یعنی کائنات کے تفصیلی علم کے قائلین کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیا جا رہا ہے۔“ (ماہنامہ شمس الاسلام، بھیرہ، جولائی 1937ء صفحہ 32)

مولانا ظہور احمد بگوی، مولوی منظور نعمانی، مولوی عبدالحنان دیوبندی کے متعلق لکھتے ہیں کہ

”مولوی عبدالحنان صاحب لاہور اور مولوی محمد منظور صاحب بریلی کی معاملہ فہمی پر مجھے جس قدر اعتماد تھا زائل ہو گیا۔ ہر دو اپنے بے مثل بے نظیر استاد حضرت مولانا سید محمد نور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک سے علیحدگی اختیار کے کے جماعت مکفرین میں شامل ہو کر علماء دیوبند کے وقار کو خاک میں ملا دیا ہے۔ مولوی محمد منظور صاحب مجھے اپنے گرامی نامہ میں لکھتے ہیں کہ ”ابتدائے آفرینش عالم سے قیامت تک کے علم تفصیلی کا اعتقاد (جیسا کہ عمائد بریلی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں) وہ اگرچہ خلاف نصوص ہے باطل ہے، مگر ہمارے نزدیک موجب کفر نہیں۔“ کاش یہی اعلان سلا نوالی میں فرما دیا ہوتا اور مولوی حسین علی صاحب کی پارٹی کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دے کر علماء دیوبند کے وقار کو برباد ہونے سے بچالیا ہوتا۔

(ماہنامہ شمس الاسلام، بھیرہ، صفحہ 37 جولائی 1937ء)

مولانا ظہور احمد بگوی مولوی منظور نعمانی کے ایک اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں کہ

”مولوی حسین علی صاحب کی پارٹی نے آپ کو غلط راستہ پر لگایا جہاں تک مجھے علم ہے حضرت صاحبزادہ صاحب اور ان کے رفقا میں سے ایسا کوئی بھی نہ تھا جو آنحضرت کے علم کو علم الہی کے مساوی جانتا ہو بحث صرف عالم کون کے متعلق تھی اور ماکان و مایکون کو ہی علم الہی نہیں قرار دیا جاسکتا۔“

(ماہنامہ شمس الاسلام، بھیرہ، جولائی 1937ء)

قارئین کرام مولوی عبدالحبار سلفی دیوبندی کے معتمد مولانا ظہور احمد بگوی اور ان کے رسالہ کے مندرجات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مناظرہ سلا نوالی میں دیوبندیوں کو شکست فاش ہوئی تھی اور حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی اور ان کے رفقا ہرگز علم الہی میں مساوات کے قائل نہیں تھے۔



# مناظرہ سلاں والی کی وجہ بننے والا مولوی منور الدین دیوبندی مناظرہ سلاں والی کے بعد مرزا قادیانی کا عقیدت مند ہو گیا تھا:

فتوحات نعمانیہ صفحہ ۱۶ پر حاشیہ میں مولوی منور الدین کے بارے میں لکھا ہے کہ ”آپ (یعنی حسین علی واں پھروی) کے خلفاء میں ایک پر جوش اور مجاہد عالم مولانا منور الدین صاحب بنی ہیں آپ نے تو اپنے آپ کو تبلیغ توحید اور اعلاء کلمۃ الحق کے لئے بالکل ہی وقف کر رکھا ہے اور آپ کا وطن ضلع روهما کے ایک گاؤں چک منگلیا نوالہ نمبر ۱۶۸ میں ہے آپ ہر ماہ اہتمام کے ساتھ تبلیغی دورہ فرماتے ہیں (فتوحات نعمانیہ صفحہ ۱۶) ناشر دار الکتاب غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

مولوی منور الدین صاحب کا ذکر تو آپ نے پڑھ لیا اب آئیے اور مولوی منور الدین صاحب کے بارے میں یہ لرزہ خیز انکشاف بھی پڑھ لیجیے کہ مناظرہ سلاں والی کے محرک مولوی منور الدین دیوبندی صاحب منظرہ سلاں والی کے بعد مرزائی ہو گئے تھے اس کی تفصیل یوں ہے کہ غازی احمد (سابق کرشن لال) صاحب نے اپنے قبول اسلام روداد بنام ”مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ“ کفر کے اندھیروں سے نور اسلام تک“ کے نام سے شائع کیا ہے جس میں مولوی منور الدین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

میں نے پوچھا کو خیر باد کہا اور چک منگلا ضلع سرگودھا میں مولانا منور الدین صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں صرف دعویٰ تعلیم حاصل کی اور تفسیر کے ساتھ قرآن کریم پڑھا لیکن وہاں جی نہ لگ سکا مولانا منور الدین صاحب کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں کچھ تلخ بات چیت ہوئی میرا عقیدہ اس مسئلہ میں بالکل واضح تھا کہ آنحضرت ﷺ سلسلہ نبوت کے آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ از روئے قرآن کاذب ہے مولانا مرزا صاحب کو صالح اور متقی شخص کا درجہ دیتے تھے میں نے مولانا کی اقتدا میں نماز پڑھنا ترک کر دیا تھا مولانا کے اس عقیدے کا اثر تھا کہ چک منگلا کے اکثر دوستوں نے مرزائیت قبول کر لی میں نے

۱۹۳۲ء اور ۱۹۳۳ء کے کچھ ماہ وہاں گزارے اور وہاں سے چلنے کا ارادہ کر لیا۔

(مِنْ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ صفحہ ۱۲۱) ناشر الجامعہ الاسلامیہ لہنات الاسلام گجرات

### ضروری نوٹ:

یہ کتاب مولوی فضل الرحیم دیوبندی آف جامعہ اشرفیہ کی مصدقہ ہے۔  
قارئین اعزام!

دیوبندیوں کی چالاکی اور سید زوری ملاحظہ کریں کہ مناظرہ سلاں والی کے بعد مولوی حسین علی دیوبندی  
وال بھڑوی کا خلیفہ مرزا قادیانی کا معتقد و صراح بن گیا تھا لیکن دیوبندیوں نے الٹی چال چلی اور اہلسنت کے عالم  
دین مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمہ کو ان کی وفات کے بعد دیوبندی مشہور کیا۔

سلفی صاحب! بتائیے یہ بھی آپ کے منظور سنھلی دیوبندی صاحب کا ہی فیض ہے کہ ان کے مناظرہ کے  
بعد ان کی جماعت کے ایک اہم عالم دین صاحب دجال قادیان مرزا قادیانی کے مداح اور عقیدت مند بن گئے؟  
مولوی منور الدین دیوبندی کے دیوبندیت سے خروج کی خبر کو چھپا کر مولانا کریم الدین دبیر علیہ الرحمہ کو بلا ثبوت  
شرعی بعد وفات دیوبندی مشہور کرتے آپ کو شرم نہ آئی؟

لہذا قاضی مظہر حسین دیوبندی اور مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کا یہ دعویٰ بلا دلیل کہ مولانا کریم الدین  
دبیر نے اپنا مسلک تبدیل کر لیا تھا جھوٹا ٹھہرا۔

### اعتراض نمبر 4:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کے ممدوح قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے لکھا ہے کہ  
"تازیانہ عبرت" کتاب کا دوسرا ایڈیشن مولانا کریم الدین دبیر نے مرتضیٰ حسن چاند پوری کی سخت تاکید  
پر شائع کیا تھا۔

### جواب:

(۱) یہ بھی مولوی عبد الجبار سلفی صاحب کی تلمیس ہے جسے سلفی صاحب نے مولانا کریم الدین دبیر کی تبدیلی  
مسلک کے دعویٰ کی تقویت کے لیے پیش کیا ہے لیکن اس سے استدلال باطل ہے کیونکہ مولانا کریم  
الدین دبیر "تازیانہ عبرت" کے شروع میں لکھتے ہیں کہ "اس امر کا مشورہ دینے والوں سے میرے

مخلص دوست مولوی حکیم غلام محی الدین صاحب دیالوی صاحب تو عرصہ سے مصر ہو رہے تھے ایک دفعہ انجمن شباب المسلمین بٹالہ میں جناب مولوی سید مرتضیٰ حسن صاحب (دیوبندی) سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے بڑی سخت تاکید مرمانی کہ روئیدا ضرور شائع ہونی چاہیے۔

(تازیانہ عبرت صفحہ 53 قاضی محمد کرم الدین دیراکیڈی پاکستان)

یہاں مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ نے مرتضیٰ حسن چاند پوری دیوبندی کی تاکید کا ذکر کیا ہے یہ نہیں کہا کہ میں اس کی تاکید پر یہ کتاب شائع کر رہا ہوں کیونکہ اس بات کی تائید "تازیانہ عبرت" کے آخر میں موجود ہے جس میں مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ مولوی عبد الجبار سلفی کی تلخیص کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "مولوی غلام محی الدین صاحب دیالوی جو میرے محرم راز دوست ہیں اور یہ دوبارہ تصنیف ان ہی کے اصرار سے اشاعت پذیر ہو رہی ہے۔" (تازیانہ عبرت صفحہ ۲۸۵ ناشر قاضی محمد کرم الدین دیراکیڈی پاکستان)

اس اقتباس سے خوب واضح ہو گیا کہ سلفی صاحب کا بیان کردہ مغالطہ صرف مغالطہ ہی ہے اور کچھ نہیں۔  
(2) قارئین کرام! مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ کی کتاب تازیانہ عبرت دوسری مرتبہ 1932ء میں شائع ہوئی جیسا کہ "تازیانہ عبرت" کے آخر میں مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ نے لکھا ہے اسکے علاوہ تازیانہ عبرت کے صفحہ 17 پر مولوی عبد الجبار سلفی نے بھی تازیانہ عبرت کے دوسرے ایڈیشن کا سن اشاعت 1932ء لکھا ہے قارئین کرام مولانا کرم الدین دیر کی نقل کردہ عبارت کو مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ دیوبندی کے مسلک کی تبدیلی کے لئے بطور دلیل یا شاہد کیسے پیش کیا جاسکتا ہے؟ جبکہ مولانا نے مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری کے ساتھ دیوبندی بھی لکھا ہے تاکہ یہ بات واضح رہے کہ یہ دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔

نیز مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ نے اس مندرجہ بالا عبارت میں مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری کو نہ تو ایسا دوست کہا نہ کہیں تبدیلی مسلک کا ذکر ہے؟ تو پھر اس کو پیش کرنا سراسر ہٹ دھرمی ہے اور کچھ نہیں۔

### مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کی سید زوری:

مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ کو مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری دیوبندی نے سخت تاکید کی کہ "تازیانہ عبرت" کو شائع کریں اس سے سلفی دیوبندی نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے بالکل اسی طرح اگر ہم یوں کہیں کہ اس سے یہ کہیں ثابت نہیں ہو سکتا کہ مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری دیوبندی نے مولانا کرم الدین دیر بریلوی علیہ الرحمہ کی

کتاب کو بہت پسند کیا لہذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی نے علمائے اہلسنت بریلوی کے علم و فضل اور قادیانیوں پر مضبوط گرفت کو تسلیم کر لیا تھا؟ اور مولوی مرتضیٰ حسن کے نزدیک دیوبندی اکابر کے ہاں قادیانیوں کے رویے ایسا کوئی عالم موجود نہیں تھا اسی لیے تو انہیں مرزائیت کے رد کے لیے ایک سنی بریلوی عالم کے دروازے پر دستک دینی پڑی؟

(3) تازیانہ عبرت کے آخر میں مولانا کرم الدین دبیر نے لکھا ہے "اپریل 1932ء" (تازیانہ عبرت صفحہ 296) اور مولوی عبد الجبار سلتی دیوبندی نے بھی تازیانہ عبرت کے شروع میں اسکے دوسرے ایڈیشن کا سن اشاعت 1932ء ہی لکھا ہے (تازیانہ عبرت صفحہ 17) دوسری طرف "احوال دبیر" میں مولوی عبد الجبار سلتی نے مناظرہ سلاں والی کا ذکر کرتے ہوئے قاضی مظہر حسین دیوبندی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ "بریلوی علماء کی طرف سے مولانا حشمت علی خان رضوی مناظر اور والد صاحب مرحوم (حضرت مولانا کرم الدین دبیر) صدر تھے" (احوال دبیر صفحہ 73) اس بات کو سب دیوبندی تسلیم کرتے ہیں کہ مناظرہ سلاں والی میں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ اہلسنت و جماعت بریلوی کی طرف سے صدر تھے جیسا کہ سلاں والی کی دیوبندیوں کی طرف سے شائع ہونے والی روئداد میں بھی اہلسنت و جماعت بریلوی کی طرف سے صدر مناظرہ لکھا ہے۔ اس مناظرہ کے متعلق مولوی عبد الجبار سلتی دیوبندی نے لکھا ہے کہ "1936ء میں بمقام سلاں والی ضلع سرگودھا جو مناظرہ ہوا تھا" (احوال دبیر صفحہ 72) یعنی تازیانہ عبرت مناظرہ سلاں والی سے ۴ سال پہلے شائع ہوئی تھی پھر بھی اس کو مولانا کرم الدین علیہ الرحمہ کے مسلک کی تہدیل کے لیے بطور شاہد یا دلیل پیش کرنا سراسر بے شرمی و ہٹ دھرمی ہے اور کچھ نہیں۔

(4) مولوی عبد المجید سواتی دیوبندی کے بیٹے مولوی فیاض خان سواتی دیوبندی نے مولوی زاہد الراشدی دیوبندی پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ "اعتراض نمبر چار، پانچ اور چھ کالب لباب یہ ہے کہ دیگر مسالک کے مصنفین کی کتب پر تقریظ لکھنی چاہیے اگر معترضین کے اذہان میں ہے تو ہمارے خیال اور معلومات کے مطابق ان کا یہ نقطہ نظر درست نہیں بلکہ اکابرین علماء دیوبند کے طرز و روش سے عدم واقفیت کی بین دلیل ہے اس پر بیسیوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں"

(جانشین امام اہل السنہ کے ناقدین کے نام گھلا خط از مولوی فیاض خان سواتی دیوبندی ناشر ادارہ نشر و اشاعت جامعہ نصرت العلوم فاروقی گنج گوجرانوالہ)



سلفی صاحب! اسے دھیان سے پڑھیے فیاض سواتی دیوبندی صاحب تو دوسرے مسالک کی کتب پر تقریظ لکھنے کو علماء دیوبندی کی روش بتا رہے ہیں اور ایک آپ ہیں کہ صرف شائع کرنے کی تاکید کو تبدیلی مسلک کی بحث میں گھسیڑ لائے ہیں خدا را شرم شرم۔

## اعتراض نمبر 5:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے ”احوال دیر“ میں قاضی مظہر حسین دیوبندی کی زبانی مولانا کرم الدین دیر کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ مولانا کرم الدین دیرؒ نے ”کہا کہ مولوی شمس الدین دیوبندی آف گوجرانوالہ نے مولانا نے کرم الدین دیرؒ سے کہا کہ آپ نے اپنی کتاب آفتاب ہدایت میں تو یہ لکھا ہے کہ علم ماکان و مایکون خاصہ باری تعالیٰ ہے لیکن مناظرہ میں آپ کا موقف اس کے خلاف تھا؟ تو میں نے ان کو جواب دیا کہ یہ جگہ مناظرے کی نہیں“ اس کے علاوہ سلفی صاحب نے مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ کی کتاب ”سیف المسلول“ کے حاشیہ میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ”مصنف علیہ الرحمۃ بھی دیگر علماء اہل سنت کی طرح علم ”ماکان و مایکون“ یعنی دنیا کے ذرہ ذرہ کا علم ہر آن میں ہمہ وقت صرف خاصہ باری تعالیٰ تسلیم کرتے ہیں نیز یہی بات قدرے تفصیل سے آپ اپنی شہرہ آفاق تصنیف آفتاب ہدایت میں بھی بیان کر چکے ہیں (عبد الجبار سلفی) (السیف المسلول حاشیہ صفحہ ۷۷ ناشر قاضی محمد کرم الدین دیر اکیڈمی پاکستان)

## جواب 1:

مولانا کرم الدین دیرؒ نے ”آفتاب ہدایت“ میں علم ماکان و مایکون کو اشیاء کا حلال و حرام کرنا، موت و حیات پر اختیار وغیرہ صفات کو خاصہ باری تعالیٰ اس لیے بطور الزام کہا کہ شیعہ ان میں غلو سے کام لے کر درجہ الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں اور مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اسی طرح کے سوال کے جواب میں لکھا کہ ”گو مناظرین کی ایسی عادت ہے مگر قرآن مجید کی ایک آیت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر قبیح ہے وہ آیت یہ ہے لقد سمع الله قول الذين قالو ان الله فقير ونحن اغنياء اس کا شان نزول مفسرین میں مشہور ہے کہ حضور ﷺ نے صدقات کی ترغیب فرمائی تھی جس پر یہود نے یہ بات کہی۔ یہ نیشی بات ہے کہ ان کا یہ عقیدہ نہ تھا بلکہ محض الزام کے طور پر کہا تھا کہ حضور ﷺ کی ترغیب سے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کا حاجت مند ہونا لازم آتا ہے۔ (بودار انوار صفحہ 442 ناشر ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

## جواب 2:

مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ کے عقیدہ کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ماکان و ما یکون حاصل ہے:

مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ ”آفتاب ہدایت“ میں فرماتے ہیں کہ

”قصہ تراشنے والوں نے اپنے مطلب کی بات تو وضع کر لی لیکن یہ نہیں سوچا کہ اس سے رسول پاک ﷺ پر الزام آتا ہے آپ باوجود علوم اولین و آخرین کے عالم ہونے اور ماکان و ما یکون سے آگاہ ہونے کے ذالقرنی کا معنی بھی نہ سمجھ سکے پھر اللہ تعالیٰ پر یہ الزام آتا ہے کہ اس نے باوجود اس قول پاک کے و لفظ یسّرنا القرآن للذکر (ہم نے قرآن کو ذکر کے لیے بہت سہل کر دیا ہے) یہ حکم ایسے معتمد کے طور پر فرمایا کہ نہ اس کا معنی صاحب الوحی کی سمجھ سکے نہ وحی ہی کی سمجھ میں آیا (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۳۲ مطبوعہ کرمی میٹیم پریس لاہور) اس اقتباس سے بالکل واضح ہو گیا کہ مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ و السلام کو عالم ماکان و ما یکون مانتے تھے۔

آفتاب ہدایت کے حوالے سے علم ماکان و ما یکون کو خاصہ باری تعالیٰ کہنے والے دیوبندیوں سے سوال:

جس طرح مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ نے ”آفتاب ہدایت“ میں علم ماکان و ما یکون کو خاصہ باری تعالیٰ اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بھی علم ماکان و ما یکون ثابت لکھا ہے۔ بالکل اسی طرح ”آفتاب ہدایت“ طبع اول میں قبض ارواح کے متعلق لکھا ہے کہ

”یہ ماننا ہوا مسئلہ ہے کہ قبض ارواح خاصہ خالق الارواح (خدا کے پاک ہے) لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ایسے ظاہرین سے مل کر بعض یا تمام ارواح کے قبض کرنے کا اختیار حاصل ہے۔“

(آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۱۸ مطبوعہ کرمی میٹیم پریس لاہور)

جبکہ اپنی کتاب ”تاریخہ عبرت“ میں مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ حضرت غزرائیل علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں

”ملک الموت قابض الارواح“

(تاریخہ عبرت صفحہ ۱۶۷ ناشر قاضی محمد کرم الدین دیر اکیڈمی پاکستان)

سلفی صاحب اور ان تمام دیوبندی حضرات سے (جو ”آفتاب ہدایت“ کے حوالہ سے علم ماکان و مایکون کو خاصہ باری تعالیٰ کہتے ہیں) میرا یہ سوال ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو قبض ارواح کا کام سپرد کیا گیا ہے یا نہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو ”آفتاب ہدایت“ میں قبض ارواح کو خاصہ باری تعالیٰ کیوں کہا گیا ہے؟

تازیانہ عبرت میں حضرت عزرائیل کو ملک الموت اور قابض الارواح لکھنے کے باوجود قبض ارواح کو آپ خاصہ باری تعالیٰ کیوں تسلیم نہیں کر رہے؟ جو تو جہہ یہاں کریں گے وہ ”علم ماکان و مایکون“ کو خاصہ باری تعالیٰ قرار دیتے وقت کیوں نہیں کی جاتی؟

### نوٹ

آفتاب ہدایت کے طبع ہشتم میں قاضی مظہر حسین صاحب نے اس عبارت میں یوں اضافہ کیا ہے ”یہ مانا ہوا مسئلہ ہے کہ قبض ارواح خاصہ خالق الارواح (خدائے پاک ہے) اور ملائکہ اس کام پر مامور ہیں۔“

(آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ ۱۹۳ مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپر بازار چکوال)

پہلے ایڈیشن میں ”اور ملائکہ اس کام پر مامور ہیں“ کے الفاظ نہیں ہیں یہ قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کی اپنی کاروائی ہے۔

مولانا کرم الدین دبیر کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت تک کے واقعات کا علم غیب حاصل ہے:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کے متعلق لکھتے ہیں کہ

”حضور علیہ السلام کو جن کو قیامت تک کے واقعات کا علم غیب حق تعالیٰ نے بخشا ہوا تھا اپنے جلیل القدر صحابی حضرت عمرؓ کی فتوحات کو دیکھ دیکھ کر ایسی خوش ہوتی تھی کہ مسلمانوں کو اس کی نئے نئے طریق سے بشارت سنا کر حضرت عمرؓ کی جلالت قدر اور عظمت شان پر متنبہ فرماتے تھے بھلا اگر حضرت عمرؓ بقول شیعہ معاذ اللہ حضرت رسول پاکؐ کی نظر میں کافر و منافق ہوتے تو ان کا جہاد ناجائز ہوتا اور اس جہاد کا مال غنیمت مال مغصوب اور حرام ہوتا تو کیا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراقہ کو مال حرام (مغصوب) کے حاصل ہونے کی بشارت دی تھی اس سے تو پرہیز کرنے کا حکم دیا جانا چاہیے تھا شیعہ غور کرو اور خوب غور کرو

(آفتاب ہدایت صفحہ ۱۰۹، ۱۱۰ طبع اول مطبوعہ کرمی شمیم پریس لاہور)

اس اقتباس سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے قیامت تک کے واقعات کا علم غیب مانتے تھے۔ الحمد للہ۔

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ مناظرات ثلاثہ میں بھی ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ”مولانا مولوی خیر شاہ صاحب میر واعظ الاسلام امرتسری کے مختلف وعظ ہوئے حاضرین آپ کے وعظ کے ایسے شیدا ہو گئے تھے کہ گھنٹوں وعظ سن کر بھی سیری نہ ہوتی تھی کرامات اولیاء اور مسئلہ علم غیب کے متعلق آپ نے قرآن وحدیث سے ایسے ثبوت پیش کیے کہ لوگوں کے دلوں پر نقش ہو گئے۔“

(مناظرات ثلاثہ صفحہ ۱۶، ۱۵ مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

اس تحریر سے بھی بخوبی ثابت ہوا کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ کرامات اولیا اور مسئلہ علم غیب کی بابت وہی مسلک تھا جو کہ اہلسنت وجماعت بریلوی کا ہے۔

### حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب علوم اولین و آخرین معلوم تھے:

مولانا کرم الدین دبیر لکھتے ہیں کہ ”حضور علیہ السلام جن کو علوم اولین و آخرین سب معلوم تھے“ (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۹۹ مطبوعہ کرمی سٹیم پریس لاہور)

مولانا کرم الدین دبیر ”مناظرات ثلاثہ“ میں بھی ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ”آپ کو علم اولین و آخرین حاصل تھا اور آپ کو معلوم تھا کہ کس وقت مسلمانوں کے بہت سے فرقے ہو جائیں گے۔ اس زمانے کی نسبت آپ نے مسلمانوں کو راہِ حق بتادی کہ تم اس فرقے کے پیچھے ہو جانا جو سواِ اعظم بڑی جماعت رکھتے ہیں کیونکہ وہ راہِ حق پر ہوں گے اور میرے اور میرے اصحاب کے مسلک پر چلنے والے بلا ریب دینی لوگ ہوں گے جو سواِ اعظم بڑی جماعت میں ہوں گے۔“

(مناظرات ثلاثہ صفحہ 24 مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

### ایک سوال:

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی صاحب کے ممدوح مولانا ظہور احمد بگوی صاحب نے علم ماکان و مایکون کے متعلق لکھا ہے کہ ”مَا كَانَ وَ مَا يَكُونُ كَوْنِ عِلْمِ الْإِلَهِیِّ قَرَارٌ نَحْنُ دَيَا جَا سَكْتَا“

(ماہ نامہ شمس الاسلام بحیرہ صفحہ 33 جولائی 1937)



رسول خدا کے لیے ”مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ“ ثابت کرنے والوں پر شرک و کفر کی گولہ باری کرنے والے مولانا ظہور احمد گوی صاحب کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے کہ جو ”مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ“ کو خاصہ باری تعالیٰ ماننے سے انکاری ہیں؟

(3) مولوی عبدالحبار سلتی صاحب نے قاضی مظہر حسین دیوبندی کے بیانات سے کچھ نتائج اخذ کرنے کے بعد لکھا کہ ”ارباب علم و دانش! کیا یہ واقعات اور شواہدات و قرائن چلا چلا کر نہیں کہہ رہے کہ مولانا کرم الدین دیر“ اکابرین علماء اہل سنت دیوبند کے حق و صداقت کے معترف ہو چکے تھے؟ اور اپنے صاحبزادے مولانا قاضی مظہر حسین دیوبندی کو دو سال دارالعلوم میں تعلیم دلوا کر اپنے سابقہ فتوے سے عملی اور اعلانیہ رجوع کر چکے تھے؟“ (احوال دیر صفحہ 58 تا شرکوشہ علم 1-H-182 و پڑاٹاؤن لاہور)

قارئین کرام قاضی مظہر کے بیانات کی بنا پر یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ مولانا کرم الدین دیر نے اپنے سابقہ موقف سے عملی و اعلانیہ رجوع کر لیا تھا۔ اس لیے اگر بالفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مولانا نے ”مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ“ کو صفت خاصہ لکھا تھا تو کیا اسی طرح پچھلے صفحات میں آفتاب ہدایت کے نقل کردہ اقتباس (جس میں آپ نے حضور ﷺ کے لیے مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ کا علم ثابت لکھا ہے) اور مناظرہ سلاٹوالی میں مولانا کرم الدین دیر کا اہل سنت کی طرف سے صدر مناظرہ بننے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ اپنے سابقہ موقف سے تحریری و عملی طور پر رجوع فرما چکے ہیں؟ اگر نہیں تو اپنے اور ہمارے استدلال میں معقول و جہد فرق بیان کیجئے۔

### ضروری نوٹ:

مولانا کرم الدین دیر کے حوالے سے علم ”مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ“ کو خاصہ باری تعالیٰ کہنے والی بات کو بالفرض محال تسلیم کر کے جواب دیا گیا ہے۔

### اعتراض نمبر 6:

مولوی عبدالحبار سلتی صاحب نے قاضی مظہر حسین صاحب کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ مولانا کرم الدین دیر علیہ الرحمہ نے قاضی مظہر حسین صاحب کو تعلیم کے لیے دیوبند بھیجا تھا۔

جواب:

قاضی مظہر حسین صاحب جلسہ ثابت ہو چکے لہذا ان کی بات قابل اعتبار نہیں:

1- پہلے بیان ہو چکا ہے کہ قاضی مظہر حسین صاحب نے آفتاب ہدایت میں کئی جگہ تحریفات کی ہیں جو کہ صریح بددیانت اور جعل سازی ہے اور قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کے شیخ طریقت مولوی حسین

احمد نئی صاحب کے والے سے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ جس دستاویز میں ایک جھوٹ پایا جائے وہ تمام ناقابل اعتبار ہوتی ہے چونکہ پچھلے صفحات میں قاضی مظہر حسین صاحب کی جعل سازیوں کا بیان ہو چکا ہے اس لیے قاضی مظہر حسین صاحب کے بیانات کی بنا پر یہ بات کہنا کہ ان کو مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمہ نے دیوبند میں تعلیم کے لیے بھیجا تھا قطعاً غلط ہے۔

## آخری عمر میں مولانا کریم الدین دیر کی بینائی جاتی رہی تھی:

2- مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی صاحب نے قاضی مظہر حسین صاحب کی ایک تحریر نقل کی ہے جس میں ایک جگہ قاضی مظہر حسین صاحب نے مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ”موتیابند ہونے کی وجہ سے حضرت والد مرحوم کی بینائی جاتی رہی تھی“

(احوال دیر صفحہ ۵۷ ناشر گوشہ علم 1-H-182 واپڈا ڈاؤن لاہور)

اور قاضی مظہر حسین صاحب اپنے شہر سے دور بھیرہ میں تعلیم حاصل کرتے تھے جیسا کہ انہوں نے خود بھی بیان کیا ہے کہ

”بندہ دارالعلوم عزیز یہ بھیرہ سے رمضان المبارک کی تعطیلات میں جب واپس گھر آیا“

(احوال دیر صفحہ ۳۷ ناشر گوشہ علم 1-H-182 واپڈا ڈاؤن لاہور)

پہلے اقتباس سے یہ معلوم ہوا کہ زندگی کے آخری حصہ میں مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمہ کی بینائی چلی گئی تھی اور دوسرے نقل کردہ اقتباس سے معلوم ہوا کہ قاضی مظہر حسین صاحب پہلے ہی نے اپنے شہر سے دور دارالعلوم عزیز یہ بھیرہ ضلع سرگودھا میں تعلیم حاصل کر رہے تھے لہذا ان دونوں اقتباسات کی روشنی میں یہ نتیجہ باسانی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ قاضی مظہر حسین صاحب نے مولانا کریم الدین دیر کے علم میں لائے بغیر دیوبند میں داخلہ لے لیا تھا مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمہ کو قطعاً اس کی اطلاع نہ دی گئی کیونکہ اگر انہیں علم ہوتا تو وہ ضرور قاضی مظہر حسین صاحب کو روکتے کیونکہ مولانا کریم الدین دیر علماء دیوبند کو ان کے گستاخانہ عقائد کی بنا پر مشرکین سے بڑھ کر گستاخ سمجھتے تھے جیسا کہ ”العوارم البندیہ“ پر مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمہ کی لکھی تقریر اور آپ کی دیگر کتب سے بھی بخوبی عیاں ہے کہ آپ کے علمائے دیوبند کے عقائد میں واضح فرق ہے۔

## قاضی مظہر حسین صاحب نے دو سال سے بھی کم عرصہ دیوبند میں تعلیم حاصل کی:

3- قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب آفتاب ہدایت کے شروع میں لکھتے ہیں کہ

”رمضان 1356 میں احقر نے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہونے کا ارادہ ظاہر کیا“

(آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ ۲۱ مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چیمپٹر بازار چکوال)

پھر اس کے کچھ سطر بعد قاضی مظہر حسین صاحب لکھتے ہیں کہ

”شوال میں بندہ دارالعلوم میں داخل ہو گیا شعبان ۱۳۵۸ھ میں جب وہاں سے فارغ ہو کر گھر آیا“

(آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ ۲۱ مکتبہ رشیدیہ چکوال)

یعنی دو سال سے بھی کم عرصہ قاضی مظہر حسین صاحب نے تعلیم حاصل کی۔

**دیوبند میں داخلہ کے وقت قاضی مظہر حسین صاحب کو اکابر دیوبند سے خاص عقیدت نہ تھی:**

4- سلفی صاحب قاضی مظہر حسین صاحب کا بیان نقل کرتے ہیں جس میں وہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ

”اس وقت میں اکابر دیوبند کے حالات سے واقف نہ تھا اور خاص عقیدت نہ رکھتا تھا صرف اس بناء پر داخلہ کی خواہش پیدا ہوئی کہ طلباء سے سنتا تھا کہ دارالعلوم میں ہر کتاب صاحب فن کے سپرد کی جاتی ہے۔“

(احوال و پیر صفحہ ۴۷ ناشر گوشہ علم H-1-182 واپڈاناؤن لاہور)

قارئین کرام! یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ قاضی مظہر حسین اور عبد الجبار سلفی کے بقول مناظرہ سلال والی کے بعد مولانا کرم الدین دبیر نے علماء دیوبند سے متاثر ہو کر مسلک دیوبند قبول کر لیا تھا لیکن مندرجہ بالا اقتباس میں قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب صاف اقرار کر رہے ہیں کہ دیوبند میں داخلہ کے وقت ان کو علماء دیوبند سے خاص عقیدت نہ تھی اگر مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے اپنا مسلک تبدیل کیا ہوتا تو خود مولانا کرم الدین دبیر اور قاضی مظہر حسین دیوبندی کو علماء دیوبند سے ”خاص عقیدت“ ہوتی جو کہ اس وقت تک بھی نہیں تھی پھر یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے کہ وہ مناظرہ کے بعد علماء دیوبند کے عقیدت مند ہو گئے تھے۔

دوسری بات یہ کہ قاضی صاحب جب بھیرہ میں تعلیم حاصل کرتے تھے وہاں قاضی صاحب کے بقول طلباء یہ کہتے تھے کہ دیوبند میں ہر کتاب صاحب فن کے سپرد کی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کچھ عناصر ایسے تھے جو دیوبند کے بارے میں یہ بات مشہور کرتے تھے بہت ممکن ہے کہ ان کی مدد سے قاضی صاحب نے دیوبند میں داخلہ لیا ہو۔

لہذا یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ دیوبندیوں کے پیش کردہ تمام اعتراضات تاریکیوں سے بھی کمزور ہیں۔ اس کے باوجود بھی یہ مولانا کرم الدین دیر کو دیوبندی کہیں تو یہ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ مولوی عبد الجبار سلفی صاحب کے دلائل جنہیں تلیسمات کہنا زیادہ مناسب ہوگا کامل رد کر دیا گیا ہے اور الحمد للہ مضبوط دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ مولانا کرم الدین دیر رحمۃ اللہ علیہ تادم آخر مسلک اہلسنت وجماعت بریلوی کے ساتھ ہی وابستہ رہے، سلفی دیوبندی نے اپنے مزعومہ دلائل کے بارے میں لکھا ہے

”پہاڑ سے وزنی دلائل“

(احوال دیر صفحہ 79 ناشر گوشہ علم H-182 واپڈاناؤن لاہور)

قارئین کو خوب اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہ پہاڑ سے زیادہ وزنی دلائل تو نہیں لیکن تلیسمات ضرور ہیں۔

### مولانا کرم الدین دیرؒ کی نماز جنازہ:

مولانا کرم الدین دیرؒ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی اس بات کا قاضی مظہر حسین دیوبندی اور مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے تذکرہ نہیں کیا شاید اس کی یہ وجہ ہو کہ کہیں قاضی مظہر حسین دیوبندی کے جھوٹ کا پول نہ کھل جائے کیونکہ مولانا کرم الدین دیرؒ کی نماز جنازہ اہل سنت وجماعت (بریلوی) کے عالم حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب نے پڑھائی۔

قارئین کرام یہ ایک نہایت حیرت ناک بات ہے کہ مولانا کرم الدین دیرؒ کے جانشین ہونے کا دعویٰ کرنے والے قاضی مظہر حسین دیوبندی کو اس بات کا علم نہ ہو کہ ان کے والد کا جنازہ کس نے پڑھا۔ ہو سکتا ہے کہ عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب کہہ دیں کہ قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب اس وقت قتل کے مقدمہ میں جیل کے اندر تھے تو جواباً عرض ہے کہ جناب نے خود ”احوال دیر“ کے صفحہ 333 میں مولانا کرم الدین دیرؒ کے پہلے نکاح سے پیدا ہونے والے دو بیٹوں کا تذکرہ کرتے ہوئے دوسرے بیٹے جناب ضیاء الدین صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ

”دوسرے صاحبزادے ضیاء الدین فوج میں صوبیدار تھے۔ مولانا کرم الدین کے انتقال کے وقت یہی پاس تھے۔ (تفصیل آگے آرہی ہے انشاء اللہ) آپؒ کی وفات غالباً 1975 ہوگئی تھی۔“

(احوال دیر صفحہ 333 ناشر گوشہ علم H-182 واپڈاناؤن لاہور)



اس کے بعد اسی کتاب کے آخر میں عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ

”اگلے دن صاحبزادہ ضیاء الدین آپ کی میت بذریعہ گاڑی اپنے آبائی علاقے میں لے گئے۔ عوام الناس کے علاوہ بڑے بڑے علماء دین خانقاہوں کے گدی نشین اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے نماز جنازہ میں شرک کی اور پورے اعزاز و تکریم کے ساتھ نمناک آنکھوں سے اسلام کے اس مخلص اور جفاکش مجاہد عالم دین کو لحد میں اتار دیا“ (احوال دیر صفحہ 333 ناشر گوشہ علم 1-H-368 و پڈاناؤن لاہور)

اس سے معلوم ہوا ہے کہ مولانا کریم الدین دیر کے ایک صاحبزادے جناب ضیاء الدین صاحب مولانا کریم الدین دیر علیہ الرحمہ کی میت کو اپنے آبائی گاؤں لائے نماز جنازہ میں موجود تھے لیکن ان کی موجودگی کے باوجود قاضی مظہر حسین دیوبندی اور مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے یہ کہیں ذکر نہیں کیا کہ ان کا جنازہ کس نے پڑھا اور ان کو لحد میں کس نے اتارا اور ضیاء الدین صاحب کی وفات 1975ء میں ہوئی۔ (احوال دیر صفحہ 333) کیا اتنے طویل عرصہ میں قاضی مظہر حسین دیوبندی کو یہ موقع بھی نہ ملا کہ اپنے بھائی سے اس کے بارے میں تفصیلات حاصل کر سکیں؟

**مولانا کریم الدین دیر کی نماز جنازہ اہلسنت و جماعت بریلوی مسلک کے عالم دین نے پڑھائی:**

انجم شہباز سلطان صاحب مولانا کریم الدین دیر کی وفات و تدفین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ  
”مولانا دیر کی وفات حافظ آباد میں ہوئی۔ آپ کی میت آبائی گاؤں میں لائی گئی۔ ملحقہ گاؤں موہڑہ کدھجی کے نامور علمی اور روحانی خنوادہ حضرت مولانا غلام محمد خلیفہ حضرت شمس العارفین سیالوی کے پوتے امام انجو حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ مرید حضرت خواجہ سلطان محمد اعوان شریف نے مولانا دیر کی نماز جنازہ پڑھائی اور دربار عالیہ حضرت بابا پیر شاہ و حضرت بابا ستار شاہ کے متولی جناب سائیں غلام حسین ولد غلام حیدر سکنہ پادشاہاں نے آپ کا جسد خاکی قبر میں اتارا۔“ (شخصیات جہلم صفحہ 87 ناشر بک کارزین بازار جہلم) یہی بات انجم شہباز سلطان صاحب نے تاریخ جہلم صفحہ 462 مطبوعہ بک کارزین بازار جہلم میں بھی لکھی ہے۔

قارئین کرام! اگر مولانا کریم الدین دیر دیوبندی مسلک اختیار کر چکے ہوتے تو اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ قطعاً آپ کی نماز جنازہ نہ پڑھتے۔ نیز مولانا کریم الدین دیر کے صاحبزادے جناب ضیاء الدین صاحب بھی جنازہ میں موجود تھے۔ اگر مولانا کریم الدین دیر دیوبندی مسلک کے ساتھ وابستہ ہو چکے ہوتے تو وہ

یقیناً کسی دیوبندی عالم کو ہی نماز جنازہ کے لیے بلائے لیکن ایسا نہیں ہوا کیونکہ مولانا کرم الدین دبیر مسلک اہل سنت کے عالم دین تھے، مناظر تھے۔ اس لیے آپ کی نماز جنازہ بھی مسلک اہل سنت کے عالم دین نے ہی پڑھائی۔

قارئین کرام! یہ تھا مولوی عبد الجبار سلقی صاحب کے مضمون کا مختصر رد جس سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مولانا کرم الدین دبیر تادم آخر مسلک اہل سنت و جماعت بریلوی کے ساتھ ہی مسلک رہے۔ ان کو دیوبندی قرار دینا سراسر غلط ہے مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی کتب مناظرات خلاشا اور السیف المستعمل کے قدیم مطبوعے محترم محمد ایوب عطاری صاحب برہ زکی حضور کے ذریعہ حاصل ہوئے جس کے لیے میں ان کا شکر گزار ہوں اللہ تعالیٰ ان کو دارین کی نعمتیں عطا فرمائے۔ آمین۔ قارئین کرام سے استدعا ہے کہ جو حضرات اس مضمون سے فائدہ اٹھائیں راقم کے لیے دعائے خیر فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مسلک حق اہل سنت و جماعت حنفی بریلوی کے ساتھ وابستہ رکھے اور اسی مسلک حق پر موت دے۔

آمین

آمین یا رب العالمین

میشم عباس حنفی قادری رضوی

10/03/2012

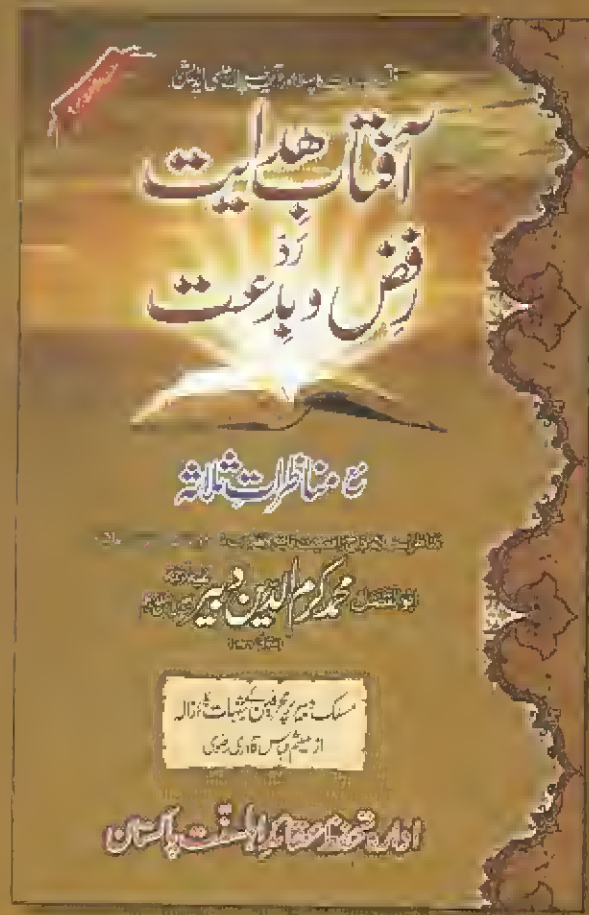
مولانا کریم الدین دبیر کے مسلک کے متعلق تحقیقی مقالہ کی کاپیاں پریس میں جانے کے لیے تیار تھیں اسی دوران ماہنامہ حق چاریار کا ایک شمارہ دستیاب ہوا جس کے مطالعے سے یہ انکشاف ہوا جو ذیل میں آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ (مشمق قادری)

## فاضل دیوبند، قاضی شمس الدین درویش دیوبندی کا اقرار کہ مولانا کریم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ تا دم آخر اہل سنت و جماعت بریلوی سے منسلک رہے

فاضل دیوبند، قاضی شمس الدین درویش دیوبندی شروع میں مولانا کریم الدین دبیر کے مسلک کے متعلق قاضی صاحب کی تائید کرتے تھے لیکن بعد ازاں انہوں نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کر لیا کہ مولانا دبیر نے اپنا مسلک تبدیل نہیں کیا تھا، ذیل میں قاضی شمس الدین درویش دیوبندی (فاضل دیوبند) کی تحریر ملاحظہ کریں جس میں وہ قاضی مظہر حسین صاحب کی طبعی شدت کے متعلق لکھتے ہیں کہ

”قاضی صاحب مزاجاً شند ہیں اور بیجا سخت گیر ہیں۔ یہ فطری شدت ان کی موروثی ہے کیونکہ ان کے والد ماجد مولانا کریم الدین صاحب نے بھی علمائے دیوبند کے خلاف بہت دلا زار فتویٰ دیا تھا اور نام لے کر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا غلیل احمد انیسوی مرحوم کو قطعی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ مفصل فتویٰ تو مولوی حشمت علی لکھنوی کی کتاب الصوامع الہندیہ طبع دوم کے صفحہ ۱۱۱-۱۱۰ پر مذکور ہے اور اس کو با اختصار امام اہل سنت مولانا علامہ محمد اسحاق صدیقی سندیلوی نے اپنے قیمتی رسالہ ”جواب شافی میں بھی نقل کیا ہے گو کہ قاضی مظہر صاحب نے اپنی کتاب خارجی فتنہ (جلد اول) میں اپنے والد کی اس تکفیری فتویٰ کی خاصی لیبا پوتی کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ بے سود ہے کیونکہ اپنے والد کے ”رجوع الی الحق“ کو بغیر کسی تحریری ثبوت کے وہ صرف اپنی شہادت سے ثابت کر رہے ہیں حالانکہ اصول یہ ہے کہ ”التوبة علی حسب الجنایة ان كانت جہراً فجہراً و ان كانت سراً فیسراً“ جبکہ یہاں گناہ تو (بارہا کا مطبوعہ ہے) اور مشہور ہے اور توبہ گھر کے اندر کی، ویسے بھی بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں شرعاً مردود ہے..... دو گواہ ہونے چاہئیں مولانا کریم الدین کا یہ تکفیری فتویٰ ہم نے اس مقالہ کے آخر میں بھی بطور ضمیمہ درج کر دیا ہے اور یہ مفصل فتویٰ درود پے کے ڈاک ٹکٹ آنے پر فقیر سے علیحدہ بھی دستیاب ہے۔“

(ماہنامہ نسیب ختم نبوت صلی ۱۲۴۱ھ بقعدہ ۱۴۱۱ھ جون ۱۹۹۰ء بحوالہ ماہنامہ حق چاریار لاہور جون/جولائی ۱۹۹۰ء)



### ملنے کا پتہ

برکات المدینہ بہادر آباد کراچی	مکتبہ غوثیہ کراچی
مکتبہ ضیاء السنہ بوہڑ گیٹ ملتان	مکتبہ نجی سلطان چوک کی گھٹی حیدر آباد
دارالتور دربار مارکیٹ لاہور	نظامیہ کتاب گھر اردو بازار لاہور
احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی	اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی
اہل سنت پبلی کیشنز دہلی ضلع جہلم	مکتبہ فیضان مدینہ مدینہ ناہن فیصل آباد

میرزا اہلسنت کے دیگر کتبوں سے طلب فرمائیں

ادارہ تحفظ عقائد اہلسنت پاکستان